تاریخِ ہندوستان

سلطنتِ اسلامیہ کا بیان

جلد ہشتم، نہم، دہم

مصنفہ
خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

4063

954.022 Zaka Ullah, Maulvi Mohammad
Tareekh-e-Hindustan: Sultanat-e-Islamia ka biyan. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1998.
1. Jilid 918p.
i. Hisdustan — Tareekh. 2. Tareekh— Hindustan — Islami Ehad.
1. Title. Islami 'Ehad.

1998

نیاز احمد نے
سنگِ میل پبلی کیشنز
سے شائع کی۔

قیمت -/۷۵۰ روپے

ISBN = 969 - 35 - 0788 - 6

سنگِ میل پبلی کیشنز
چوک اُردو بازار، لاہور فون: 7667970
شو روم: 25 - شاہراہِ پاکستان (لوئر مال) لاہور
PHONES : 7220100 - 7228143 FAX : 7245101
Email lhr01660 @ paknet1.ptc.pk
http://www.sang-e-meel.com

کمپائن پرنٹرز، لاہور

تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد ہشتم

پادشاہ نامہ عالمگیری

4065

فہرست مضامین پادشاہنامۂ عالمگیری

ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی کا بیان

ولادت سے بادشاہ ہونے تک صفحہ ۳ سے ۱۲۵ تک

ولادت۔ شاہجہاں کی علالت اور دارا شکوہ کا اختیار سلطنت۔ دارا شکوہ کی تدبیر سلطنت حاصل کرنے کی۔ بادشاہ کا شاہجہاں آباد سے اکبرآباد میں آنا اور شجاع سے لڑنے کے لئے لشکر بھیجنا اور شجاع کا بھاگنا۔ دارا شکوہ کا لشکر مالوہ بھیجنا۔ اورنگ زیب کو دارا شکوہ سے نفرت کا سبب۔ اورنگ زیب کا اورنگ آباد سے برہان پور میں آنا۔ مراد بخش پاس اورنگ زیب کا پیام۔ راجہ جسونت سنگھ کا احوال۔ اورنگ زیب اور راجہ جسونت سنگھ کی لڑائی اورنگ زیب کی فتح۔ شاہجہاں کا حال۔ دارا شکوہ کا محمد امین خاں کا قید کرنا۔ دریائے چنبل پر اورنگ زیب کے لشکر کے روکنے کے لئے دارا شکوہ کا فوج بھیجنا۔ اکبرآباد کے قریب دارا شکوہ اور اورنگ زیب کی لڑائی اور دارا کا شکست پاکر دہلی بھاگنا اور دہلی سے لاہور جانا۔ دارا شکوہ کا حال۔ اکبرآباد سے اورنگ زیب کا شاہجہاں آباد جانا۔ مراد بخش کا قید کرنا۔ مراد کا قید ہونا اور اس کے ملازموں کو اورنگ زیب کا اپنے ساتھ گانٹھ لینا اور مراد کو سلیم گڈھ کے قلعہ میں بھیجنا۔ دارا شکوہ و سلیمان و مراد بخش کے امرا کا اورنگ زیب پاس آنا۔ دارا شکوہ کا حال دہلی سے لاہور تک جانے میں اور اورنگ زیب کی عملداری پنجاب۔ اورنگ زیب کا تخت سلطنت پر بیٹھنا اور دارا شکوہ و سلیمان شکوہ کے لئے لشکر بھیجنا اور خود پنجاب کی طرف جانا اور ستلج سے پار ہونا۔ سلیمان شکوہ کا حال خلیل اللہ خاں و بہادر خاں کے لشکروں کا حال۔ عالمگیر کا حال۔ دارا شکوہ کا حال لاہور سے فرار ہونے کے بعد۔ شیخ میر کا دارا شکوہ کے تعاقب میں پہنچنا۔ بادشاہ کا ملتان سے شاہجہاں آباد آنا اور شاہزادہ شجاع کے معاملات۔ اورنگ زیب و شجاع کی محبت و اتحاد کی باتیں۔ شجاع

کا الہ آباد آنا۔ جشن وزن شمسی سال چہل و دوم۔ بادشاہ کا شجاع سے لڑنے کے لئے روا
ہونا۔ شجاع اور عالمگیر کے لشکروں کی معرکہ آرائی اور راجہ جسونت سنگھ کی دغابازی
وصف لشکر۔ ان کے لشکروں کا بیان جو دارا شکوہ کے تعاقب میں گئے تھے اور دارا شکوہ
کی سرگشتگی۔ بادشاہ کا کچھوہ سے اکبرآباد میں آنا اور قلعہ الہ آباد کا فتح ہونا۔ مراد بخش کا قلعہ
گوالیار میں مقید ہونا۔ ڈاکٹر برنیر کا بیان راجہ جسونت سنگھ کا۔ دارا شکوہ کا حال۔ دارا شکوہ
اور راجہ جسونت سنگھ کے معاملات۔ دارا شکوہ اور لشکر بادشاہی کی لڑائی۔ بادشاہ کا آگرہ
بادشاہ کا جلوس ثانی اور سکہ و خطبہ و لقب کا مقرر ہونا۔ ماہ و سال کا حساب بدلنا اور نوروز
جشن کا موقوف ہونا۔ دارا شکوہ کا باقی احوال۔ کل ممالک محروسہ میں غلہ اور اجناس کے
باج کا بخشنا اور حاصل راہ داری کا موقوف کرنا۔ تعین محتسب و منع منہیات و سکرات۔ اکبرآباد
کے قلعہ کے گرد حصار کا بننا۔ قلعہ شاہجہان آباد میں آرام گاہ کے پاس ایک مسجد (موتی مسجد)
کا بنانا۔ شجاع کا حال سولہ مہینہ کا بنارس سے بھاگنے سے رخنگ تک بھاگنے میں۔ شاہزادہ
محمد سلطان کا مرزا شجاع پاس جانا اور اس کی بیٹی سے بیاہ کرنا۔ اکبر نگر پر شجاع کا قابض
بادشاہ کا حال۔ بادشاہزادہ محمد سلطان کا شجاع کے پاس سے مراجعت کرنا۔ معاجہ کہ
کی تنبیہ کے لئے امیر خاں کا بھیجنا۔ دکن اور مرہٹوں کے ملک کا بیان۔

پارہ ۔ سیواجی کی ولادت اور تعلیم صفحہ ۱۲۵ سے ۱۴۸ تک

سیواجی کی ولادت اور تعلیم۔ سیواجی کا لیڈر بن۔ سیواجی کے یار اور مددگار۔ پہاڑی
قلعوں پر سیواجی کا قبضہ۔ باپ کی جاگیر پر قبضہ۔ سیواجی کی پہلی بغاوت والی بیجاپور سے
شاہ جی کا قید ہونا اور چھوٹنا۔ سیواجی کے نئے حملے اور اورنگ زیب سے معاملات۔ افضل خاں
کا سیواجی سے لڑنے کے لئے بھیجا جانا۔ علی عادل شاہ کی ایک رقعہ اور فوج کشی۔ دوسری دفعہ
علی عادل شاہ کا فوج بھیجنا۔ سیواجی کی صلح والی بیجاپور سے۔ قلعہ چاکنہ کی فتح۔ جشن وزن شمسی

سال ۴ مطابق سنہ جلوس وقلعہ برنیدہ کی فتح۔ سری نگر سے سلیمان شکوہ کو حضور میں لانا۔
یوں کا آنا۔ گرانی غلہ۔

واقعات سال چہارم ۱۰۷۱ھ ۱۶۶۱ء صفحہ ۱۴۸ سے ۲۱۳ تک

بداق بیگ سفیر ایران۔ قلعہ کھاتا کھری کی فتح۔ چمپت بندیلہ۔ شاہزادہ محمد معظم کی شادی
خیر ولایت پلاؤں (پالاموں) واقع صوبہ بہار۔ بادشاہ کا حال۔ خان خانان عرف معظم خاں
ی تسخیرات ملک آشام کی فتح کی۔ کوچ بہار کا حال۔ فتح آشام کے قصدسے لشکر کا کوچ۔ ملک
شام میں لشکر کا آنا۔ قلعہ سملہ گڈہ کا محاصرہ۔ قلعہ سملہ گڈہ کی فتح۔ نواڑہ کا حال اور لکھوگر میں
لشکر شاہی کا آنا۔ لشکر کا لکھوگر سے کوچ کرنا اور کھرگانو کا فتح ہونا۔ آشامیوں کی قید سے
ہندو و مسلمانوں کا چھوٹنا۔ آشام کی غنیمت۔ ملک آشام کے طول وعرض کا اور اہل آشام کی
وضع کا بیان۔ لشکر کا کھرگانو سے متھراپور جانا اور تھانوں کا مقرر ہونا۔ برسات کا آنا اور
بنسادوں کا اوٹھنا۔ کوچ بہار پر راجہ نراین کا پھر تصرف میں آنا۔ لکھوگر کی جانب فرہاد خاں کا
جانا اور قضایا رعجیبہ کا نمودار ہونا اور اس کا واپس آنا۔ راہوں کا مسدود ہونا اور تھانوں کا
اٹھنا اور اور قضیئے۔ کھرگانو میں جو لشکر کو قضیئے پیش آئے لکھوگر اور نوارہ کا حال اور اور قضایا کہ
اس محال میں پیدا ہوئے۔ کھرگانوں و متھراپور میں امراض وبا کا پھیلنا اور غلہ کا قحط پڑنا اور نواب
کی مراجعت کرنی۔ راہوں کا کھلنا اور وبا و قحط کا کم ہونا۔ راجہ کا تعاقب اور موضع نیام میں پہنچنا
اور اور واقعات۔ مصالحہ کا ہونا اور اہل اسلام کا طلسم آشام سے نجات پانا۔ نواب کا
انتقال کرنا۔

واقعات سال پنجم ۱۰۷۲ھ صفحہ ۲۱۳ سے ۲۱۸ تک

جشن جلوس عید۔ بادشاہ کی علالت و صحت۔ جشن قمری و صحت۔ قطب الدین خاں خویشگی
کا جدا۔ جونا گڈہ کا ملک جام کا فتح کرنا اور رائے سنگہ کا کشتہ ہونا۔ شاہزادہ مراد بخش
کا قتل ہونا۔

واقعات سال ششم سنہ ۱۰۷۳ھ صفحہ ۲۱۸ سے ۲۲۵ تک

بادشاہ کا کشمیر جانا۔ قوم سنبل کا استیصال۔ متفرقات وخیرات۔ سیواجی کے حملے پادشاہی ملک پر۔ سیواجی کا امیر الامرا کو دغا سے زخمی کرنا۔ سیواجی کے اور امیر الامرا کے معاملے جس طرح مرہٹے بیان کرتے ہیں۔

واقعات سال ہفتم سنہ ۱۰۷۴ھ / ۱۶۶۴ صفحہ ۲۲۵ سے ۲۲۸ تک

سیواجی کا سورت کا لوٹنا۔ شاہ جی کا مرنا۔ سیواجی کی گوشمالی کے لئے لشکر شاہی کا مقرر ہونا۔

واقعات سال ہشتم سنہ ۱۰۷۵ھ / ۱۶۶۵ صفحہ ۲۲۸ سے ۲۴۴ تک

راجہ جے سنگھ کا لشکر کے ساتھ مہم سیوا کے افراغ کے بعد ملک بیجاپور کی تخریب اور عادل شاہ کی تنبیہ کے لئے جانا۔ تبت میں بادشاہ کا خطبہ پڑھا جانا اور مسجد کا بننا۔ تبت کا بیان۔ ولایت رنگ کے قلعہ چاٹگام کی فتح۔

سوانح سال نہم جلوس سنہ ۱۰۷۶ھ صفحہ ۲۴۴

ولایت بیجاپور کی تاخت وتاراج اور دکنیوں سے لڑائیاں صفحہ ۲۴۴ سے

سیواجی کا دہلی جانا اور بھاگنا۔ اعتماد خاں کا کشتہ ہونا۔ نیتاجی کا مسلمان ہونا۔ زمیندار چاندہ ودیوگڈہ پر دلیر خاں کی لشکر کشی اور پیشکش کا وصول کرنا۔

سوانح سال دہم جلوس سنہ ۱۰۷۷ھ صفحہ ۲۶۸ سے

شاہزادہ محمد معظم کا دکن پہنچنا۔ قوم یوسف زئی کی سواحل دریا نیلاب پر شورش انگیزی اور اُن کی تنبیہ وتادیب جشن وزن شمسی۔ عبداللہ خان والی کاشغر کا بیت اللہ جانا۔ عالمگیر کی تاریخ۔ بادشاہ کا حال۔

واقعات سال یازدہم سنہ ۱۰۷۸ھ / ۱۶۶۸ لغایۃ سال بست ویکم صفحہ ۲۷۵ سے ۳۱۸ تک

بادشاہ کا حال۔ سیواجی کا حال اُس کے فرار ہونے کے بعد۔ راجہ جے سنگھ۔ سیواجی کا سورت کا لوٹنا اور قلعہ راہیری (رائے گڈھ) کا بنانا۔ سیواجی اور بادشاہ کی صلح۔ صلح کا ٹوٹنا اور پھر سیواجی کا قلعوں اور ملک کا فتح کرنا۔ سیواجی کی حبشیوں سے لڑائی۔ سنبھا کو سیواجی کا پکڑنا۔ سیواجی کا سورت کو لوٹنا ۱۰۸۲ھ/۱۶۷۰ء بادشاہی فوج کے شکست کے اسباب۔ مہابت خاں کی مہمات دکن میں۔ جزیہ و زکوٰۃ۔ سیواجی اور آغر خاں کی لڑائیاں۔ فساد و قوم یوسف زئی۔ اسلام خاں رومی حاکم بصرہ کا آنا۔ جعفر خاں کی وفات۔ اہل بیجاپور سے لڑائی۔ فساد افاغنہ۔ قاضی عبدالوہاب کی وفات۔ قلعہ سالیر۔ وکیل شرعی کا مقرر ہونا۔ قوم ست نامی کا فساد۔ راجہ جسونت سنگھ کا مرنا اور اُس کی اولاد۔ راجپوتوں سے آخر بادشاہ کا بگاڑ۔ شاہزادہ اکبر کا راجپوتوں سے ملنا۔ اکبر کا ایران جانا۔ راجپوتوں سے امتداد جنگ۔

معاملات دکن صفحہ ۳۱۸ سے ۳۳۵ تک

مہمات خان جہاں بہادر۔ سلطان علی عادل کا مرنا اور سیواجی کا راجہ بننا۔ مغلوں کے ملک پر سیواجی کے حملے۔ سیواجی کا اپنے باپ کے ملک پر قبضہ کرنا۔ سنبھاجی کا بادشاہ سے ملنا اور پھر باپ پاس آنا۔ بیجاپور کا محاصرہ۔ سیواجی کی موت اور اُس کے خصائل۔ سنبھاجی کا راجہ ہونا اور اُس کا ظلم کرنا اور سلطنت کا انتظام بگڑنا۔

واقعات سال بست و پنجم ۱۰۹۲ھ صفحہ ۳۳۵ سے ۳۳۶ تک

جہان آرا بیگم کی وفات۔ راجپوتوں سے لڑائی۔ باروت خانہ کا اُڑنا۔ بادشاہ کا برہان پور سے اورنگ آباد جانا۔

سوانح سال بست و ششم ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۲ء صفحہ ۳۳۶ سے ۳۳۹ تک

قلعہ رام سیج پر دھاوا۔ متفرقات۔

سوانح سال بست و ہفتم جلوس ۱۰۹۴ھ/۱۶۸۳ء ۳۳۹ سے ۳۴۵ تک

ابوالحسن قطب الملک اور لشکر شاہی کی لڑائی۔

سوانح بست و ہشتم جلوس سنہ ۱۰۹۵ صفحہ ۳۴۵ سے ۳۵۹ تک

ابوالحسن کا حال۔ ابوالحسن کی صلح کی درخواست کا بادشاہ پاس پیش ہونا اور خان جہاں بہادر و بادشاہ کی بے لطفی۔ بیجاپور پر لشکر کشی۔ حالات متفرقات۔

سوانح سال بست و نہم و سی ام سنہ ۱۰۹۷ صفحہ ۳۵۹ سے ۳۶۷ تک

بیجاپور کا فتح ہونا۔ بادشاہ کی حیدرآباد کی فتح کی تیاری۔ شاہزادہ محمد معظم کا مقید ہونا قلعہ گلکنڈہ کا محاصرہ

سوانح سال سی و یکم سنہ ۱۰۹۸ صفحہ ۳۶۷ سے ۳۸۸ تک

قلعہ گلکنڈہ کی فتح۔ ولایت سکھر (سکر) کی فتح۔ بادشاہ کا دارالجہاد حیدرآباد سے دارالظفر بیجاپور کو جانا۔ نعمت خان عالی کا وقائع و خافی خاں۔ ان فتوحات کا اثر اور دکن کی بے انتظامی۔ فتوحات دکن سے جو فائدے بادشاہ کو ہوئے۔ سنبھاجی کی خلاف التفاتی اور شاہزادہ اکبر کا کابل جانا اور سنبھاجی کا گرفتار ہونا۔ راے گڈہ کا فتح ہونا۔ راجہ رام کا بھاگنا اور اور معاملات۔ جنجی کے محاصرہ کا بیان۔ مرہٹوں اور مغلوں کی فوجوں کا طرز و انداز۔ جنجی کا محاصرہ اور مرزا کام بخش مرہٹوں کی آپس کی نااتفاقی۔ راجہ رام کا حال قلعوں کی فتوحات کے لیے بادشاہ کا جانا۔

سوانح سال سی و دوم سنہ ۱۰۹۹ و ۱۱۰۰ صفحہ ۳۸۸ سے ۳۹۴ تک

بدگانوں کی فتح۔ قلعہ ادونی کی فتح۔ وبا کا آنا اور بادشاہ کا سنبھا کے ملک کی تسخیر کے لیے جانا۔ سنبھاجی کا اسیر و قتل ہونا۔ سنبھاجی کی بدچلنی۔ راجہ رام کا راہیری سے بھاگنا۔

سوانح سال سی و سوم سنہ ۱۱۰۰ صفحہ ۳۹۴ سے ۳۹۸ تک

قلعہ راہیری کی فتح۔ سنبھاجی کے بیٹے کی مدارات۔ فتح رایچور۔ ایک آدمی بادشاہ پاس مرید ہونے کے لیے آیا۔ عالمگیر کے دیانت مند اعلیٰ ملازم۔ گدھی سنسی۔

سوانح سال سی و چہارم سنہ ۱۱۰۱ صفحہ ۳۹۸

سوانح سال سی و پنجم سنہ ۱۱۰۲ صفحہ ۳۹۸ سے ۴۰۱ تک

شاہزادہ محمد معظم کی رہائی۔ ابوالخیر خاں و قلعہ راجگڈہ۔ احکام شاہی۔

سوانح سال سی و ششم سنہ ۱۰۳۶ صفحہ ۴۰۱ سے ۴۰۷ تک

تحفہ اورانگ کا املا۔ راجہ رام۔ پرگنیروں کا حال۔ جنجی کی سرکشی۔ خرپوزہ پر محصول۔ ابوالحسن کی چار لڑکیاں۔ روح اللہ خاں کی وفات۔ سید سعداللہ کی سفارش۔ نئے نوکروں کا رکھنا۔

سوانح سال سی و ہفت سنہ ۱۰۳۷ صفحہ ۴۰۷ سے ۴۱۱ تک

مرہٹوں کی بادشاہی لشکر پر فتح۔ قلعہ جنجی کی مہم اور شہزادہ کام بخش کا بلا میں مبتلا ہونا۔ شاہزادہ محمد اعظم

سوانح سال سی و ہشت سنہ ۱۰۳۸ صفحہ ۴۱۱ سے ۴۱۳ تک

شائستہ خاں کا مرنا۔ حکم شاہی۔ جہاز گنج سوائی۔

سوانح سال سی و نہم سنہ ۱۰۳۹ صفحہ ۴۱۳ سے ۴۱۷ تک

سنتاجی سے لڑائیاں۔ ہمت خاں کا شکست پاکر مارا جانا۔ شاہ عالم و محمد اعظم۔

سوانح سال چہلم سنہ ۱۰۴۰ صفحہ ۴۱۷

سوانح سال چہل و یکم سنہ ۱۰۴۱ صفحہ ۴۱۷ سے ۴۱۹ تک

شب معجزہ (پیغمبر) بیما کی طغیانی۔ خان جہاں بہادر ظفر جنگ کا مرنا۔ سیدی یاقوت خاں کی قتل کا ارادہ

سوانح سال چہل و دوم سنہ ۱۰۴۲ و ۱۰۴۳ صفحہ ۴۱۹ سے ۴۲۲ تک

خواجہ یاقوت مخاطب محرم خاں کے تبر لگنا۔ سنتا کا سر بادشاہ پاس آنا۔

سوانح سال چہل و سوم سنہ ۱۰۴۴ صفحہ ۴۲۲ سے ۴۳۰ تک

بادشاہ کا خود قلعوں کی فتح کے لئے جانا۔ قلعہ تارہ کی فتح۔ شاہزادہ محمد اکبر۔ شاہزادہ معزالدین و
فتح و قوم لنی۔ قلعہ پرلے کی فتح بادشاہ کی حسن تدبیر سے۔

سوانح سال چہل و چہارم سنہ ۱۰۴۵ صفحہ ۴۳۰ سے ۴۳۳ تک

قلعہ پرلے کی فتح بادشاہ کی حسن تدبیر سے۔ بادشاہ کا سفر بھوسان گڈہ کی طرف حکم شاہی۔ کاشغر

سوانح سال چہل و پنجم سنہ ۱۰۴۶ صفحہ ۴۳۳ سے ۴۳۷ تک

قلعہ پرنالہ کی فتح کے لئے بادشاہ کا جانا۔ فتح قلعہ صاق گڈہ و نام گیر و مفتاح و مفتوح۔ فتح قلعہ کھیلنا۔

سوانح سال چہل و شش سنہ ۱۱۱۳ صفحہ ۴۳۷ سے ۴۴۲ تک
بادشاہ کا سفر کھیلنا سے بہادر گڈھ کی طرف۔
سوانح سال چہل و ہفت سنہ ۱۱۱۴ صفحہ ۴۴۲ سے ۴۵۰ تک
بادشاہ کے مراتب قدردانی دخانہ زاد نورانی۔ قلعہ کندانی کی فتح۔ بادشاہ کا مقام وکوچ۔ سفر کے مصائب۔ قلعہ راج گڈھ کی فتح۔ غلہ کی کمی و سیدی یاقوت خاں سے اُس کی طلب۔
سوانح سال چہل و ہشت سنہ ۱۱۱۵ صفحہ ۴۵۰ سے ۴۵۳ تک
قلعہ ٹورنا کی فتح۔ قلعہ واکنکیرا کی فتح۔
سوانح سال چہل و نہ سنہ ۱۱۱۶ صفحہ ۴۵۳ سے ۴۶۱ تک
قلعہ بخشندہ بخش۔ بادشاہ کی علالت
سوانح سال پنجاہم سنہ ۱۱۱۷ صفحہ ۴۶۱ سے ۴۹۳ تک
ساہو سپرسبھا۔ بادشاہ کا سفر۔ شاہزادہ محمد عظیم و کام بخش۔
سوانح سال پنجاہ و یک سنہ ۱۱۱۸ صفحہ ۴۶۳ سے ۴۹۲ تک
بادشاہ کا انتقال صفات و خصائل بادشاہ اورنگ زیب۔ احتساب۔ ہندوؤں کا مسلمان ہونا اور اُن کو ناراض کرنا۔ عطایا عام و خیرات وجود و احسان۔ ترویج علم۔ فتاوی عالمگیری۔ علم۔ اولاد کی تعلیم۔ عدالت و انصاف و رحم۔ حزم و احتیاط۔ بادشاہ کی جزئیات پر نظر۔ ہمت و استقلال تقسیم اوقات تصنیفات اورنگ زیب اور اُس کے عہد کی تصنیفات۔ تاریخ عہد سلطنت عالمگیری وسعت مملکت۔ محاصل ملکی۔
شہنشاہ عالمگیر صفحہ ۴۹۲ سے ۵۰۰ تک
اولاد کی تعلیم کے باب میں عالمگیر کے خیالات۔ بادشاہی فرائض کی نسبت عالمگیر کے خیالات بلند
عالمگیر کی سلطنت کا خلاصہ اور اُس کا حال صفحہ ۵۰۰ سے ۵۰۴ تک
عالمگیر کی اولاد صفحہ ۵۰۴ سے ۵۰۶ تک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پادشاہ نامۂ عالمگیری

میں نے پادشاہ نامہ عالم گیری کو کتب مفصلہ ذیل کی اعانت سے تالیف کیا ہے۔
(۱) عالم گیر نامہ تصنیف منشی محمد کاظم بن محمد امین۔

محمد کاظم کو مرزا کاظم بھی اور اُس کے باپ محمد امین کو مرزا امینا سے کاستی بھی کہتے ہیں جس نے شاہ جہاں نامہ لکھا ہے اورنگ زیب کے سال اوّل جلوس میں محمد کاظم پادشاہ کا ملازم ہوا۔ پادشاہ کو اُس کی انشا پردازی پسند آئی اُسکو پادشاہ نے اشارہ کیا کہ ہماری سلطنت کا حال سچا سچا لکھے اور حکم دیا کہ جب تک مؤلف سوانح نگاری اور وقائع نگاری کرے نسخۂ واقعات اور فہرست واردات کو وقائع نگار احوال ماہ بماہ و سال بسال معہ صوبجات اور ولایت کے سوانح کے اُس کو حوالہ کرتے رہیں اور یہ مقرر کیا کہ جو سوانح و اخبار تحریر میں آئیں وہ ترتیب پانے کے بعد اوقات مناسب میں خلوت میں پادشاہ کو داستان داستان سُنائے جائیں۔ تاکہ اُس کی تصحیح و تنقیح پادشاہ کرتا رہے۔ یہ بھی حکم دیا کہ پادشاہ نامہ میں ہماری شاہزادگی کا حال تو مفصل لکھا جا چکا ہے اب ایام سلطنت کا احوال آغاز سلطنت جمادی الاولیٰ ۱۰۶۷ھ سے اٹھارہ سال تک لکھا جاے اور اُس کی ایک جلد بنائی جائے پادشاہ کے فرمانے کے موافق مؤلف نے جمادی الاولیٰ ۱۰۶۷ھ سے رجب ۱۰۷۸ھ ہجری تک ایام سلطنت کا دس سال کا احوال تالیف کیا اور ۳۲ جلوس میں پادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ پادشاہ نے اس سبب سے کہ اس کے نزدیک مآثر باطن کی تاسیس

کے سامنے آثار ظاہر کی ابقا کی وقعت کچھ نہ تھی مؤلف کو منع کر دیا کہ اب دس سال سے آگے وہ ہماری سلطنت کی تاریخ نہ لکھے۔ مؤلف نے اس دس برس کی تاریخ پر بس کی۔

(۲) مآثر عالمگیری۔ اس کا مصنف محمد ساقی خاں مستعد ہے وہ بہادر شاہ کے وزیر عنایت اللہ خاں کا منشی تھا۔ اُس نے عالم گیر نامہ محمد کاظم سے اوّل دس سال کا احوال سلطنت خلاصہ کر کے لکھا۔ باقی چالیس سال کا حال زیادہ تر اپنی آنکھوں کا دیکھا تحریر کیا وہ ان چالیس سال میں بادشاہ کے دربار کے حاضرین میں سے تھا۔

(۳) فتوحات عالمگیری۔ اس کتاب کو واقعات عالمگیری بھی کہتے ہیں اس کا مصنف محمد معصوم ہے وہ اورنگ زیب کے بھائی شاہ شجاع کا ملازم تھا یہ تینوں عالمگیر نامے عہد نویس مورخوں نے لکھے ہیں اس کتاب کا نام ظفر نامہ عالمگیر بھی ہے۔

(۴) منتخب اللباب۔ اسکو اکثر تاریخ خافی خاں کہتے ہیں اس کا مصنف اورنگ زیب کی خدمت میں رہا تھا وہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ اگرچہ اورنگ زیب کی پچاس سال کی سلطنت کا خلاصہ لکھنا دریا کے پانی کو کلیا سے ناپنا ہے خصوصاً آخر چالیس سال کا حال جس میں بادشاہ نے مورخوں کو تاریخ کے لکھنے سے منع کر دیا تھا وہ ایک بحر بے پایان ہے لیکن راقم نے بقدر مقدور دست و پا زنی کر کے تفتیش تمام اور تفحص تام کر کے مقدمات اور واقعات کو قابل تحریر کیا۔ جن میں سے بعض کو ثقہ اور بوڑھوں کی زبانی اور بعض کو اوراہل دفتر اور واقعہ نگاروں سے تحقیق کیا ہے اور بعض کو اس مدت میں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔

(۵) وقائع نعمت خان عالی۔ یہ مشہور کتاب ہے جس میں اورنگ زیب کی سلطنت کے بعض وقائع بطور استہزا کے لکھے ہیں وہ تاریخ نہیں ہے۔

(۶) جنگ نامہ نعمت خان عالی۔ یہ کتاب نعمت خان عالی نے جس کا لقب

دانشمند خاں تہا لکھی ہے اس میں حالات اس زمانہ سے کہ اورنگ زیب رانا سے لڑا ہے
بہادر شاہ کی جانشینی تک لکھے ہیں۔

(۷) آداب عالمگیری۔ اس کتاب میں وہ ساری عرضداشتیں ورقعات وتحریرات جمع
ہیں جو عالمگیر نے باپ کو اور امیروں و وزیروں و مشایخ و بزرگوں و شہزادوں کو لکھے ہیں یا
اپنے منشی ابوالفتح سے لکھائے ہیں جسکا خطاب قابل خاں تھا۔

(۸) رقعات عالمگیری۔ جس کا مصنف خود عالمگیر ہے اس کے تین مجموعے ہیں جنکے
نام یہ ہیں (۱) کلمات طیبات (۲) رقائم کرائم (۳) دستور العمل آگاہی۔ اس میں کچھ
تاریخی حالات بھی لکھے ہیں اکثر یہ کتاب تالیف کے وقت زیر مطالعہ رہی ہے۔

(۹) تاریخ فتح آسام۔ اس میں شہاب الدین طالش خاں نے آسام کی فتح کا حال لکھا ہے
جس جنگ میں وہ خود شریک تھا۔

ان کتابوں کے سوا اور چھوٹی موٹی کتابیں تالیف کے وقت زیر مطالعہ رہیں۔ اور
انگریزی تاریخوں کی ورق گردانی اس بادشاہ کے حال کے لئے بہت کی گئی۔ اس
بادشاہ کے حالات کی تاریخیں پندرہ لکھی گئیں۔ مگر افسوس ہے کہ کوئی کامل تاریخ اس کی
ایسی نہیں جیسے کہ اُس کے آباؤ اجداد کی تاریخیں ہیں اسی لئے اس کے حالات میں اختلافات
تاریخوں میں ایسے ہیں کہ کسی اور بادشاہ کے حال میں نہیں۔

ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی کا بیان ولادت سے بادشاہ ہونے تک

خافی خاں نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اورنگ زیب ۱۰۲۸ھ/۱۶۱۹ء میں پیدا ہوا اس کی
تاریخ ولادت آفتاب عالمتاب لکھی۔ بادشاہ نامہ میں تاریخ ولادت ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ ہے
اور ظفر نامہ میں شب یکشنبہ ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۸ھ لکھی ہے وہ دوہود (جو اصل میں دوحد ہے)

جس کی وجہ تسمیہ ہم نے پہلے لکھی ہے وہ اُجین سے تئیس میل پر اور بڑودہ سے شمال مشرق میں ۷۰ میل پر ہے) میں پیدا ہوا جو صوبہ احمد آباد اور مالوہ کی سرحدوں پر ہے۔ ایام شاہزادگی میں بلخ و بدخشاں کی تسخیر میں اور قندہار و دکن کی مہمات میں اور مست جنگی ہاتھی سے لڑنے میں جو کام اُس سے ظہور میں آئے وہ ہم نے ظفرنامہ صاحب قرانی میں مفصل بیان کر دیے ہیں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مگر بعض واقعات ایسے ہیں کہ ہم نے ظفرنامہ میں اُن کو بیان کر دیا ہے مگر یہاں اُن کو ہم مکرر لکھتے ہیں جنسے معلوم ہو کہ عالمگیر کیونکر تخت نشین ہوا۔

۸ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ کو دار الخلافہ شاہجہاں آباد میں بیمار ہوا۔ مرض کی شدت سے روز بروز ضعف بڑھتا گیا جس کے سبب سے وہ امور مملکت کے نظم و نسق میں مصروف نہوا اور دستور کے موافق وہ غسل خانہ میں بھی نہ آیا اور نہ خاص و عام کو اپنا چہرہ دکھایا۔ خلق کو اُس کی زیارت کی ہر روز عادت تھی جب وہ اُس سے محروم ہوئے تو اُن کو اور خیالات پیدا ہوئے۔ داراشکوہ اپنے تئیں ولیعہد جانتا تھا۔ بادشاہ کے پاس سے کبھی جدا نہوتا تھا۔ جب باپ عارضہ جسمانی کے سبب سے ملک کا کام نہ کر سکا تو سلطنت کا سارا اختیار اُس نے خود اپنے ہاتھ میں لیلیا۔ خود اُس کی رہنمائی تھی اسلئے اُس نے تمام اطراف و حدود میں خبروں کا بھیجنا مسدود کر دیا آدمیوں کے خطوط اور نوشتوں کو پکڑ لیتا اور دربار کے وکلاء کو منع کر دیا کہ اطراف و اکناف میں اخبار اور حقائق حال کو نہ لکھیں اُن کو محض تہمت و مظنہ پر محبوس و مقید کرتا اُس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس مملکت کے کل صوبوں و بلاد میں شاہزادوں و امیروں کو بلکہ اکثر اہل دار الخلافہ کو یقین نہ رہا تھا کہ بادشاہ زندہ سلامت ہے اسلئے احوال ملک میں خلل پڑا۔ ہر گوشہ و کنارہ سے سرکشوں نے اور ہر سرکار و صوبہ میں متمردوں نے فتنہ و فساد کے لئے سر اوٹھایا اور جہاں رعایا واقعہ طلب تھی اُس نے مالگزاری کو ترک کیا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک آئی کہ مراد بخش نے گجرات میں خود سری کا

شاہجہاں کی علالت اور داراشکوہ کا اختیار سلطنت لینا

توجہ کیا اور تخت پر بیٹھا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ جاری کیا اور شجاع نے بھی مسلک
اختیار کیا۔ پٹنہ پر لشکر کشی کی اور وہاں سے بڑھ کر بنارس میں آیا جب دارا شکوہ کے
مقبول کو کمال ہوا۔ اسباب جاہ کی کثرت سے اسکو پندار پیدا ہوا وہ سپاہ نوفور کے
ساتھ حضور میں رہتا تھا۔ اس علالت میں بادشاہ اس کا بڑا لحاظ کرتا تھا۔ قوا جسمانی کی
جیب سے بادشاہ کے دماغ میں بھی خلل آگیا تھا وہ دارا شکوہ کی خودسری کو روکتا نہ تھا بلکہ
اس کی استرضا و خاطرداری سے انجاح مطالب و ملتمسات میں کوشش کرتا تھا۔ دارا شکوہ
کے دل میں عالمگیر کا بڑا رعب بیٹھا ہوا تھا اور اس سے بہت ڈرتا تھا۔ اس نے بادشاہ کو
یہ سمجھا کر ان لشکروں کو طلب کرایا جو ولایت بیجاپور کی تسخیر کے لئے کمک بھیجے گئے تھے یہ
جب اس وقت ہوئی کہ بیجاپور پر یورش ہو رہی تھی اور وہ فتح ہونے کے قریب تھا اس سبب اس
مہم میں تاخیر ہوئی اور امراء عظام میں سے سوائے معظم خاں و شاہ نواز خاں و نجابت خاں
کے کوئی اورنگ زیب کا کوئی نہیں رہا۔ اب دارا شکوہ نے اپنے صلاح کار اس میں دیکھی کہ شجاع
و مراد بخش کے مقدمہ سرکشی کو ان کے دفع اور استیصال کے لئے شاہی لشکروں کے بھیجنے کا بہانہ
بنائے اور بادشاہ کی عین حیات میں اس کی استظہار سے ان دونوں کا کام تمام کرے اور پھر فارغ
البالی سے اپنے سارے لشکر اور کل بادشاہی لشکروں کو لیکر دکن کی طرف مصروف ہو اور عالمگیر
کی تدبیر کار کے درپے ہو اس مدعا کے حاصل کرنے کے لئے وہ اکبر آباد کو اس سبب سے بہتر
جانتا تھا کہ مملکت کے وسط میں وہ واقع تھا اور سارے خزانے اور ذخیرے وہاں تھے۔ یہ باتیں
سوچ کر اس نے بادشاہ کو اکبر آباد جانے کے لئے ترغیبیں دیں اور عین شدت مرض میں جسمیں
سکون اور آرام کرنا چاہیئے تھا سفر کرایا۔ بادشاہ ۲۰ محرم ۱۰۶۸ھ کو شاہجہان آباد سے چلا اور ۱۹
صفر کو اکبر آباد میں پہونچا یہاں دارا شکوہ کھیل کھیلا۔ راجہ جے سنگھ کچھواہہ کو امراء نامدار اور شاہی لشکر
بیشمار کے ساتھ روانہ کیا۔ توپ خانہ اور کل اسباب محاربہ تیار کیا اور اپنے بڑے بیٹے کو اس سپاہ
کا سپہ سالار مقرر کرکے شجاع سے لڑنے کے لئے اکبر آباد سے روانہ کیا۔ یہ لشکر بنارس سے گذر کر موضع

دارا شکوہ کی تدبیر سلطنت خلل کرنے کی

اکبر آباد سے آگرہ آنا اور شجاع سے لڑنے کے لئے روانہ ہونا

بہادرپور میں آیا جو شہر سے ڈھائی کروہ پر گنگا کے کنارہ پر تھا اور شجاع وہاں مقیم تھا اور نوارہ بنگالہ اس پاس تھا۔ ڈیڑھ کروہ کے فاصلہ پر اس سے لشکر شاہی اُترا اور دست برد کی گھات میں بیٹھا۔ راجہ نے ۱۴ جمادی الاولی کو تبدیل منزل اور تغیر مکان کا بہانہ بنا کے کوچ کا آوازہ بلند کیا اور سحرگاہ جنگ و پیکار کے لئے سوار ہوا۔ اُس وقت شجاع بے پروا خواب آلود غفلت میں پڑا تھا اُس نے صفوف رزم کو آراستہ کیا اور نہ اور مقدمات حرب و قتال کی تمہید کی کہ صبح کے وقت مرزا کے لشکر پر ناگہاں خدعہ و غدر کے طور پر لشکر شاہی حملہ آور ہوا شجاع تھوڑی دیر لڑا جب دیکھا کہ ہاتھ سے کام گیا اور ہاتھ کام سے گیا۔ تو وہ خود بھاگ کر نوارہ میں گیا اور کشتی میں سوار ہو کر بھاگ گیا اس کا کل لشکر و خزانہ و توپ خانہ و دواب و کارخانے تباہ و غارت ہوے۔ وہ پٹنہ سے گذر کر مونگیر میں گیا۔ جب یہاں بھی لشکر شاہی نے اس کا تعاقب کیا تو یہاں چند روز ٹھیر کر بنگالہ کی راہ لی۔ مونگیر سے پٹنہ تک ملک داراشکوہ کی اقطاع میں داخل ہوا شجاع کے جو آدمی گرفتار ہوے تھے وہ داراشکوہ نے اکبرآباد میں بلائے اور ان کی اہانت و تشہیر کر کے ان کے ہاتھ کاٹے جس کے سبب سے بعض آدمی مر گئے۔ جب داراشکوہ نے شجاع کے مقابلہ کے لئے سلیمان شکوہ کو بھیجا تھا تو اُس نے یہ سوچا کہ ایک لشکر عظیم مالوہ میں بھی بھیجے جو دکن کی راہ میں ہے اور یہ لشکر اجین میں جو اس ولایت کا حاکم نشین ہے مقیم ہو کر اس کی قلعوں اور حدود کی حفاظت کرے اور دریاے نربدا کے اوراُس کی گذروں کی ایسی نگہبانی کرے کہ دکن کی راہ مسدود ہو جائے غرض اس سے یہ تھی کہ عالم گیر اس طرف نہ آنے پاے اس سے خوف کے مارے داراشکوہ کی جان نکلتی تھی۔ یہ تدبیر سوچ کر اُس نے شاہجہاں سے بخان غرض آلود مصلحت نما اور مقدمات غوایت آمیز فساد افزا ایسے گھڑ کر کہے کہ پادشاہ نے اس کی اس تجویز کو مان لیا اور راجہ جسونت سنگہ راٹھور کو جو ہندوستان کے منتخب راجاؤں میں تھا مالوہ روانہ کیا۔ امراے ذی شوکت اور بڑا لشکر اور خزانہ وافر اور بڑا توپ خانہ ان کے ساتھ گیا داراشکوہ یہ بھی چاہتا تھا کہ مراد بخش کا حال شجاع کا سا کرے تو اُس نے پادشاہ کی طبیعت کو ایسا اس سے

داراشکوہ کا لشکر مالوہ بھیجنا۔

شتہ کر دیا کہ وہ اس کے استیصال کے درپے ہوا۔ بادشاہ نے قاسم خاں کے ساتھ ایک
لشکر ہمراہ کیا اور یہ تجویز کیا کہ وہ راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ اُجین جائے اور وہاں پہنچکر
صلحت ہو تو گجرات سے مرادبخش کے خارج کرنے کے لئے قاسم خاں متوجہ ہو۔ اور نہیں تو راجہ
جسونت سنگھ کے لشکر کا ضمیمہ بنے۔ دونو متفق ہو کہ جو مہم پیش آئے اُس پر قیام کریں۔ ۲۲ ربیع الاوّل
شتہ کو بادشاہ کے پاس سے یہ لشکر روانہ ہوا۔ داراشکوہ نے باپ سے کہہ لشکر مملکت بسیع
لوہ کو بھی اپنے اقطاع میں لیا اور خواجہ محمد صادق اپنے بخشی دوم کو شایستہ فوج کے ساتھ مالوہ میں
بھیجا کہ اس ولایت کا بندوبست کرے اور اس مرز و بوم کے زمینداروں کی استمالت قلوب ایسی کرے
کہ بکار و پیکار کے وقت وہ راجہ جسونت سنگھ کے کمکی بن جائیں۔ اب راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خاں
دونو اُجین میں پہنچے اور وہاں مقیم ہو کر صوبہ مالوہ کا انتظام اور قلعوں اور حدود کی حفاظت کرنے لگے
داراشکوہ اس انتظار میں تھا کہ اگر سلیمان شکوہ اور اس کا لشکر جو شجاع سے لڑنے گیا تھا آجائے
تو اُس کو بھی اسی ہیئت مجموعی سے اُجین میں بھیجوں کہ دونو لشکر جمع ہو کر اس کی خاطر خواہ کام
کریں شجاع و مرادبخش کی سرکشی کے سبب سے اطراف کے آدمیوں نے بھی نافرمانی شروع کی
اورنگ زیب میں حلم و وقار اور عالی حوصلگی ایسی تھی کہ اپنے باپ کی رضاجوئی و متابعت کی راہ
سے باہر قدم نہیں رکھا اور سرکشی اور نافرمانی کا خیال بھی نہیں کیا اورنگ زیب کی طرف سے
متعدیات ناملائم غرض آلودہ امور غیر واقع وحشت انگیز داراشکوہ بادشاہ کے خاطرنشین ایسے کرتا تھا
کہ رفتہ رفتہ بادشاہ کا مزاج اس سے ایسا منحرف ہو گیا تھا کہ اورنگ زیب کے وکیل عیسیٰ بیگ
کو جو بادشاہ کے دربار میں رہتا تھا بغیر کسی جرم کے صادر ہونے کے محبوس کیا اور اس کے مال
و متاع کے ضبط کرنے کا حکم دیا مگر کچھ دنوں بعد اس ادا کو اپنے حق میں بُرا سمجھ کے اُسے قید سے
رہا کیا اور خلعت دیکر اورنگ زیب پاس بھیجدیا۔ اورنگ زیب کو داراشکوہ سے بڑی نفرت اس
سبب سے تھی کہ جس کو داراشکوہ تصوف جانتا تھا اُس کو اورنگ زیب الحاد سمجھتا تھا۔ داراشکوہ
ہندوؤں کے دین اور آئین کی طرف مائل تھا۔ برہمنوں اور جوگیوں اور سنیاسیوں کے ساتھ

اورنگ زیب کو داراشکوہ سے نفرت کا سبب

صحبت رکھتا تھا اور اُن کو مرشد کامل اور عارف بحق و اہل سمجھتا تھا اور اُن کے وید کی کتاب کو آسمانی و خطاب ربانی جانتا تھا اور اُس کو مصحف قدیم و کتاب کریم خیال کرکے پڑھتا تھا اور کمال اعتقاد کے سبب سے اُس نے اطراف سے سنیاسی اور برہمن بڑی سعی سے جمع کئے تھے اور وید کا ترجمہ کرتا تھا اور ہمیشہ اسی کام میں اپنی اوقات صرف کرتا تھا اور بجائے اسماء حسنائے الٰہی کے پرمیشور جسکو ہندو اسم اعظم جانتے ہیں۔ ہندی خطمیں الماس و یاقوت و زمرد وغیرہ کے نگینوں پر نقش کراکے پہنتا اور ان کو متبرک جانتا وہ اس کا معتقد تھا کہ ناقصوں کے واسطے تکلیف عبادت ہے اور عارف کامل کو عبادت درکار نہیں اور اُس کی دلیل آیہ کریمہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ اس کی دلیل بتلاتا تھا۔ اس نے اُس نے نماز و روزہ اور کل تکالیف شرعیہ کو خیرباد کیا۔ اس کے برعکس اورنگ زیب پاک اعتقاد تھا اور ہمیشہ دین مبین کی حمایت اور شرع حضرت سید المرسلین کی رعایت کو پیش نظر رکھتا تھا سلطنت و دولت کا مقصود ترویج شرع و ملت اور شاہی و سروری کے غرض دین پروری وہ سمجھتا تھا اور ہمیشہ لڑکپن و جوانی میں اپنی اوقات کو فرائض اور سنت و نوافل کی ادا میں صرف کرتا تھا اور حتی المقدور مراسم امر معروف و نہی منکر میں کوشش کرتا تھا وہ داراشکوہ کے عقائد کو ردی اور اطوار کو باطل جانتا تھا اور اس سبب سے اُس کی حمیت دین و مسلمانی کی رگ حرکت میں آتی تھی اور یہ بات سب پر روشن تھی کہ اگر داراشکوہ فرمان فرمائے اور حکم روائی میں مطلق العنان ہوگیا تو اس سے ارکان شریعت میں خلل پڑے گا اور حمیت اسلام و ایمان کفر کے طنطنہ سے مبدل ہوجائے گا۔

اورنگ زیب کا اورنگ آباد سے برہان پور میں آنا

جب اورنگ زیب بیجاپور کے محاصرہ میں مصروف تھا تو پادشاہ نے داراشکوہ کے کہنے سے اس لشکر کو جو بیجاپور کی تسخیر کے لئے مامور تھا بلا لیا تو ناچار اورنگ زیب نے سکندر عادل شاہ بیجاپور سے دار و مدار کرکے ایک کروڑ روپیہ کی پیشکش نقد و جنس کی بوعدہ اقساط قبول کرلی اور اورنگ آباد میں وہ آگیا۔ جب اورنگ زیب کو

معلوم ہوا کہ پادشاہ بیماری کی کوفت سے بے اختیار ہے اور دارا شکوہ کی تبہ رائی سے ملک
میں فتنہ انگیزی ہو رہی ہے تو اُس نے یقینی جان لیا کہ پادشاہ پر ضعف کا ایسا غلبہ ہے کہ وہ مملکت
کے کاموں کو نہیں کر سکتا اور حزم و احتیاط کے سبب سے دارا شکوہ کے عنان اختیار کو
تیز کر رکھا ہے اور اس سے مواسات کرتا ہے جس سے خوف یہ ہے کہ اگر چند روز اسی طرح گذرے
تو ارکان سلطنت اور اساس خلافت میں خلل عظیم ایسا پڑیگا کہ اس کا تدارک کسی وجہ سے نہیں ہو سکیگا
اس دودولت کا حفظ و ناموس اور امور . . . مملکت و ملت کے اختلال کا جبر پادشاہانہ غیرت
و حمیت کے مذہب میں جب ہے اور یہ امر بھی متحقق ہے کہ اگر دارا شکوہ کو مراد کے استیصال سے
فرصت مل گئی اور وہ اس مہم سے فارغ ہو گیا اور سیا ان شکوہ اور اس کا لشکر دارا شکوہ سے مل گئے
تو اُس کو قوت و شوکت عظیم ایسی حاصل ہو گی کہ وہ مہم دکن کی تدبیر میں لگیگا اور چونکہ اسکی طبیعت
جبلت میں کینہ جوئی و فساد انگیزی داخل ہے اسکے ساتھ حلم و مدارا کچھ فائدہ نہیں رکھتا اس لیے
اس جاہل بے خرد کے اعمال و افعال ناپسندیدہ پر صبر اور ملک و دولت کی شورش پر اس
زیادہ تحمل نہیں کرنا چاہیے اسلیے اورنگ آباد سے اکبر آباد پادشاہ کی خدمت میں جانا
چاہیے . باپ کی خدمت میں رہکر امور ملک کا نظم و نسق ایسا کرنا چاہیے کہ سلطنت کے ارکان
و قواعد میں فتور راہ نہ پائے اور امور دولت سے دارا شکوہ کا ہاتھ کوتاہ کرنا چاہیے
وہی اس تمام فتنہ و فساد کا مصدر ہے اور سلطنت و حکمرانی کے گھوڑے خالی میدان
میں دوڑا رہا ہے پادشاہ کو اسکے تسلط کی قید سے چھوڑانا چاہیے .

اورنگ زیب نے یہ بھی تجویز کیا کہ مراد بخش نے جو اپنی خامی و بیحوصلگی سے اداہائے
جاہلانہ کی ہیں اسکو اپنے ساتھ لیجا کر باپ سے اسکی تقصیرات کو معاف کرائے . عالمگیر نامہ
میں تو فقط یہ لکھا ہے اس کو ہم نے ظفر نامہ میں بیان کیا اس عزیمت کی تصمیم کے بعد
اورنگ زیب نے سوچا کہ میر الشکر مالوہ کی راہ سے گزریگا راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خاں
بڑے لشکروں کے ساتھ اُجین میں موجود ہیں اور احتمال یہ ہے کہ دارا شکوہ باپ پاس

مراد بخش پاس اورنگ زیب کا پیغام

میرے جانے سے راضی نہ ہوگا وہ ان کو اشارہ کریگا کہ راہ میں میرے لشکر کو روکیں اور محاربہ
دیکا۔ سے پیش آئیں اور بادشاہ کے تخت کے قریب بھی دارا شکوہ غصہ و کینہ سے میرے لشکر
سے مقابلہ کریگا۔ اسلیے مختصر سپاہ کے ساتھ اس سفر کا کرنا احتیاط کے قانون کے خلاف ہے
اسلیے خرم شاہ نے اس کا مقتضی ہوا کہ توپخانہ لشکر و سامان توپخانہ و کل اسباب فوج آرائی
اور لوازم نبرد آزمائی ہیں کوشش کیجائے اور ایک لشکر جو اس مہم کے لائق ہو سامان کیا
جائے۔ اورنگ زیب نے اس بات پر توجہ کر کے تھوڑے دنوں میں ایک لشکر نمایاں و
توپخانہ شایاں تیار کر لیا اور سپاہ کے سرداروں کو مناصب عالیہ اور خطاب ہائے شائستہ
عنایت کیے اور تنخواہیں بڑھا دیں غرہ جمادی الاولیٰ ۱۰۶۸ھ کو شاہزادہ محمد سلطان کو عنایتخاں
کے ہمراہ ہر سم مقدمہ لشکر بنا کے پہلے برہان پور روانہ کیا۔ پانچویں ماہ مذکور کو اپنا پیش خانہ
خاندیس کی طرف روانہ کیا اور بادشاہزادہ محمد معظم کو دکن کی صوبہ داری پر متعین کیا اور
شاہزادہ محمد اکبر کو جو ابھی پیدا ہوا تھا دولت آباد کے قلعہ میں اہل حرم کے ساتھ بھیجا اور
مراد بخش کے نام فرمان بھیجا کہ گجرات سے مالوہ کی طرف متوجہ ہو اور جب ہمارا لشکر نربدہ سے
پار ہو تو وہ اس سے ملجائے اور شاہزادہ محمد اعظم کو اپنے ہمراہ لے۔ ۱۲ ماہ مذکور روز جمعہ کو
اورنگ آباد سے برہانپور کی طرف کوچ کیا۔ ایک منزل چلکر شاہزادہ محمد اعظم کو اورنگ آباد رخصت
کیا۔ ۲۵ ماہ مذکور کو برہان پور میں اورنگ زیب آیا۔ شاہزادہ محمد سلطان جو پہلے یہاں
آگیا تھا وہ باپ کی خدمت میں آیا اورنگ زیب نے یہاں ایک مہینے توقف کیا۔
اس اثنا میں عیسیٰ بیگ وکیل دربار جس کو دارا شکوہ نے قید کر کے چھوڑ دیا تھا اورنگ زیب کی
خدمت میں آگیا اورنگ زیب نے باپ کی خدمت میں ایک عرضداشت مزاج پرسی کے
لیے بھیجی تھی اس کے جواب کے انتظار میں ایک مہینے تک برہان پور میں توقف کیا اس
یہ امید تھی کہ شاید باپ کا عارضہ بالکل زائل ہو جائیگا اور صحت کامل ہو جائیگی اور وہ
مہمات سلطنت کا نظم و نسق کرنے لگے گا اسکے ضعف و آزار کے سبب سے فرمان روا

در کشورستانی کے دستور العمل میں نہایت خلل آگیا تھا۔ بادشاہ اپنے نفس نفیس سے از سر نو انتظام کرنا
اور دارا شکوہ کے دست تصرف و استقلال کو کوتاہ کرنا تھا تنی مدت تک وہ خبر سعادت اثر
کے انتظار میں رہا کہ دربار سے حصول صحت و عافیت دائمی کا مژدہ سنے مگر جو خبر ہر سوار
آئے وہ اسکی ضد تھے روز بروز مملکت میں فساد اور اختلال پیدا ہوتا تھا اور اسی حال میں عرضی بیگ
جس کا اوپر ذکر ہوا اکبر آباد سے آگیا اس نے دربار کے اخبار و وقائع کو اور دارا شکوہ کی تباہ رائی
اور حکمرانی و جہاں داری کو اور بادشاہ کی بے اختیاری کو جس طرح دیکھا تھا عرض کیا اسکے سوا
راجہ جسونت سنگھ اجین میں خاندیس کے ہمسایہ میں لشکر لیے موجود تھا۔ ۵ جمادی الاخر کو
برہانپور سے اکبر آباد کی طرف اورنگ زیب چلا۔ غرہ رجب کو وہ موضع مانڈو میں آیا۔ ان دنوں
میں شاہنواز خاں صفوی کی نیت میں فساد آیا وہ لشکر کے ساتھ نہ آیا۔ برہانپور میں رہ گیا وہاں
سے آنے میں بہانہ بنا کے دفع الوقت کرنے لگا اورنگ زیب کے نزدیک اس کا لشکر کے
ساتھ نہ چلنا صلاح کار و مصلحت وقت کے خلاف تھا اس نے شہزادہ محمد سلطان کو شیخ میر کے
ساتھ برہان پور بھیجا کہ اس کو دستگیر کر کے قلعہ برہان پور میں مقید کر دیں ان دونے جا کر
اس کو اپنے گھر سے سوار کرا کے قلعہ میں مقید کر دیا اور خود الٹے اورنگ زیب پاس آگئے
اورنگ زیب متواتر سات کوچ کر کے دریا نربدہ کے کنارہ پر آیا۔ دسویں کوگزرا کبر پور سے
دریا سے عبور کیا راہ میں ہر روز بہت امیروں کو منصب و خطاب عطا کیے اس کے پاس
چاروں طرف کے رئیس آ آ کے ملتے گئے۔ ۲۰ کو وہ دیبال پور کے باہر آیا۔ ۲۱ کو دیبالپور
سے کوچ کیا کہ راہ میں مراد بخش اس پاس آ نکرمل گیا۔ یہ دونوں بھائی موضع دھرمات پور
میں آگئے جو اجین سے سات کروہ پر واقع ہے راجہ جسونت سنگھ و قاسم خاں مع تمام
لشکر شاہی کے مقابلہ کے عزم سے اورنگ زیب کے لشکر سے ایک کروہ پر برابر آئے
اورنگ زیب نے نالہ چورتریہ کے کنارہ پر خیمہ لگایا۔

راجہ جسونت سنگھ کا حال یہ ہے کہ وہ اجین میں آیا تھا۔ بادشاہ نے اسکو مراد بخش کی

راجہ جسونت سنگھ کا حال

تنبیہ و تاکید کے لیے مامور کیا تھا۔ جب اس نے سُنا کہ گجرات سے مالوہ کی طرف مراد بخش آتا ہے تو وہ قاسم خاں اور سارے لشکر کو لیکر بانس برلہ کی راہ سے لڑنے کے قصد سے مراد کی سر راہ پر گیا اور کاچرودہ سے تین کوس پر آنکر ٹھیرا جس سے مراد بخش اٹھارہ کروہ پر تھا اور جاسوسوں کو بھیجا کہ مراد بخش کی عزیمت کی خبر محقق پر اطلاع دیں اورنگ زیب نے دریائے نربدا کے گذروں اور رستوں کا بندوبست ایسا کر رکھا تھا کہ صوبہ دکن اور خاندیس کی کوئی خبر راجہ پاس نہیں پہنچ سکتی تھی اس کو یہ خبر ہی نہیں ہوئی کہ اورنگ زیب برہان پور سے مالوہ کی طرف چلا ہے وہ صرف مراد بخش سے لڑنے کے لیے آمادہ و تیار تھا جب مراد بخش کو راجہ کی اور اسکے ساتھ لشکر شاہی کے آنے کی خبر ہوئی اور اُس نے دیکھا کہ مجھ میں اس لشکر کے مقابلہ کی تاب تواں نہیں ہے تو وہ اورنگ زیب کی ہدایت و ارشاد سے جو اُس نے اپنے مراسلات میں کی تھی کاچرودہ سے اٹھارہ کروہ کے فاصلہ پر ہے اس راہ کی سمت بدلی جس پر آتا تھا اور دیپال پور کے نواحی میں اورنگ زیب سے آن ملا راجہ جسونت سنگھ نے کاچرودہ میں چار مقاموں کے بعد سُنا کہ مراد بخش جس راہ پر آتا تھا اُسے بدل کر دوسری راہ پر چلا گیا اب وہ اس راہ کی تفتیش میں ہوا اور اب تک اُس کو خبر نہ ہوئی کہ اورنگ زیب کا لشکر دریائے نربدا سے پار آگیا ہے اس عرصہ میں راجہ شیو رام گوڑ نے جو مانڈو میں تھا راجہ پاس نوشتہ بھیجا جسمیں اورنگ زیب کے نربدا سے پار ہونے کا حال مجمل لکھا تھا اور یہ بھی ہوا کہ قلعہ دھار میں جو داراشکوہ کے نوکر تھے وہ اورنگ زیب کے لشکر کے قریب آنے سے ڈر کر قلعہ کو چھوڑ کر بھاگے اور راجہ سے جا کر ملے راجہ نے یہ خبر سُنکر کاچرودہ میں جس راہ سے آیا تھا اسی راہ سے بازگشت کی اور جنگ کے ارادہ سے دھرمات پور نے ایک کروہ پر آیا کہ اورنگ زیب کے لشکر کا سد راہ ہو اورنگ زیب یہ نہیں چاہتا تھا کہ لڑائی ہو اور مسلمانوں کا خون ہو دھرمات پور میں آنے سے پانچ چھ روز پہلے کب رائے کو کہ ایک برہمن فہمیدہ تھا راجہ جسونت سنگھ پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں ہے صرف باپ کی ملازمت کی

تنبیہ وتاکید کے لیے مامور کیا تھا۔ جب اس نے سُنا کہ گجرات سے مالوہ کی طرف مرادبخش آتا ہے تو وہ
قاسم خاں اور سارے لشکر کو لیکر بانس برلہ کی راہ سے لڑنے کے قصد سے مراد کی سرراہ پر گیا اور
کاچرودہ سے تین کوس پر آنکر ٹھیرا جس سے مرادبخش اٹھارہ کروہ پر تھا اور جاسوسوں کو بھیجا کہ
مرادبخش کی عزیمت کی خبر محقق پر اطلاع دیں اورنگ زیب نے دریائے نربدا کے گذروں اور
رستوں کا بندوبست ایسا کر رکھا تھا کہ صوبہ دکن اور خاندیس کی کوئی خبر راجہ پاس نہیں پہنچ سکتی
تھی اس کو یہ خبر ہی نہیں ہوئی کہ اورنگ زیب برہان پور سے مالوہ کی طرف چلا ہے وہ صرف مرادبخش
سے لڑنے کے لیے آمادہ و تیار تھا جب مرادبخش کو راجہ کی اور اسکے ساتھ لشکر شاہی کے آنے
کی خبر ہوئی اور اُس نے دیکھا کہ مجھ میں اس لشکر کے مقابلہ کی تاب تواں نہیں ہے تو وہ اورنگ زیب
کی ہدایت وارشاد سے جو اُس نے اپنے مراسلات میں کی تھی کاچرودہ سے اٹھارہ کروہ کے
فاصلہ پر ہے اس راہ کی سمت بدلی جس پر آتا تھا اور دیپال پور کے نواحی میں اورنگ زیب
سے آن ملا راجہ جسونت سنگھ نے کاچرودہ میں چار مقاموں کے بعد سُنا کہ مراد بخش
جس راہ پر آتا تھا اُسے بدل کر دوسری راہ پر چلا گیا اب وہ اس راہ کی تفتیش میں ہوا
اور اب تک اُس کو خبر نہ ہوئی کہ اورنگ زیب کا لشکر دریائے نربدا سے پار آگیا ہے
اس عرصہ میں راجہ شیورام گوڑ نے جو مانڈو میں تھا راجہ پاس نوشتہ بھیجا جسمیں اورنگ زیب
کے نربدا سے پار ہونے کا حال مجمل لکھا تھا اور یہ بھی ہوا کہ قلعہ دھار میں جو داراشکوہ
نوکر تھے وہ اورنگ زیب کے لشکر کے قریب آنے سے ڈر کر قلعہ کو چھوڑ کر بھاگے اور راجہ
جاکر ملے راجہ نے یہ خبر سُنکر کاچرودہ میں جس راہ سے آیا تھا اسی راہ سے بازگشت کی
جنگ کے ارادہ سے دھرمات پور نے ایک کروہ پر آیا کہ اورنگ زیب کے لشکر
ستدراہ ہو اورنگ زیب یہ نہیں چاہتا تھا کہ لڑائی ہو اور مسلمانوں کا خون ہو دھرما
پور میں آنے سے پانچ چھ روز پہلے کب رائے کو کہ ایک برہمن فہمیدہ تھا راجہ جسونت
پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں ہے صرف باپ کی ملازمت

اورنگ زیب اور راجہ جسونت سنگھ کی لڑائی اور اورنگ زیب کی فتح

نیت ہے۔ ہمارے ساتھ تم بادشاہ کی خدمت میں چلو یا ہمارے سر راہ سے ہٹ کر جودھپور اپنے وطن چلے جاؤ۔ نہیں تو لڑائی میں تمھارا بڑا نقصان ہوگا۔ راجہ نے اس پیغام کو کچھ نہ سنا اور جنگ و پیکار کے لیے آمادہ ہوا کہ ایلچی کو الٹا بھیجدیا۔ جب اورنگ زیب کو یقین ہوگیا کہ لڑنا ضرور پڑیگا تو وہ تدبیر جنگ اور توزک سپاہ میں مصروف ہوا۔

روز جمعہ ۲۲ رجب ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء کو اورنگ زیب نے لشکر توپخانہ و ہاتھیوں کو آراستہ کیا اور خود ہاتھی پر سوار ہو کر میدان جنگ میں آیا۔ شاہزادہ محمد سلطان اور نجابت خاں کو ہراول کا سردار بنایا اور توپخانہ مرشد قلی خاں کو حوالہ ہوا۔ مراد بخش کو برانغار کا سردار محمد اعظم کو جرانغار کا سردار بنایا۔ لشکر کی قراولی خواجہ عبداللہ و قزلباش خاں کے سپرد ہوئی اور قلب لشکر کی سرداری خود اورنگ زیب نے کی ان فوجوں کے سرداروں کے ساتھ اور بہت سے نامی سردار تھے جنکے نام لکھنے تطویل سے خالی نہیں۔ سپاہ کے یمین و یسار کو اورنگ زیب نے آراستہ کیا۔ عالمگیر نامہ میں لکھا ہے کہ راجہ جسونت سنگھ اورنگ زیب کے لشکر کی ہیبت سے ایسا خوف زدہ ہوا کہ اُس نے اپنا وکیل اورنگ زیب کے پاس بھیجا اور اپنی بندگی و عجز و ندامت و سرافگندگی کا اظہار کیا اور یہ پیغام دیا کہ میں حضور کے لشکر سے لڑنے کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ میرا ارادہ حضور کی ملازمت کا ہے۔ بندگی اور اخلاص کے سوا میں کسی اور طریقہ پر چلنا نہیں چاہتا اگر مجھ پر حضور فضل و کرم کرکے نبرد سے باز آئیں تو حضور کی آستان بوسی کروں۔ اورنگ زیب نے اس بات کا اعتبار نہیں کیا اسکو جواب دیا کہ ہم جنگ میں توقف نہیں کرتے اگر تو سچا ہے تو لشکر سے جدا ہو کر تنہا نجابت خاں پاس جاوہ تجھ کو شاہزادہ محمد سلطان پاس لیجائیگا اور وہ میرے پاس تجھکو لائیگا تو میں تیرے جرائم معاف کرونگا مگر راجہ یہ کب سُنتا تھا وہ جنگ پر مستعد ہوا۔ قاسم کو ہراول کا سردار بنایا اور اس کے ساتھ بڑے بڑے راجپوت راجہ اور مسلمان امرا رہمراہ کیے بہادر بیگ بخشی دار و غہ توپ خانہ تھا اسکے ہمراہ توپ خانہ شاہی لشکر سے آگے بھیجا تو ان کے نامی سپاہیوں مخلص خاں و محمد بیگ و یادگار بیگ کو قراول مقرر کیا ہے مہیس داس گور

دگور دھن راٹھور کو التمش مقرر کیا اور اپنے تئیں قلب میں رکھا اور افتخار خاں کو میسرہ میں اور مالوجی و پرسوجی اور راجہ دیبی سنگھ بندیلہ کو لشکر کی محافظت کے لیے مقرر کیا پانچ چھ گھڑی دن چڑھا تھا کہ لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ اول مقدمہ جنگ میں طرفین سے گولی گولیاں بان چلنے شروع ہوئے پھر ہنگامۂ جنگ گرم ہوا لشکر آہستہ آہستہ تیر و بندوق و بان سے لڑتے ہوئے آگے بڑھے۔ راجپوت جیسے کہ کندر راؤ ہاڈہ و رتن راٹھور و بیال داس جھالا اور ارجن کور تھے توپخانہ پر گئے۔ اور مرشد قلی خاں کی جان لی۔ اور ذوالفقار خاں کو زخمی کیا اور توپخانہ سے گذر کر وہ ہراول پر حملہ آور ہوئے۔ شاہزادہ و نجابت خاں خوب اُن سے لڑے۔ مسلمانوں کے تیر و تلواریں ہندوؤں کے پیشانیوں کے صندل اور گردن کے زنار کی بنتے تھے ہندوؤں کے تیغ و سنان مسلمانوں کی زرہ و مغفر کو چیرتے تھے۔ غرض جب اورنگ زیب نے ان راجپوتوں کا غلبہ اپنے لشکر پر دیکھا تو وہ خود جنگ پر متوجہ ہوا اُس نے دشمن کو ہٹایا اور مراد بخش جو ہراول میں صف آرا تھا وہ دائیں طرف سے اعدا کی بنگاہ پر جو لشکر مخالف کے عقب میں تھا حملہ آور ہوا۔ اور تاخت و تاراج شروع کی۔ مالوجی و پرسوجی جو محافظ لشکر تھے تاب مقاومت نہ لائے اور بھاگنے کا ارادہ کیا۔ دیبی سنگھ نے مراد بخش کے ہاتھی کے پاس آکر پناہ مانگی مراد نے اس کو اپنے ہمراہ لے لیا غرض راجہ جسونت کو شکست ہوئی اور وہ کچھ فوجی راجپوتوں کو ہمراہ لیکر اپنے وطن کو چلا گیا اور قاسم خاں اور سارا لشکر پادشاہی فرار ہوا۔

اورنگ زیب نے اس لشکر کا تعاقب اس خیال سے نہیں کیا کہ وہ عاجز کشی تھی اُس نے کمال دین پروری اور مسلمانی کے سبب سے حکم دیا کہ موکد غا میں جو مسلمان ہاتھ آئے اس کو جان کی امان دیں اور اس کا خون نہ کریں ذریعین کے عوض ناموس کے متعرض نہوں۔

اورنگ زیب نے اس فتح کا شکریہ الٰہی ادا کیا اور مراد بخش کو پندرہ ہزار اشرفی اور چار ہاتھی عنایت کیے اور شاہزادہ محمد سلطان کا پنج ہزاری پنجہزار سوار کا استانہ منصب کرکے پانزدہ ہزاری دہ ہزار سوار بنایا اور جن امرا نے اس جنگ میں جانفشانی

کی تھی ان کو بڑے بڑے جاہ و منصب و خلعت انعام دیئے اور انکے اضافے کیے۔ اورنگ زیب نے
عہدہ ۱۱ بعین سے باہر تین مقام کیے ۲ رجب کو وہاں سے چلا۔ ۲۸ رکوچ اور تین مقام کرکے
۲ رشعبان کو حدود گوالیار میں آیا اور بلدۂ مذکور کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ جب اورنگ زیب
گوالیار میں آیا تو داراشکوہ دھولپور میں آیا اور اُس نے ایسی تدبیریں کیں کہ اورنگ زیب کا لشکر
چنبل ندی سے عبور نہ کرسکے۔ اکثر مشہور گذروں پر اُس نے توپ خانے اور آلات جنگ لگادیئے
تھے۔ اورنگ زیب نے یہاں کے زمینداروں سے دریافت کرلیا کہ گوالیار سے دائیں طرف
بیس کروہ پر بہدوریہ ایسا گذر ہے کہ جہاں سے لشکر پایاب عبور کرسکتا ہے چونکہ اورنگ زیب کا
لشکر کنار دریا سے دور تھا اور گذر مذکور غیر مشہور تھا داراشکوہ نے اسکی محافظت نہیں کی تھی
اورنگ زیب نے خانخانان بہادر سپہ سالار اور صف شکن خاں کو اس گذر پر بھیجا کہ اُس پر قبضہ
کریں۔ وہ سلخ شعبان کو چنبل کے کنارہ پر پہنچے اور بے توقف جیسی آب پر باد گزرتی ہے اُنھوں نے
عبور کیا۔ اور اس طرف پر دریا کے قبضہ کیا۔ ..... اور غرہ رمضان کو
اورنگ زیب نے مع لشکر کے دریا سے عبور کیا۔ بادشاہ کا حال جو اکبرآباد میں ہوا وہ بیان کیا جاتا ہے۔

شاہجہاں کا حال

اکبرآباد میں شاہجہاں کے مرض میں کچھ افاقہ ہوگیا تھا لیکن عارضہ بالکل دفع نہیں ہوا تھا آزار
باقی تھا اور ضعف بہت قوی ہوگیا تھا گرمی کا موسم قریب آگیا تھا اور اکبرآباد کی ہوا بہ نسبت شاہجہان آباد
کی ہوا کے بہت زیادہ گرم تھی اور یہاں کے دولتخانہ کی عمارات بہ نسبت شاہجہاں کے دولتخانہ
کی عمارات کے وسعت و فضا و نزہت و صفا میں کمتر تھیں اسلیے اطبا نے تجویز کیا کہ اکبرآباد
میں رہنے سے بادشاہ کے عود مرض کا اندیشہ ہے شاہجہان آباد جانا مناسب ہوگا۔ بادشاہ نے بھی
اس دارالخلافہ کی عزیمت کی کہ تابستان میں وہاں باغ و بستاں اور تسلسل نہر کی طراوت سے
راحت ہوگی۔ داراشکوہ بادشاہ کے سفر پر راضی نہیں ہوتا تھا اسکو اپنے مطالب کے منہ کی جانتا تھا مگر بادشاہ
بادشاہ کی طبع مبارک بہت مائل تھی اور داراشکوہ جانتا تھا کہ راجہ جسونت سنگھ اورنگ زیب کو اجین سے
آگے نہ بڑھنے دیگا اس لیے وہ بھی بادشاہ کے اس سفر پر راضی ہوگیا شاہجہان آباد کو روانہ ہوا۔

اور موضع بلوچ پور میں آیا راجہ جسونت سنگھ کے پاس رستم بیگ گزر بردار اور یسا دل بیگ گئے ہوئے تھے اُنھوں نے آنکر بادشاہ کو راجہ کی شکست کی خبر سُنائی اس خبر کے سُننے سے دارا شکوہ کے ہوش اُڑے وہ خود اکبر آباد کو اُلٹا پھرا۔ نہم ماہ مذکور کو بلوچ پور سے بادشاہ کو بھی منت وسماجت کرکے لے آیا اور سپاہ و لشکر اور اسباب نبرد و پیکار کے جمع کرنے میں کوشش کرنے لگا اور جن صوبجات اور محال سے منصب داروں و جاگیرداروں کا آنا ممکن تھا ان کو بلا لیا اور اُنکے قلوب کی تسخیر میں اور خواطر کی تسلی میں کوشش کی۔ سب کو اپنا ہمداستان بنایا اور بادشاہ کے سارے عمدہ ملازموں اور امراء کو چرب نرمی و ملائمت و نوید احسان و رعایت سے مستمال کیا اور جنگ کے لیے آمادہ کیا اور تھوڑے دنوں میں بادشاہ کے نوکروں اور قدیم و جدید سپاہیوں کا ایک انبوہ جمع کر لیا جسمیں ساٹھ ہزار سوار تھے انکو توپخانہ شاہی سے ہتیار جتنے جی چاہا دیدیئے۔ کل توپخانہ و جنگی ہاتھی اس لشکر کے ساتھ کیے۔ خزانہ کے مُنہ کھول دیئے جتنا زر سپاہ میں پریشان کیا اتنا ہی اپنی پریشانی کے لیے سامان کیا سب سے زیادہ اس کا ناصواب کام یہ تھا کہ معظم خاں کے بیٹے محمد امین خاں کو اُس نے قید کیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ اورنگ زیب نے معظم خاں کو بیجاپور کی حدود میں اسلیے چھوڑا تھا کہ وہ ایک کروڑ روپیہ کی پیش کش لے آئے جو اُس کے مراجعت کے شکرانہ میں عادلخاں نے دینی قبول کی تھی دارا شکوہ نے عادلخاں اور ارکان دولت بیجاپور کو ایسا کچھ لکھ بھیجا کہ اورنگ زیب کا یہ مطلب دلخواہ نہ ہونے دیا اور اس کے کام کو تاخیر میں ڈال دیا۔ اور اس نے بادشاہ سے ایسا کچھ کہا سُنا کہ بادشاہ نے معظم خاں کو اپنے پاس بلایا۔ وہ بادشاہ کے حکم سے باقی لشکر کو جو اس حدود میں تھا ہمراہ لیکر اورنگ آباد میں آیا کہ یہاں سے بادشاہ کے دربار میں جائے مگر اس کے جانے کو اورنگ زیب نے منافی مصلحت اس سبب سے جانا کہ دکنی زیادہ تر خیرہ سر ہو جائینگے معظم خاں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں جب تقاعد کرنا نہ چاہا تو اورنگ زیب نے معظم خاں کو دستگیر کرکے دکن میں نگاہ رکھا۔ دارا شکوہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اُس نے بداندیشی اور بدگمانی سے

دارا شکوہ کا محمد امین خاں کا قید کرنا

دریائے چنبل پر اورنگ زیب کے لشکر کے روکنے کے لیے دارا شکوہ کا دورہ جھنا

بادشاہ سے اس مقدمہ کو اس پیرایہ میں گوش گزار کیا کہ اورنگ زیب معظم خاں نے اتفاق کرکے سازش کی ہے اسلیے اسکے بیٹے محمد امین خاں کو جو میر بخشیگری سلطنت تھا دارا شکوہ نے اپنے گھر میں بلاکر امور غیر واقع سے متہم کرا کے مقید کیا۔ شاہجہاں پر تین چار روز کے بعد خان مذکور کی بے گناہی اور حقیقت حال پر اطلاع ہوئی اس نے دارا شکوہ سے خود ہی اسکے حکم کو منسوخ کرکے اسکو رہا کرایا۔ شاہجہاں یقینی جانتا تھا کہ اورنگ زیب سے دارا شکوہ لڑکر خراب ہوگا اور اپنے بخت و دولت کے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارےگا۔ وہ صلح و صلاح کا مشورہ دیتا اور سمجھاتا کہ بیٹا بھائی سے نہ لڑ۔ مگر دارا شکوہ اپنی لشکرکشی اور سپہ آرائی سے باز نہ آتا تھا۔ اندنوں بادشاہ کے ہات سے سررشتۂ اختیار و اقتدار جاچکا تھا وہ منع و زجر پر قادر نہ تھا ناچار دارا سے مدارا کرتا تھا۔

۱۶ شعبان کو دارا شکوہ نے خلیل اللہ خاں کو برسم منقلا پہلے روانہ کیا اور بعض امراء و سپاہ کو اسکے ہمراہ کیا کہ وہ دھول پور میں جاکر اسکے آنے تک اقامت کرے اور دریائے چنبل کے گھاٹوں پر توپ خانے لگاکے اور سپاہ مقرر کرکے محافظت کرے۔ ۲۵ شعبان کو اکبر آباد سے خود سارے لشکر اور اپنے چھوٹے بیٹے سپہر شکوہ کو ہمراہ لیکر برآمد ہوا اور پانچ منزلیں طے کرکے دھول پور میں آیا اور اس مرز و بوم کے زمینداروں کی دلالت سے دریا کے گزروں کا انتظام کیا اور جہاں مخالف کے پایاب ہوکر عبور کرنے کا گمان بھی تھا وہاں بھی بندوبست کیا اس کو یہ انتظار تھا کہ اس کا بڑا بیٹا سلیمان شکوہ اور اُس کا لشکر اس سے آن ملے۔ اُن کو اُس نے طلب کیا تھا وہ جلد چلے آتے تھے اسلیے اس کی رائے میں یہ آیا تھا کہ اُن کے آنے تک اس طرح کارزار و صف آرائی میں چند روز دفع الوقت کرے مگر اورنگ زیب کے عبور ہونے کا یہ دریا کیسے مانع ہوسکتا تھا اُس نے عبور کیا جس کا بیان اوپر ہوا تو دارا شکوہ اس لشکر سے لڑنے کے لیے دھول پور سے روانہ ہوا اور راجپورہ آیا (اکبر آباد سے دس کروہ پر ہے) اور دریائے جمن پر ایک زمین جنگ کے واسطے تجویز کی۔ یہاں خیمے ڈالے اور

فوج کی ترتیب میں مصروف ہوا۔ اسوقت بھی بادشاہ نے اسکو نصیحت کی کہ جنگ دستیز سے باز آ مگر اُس نے نہ سُنا۔ گو اس وقت بادشاہ پر ضعف کا استیلا اور قوا کا ضعف تھا گرمی کی تیزی اور ہوا کی حرارت کی شدت تھی۔ مگر اس نے ارادہ کیا کہ دریا کی راہ سے اس لشکر گاہ میں خیمہ گاہ لگکے بھائیوں کی جنگ کی آگ کو بجھائے۔ منازعت کو شاکے مصالحت کرائے اس عزم سے پیش خانہ بھیجا اور حکم دیا کہ دونوں لشکروں کے درمیان خیمہ گاہ کھڑا کریں اور پیچھے خود بھی سوار ہونے کا ارادہ تھا۔ داراشکوہ جانتا تھا کہ بادشاہ کے جانے سے مصالحت ہو جائیگی جسکو وہ پسند نہیں کرتا تھا اسلیے وہ بادشاہ کے جانے پر راضی نہیں ہوا۔ اُس نے حیلے حوالہ کرکے اس کام کو جھمیل میں ڈالدیا اور جنگ پیکار میں جلدی کی جس کا سرانجام اسکے حق میں جو ہوا وہ بیان کیا جاتا ہے۔

اورنگ زیب نے دریائے چنبل سے عبور کرکے دو روز مقام کیا کہ سپاہ و لشکر نے جو مسافت بعیدہ طے کی تھی آرام پائے جب اُسنے سُنا کہ دھول پور سے داراشکوہ لڑنے کے قصد سے آتا ہے تو ۱۴ رمضان کو وہ چنبل کے کنارہ سے چلا۔ ۱۵ کو داراشکوہ کے لشکر سے ڈیڑھ کوس پر آنکر مقیم ہوا کہ مخالف کے لشکر کی حقیقت اور اُس کے فساد کی عزیمت معلوم ہو۔ اسی روز اورنگ زیب کا لشکر قریب آیا داراشکوہ صف آرائی کرکے جنگ کے عزم سے سوار ہوکر اپنے لشکر گاہ سے آگے بڑھا۔ لُوئیں آگ برسا رہی تھیں زمین شعلے اُٹھا رہی تھی گرمی کے غلبہ سے اور پیاس کی شدت سے اور کمیابی آب سے آدمی سراب عدم میں چلے جاتے تھے اسکے لشکر کو نہایت تکلیف ہوئی اور شام کو بغیر لڑے وہ الٹا چلا گیا۔ اُس دن اورنگ زیب کا لشکر بھی پانچ کوس گرمی کی شدت اور جلتی دھوپ اور پانی کی قلت میں آیا تھا اس نے اس سبب سے آج لڑنے کو مصلحت نہ جانا اور لشکر گاہ میں مقیم ہوا اور حکم دیا کہ رات کی خبرداری کے لیے مورچل قائم ہوں اور چوکی پہرے سارے لشکر میں تقسیم ہوں۔ اور محافظت کی شرائط ادا ہوں اورنگ زیب کے اس حکم سے لشکر کے سردار اور سپہدار احتیاط و بیداری کے لوازم کو بجا لائے اور صبح کے منتظر رہے جب صبح ہوئی

اکبرآباد کے قریب داراشکوہ اور اورنگ زیب کی لڑائی اور داراشکوہ کا شکست پاکر دہلی بھاگنا اور دہلی سے لاہور جانا

تو اورنگ زیب نے لشکر کو آراستہ کیا اور توپخانہ کو اور جنگی ہاتھیوں کو آگے روانہ کیا اور شاہزادہ محمد سلطان کو خانخانان بہادر کے ساتھ ہراول کا سپہ سالار بنایا اور شہزادہ محمد اعظم کو برانغار کی سرداری سپرد ہوئی۔ جرانغار مراد بخش کے حوالہ ہوا۔ التمش کی سرداری شیخ میر کو مفوض ہوئی۔ دست راست کی طرح بہادر خاں کو حوالہ ہوئی اور دست چپ کی طرح خاندوران خاں کو اور خواجہ عبداللہ بیگ کو قراولی۔ اورنگ زیب ہاتھی پر سوار ہوا اور بیٹے محمد اعظم کو اپنے ساتھ بٹھایا اور قول میں رونق افروز ہوا۔ اورنگ زیب کو یہ تجربہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ تائید آفریدگار اور ثبات قدم و استقلال سردار پر فتح و ظفر موقوف ہے اس لیے وہ غنیم کے کثرت لشکر سے خائف نہیں ہوتا تھا۔ ۷۔ رمضان کو یہ لشکر اسی میدان جنگ میں گیا جو پہلے تجویز ہوا تھا۔

دارا شکوہ کی ترتیب افواج اس طرح تھی کہ دست راست کی طرف تو اس کا اپنا توپ خانہ برق انداز خاں میر آتش کے اہتمام میں اور دست چپ میں توپ خانہ بادشاہی حسین بیگ خاں کی سرداری میں لشکر کی صفوں کے آگے کھڑے کیے تھے۔ راؤ ستر سال کو ہراول کا سردار بنایا اور راؤ دھاں خویشگی کو چار ہزار سواروں کے ساتھ اس کا ضمیمہ کیا۔ خلیل اللہ خاں کو ہراول سپرد کی اور اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو رستم خاں کے ساتھ جرانغار کا سپہ سالار بنایا اور خود قول میں رہا۔ قول کے یمین و یسار میں خود یمنہ کا سردار مظفر خاں کو اور فوج میسرہ کا سردار فاخر خاں بخم ثانی کو مقرر کیا۔ پھر دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی۔ دونوں طرف سے اول بان و توپ و تفنگ چلے آتش حرب جب اور زیادہ تیز ہوئی اور دونوں لشکر قریب آئے تو تلوار سے لڑائی شروع ہوئی۔ جرانغار کے سردار سپہر شکوہ اور رستم خاں اورنگ زیب کے توپخانہ کے روبرو آئے تو پوں کی مار سے وہ پیچھے ہٹے۔ رستم خاں کی فوج کے ایک ہاتھی کے گولہ لگا جس سے وہ گر پڑا جب سپاہ نے دیکھا کہ توپخانہ کے استحکام کے سبب سے کام نہیں چل سکتا تو وہ یہاں سے پھر کر مخالف کے برانغار پر جھکے اور بہادر خاں سے لڑائی شروع ہوئی اور وہ زخمی ہوا اس کے

ہمراہیوں میں سے سید دلاور خاں اور ہادی داؤد خاں کشتہ ہوئے۔ غنیم کی فوج عظیم تھی برانغار کی سعی سے وہ دفع نہ ہوسکی قریب تھا کہ برانغار میں لغزش آئے کہ شیخ میر فوج التمش کے ساتھ اس کی کمک کو آیا اس نے دشمن کو پرے ہٹایا۔ اس جنگ میں رستم خاں جنگ رستمانہ کرکے تیر قضا کا ہدف ہوا سپہر شکوہ بھاگ گیا۔ اورنگ زیب کے برانغار میں سے حسن بخش و سیف خاں و غریب بیگ و محمد صادق و ممریز ہمہ زخمی ہوکر کشتہ ہوئے اسکے بعد قول اور التمش کی فوج دارا شکوہ لیکر اورنگ زیب کے توپخانہ و ہراول کے روبرو آیا مگر مقابلہ میں ٹھیر نہ سکا دست راست کی طرف گیا مراد بخش سے جو برانغار میں تھا جا ٹھیرا۔ خلیل اللہ خاں پھر برانغار کی فوج پر حملہ آور ہوا اور اسکے لشکر اوزبکیہ نے دلیری و مردانگی کی داد دی اور راجپوتوں نے بھی بڑی جلادت دکھائی کہ راؤ ستر سال ہاڈھہ و رام سنگھ راٹھور و بھیم پسر راجہ بیتھلداس کچھواہہ راجہ سیورام برادرزادہ راجہ مذکور اور دلیر و نامور راجپوتوں کی جماعت اورنگ زیب کے بہت قریب آگئی اور رایہ روپ سنگھ اورنگ زیب کی سواری کے ہاتھی کے قریب گھوڑے سے اُتر کر جلادت و بہادری کے کام کرنے لگا اورنگ زیب نے اسکی یہ بہادری دیکھکر اپنے نوکروں کو اس کے قتل کرنے سے منع کیا اور زندہ پکڑنے کا حکم دیا مگر نوکر اس کی اس گستاخی کے متحمل نہ ہوئے۔ اُنھوں نے اُسے مار ڈالا۔ یہ واقعہ اورنگ زیب کے رحم و مروت پر شہادت دیتا ہے کہ جو شخص اس کے قتل کرنے کے قصد سے آئے اس پر وہ عنایت فرمائے۔ اورنگ زیب بھی جب مروت کیش رحم گستر و فتوت آئین نجوپرور تھا کہ اس کا قہر مہر کے ساتھ رہتا اور اس کا غضب لطف سے دمساز تھا اپنی حسن نکوئی اور لطف خوشی کے سبب سے سب وقت کینہ جو مخالفوں کو رجوع پر آمادہ اور عین جنگ میں بخشائش و رافت سے پرخاش جو دشمنوں کے لیے در صلح کو کشادہ رکھتا تھا جب دارا شکوہ نے دیکھا کہ رستم خاں و راؤ ستر سال اور اور عمدہ راجپوت جو اس جنگ میں اس کے قوت بازو تھے ہلاک ہوئے تو اُس نے کچھ تھوڑی دیر اور کوشش کی کہ اس کا دیوان محمد صالح جس کو

وزیر خاں کا خطاب دیا گیا تھا مارا گیا اور عمدہ آدمیوں کی ایک جماعت قتل ہوئی اور اس کی سواری کے قریب چند بان متواتر مخالفوں کے لشکر سے آ ٹکرے پڑے تو پھر میدان جنگ میں نہ ٹھیر سکا باوجودیکہ اس کے پاس ایک جماعت موجود تھی اور لڑائی ختم نہ ہوئی تھی کہ وہ بھاگ گیا اور بہت ہراس و بیدلی سے ہاتھی سے اُتر کر بے یراق و سلاح ننگے پاؤں گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس حرکت و اضطراب بے ہنگام سے اس کا لشکر پراگندہ و پریشان ہوا اس حال میں ایک خدمتگار اسکی کمر میں ترکش باندھتا تھا کہ وہ تیر لگنے سے مر گیا تو وہ اور خوف زدہ ہوا وہ بھاگا اور اس فرار میں اسکا بیٹا سپہر شکوہ بھی آن ملا۔ دارا شکوہ کو شکست اور اورنگ زیب کو فتح ہوئی۔ اگرچہ اورنگ زیب نے اپنے لشکر کو تعاقب کا حکم نہیں دیا تھا پھر بھی اکبر آباد تک جو مسافت کردہ تھا ہر قدم پر زخمی مردہ پڑے تھے اس جنگ میں بہت آدمی مارے گئے اور بڑے بڑے امیر جو ریاست و حکومت رکھتے تھے اُنھوں نے خاک ہلاک پر عدم کی راہ لی۔ دارا شکوہ اپنے چھوٹے بیٹے سپہر شکوہ کے ساتھ بھاگ کر اکبر آباد گیا اور اپنے گھر میں جا کر اُترا خجالت و شرمساری کے سبب سے کسی آشنا و بیگانہ سے نہ ملا۔ خوف کے مارے باپ کے سامنے نہ گیا باپ کو کیا منہ دکھاتا وہ پہلے ہی اس ناز پروردہ کی حقیقت کو جانتا تھا اورنگ زیب کو خوب پہچانتا تھا اس لیے مقابلہ کو منع کرتا تھا۔ اگر دارا باپ کے کہنے پر چلتا تو کیوں یہ ذلت و خواری اُٹھاتا۔ تین پہر رات تک یہاں ٹھیرا آخر شب میں اپنے گھر سے فرار کیا اور بیوی اور لڑکی اور بعض اور اہل حرم کو ساتھ لیا اور کچھ جواہر و مرصع آلات اور سونا اور اثاثہ فیل جو اس اضطراب و سراسیمگی میں ہاتھ لگے ساتھ لیگیا۔ اندھیری رات میں سپہر شکوہ اور بارہ سوار اکبر آباد سے اسکے ہمراہ تھے وہ اسکے ساتھ دہلی گئے۔ مگر اس کے بعد اس کی سپاہ شکستہ جس میں کچھ زخمی کچھ گرمی کے مارے تھے اُس سے جا کر ملے اس طرح پانچہزار سوار اس پاس جمع ہو گئے بعض اس کے کارخانے بھی اس پاس پہنچ گئے مگر اکثر نوکر اس کے جدا ہو کر اورنگ زیب پاس چلے آئے جن کو اُسنے مناسب مناصب دیئے اور ان پر

نوازش کی اور اکبرآباد میں دلہ اکا اکثر خزانہ وجواہر و مرصع آلات و کارخانہ جات و گھوڑے ہاتھی اور تمام اسباب حشمت و تجمل رہ گیا اس پاس نہ پہنچ سکا۔

اس لڑائی میں یہ امر قابل غور ہے کہ اکبر کی اس تدبیر سے کہ راجپوتوں کے ساتھ رشتہ ہو اور اس قوم پر ازحد نوازش اور ان کی ترتیب کی جائے۔ راجپوتوں کو مسلمانوں کے ساتھ اور مسلمانوں کو راجپوتوں کے ساتھ ایسی محبت ہو گئی تھی کہ مسلمان اپنی سلطنت کے فیصلہ کرنے میں ان کو اپنا شریک بناتے اور وہ شریک ہو کر اسکا فیصلہ کراتے تھے۔

جب اورنگ زیب نے اعدا کو ہزیمت دی تو اُس نے خدا کی درگاہ میں شکریہ ادا کیا۔ اور افواج کو ہمراہ لیکر مخالفوں کے لشکرگاہ میں گیا۔ دشمنوں کی منزلگاہ میں غارت اور تاراج کی جاروب نے صفائی کر دی تھی مگر دارا شکوہ کا خیمہ اپنی جگہ پر کھڑا تھا اورنگ زیب اس خیمہ میں جبتک ٹھیرا کہ اسکا اپنا خیمہ دولتخانہ آیا امرا رفیع القدر اور اخلاص شعار تسلیم مبارکباد اور آداب تہنیت بجالائے۔ مرادبخش کا چہرہ زخموں کے لگنے سے گلرنگ ہو رہا تھا۔ اورنگ زیب نے اول زخموں پر چرب نرمی کے ساتھ اپنے لطف و نوازش کا مرہم رکھا۔ پھر ماہر جراح و تجربہ کار اطبا علاج کے لیے بھجوائے۔ جب بادشاہ کا خیمہ آگیا تو وہ کھڑا ہوا اور کامبخشی و عطاگستری کی مراسم ادا ہوئیں اور جن امرا و نوکروں نے اس جنگ میں کوشش و جانفشانی کی تھی اور جوہر مردی و شجاعت و گوہر اخلاص و ارادت دکھایا تھا ان پر شاہانہ مہربانیاں ہوئیں اور ہر شخص کو اُس کے رتبہ و قدر کے موافق عطیات عنایت ہوئے۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرائی۔ کشتوں کو خاک سے اُٹھایا۔ دوسرے روز شکارگاہ سموگڈھ میں اورنگ زیب آیا جمنا کے کنارے پر خیمہ زن ہوا اور اسی روز باپ پاس معذرت نامہ بھیجا جس میں صورت حال و صف آرائی کا اعتذار اور بحکم شرع و فتوائے عقل دارا شکوہ نے جنگ کا سبب نہایت ادب کے ساتھ لکھکر بھیجا اُسی دن محمد امین خاں پسر معظم خاں اس کی خدمت میں آیا پھر اور بہت بڑے بڑے امرا اسکی خدمت میں آئے اور اُنھوں نے بڑے بڑے انعام و خلعت

خطاب پائے۔ ۱۱ر رمضان کو اورنگ زیب سموگڑھ سے باغ دلکشا نور منزل میں آیا۔ یہاں اورنگ زیب کے معذرت نامہ کا جواب شاہجہاں نے اپنے ہاتھ سے لکھکر فاضل خاں میر سامان کے ہاتھ بھیجا اور سید ہدایت اللہ صدر کو بھی اسکی رفاقت میں روانہ کیا۔ اُنھوں نے باغ نور منزل میں بادشاہ کا یہ صحیفہ پیش کیا اور مقدمات جنکے لیے وہ مامور تھے گذارش کیے۔ اورنگ زیب نے ان کو خلعت دیکر رخصت کیا دوسرے روز بادشاہ کے حکم سے یہ دونوں آدمی اورنگ زیب پاس آئے اور ایک شمشیر موسوم بہ عالمگیر ان کے ہاتھ بادشاہ نے عالمگیر کے لیے بھجوائی اور بادشاہی امراء اورنگ زیب پاس آتے جاتے تھے۔ شہر کے باہر اسکے ٹھیرنے سے اہل شہر پریشان خاطر تھے اورنگ زیب نے سُنا کہ مراد بخش کے نوکروں کا نظم و نسق نہ ہوا اور بے پروائی کے سبب سے خود سر ہوئے ان میں سے بعض حکم کے برخلاف شہر میں جہاں جاتے دست تعدی دراز کرتے اس سبب سے قریب تھا کہ شہر میں ارازل و اوباش ایک آشوب برپا کرتے اور فساد کا ہنگامہ گرم ہوتا اور خلائق کی آسائش و آرامش میں فتور آتا اورنگ زیب نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو کچھ سپاہ ہمراہ کرکے حکم دیا کہ وہ شہر میں جاکر انتظام کرے حسب الحکم ۱۲ر رمضان کو محمد سلطان اور خانخانان بہادر سپہ سالار شہر میں داخل ہوئے اور اہل شہر کو امن و امان کا مژدہ سُنایا و لطف و احسان کی نوید دی اور خوب انتظام کر دیا اب بڑے بڑے امیر اورنگ زیب کی خدمت میں آتے جاتے تھے اور منصبوں اور جاگیروں پر سرافراز ہوتے تھے۔ دارا شکوہ کی چکلہ داری میں متھرا تھا دارا شکوہ کی پراگندگی کے سبب سے اس میں واقعہ طلب مفسدوں نے فساد مچا رکھا تھا اورنگ زیب نے جعفر خاں ولد اللہ وردی خاں کو اس چکلہ کی فوجداری و نظم مہمات سپرد کی ۱۷ر کو اورنگ زیب نے محمد سلطان کو حکم دیا کہ وہ دادا کی خدمت میں جائے وہ حسب الحکم قلعہ میں دادا کی خدمت میں گیا اور باپ کی طرح آداب کورنش بجالایا ۱۹ر کو شاہجہاں کے کہنے سے بیگم صاحب باغ نور محل میں اورنگ زیب پاس

آئیں اب روز بروز اورنگ زیب کے دربار کو رونق زیادہ ہوتی جاتی تھی رائے رایاں جو سر دفتر اہل دیوان تھا مع کل دیوانی کے متصدیوں اور کل رمزہ اہل قلم و ارباب محاسبات کے حاضر ہوا اور مراتب ملک و مال جن میں اس مدت میں فتور و اختلال آیا تھا اُنھوں نے اورنگ زیب کی خدمت میں عرض کیا انکے باب میں اُسنے احکام دیئے۔ غرہ رمضان سے ۲۱ تاریخ تک ایک جمع کثیر اسکی مراحم و عنایات شاہنشاہی سے کامیاب و بہرہ ور ہوئی۔ منجملہ اُن کے شاہزادہ محمد سلطان کو جیغہ و خنجر مرصع علاقہ مروارید کے ساتھ اور دو زنجیر فیل مرحمت ہوئے۔ اور مراد بخش کو خزانہ سے چھبیس ۲۶ لاکھ روپیہ عطا کیا۔

۱۴ رمضان کو دارا شکوہ اپنے پانچہزار سواروں کے ساتھ دہلی میں آگیا۔ کوئی لکھتا ہے کہ یہ سوار شاہجہاں نے اس پاس بھیجے تھے اور پُرانی دلّی کے قلعہ میں ایسا اُترا جیسے کہ دیرانہ میں اُلّو۔ اورنگ زیب نے اسکے تعاقب کے واسطے کوئی لشکر نہیں متعین کیا تھا۔ وہ خود اکبرآباد میں مقیم تھا کہ دارا شکوہ دہلی میں توقف کرکے پھر لشکر و سپاہ کا سامان تیار کرنے لگا۔ وہ کارخانہ خاصہ بادشاہی کی اشیاء اور اموال و گھوڑوں اور ہاتھیوں پر امرا کے نقد و جنس و امتعہ و ذخائر پر دست درازی کرنے لگا۔ جس کا مال جو ہاتھ آیا اسکو ہضم کیا۔ اُسنے سلیمان شکوہ کے لشکر کو طلب کیا تھا وہ پٹنہ سے چلا آتا تھا اُس نے ان امرا کو جو اس لشکر کے ساتھ تھے لکھا تھا کہ وہ جمنا کے اس طرف سے دہلی کی سمت میں بہت جلد آنکر مجھ سے مل جائیں وہ بیٹے کے لشکر کا انتظار کرتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ اُسکے لشکر کے آنے کے بعد دونوں لشکر یک جا ہوجائینگے تو دوبارہ صف آرائی کی شکست اُس میں ہو جائیگی۔ وہ مدت سے جانتا تھا کہ امرا و لشکر و سپاہ کا دل اورنگ زیب کی طرف مائل ہے لیکن اسپر بھی اپنی مکر بازی سے باز نہ آتا تھا خفیہ خطوط و استمالت نامے فریب آمیز امرا کو ارکان دولت اور صوبجات کے امرا اور ولایات کے حکام کو بھیجکر اخوا کرتا تھا کہ وہ اورنگ زیب کی نافرمانی و مخالفت کریں اور اطاعت نہ کریں ان کو اپنی طرف دعوت کرتا تھا جو امرا اورنگ زیب کے ساتھ خالص عبودیت نہیں رکھتے تھے۔

دارا شکوہ کا مال

ان کی اوضاع سے اورنگ زیب کو معلوم ہوتا تھا کہ دارا شکوہ کا لکھنا اپنا اثر رکھتا ہے دارا شکوہ پوشیدہ نوشتے باپ پاس بھی بھیجکر اُس کے دل میں وسوسے ڈالنے میں کوشش کرتا تھا۔ چونکہ آدمی کی نہاد میں یہ امر داخل ہے کہ وہ نقوش وساوس کو اور آثار تخیلات کو قبول کرتا ہے خصوصاً جو نیکخواہی اور خیراندیشی کے لباس میں غلط نما ہو کر خرد آشوب دانش فریب ہوں۔ شاہجہاں کے بعض اطوار سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ دارا شکوہ کی محبت والفت وطرفداری کو دور نہیں کر سکتا۔ جب حضرت شاہجہاں نے افضل خاں کے ہاتھ یہ فرمان اورنگ زیب کو بھیجا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے میرے فرزند میں تیری صورت دیکھنے کو ترستا ہوں مدت کے بعد اب تو یہاں آیا ہے اشتداد فراق سے اشتیاق زیادہ ہو گیا ہے خدا کی عنایت سے مینے دوبارہ زندگی پائی ہے تو میرے پاس آنکر سعادت قدمبوسی حاصل کر۔ اورنگ زیب نے اس کا جواب یہ لکھا کہ میری بڑی خوش نصیبی و یاوری اقبال ہے کہ حضور نے مجھے یاد فرمایا اب میں حضور سے اس امر کا امیدوار ہوں کہ میری ملازمت کے واسطے کوئی ساعت مسعود قرار دی جائے پادشاہ اس عرضداشت کو سنکر بڑا خوش ہوا اور ملنے کا اشتیاق اور زیادہ بڑھ گیا مگر اورنگ زیب دل سے چاہتا تھا کہ میں باپ کے پاس جاؤں اور مراسم اخلاص عقیدت کو بجالاؤں اور خاطر اشرف کے استرضا میں کوشش کروں اگر پادشاہ کے دل میں اسکی طرف سے کچھ غبار ہو تو اُس کو بالمشافہ بے توسط اغیار آستین اعتذار سے پونچھوں کہ بالکل حجاب رفع ہو جائے اور صفائی ہو جائے لیکن شاہجہاں کو دارا شکوہ کے اصلاح حال کی رعایت چلی جاتی اور اسکی طرف توجہ باطنی تھی جو کچھ وقوع میں آیا تھا وہ اُسکے مطلوب کے منافی تھا اسلیے اورنگ زیب نے باپ سے ملنے کا ارادہ کیا تھا اُس کو ترک کر دیا اس کو جب معلوم ہوا کہ دہلی میں دارا شکوہ لڑنے کا سامان تیار کر رہا ہے تو اُس نے اُسکے شر کے دفع کرنے کو سب کاموں پر مقدم جانا۔

جب اورنگ زیب کا ارادہ شاہجہان آباد کے جانے کا ہو گیا تو اُس نے شاہزادہ محمد سلطان کو ایک لشکر کے ساتھ دارالخلافہ اکبرآباد میں متعین کیا اور اسلام خاں کو اس کا اتالیق بنایا۔ فاضل خاں کو شاہجہاں کی خدمت کے لیے اور مہمات بیوتات کی پرداخت کے واسطے اور

... کارخانجات خاصہ کے بندوبست کے لیے مقرر کیا۔ ذوالفقار خاں کو قلعہ کی حراست سپرد کی اور مقرب خاں کو جس نے شاہجہاں کے معالجہ میں بڑی کوشش کی تھی اور اسکے مزاج سے آشنا ہو گیا تھا حکم ہوا کہ وہ بادشاہ کی بقیہ کوفت کا علاج اور صحت مزاج کی تدبیر کرے اسکو تین ہزار اشرفیاں انعام دیں اور خلعت دیا۔

۲۲ رمضان کو اورنگ زیب شاہجہان آباد کو روانہ ہوا۔ اس تاریخ شاہزادہ محمد اعظم باپ کے حکم سے دادا کی خدمت میں گیا اور پانچسو مہر اور چار ہزار روپے بطریق نذر گزارے۔ دادا پوتے کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور اُس کو گلے لگایا بہت عنایت کرکے اس کو رخصت کیا دارا شکوہ جانتا تھا کہ اورنگ زیب ہلی آئیگا اور اسکے بیٹے سلیمان شکوہ جس کا انتظار وہ دہلی میں کر رہا تھا راہ میں روکے گا اور مجھ سے ملنے نہیں دیگا اسلیے اُس نے جب سُنا کہ اورنگ زیب ہلی آتا ہی تو وہ ۲۱ رمضان کو لاہور کو روانہ ہوا اور اپنا حال سلیمان شکوہ اور اُسکے اتالیق باقی بیگ کو جس کا بہادر خاں خطاب تھا لکھ بھیجا اور یہ ہدایت کی کہ اگر ہو سکے تو جمنا کی اس طرف سے بوریہ سہارنپور کی راہ سے بہت جلد سرہند میں یا لاہور میں آجاؤ۔ الہ آباد میں دارا شکوہ کی طرف سے سید قاسم خاں بارہ صوبہ تھا وہ اورنگ زیب کی اطاعت نہیں کرتا تھا بلکہ سرفساد تھا اسلیے اورنگ زیب نے خانہ دوراں خاں کو لشکر کے ساتھ الہ آباد روانہ کیا کہ اگر قاسم خاں اطاعت کرے تو اُس کو ہمارے پاس بھیجدو اور اگر سرکشی پر آمادہ ہو اور قلعہ نہ حوالہ کرے تو قلعہ کو مفتوح کرد۔ مراد آباد کی محال قاسم خاں کو عطا کی اور اس کو وہاں روانہ کیا۔ ارادت خاں کو اودھ کا صوبہ مقرر کیا عبدالنبی خاں کو آلہ آباد کا فوجدار مقرر کیا اور اسی طرح سے اور قلعہ دار و فوجدار اور صوبہ دار مقرر کیے۔ امرا کو ہزاروں روپے انعام دیئے خانجہاں کو جس کو بادشاہ نے دارا شکوہ کی شکست کے بعد جاگیر و منصب سے معزول کیا تھا اسکو منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کا عنایت کیا۔ امیرالامرا کا خطاب یا دو کروڑ دام کی جاگیر دی۔ خانہ دوران خاں کو دو لاکھ روپیہ انعام دیا اور دو کروڑ دام جمع کی جاگیر دی۔ دلیر خاں و عبداللہ خاں ولد سعید خاں بہادر مرحوم نے سلیمان شکوہ کی رفاقت کو ترک کیا اور وہ اورنگ زیب

مراد بخش کا قید کرنا۔

پس آئے اُس نے اپنی مرحمت خسروانہ سے انکو سرافراز کیا۔ ۲ شوال کو اورنگ زیب متھرا میں آیا۔

بلے آنکس کہ ظل ذوالجلال است ۔ شہنشاہ فردمی باید در اقلیم
شکیش چوں شریک حق محال است ۔ دُریکتا بود در خورد بہیم

مراد بخش کے قید ہونے کے واقعہ کو مورخ مختلف طرح سے بیان کرتے ہیں جسکو میں بیان کرتا ہوں عالمگیر نامہ محمد کاظم میں لکھا ہے کہ مراد بخش کو تمنا سلطنت کا سودا تھا وہ یہ سمجھتا تھا کہ شاہجہاں کے بعد ملک سلطنت کی وراثت کا دعویٰ مجھے پہنچتا ہے اور ہندوستان کی فرمانروائی اور سریر آرائی اُسکو پہنچیگی۔ جب شاہجہاں بیمار ہوا اور اطراف میں اُسکی خبر متوحش پھیلی تو بے تحقیق حال اور اندیشہ مآل تخت سلطنت پر جا بیٹھا۔ مروج الدین اپنا لقب کھا اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ بندر سورت بیگم صاحب سے تعلق رکھتا تھا اس میں فوج بھیجی اسکے قلعہ کو قہر سے لے لیا اور سرکار بادشاہی اور بیگم صاحب میں جو اموال اور اشیا تھیں اُن پر متصرف ہوا اور آدمیوں کے اموال اور امتعہ پر دست تعدی دراز کیا اور ناشائستہ کام کرنے لگا چنانچہ محمد شریف پسر اسلام خاں مرحوم کو جو بندر سورت کی مہمات کا متصدی تھا اس کو مع اور متصدیوں کے قید کیا اور انکی اہانت کی ان کو آزار پہنچایا اور علی نقی جو اسکی سرکار کی مہمات کی کفایت رکھتا تھا اور بادشاہ کی طرف سے دیوانی کرتا تھا اور اُس کا دیوان تھا بے گناہ ناحق اسکے نفاق کے توہم سے اور عدم یک جہتی کے مظنہ سے اپنے ہاتھ سے قتل کیا غرض علانیہ سرکشی و خودرائی اختیار کی۔ مگر اورنگ زیب نے اپنا تغیر وضع نہیں کیا اور اورنگ سلطنت پر جلوس نہیں فرمایا۔ جب اخبار موحشہ کا جھوٹ ظاہر ہو گیا اور تحقیق ہو گیا کہ اگرچہ بادشاہ بیمار ہوا تھا اور اسکے قویٰ میں فتور عظیم آیا تھا مگر ابھی اسکی شمع حیات انجمن ہستی میں روشن ہے تو مراد بخش کچھ ہوش میں آیا۔ اورنگ زیب کی عاطفت کا دامن پکڑا کہ وہ باپ پاس لیجا کر عفو تقصیرات معاف کرائے مگر اب بھی نادانی اور بے خردی سے اپنے اوضاع سابق کو نہ چھوڑا۔ تخت و چتر و سائر لوازم سلطنت کو اپنے ساتھ رکھا اسبات کو اورنگ زیب اُسکی خردسالی و جاہلی پر محمول کرتا تھا اور اپنی بزرگی اور نادانی کے سبب اُس سے درگذر کرتا تھا۔

اور حسن اخلاق اس کے ساتھ برتتا تھا کہ شاید رفتہ رفتہ وہ اپنی ان حرکات سے باز آئے مگر وہ اپنی نادانی اور غفلت سے باز نہ آتا تھا جب داراشکوہ کو شکست ہوئی اور اُس نے دیکھا کہ اورنگ زیب کو سلطنت ہاتھ آئی تو اُس کے دل میں نفاق و مخالفت کا خیال پختہ ہوا اور ہمسری کے لیے سر کھجانے لگا فتنہ و فساد و سرکشی کا قصد ہوا باوجودیکہ خزانہ پاس نہ تھا مگر لشکر کو بڑھایا۔ اور بادشاہی بندوں اور امرا کے ساتھ طرح طرح سے استمالت اور ملائمت کی اور اپنی طرف دعوت کی۔ یوں کچھ امیر اسکے طرفدار ہوئے ان کو مناسب مناصب اور بے موجب روپے اور بے شمار آدمیوں کو بیجا خطاب دیئے اور اسباب شورش و سرکشی کو سرانجام دیا اور اسراف شروع کیا۔ روز بروز بے اعتدالی کو بڑھایا جب اورنگ زیب نے اکبرآباد سے سفر کیا تو ساتھ چلنے کے لیے بہانے بنائے۔ آخر کو ہمراہی اختیار کی کچھ دنوں اورنگ زیب کے لشکر کے پیچھے کوچ کرکے اور چند کروہ پیچھے کینے کی کمین میں رہتا اسلیے اورنگ زیب نے اسکی شورش انگیزی اور مخالفت کو یہ سمجھکر کہ خلقت کی آسایش و امن میں اس سے شورش پیدا ہوگی تو اُس نے بلطائف دانش و تدبیر دستگیر کیا جس سے اسکی تنبیہ و تادیب ہوجائے اور فتنہ و آشوب نہ برپا ہو۔ ۱۴ رماہ شوال کو متھرا میں جب مراد بخش کو رخش کے لیے آیا تو اُس کو تدبیر سے دستگیر کیا اور آدھی رات کو شیخ میر کو سپرد کرکے شاہجہان آباد بھجوا دیا۔

مراد بخش کو قید ہونا

خافی خاں یہ لکھتا ہے کہ شاہزادہ مراد بخش سادہ لوح تھا اکثر صفات پسندیدہ سے موصوف تھا مغلوں کی رعایت اور خطا بخشی میں بہت کوشش کرتا تھا اور اپنی صفائی باطن و حسن عقیدت سے بزرگوں کے اس قول پر خیال نہیں کرتا تھا کہ دو بادشاہ و را قلیمے نہ گنجند۔ وہ اورنگ زیب کے دلفریب عہدوں سے اور نقد و جنس کی تواضعات سے کہ بطریق عاریت و امانت قبل از جنگ بعد از فتح وہ کرتا تھا اپنا دل خوش رکھتا تھا اور اپنی سادہ لوحی سے تمنا سلطنت کو لوح دل پر منقش کرتا تھا اور سلاطین کے طریقہ کو نہیں چھوڑتا تھا۔ اور بھائی کے عہد و پیماں کے عدم اعتبار کا توہم بھی اُسکو نہ ہوتا تھا باوجودیکہ اسکے ہوا خواہ مکرر گوش گزار کرتے کہ زمانہ کا رویہ بدعہدی ہے۔ خاصکر اس مادہ سلوک

کہ ملوک نے وارث ملک کے ساتھ زمانہ سلف میں کیا مگر وہ نہیں سنتا بے محابا چند آدمیوں کے ساتھ بھائی کی
حضور میں جاتا۔ ایکدن ایک سید ریش سفید معمر قدیم الخدمت نیک خصلت نے اس وقت کہ مراد بھائی پاس
تھا عرض کیا کہ میرے خواب کی تعبیر کبھی غلط نہیں ہوتی مینے عالم رویا میں مکرر دیکھا ہے کہ جو عہد و
پیمان آپکے اور بھائی کے درمیان ہوئے ہیں وہ اعتماد کے لائق نہیں ہیں مراد اسبات کو خوشامد سمجھا
اسکی طرف سے منہ پھیر لیا اور خواجہ شہباز کی طرف مخاطب ہوا (جو اسکو اکثر اس قسم کی نصیحتیں
کیا کرتا تھا) کہ ایسی لایعنی باتوں سے محبت و قرار عہد میں اختلال پڑتا ہے القصہ ۴ شوال کو متھرا میں
منزل ہوئی اول روز میں مراد بخش کو حسن تدبیر سے جسکی تفصیل نہیں کرتا اس کو دستگیر کرکے پابزنجیر کیا
سپاہ کو چار حوضے پر رہ دار پہاتیوں پر رکھکر چاروں طرف روانہ کیے اور ہر ایک کے ہمراہ ایک فوج
اور دو سردار نامی مقرر کیے اس حوضہ کو جس میں مجبور محبوس بیٹھا تھا شیخ میر و دلیر خاں کے ساتھ سلیم گڈھ
کے قلعہ میں بھیجدیا یہ احتیاط اسلیے کی گئی تھی کہ جس حوضہ میں اس محبوس کو بٹھایا گیا تھا اسپر مغلیہ اور اُسکے
ہوا خواہ غلبہ نہ کریں اور اسکے تمام خزانے اور کارخانے قبضہ میں آجائیں اور ایک دام و درم ضائع نہ ہو۔
اب ہم برنیر اور تاریخ ہندوستان ڈوڈ صاحب اس واقعہ کی نقل کرتے ہیں جنکے پڑھنے سے ہم کو وہ ہی مزہ
آتا ہے جو بے سر و پا اخبارات ہند میں آجکل واقعات کے بیانات کے مطالعہ میں لطف آتا ہے کہ ایک جھوٹی بات
بڑی تاکید سے نمک مرچ اور گل بھول لگاکے بیان کرتے ہیں جسکے ہونے میں وہ لوگ ذرا بھی تامل نہ کریں جو
اصل حقیقت حال سے ناواقف ہوں۔ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے کہ جب آگرہ سے عالمگیر کے سفر کا دن آیا تو مراد بخش
کے خاص دوستوں نے خاصکر زیادہ تر شہباز خواجہ سرا نے ہر طرح کی دلائل سے سمجھایا کہ حضور کو دہلی اور آگرہ کے
ہمسایہ میں اپنے لشکر کے ساتھ رہنا چاہیے جب نرم و مودبانہ چاپلوسی کی افراط میں ہمیشہ فریب دھوکہ
ہوتا ہے اُنھوں نے بیان کیا کہ حضور خاص و عام کے نزدیک بادشاہ ہیں اور آپکی بادشاہی کو اورنگ زیب
بھی تسلیم کرتا ہے تو یہ امر عاقلانہ تدبیر سے دور ہے کہ آپ آگرہ یا دہلی سے آگے چلے جائیں اپنے بھائی کو تنہا دارا شکوہ
کے تعاقب میں جانے دیجیے۔ اگر اس دانشمندانہ صلاح کو مراد مان لیتا تو اورنگ زیب بڑی مشکلوں اور حیرانیوں
میں پڑجاتا مگر اس فہمائش کا اثر ذرا بھی اسکے دل پر نہ ہوا اُسنے اپنے بھائی کے ان وعدوں اور قسموں

پر پورا اعتماد کیا جو انکے درمیان قران پر قسم کھا کر ہوئے تھے دونوں بھائیوں نے ساتھ آگرہ سے دہلی
کی طرف کوچ کیا۔ آگرہ سے چار چھوٹی منزلوں کو طے کر کے متھرا میں اُنھوں نے قیام کیا۔ مراد کے
ہوا خواہوں نے بہت کچھ ایسا دیکھا اور سُنا کہ جس سے اُنکے دلمیں شبہے پیدا ہوئے۔ ایک دفعہ پھر اُنھوں نے
کوشش کی کہ مراد کو سُنکر ڈرائے اُنھوں نے اُس سے کہا کہ ہم نے تحقیق کر لیا ہے کہ اورنگ زیب کی نیت میں آپکی طرف
سے فساد ہے اور یقینی ایک خوفناک سازش آپ کی خرابی کے لیے ترقی پذیر ہے مختلف جگھوں سے جسکی
اطلاع ہم کو آئی ہے اسواسطے بھائی کی ملاقات کو آپ ہرگز نہ جائیں اور خاصکر آج کے دن اُدھر رُخ بھی
نہ کیجیے اور مصلحت یہ ہے کہ آپ اس بلا کو یوں ٹالیے کہ بیماری کا بہانہ بنائے جس سے اورنگ زیب
حسب معمول آپ کی عیادت کو خود تھوڑے آدمیوں کے ساتھ ضرور آئیگا اپنا کام بنائے گا۔
اورنگ زیب کی تزویر دجا پلوسی و ریاکاری کے افسوں سازی نے اُس نامراد شہزادہ پر ایسا اثر کیا تھا
کہ ہوا خواہوں کے دلائل اور نصیحت و سماجت کب اسکی سمجھ میں آتے تھے اورنگ زیب کو بھائی کے آنے کی
توقع تھی اُس نے میر خاں اور تین چار اور امیروں کے ساتھ اپنے منصوبے کا مشورہ کیا جب وہ آیا تو بھائی
اپنی اس مقررہ قربانی کے ساتھ پہلے سے بہت زیادہ تپاک سے پیش آیا اور ایسی خوشی ظاہر کی کہ
جسکے سبب سے آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اورنگ زیب نے اپنے ہاتھ میں رومال لیکر اُس سے چہرہ کا پسینہ
پونچھا اور گرد و در کی دونوں بھائیوں نے ساتھ بیٹھکر ہنسی خوشی کھانا کھایا اور ظاہر میں محبت و الفت
کی باتیں نہایت تپاک کے ساتھ ہوئیں اور کہیں بیچ میں اُن کا تار نہیں ٹوٹا جب کھانے سے فارغ
ہوئے تو کابل و شیراز کی مزہ دار شرابیں بہت سی آئیں تو اورنگ زیب اُٹھا اور مسکرا کر اُس نے کہا
کہ صاحب عالم تم خوب جانتے ہو کہ میں مسلمان ہوں مجھے مشکل ہے کہ میں تمھارے ساتھ اس مے نوشی میں
مزے اُڑاؤں اسلیے مجھ پر لازم ہے کہ میں یہاں سے غیر حاضر ہوں مگر آپکی مصاحبت میں عمدہ آدمی ہیں
میر خاں اور اور احباب آپکی خدمت مہمانداری کرینگے۔ مراد بخش کی تو عادت میں بہت شراب پینا داخل
تھا جب یہ نفیس شرابیں اُسکے آگے آئیں تو اس قدر انکو پیا کہ یہ مست ہو کر بے خبر سو گیا اورنگ زیب کی مر
برآئی کہ مراد بے ہوش پڑا سوتا تھا مراد بخش کے نوکروں کو حکم ہوا کہ وہ باہر چلے جائیں۔ اپنے

کے خواب راحت میں خلل نہ ڈالیں میر خاں نے دونوں اسکی تلوار اور جمدھر لے لیا (جمدھر اصل
میں یہ دھار یعنی موت کا لانے والا ہے) یہ ایک چوڑا خنجر ہوتا ہے اور اس کا قبضہ پھل کے اوپر
نکلا ہوا ہوتا ہے بعض ان میں سے دو لکھانا اور بعض تین لکھانا ہوتے ہیں۔ منوچی سے پادری کیٹرو
نقل کرتے ہیں کہ یہ تلوار اور جمدھر اورنگ زیب کے پوتے اعظم پسر شاہزادہ محمدؐ نے اُٹھائے تھے وہ چھ
برس کا لڑکا تھا۔ اورنگ زیب نے اپنے سوتے بھائی کے ساتھ یہ ایک چال لگی کی کہ پوتے سے کہا کہ
اسکی تلوار اور جمدھر اس طرح اُٹھالاؤ کہ مراد جاگے نہیں تو ہم تم کو ایک جواہر انعام دینگے۔ اس
لڑکے نے بڑی پھرتی سے اس کام کو کیا اور دونوں ہتھیاروں کو متصل کے خیمے میں لیگیا) تھوڑی
دیر جمدھر اورنگ زیب اپنے بھائی کے جگانے کے لیے خیمہ میں آیا اور آتے ہی وحشیانہ اوّل اس شہزادہ
کو دو تین لاتیں ماریں جب اُس نے آنکھیں کھولیں۔ تو اُس نے ملامت کے لیے یہ چند فقرے کہے کہ
بڑی شرم اور بدنامی کی بات ہے کہ تو بادشاہ ہو کر اتنی کم ہوشیاری رکھے بھلا دُنیا کے لوگ میرے اور تیرے
بیچ میں کیا تھو کینگے۔ اس کمبخت شرابی کے ہاتھ اور پاؤں باندھو اور اندر لے جاؤ کہ اس بے شرمی کا
سوتہ وہاں سوئے۔ حکم دینے میں دیر تھی تعمیل میں دیر نہ تھی۔ پانچ چھ سپاہی دوڑ پڑے اور
وہ مراد کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر لے گئے وہ چیخیں مارتا
اور دُہائی دیتا رہا اور زور کرتا رہا۔ بھلا یہ تشدد مراد بخش کے آدمیوں کے ظلم سے
کسی طرح چھپائے چھپ نہیں سکتا تھا اُسکے آدمیوں نے غل شور مچایا۔ مگر مراد بخش کے میر آتش علی قلی
نے اُس کو دبا دیا اور اورنگ زیب نے اسکو پہلے ہی زر دیکر اپنے ساتھ گانٹھ لیا تھا اسکے لشکر کی
فوجوں میں شور و غوغا ہوا اور اندیشہ تھا کہ وہ یکایک نہ چڑھ آئیں مگر رات کو جاسوس ایسے
بھیجے گئے تھے۔ جنھوں نے اورنگ زیب کے واقعات کو نہایت خفیف کرکے بیان کیا کہ وہ
کوئی بڑی بات نہیں ہے ہم دیکھتے تھے کہ مراد بخش نے شراب اتنی کثرت سے پی تھی کہ اپنے
اختیار میں نہیں رہا تھا بد کلامی کرنے لگا اس کی گالیوں سے کوئی شخص نہیں بچا یہاں تک
کہ اورنگ زیب کو اُس نے مغلظ دشنام سُنائیں اور وہ دنگہ اور اودھم مچایا کہ کسی طرح

مراد کا قید ہونا اور اسکے ملازموں کو اورنگ زیب کے آدمیوں کا گانٹھ لینا اور مراد کو گوالیار کے قلعہ میں

سنبھالے نہ سنبھلا۔ ناچار اس کو جدا بند کرنا پڑا صبح کو جب رات کا نشہ اُتر جائیگا تو وہ پھر آزاد ہو جائے گا۔

اس اثنا میں بڑی بڑی رشوتیں اس کے تمام امرا عظام کو چٹائی گئیں اور بڑے بڑے وعدے اُن سے کیے گئے اور فوراً کل سپاہ کی تنخواہ بڑھا دی گئی بہت ہی تھوڑے آدمی ایسے تھے جو پہلے نہیں جانتے تھے کہ مراد کا زوال آنیوالا ہے اسلیے جب دن ہوا تو اُس شورش کا نشان بھی خشکل سے ملتا تھا۔

جب اورنگ زیب کو اطمینان ہوا تو اُس نے اپنے بھائی کو ایک زنانی عماری میں بند کرکے دہلی بھیجدیا کہ وہ قدیمی قلعہ سلیم گڈھ میں جو جمنا کے بیچ میں بنا ہوا ہے مقید رہے اب ڈو صاحب کی تاریخ ہندوستان کی داستان سُنیے جو غالباً اُنھوں نے کسی داستان گو سے سُنکر لکھی ہوگی اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب متھرا میں لشکر اُترا تو مراد بخش نے اورنگ زیب کو دعوت میں بلایا جب وہ آیا اور دونوں بھائی کھانے بیٹھے تو شہباز خاں خواجہ سرا نے جو مراد بخش کا راز دار تھا مراد سے سرگوشی کی کہ عمدہ پوشاک میں چاک کرنیکا وقت ہے یعنی اورنگ زیب سے اب سمجھ لینا چاہیے تو اورنگ زیب جو عنوان ظاہر سے باطن کا حال جان لیتا تھا بات کو سمجھ گیا مگر اس کو پی کر چکا ہو گیا تو مراد بخش نے شہباز کو کہا کہ اب جاؤ اور اس اشارہ کے منتظر رہو تو اورنگ زیب نے یہ سمجھکر کہ میرے قتل کا منصوبہ ہے تو وہ پیٹ کے درد کا بہانہ بنا کے بہت جلد اپنے گھر چلا گیا تیسرے روز یہ درد مصنوعی جاتا رہا۔ مراد بخش نے اسکی بڑی خوشی منائی۔ بھائی نے اسکی دعوت کی۔ خوب ناچ رنگ کیا۔ ایک حسین عورت کو دیکھکر مراد بخش لٹو ہو گیا اورنگ زیب نے اس وقت پابندی اسلام کو بھی سلام کیا بھائی کو شراب پلا کے بالکل بے ہوش کیا اور اس کے امراء بھی شراب پی پی کر بیہوش ہوئے اورنگ زیب نے مراد بخش کے ہتھیار اُٹھوائے اور اسکے ہاتھ آہستہ آہستہ باندھنے شروع کیے مراد چونکا کچھ آدمیوں کو لاتیں ماریں تو آدمی دوڑے مگر اورنگ زیب کی اس ڈانٹ کے بتانے سے کہ اگر مراد ذرا ہاتھ یا

[illegible] تو اُس کو ابھی قتل کر ڈالو تو یہ سُنکر مراد کچھ بکا مگر پھر چپکا ہو گیا اور پاؤں بھی بندھوا لئے
شیر خاں جو دلی خیر خواہ تھا یوں قید ہوا کہ وہ ایک خیمے کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اسکی رسیاں
کاٹ دیں وہ اُسکے نیچے دبا اور اسکے اُلجھیڑے سے نکل نہ سکا گرفتار ہوا اور باقی امراء کو
مسلح آدمیوں نے پکڑ لیا انہوں نے اورنگ زیب کی اطاعت قبول کی۔ مراد اور اسکا رفیق
بہ حفاظت کامل آگرہ کو روانہ کئے گئے۔

مفر نامہ میں لکھا ہے کہ ۲۲۔ رمضان ۱۰۶۸ھ کو اورنگ زیب نے آگرہ سے کوچ کیا اور گڈھ
تک شوال کو ۲۴۔ کوسامی گھاٹ پہنچکر دو روز مقام کیا جب اسکو معلوم ہوا کہ مراد بخش نے
آگرہ سے ابتک کوچ نہیں کیا ہے اور ملازمان شاہی کی ایک جماعت مثل ابراہیم ولد علی مردانخاں
میر الامراء وغیرہ نے مراد کی ملازمت اختیار کی اور مواجب مناصب وہ بیست وہ پانزدہ متقرر کرتا ہے
تو بہت آدمیوں نے اسکی طرف رجوع کی ہے بیس ہزار سوار اس پاس جمع ہو گئے ہیں اور ظاہر
پرست صورت میں منصب کی طمع میں آنکر لشکر عالمگیری سے جدا ہو گئے ہیں اور اس سے مجاہل
ہیں۔ اور آناً فاناً میں اسکی جماعت بہت زیادہ ہو گئی ہے تو عالمگیر مراد کی اس ترک
رفاقت کو اپنی مصلحت و دولت کے خلاف سمجھا اور اپنے مدعا دلی میں خلل انداز جانا
اپنے معتمد کو بھیجکر مراد بخش سے رفاقت کے ترک کرنے کی وجہ پوچھی تو
مراد نے جواب میں اپنی ناداری کی وجہ سے فوج کی پریشان حالی بیان کی تو
اورنگ زیب نے بیس لاکھ روپیہ بھیجدیا اور کہلا بھیجوایا کہ بالفعل اس کو اپنی فوج میں
خرچ کیجئے اور حسب وعدہ خزانہ اور غنیمت کی تہائی بہت جلد جائے گی۔ اور
مہم داراشکوہ کے اتمام کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ پنجاب و کابل اور کشمیر اور ملتان آپ کو
تعینی دیا جائیگا۔ اس معاملہ میں آپ مطمئن رہیں اور جلد تشریف لائیں تاکہ بالاتفاق
یہ بڑی مہم جو درپیش ہے حسب دلخواہ سرانجام پائے۔

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ اس فساد کی ابتدا یہ ہوئی کہ فتح کے بعد مراد نے

عالمگیر کو پیغام دیا کہ وعدہ یہ تھا کہ ملک و دولت بالمناصفہ تقسیم ہوگا اب اس کا ایفاء کیجئے
عالمگیر اس تقریر کو سنکر اسکے مقید کرنے کی تدبیر میں ہوا اور یہ جواب بھیجا کہ ابھی جنگ باقی
اور بادشاہ زندہ ہے جسکی توجہ دارا شکوہ کی طرف بہت ہے اس گفتگو کا محل نہیں ہے سلطان مراد بخش
نے بالجملہ تسلی و تسکین پائی اور آگرہ سے چلا مگر اب بھی بھائی کے لشکر سے اپنا لشکر ایک کوس پیچھے
رکھتا اسطرح دونو بھائی آگے پیچھے چلتے ہوئے متھرا میں آئے تو پہلے سے بھی زیادہ فاصلہ پر
مراد نے اپنا قیام کیا۔ اولیاء دولت نے مراد کی ان اوضاع و اطوار و حرکات و سکنات کو
یک دلی و یک جہتی کے خلاف جانا اور خلوت میں عالمگیر کو اسپر مطلع کیا کہ ایسے وقت میں کہ بڑے
بڑے کام کرنے درپیش ہیں اور حسب دلخواہ معاملہ نے صورت نہیں پکڑی ہے اور مخالفان دولت سے جمعیت
خاطر نہیں ہوئی۔ مراد کی ان اداؤں سے عالمگیر کو تردد ہوا اور مصلحت دولت کا یہ تقاضا ہوا کہ اپنے
ہواخواہوں کی خاطر کو جمع کرنیکے لئے مراد مقید کیا جائے۔ جب رائے اسطرف ہوئی تو اول اُسنے
مراد کے امراء عظام کو بڑی بڑی رشوتیں دیکر اور بڑے بڑے وعدے کرکے اپنی طرف
کر لیا اور پھر صلاح و مشورہ کے بہانہ سے مراد بخش کو اپنے گھر بلایا مگر وہ اس روز بعض
خیر اندیشوں و ہواخواہوں کے منع کرنے سے کچھ بہانہ بنا کے نہ آیا۔ اورنگ زیب کے دل
میں یہ کانٹا کھٹکتا تھا اس کو جلد نکالنا چاہتا تھا۔ اُس نے متھرا میں قیام کیا اس کو یوں پھسلانا
شروع کیا کہ کبھی ملاقات کا شوق ظاہر کیا کبھی معاملات ملکی میں صلاح و مشورہ کو
حیلہ بنایا۔ مراد بخش اپنی سادہ دلی سے جانے کو تیار ہوا تو اس کے نیک خواہوں نے
جو اس فریب سے آگاہی رکھتے تھے اس کو روکا اور کہا کہ ہم کو اورنگ زیب کی طرف سے
اطمینان نہیں کہ وہ آپ سے وفا کریگا اور پھر آپ کا پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا مگر اس نامراد
نے ان کی بات کو اس کان سے سُنا اور اس کان سے اُڑا دیا اور یہ جواب دیا کہ این محض وہم
است کہ برطبیعت شما غالب گشتہ باوجود عہد و پیمان موکد باغلاظ ایمان ازاں حضرت
ایں ہمہ تردد و مسطنہ و واہمہ را امرا بخاطر راہ دادن از طریقہ مسلمانی نباشد

یہ بھی یوں گفتگو میں گیا اورنگ زیب نے اس معاملہ کو ادھورا چھوڑ کر آگے مہم کے لئے سفر کرنا
نص کے خلاف جانا اور متھرا میں توقف کیا اور ہر روز کئی کئی دفعہ آدمی بھیجتا اور پیغام دیتا کہ بڑے
سے معاملات ایسے پیش ہیں کہ ان میں بغیر آپ کی صلاح و مشورہ لینے کے میں آگے کچھ نہیں کر سکتا
آپ کی تشریف آوری کا انتظار حد سے زیادہ ہے اگر آپ تشریف لائیں تو ایک پنتھ دو کاج ہوں ایک
ملاقات کی مسرت دوم امور مرجوعہ کی اصلاح کی تدابیر۔ مراد بخش سادہ لوحی سے اورنگ زیب کے
فقروں میں آگیا اور اسکو سچا جان کر ملاقات کرنے پر رضامند ہو گیا۔ سوم روز صبح کو سیر و شکار کے لئے صحرا
میں گیا۔ اس کا خاص ملازم نورالدین اورنگ زیب کے ساتھ گٹھ گیا تھا گھوڑا دوڑا کر وہ سامنے
سے آیا اور عرض کیا کہ اورنگ زیب کے پیٹ میں دفعتہً شدید درد اٹھا ہے اور بستر پر لوٹ
رہا ہے اور محبت کے مارے آپ کو بار بار یاد کرتا ہے ایسی صورت میں اس کی عیادت کے
لئے جانا نہایت مناسب ہے مراد بخش سیدھا سادا آدمی مکر و فریب سے محض ناآشنا تھا
وہ نورالدین کو سچا جان کر جریدہ چند خدمتگاروں اور خواصوں کے ساتھ گھوڑا دوڑا
دارالدولت میں پیادہ وار آیا۔ اورنگ زیب کے ہوشمند ملازم اس حال کے منتظر تھے استقبال
کو دوڑے دولت خانہ کے خاص خیمہ میں لے گئے اور اس کے ملازموں کو یہ کہکر باہر ٹھیرایا
کہ اندر جگہ تنگ ہے۔ اورنگ زیب نہایت تعظیم و احترام سے پیش آیا اور بہت
سی بشاشت و مسرت دلی ظاہر کی اور خلوت کدہ میں لے گیا اور کہا کہ آپ کی
حاضری کا وقت آگیا ہے وہ تناول کیجئے اور قیلولہ فرمائیے۔ استراحت کے
بعد معاملات سلطنت میں فراغ خاطر سے گفتگو اور مشورہ کیا جائیگا۔ مراد بخش کچھ کھانا کھا کے
پلنگ پر لیٹ گیا اور اپنی سادہ لوحی سے بے تکلف بے سوچے سمجھے ہتھیار کھول کر ایک کونے میں رکھ
دئے اور سو گیا۔ اورنگ زیب یہ دیکھ کر کہ سارا کام ٹھیک ہو گیا استراحت کے بہانہ سے
حرم سرا میں چلا گیا۔ ایک لونڈی اندر سے آنکر اس کے تلوار اور ہتھیار اٹھا کر لے گئی اور شیخ میر
اور بعض اور لوگ جو اسی کام کے منتظر تھے اور اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہ تھی

خوابگاہ میں آن گھسے اُن کے پاؤں کی آہٹ سے اور شیخ میر کی صدائے سپر سے اُسکی آنکھیں کھلیں تو ایک نیا عالم دیکھا متحیر ہو کر کھڑا ہوا اور جب اپنے ہتھیاروں کا پتا نہ پایا تو اب سمجھا کہ معاملہ کیا ہے ٹھنڈے سانس بے یاس ہو کر کھینچنے لگا اور بولا کہ مجھ جیسے درست اخلاص اور صاف باطن کے ساتھ ایسا کیا درست عہد و پیمان جن کا ضامن طرفین میں قرآن شریف تھا اسکا حق یہ بجالائے یہ سنکر حضرت اورنگ زیب نے پردہ کے پیچھے سے ارشاد فرمایا کہ برادر عزیز چونکہ تم سے ان دنوں میں کچھ ایسی باتیں سرزد ہوئیں جن سے فتنہ و فساد اور خلقت و ملک کی بربادی کا گمان ہوتا تھا اور چند احمق اور شریر لوگوں کے بہکانے سے جو کہ تمہارے گرد و پیش جمع تھے تمہارے دماغ میں کچھ ایسا غرور اور نخوت سما گئی تھی کہ عقلمند اور سمجھ دار لوگوں کو ملک کے امن و امان میں خلل پڑنے اور سلطنت کے انتظام میں فتور آجانے کا یقین ہو گیا اسلئے تمہارے مزاج کی اصلاح اور ملک و سلطنت کی مصلحت کیلئے کچھ دنوں تم کو گوشۂ عافیت میں بٹھانا اور زمانہ کی کشمکش سے اور کن کن کے درد سر سے چھوڑانا لازم ہوا اور خدا نہ کرے کوئی ایسا امر کہ جو آپ کی پیاری جان کے اندیشہ کا باعث ہو میرے دل میں نہیں ہے اور خدا کا شکر ہے کہ اس عہد و پیمان میں جو آپ کے ساتھ کیا گیا ہے کسی طرح کا خلل و فتور نہیں آیا اور تمہاری جان عزیز خدا کی ضبط و حمایت میں ہے پس مقتضائے عقل یہی ہے کہ اس کو اپنے لئے موجب بہتری سمجھ کر حزن و ملال کو طبیعت میں جگہ نہ دیجئے۔ ع در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست + بمقتضائے (عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم) جس شے کو تم مکروہ جانتے ہو عنقریب وہ تمہارے لئے خیر ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل میں مورخوں کا اختلاف ہے مگر نفس معاملہ میں اتفاق ہے اورنگ زیب نے جو دلائل اس بھائی کی گرفتاری کی خود بیان میں لکھی ہیں انسے اسکی نہایت عاقلانہ تدابیر معلوم ہوتی ہیں۔ یوں اس کی باتیں بڑی مکر فریب کی معلوم ہوتی ہیں لیکن پولیٹکل اخلاق میں وہ حسن اخلاق میں داخل ہے۔ ہر بادشاہ اپنا فرض

سمجھتا ہے کہ مدعی سلطنت کو اسطرح ٹھکانے لگائے کہ ملک کو اسکے فتنہ سے بچائے ماورنگزیب نے بھی یہی کیا مگر تدبیر و تزویر سے جو خونریزی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ سلیمان شکوہ کے پاس سے علحدہ ہوکر یہ امرا آئے راجہ جیسنگھ اور رائے سنگھ اس کا برادرزادہ راجہ جسونت سنگھ و سید فیروز خاں بارہ اور بڑے بڑے امیر راجہ کے ساتھ آئے۔ راجہ جیسنگھ شمل اور راجپوت راجاؤں کے دارا شکوہ کا اسلئے طرفدار تھا کہ اسکے خیالات مذہبی وسیع تھے اور ہندوؤں کے حق میں اچھے تھے۔ سوا ازیں استحقاق سلطنت بھی اسکے نزدیک دارا کا تھا و مرزا شجاع سے لڑنے کو بے تامل چلا گیا مگر اورنگ زیب سے لڑتے ہوئے اس سبب سے اسکو شرم آتی تھی کہ وہ بلخ میں مدتوں تک اسکے ساتھ لڑائیوں میں شریک رہا تھا وہ اسکی لیاقتوں اور حکمتوں سے ماہر تھا سوا اسکے اب سلطنت کا تخت اسکے قدموں کے تلے تھا اب اُس سے لڑنے کے لئے راجہ کا قدم کیسے اُٹھتا۔ غرض اُسنے اپنی صلاح و فلاح اسی میں دیکھی کہ نوجوان پچیس برس کی عمر کے شہزادہ سلیمان شکوہ کو چھوڑکر اورنگ زیب پاس آگیا۔ مراد بخش کے رفقا میں سے اورنگ زیب پاس یہ امرا آئے۔ ابراہیم علی خاں پسر علی مردانخاں کنور لعل سنگھ ارسی برادر رانا۔ قطب الدین خویشگی و راجہ وی سنگھ بندیلہ سید حسن ولد سید دلیر خاں و سید منصور بارہ و رحمت خاں و ولد اریگ اور اسکا بھائی و مجاہد خاں بیجاپوری و محمد عابد نیلاوری و منوہر داس پسر غریب داس سیسودیہ اور بعض اوسکے سردار علی قلی بیگ اور میر فتاح اور میر مہدی میر سامان اور تمام عمدہ نوکر۔

بخشیوں کو اورنگزیب نے حکم دیا کہ مرزا مراد کی سپاہ اگلی پچھلی چوبیس ہزار کے قریب ہے اسکو ملاحظہ کریں ان سب کو اُسنے اپنی سپاہ کا تخمیمہ بنالیا اور انکے افسروں کو بڑے بڑے منصب دیدئے۔

دارا شکوہ کو اپنی بادشاہی کی دھن چلی جاتی تھی جب وہ دہلی سے لاہور بھاگا تو راہ میں سہرند میں چند روز قیام کیا۔ یہاں کی مہمات کا نظم و نسق راجہ ٹوڈرمل کو سپرد ہوا جب اُسنے یہاں دارا شکوہ کے آنے کی خبر سُنی تو وہ دور اندیشی و پیش بینی کرکے لکھی جنگل میں بھاگ گیا دارا نے اسکے ذخیروں کی تلاش کے لئے آدمی مقرر کئے اسکا مال بیس لاکھ روپیہ کا بعض جگہوں

دارا شکوہ و سلیمان شکوہ و مراد بخش کے لشکر کا اورنگ زیب سے آملنا

دارا شکوہ کا حال و اہل و عیال کا لاہور سے بھاگنا اورنگ زیب کا دہلی میں تخت نشین ہونا

اورنگ زیب کا قلعۂ سلطانہ پر پہنچنا اور دارا شکوہ کے لئے راہ کی دشواری اور خود پنجاب کی طرف جانا اور ستلج سے پار ہونا

مدفون تھا وہ آدمیوں کی نشان دہی سے نکال لیا اور اس پر متصرف ہوا۔ یہاں سے لاہور کو روانہ ہوا جو اسکی جاگیر میں تھا۔ جب ستلج کے کنارہ پر آیا تو گذروں کی کشتیوں کو جمع کیا۔ ان میں سے بعض کو ڈبو دیا۔ بعض کو توڑا۔ اس نے سوچا کہ برسات کا موسم ہے اور کیچڑ پانی کی کثرت سے راہیں نہیں اورنگزیب کا لشکر چل نہ سکیگا اور ستلج کہیں اپنی طغیانی کے سبب سے پایاب نہیں اور کشتیاں ناپید ہیں۔ گندتاؤں پر اپنے عمدہ نوکر داؤد خاں کو لشکر کے ساتھ مقرر کیا کہ کچھ دنوں اورنگ زیب کے صدموں سے بچے۔ جبتک برسات ختم نہ ہوگی اورنگ زیب پنجاب میں نہ آسکے گا۔ اس عرصہ میں لاہور میں خزاین پادشاہی اور اپنے اموال پر جو ایک کروڑ روپیہ کے قریب ہے اور توپخانہ و توپ خانہ پر اور کارخانوں پر اور اسباب تجمل پر اور ادوات نبرد و پیکار پر متصرف ہوکر اپنی اصلاح حال فارغ البال ہوکر کریگا۔ لشکر و سپاہ جمع ہو جائیگی دوبارہ اورنگ زیب سے محاربہ خوب ہوگا۔ مگر وہ اس سے غافل تھا کہ یہ اسکی حکمت اورنگ زیب کے آگے نہ چلیگی وہ اس کو پنجاب میں اسباب جنگ کو نہیں جمع کرنے دیگا اور پنجاب سے باہر نکال دیگا پہلے تو اس نے امیروں کو بھیجا تھا اب آپ خود پنجاب جانے کا ارادہ اس نے کیا اگرچہ برسات کا موسم تھا لشکر کا رستہ چلنا دشوار تھا پھر دریا ستلج سے پار جانا اور بھی مشکل تھا اور اس سال میں آنے اور آنے لشکر نے بھی مکرر معرکہ آرائیوں میں مشقت شاقہ اٹھائی تھی اور بڑی بڑی مسافتیں طے کی تھیں مگر اس نے اس یورش کا عزم کیا اور کچھ اس کا خیال نہیں کیا کہ سپاہ کچھ دنوں آرام کرے اور میں خود آسایش کروں اور (فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ) پر خیال کرکے پنجاب کا قصد کیا۔

اورنگ زیب کی اورنگ نشینی کی تاریخ نجومیوں نے روز جمعہ غرہ ذیقعدہ مقرر کی تھی اب اتنی فرصت نہ تھی کہ وہ شاہجہاں آباد میں داخل ہوتا اور اپنے خاندان کی اور آئین کے موافق تخت نشین ہوتا اسلئے باغ اعزا آباد میں ساعت مقررہ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور سکہ و خطبہ کو جلوس ثانی پر موقوف رکھا اس نے دارا شکوہ کی استیصال کے استعما

کے سبب سے ان مراسم کے ادا کرنے کا خیال نہیں کیا۔

عالمگیر نے دارا شکوہ کے تعاقب میں بہادر خاں کو لشکر کے ساتھ بھیجا تھا اب اور لشکر کو خلیل اللہ خاں کو سپہ سالار بنا کے ۲۴۔ ذیقعدہ کو بھیجا کہ وہ بہادر خاں کے لشکر سے ملے اور دونو لشکر یک جا جمع ہو کر آب ستلج کے کنارہ پر پہنچے اور وہاں اُس کے اُترنے تک ٹھیرے اور دریا سے عبور کرنے کی تدابیر میں مشغول رہیں اور گذروں کو تحقیق کریں اور اُس طرف کے حالات کو معروض کریں۔ عالمگیر نے جب یہ سنا کہ سلیمان شکوہ آب گنگ سے اُتر کر ہردوار کی طرف آیا ہے اور اُسکے اپنے اور اُسکے باپ کے نوکر ساتھ ہیں جو باقی رہے تھے اور اسکا ارادہ ہے کہ اگر ہو سکے تو بریلی اور سہارنپور کی راہ سے جا کر باپ سے ملجائے تو اُسنے امیر الامرا کو ایک لشکر کے ساتھ ہردوار روانہ کیا کہ وہ سلیمان شکوہ کا آب گنگ سے عبور کرنیکا سدراہ ہو اور ایک اور لشکر بھی بسرکردگی شیخ میر روانہ کیا کہ اگر سلیمان شکوہ دریا گنگ سے عبور کر آئے تو اسکو دریا جمنا پر سے جب سلیمان شکوہ کے سدراہ ہونے کیلئے لشکر روانہ ہو چکے تو عالمگیر پنجاب کو روانہ ہوا گو ابھی گرد سفر اُسکے چہرہ سے نہ اُتری تھی ؎

نمد زیں لشکر کشاں تر ہنوز — عرق ناک اسپاں لاغر ہنوز
نیا سودہ از بار جبہ تنے — ترستہ ہم از رنج رہ توسنے

۷۔ ذیقعدہ کو پادشاہ باغ اعز آباد سے روانہ ہوا۔ ۱۴۔ کو پادشاہ کرنال میں آیا یہاں سے آگے برسات کے سبب سے پنجاب جانے کی راہ نہایت خراب تھی اس لئے پادشاہ پرگنہ روہر میں کہ ستلج کے کنارہ پر ہے گیا۔ بہادر خاں کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ لشکر شاہی ستلج سے پار اُتر گیا جس کی مجمل کیفیت یہ ہے کہ خلیل اللہ خاں سے پہلے بہادر خاں دارا شکوہ کے تعاقب میں روانہ ہوا تھا جب اُس نے سُنا کہ گذر تلوں پر دارا شکوہ نے داؤد خاں کو مقرر کیا تھا۔ مگر اس کو بعض مطالب کے لئے لاہور بُلا لیا ہے تو اس نے اس دریا سے عبور کرنے کا ارادہ کیا گذر تلوں پر تو مخالفوں کی جمعیت بہت تھی وہاں سے لشکر کا عبور ہونا مشکل تھا وہ زمینداروں کی رہنمونی و مشورہ سے گذر روہر سے اُتر گیا جو گذر تلوں سے دائیں طرف اوپر کی جانب ہے اس لئے

اسنے بادشاہ کے حکم سے دارالخلافہ شاہجہاں آباد سے کشتیوں کو چھکڑوں میں لادلیا تھا۔ کشتیاں تھیں کچھ اور زمینداروں نے جمع کردیں کل پچیس کشتیاں تیار ہوئیں۔ ۱۶۔ ذیقعدہ کو پار جانیکا ارادہ کیا اور خلیل اللہ خاں کے لشکر کا انتظار نہ کھینچا۔ پہر رات باقی ہوگی کہ دریائے جنگ کے ارادہ سے اسنے اپنے آٹھ سو آدمیوں کو کشتیوں میں بٹھاکر پار اُتارا۔ سپاہی کشتیوں سے اُترے اور توپخانہ کو پیش رو کرکے مخالفوں کی طرف چلے جو بے خبر پڑے تھے۔ اور اُن پر حملہ کیا وہ رعب میں آنکر نہ لڑسکے فرار ہوگئے لشکر شاہی نے دریا کے پار اپنے مورچے جمائے اور مخالفوں کی جگہ پر ہو بیٹھے۔ بھگوڑے بھاگ تلوں میں اپنے لشکر سے جاملے یہاں کا لشکر بھی ڈر کر سلطان پور کو بھاگا اور اسطرح گھاٹوں پر جو اور فوجیں بیٹھی تھیں بھاگ گئیں اور سب سلطان پور میں جمع ہوئیں اور دارا شکوہ کو یہ سارا حال لکھا۔ بہادر خاں کے عبور ہونے کی خبر بادشاہ سُنکر بہت جلد روہر میں آیا اور لشکر کو پار اُتارا۔

سلیمان شکوہ کا حال

دارا شکوہ کو ۷۔ رمضان کو شکست ہوئی تھی۔ ۱۵۔ رمضان کو سلیمان شکوہ کو الہ آباد سے تین منزل پر نواحی کڑہ میں باپ کی اس شکست کی خبر پہنچی اول شاہجہاں کا اور پھر دارا شکوہ کا فرمان آیا اس میں اس شکست کا اور عالمگیر کی فتح کا حال مفصل لکھا ہوا تھا۔ لشکر میں اس خبر کے منتشر ہونے نے اس کی جمعیت میں تفرقہ ڈالا۔ شاہجہاں کو ابتک دارا شکوہ کے احوال پر توجہ چلی جاتی تھی اور اسنے جو دارا کہتا تھا وہ کرتا تھا اسکے کہنے سے شاہجہاں نے سلیمان شکوہ کو لکھا کہ اپنے باپ کے نوکروں کے اور اپنے لشکر کے ساتھ دہلی چلے جاؤ۔ اور باپ سے ملجاؤ اسی مضمون کا رقیمہ دارا شکوہ نے اسکو لکھا اور امراء اور اعیان لشکر کے نام استمالت نامے آئے کہ وہ سلیمان شکوہ کی ہمراہی اور رفاقت کریں۔ سلیمان شکوہ نے گھبراکر راجہ جیسنگھ کو بلاکر مشورہ لیا۔ بمقتضاء اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔ راجہ نے کہا کہ صلاح اسمیں ہے کہ سپاہ جو ساتھ ہے اسکو لیکے بلا توقف دہلی جاؤ اور باپ پاس پہنچ جاؤ اور اگر یہ نہیں ہوسکتا تو الہ آباد کو مراجعت کرو اور جب تک کہ باپ کا حال معلوم ہو وہاں ٹھیرے رہو جب سلیمان شکوہ نے راجہ کو رفاقت اور ہمراہی کے لئے کہا تو اُس نے صاف جواب دیا کہ میں ہمراہ نہیں جاؤنگا اورنگ زیب

یہ اس جاؤ بجگار راجہ اپنی منزل میں رہا اور پھر اُسکے پاس نہ گیا۔ دوسرے روز دلیر خاں سے سلیمان شکوہ نے مشورہ لیا دلیر خاں نے یہ رائے دی کہ الہ آباد کو مراجعت کیجئے اور دریا گنگ سے عبور کرکے شاہجہانپور جائیے۔ وہ آپکے اتالیق بہادر خاں کا آباد کیا ہوا ہی وہ افغانوں کا وطن ہی وہاں افغانوں کی اقوام کی اور اوروں کی سپاہ جمع کیجئے پھر جو صلاح وقت مقتضا و حال ہو عمل میں لائیے۔ میری یہ بھی عرض ہے کہ اگر میری صوابدید پر عمل کیجئے گا تو میں آپ کی رفاقت ہمراہی کرونگا اور نہیں اپنا رستہ لونگا سلیمان شکوہ نے اس تدبیر کو منظور کیا وہ سرے روز الہ آباد جانیکا قصد کیا جب راجہ جیسنگھ کو اسکی خبر ہوئی جو دلیر خاں کا بڑا دوست تھا اُس نے دوستانہ نصیحت کی کہ کیوں احمق بنتا ہے اور اپنے خاندان کو برباد کرتا ہے میرے ساتھ بادشاہ پاس چل۔ کس جاہل کے ساتھ بے حاصل ہمراہ ہوتا ہے۔ دوسرے روز جب سلیمان شکوہ نے دلیر خاں کی رائے کے موافق الہ آباد کی طرف کوچ کیا تو دلیر خاں نے معذرت کی۔ راجہ جیسنگھ کے ساتھ رہا اسی طرح اور بندہائے شاہی نے اس کی ہمراہی کو ترک کیا اور اس کے ساتھ کوچ نہ کیا اس کے باپ کے دئے نوکر جن کے وطن اسی جانب میں تھے اس تیر کو لشکر متفرق ہوکر اپنے وطنوں کو چلے گئے۔ سلیمان شکوہ پاس جتنے آدمی رہ گئے تھے ان کے ساتھ دہلی جانیکا ارادہ کیا مگر بہادر خاں اُس کے اتالیق نے اس تجویز کو نہیں پسند کیا اس کو الہ آباد جانے کی صلاح دی ناچار وہ باقی بیگ اور سید صلابت خاں بارہ کے ساتھ الہ آباد کو چلا۔ اب اس کے ساتھ اپنے اور باپ کے نوکر چھ ہزار سوار تھے ان کے ساتھ الہ آباد میں آیا اور سات روز یہاں ٹھیرا ہر روز صلاح و مشورہ ہوتا اس کے ہمراہیوں میں سے ہر فرقہ جدا ایک تدبیر بتاتا۔ ایک جماعت کی رائے یہ تھی کہ الہ آباد میں قیام کیجئے اور اس کی حدود اور پٹنہ کو اپنے تصرف میں لائیے۔ اور خود سری کیجئے ایک گروہ یہ صلاح دیتا تھا کہ پٹنہ میں چلئے اور شجاع سے صلح و الفت کا ڈول ڈالئے اور اس کے اتفاق و اعتقاد سے کام بنائیے۔ ہدایات بارہ کی ایک جماعت جن کا وطن میان دوآب تھا کہتے تھے کہ ہم کو چاہئے کہ چاندپور اور مندیہ (منگیر) کی طرف چل کر دریا پار جائیں اور نواحی بوریہ اور سارنپور سے جمنا پار ہوں اور یوں پنجاب میں جائیں،

یہ رائے بعد گفتگو و بحث کے سلیمان شکوہ کو پسند آئی اموال زر و اندوختہ کارخانجات اور کچھ اہلحرم کو قلعہ الہ آباد میں چھوڑا۔ سید قاسم بارہ کو قلعہ کی حراست سپرد کی گنگ سے عبور کیا اور منزلیں طے کرنی شروع کیں ہر منزل میں اُسکے اور باپ کے نوکر اس سے جدا ہوتے جاتے تھے اور روز بروز اسکی شوکت و جمعیت کی سلک منتشر ہوتی تھی لکھنؤ سے گذر کر پرگنہ مذینہ میں آیا جو بیگم صاحب کی اقطاع میں تھی اس نے سنا کہ یہاں تحصیل کا روپیہ موجود ہے۔ کروری سے اس کو وصول کرنا چاہا وہ بھاگ کر اپنے گھر میں چھپا۔ سپاہ نے جاکر اس کا گھر گھیرا۔ اور اس کو پکڑا دو لاکھ روپیہ وصول کیا جو بیگم صاحب کا تھا۔ کروری کو مقید کیا۔ سید صلابت خاں بارہ جو اُسکے ہمراہیوں میں تھا وہ بھی جدا ہو کر عالمگیر پاس چلا گیا۔ سلیمان شکوہ جس گذر سے عبور کرنے کا قصد کرتا تھا اُسکے آنے سے پہلے اس طرف سے کشتیاں اسطرف لیجاتے تھے کہیں وہ دریا پار نہ جا سکا تو ناچار مراد آباد کے پاس سے گذر کر چاندی میں آیا جو ہردوار کے محاذی ہے اور ولایت سری نگر کی سرحد کے قریب ہے بھوانی داس دیوان بیوتات کو دارا شکوہ نے پہلے زمیندار سری نگر پاس بھیجا تھا اور وہ سلسلۂ ارتباط کا محرک ہوا تھا اور کوہستان کی راہوں سے واقف تھا اوس کو سلیمان شکوہ نے مرزبان مذکور پاس بھیجا اور کشتیوں کے سر انجام کرنے کے لئے اور دریا سے عبور کرنے کے واسطے استعانت و امداد کا خواستگار ہوا۔ اور چند روز جواب کے انتظار میں یہاں ٹھیرا اس اثنا میں امیر الامرا فدائی خاں اور سارا لشکر جو شاہجہاں آباد سے اوس کے روکنے کے لئے روانہ ہوا تھا وہ گنگا کے پار چاندی کے قریب آیا۔ جہاں سلیمان شکوہ ٹھیرا ہوا تھا دریا کے پار لشکر شاہی کا سامان سلیمان شکوہ نے دیکھا تو جانا کہ مجھ میں اس سے لڑنیکی کہاں تاب و تواں ہے ناچار پہاڑوں میں ٹکراتا ہوا کالہ تال میں جاکر ٹھیرا جو ولایت سری نگر کی سرحد ہے زمیندار سری نگر کے پاس جب بھوانی داس گیا تو اُسنے اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا وہ سلیمان شکوہ سے ملے اور اس کو پہاڑوں میں لے گئے جب وہ سری نگر سے چار منزل پر پہنچا تو سری نگر کا مرزبان سلیمان شکوہ سے ملا اور اُس نے کہا کہ میرے پاس تھوڑی سی جگہ ہے آپ کے ساتھ جو لشکر ہے اس کی گنجائش اس میں کہاں ہے۔ سوا ازیں گھوڑی۔ ہاتھی اور دواب کی

راہ عبور بند ہے اگر یہاں رہنے کا ارادہ حضور کا ہو تو سپاہ کو رخصت کیجئے اور اہل و عیال اور چند نوکروں کے ساتھ سری نگر چلئے اس وقت باقی بیگ مخاطب بہ بہادر خاں بھی سلیمان شکوہ سے جدا ہو کر دنیا سے رخصت ہو گیا سلیمان شکوہ ایک حرکت بیجا یہ کر بیٹھا کہ کروری پرگنہ مذینہ کا جو ایک سید مظلوم بیگناہ قیدی بے زنجیر ساتھ تھا اسکا خون اپنی گردن پر لیا۔ غرض سات آٹھ روز وہ یہاں ٹھیرا رہا جسطرح سے زمیندار سری نگر نے اس کو جانے کے لیئے کہا تھا اس میں وہ متردد و متفکر تھا اور روز صلاح و مشورہ کرتا تھا سلیمان شکوہ اور دارا شکوہ کے نوکر اپنی خیریت اسمیں جانتے تھے کہ کسی طرح اس سے جدا ہو جائیں وہ اسی گھات میں لگے رہتے تھے انہوں نے دیکھا کہ یہاں کا زمیندار اور اسکے آدمی موجود ہیں جنکے ہاتھ میں یہاں کی ساری راہیں اور درے ہیں وہ سری نگر میں پہاڑوں کے چکروں میں جا کر کیوں پھنسیں سب نے متفق ہو کر یہ مصلحت دیکھی کہ سلیمان شکوہ کو سری نگر جانے سے باز رکھیں اور حسن تدبیر و لطائف الحیل سے ان پہاڑوں سے اُسے نکال کر ہندوستان کی زمین وسیع میں لے جائیں جہاں ہمارے جدا ہونے کا کوئی مزاحم و مانع نہ ہو۔ سرداروں نے اتفاق کر کے سلیمان شکوہ کو سمجھایا کہ یہاں کا زمیندار جس طرح جانے کے لئے کہتا ہے وہ حزم و احتیاط سے خلاف ہے بہتر یہ ہے کہ جس راہ سے آئے ہیں اسی راہ سے الہ آباد چلیں۔ مزید ترغیب کے لئے سید قاسم قلعہ دار الہ آباد کا خط بنا کر دکھلا دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ شجاع ایک لشکر عظیم کے ساتھ بنگالہ سے اس جانب روانہ ہوا ہے عنقریب وہ یہاں آتا ہے بہتر یہ ہے کہ تم پھر کر الہ آباد میں آجاؤ اور اسکے ساتھ اتفاق کر کے جو صلاح حال اور مرکوز خاطر ہو اُس پر عمل کرو اس سمجھانے سے سلیمان شکوہ نے سری نگر جانے کا قصد چھوڑا اور کوہستان کے زمیندار سے عذر کیا اور کچھ جواہر اور مرصع آلات اور ایک ہاتھی اس کو دیا جس راہ سے آیا تھا اُسی پر الہ آباد کی طرف چلا۔ جب مذینہ میں آیا تو اُس کے آدمی جنھوں نے اپنی صلاح کار دیکھ کر یہ توطیہ بنایا تھا اب وہ جدا ہونے شروع ہوئے سلیمان شکوہ کے ساتھ صرف سات سو سوار رہ گئے اور وہ بھی بھاگنے کی فکر میں تھے۔ اب سلیمان شکوہ نے دیکھا کہ اس قلیل سپاہ کے ساتھ الہ آباد تک

پہنچنا دشوار کیا بلکہ ناممکن ہی تو وہ سری نگر کے چلے آنے سے پشیمان ہوا۔ اور پھر اُسیطرف چلا۔ اب باقی ماندہ آدمیوں میں سے بھی اسکے ساتھ اسد کاشی و تاج نیازی و بہادر لوحانی و سید احمد برادر سید قاسم بارہ و محمد شاہ کوکہ اور چند آدمی اور دو سو سوار رہ گئے۔ مراد آباد میں قاسم خاں تیول دار ہو کر بادشاہ کی طرف آیا تھا جب اُس نے سنا کہ شاہزادہ سری نگر کی طرف جاتا ہی وہ پنجے جھاڑ کر اسکے گرفتار کرنے کے درپے ہوا۔ اور اسکے پکڑنے کیلئے چاروں طرف سے لشکر شاہی آن پہنچا اب اسکا اور بھی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ محمد شاہ کوکہ اور سترہ آدمی باقی رہے۔ پہاڑی آدمی اسکو غیر متعارف راہوں سے رہبری کر کے سری نگر لے گئے۔ زمیندار نے اس کو پہاڑ کے اوپر اپنی ولایت میں رکھا۔ شاہزادہ پاس کچھ جواہر و مرصع آلات و اشرفیاں تھیں خافی خاں نے لکھا ہے کہ اس مال کی طمع میں زمیندار سری نگر نے شاہزادہ کو بطور قیدیوں کے نظر بند رکھا۔

اب شاہزادہ کا باقی حال آگے لکھا جاویگا۔

داراشکوہ۔ ۱۲۔ شوال ۱۰۶۸ھ کو لاہور کے باغ فیض بخش میں ۱۴۔ کو شہر میں اور ۱۷۔ کو قلعہ میں آیا۔ عزت خاں اس صوبہ کا حاکم تھا جب داراشکوہ اکبر آباد سے بھاگا ہے تو اُس نے اس کو لکھ بھیجا تھا کہ لشکر کے سرانجام اور توپ خانہ کا سامان کرنے میں جس قدر کوشش ہو سکے وہ کرے اور خود بھی اس وسیع صوبہ لشکر خیز کے اطراف میں اور اس کے حدود و نواحی میں استمالت نامے ملاطفت آمیز رعایت و احسان کے وعدوں پر امیروں کو بھیجے کہ کوہ میں مرزبوم کی ہر قوم و قبیلہ کے سپاہیوں کو میری نوکری کی ترغیب دیں اور اس کی اقطاع میں جو پنجاب و ملتان و بھکر تھے انکے زمینداروں و فوجداروں اور کومکیوں کو اور پشاور و کابل کے حاکم مہابت خاں کو خلعت بھیجکر نزدیک اور دور کے آدمیوں کی دعوت اپنی طرف کی خافی خاں نے تو اس کام میں شاہجہاں کو بھی شریک کر لیا اور ایک نامہ شاہجہاں کی طرف سے مہابت خاں کو لکھا ہوا نقل کیا ہے جس کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ نمک حراموں کے ہاتھ سے جو صدمہ میری سلطنت کو پہنچا وہ تم نے سُنا ہی ہوگا۔ میرا مظلوم بیٹا

دارا شکوہ شکست پاکر لاہور میں گیا ہے تم مہابت خاں کے خلف الصدق ہو یعنی مہابت خاں ثانی ہو تم میرے بڑے مخلص درست اعتقاد ہو اسلئے میں اپنا درد دل بیان کرکے امید رکھتا ہوں کہ تم اس کا تدارک کروگے۔ تم اُس بڑے باپ کے بیٹے ہو جس نے جہانگیر کو خراسانیوں کے ہاتھ سے رہائی دلائی اور مجھے پادشاہ بنایا اب اس سے بھی زیادہ مشکل ایک معاملہ پیش آیا ہے کوئی شخص اسکا متکفل سوائے تمہارے نہیں ہوسکتا میرا دارا شکوہ لاہور میں ہے وہاں خزانہ میں کمی نہیں ہے اور کابل میں آدمی اور گھوڑے بہت ہیں تعجب ہے کہ تو گوشہ نشین رہے اور لشکر کے ساتھ عزیمت نہ کرے اور لاہور میں پہنچکر دارا شکوہ بابا کی مدد و رفاقت نہ کرے اور صاحبقران ثانی زندانی کو قید سے نہ نکالے ؎ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند میں نے اپنے فرزند ارجمند کو لکھا ہے کہ اپنے تئیں بالکل تجھے حوالہ کرے اور تجھ سپہ سالار کی اطاعت میں اپنا حال و مآل جانے۔ مکرر لکھا جاتا ہے کہ مہابت خاں کو یہ بات کب پسند ہوگی کہ صاحبقران ثانی زندانی اقسام بلا میں گرفتار رہو اور ایک شخص دام تزویر میں ایک عالم کو رام کرکے تخت خلافت پر کام روانی کرے اگر اس حال سے وہ عمدۃ الملک اغماض کرے فروائے قیامت دست من و دامن او۔ دارا شکوہ نے لاہور میں داخل ہوکر سرکار خاصہ شاہی کے خزانے پر اور قورخانے و توپ خانے اور اور کارخانوں پر قبضہ کیا سپاہ و لشکر پر دولت کا دروازہ کھولا۔ ایسا روپیہ بیدریغ دیا کہ اس کے پاس تھوڑی مدت میں بیس ہزار سوار جمع ہوگئے اور کچھ بندہ بلے پادشاہی بھی اُسکے ساتھ ہوگئے جیسے کہ راجہ راجروپ زمیندار کوہستان جموں بخر خاں فوجدار بھیرہ و خوشاب غرض یہ دولت روز بروز دارا شکوہ کی جمعیت کو بڑھاتی تھی۔ وہ خفیہ استمالت نامے امرائے صوبجات و راجپوتوں و رئیسوں کو ان کے وطن میں بھیجتا تھا کہ وہ عالمگیر سے سرکشی کریں۔ داؤد خاں کو پانچ ہزار سوار اور توپ خانہ اور بہت سی بان دیکر تلیجہ کے کنارہ پر بھیجا تھا کہ گذر تلوں کو استحکام دے جب پادشاہ کے آنے کی خبر ہوئی تو عزت خاں و صاحب بیگ کی ہمراہ ایک اور تازہ سپاہ گذر روہر کی طرف بھیجی اور

دریا کے کنارہ پر جابجا لشکر تعین کیے۔ اب سب سے بڑی یہ حکمت کی کہ اُس نے مرزا شجاع کو جس سے لڑائی تھی اپنی طرف کرنے کیلئے خطوط ملاطفت آمیز لکھے اور یہ تجویز ٹھیرائی کہ میں پنجاب میں لڑائی پر آمادہ ہوتا ہوں وہ بنگالہ سے الہ آباد پر عزیمت کرے اور اس بات پر قول و قسم ہوئے کہ جب ملک فتح ہو جائے تو آپس میں آدھا آدھا مساوات کے ساتھ تقسیم ہو جائے۔ دارا شکوہ کا یہ منتر شجاع پر چل گیا وہ اس بات پر راضی ہو گیا جسکا بیان آگے ہوگا۔

یہ ایک عجیب بات تھی کہ دارا شکوہ اسباب جنگ و ستیز و سامان مقدمات نبرد و پیکار میں کوشش کرتا تھا مگر اورنگ زیب سے شکست کھا کر ایسا خوف زدہ ہو گیا تھا کہ اس سے لڑنے سے ڈرتا تھا اُس کا ارادہ یہ تھا کہ ملتان کی راہ سے قندہار کو بھاگ جائے۔ اس لیئے وہ کشتی و بار بردار کا سامان کرتا تھا جب آدمیوں نے اپنی فراست سے یہ عزیمت اس کی دریافت کی تو لوگ اُس سے جدا ہونے شروع ہوئے۔ چنانچہ راجہ راجروپ نے جب یہ دیکھا کہ دارا شکوہ بھاگنے کو ہے تو وہ یہ بہانہ بنا کے جدا ہو گیا کہ میں اپنے وطن میں سپاہ و لشکر کا سر انجام کرونگا اور وہاں کے زمینداروں کی استمالت قلوب کرونگا

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ خلیل اللہ خاں و بہادر خاں مع لشکر کے ستلج سے پار چلے گئے تھے جب دارا شکوہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے اپنے سرداروں کو جو اور اور گذروں سے بھاگ گئے تھے لکھا کہ سلطان پور میں توقف کریں اور داؤد خاں کو گذرتلوں سے اپنے پاس دارا شکوہ نے بلا لیا تھا اس کو مع لشکر کے لاہور سے آب بیاہ (دریا بیاس) کے کنارہ بھیجا اور یہ تجویز کی یہاں جا کر اگر عالمگیر کے لشکر سے لڑنا دریا سے پار جا کر مصلحت ہو تو پار جائے اور وہاں کے لشکر کو اپنے ساتھ لے کر دشمن کی مدافعت کرے اور نہیں تو دریا کے اس طرف توقف کر کے پار کے لشکر کو اپنے پاس بلائے اور پھر جنگ پر آمادہ ہو اور حقیقت حال سے مجھکو اطلاع دے داؤد خاں بہت جلد گذر گوبند وال پر آیا اور عالمگیر کے لشکر کا حال خوب دریافت کیا تو اس کی دانست میں دارا شکوہ کی طاقت سے

پہر تھا کہ وہ عالمگیر کے لشکر سے مقابلہ کرتا اُسنے پار کا لشکر اپنے پاس بلا لیا۔ حقیقت حال پر اراشکوہ کو مطلع کیا اسنے اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو لشکر اور توپخانہ کے ساتھ گذر گوبند وال میں داؤد خاں کے پاس بھیجا کہ بمقتضاء مصلحت دریا کے وار یا پار ہنگامۂ کارزار گرم کرے۔ عالمگیر ۲۵۔ ذیقعدہ گذر رہر (روپر) سے ستلج پر آگیا تھا۔ راجہ جیونت اجین سے بھاگ کر اپنے وطن جودہ پور کو چلا گیا تھا اُسنے اپنے رشتہ دار راجہ جیسنگھ کی معرفت عالمگیر سے اپنی تقصیرات معاف کرائیں خلیل اللہ خاں کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ افواج غنیم دریائے بیاس کے اسطرف پیکار اور مدافعہ کے لئے جمع ہوئی ہے داؤد خاں اور سپہر شکوہ آگئے ہیں اور دارا شکوہ لاہور سے آنیوالا ہے اس لئے عالمگیر نے راجہ جیسنگھ اور دلیر خاں کے ساتھ لشکر اپنے لشکر کی مدد کے لئے بھیجا اور دوسرے روز مصف شکن خاں میر آتش کو بھی توپخانہ کے ساتھ روانہ کیا اور خلیل خاں اور بہادر خاں کو حکم بھیجا کہ جبتک یہ لشکر تم سے آملیں جہاں ہو وہیں ٹھیرنا۔

یہ دونو خان والاشان ۲۲۔ ذیقعدہ کو دریا و ستلج سے پار اُترے تھے ۲۵۔ کو نوشہرہ میں آگے آگے کی منزل میں بہت نشیب و فراز اور دشوار گذار آب کند تھے کہ لشکر آسانی سے نہیں جا سکتا تھا اس لئے بیلداروں کو راہ ہموار کرنے کے لئے بھیجا۔ جب راہ صاف ہوگئی تو ۲۷۔ کو گڈہ سارنگ میں منزل کی۔ کمک کے آنے کا انتظار کیا اس لشکر سے ۲۹۔ کو راجہ جے سنگھ اور دلیر خاں آن ملے۔ دو روز تک دارا شکوہ کے حال کی تحقیق میں صرف کئے تو معلوم ہوا کہ اب اُس نے اپنا ارادہ پیکار کا فرار سے بدل دیا سپہر شکوہ کو جو گوبند وال بھیجا تھا اس کو بلا لیا اور ۲۹۔ ذیقعدہ کو لاہور سے ملتان کو روانہ ہوا اور داؤد خاں کو چند سپاہ کے ساتھ مقرر کیا کہ وہ بیاس کے کنارہ پر قیام کرے اور کشتیوں کو جلا دے یا غرق کردے پھر اسکے لشکر سے جا ملے بادشاہی آدمی اس خبر کو سُنکر خوش ہوئے اسکی بادشاہ کو اطلاع دی اور جلدی سے گوبند وال کو ایک جماعت بھیجی کہ لشکر کے پہنچنے تک وہ اطراف و نواحی اور مواضع بالا آب میں کشتیاں جو دشمنوں کے تلف کرنے سے بچی ہیں جمع کریں اور ڈوبی ہوئی کشتیوں کو نکالیں اور پل بنانے میں کوشش کریں اور ناہر خاں کو لاہور بھیجا کہ وہ ۲۔ ذوالحجہ کو لاہور میں آیا۔ شہر کی خبرداری اور انتظام میں مشغول ہوا۔ لشکر شاہی

خلیل اللہ خاں و بہادر خاں کے لشکروں کا حال

پانچ روز میں بڑے بڑے کوچ کرکے دریاے بیاس سے آدہ کوس پر آیا۔ راجہ راجروپ بھی وطن سے راجہ جیسنگھ پاس آیا جسکی معرفت اسکا قصور معاف ہوا۔ لشکر دریا سے عبور کرکے دارالسلطنت لاہور سے باہر آیا خلیل اللہ خاں پاس متصدیان دارالسلطنت آئے۔ انکی تقریر سے معلوم ہوا کہ داراشکوہ نے اول عالمگیر سے لڑنیکا قصد کیا تھا مگر اسکے رعب کے مارے وہ لاہور سے ملتان کو فرار ہوا۔ اور کل خزائن و ذخائر لاہور اشرفی روپیہ طلا و نقرہ غیر مسکوک جو ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ کا تھا۔ نفیس اشیا اور کارخانجات شاہی کی اجناس کو ساتھ لے گیا اور اکثر توپوں اور تمام ادوات توپخانہ کو زیادہ تر کشتیوں میں اور کچھ دوات پر لاد کر پار لے گیا اور قندہار کے جانیکے ارادہ سے ملتان کو کوچ کیا اگرچہ داراشکوہ کو آدمی چھوڑتے چلے جاتے تھے مگر وہ آدمیوں کو اسقدر روپیہ دیتا تھا کہ چودہ ہزار سوار اس پاس اب تک موجود تھے عالمگیر کا فرمان آیا کہ خلیل اللہ خاں مع بہادر خاں و دلیر خاں و صف شکن خاں و طاہر خاں اور سارا لشکر لاہور میں توقف نہ کرے اور داراشکوہ کا تعاقب کرے اور اسکو کہیں ٹھیرنے کی مہلت نہ دے خلیل اللہ خاں شہر میں نہیں داخل ہوا اور ۱۱۔ ذی الحجہ کو اس نے کوچ کیا داراشکوہ کا بخشی خواجہ صادق اور اور امرا جو اس سے جدا ہوئے تھے وہ خان کی خدمت میں آئے۔ عالمگیر آٹھ روز تک دریاے ستلج کے کنارہ پر مقیم رہا کہ کشتیوں کو بہم پہنچا کر عبور کرے اور داراشکوہ کا حال دریافت کرے۔ ان دنوں میں مہاراجہ جسونت سنگھ کو شاہجہاں آباد کو رخصت کیا کہ اس مہم کے انجام ہونے تک وہاں ٹھیرے۔ ایک کروڑ دام کی جمع کی جاگیر اس کو عنایت کی۔ راجہ راجروپ کا قصور معاف ہوا اس کو اپنے پاس بلایا شاہزادہ محمد معظم کو برہان پور حکم بھیجا گیا کہ معظم خاں کو قلعہ ارک سے باہر حصار میں رہنے کی اجازت دے اور پچاس ہزار روپیہ اس کو انعام دے پھر اس کو ہمارے پاس بھیجدے اور اس کا مال متاع ضبط شدہ جو برہان پور میں موجود ہے اس کو واپس دیدے۔ اور کشتیاں تو اسے بہم پہنچی نہیں۔ پادشاہ نے ۵۔ ذی الحجہ کو سات روز میں کشتیوں میں لشکر کو بٹھا کر ستلج سے پار اتارا۔ ۱۰۔ کو عید الضحیٰ کا جشن بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ بڑے منصب و خلعت و خطاب امرا کو مرحمت ہوئے۔ ۱۵۔ کو فدائی خاں کو حکم ہوا

عالمگیر کا حال

کہ وہ خلیل اللہ خاں سے ملکر داراشکوہ کا تعاقب کرے۔ ۲۲۔ ذی الحجہ کو پادشاہ دریا بیاہ کے کنارہ پر آیا اور پل پر جو اُس کے حکم سے بندھا تھا عبور کیا۔ راجہ راجروپ موضع چاندی کا تھانہ دار مقرر ہوا کہ وہ سلیمان شکوہ کو نکلنے نہ دے اور آدمیوں کو اس پاس جانے نہ دے۔

خلیل اللہ خاں کی عرائض سے معلوم ہوا کہ داراشکوہ لاہور سے برآمد ہوا اور اس کے ساتھ خزانہ و توپ خانہ اور سامان شائستہ اور لشکر آراستہ چودہ ہزار سواروں کا موجود ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ جہاں قابو ملے ملازمان عالمگیر کے لشکر سے لڑے عالمگیر نے یہ گمان کرکے کہ کہیں اُس کے لشکر کو شکست نہ ہو جائے۔ وہ خود ایلغار کرکے داراشکوہ کے تعاقب میں گیا کہ کہیں اُس کا پاؤں نہ جمنے دے اور اسکے دل میں جدال کا خیال نہ پیدا ہونے دے کہ ملک و دولت کا ساحت اس کے غبار وجود سے پاک ہو جائے تاکہ پادشاہ کی خاطر کو بالکل اُس کی طرف سے جمعیت ہو اور پھر امور سلطنت پر بفراغ توجہ کیجائے جس میں بہت سے خلل اور فتور پیدا ہو گئے ہیں اس لئے اس نے شہزادہ اعظم کو لاہور بھیجدیا اور اس کے ساتھ زوائد لشکر اور کارخانوں کو روانہ کیا کہ جب تک اس کو اس مہم سے فراغت ملے وہاں وہ رہے اور خود چل کر ۲۹۔ کو نواحی موضع مومن پور میں آیا۔ بادشاہ نے سُنا کہ داراشکوہ ملتان میں اس سبب سے نہیں ٹھیرا کہ اُس نے پادشاہ کے آنے کی خبر سُنی بہت سے اُس کے سردار اور نوکر کہ ملتان تک ہمراہ گئے تھے اس سے جدا ہو گئے ہیں اور روز بروز اُس کا لشکر پریشان و پراگندہ ہوتا گیا اس لئے پادشاہ نے ایلغار کو ترک کیا صف شکن میر آتش کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا کہ اس کو ممالک محروسہ سے نکال دے اور چھ ہزار سوار اور بڑے بڑے سردار اس کے ساتھ کئے۔

عالمگیر کے لشکر سے یہ خطا ہوئی کہ اس نے داراشکوہ کے تعاقب میں کوتاہی اور تاخیر کی اس لئے اس کو فرصت مرحلہ پیمائی اور رہسپاری کی ملی اور کچھ دنوں گرفتاری سے بچا ۲۵۔ ذی الحجہ کو وہ ملتان میں آیا اور یہاں آکے پادشاہ کے بیم و خوف سے آٹھ روز رہے

زیادہ قیام نہ کرسکا ان دنوں میں یہاں خزانہ شاہی پر قابض ہوا جسمیں بائیس لاکھ روپیہ تھا اس کو اپنے خزانہ میں شامل کیا اور لاہور سے خزانہ و توپخانہ و احمال و اثقال جو کشتیوں میں ہمراہ لایا تھا اسی طرح بڑی کشتیوں میں لدا رہنے دیا اور فیروز میواتی اور بسنت خواجہ سرا کو ان کا محافظ بنا کے اور سپاہ مقرر کرکے حکم دیا کہ وہ ان کو بھکر میں لیجاویں اور وہ خود خشکی کی راہ سے روانہ ہوا۔ ستلج و بیاہ پر اس کے حکم سے پل بنائے گئے تھے اس سے وہ اتر گیا اور بھکر اسلئے گیا کہ وہاں سے قندہار جائے۔ جب وہ ملتان سے چلا تو ایک روز بعد یہ خبر خلیل اللہ خاں اور بہادر خاں اور پادشاہی سرداروں کو ہوئی تو اس کے تعاقب میں وہ جلد روانہ ہوئے اور ملتان میں آئے ابھی ان کو یہ تحقیق نہ تھا کہ وہ اجمیر کو جائیگا یا بھکر کو بلکہ ان کو اجمیر کی طرف اس کا جانا اغلب معلوم ہوتا تھا اس لئے وہ اجمیر کی راہ پر گئے جہاں اسکا پتا نہ پایا نہ وہ بھکر کو گیا تھا معلوم ہوا کہ حاجی خاں بلوچ نے جو ملتان کے عمدہ زمینداروں میں سے ہے دولت خواہی اور خدمت گذاری کی وجہ سے ایک جماعت کے ساتھ خزانہ اور اسباب کی کشتیوں کو جن کے محافظ فیروز اور بسنت تھے روکنا چاہا اور انکے اٹھا لے جانے کا ارادہ کیا لیکن ان کے ساتھ توپ خانہ و سپاہی ہمراہ تھے وہ اس کی مدافعت کے لئے مستعد ہوئے فیما بین جنگ ہوئی کچھ آدمی مرے اور کشتیوں کو مخالف نہ روک سکے۔

جب پادشاہ کو ملتان سے دارا کے فرار ہونے کی خبر ہوئی تو اس نے ایلغار کرنا موقوف کیا اور آہستہ آہستہ چلکر ۷ محرم ۱۰۶۹ھ کو دریا راوی کے کنارہ پر ملتان سے تین کوس پر آیا۔ دارا شکوہ کے سردار جو اس کو چھوڑ کر بادشاہ پاس آتے تھے وہ خلعت کی عنایت سے سرافراز ہوتے تھے۔ ۸ محرم کو صف شکن خاں ملتان سے دارا شکوہ کے تعاقب میں روانہ ہوچکا تھا مگر بادشاہ نے یہ سمجھ کر کہ دارا شکوہ پاس ابھی بڑا لشکر ہے معلوم نہیں کہ صف شکن خاں اس سے مقابلہ کرسکے یا نہ کرسکے اس لئے ۹ محرم کو شیخ میر کو رتو ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا اور معظم خاں کو جس کی رہائی کا حال ہم پہلے لکھ چکے۔ گجرات کا صوبہ دار مرزا مراد کی جگہ مقرر کیا اور بادشاہ نے شیخ بہاء الدین کے مزار کی زیارت کی۔ شجادہ نشین او

دارا شکوہ کا حال لاہور سے فرار ہونے کے بعد

شیخ میر کا دارا شکوہ کے تعاقب میں بھیجنا

بادشاہ کا ملتان سے شاہجہاں آباد آنا اور شاہزادہ شجاع سے معاملات

اور خادموں کا دامن دولت سے پُر کیا۔

جب پادشاہ ملتان میں آیا تو ممالک مشرقی کے وقائع نگاروں کی برابر عرائض آئیں کہ مرزا شجاع بنگالہ سے لڑنے کے قصد سے روانہ ہوا ہے جب خبر تواتر کی حد کو پہنچی تو پادشاہ نے سلطنت فرمانروائی کے مصالحہ کے سبب اسکی شورش انزالی کو دفع کرنا چاہا ابھی ہندوستان کا انتظام جیسا کہ چاہئے نہیں ہوا تھا۔ ابھی پادشاہ کی خاطر کو امور ملک ملت کی پرداخت سے اور قواعد دولت کے اختلال کے دفع سے تعلق چلا جاتا تھا کہ یہ ایک نیا جھگڑا مرزا شجاع کا کھڑا ہوا۔ داراشکوہ جب ملتان سے بھکر کو بھاگا تو پادشاہ نے اس کے تعاقب میں افواج تعین کی اور خود اکبرآباد جانے کا ارادہ کیا برنیر لکھتا ہے کہ جب اورنگ زیب کو معلوم ہوگیا کہ داراشکوہ کا ارادہ کابل جانے کا نہیں ہے تو اس کو اطمینان ہوا کہ اب دارا کا کام چنداں مشکل نہیں رہا۔ اُس نے بڑے شد و مد سے بیان کیا ہے کہ داراشکوہ کا لاہور سے ملتان جانا اور کابل نہ جانا بڑی غلطی تھی۔ کابل جاتا تو وہاں کا حاکم مہابت خاں اورنگ زیب کا مخالف اس کی مدد کرتا روپیہ پاس تھا۔ بہت سپاہ آسانی سے جمع ہو جاتی۔ مگر ڈاکٹر نے اس بات پر خیال نہیں کیا کہ داراشکوہ نے قندہار جانے کا قصد اسی طرح کیا تھا جیسا کہ ہمایوں نے کیا تھا جس سے شاہ ایران کی مدد سے ہمایوں کی طرح ہندوستان کی سلطنت کے ملنے کی دوبارہ توقع تھی۔ خود شاہجہاں بھی ایک دفعہ ٹھٹھہ میں اسی نیت سے آیا تھا پادشاہ پانچ روز ملتان میں رہ کر ۱۲۔ محرم ۱۰۶۹ھ کو یہاں سے روانہ ہوا۔ ۲۴۔ کو اچھڑ میں کہ لاہور سے باہر راہ ملتان کی سمت میں واقع ہے پادشاہ اُترا۔ وہ چاہتا تھا کہ دارالسلطنت لاہور میں چند روز ٹھیر کر مہمات پنجاب میں مشغول ہو اور ان حدود کے بندوبست سے خاطر جمع کرے۔ داراشکوہ کے سبب سے اس ملک میں بہت خلل آگیا تھا مگر شجاع کا ایسا فکر اس کو لگا ہوا تھا کہ وہ یہاں نہ ٹھیر سکا اور شہر سے باہر باغ فیض بخش میں رہا۔ شاہزادہ معظم اور اس کے ساتھ کے امرا پادشاہ کی ملازمت میں آئے

اورنگ زیب و شجاع کی محبت و اتحاد کی باتیں۔

پادشاہ باقی پر سوار ہو کر شہر میں گیا اور قلعہ کو دیکھا اور وزیر خاں کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی اور پھر باغ فیض بخش میں وہ آگیا جو کچھ انتظام کی بابت بتلانا تھا وہ شاہزادہ اور قلعہ دار کو بتلا دیا پنجاب کی صوبہ داری خلیل اللہ خاں کو مرحمت ہوئی اور ایک کروڑ دام کی جمع کی جاگیر عنایت ہوئی سلخ محرم کو لاہور سے شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہوا۔ ۲۳۔ صفر کو باغ اغر آباد میں آیا یہاں راجہ جسونت سنگھ جو پادشاہ کے حکم سے شاہجہاں میں مقیم تھا پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ پادشاہ شاہجہاں آباد میں ۴۔ ربیع الاول کو پہنچا۔

مرزا شجاع کے ساتھ مخالصت و مصادقت و یک جہتی و موافقت کا دم اورنگ زیب بھرتا تھا اور ہمیشہ اپنی تحریر و تقریر میں اس کا اظہار کرتا تھا اور قدیم الایام سے بمقتضاء مہراندیشی و محبت برادری اس سے رابطہ الفت و التیام رکھتا تھا اور ہمیشہ اس کے کام و حال کی رونق میں اور اس کی دولت کے استقلال میں اعانت کرتا تھا چنانچہ جب نواحی بنارس میں شجاع کو داراشکوہ کے لشکر سے شکست ہوئی اور اسکے ملک و مال میں فتور آیا تو اورنگ زیب کو اس کا ملال تھا اور وہ چاہتا تھا کہ دوبارہ اس کے کار و رونق ہو اور اس کے ملک و دولت کو استحکام۔ جب داراشکوہ کو اکبر آباد کی نواحی میں شکست ہوئی اور وہ بھاگا اور اسباب سلطنت کا انتظام عالمگیر کے ہاتھ میں آیا تو اول کام اس نے یہ کیا کہ شاہجہاں سے کہہ کر شجاع کی اقطاع وسیع بنگالہ پر مونگیر و صوبہ بہار و پٹنہ کو بڑھوایا جس کی تمنا شجاع ایک عمر سے رکھتا تھا اور شاہجہاں کا فرمان ان ملکوں کے تفویض ہونے کا حاصل کر کے محمد میرک گزبردار کے ہاتھ بھجوایا اور اپنا خط بھی بھیجا جس میں دربار کے حقائق و سوانح لکھے تھے اور یہ بھی تحریر تھا کہ جس صوبہ کی خواہش تم کو ہمیشہ رہتی تھی اب اس کو ولایت بنگالہ کے ساتھ ملا کر متصرف ہو جب مجھے داراشکوہ کے مہم سے فراغت ہوگی تو تمہارے اور مدعاؤں و مطالب کے حاصل کرانے میں کوشش کرا دیجے گا جیسا کہ آئین اخوت ہے اور مقتضاء فتوت ہے ویسا ہی ملک و مال میں تمہارے ساتھ

...ں مضائقہ نہ کرونگا۔ جب بنگالہ میں محمد میرک آیا اور عالمگیر کا نامہ شجاع کو دیا تو وہ خوشی کے ...سے پھولا نہ سمایا اور بھائی کا ..... نہایت منت پذیر ہوا اور داراشکوہ کے فرار اور ادبار سے ...ل مسرور ہوا اور ایک تہنیت نامہ بھائی کو لکھا جس میں اس کے احسان کی نہایت شکر گذاری کی اور ...یر نگر سے کہ حاکم نشین بنگالہ تھا پٹنہ میں چلا آیا یہاں آنکر اُسنے جانا کہ داراشکوہ کے تعاقب میں ...نگ زیب پنجاب میں بہت دور چلا گیا ہے اور اس مہم کا جلد سرانجام پانا خیال میں نہیں آتا اب ...سیدان خالی ہے اول لشکر جمع کرکے الہ آباد چلئے اور پھر اگر ہو سکے اکبر آباد دوڑئے۔ شاید ...اس تیزدستی میں کام بنجائے اور سلطنت ہاتھ لگ جائے۔ یہ سوچ سمجھ کر اُسنے تھوڑے توقف میں پٹنہ میں ان حدود کے لشکروں اور توپ خانہ اور نوارہ عظیم بنگالہ کو جمع کر لیا ۱۰۶۸ھ میں پٹنہ سے الہ آباد کو روانہ ہوا۔ اس زمانہ میں اورنگ زیب پنجاب میں داراشکوہ کی مہم میں مصروف تھا۔ جب شجاع قلعہ رہتاس کے نواحی میں آیا۔ یہاں کے قلعہ دار رام سنگھ نے اس سے ملاقات کی اور اس کو قلعہ حوالہ کیا وہ داراشکوہ کا ملازم تھا اور اُسی کی طرف سے حراست کرتا تھا داراشکوہ نے اکبر آباد سے بھاگنے کے بعد اس کو اور الہ آباد کی سمت کے قلعداروں کو لکھ بھیجا تھا کہ وہ شجاع کو قلعے حوالہ کردیں اور ایسے ہی سید عبد الجلیل بارہ نے جو داراشکوہ کی طرف سے قلعہ چنارہ کا حارس تھا شجاع کو قلعہ حوالہ کر دیا۔ الہ آباد کا قلعہ دار سید قاسم شجاع کو لکھا کرتا تھا کہ اگر حضور اس طرف تشریف لائیں تو مجھے حکم ہے کہ قلعہ آپ کے سپرد کروں۔ ان مقدمات کے واقع ہونے نے شجاع کی جرأت کو بڑھایا جب اورنگ زیب کو ان وقائع کا حال سنایا گیا تو اس نے بھائی کو کئی دفعہ موعظت نامے دلاویز صلاح انگیز لکھے کہ وہ سیدھی راہ پر آئے اور اپنے افعال سے باز آئے اور نادم ہو کر عذر کرے ایسا نہ ہو کہ فتنہ و خون ریزی ہو مگر عالمگیر نے بمقتضاء حفظ سلطنت و ہمانداری و خردمندی و ہوشیاری یہ سمجھ کر کہ اگر شجاع نے میرے کہنے کو

نہ مانا اور مخالفت پر اصرار کیا تو خاندوران خاں جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وہ الہ آباد کی تسخیر کے لئے گیا تھا وہ دشمن کی تاب مقاومت نہیں رکتا اس لئے یہ تجویز کی کہ شاہزادہ محمد سلطان کو اسطرف تعین کرے کہ وہ شجاع کا سدراہ ہو اور حقیقت حال اور اسکی غرمیت وارادہ کی کیفیت پر مطلع کرے اُس نے زمان لکھا کہ شاہزادہ محمد سلطان اکبر آباد کا انتظام امیر الامرا کو سپرد کر کے ۷۔ ربیع الاول کو الہ آباد روانہ ہوا ہمراہ جانے کے لئے لشکر بھی متعین کر دیا اور حکم دیا کہ اگر الہ آباد کے قریب شجاع آجائے تو خاندوران الہ آباد کا محاصرہ چھوڑ کے شاہزادہ کے لشکر سے مل جائے۔

جشن وزن شمسی سال چہل دوم

خاندان تیموریہ کے سلاطین کا یہ دستور چلا آتا تھا کہ ہر سال سالگرہ شمسی وقمری سالوں کے حساب سے ہوتی تھی اور تاریخ ولادت کو پادشاہ ایکدفعہ سونے سے دوسری دفعہ چاندی سے پھر اور فلزات سے تُلتا تھا اور یہ سب چیزیں محتاجوں اور مستحقوں کو خیرات ہوتی تھیں چونکہ تاریخ شمسی وقمری میں اختلاف ہوتا تھا اس لئے ایک سال میں یہ تُلادان دو دفعہ ہوتا تھا اس جشن میں عیش ونشاط کا سامان ہوتا اور محتاجوں کو خیرات بھی ملتی اورنگ زیب کا جشن وزن شمسی سال چہل دوم شاہجہاں آباد میں ۷۔ ربیع الاول کو ہوا اور اس دن بہت سے امرا جو داراشکوہ اور سلیمان شکوہ سے برگشتہ ہو کر عالمگیر کی حمایت میں آئے ان کو بڑے بڑے منصب وخلعت وجاگیریں عنایت ہوئیں جیسے کہ راجہ جسونت سنگھ وراجہ جے سنگھ وداؤد خاں وغیرہ ہیں اورنگ زیب کے اس جشن میں جمنا کے کنارہ پر روشنی ہوئی اور آتشبازی چھوٹی۔ معظم خاں کو حکم ہوا کہ صوبہ خاندیس کا انتظام جس کو چاہے سپرد کر دے اور بہت جلد ہمارے پاس چلا آئے۔

شاہجہاں آباد میں پادشاہ نے حضرت ہمایوں اور حضرت نظام الدین اولیاء کے زیارت کی ہزار روپیہ ہر مزار پر چڑھایا اور پھر قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کی

زیارت کو گیا۔ مزار پر دو ہزار روپیہ نذر کئے ذوالفقار خاں کے نام حکم صادر ہوا کہ جب
رعداندازخاں جو اکبر آباد کا قلعہ دار مقرر ہوا ہے وہاں پہنچے تو اس کو قلعہ سپرد کر دے اور ایک کروڑ
روپیہ اور کچھ اشرفیاں خزانہ عامرہ سے لیکر شاہزادہ محمد سلطان پاس چلا جائے۔

اب عالمگیر نے دیکھا کہ باوجودیکہ شجاع کو اطلاع ہے کہ میں پنجاب سے شاہجہاں آباد میں آگیا
ہوں مگر وہ مخالفت اور عناد سے باز نہیں آیا اور بنارس کے نزدیک پہنچکر الہ آباد کا
قصد جنگ جو کے ارادہ سے کرتا ہے اس لئے پادشاہ نے اس میں مصلحت دیکھی کہ دار الخلافہ سے
سوروں کی نواحی میں شکار کھیلنے جائے۔ اور شجاع کے حال کو تحقیق کرے اور اسکے اخبار
سُنے اور اس کو نصیحتیں کرے اگر وہ ان کو سنکر معاودت کرے اور بنارس سے آگے نہ بڑھے
تو شاہزادہ محمد سلطان لشکر کے ساتھ واپس چلا آئے اور خود سوروں میں شکار کھیل کر
دار السلطنت میں واپس آئے اور اگر شجاع الہ آباد میں آنکر جنگ و پیکار کرے تو اسکی گوشمالی پر
خود توجہ کرے۔ ۱۶۔ ربیع الاول ۱۰۶۹ھ کو پادشاہ سوروں کی طرف چلا
۳۔ کو قصبہ سوروں میں آیا دوسرے دن شکار کھیلا۔ پادشاہ کی نیت میں یہ تھا کہ
جہاں تک ممکن ہو یہ مہم مدارا اور مصالحت سے انجام پائے۔ ستیز و آویز کی نوبت نہ آئے
اس لئے پادشاہ نے بھائی پاس اپنے آدمی کے ہاتھ خط بھیجا کہ جس سے اسکی عزیمت کی کیفیت
اور اس کے مافی الضمیر کی حقیقت معلوم ہو اور اتمام حجت بھی ہو جائے۔ اس عرصہ
میں مخلص خاں جو بر سم سزاولی لشکر سلطان محمد میں مقرر ہوا تھا۔ پادشاہ پاس عرضداشت
شاہزادہ کی لایا اس میں مخالف کے لشکر کی کیفیت لکھی تھی۔ پادشاہ پاس شجاع کی
فتنہ جوئی و شورش انگیزی کی خبریں روز آتی تھیں۔ اب اس کو یقین ہو گیا کہ شجاع
کو سلطنت کا سودا پورا ہے وہ اب نصائح کو نہیں سُنے گا اور کسی طرح مدارا اور مواسا
نہ کرے گا۔ ۵۔ ربیع الثانی ۱۰۶۹ھ کو وہ سوروں سے شجاع کی مدافعت کے لئے
چلا۔ جس روز پادشاہ نے کوچ کیا ہے ذوالفقار خاں بھی اس کے لشکر سے آن ملا

پادشاہ کا شجاع سے لڑنے کے لئے روانہ ہونا

خوابگاہ میں آن گھسے اُن کے پاؤں کی آہٹ سے اور شیخ میر کی صدائے سپرسے اُنکی آنکھیں کھلیں تو ایک نیا عالم دیکھا متحیر ہو کر کھڑا ہوا اور جب اپنے ہتھیاروں کا پتا نہ پایا تو اب سمجھا کہ معاملہ کیا ہے ٹھنڈے سانس بے یاس ہو کر کھینچنے لگا اور بولا کہ مجھ جیسے درست اخلاص اور صاف باطن کے ساتھ ایسا کیا درست عہد و پیمان جن کا ضامن طرفین میں قرآن شریف تھا اسکا حق یہ بجالائے یہ سنکر حضرت اورنگ زیب نے پردہ کے پیچھے سے ارشاد فرمایا کہ برادر عزیز چونکہ تم سے ان دنوں میں کچھ ایسی باتیں سرزد ہوئیں جن سے فتنہ و فساد اور خلقت و ملک کی بربادی کا گمان ہوتا تھا اور چند احمق اور شریر لوگوں کے بہکانے سے جو کہ تمہارے گرد و پیش جمع تھے تمہارے دماغ میں کچھ ایسا غرور اور نخوت سما گئی تھی کہ عقلمند اور سمجھ دار لوگوں کو ملک کے امن و امان میں خلل پڑنے اور سلطنت کے انتظام میں فتور آجانے کا یقین ہو گیا اسلئے تمہارے مزاج کی اصلاح اور ملک و سلطنت کی مصلحت کیلئے کچھ دنوں تم کو گوشۂ عافیت میں بٹھانا اور زمانہ کی کشمکش سے اور کن مکن کے دردسر سے چھوڑانا لازم ہوا اور خدا نہ کرے کوئی ایسا امر کہ جو آپ کی پیاری جان کے اندیشہ کا باعث ہو میرے دل میں نہیں ہے اور خدا کا شکر ہے کہ اس عہد و پیمان میں جو آپ کے ساتھ کیا گیا ہے کسی طرح کا خلل و فتور نہیں آیا اور تمہاری جان عزیز خدا کی ضبط و حمایت میں ہے پس مقتضائے عقل یہی ہے کہ اس کو اپنے لئے موجب بہتری سمجھ کر حزن و ملال کو طبیعت میں جگہ نہ دیجئے۔ ع در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست ✣ بمقتضائے (عسیٰ ان تکرھوا شیئاً و ھو خیر لکم) جس شے کو تم مکروہ جانتے ہو عنقریب وہ تمہارے لئے خیر ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل میں مورخوں کا اختلاف ہے مگر نفس معاملہ میں اتفاق ہے اورنگ زیب نے جو دلائل اس بھائی کی گرفتاری کی خود بیان میں لکھی ہیں انسے اسکی نہایت عاقلانہ تدابیر معلوم ہوتی ہیں۔ یوں اس کی باتیں بڑی مکر فریب کی معلوم ہوتی ہیں لیکن پولیٹکل اخلاق میں وہ حسن اخلاق میں داخل ہے۔ ہر بادشاہ اپنا فرض

سمجھتا ہے کہ مدعی سلطنت کو اسطرح ٹھکانے لگائے کہ ملک کو اسکے فتنہ سے بچائے۔ اورنگزیب نے بھی یہی کیا مگر تدبیر و تزویر سے جو خونریزی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ سلیمان شکوہ کے پاس سے علحدہ ہوکر یہ امرا آئے راجہ جیسنگھ اور رائے سنگھ اس کا برادرزادہ راجہ جسونت سنگھ و سید فیروز خاں بارہ اور بڑے بڑے امیر راجہ کے ساتھ آئے۔ راجہ جیسنگھ مثل اور راجپوت راجاؤں کے دارا شکوہ کا اسلئے طرفدار تھا کہ اسکے خیالات مذہبی وسیع تھے اور ہندوؤں کے حق میں اچھے تھے۔ سوا ازیں استحقاق سلطنت بھی اسکے نزدیک دارا کا تھا و مرزا شجاع سے لڑنے کو بے تامل چلا گیا مگر اورنگزیب سے لڑتے ہوئے اس سبب سے اسکو شرم آتی تھی کہ وہ بلخ میں مدتوں تک اسکے ساتھ لڑائیوں میں شریک رہا تھا وہ اسکی اقبالمندی اور حکمتوں سے ماہر تھا سوا اسکے اب سلطنت کا تخت اسکے قدموں کے تلے تھا اب اُس سے لڑنے کے لئے راجہ کا قدم کیسے اُٹھتا۔ غرض اُسنے اپنی صلاح و فلاح اسی میں دیکھی کہ نوجوان پچیس برس کی عمر کے شہزادہ سلیمان شکوہ کو چھوڑکر اورنگزیب پاس آگیا۔

مرادبخش کے رفقا میں سے اورنگزیب پاس یہ امرا آئے۔ ابراہیم علی خاں پسر علی مردانخاں کنور لعل سنگھ اری برادر رانا۔ قطب الدین خویشگی و راجہ وہی سنگھ بندیلہ سید حسن ولد سید دلیر خاں و سید منصور بارہ و رحمت خاں و ولد اریگ اور اسکا بھائی و مجاہد خاں بیجاپوری و محمد عابد نیلاوری و منوہر داس پسر غریب داس سیسودیہ اور بعض اوسکے سردار علی قلی بیگ اور میر فتاح اور میر مہدی میر سامان اور تمام عمدہ نوکر۔

بخشیوں کو اورنگزیب نے حکم دیا کہ مرزا مراد کی سپاہ اگلی پچھلی چوبیس ہزار کے قریب ہے اسکو ملاحظہ کریں ان سب کو اُسنے اپنی سپاہ کا حشیمہ بنا لیا اور انکے افسروں کو بڑے بڑے منصب دیدئے۔

دارا شکوہ کو اپنی بادشاہی کی دھن چلی جاتی تھی جب وہ دہلی سے لاہور بھاگا تو راہ میں سہرند میں چند روز قیام کیا۔ یہاں کی مہمات کا نظم و نسق راجہ ٹوڈرمل کو سپرد ہوا جب اُسنے یہاں دارا شکوہ کے آنے کی خبر سُنی تو وہ دور اندیشی و پیش بینی کرکے لکھی جنگل میں بھاگ گیا دارا نے اسکے ذخیروں کی تلاش کے لئے آدمی مقرر کئے اسکا مال بیس لاکھ روپیہ کا بعض جگہ میں

دارا شکوہ و سلیمان و مرادبخش کے امرا کا اورنگزیب پاس آنا

دارا شکوہ کا حال دہلی سے لاہور جانے تک اورنگزیب کی حکومت پنجاب

مدفون تھا وہ آدمیوں کی نشان دہی سے نکال لیا اور اس پر متصرف ہوا۔ یہاں سے لاہور کو روانہ ہوا جو اسکی جاگیر میں تھا۔ جب ستلج کے کنارہ پر آیا تو گذروں کو کشتیوں کو جمع کیا۔ ان میں سے بعض کو ڈبویا۔ بعض کو توڑا۔ اس نے سوچا کہ برسات کا موسم ہے اور کیچڑ پانی کی کثرت سے راہوں میں اورنگزیب کا لشکر چل نہ سکیگا اور ستلج کہیں اپنی طغیانی کے سبب سے پایاب نہیں اور کشتیاں ناپید ہیں۔ گذرتا دل پر اپنے عمدہ نوکر داؤد خاں کو لشکر کے ساتھ مقرر کیا کہ کچھ دنوں اورنگ زیب کے صدموں سے بچے۔ جبتک برسات ختم نہ ہوگی اورنگ زیب پنجاب میں نہ آسکے گا۔ اس عرصہ میں لاہور میں خزاین پادشاہی اور اپنے اموال پر جو ایک کروڑ روپیہ کے قریب ہے اور توپخانہ و توپ خانہ پر اور کارخانوں پر اور اسباب تجمل پر اور ادوات نبرد و پیکار پر متصرف ہوکر اپنی اصلاح حال فارغ البال ہوکر کریگا۔ لشکر و سپاہ جمع ہو جائیگی دوبارہ اورنگ زیب سے محاربہ خوب ہوگا۔ مگر وہ اس سے غافل تھا کہ یہ اسکی حکمت اورنگ زیب کے آگے نہ چلیگی وہ اس کو پنجاب میں اسباب جنگ کو نہیں جمع کرنے دیگا اور پنجاب سے باہر نکال دیگا پہلے تو اس نے امیروں کو بھیجا تھا اب آپ خود پنجاب جانے کا ارادہ اس نے کیا اگرچہ برسات کا موسم تھا لشکر کا رستہ چلنا دشوار تھا پھر دریا ستلج سے پار جانا اور بھی مشکل تھا اور اس سال میں اُسنے اور اُسکے لشکر نے بھی مکرر معرکہ آرائیوں میں مشقت شاقہ اُٹھائی تھی اور بڑی بڑی مسافتیں طی کی تھیں مگر اس نے اس یورش کا عزم کیا اور کچھ اس کا خیال نہیں کیا کہ سپاہ کچھ دنوں آرام کرے اور میں خود آسایش کروں اور (فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ) پر خیال کرکے پنجاب کا قصد کیا۔

اورنگ زیب کی اورنگ نشینی کی تاریخ نجومیوں نے روز جمعہ غرہ ذیقعدہ مقرر کی تھی اب اتنی فرصت نہ تھی کہ وہ شاہجہاں آباد میں داخل ہوتا اور اپنے خاندان کی رسم اور آئین کے موافق تخت نشین ہوتا اسلئے باغ اعزآباد میں ساعت مقررہ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور سکہ و خطبہ کو جلوس ثانی پر موقوف رکھا اس نے دارا شکوہ کی استیصال کے استعمال

اورنگ زیب کا قصد سلطنت پر پہنچنا اور دارا شکوہ و سلیمان شکوہ کے لڑکے کا بھیجا اور خود پنجاب کی طرف جانا اور ستلج سے پار ہونا

کے سبب سے ان مراسم کے ادا کرنے کا خیال نہیں کیا۔

عالمگیر نے دارا شکوہ کے تعاقب میں بہادر خاں کو لشکر کے ساتھ بھیجا تھا اب اور لشکر کو خلیل اللہ خاں کو سپہ سالار بنا کے ۲۴- ذیقعدہ کو بھیجا کہ وہ بہادر خاں کے لشکر سے ملے اور دونو لشکر یک جا جمع ہو کر آب ستلج کے کنارہ پر پہنچے اور وہاں اُس کے آنے تک ٹھیرے اور دریا سے عبور کرنے کی تدابیر میں مشغول ہوں اور گذروں کو تحقیق کریں اور اُس طرف کے حالات کو معروض کریں۔ عالمگیر نے جب یہ سنا کہ سلیمان شکوہ آب گنگ سے اُتر کر ہردوار کی طرف آیا ہے اور اُسکے اپنے اور اُسکے باپ کے نوکر ساتھ ہیں جو باقی رہے تھے اور اسکا ارادہ ہے کہ اگر ہو سکے تو بوریہ اور سہارنپور کی راہ سے جا کر باپ سے ملجائے تو اُسنے امیر الامرا کو ایک لشکر کے ساتھ ہردوار روانہ کیا کہ وہ سلیمان شکوہ کا آب گنگ سے عبور کرنیکا سدراہ ہو اور ایک اور لشکر بھی بسرکردگی شیخ میر روانہ کیا کہ اگر سلیمان شکوہ دریا گنگ سے عبور کر آئے تو اسکو دریا جمنا پر ہو کے جب سلیمان شکوہ کے سدراہ ہونے کیلئے لشکر روانہ ہو چکے تو عالمگیر پنجاب کو روانہ ہوا گو ابھی گرد سفر اُسکے چہرہ سے نہ اُتری تھی ؎

نمد زیں لشکر کشاں تر ہنوز — عرق ناک اسپاں لاغر ہنوز
نیاسودہ از بار جبہ تنے — نرستہ ہم از رنج رہ توسنے

۷- ذیقعدہ کو پادشاہ باغ اعزآباد سے روانہ ہوا- ۱۴- کو پادشاہ کرنال میں آیا یہاں سے آگے برسات کے سبب سے پنجاب جانے کی راہ نہایت خراب تھی اس لئے پادشاہ پرگنہ روہر میں کہ ستلج کے کنارہ پر ہے گیا۔ بہادر خاں کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ لشکر شاہی ستلج سے پار اُتر گیا جس کی مجمل کیفیت یہ ہے کہ خلیل اللہ خاں سے پہلے بہادر خاں دارا شکوہ کے تعاقب میں روانہ ہوا تھا جب اُس نے سُنا کہ گذرتلوں پر دارا شکوہ نے داؤد خاں کو مقرر کیا تھا۔ مگر اس کو بعض مطالب کے لئے لاہور بُلا لیا ہے تو اس نے اس دریا سے عبور کرنے کا ارادہ کیا گذرتلوں پر تو مخالفوں کی جمعیت بہت تھی وہاں سے لشکر کا عبور ہونا مشکل تھا وہ زمینداروں کی رہنمونی و مشورہ سے گذر روہر سے اُتر گیا گذرتلوں سے داہنی طرف اوپر کی جانب ہے اس لئے

اسنے بادشاہ کے حکم سے دارالخلافہ شاہجہاں آباد سے کشتیوں کو چھکڑوں میں لاد لیا تھا۔ کشتیاں تھیں کچھ اور زمینداروں نے جمع کردیں کل پچیس کشتیاں تیار ہوئیں۔ ۱۶۔ ذیقعدہ کو پار جانیکا ارادہ کیا اور خلیل اللہ خاں کے لشکر کا انتظار نہ کیا۔ پہر رات باقی ہوگی کہ دریا سے جنگ کے ارادہ سے اسنے اپنے آٹھ سو آدمیوں کو کشتیوں میں بٹھا کر پار اُتارا۔ سپاہی کشتیوں سے اُترے اور توپخانہ کو پیش رو کرکے مخالفوں کی طرف چلے جو بے خبر پڑے تھے۔ اور اُن پر حملہ کیا وہ رعب میں آکر نہ لڑسکے فرار ہوگئے لشکر شاہی نے دریا کے پار اپنے مورچے جمائے اور مخالفوں کی جگہ پر ہو بیٹھے۔ بھگوڑے بھاگتوں میں اپنے لشکر سے جاملے یہاں کا لشکر بھی ڈر کر سلطان پور کو بھاگا اور اسطرح گھاٹوں پر جو اور فوجیں بیٹھی تھیں بھاگ گئیں اور سب سلطان پور میں جمع ہوئیں اور دارا شکوہ کو یہ سارا حال لکھا۔ بہادر خاں کے عبور ہونے کی خبر پادشاہ سُنکر بہت جلد روہر میں آیا اور لشکر کو پار اُتارا۔

دارا شکوہ کو ۷۔ رمضان کو شکست ہوئی تھی۔ ۱۵۔ رمضان کو سلیمان شکوہ کو الہ آباد سے تین منزل پر نواحی کڑہ میں باپ کی اس شکست کی خبر پہنچی اول شاہجہاں کا اور پھر دارا شکوہ کا فرمان آیا اس میں اس شکست کا اور عالمگیر کی فتح کا حال مفصل لکھا ہوا تھا۔ لشکر میں اس خبر کے منتشر ہونے نے اس کی جمعیت میں تفرقہ ڈالا۔ شاہجہاں کو ابتک دارا شکوہ کے احوال پر توجہ چلی جاتی تھی اور اسے جو دارا کہتا تھا وہ کرتا تھا اسکے کہنے سے شاہجہاں نے سلیمان شکوہ کو لکھا کہ اپنے باپ کے نوکروں کے اور اپنے لشکر کے ساتھ دہلی چلے جاؤ۔ اور باپ سے ملجاؤ اسی مضمون کا رقیمہ دارا شکوہ نے اسکو لکھا اور امراء اور اعیان لشکر کے نام استمالت نامے آئے کہ وہ سلیمان شکوہ کی ہمراہی اور رفاقت کریں۔ سلیمان شکوہ نے گھبرا کر راجہ جیسنگھ کو بلا کر مشورہ لیا۔ بمقتضاء اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔ راجہ نے کہا کہ صلاح اسمیں ہے کہ سپاہ جو ساتھ ہے اسکو لیکے بلا توقف دہلی جاؤ اور باپ پاس پہنچ جاؤ اور اگر یہ نہیں ہوسکتا تو الہ آباد کو مراجعت کرو اور جب تک کہ باپ کا حال معلوم ہو وہاں ٹھیرے رہو جب سلیمان شکوہ نے راجہ کو رفاقت اور ہمراہی کے لئے کہا تو اُس نے صاف جواب دیا کہ میں ہمراہ نہیں جاؤنگا اورنگ زیب

سلیمان شکوہ کا حال

پاس جا، بجگار اجہ اپنی منزل میں رہا اور پھر اُسکے پاس نہ گیا۔ دوسرے روز دلیر خاں سے سلیمان شکوہ نے مشورہ لیا دلیر خاں نے یہ رائے دی کہ الہ آباد کو مراجعت کیجئے اور دریا گنگ سے عبور کرکے شاہجہانپور جائیے۔ وہ آپکے اتالیق بہادر خاں کا آباد کیا ہوا ہی وہ افغانوں کا وطن ہی وہاں افغانوں کی اقوام کی اور اوروں کی سپاہ جمع کیجئے پھر جو صلاح وقت و مقتضا حال ہو عمل میں لائیے میری یہ بھی عرض ہے کہ اگر میری صوابدید پر عمل کیجئے گا تو میں آپ کی رفاقت ہمراہی کرونگا اونہیں اپنا رستہ لونگا سلیمان شکوہ نے اس تدبیر کو منظور کیا دوسرے روز الہ آباد جانیکا قصد کیا جب راجہ جیسنگھ کو اسکی خبر ہوئی جو دلیر خاں کا بڑا دوست تھا اُس نے دوستانہ نصیحت کی کہ کیوں احمق بنا ہے اور اپنے خان و مان کو برباد کرتا ہے میرے ساتھ پادشاہ پاس چل۔ کس جاہل کے ساتھ بے حاصل ہمراہ ہوتا ہے۔ دوسرے روز جب سلیمان شکوہ نے دلیر خاں کی رائے کے موافق الہ آباد کی طرف کوچ کیا تو دلیر خاں نے معذرت کی۔ راجہ جیسنگھ کے ساتھ رہا اسی طرح اور بندہائے شاہی نے اس کی ہمراہی کو ترک کیا اور اس کے ساتھ کوچ نہ کیا اس کے باپ کے نئے نوکر جن کے وطن اسی جانب میں تھے اس خبر کو سنکر متفرق ہوکر اپنے وطنوں کو چلے گئے۔ سلیمان شکوہ پاس جتنے آدمی رہ گئے تھے ان کے ساتھ دہلی جانیکا ارادہ کیا مگر بہادر خاں اُس کے اتالیق نے اس تجویز کو نہیں پسند کیا اس کو الہ آباد جانے کی صلاح دی تا چار وہ باقی بیگ اور سید صلابت خاں بارہ کے ساتھ الہ آباد کو چلا۔ اب اس کے ساتھ اپنے اور باپ کے نوکر چھ ہزار سوار تھے ان کے ساتھ الہ آباد میں آیا اور سات روز یہاں ٹھیرا۔ ہر روز صلاح و مشورہ ہوتا اس کے ہمراہیوں میں سے ہر فرقہ جدا ایک تدبیر بتاتا۔ ایک جماعت کی رائے یہ تھی کہ الہ آباد میں قیام کیجئے اور اس کی حدود اور پٹنہ کو اپنے تخت میں لائیے۔ اور خودسری کیجئے ایک گروہ یہ صلاح دیتا تھا کہ پٹنہ میں چلیئے اور شجاع سے صلح و الفت کا ڈول ڈالیئے اور اس کے اتفاق و اعتقاد سے کام بنائیے۔ سادات بارہ کی ایک جماعت جن کا وطن میان دوآب تھا کہتے تھے کہ ہم کو چاہیئے کہ چاندپور اور مندیہ (منگیر) کی طرف چل کر دریا پار جائیں اور نواحی بوریہ اور سہارنپور سے جمنا پار ہوں اور یوں پنجاب میں جائیں،

یہ رائے بعد گفتگو و بحث کے سلیمان شکوہ کو پسند آئی اموال زر و اندوختہ کارخانجات اور کچھ اہلحرم کو قلعہ الہ آباد میں چھوڑا۔ سید قاسم بارہ کو قلعہ کی حراست سپرد کی گنگ سے عبور کیا اور منزلیں طے کرنی شروع کیں ہر منزل میں اُسکے اور باپ کے نوکر اس سے جدا ہوتے جاتے تھے اور روز بروز اسکی شوکت و جمعیت کی سلک منتشر ہوتی تھی لکھنؤ سے گذر کر پرگنہ ندینہ میں آیا جو بیگم صاحب کی اقطاع میں تھی اس نے سنا کہ یہاں تحصیل کا روپیہ موجود ہے۔ کروری سے اس کو وصول کرنا چاہا وہ بھاگ کر اپنے گھر میں چھپا۔ سپاہ نے جاکر اس کا گھر گھیرا۔ اور اس کو پکڑا وہ لاکھ روپیہ وصول کیا جو بیگم صاحب کا تھا۔ کروری کو مقید کیا۔ سید صلابت خاں بارہ جو اُسکے ہمراہیوں میں تھا وہ بھی جدا ہو کر عالمگیر پاس چلا گیا سلیمان شکوہ جس گذر سے عبور کرنے کا قصد کرتا تھا اُسکے آنے سے پہلے اس طرف سے کشتیاں اسطرف لیجاتے تھے کہیں وہ دریا پار نہ جا سکا تو ناچار مراد آباد کے پاس سے گذر کر چاندی میں آیا جو ہردوار کے محاذی ہے اور ولایت سری نگر کی سرحد کے قریب ہے بھوانی داس دیوان بیوتات کو دارا شکوہ نے پہلے زمیندار سری نگر پاس بھیجا تھا اور وہ سلسلۂ ارتباط کا محرک ہوا تھا اور کوہستان کی راہوں سے واقف تھا اوس کو سلیمان شکوہ نے مرزبان مذکور پاس بھیجا اور کشتیوں کے سرانجام کرنے کے لئے اور دریا سے عبور کرنے کے واسطے استعانت و امداد کا خواستگار ہوا۔ اور چند روز جواب کے انتظار میں یہاں ٹھیرا اس اثنا میں امیر الامرا فدائی خاں اور سارا لشکر جو شاہجہاں آباد سے اوس کے روکنے کے لئے روانہ ہوا تھا وہ گنگا کے پار چاندی کے قریب آیا۔ جہاں سلیمان شکوہ ٹھیرا ہوا تھا دریا کے پار لشکر شاہی کا سامان سلیمان شکوہ نے دیکھا تو جانا کہ مجھ میں اس سے لڑنے کی کہاں تاب و تواں ہے ناچار پہاڑوں میں ٹکراتا ہوا کانہ تال میں جاکر ٹھیرا جو ولایت سری نگر کی سرحد ہے زمیندار سری نگر کے پاس جیب بھوانی داس گیا تو اُسنے اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا وہ سلیمان شکوہ سے ملے اور اس کو پہاڑوں میں لے گئے جیدہ سری نگر سے چار منزل پر پہنچا تو سری نگر کا مرزبان سلیمان شکوہ سے ملا اور اُس نے کہا کہ میرے پاس تھوڑی سی جگہ ہے آپ کے ساتھ جو لشکر ہے اس کی گنجائش اس میں کہاں ہے۔ سوا ازیں گھوڑے۔ ہاتھی اور دواب کی

ہ بندہ اگر یہاں رہنے کا ارادہ حضور کا ہو تو سپاہ کو رخصت کیجئے اور اہل و عیال اور چند نوکروں
کے ساتھ سری نگر چلئے اس وقت باقی بیگ مخاطب بہ بہادر خاں بھی سلیمان شکوہ سے جدا ہو کر دنیا سے
رخصت ہو گیا سلیمان شکوہ ایک حرکت بیجا یہ کر بیٹھا کہ کروری پرگنہ ندینہ کا جو ایک سید مظلوم بیگناہ قیدی
پہ بتقریر ساتھ تھا اسکا خون اپنی گردن پر لیا۔ غرض سات آٹھ روز وہ یہاں ٹھیرا رہا جسطرح سے زمیندار
سری نگر نے اس کو جانے کے لیئے کہا تھا اس میں وہ متردد و متفکر تھا اور روز صلاح و مشورہ کرتا تھا
سلیمان شکوہ اور داراشکوہ کے نوکر اپنی خیریت اسمیں جانتے تھے کہ کسی طرح اس سے جدا ہو جائیں وہ
اسی گھات میں لگے رہتے تھے انہوں نے دیکھا کہ یہاں کا زمیندار اور اسکے آدمی موجود ہیں جنکے ہاتھ میں
یہاں کی ساری راہیں اور درے ہیں وہ سری نگر میں پہاڑوں کے چکروں میں جا کر کیوں پھنسیں
سب نے متفق ہو کر یہ مصلحت دیکھی کہ سلیمان شکوہ کو سری نگر جانے سے باز رکھیں اور حسن تدبیر و
لطائف الحیل سے ان پہاڑوں سے اُسے نکال کر ہندوستان کی زمین وسیع میں لے جائیں
جہاں ہمارے جدا ہونے کا کوئی مزاحم و مانع نہ ہو۔ سرداروں نے اتفاق کر کے سلیمان شکوہ
کو سمجھایا کہ یہاں کا زمیندار جس طرح جانے کے لئے کہتا ہے وہ حزم و احتیاط سے خلاف ہے
بہتر یہ ہے کہ جس راہ سے آئے ہیں اسی راہ سے الہ آباد چلیں۔ مزید ترغیب کے لئے سید قاسم قلعہ دار
الہ آباد کا خط بنا کر دکھلا دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ شجاع ایک لشکر عظیم کے ساتھ بنگالہ سے
اس جانب روانہ ہوا ہے عنقریب وہ یہاں آتا ہے بہتر یہ ہے کہ تم پھر کر الہ آباد میں آجاؤ اور اسکے
ساتھ اتفاق کر کے جو صلاح حال اور مرکوز خاطر ہو اُس پر عمل کرو اس سمجھانے سے سلیمان شکوہ
نے سری نگر جانے کا قصد چھوڑا اور کوہستان کے زمیندار سے عذر کیا اور کچھ جواہر اور
مرصع آلات اور ایک ہاتھی اس کو دیا جس راہ سے آیا تھا اُسی پر الہ آباد کی طرف چلا۔
جب ندینہ میں آیا تو اُس کے آدمی جنھوں نے اپنی صلاح کار دیکھ کر یہ توطیہ بنایا تھا
اب وہ جدا ہونے شروع ہوئے سلیمان شکوہ کے ساتھ صرف سات سو سوار رہ گئے
اور وہ بھی بھاگنے کی فکر میں تھے۔ اب سلیمان شکوہ نے دیکھا کہ اس قلیل سپاہ کے ساتھ الہ آباد تک

پہنچنا دشوار کیا بلکہ ناممکن ہی تو وہ سری نگر کے چلے آنے سے پشیمان ہوا۔ اور پھر اسیطرف چلا۔ اب باقی ماندہ آدمیوں میں سے بھی اسکے ساتھ اسد کاشی و تاج نیازی و بہادر لوحافی و سید احمد برادر سید قاسم بارہ و محمد شاہ کوکہ اور چند آدمی اور دو سو سوار رہ گئے۔ مراد آباد میں قاسم خاں تیول دار ہو کر بادشاہ کی طرف آیا تھا جب اُس نے سنا کہ شاہزادہ سری نگر کی طرف جاتا ہی وہ پنجے جماڑ کر اسکے گرفتار کرنے کے درپے ہوا۔ اور اسکے پکڑنے کیلئے چاروں طرف سے لشکر شاہی آن پہنچا اب اسکا اور بھی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ محمد شاہ کوکہ اور سترہ آدمی باقی رہے۔ پہاڑی آدمی اسکو غیر متعارف راہوں سے رہبری کرکے سری نگر لے گئے زمیندار نے اس کو پہاڑ کے اوپر اپنی ولایت میں رکھا۔ شاہزادہ پاس کچھ جواہر و مرصع آلات و اشرفیاں تھیں خافی خاں نے لکھا ہے کہ اس مال کی طمع میں زمیندار سری نگر نے شاہزادہ کو بطور قیدیوں کے نظر بند رکھا۔

اب شاہزادہ کا باقی حال آگے لکھا جاویگا۔

داراشکوہ۔ ۱۲۔ شوال ۱۰۶۸ھ کو لاہور کے باغ فیض بخش میں ۱۴۔ کو شہر میں اور ۱۷۔ کو قلعہ میں آیا۔ عزت خاں اس صوبہ کا حاکم تھا جب داراشکوہ اکبر آباد سے بھاگا ہے تو اُس نے اس کو لکھ بھیجا تھا کہ لشکر کے سرانجام اور توپ خانہ کا سامان کرنے میں جس قدر کوشش ہو سکے وہ کرے اور خود بھی اس وسیع صوبہ لشکر خیز کے اطراف میں اور اس کے حدود و نواحی میں استمالت نامے ملاطفت آمیز رعایت و احسان کے وعدوں پر امیروں کو بھیجے کہ کوہ میں مرزبوم کی ہر قوم و قبیلہ کے سپاہیوں کو میری نوکری کی ترغیب دیں اور اس کی اقطاع میں جو پنجاب و ملتان و بھکر تھے انکے زمینداروں و فوجداروں اور کومکیوں کو اور پشاور و کابل کے حاکم مہابت خاں کو خلعت بھیجکر نزدیک اور دور کے آدمیوں کی دعوت اپنی طرف کی خافی خاں نے تو اس کام میں شاہجہاں کو بھی شریک کر لیا اور ایک نامہ شاہجہاں کی طرف سے مہابت خاں کو لکھا ہوا نقل کیا ہے جس کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ نمک حراموں کے ہاتھ سے جو صدمہ میری سلطنت کو پہنچا وہ تم نے سُنا ہی ہوگا۔ میرا مظلوم بیٹا

دارا شکوہ شکست پاکر لاہور میں گیا ہے تم مہابت خاں کے خلف الصدق ہو یعنی مہابت خاں ثانی ہو تم میرے بڑے مخلص درست اعتقاد ہو اسلئے میں اپنا دردِ دل بیان کرکے امید رکھتا ہوں کہ تم اس کا تدارک کروگے۔ تم اُس بڑے باپ کے بیٹے ہو جس نے جہانگیر کو خراسانیوں کے ہاتھ سے رہائی دلائی اور مجھے بادشاہ بنایا اب اس سے بھی زیادہ مشکل ایک معاملہ پیش آیا ہے کوئی شخص اسکا متکفل سوائے تمہارے نہیں ہوسکتا میرا دارا شکوہ لاہور میں ہے وہاں خزانہ میں کمی نہیں ہے اور کابل میں آدمی اور گھوڑے بہت ہیں تعجب ہے کہ تو گوشہ نشین رہے اور لشکر کے ساتھ عزیمت نہ کرے اور لاہور میں پہنچکر دارا شکوہ بابا کی مدد اور رفاقت نہ کرے اور صاحبقران ثانی زندانی کو قید سے نہ نکالے ؎ این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند میں نے اپنے فرزند ارجمند کو لکھا ہے کہ اپنے تئیں بالکل تجھے حوالہ کرے اور تجھ سپہ سالار کی اطاعت میں اپنا حال و مآل جانے۔ مکرر لکھا جاتا ہے کہ مہابت خاں کو یہ بات کب پسند ہوگی کہ صاحبقران ثانی زندانی اقسام بلا میں گرفتار رہو اور ایک شخص دام تزویر میں ایک عالم کو رام کرکے تخت خلافت پر کام رانی کرے اگر اس حال سے وہ عمدۃ الملک اغماض کرے فروائے قیامت دست من و دامن او۔ دارا شکوہ نے لاہور میں داخل ہوکر سرکار خاصہ شاہی کے خزانے پر اور قورخانے و توپ خانے اور اور کارخانوں پر قبضہ کیا۔ سپاہ و لشکر پر دولت کا دروازہ کھولا۔ ایسا روپیہ بیدریغ دیا کہ اس کے پاس تھوڑی مدت میں بیس ہزار سوار جمع ہوگئے اور کچھ بندہ لے پادشاہی بھی اسکے ساتھ ہوگئے جیسے کہ راجہ راجروپ زمیندار کوہستان جموں بخر خاں فوجدار بیرہ و خوشاب غرض یہ دولت روز بروز دارا شکوہ کی جمعیت کو بڑھاتی تھی۔ وہ خفیہ استمالت نامے امرائے صوبجات و راجپوتوں و رئیسوں کو ان کے وطن میں بھیجتا تھا کہ وہ عالمگیر سے سرکشی کریں۔ داؤد خاں کو پانچ ہزار سوار اور توپ خانہ اور بہت سی بان دیکر ستلج کے کنارہ پر بھیجا تھا کہ گذرتلوں کو استحکام دے جب بادشاہ کے آنے کی خبر ہوئی تو عزت خاں و صاحب بیگ کی ہمراہ ایک اور تازہ سپاہ گذرو ہر کی طرف بھیجی اور

دریا کے کنارہ پر جابجا لشکر تعین کیے۔ اب سب سے بڑی یہ حکمت کی کہ اُس نے مرزا شجاع کو جس سے لڑائی تھی اپنی طرف کرنے کیلئے خطوط ملاطفت آمیز لکھے اور یہ تجویز ٹھیرائی کہ میں پنجاب میں لڑائی پر آمادہ ہوتا ہوں وہ بنگالہ سے الہ آباد پر عزیمت کرے اور اس بات پر قول و قسم ہوئے کہ جب ملک فتح ہو جائے تو آپس میں آدھا آدھا مساوات کے ساتھ تقسیم ہو جائے۔ دارا شکوہ کا یہ منتر شجاع پر چل گیا وہ اس بات پر راضی ہو گیا جسکا بیان آگے ہو گا۔

یہ ایک عجیب بات تھی کہ دارا شکوہ اسباب جنگ و ستیز و سامان مقدمات نبرد و پیکار میں کوشش کرتا تھا مگر اورنگ زیب سے شکست کھا کر ایسا خوف زدہ ہو گیا تھا کہ اس سے لڑنے سے ڈرتا تھا اُس کا ارادہ یہ تھا کہ ملتان کی راہ سے قندہار کو بھاگ جائے۔ اس لیئے وہ کشتی و بار بردار کا سامان کرتا تھا جب آدمیوں نے اپنی نراست سے یہ عزیمت اس کی دریافت کی تو لوگ اُس سے جدا ہونے شروع ہوئے۔ چنانچہ راجہ راجروپ نے جب یہ دیکھا کہ دارا شکوہ بھاگنے کو ہے تو وہ یہ بہانہ بنا کے جدا ہو گیا کہ میں اپنے وطن میں سپاہ و لشکر کا سر انجام کرونگا اور وہاں کے زمینداروں کی استمالت قلوب کرونگا

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ خلیل اللہ خاں و بہادر خاں مع لشکر کے ستلج سے پار چلے گئے تھے جب دارا شکوہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے اپنے سرداروں کو جو اور اور گذروں سے بھاگ گئے تھے لکھا کہ سلطان پور میں توقف کریں اور داؤد خاں کو گذرتلوں سے اپنے پاس دارا شکوہ نے بلا لیا تھا اس کو مع لشکر کے لاہور سے آب بیاہ (دریا بیاس) کے کنارہ بھیجا اور یہ تجویز کی یہاں جا کر اگر عالمگیر کے لشکر سے لڑنا دریا سے پار جا کر مصلحت ہو تو پار جائے اور وہاں کے لشکر کو اپنے ساتھ لے کر دشمن کی مدافعت کرے اور نہیں تو دریا کے اس طرف توقف کر کے پار کے لشکر کو اپنے پاس بلائے اور پھر جنگ پر آمادہ ہو اور حقیقت حال سے مجھکو اطلاع دے داؤد خاں بہت جلد گذر گوبند وال پر آیا اور عالمگیر کے لشکر کا حال خوب دریافت کیا تو اس کی دانست میں دارا شکوہ کی طاقت سے

باہر تھا کہ وہ عالمگیر کے لشکر سے مقابلہ کرتا اُسنے پار کا لشکر اپنے پاس بلا لیا۔ حقیقت حال پر اراشکوہ کو مطلع کیا اسنے اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو لشکر اور توپخانہ کے ساتھ گذر گوبند وال میں داؤد خاں کے پاس بھیجا کہ بمقتضاء مصلحت دریا کے وار یا پار ہنگامۂ کارزار گرم کرے۔ عالمگیر ۲۵۔ ذیقعدہ گذر رہر (روپر) آب ستلج پر آگیا تھا۔ مہاراجہ جسونت اجین سے بھاگ کر اپنے وطن جودہ پور کو چلا گیا تھا اُسنے اپنے رشتہ دار راجہ جیسنگھ کی معرفت عالمگیر سے اپنی تقصیرات معاف کرائیں خلیل اللہ خاں کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ افواج غنیم دریائے بیاس کے اسطرف پیکار اور مدافعہ کے لئے جمع ہوئی ہے داؤد خاں اور سپہر شکوہ آگئے ہیں اور دارا شکوہ لاہور سے آنیوالا ہے اس لئے عالمگیر نے راجہ جیسنگھ اور دلیر خاں کے ساتھ لشکر اپنے لشکر کی مدد کے لئے بھیجا اور دوسرے روز صف شکن خاں میر آتش کو بھی توپخانہ کے ساتھ روانہ کیا اور خلیل خاں اور بہادر خاں کو حکم بھیجا کہ جبتک یہ لشکر تم سے آملیں جہاں ہو وہیں ٹھیرنا۔

یہ دونو خان والاشان ۲۲۔ ذیقعدہ کو دریاء ستلج سے پار اُترے تھے ۲۵۔ کو نوشہرہ میں آگے کی منزل میں بہت نشیب و فراز اور دشوار گذار آب کند تھے کہ لشکر آسانی سے نہیں جا سکتا تھا اس لئے بیلداروں کو راہ ہموار کرنے کے لئے بھیجا۔ جب راہ صاف ہوگئی تو ۲۷۔ کو گڈہ سارنگ میں منزل کی۔ کمک کے آنے کا انتظار کیا اس لشکر سے ۲۹۔ کو راجہ جے سنگھ اور دلیر خاں آن ملے۔ دو روز تک دارا شکوہ کے حال کی تحقیق میں صرف کئے تو معلوم ہوا کہ اب اُس نے اپنا ارادہ پیکار کا فرار سے بدل دیا سپہر شکوہ کو جو گوبند وال بھیجا تھا اس کو بلا لیا اور ۲۹۔ ذیقعدہ کو لاہور سے ملتان کو روانہ ہوا اور داؤد خاں کو چند سپاہ کے ساتھ مقرر کیا کہ وہ بیاس کے کنارہ پر قیام کرے اور کشتیوں کو جلا دے یا غرق کردے پھر اسکے لشکر سے جا ملے بادشاہی آدمی اس خبر کو سُنکر خوش ہوئے اسکی بادشاہ کو اطلاع دی اور جلدی سے گوبند وال کو ایک جماعت بھیجی کہ لشکر کے پہنچنے تک وہ اطراف و نواحی اور مواضع بالا آب میں کشتیاں جو دشمنوں کے تلف کرنے سے بچی ہیں جمع کریں اور ڈوبی ہوئی کشتیوں کو نکالیں اور پل بنانے میں کوشش کریں اور ناہر خاں کو لاہور بھیجا کہ وہ ۲۔ ذالحجہ کو لاہور میں آیا۔ شہر کی خبرداری اور انتظام میں مشغول ہوا۔ لشکر شاہی

خلیل اللہ خاں و بہادر خاں کے لشکروں کا حال

پانچ روز میں بڑے بڑے کوچ کرکے دریاے بیاس سے آٹھ کوس پر آیا۔ راجہ راجروپ بھی وطن سے راجہ جیسنگھ پاس آیا جسکی معرفت اسکا قصور معاف ہوا۔ لشکر دریا سے عبور کرکے دارالسلطنت لاہور سے باہر آیا خلیل اللہ خاں پاس متصدیان دارالسلطنت آئے۔ انکی تقریر سے معلوم ہوا کہ داراشکوہ نے اول عالمگیر سے لڑنیکا قصد کیا تھا مگر اسکے رعب کے مارے وہ لاہور سے ملتان کو فرار ہوا۔ اور کل خزائن و ذخائر لاہور اشرفی روپیہ طلا و نقرہ غیر مسکوک جو ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ کا تھا۔ نفیس اشیا اور کارخانجات شاہی کی اجناس کو ساتھ لے گیا اور اکثر توپوں اور تمام ادوات توپخانہ کو زیادہ تر کشتیوں میں اور کچھ دوات پر لاد کر پار لے گیا اور قندہار کے جانیکے ارادہ سے ملتان کو کوچ کیا اگرچہ داراشکوہ کو آدمی چھوڑتے چلے جاتے تھے مگر وہ آدمیوں کو اسقدر روپیہ دیتا تھا کہ چودہ ہزار سوار اس پاس ابتک موجود تھے عالمگیر کا فرمان آیا کہ خلیل اللہ خاں مع بہادر خاں و دلیر خاں و صفشکن خاں و طاہر خاں اور سارا لشکر لاہور میں توقف نہ کرے اور داراشکوہ کا تعاقب کرے اور اسکو کہیں ٹھیرنے کی مہلت نہ دے خلیل اللہ خاں شہر میں نہیں داخل ہوا اور ۱۱۔ ذی الحجہ کو اُس نے کوچ کیا داراشکوہ کا بخشی خواجہ صادق اور اور امرا جو اس سے جدا ہوئے تھے وہ خان کی خدمت میں آئے۔ عالمگیر آٹھ روز تک دریاے ستلج کے کنارہ پر مقیم رہا کہ کشتیوں کو بہم پہنچا کر عبور کرے اور داراشکوہ کا حال دریافت کرے۔ ان دنوں میں مہاراجہ جسونت سنگھ کو شاہجہاں آباد کو رخصت کیا کہ اس مہم کے انجام ہونے تک وہاں ٹھیرے۔ ایک کروڑ دام کی جمع کی جاگیر اس کو عنایت کی۔ راجہ راجروپ کا قصور معاف ہوا اس کو اپنے پاس بلایا۔ شاہزادہ محمد معظم کو برہان پور حکم بھیجا گیا کہ معظم خاں کو قلعہ ارک سے باہر حصار میں رہنے کی اجازت دے اور پچاس ہزار روپیہ اس کو انعام دے پھر اس کو ہمارے پاس بھیجدے اور اس کا مال متاع ضبط شدہ جو برہان پور میں موجود ہے اس کو واپس دیدے۔ اور کشتیاں تو اسے بہم پہنچی نہیں۔ بادشاہ نے ۵۔ ذی الحجہ کو سات روز میں کشتیوں میں لشکر کو بٹھا کر ستلج سے پار اتارا۔ ۱۰۔ کو عید الضحیٰ کا جشن بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ بڑے منصب و خلعت و خطاب امرا کو مرحمت ہوئے۔ ۱۵۔ کو فدائی خاں کو حکم ہوا

عالمگیر کا حال

کہ وہ خلیل اللہ خاں سے ملکر داراشکوہ کا تعاقب کرے۔ ۲۲۔ ذی الحجہ کو پادشاہ دریا بیاہ کے کنارہ پر آیا اور پل پر جو اُس کے حکم سے بندھا تھا عبور کیا۔ راجہ راجروپ موضع چاندی کا تھانہ دار مقرر ہوا کہ وہ سلیمان شکوہ کو نکلنے نہ دے اور آدمیوں کو اس پاس جانے نہ دے۔

خلیل اللہ خاں کی عرائض سے معلوم ہوا کہ داراشکوہ لاہور سے برآمد ہوا اور اس کے ساتھ خزانہ و توپ خانہ اور سامان شائستہ اور لشکر آراستہ چودہ ہزار سواروں کا موجود ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ جہاں قابو ملے ملاذمان عالمگیر کے لشکر سے لڑے عالمگیر نے یہ گمان کرکے کہ کہیں اُس کے لشکر کو شکست نہ ہو جائے۔ وہ خود ایلغار کرکے داراشکوہ کے تعاقب میں گیا کہ کہیں اُس کا پاؤں نہ جمنے دے اور اسکے دل میں جدال کا خیال نہ پیدا ہونے دے کہ ملک و دولت کا ساحت اس کے غبار وجود سے پاک ہو جائے تاکہ پادشاہ کی خاطر کو بالکل اُس کی طرف سے جمعیت ہو اور پھر امور سلطنت پر بفراغ توجہ کیجائے جس میں بہت سے خلل اور فتور پیدا ہو گئے ہیں اس لئے اس نے شہزادہ اعظم کو لاہور بھیجدیا اور اس کے ساتھ زوائد لشکر اور کارخانوں کو روانہ کیا کہ جب تک اس کو اس مہم سے فراغت ملے وہاں وہ رہے اور خود چل کر ۲۹۔ کو نواحی موضع مومن پور میں آیا۔ بادشاہ نے سُنا کہ داراشکوہ ملتان میں اس سبب سے نہیں ٹھیرا کہ اُس نے پادشاہ کے آنے کی خبر سُنی بہت سے اُس کے سردار اور نوکر کہ ملتان تک ہمراہ گئے تھے اس سے جدا ہو گئے ہیں اور روز بروز اُس کا لشکر پریشان و پراگندہ ہوتا گیا اس لئے پادشاہ نے ایلغار کو ترک کیا صف شکن میر آتش کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا کہ اس کو ممالک محروسہ سے نکال دے اور چھ ہزار سوار اور بڑے بڑے سردار اس کے ساتھ کئے۔

عالمگیر کے لشکر سے یہ خطا ہوئی کہ اس نے داراشکوہ کے تعاقب میں کوتاہی اور تاخیر کی اس لئے اس کو فرصت مرحلہ پیمائی اور رہ سپاری کی ملی اور کچھ دنوں گرفتاری سے بچا ۲۵۔ ذی الحجہ کو وہ ملتان میں آیا اور یہاں آکے پادشاہ کے بیم و خوف سے آٹھ روز سے

زیادہ قیام نہ کرسکا ان دنوں میں یہاں خزانہ شاہی پر قابض ہوا جسمیں بائیس لاکھ روپیہ تھا اس کو اپنے خزانہ میں شامل کیا اور لاہور سے خزانہ و توپخانہ و احمال و اثقال جو کشتیوں میں ہمراہ لایا تھا اسی طرح بڑی کشتیوں میں لدا رہنے دیا اور فیروز میواتی اور بسنت خواجہ سرا کو ان کا محافظ بنا کے اور سپاہ مقرر کرکے حکم دیا کہ وہ ان کو بھکر میں لیجاویں اور وہ خود خشکی کی راہ سے روانہ ہوا۔ ستلج و بیاہ پر اس کے حکم سے پل بنائے گئے تھے اس سے وہ اتر گیا اور بھکر اسلئے گیا کہ وہاں سے قندہار جائے۔ جب وہ ملتان سے چلا تو ایک روز بعد یہ خبر خلیل اللہ خاں اور بہادر خاں اور پادشاہی سرداروں کو ہوئی تو اس کے تعاقب میں وہ جلد روانہ ہوئے اور ملتان میں آئے ابھی ان کو یہ تحقیق نہ تھا کہ وہ اجمیر کو جائیگا یا بھکر کو بلکہ ان کو اجمیر کی طرف اس کا جانا اغلب معلوم ہوتا تھا اس لئے وہ اجمیر کی راہ پر گئے جہاں اسکا پتا نہ پایا نہ وہ بھکر کو گیا تھا معلوم ہوا کہ حاجی خاں بلوچ نے جو ملتان کے عمدہ زمینداروں میں سے ہے دولت خواہی اور خدمت گذاری کی وجہ سے ایک جماعت کے ساتھ خزانہ اور اسباب کی کشتیوں کو جن کے محافظ فیروز اور بسنت تھے روکنا چاہا اور انکے اٹھا لے جانے کا ارادہ کیا لیکن ان کے ساتھ توپ خانہ و سپاہی ہمراہ تھے وہ اس کی مدافعت کے لئے مستعد ہوئے فیما بین جنگ ہوئی کچھ آدمی مرے اور کشتیوں کو مخالف نہ روک سکے۔

دارا شکوہ کا حال لاہور سے فرار ہونے کے بعد

جب پادشاہ کو ملتان سے دارا کے فرار ہونے کی خبر ہوئی تو اس نے ایلغار کرنا موقوف کیا اور آہستہ آہستہ چلکر ۷ محرم ۱۰۶۹ھ کو دریائے راوی کے کنارہ پر ملتان سے تین کوس پر آیا۔ دارا شکوہ کے سردار جو اس کو چھوڑکر پادشاہ پاس آتے تھے وہ خلعت کی عنایت سے سرافراز ہوتے تھے۔ ۸ محرم کو صف شکن خاں ملتان سے دارا شکوہ کے تعاقب میں روانہ ہوچکا تھا مگر پادشاہ نے یہ سمجھکر کہ دارا شکوہ پاس ابھی بڑا لشکر ہے معلوم نہیں کہ صف شکن خاں اس سے مقابلہ کرسکے یا نہ کرسکے اس لئے ۸ محرم کو شیخ میر کو تو ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا اور معظم خاں کو جس کی رہائی کا حال ہم پہلے لکھ چکے۔ گجرات کا صوبہ دار مرزا مراد کی جگہ مقرر کیا اور پادشاہ نے شیخ بہاؤالدین کے مزار کی زیارت کی۔ سجادہ نشین اور

شیخ میر کا دارا شکوہ کے تعاقب میں جانا

بادشاہ کا ملتان سے شاہجہاں آباد کو اور شاہزادہ شجاع سے معاملات

اور خادموں کا دامن دولت سے پُر کیا۔

جب پادشاہ ملتان میں آیا تو ممالک مشرقی کے وقائع نگاروں کی برابر عرائض آئیں کہ مرزا شجاع بنگالہ سے لڑنے کے قصد سے روانہ ہوا ہے جب خبر تواتر کی حد کو پہنچی تو پادشاہ نے سلطنت زمانروائی کے مصالحہ کے سبب اسکی شورش افزائی کو دفع کرنا چاہا ابھی ہندوستان کا انتظام ہو جیسا کہ چاہیے نہیں ہوا تھا۔ ابھی پادشاہ کی خاطر کو امور ملک ملت کی پرداخت سے اور قواعد دودلت کے اختلال کے دفع سے تعلق چلا جاتا تھا کہ یہ ایک نیا جھگڑا مرزا شجاع کا کھڑا ہوا۔ دارا شکوہ جب ملتان سے بھکر کو بھاگا تو پادشاہ نے اس کے تعاقب میں افواج تعین کی اور خود اکبرآباد جانے کا ارادہ کیا بزیر لکھتا ہے کہ جب اورنگ زیب کو معلوم ہو گیا کہ دارا شکوہ کا ارادہ کابل جانے کا نہیں ہے تو اس کو اطمینان ہوا کہ اب دارا کا کام چنداں مشکل نہیں رہا۔ اُس نے بڑے شد و مد سے بیان کیا ہے کہ دارا شکوہ کا لاہور سے ملتان جانا اور کابل نہ جانا بڑی غلطی تھی۔ کابل جاتا تو وہاں کا حاکم مہابت خاں اورنگ زیب کا مخالف اس کی مدد کرتا روپیہ پاس تھا۔ بہت سپاہ آسانی سے جمع ہو جاتی۔ مگر ڈاکٹر کے اس بات پر خیال نہیں کیا کہ دارا شکوہ نے قندہار جانے کا قصد اسی طرح کیا تھا جیسا کہ ہمایوں نے کیا تھا جس سے شاہ ایران کی مدد سے ہمایوں کی طرح ہندوستان کی سلطنت کے ملنے کی دوبارہ توقع تھی۔ خود شاہجہاں بھی ایک دفعہ ٹھٹھہ میں اسی نیت سے آیا تھا پادشاہ پانچ روز ملتان میں رہ کر ۱۲۔ محرم ۱۰۶۹ھ کو یہاں سے روانہ ہوا۔ ۲۴۔ کو اچھڑہ میں کہ لاہور سے باہر راہ ملتان کی سمت میں واقع ہے پادشاہ اُترا۔ وہ چاہتا تھا کہ دارالسلطنت لاہور میں چند روز ٹھیر کر مہمات پنجاب میں مشغول ہو اور ان حدود کے بندوبست سے خاطر جمع کرے۔ دارا شکوہ کے سبب سے اکثر ملک میں بہت خلل آگیا تھا مگر شجاع کا ایسا فکر اس کو لگا ہوا تھا کہ وہ یہاں نہ ٹھیر سکا اور شہر سے باہر باغ فیض بخش میں رہا۔ شاہزادہ معظم اور اس کے ساتھ کے امرا پادشاہ کی ملازمت میں آئے

اورنگ زیب وشجاع کی محبت و رقابت کی باتیں۔

پادشاہ باقی پر سوار ہوکر شہر میں گیا اور قلعہ کو دیکھا اور وزیر خاں کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی اور پھر باغ فیض بخش میں وہ آگیا جو کچھ انتظام کی بابت تبلانا تھا وہ شاہزادہ اور قلعہ دار کو بتلا دیا پنجاب کی صوبہ داری خلیل اللہ خاں کو مرحمت ہوئی اور ایک کروڑ دام کی جمع کی جاگیر عنایت ہوئی سلخ محرم کو لاہور سے شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہوا۔ ۲۳ صفر کو باغ اغر آباد میں آیا یہاں راجہ جسونت سنگھ جو پادشاہ کے حکم سے شاہجہاں میں مقیم تھا پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ پادشاہ شاہجہاں آباد میں ۴۔ ربیع الاول کو پہنچا۔

مرزا شجاع کے ساتھ مخالصت ومصادقت ویک جہتی وموافقت کا دم اورنگ زیب بھرتا تھا اور ہمیشہ اپنی تحریر وتقریر میں اس کا اظہار کرتا تھا اور قدیم الایام سے بمقتضا مہراندیشی ومحبت برادری اس سے رابطہ الفت والتیام رکھتا تھا اور ہمیشہ اس کے کام وحال کی رونق میں اور اس کی دولت کے استقلال میں اعانت کرتا تھا چنانچہ جب نواحی بنارس میں شجاع کو داراشکوہ کے لشکر سے شکست ہوئی اور اسکے ملک ومال میں فتور آیا تو اورنگ زیب کو اس کا ملال تھا اور وہ چاہتا تھا کہ دوبارہ اس کے کار کو رونق ہو اور اس کے ملک دولت کو استحکام۔ جب داراشکوہ کو اکبر آباد کی نواحی میں شکست ہوئی اور وہ بھاگا اور اسباب سلطنت کا انتظام عالمگیر کے ہاتھ میں آیا تو اول کام اُس نے یہ کیا کہ شاہجہاں سے کہہ کر شجاع کی اقطاع وسیع بنگالہ پر مونگیر وصوبہ بہار وپٹنہ کو بڑھوایا جس کی تمنا شجاع ایک عمر سے رکھتا تھا اور شاہجہاں کا فرمان ان ملکوں کے تفویض ہونے کا حاصل کرکے محمد میرک گزبردار کے ہاتھ بھجوایا اور اپنا خط بھی بھیجا جس میں دربار کے حقائق وسوانح لکھے تھے اور یہ بھی تحریر تھا کہ جس صوبہ کی خواہش تم کو ہمیشہ رہتی تھی اب اس کو ولایت بنگالہ کے ساتھ ملاکر متصرف ہو جب مجھے داراشکوہ کے مہم سے فراغت ہوگی تو تمہارے اور مدعاؤں ومطالب کے حاصل کرانے میں کوشش کرونگا جیسا کہ آئین اخوت ہے اور مقتضا فتوت ہے ویسا ہی ملک ومال میں تمہارے ساتھ

ں مضائقہ نہ کرونگا۔ جب بنگالہ میں محمد میرک آیا اور عالمگیر کا نامہ شجاع کو دیا تو وہ خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا اور بھائی کا ..... نہایت منت پذیر ہوا اور داراشکوہ کے فرار اور ادبار سے کمال مسرور ہوا اور ایک تہنیت نامہ بھائی کو لکھا جس میں اس کے احسان کی نہایت شکر گذاری کی اور اکبر نگر سے کہ حاکم نشین بنگالہ تھا پٹنہ میں چلا آیا یہاں آکر اُسنے جانا کہ داراشکوہ کے تعاقب میں اورنگ زیب پنجاب میں بہت دور چلا گیا ہے اور اس مہم کا جلد سرانجام پانا خیال میں نہیں آتا اب میدان خالی ہے اول لشکر جمع کر کے الہ آباد چلئے اور پھر اگر ہو سکے اکبر آباد دوڑئے۔ شاید اس تیز دستی میں کام بنجائے اور سلطنت ہاتھ لگ جائے۔ یہ سوچ سمجھ کر اُسنے تھوڑے توقف میں پٹنہ میں ان حدود کے لشکروں اور توپ خانہ اور نوارہ عظیم بنگالہ کو جمع کر لیا ۱۰۶۸ھ میں پٹنہ سے الہ آباد کو روانہ ہوا۔ اس زمانہ میں اورنگ زیب پنجاب میں داراشکوہ کی مہم میں مصروف تھا۔ جب شجاع قلعہ رہتاس کے نواحی میں آیا۔ یہاں کے قلعہ دار رام سنگھ نے اس سے ملاقات کی اور اس کو قلعہ حوالہ کیا وہ داراشکوہ کا ملازم تھا اور اُسی کی طرف سے حراست کرتا تھا داراشکوہ نے اکبر آباد سے بھاگنے کے بعد اس کو اور الہ آباد کی سمت کے قلعداروں کو لکھ بھیجا تھا کہ وہ شجاع کو قلعے حوالہ کر دیں اور ایسے ہی سید عبد الجلیل بارہ نے جو داراشکوہ کی طرف سے قلعہ چنارہ کا حارس تھا شجاع کو قلعہ حوالہ کر دیا۔ الہ آباد کا قلعہ دار سید قاسم شجاع کو لکھا کرتا تھا کہ اگر حضور اس طرف تشریف لائیں تو مجھے حکم ہے کہ قلعہ آپ کے سپرد کروں۔ ان مقدمات کے واقع ہونے نے شجاع کی جرأت کو بڑھایا جب اورنگ زیب کو ان وقائع کا حال سنایا گیا تو اس نے بھائی کو کئی دفعہ موعظت نامے دلاویز صلاح انگیز لکھے کہ وہ سیدھی راہ پر آئے اور اپنے افعال سے باز آئے اور نادم ہو کر عذر کرے ایسا نہ ہو کہ فتنہ و خون ریزی ہو مگر عالمگیر نے بمقتضاء حفظ سلطنت و جہانداری و خردمندی و ہوشیاری یہ سمجھ کر کہ اگر شجاع نے میرے کہنے کو

نہ مانا اور مخالفت پر اصرار کیا تو خاندوران خاں جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وہ الہ آباد کی تسخیر کے لئے گیا تھا وہ دشمن کی تاب مقاومت نہیں رکتا اس لئے یہ تجویز کی کہ شاہزادہ محمد سلطان کو اسطرف تعین کرے کہ وہ شجاع کا سدراہ ہو اور حقیقت حال اور اسکی غرمیت وارادہ کی کیفیت پر مطلع کرے اُس نے زمان لکھا کہ شاہزادہ محمد سلطان اکبر آباد کا انتظام امیر الامراء کو سپرد کرکے ۷۔ ربیع الاول کو الہ آباد روانہ ہوا ہمراہ جانے کے لئے لشکر بھی متعین کر دیا اور حکم دیا کہ اگر الہ آباد کے قریب شجاع آجائے تو خاندوران الہ آباد کا محاصرہ چھوڑ کے شاہزادہ کے لشکر سے مل جائے۔

جشن وزن شمسی سال چہل دوم

خاندان تیموریہ کے سلاطین کا یہ دستور چلا آتا تھا کہ ہر سال سالگرہ شمسی وقمری سالوں کے حساب سے ہوتی تھی اور تاریخ ولادت کو بادشاہ ایکدفعہ سونے سے دوسری دفعہ چاندی سے پھر اور فلزات سے تُلتا تھا اور یہ سب چیزیں محتاجوں اور مستحقوں کو خیرات ہوتی تھیں چونکہ تاریخ شمسی وقمری میں اختلاف ہوتا تھا اس لئے ایک سال میں یہ تُلادان دو دفعہ ہوتا تھا اس جشن میں عیش ونشاط کا سامان ہوتا اور محتاجوں کو خیرات بھی ملتی اورنگ زیب کا جشن وزن شمسی سال چہل دوم شاہجہاں آباد میں ۷۔ ربیع الاول کو ہوا اور اس دن بہت سے امرا جو داراشکوہ اور سلیمان شکوہ سے برگشتہ ہو کر عالمگیر کی حمایت میں آئے ان کو بڑے بڑے منصب وخلعت وجاگیریں عنایت ہوئیں جیسے کہ راجہ جسونت سنگھ وراجہ جے سنگھ وداؤد خاں وغیرہ ہیں اورنگ زیب کے اس جشن میں جمنا کے کنارہ پر روشنی ہوئی اور آتشبازی چھوٹی۔ معظم خاں کو حکم ہوا کہ صوبہ خاندیس کا انتظام جس کو چاہے سپرد کردے اور بہت جلد ہمارے پاس چلا آئے۔

شاہجہاں آباد میں بادشاہ نے حضرت ہمایوں اور حضرت نظام الدین اولیاء کے زیارت کی ہزار روپیہ ہر مزار پر چڑھایا اور پھر قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کی

زیارت کو گیا۔ مزار پر دو ہزار روپیہ نذر کئے ذوالفقار خاں کے نام حکم صادر ہوا کہ جب رعداندازخاں جو اکبرآباد کا قلعہ دار مقرر ہوا ہے وہاں پہنچے تو اس کو قلعہ سپرد کردے اور ایک کروڑ روپیہ اور کچھ اشرفیاں خزانہ عامرہ سے لیکر شاہزادہ محمد سلطان پاس چلا جائے۔

اب عالمگیر نے دیکھا کہ باوجودیکہ شجاع کو اطلاع ہے کہ میں پنجاب سے شاہجہاں آباد میں آگیا ہوں مگر وہ مخالفت اور عناد سے باز نہیں آیا اور بنارس کے نزدیک پہنچکر الہ آباد کا قصد جنگ جو کے ارادہ سے کرتا ہے اس لئے پادشاہ نے اس میں مصلحت دیکھی کہ دارالخلافہ سے سوروں کی نواحی میں شکار کھیلنے جائے۔ اور شجاع کے حال کو تحقیق کرے اور اسکے اخبار سُنے اور اس کو نصیحتیں کرے اگر وہ ان کو سنکر معاودت کرے اور بنارس سے آگے نہ بڑھے تو شاہزادہ محمد سلطان لشکر کے ساتھ واپس چلا آئے اور خود سوروں میں شکار کھیل کر دارالسلطنت میں واپس آئے اور اگر شجاع الہ آباد میں آنکر جنگ و پیکار کرے تو اسکی گوشمالی پر خود توجہ کرے۔ ۱۶۔ ربیع الاول ۱۰۶۹ھ کو پادشاہ سوروں کی طرف چلا ۳۔ کو قصبہ سوروں میں آیا دوسرے دن شکار کھیلا۔ پادشاہ کی نیت میں یہ تھا کہ جہاں تک ممکن ہو یہ مہم مدارا اور مصالحت سے انجام پائے۔ ستیزوآویز کی نوبت نہ آئے اس لئے پادشاہ نے بھائی پاس اپنے آدمی کے ہاتھ خط بھیجا کہ جس سے اسکی عزیمت کی کیفیت اور اس کے مافی الضمیر کی حقیقت معلوم ہو اور اتمام حجت بھی ہو جائے۔ اس عرصہ میں مخلص خاں جو برسم سزاولی لشکر سلطان محمد میں مقرر ہوا تھا۔ پادشاہ پاس عرضداشت شاہزادہ کی لایا اس میں مخالف کے لشکر کی کیفیت لکھی تھی۔ پادشاہ پاس شجاع کی فتنہ جوئی و شورش انگیزی کی خبریں روز آتی تھیں۔ اب اس کو یقین ہو گیا کہ شجاع کو سلطنت کا سودا پورا ہے وہ اب نصائح کو نہیں سُنے گا اور کسی طرح مدارا اور مواسا نہ کرے گا۔ ۵۔ ربیع الثانی ۱۰۶۹ھ کو وہ سوروں سے شجاع کی مدافعت کے لئے چلا۔ جس روز پادشاہ نے کوچ کیا ہے ذوالفقار خاں بھی اس کے لشکر سے آن ملا

پادشاہ کا شجاع سے لڑنے کے لئے روانہ ہونا

پادشاہ دو تین منزل چلا تھا کہ اُس پاس خبر آئی کہ شجاع الہ آباد میں آگیا اور سید قاسم قلعہ دار الہ آباد نے بموجب قرارداد کے قلعہ دیدیا شجاع پٹنہ سے بنارس میں آیا تھا وہاں کے تجار و متمولوں سے تین لاکھ روپیہ زبردستی وصول کیا۔ شجاع نے ایک فوج لبسرکردگی سید عالم و حسن خویشگی و خواجہ خسرو کے جونپور بھیجے تھے اس نے وہاں جاکر جونپور کا محاصرہ کیا۔ یہاں مکرم خاں صفوی حاکم تھا اس نے اپنی میں ثبات و پائداری کی قوت نہ دیکھی کچھ توپیں چلاکے اور تھوڑی لڑائی کرکے قلعہ سے باہر آیا اور الہ آباد سے دو منزل پر مخالفوں سے جا ملا۔ ۷۔ ربیع الثانی کو الہ آباد میں شجاع آیا تھا تو سید قاسم بارہ بھی قلعہ سے باہر آنکر اُس سے ملاقی ہوا اور قلعہ اس کو سپرد کیا سید تاج الدین کو اپنا نائب یہاں مقرر کیا اور خود لشکر کے ساتھ شجاع کے لشکر سے جا ملا۔ آٹھ نو روز الہ آباد میں شجاع رہا پھر دریا سے اُتر کر آگے بڑھا۔

۱۲۔ ربیع الثانی کو میر ابوالمعالی جو صوبہ بہار کے جاگیرداروں میں تھا اور شجاع کے ہمراہ ہو گیا تھا وہ پادشاہ کی خدمت میں آگیا اُس کو مرزا خانی کا خطاب اور تیس ہزار روپیہ انعام ملا۔ ۱۴۔ کو پادشاہ مکن پور کی نواحی میں آیا سید بدیع الدین دشاہ مدار کے مزار کی زیارت کو گیا۔ یہاں کے مجاوروں کو ہزار روپیہ انعام دیا۔ ۱۷۔ کو قصبہ کوڑہ سے باہر جہاں شاہزادہ سلطان محمد کا لشکر تھا پادشاہ آگیا یہاں سے چار کروہ پر شجاع کا لشکر موجود تھا اور اس نے اپنی برابر توپ خانہ لگا رکھا تھا اور صف آرائی پر مستعد ہو رہا تھا پادشاہ کے شاہزادہ اور امرا آنکر ملے اور معظم خاں بھی کہ خاندیس سے پادشاہ کے حکم سے چلا تھا وہ بھی آگیا۔

شجاع اور عالمگیر کے لشکروں کی صف آرائی اور راجہ جسونت سنگھ کی دغابازی

دانشمند جانتے ہیں کہ کوئی صفت لجاجت و پرخاش خونی و شور انگیزی و فتنہ خونی سے زیادہ نکوہیدہ نہیں ہے۔ انہیں خصلتوں سے دولتہا عظیم خلل پذیر ہوتی ہیں سلاطین والامقام کا کاخ رفعت و حشمت منہدم ہوتا ہے عناد و جدال کی آتش سے والانژاد نامداروں کا خرمن اقبال و کامرانی برباد ہوتا ہے خاص کر جس وقت

ذائل فساد انجام کے ساتھ سوء تدبیر و اختلال رائے سے قرین ہوں جو حقیقت میں بڑے دشمن خانگی ہیں اور کفران نعمت و ناسپاسی و نسیان عہود و ناحق شناسی اسکے علاوہ ہو اور نیت خیر اور اندیشہ حق اسکے ساتھ نہ ہوں اسکی مثال شجاع کا حال ہے کہ اُس نے اورنگ زیب کی نصیحتوں کو نہ سُنا اور جنگ و پیکار پر اصرار کیا کوڑہ میں تین روز رہ کر بادشاہ ۱۹۔ ربیع الثانی کو شجاع سے لڑنے کے لئے چلا اور اُس نے اپنا توپخانہ افواج غنیم کی برابر لگایا۔ اور لشکر کو آراستہ کیا۔ اول کو شاہزادہ محمد سلطان نے زینت دی برانغار راجہ جیسونت کے سپرد ہوا اور جرانغار کی سرداری شاہزادہ محمد اعظم کو ملی اور تمش کی سرکردگی بہادر خاں کو تفویض ہوئی۔ قلب کے لشکر میں خود بادشاہ رہا۔ اسلام خاں کو طرح فوج قرار دیا چنداولی خواص کو دی۔ بادشاہ خود ہاتھی پر سوار ہوا اور شاہزادہ محمد اعظم کو اپنے ساتھ حوضہ میں بٹھایا اور معظم خاں اور اُس کے بیٹے محمد امین خاں کو اپنے ہاتھی کے پاس قول میں مقرر کیا۔ غرض یہ لشکر ایسا آراستہ کیا کہ جہانتک نظر جاتی ہاتھیوں کے نشان اور سنان بجلی کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے تھے۔ نوے ہزار سپاہ تھی مرزا شجاع نے بھی اپنی فوج کو اس طرح ترتیب دیا کہ اپنے بیٹے بلند اختر کو ہراول بنایا اور اپنے بڑے بیٹے زین العابدین کو برانغار میں جگہ دی اور کرم خاں صفوی کو جرانغار مقرر کیا۔ شیخ ظریف کو طرح بنایا اسفندیار مہوری کو تمش قرار دیا توپ خانہ کا اہتمام ابوالمعالی میر آتش کو سپرد ہوا۔ میر علاول اپنے دیوان کو چنداولی اور محمد قلی اُزبک کو قراولی حوالہ کی اور خود قول میں کھڑا ہوا۔

۱۷۔ ربیع الثانی ۱۰۶۹ھ کو بادشاہ چار گھڑی دن چڑھے ہاتھی پر سوار ہوا ایک شاعر کو اُس وقت خوب سوجھی کہ نیک فالی کی تاریخ (شود فتح مبارک بادا) بادشاہ کو سُنا کر پانچہزار روپیہ انعام لے لیا۔ بادشاہ آہستہ آہستہ اپنے لشکر کی صفوں کی ترتیب اور تنبیہ افواج کو ملاحظہ کرتا ہوا سہ پہر کو غنیم کے لشکر گاہ سے آدہ کوس پر اس سرزمین پر پہنچا جہاں بادشاہ کا توپ خانہ نصب تھا اور وہیں میدان جنگ مقرر ہوا تھا۔ شجاع لڑنے کے لئے میدان جنگ میں نہیں آیا۔ مگر اپنا توپ خانہ پہلے بھیجدیا تھا آج فقط اتنا ہوا کہ

طرفین سے رات تک بان اندازی اور گولہ اندازی ہوتی رہی۔ جب رات ہوئی تو شجاع نے اپنا توپخانہ واپس بلالیا اور اپنی فوج کو یکجا کرلیا جس سرزمین پر شجاع کا توپخانہ تھا ایک مکان مرتفع تھا اور بادشاہ کے لشکر پر مشرف تھا۔ شاہی لشکر اسکی زد میں تھا معظم خاں نے اپنے توپخانہ کی چالیس توپیں وہاں لگادیں اور ان کا منہ دشمن کی طرف کردیا عالمگیر نے حکم دیدیا کہ لشکر جس ترتیب و آئین سے صف بستہ کھڑا ہوا تھا وہ گھوڑوں سے اُترے اور ہتھیار لگائے ہوئے رات کو حفاظت کرے اور سردار اپنے فوج کے آگے مورچال بنا کے اعدا کے غدر و مکر سے غافل نہ رہیں معظم خاں پہر رات رہے تک مورچالوں کا اہتمام اور خبرداری کی تاکید کرتا رہا۔ بادشاہ کے حکم کے موافق لشکر نے نہ ہتھیار کھولے نہ گھوڑوں سے زین اُتارے۔ بادشاہ کے حکم سے لشکر گاہ میں ایک مختصر دولتخانہ لگا تھا اس میں بادشاہ ہاتھی سے اُتر کر گیا اور مغرب و عشا کی نماز پڑھی اور فتح کی دعا مانگی اور بستر پر آرام کیا اس رات کو پچھلے پہر لشکر میں یکبارگی غلغلہ عظیم ہوش رُبا اُٹھا اور ایک عجیب آشوب برپا ہوا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ راجہ جسونت منافقانہ بادشاہ کے ساتھ ہوا تھا ہمیشہ سے فرار کی بدنامی کا جامہ اس کے لئے سیا گیا تھا اس نے اول شب میں شجاع کے محرم راز کی زبانی پیغام اس پاس بھیجا تھا کہ میں آخر شب میں لشکر شاہی پر شب خون مار کے لوٹتا مارتا فرار اختیار کرونگا بادشاہ اس سے مطلع ہوکر میرا تعاقب کریگا اس وقت شجاع کے بہادر لشکر شاہی پر تاخت کریں رات چار پانچ گڑی باقی تھی کہ راجہ اپنے صاحب فوج راجپوتوں سمیت جیسے کہ رام سنگھ راٹھور اور مہیداس (مہیس داس) تھے اور اپنے لشکر بے قیاس کے ساتھ اپنی جگہ سے حرکت میں آیا غارت کرتا ہوا آگے گیا اور بادشاہ و امرا و شاہزادوں کے بھیرو کارخانوں کو جو اس کی راہ میں آئے خوب لوٹا اس کو جو منع کرتا وہ راجپوتوں کے ہاتھ سے قتل ہوتا خاص کر محمد سلطان کے کارخانوں اور بھیر پر اس کے ہاتھ سے بڑی آفت آئی کوئی خیمہ چھوٹا بڑا راجپوتوں کی لوٹ سے سالم نہیں رہا شاہزادہ کی سرکار کے تمام خزانے اور توشک خانے راجپوتوں کے لوٹ لئے اور سپاہ کا بہت مال

اور ناموس برباد کیا بلکہ پادشاہی خزانہ و کارخانوں و دوآب پر راجپوتوں اور اوباشوں اور واقعہ طلب غارتگروں کا ہاتھ پڑگیا۔ دولت خانہ تک کوئی خیمہ نہیں تھا کہ مفسدوں کی دست اندازی سے محفوظ رہا ہو۔ دیر تک اس ہنگامۂ فساد کا سبب نہیں معلوم ہوا۔ ہر ایک عقل سے بعید قیاس غلط کرتا تھا۔ سارے لشکر میں تفرقہ پڑگیا۔ اس وقت پادشاہی لشکر کا حال نہ پوچھو کہ کیا تھا کوئی تو راجپوتوں کے ساتھ ہو جاتا اور سمجھتا کہ میں اس بلائے ناگہانی سے بچ گیا کوئی دشمن سے جا کر ملتا اور وہاں لٹ جاتا۔ بالجملہ نشان امیر کہ پادشاہ کے ہمرکاب تھے اسکو چھوڑ کر اضطراب میں آکر اپنے خیمہ و مال و عیال کی خبر گیری کو جاتے کوئی بے تحاشا صحرا کو بھاگا جاتا اخلاص کیش فدویوں کی ثبات قدم میں خلل عظیم آگیا اور منافقوں اور حوصلہ باختوں کا ذکر تو کیا ایک راجپوت ٹٹو پر سوار نیزہ ہاتھ میں لے آتا تو اس کو ایک جماعت دیکھ کر نقش و پیکر دیوار بن کر بے حس و حرکت ہو جاتی ایک راجپوت پر بار اونٹوں کی قطار کو ساربان کے ہاتھوں سے چھین کر اپنے آگے رکھ لیتا تو کسی کا یارا نہ تھا کہ اس کا مزاحم ہوتا گو لشکر کے احوال میں بالکل اختلال آیا مگر پادشاہ کے استقلال میں اصلا فرق نہ آیا جب اس نے سنا کہ جسونت سنگھ بھاگ گیا سراپردہ سے نکلکر عمداً ہاتھی پر سوار نہ ہوا تخت رواں پر سوار ہوا سزاولوں کو بھیجکر بہت تاکید کی کہ فیل اور اسپ سواروں کو اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنے دیں اور جو کوئی اپنی جا سے بیجا ہو تو اس کو عنان کشاں خفت کے ساتھ میرے روبرو لائیں۔ باوجود اس آشوب اور لشکر کے درہم و برہم ہونے کے پادشاہ نے سررشتہ تدبیر رزم اور کارفرمائی کو ہاتھ سے نہیں دیا اس پادشاہ کوہ وقار کے دل اور حوصلہ میں کچھ تغیر نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی شگفتگی اور بشاشت میں مطلقاً بید ماغی و نند گوئی نے جو کم ظرفوں کی دل باختگی کا نشان ہے دخل نہیں دیا خوش ہو ہو کر فرماتا تھا کہ الحمد للہ اس وسیلہ سے منافق و موافق میں تفریق بروئے کار اور محک عیار میں آئی اس بات کو میں عطیۂ الٰہی اور اشر فتح و فیروزی جانتا ہوں جو کوتہ اندیش منافق اپنے تامل کار کی بد اندیشی کر کے اس بات کو غلبہ و

تعیم کی دلیل عظیم تصور کرکے لشکر خصم میں چلے گئے ہیں وہ اپنے اعمال و خیال خام کی سزا کو پہنچینگے نصف لشکر سے زیادہ تاراج و زار ہوا اور دشمن کے لشکر سے جا ملا جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ جیونت سنگھ اکبر آباد کو گیا بادشاہی آدمی دو روز میں بادشاہ پاس جمع ہوئے۔ بادشاہ بدستور ہاتھی پر سوار ہوا اور دستور مقرری کے موافق کارزار کے عزم میں جنگ و پیکار کے آہنگ میں کارفرما ہوا اس ہلچل میں اسکی پیشانی میں بل نہ آیا جیونت سنگھ کی جگہ اسلام خاں کو ہراول کی فوج کا سردار مقرر کیا اور از سر نو فوج کی ترتیب میں مشغول ہوا اور معظم خاں کو مختار کیا کہ جو تغیر و تبدل میں ضرور ہو اس کو کردے شجاع نے بھی فوج کی ترتیب میں تنبیہ کیا لشکر کے ملجانے سے مستظہر ہوا۔ مجموعہ لشکر کو یک صف قرار دیا۔ ہراول کا قائم مقام توپ خانہ کو کیا بلند اختر کو اپنے ساتھ قول میں لیا اور جرات سے آگے بڑھا۔ چار پانچ گھڑی دن چڑھا تھا کہ فوجیں مقابل ہوئیں اول بان اور توپوں نے غرش شروع کی کوس و کرنا کا شور مچا۔ ہر توپ کے آواز بہادروں کے دلوں کو بڑھاتی تھی ہر ساعت برق افروزی اور دشمن سوزی کے بازار کا ہنگامہ زیادہ گرم ہوتا جاتا تھا۔ اس حالت میں سلطان زین العابدین کی سواری کے ہاتھی پر گولہ پہنچا۔ اگرچہ راکب و مرکوب کو ضرر نہیں پہنچا لیکن فیلبان کا اور خواص کا جو پیچھے بیٹھا تھا ایک ایک پاؤں اڑ گیا اس سے دشمن کی فوج میں بہت آدمیوں کے ہوش اڑے جب توپوں کی گرمی سے کار گذر گیا تو تیر کی آمد و شد اور ناوک اندازوں کی صنعت پردازی شروع ہوئی طرفین سے کئی ہزار تیر کمان سے چھوٹتے تھے اور بہادروں کے موٹے تن سے خون کی ندیاں بہاتے تھے جوشن پوش پردلوں کے تن و بدن سے تیروں کا نیستاں ظاہر ہوتا تھا اس دار و گیر میں سید عالم بارہ نے تین جنگی مست ہاتھی بادشاہی لشکر کے جرانغار میں چھوڑے ادہر ان ہاتھیوں کے صدمہ سے اور ادہر حملہ سادات سے دست چپ کی فوج کے ثبات قدم میں لغزش آئی اور اس فوج کے دل کے پودے بھاگے لشکر میں ایک فتور عظیم نمودار ہوا۔ اس فوج میسرہ کے تفرقہ سے اور فوج خصم کے غلبہ نے

پادشاہ کے قول میں تفرقہ پڑا اور یہاں تک نوبت آئی کہ پادشاہ کے پاس بارکاب دو ہزار سوار سے زیادہ نہ رہی۔ لشکر مخالف یہ حال دیکھ کر فتح کی مبارکبادیں آپس میں دینے لگے اور جرأت کر کے قلب لشکر شاہی پر کمال گستاخی اور بے باکی سے دوڑ پڑے پادشاہ شیر کی طرح ہاتھی پر بیٹھا ہوا سپاہ دل باختہ کی تسلی و تشفی میں مشغول تھا اور اپنے ہاتھ سے دشمنوں پر تیر مارتا تھا اس ضمن میں مرتضیٰ قلی خاں میسرہ سے اور بہادر خاں بلتمش سے اور حسن قلیخاں دست چپ سے آگئے اور انہوں نے اپنے تھوڑے آدمیوں سے دشمنوں کو روکا اور پادشاہ نے انکی بہادری کو دیکھ کر اپنے ہاتھی کا رخ دشمنوں کی طرف پھیرا اور ان بہادروں سے اتفاق کر کے دشمن کشی اور جنگ کی اس دار و گیر میں اکثر دل باختہ و ہزیمت خوردہ کو غیرت دامن گیر ہوئی کہ وہ عنان کشاں پادشاہ کی سواری کے ہاتھی کے پاس آئے لشکر شاہی نے باوجود کم ہونے کے ثبات قدم دکھایا اسکی جرأت و جلادت سے مرزا شجاع کے لشکر میں تزلزل آیا بہت سے کشتہ و زخمی ہوئے اگرچہ سادات بارہ کی پیشقدمی بحال نہیں رہی مگر انہوں نے تین مست فیل جنگی بالائے سپاہ چھوڑے وہ اپنی سونڈوں میں دو دو تین تین من کی زنجیریں لے کر جس دفعہ اور جس طرف حملہ کرتے تھے راکب و مرکب کو ہلاک کرتے تھے ایک ہاتھی پادشاہ کی سواری خاصہ کے فیل کے سامنے آیا پادشاہ نے اپنے فیل کے پاؤں میں زنجیر ڈلوا کے ایک قراول کو حکم دیا کہ فیلبان کے گولی مار کر کام تمام کرے۔ جلال خاں قراول نے اس فیلبان کو جس کے آنکس کے اشارہ پر ہاتھی حملہ آوری کرتا تھا گولی مار کے نیچے گرایا اور ایک پادشاہی فیلبان اسی ہاتھی پر جا بیٹھا اور اُس کو اپنے آنکس کے بس میں کر لیا۔ یہ حال دیکھ کر باقی دو ہاتھی پادشاہی قول سے نکل کے لشکر شاہی کے جانب راست پر حملہ آور ہوئے۔ اس حال میں بلند اختر نے چند سردار نامدار مثل شیخ ولی و شیخ ظریف و حسن خویشگی کو ساتھ لے کر برانغار شاہی کو ہلا مارا اسلام خاں کی سواری کا ہاتھی بان کے صدمہ سے بھاگا بہت سے آدمی اُس کی سپاہ کے بھاگ گئے سیف خاں و اکرام خاں جو برانغار کے ہراول تھے ثابت قدم ہو کر اعدا کے مقابل ہوئے

اور مردانہ کوشش کی اس ضمن میں اگرچہ بعض ناآزمودہ کار ہمرکابوں نے صلاح دی کہ پادشاہ برانغار کی کمک کو جائے لیکن پادشاہ کی برابر فوج سنگین گیرووار میں گرم تھی اور غلبہ خصم سے اکثر دل باختہ فرار کے فکر میں تھے۔ پادشاہ نے یہ خیال کیا کہ مخالفوں کی مات کے قصد سے فیل سواری کے رخ بدلنے میں یہ احتمال ہے کہ دشمن کے توپخانے کے پیادے جو حساب سے زیادہ ہیں فرار کی شہرت دیکر زیادہ شوخی کرینگے اس صورت میں بساط برانغار بھی درہم برہم ہوگا پھر معلوم نہیں منصوبۂ فلک کیا اپنا نقش دکھائے اس لئے پادشاہ نے دشمن کے روبرو استقامت اختیار کی اسلام خاں اور سرداروں کو پیغام دیا کہ ثابت قدم رہ کر لڑو میں ابھی کمک کو آتا ہوں اس حال میں خبر آئی کہ بختاں (بختیار) بیگ روز بھائی کہ توپ خانہ کا کارفرما تھا اور سیف خاں و اکرام خاں کا پیشرو تھا پیاپے زخم کھا کر دنیا سے وداع ہوا اور اس کے بیٹے خان بیگ کے زخم کاری لگا اور وہ گھوڑے سے گرا پادشاہ نے یہ خبر سنی اور فوج مخالف کا غلبہ اس کے مقابلہ میں کچھ خفیف ہوگیا تھا برانغار کی مدد کو گیا جس سے برانغار کے سرداروں کو تقویت ہوئی پادشاہی لشکر نے ہر طرف دشمنوں کا خون کیا اس زدوخورد میں شیخ ولی ذلی کوکہ شجاع کی فوج میں بڑا نامور شجاع تھا وہ اور دو تین سردار مارے گئے اور حسن بیگ خاں خویشگی خانہ زین سے سرنگوں ہوا اور غیر مشہور آدمی بہت مارے گئے بلند اختر پادشاہی لشکر کی بہادری کو دیکھ کر باپ پاس چلا گیا۔ پادشاہی لشکر نے شجاع کے قول پر حملہ کیا۔ اس حال میں مکرم خاں صفوی کو فوجدار جونپور جس نے بمقتضا مصلحت شجاع کی رفاقت اختیار کی تھی وہ زنہاریوں کی صورت میں پادشاہ کے ہاتھی کے پاس آیا اسکو آفریں دی گئی۔ اور حکم ہوا کہ جو ہاتھی ہمرکاب ہیں ان میں سے کسی ایک کے اوپر ہو بیٹھے۔ پھر عبدالرحمٰن خاں پسر نذر محمد خاں جو شاہجہاں کے عہد میں بنگالہ میں کمکی تھا و سنجر بیگ ولد الہ وردی خاں شجاع کے لشکر سے دل باختہ ہوکر پادشاہ کے لشکر میں آگئے اس اثنار میں شجاع بھاگ گیا اور عالمگیر فتح یاب ہوا افواج شاہی نے شجاع کے بنگاہ پر جاکر خزانوں و ہاتھیوں

اور گھوڑوں اور تمام اسباب تجمل و کارخانجات کو غارت کیا اور جو کچھ ہاتھ لگا وہ لے لیا ایک سو چودہ توپیں اور ایک سو پندرہ ہاتھی ہاتھ آئے۔ کچھ خزانہ اور جواہر اسکے سوا جو لُٹ گیا سرکار میں ضبط ہوا۔ عالمگیر نے ہاتھی سے اُتر کر دوگانہ شکر ادا کیا اور اپنے ہر کاب امرا کو تحسین کی اس خیال سے کہ شجاع کو کہیں قرار نہ ہو۔ شاہزادہ محمد سلطان کو اسکے تعاقب میں روانہ کیا اور سب سامان شاہانہ اُسکا درست کر دیا بادشاہ نے ایک ہفتہ یہاں قیام کیا اور امرا کو اضافہ منصب و انعام سے سرفراز کیا معظم خاں کا منصب ہفت ہزاری سوار پر اضافہ کر کے دوازدہ ہزار سوار برآوردی بنایا اور دس لاکھ روپیہ انعام دیا اور سب کل امرا میں ممتاز کیا۔ ۷۔ کو منزل کجوہ سے کوچ فرمایا راجہ جے سنگھ جو وطن کو رخصت لیکر گیا تھا وہ ملازمت میں آیا۔ بادشاہی حکم سے صف شکن خاں ۴۔ محرم کو ملتان سے داراشکوہ کے تعاقب میں گیا وہ دس روز پہلے یہاں سے بھاگ گیا تھا اُس نے اوجہ میں دو تین روز قیام کیا۔ جب اُس نے لشکر شاہی کے یہاں آنے کی خبر سُنی تو ۸۔ محرم کو بیاہ کے کنارہ پر بھاگ گیا اور ۱۲۔ کو صف شکن خاں اوجہ میں آیا یہاں اُس پاس خزانہ شاہی سے دس ہزار اشرفیاں صلح بہادر گزبردار لایا اور بہت سے بندوقچی اور پیادے و بیلدار بھی بادشاہ نے اُس پاس بھیجے اور کمکی جو پیچھے رہ گئے تھے آ گئے ۱۸۔ محرم کو شیخ میر لشکر لے کر چلا تھا وہ اس لشکر سے تین کوس کے فاصلہ پر تھا جب ۲۰۔ کو قصبہ جنجھی داہن محل میں لشکر شاہی آیا تو معلوم ہوا کہ داراشکوہ نے یہاں سے ۱۲۔ کو کوچ کیا ہے اور اسّی کوس آگے نکل گیا ہے۔ شیخ میر کا لشکر بھی یہاں صف شکن خاں کے لشکر سے ملگیا۔ یہاں زمینداروں نے خبر دی کہ ۲۵۔ محرم کو داراشکوہ گھگھر میں دریا سے عبور کر کے سکھر میں اترا ہے اس منزل سے دریا کی اس طرف بھکر تک ساٹھ کوس کا فاصلہ تھا اور دریا کی اس طرف سکھر تک سو کوس کا۔ شیخ میر سکھر کو اور صف شکن خاں بھکر کو روانہ ہوئے کہ دریا کے دونو طرف سے تعاقب کر کے داراشکوہ کو تنگ کریں شیخ میر نے تین منزلوں میں اسّی کوس کے قریب طے کئے ۵۔ صفر کو سکھر سے تین کوس پر پہنچ گیا راہ میں جنگل تھا خاردار درخت جھاڑ جھنکاڑ بہت تھے

شیخ میر و صف شکن خاں کے لشکر کا بیان جو داراشکوہ کے تعاقب میں گئے اور داراشکوہ کی شکستگی

اسلئے رستہ سخت تنگ و دشوار گذار تھا اور طول مسافت اور سرعت سیر اسکے سوا تھی اس سبب سے دواب بہت تلف ہوئے لشکر نے بہت تکلیف اٹھائی۔ تیسری منزل میں خیمہ و بار دار سے جدا ہو گئے اور آدھ وقہ کم ملا ۶۔ کو سکھر میں مقام ہوا۔ صف شکن خاں تین روز پہلے بھکر میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دارا شکوہ احمال اثقال اور بعض مستورات اور کچھ خزانہ و بھاری طلا آلات و نقرہ آلات کو قلعہ سکھر میں لایا بسنت نام خواجہ سرا کو جسے اس کو اعتماد تھا اور سید عبدالرزاق کو قلعہ کی حراست کے لئے مقرر کیا اور بڑی بڑی توپیں جو ساتھ تھیں اور لوازم توپ خانہ اور برق اندازوں اور تیر اندازوں اور بندوقچی پیادوں کو اس استوار حصار میں تعین کیا شیخ محرم کو خود سکھر سے آگے بڑھا اس کے باقی خزانے اور احمال کشتیوں میں تھے وہ خود بیشوں جنگلوں و درختوں کو کاٹتا ہوا اور رستہ بناتا ہوا چلا جا رہا ہے اور اس کے عمدہ نوکروں میں سے داؤد خاں و شیخ نظام و میر عزیز و میر رستم و سید تاتار خاں بارہ و سید جواد بخاری اور اور سردار قریب چار ہزار کے نواحی بھکر میں اس سے جدا ہو گئے ہیں داؤد خاں اپنے وطن حصار فیروزہ کو چلا گیا میر رستم بادشاہ پاس گیا اور میر عزیز و شیخ نظام و سید تاتار و سید جواد صف شکن خاں سے مل گئے جن کو اس نے بادشاہ پاس بھیجدیا۔ کچھ اس کے رفیق جدا ہو کر بھکر میں رہ گئے ان میں سے شیخ عبدالرحیم خیرآبادی جو اس کا مقرب و مصاحب تھا شیخ میر سے ملاقی ہوا اس نے کہا کہ دارا شکوہ پاس تین ہزار سوار رہ گئے ہیں شیخ میر سکھر سے تعاقب میں آگے بڑھا تو زمینداروں کی زبانی معلوم ہوا کہ سکھر سے پچیس کوس پر قندہار کو راہ جاتی ہے دارا شکوہ یہاں سے اس راہ پر قندہار جانا چاہتا تھا مگر اس کے ہمراہی نوکر اور اہلحرم وہاں جانے پر راضی نہیں ہوئے ناچار وہ ٹھٹھہ میں آیا۔ صف شکن خاں کہ ۲۹۔ محرم کو نواحی قصبہ کن سے شیخ میر سے بھکر جانے کے لئے جدا ہوا اس نے ۳۰ کوس دو منزل میں طے کئے تھے کہ دارا شکوہ کا ایک فریق جس کا اوپر ذکر ہوا صف شکن خاں سے ملاقی ہوا جن کو اس نے بادشاہ پاس بھیجدیا۔ بادشاہی لشکر میں دارا شکوہ کے تراول اور کوتوال اور بعض اور نوکر اس کے اردو بازار کے علم لائے اور یہاں

سپاہ مخالف کے پچاس آدمی مارے گئے۔ سوم صفر کو صف شکن خاں بھکر میں پہنچا قصبہ نوہری میں نزول کیا۔ بھکر کا نظم ونسق کیا آغر خاں کو ساڑھے تین سو سوار حوالہ کر کے یہاں کا نوجدار بنایا محمد علی بیگ تعدار توپخانہ کو دو سو بر قندا ز سوار اور تین سو بندوقچی حوالہ کر کے قصبہ لوہری کی کوتوالی دی اور قوچلی بیگ کو پانچ سو سوار برق انداز اور تین سو بندوقچی پیادے اور توپخانہ کی پانچ توپیں ہمراہ کیں اور سکھر میں مقرر کیا کہ وہ مداخل ومخارج قلعہ سے باخبر رہے اور لشکر کی معاودت تک توپ تفنگ سے جنگ کر کے متحصنان قلعہ کو تنگ کرے صف شکن خاں پانچویں کو کوچ کر کے ۱۲۔ کو قلعہ سیوستان سے تیرہ کوس پر پہنچا۔ یہاں کے قلعہ دار و نوجدار محمد صالح ترخاں کا نوشتہ آیا کہ قلعہ سے پانچ کوس پر داراشکوہ آگیا ہے تم کو چاہیئے کہ جلدی پہنچکر اس کے خزانہ واموال واشیاء کے کشتیوں کے سدراہ ہو۔ جو دریا کے کنارہ پر نیچے سے آرہے ہیں خان مذکور نے محمد معصوم اپنے خویش کو ہزار برق انداز سواروں اور چودہ شتر نال اور کچھ بان اور بیلداروں اور رسقوں کی جماعت کے ساتھ آگے بھیجا کہ داراشکوہ کی کشتیوں سے گذر کر قلعہ سیوستان کے نزدیک جہاں دریا کا عرض کم ہو وہاں دریا کے کنارہ پر مورچل بنائیں اور توپوں کو نصب کریں اور برق اندازوں اور کمانداروں کو بٹھائیں اور خود راتوں رات کوچ کر کے داراشکوہ کے لشکر کے محاذی سے تین کوس پر گذرا اول روز میں دریا کے کنارہ پر ایک کوس پر اس سرزمین پر اترا کہ قلعہ سیوستان کے محاذی تھی۔ محمد معصوم پہلے سے آگیا تھا۔ آدہ کوس تک دریا کے کنارہ پر مورچل قائم اور غنیم کی کشتیوں کے آنے کی امید میں بیٹھے مخالفوں نے کشتیوں کو اپنی جگہ سے لیجا کر لشکر شاہی سے ڈیڑھ کوس پر اس طرف دریا کے قیام کیا۔ یہاں ایک ہزار سوار اور دس فیل اور چند علم کشتیوں کے قریب نمایاں تھے صف شکن خاں چاہتا تھا کہ لشکر کو دریا سے پار لے جا کر دشمنوں کو دفع ومنع کرے مگر دشمنوں کی کشتیاں پہلے آگئی تھیں وہ اس کی کشتیوں کے پہنچنے کے مانع تھیں اس نے محمد صالح قلعہ دار کو پیغام دیا کہ وہ اس طرف سے کشتیوں کو نیچے

اور خود بھی سپاہ اور تابینوں کے ساتھ قلعہ سے نکلے اور گھاٹ جو سخت دشوار گذار سیوستان کے قریب واقع ہوئی ہے جسپر دارا شکوہ کو عبور کرنا ضرور ہوگا اُس پر قبضہ کرکے لشکر کے آنے تک حتی المقدور دشمنوں کی ممانعت میں کوشش کرے اور اہل قلعہ کو تاکید کرے کہ جس وقت مخالف اپنی جگہ سے کشتیوں کو حرکت دے کر قلعہ کے نیچے سے گذرنا چاہیں تو قلعہ کے اوپر سے توپ و تفنگ چلاکر شرائط ممانعت کی تقدیم کرے مگر محمد صالح میں اس خدمت کی لیاقت نہ تھی اس نے جواب دیا کہ اگر کشتیاں بھیجی جائیں تو دارا شکوہ کے آدمی جو دریا میں ہیں ان کو پکڑ لینگے اور مجھ میں لشکر شاہی کے امداد بغیر گھاٹ پر قبضہ کرنے کی قدرت اور دشمن کی مقاومت و مصادمت کی تاب نہیں ہے۔ اس طرف دریا کے کنارہ پر عمق اتنا کم ہے کہ کشتی کا گذرنا ممکن نہیں ضرور دریا کے دوسری طرف سے کشتیوں کا گذر ہوگا وہیں ان کی ممانعت کرنی چاہیئے اس سبب سے صف شکن خاں نے دریا سے عبور نہیں کیا اس نے محمد صالح کی گفتار کو سچ جانا دریا کے اس طرف دارا شکوہ کی کشتیوں کا منتظر رہا مگر ایک ساعت کے بعد معلوم ہوا کہ دارا شکوہ نے کشتیوں کو دوسری طرف روانہ کیا اور پادشاہی مورچالوں کی طرف نہیں آیا دریا کے اس طرف جو توپ خانہ شاہی تھا اس نے گولے مارے مگر زیادہ بُعد کے سبب سے کچھ اثر نہیں ہوا ایک کشتی توپ کے صدمہ سے ٹوٹ گئی اور دوسری گل میں بیٹھ گئی باقی کشتیاں قلعہ کے نیچے سے نکل گئیں محمد صالح کی نالائقی سے یہ فتح کا منصوبہ خالی گیا ۱۶۔ کو دارا شکوہ کتل سے بھی گذر گیا۔ ۲۸۔ کو شیخ میر اور صف شکن خاں کے لشکر دریا کی ایک طرف میں مل گئے اور دونوں لشکروں نے مقصد کی طرف کوچ کیا۔ پادشاہی لشکر کے قراول چند پیادوں کو کہ ٹھٹہ میں دارا شکوہ کے لشکر سے جدا ہوگئے تھے لشکر شاہی میں لائے تو انکی تقریر سے معلوم ہوا کہ ٹھٹہ میں دارا شکوہ۔ ۲۲۔ صفر کو آیا تھا اور گجرات کے قصد سے اپنے لشکر کو دریا سے پار اُتارتا تھا۔ ترکتاز خاں افواج شاہی کا قراول تھا اس کا نوشتہ کہیں شیخ میر پاس آیا کہ دارا شکوہ نے ۲۹۔ صفر کو دریا سے عبور کیا کچھ آدمی اسکے دریا

ترنے کو تھے کہ اس سے ہماری آویزش ہوئی کہ کچھ ان میں آدمی مارے اور کچھ زخمی ہوئے
چند قید ہوئے۔ پادشاہی آدمیوں میں ایک کشتہ ہوا کچھ آدمی زخمی ہوئے۔ خان مذکور یہ خبر سنکر ٹھٹہ
سے ایک کروہ پر پہنچا اور محمد معصوم کو شہر میں بھیجا کہ دارا شکوہ کا مال جو اس شہر میں رہ گیا ہوا سے ضبط
کرے پھر خبر آئی کہ دریا کی طرف دارا نے گجرات کی طرف کوچ کیا۔ صف شکن خاں نے تعاقب کی
تیاری کی کہ اس اثنا میں شیخ میر کے نام حکم شاہی آیا کہ بہت جلد تعاقب کو چھوڑ کر ہمارے پاس آؤ
ایک بہت کار ضروری درپیش ہے اس سبب صف شکن خاں و شیخ میر اور اور دولتخواہ جمع ہوئے اور مشورہ
کرنے لگے کہ ٹھٹہ سے آگے جائیں یا پادشاہ کے پاس مراجعت کریں چونکہ اس یورش میں لشکر نے
بہت اور کڑی منزلیں طے کی تھیں۔ بہت سے رنج و تعب اٹھائے تھے اور اکثر سپاہ و لشکریوں کی سواریاں
اور باربردار تلف ہو گئے تھے ایلغار کی طاقت نہ رہی تھی اس کے سوا خزانہ میں
ایک ماہ کی تنخواہ کی جمع کے سوا روپیہ نہیں رہا تھا اور وہ اس مہم کو کفایت نہیں کرتا تھا
اور سوا اس کے دارا شکوہ نے جو وادی قرار اختیار کیا تھا اکثر اس میں چول و بیاباں
بے آب و ویراں تھے اس لئے ٹھٹہ سے آگے بڑھنے کی کسی کی صلاح نہ ہوئی اور سب نے
مراجعت کی ٹھیرائی اور لشکر بھکر میں آیا یہاں معلوم ہوا کہ دارا شکوہ کچھ میں پہنچ گیا
اور تین منزل طے کر کے کنارہ چول پر آگیا اس سال میں کمی باران سے راہ میں تالاب بے آب
تھے اور جہاں کنوئیں تھے وہ لشکر کو کفایت نہیں کرتے تھے اس لئے اس کے لشکر کے اکثر
آدمی مر گئے اور بہت دواب تلف ہو گئے۔ گیارہویں کوہ چول میں داخل ہوا چول
کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک دشت شورستان ہے اور دریا شور سے چالیس کروہ
ہے اور اس فاصلہ میں میٹھا پانی مطلقاً نایاب ہے اور سب جگہ بجائے آب کے امواج
سراب کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ قریب دریا کے سبب اس سرزمین میں بعض مواضع پر
ایک قسم کی گل ہے جس کی تہ میں پانی ہوتا ہے اور دواب اس میں ڈوب جاتے ہیں
ہندی میں اس کو دلدل کہتے ہیں۔

اس بیابان کا طول موضع لونہ پر منتہی ہوتا ہے جو کچھ کی ولایت میں داخل ہے وہاں ایک راہ گجرات
جاتی ہے اور دوسری راہ جوناگڈھ کو۔ جمیع الملک تیغ بیر وصف شکن خاں بھکر میں آئے اور ایک دن
تسخیر قلعہ کی تدبیر کے لئے اقامت کی گیارہ توپیں اور جو آلات و ادوات توپخانہ ہمراہ تھے باقر خاں
فوجدار کے پاس چھوڑے اور ولی بیگ علی مردان حاجی کو توپخانہ کا داروغہ بنایا آغر خاں کو
آغروں کے ساتھ سکھر میں اور حاجی اللہ وردی خاں کو لوہری میں چھوڑا۔ ۸ ماہ مذکور کو
کی خدمت میں وہ روانہ ہوئے۔

شجاع کو شکست دیکر پادشاہ کچھوہ میں چھ روز رہا پھر دریا گنگا کے کنارہ پر صف
کیا اور شجاع کے تعاقب میں لشکر کو روانہ کیا اب اس سبب سے کہ دارا شکوہ
گجرات بھاگنے کی اور شور و فساد مچانے کی خبر سنی تھی اس لئے الہ آباد کی حدود
توقف جائز نہ جانا اور اکبر آباد کی طرف روانہ ہوا کہ دارا شکوہ کے دفع استیصال
کی تدبیر کرے اور راجہ جسونت سنگھ کی تادیب و تنبیہ کرے۔

یہ دو مہم بڑی درپیش تھیں ان کی طرف پادشاہ توجہ تھی۔ غرہ جمادی الاول کو پادشاہ
قصبہ کوڑہ میں آیا یہاں شاہزادہ محمد سلطان کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ قلعہ الہ آباد
فتح ہوگیا تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرزا شجاع نے سید قاسم نوکر دارا شکوہ کی قلعہ
الہ آباد میں بدستور سابق بحال رکھی تھی سید قاسم نے سید عبد الجلیل
اپنی قوم میں سے قلعہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود کچھ سپاہ کے ساتھ شجاع کے
بادشاہی لشکر سے لڑنے گیا شجاع کی شکست کے بعد وہ اپنی پختگی اور منصوبہ شناسی
کے سبب سے شجاع سے پہلے اپنے تابینوں کے ساتھ قلعہ میں چلا آیا۔ جب شجاع
الہ آباد میں آیا ہر چند اس نے سعی کی کہ قلعہ کو تصرف میں لائے مگر سید قاسم صواب
اندیشی اور مآل بینی کے سبب سے اس بات پر راضی نہ ہوا زمانہ سازی کر کے شجاع
سے ملنے گیا مگر قلعہ میں اس کو قدم نہ رکھنے دیا۔ جب محمد سلطان معظم خاں کے

پادشاہ کا کچھوہ سے اکبر آباد میں آنا اور قلعہ الہ آباد کا فتح ہونا۔

شکار الہ آباد میں آیا تو سید قاسم نے اپنا چارۂ کار اور مصلحت بادشاہ کی بندگی اور دولتخواہی میں دیکھی اور استعفا و جرائم کرا کے قلعہ خانہ دوران خاں کو حوالہ کیا وہ یہاں قلعہ دار مقرر ہوا۔ اور سید قاسم بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ شجاع کا باقی حال آگے لکھا جائیگا۔

راجہ جسونت سنگھ کی تنبیہ و گوشمالی کے لئے بادشاہ نے محمد امین خاں کو دس ہزار سوار کا سردار بنا کے عبداللہ خاں کے ساتھ بھیجا راجہ جسونت سنگھ کا برادرزادہ رائے سنگھ راٹھور تھا اور چچا کے ساتھ نزاع ارثی رکھتا تھا اس کو راجہ کا خطاب دیا اور منصب میں ہزاری کا اضافہ کیا اور ایک لاکھ روپیہ و خلعت و اسپ وغیرہ عطا کیا اور راجہ کے استیصال کی مہم میں شریک کیا اور اس کے وطن جودھپور کے دینے کا وعدہ کیا۔ امیر خاں حارس دارالخلافہ شاہجہاں آباد کو حکم کیا کہ داراشکوہ کے تعاقب سے جب شیخ میر آوے تو مراد بخش کو قلعہ سلیم گڈھ سے نکال کر اس کے ہمراہ قلعہ گوالیار کو بھیجدے۔ ۱۸۔ جمادی الاول ۱۰۶۹ھ کو بادشاہ اکبر آباد کے نزدیک باغ نور کے متصل مقیم ہوا۔ فاضل خاں خانساماں نے داراشکوہ کا نقد و جنس و اموال لاکھ روپیہ کا بادشاہ کے شامنے پیش کیا امیر الامراء اور تمام امراء متعینہ اکبر آباد بادشاہ کی خدمت میں رہے۔

راجہ جسونت سنگھ

مراد بخش کا قلعہ گوالیار میں مقید ہونا

بعض اخلاص کیشوں کی زبانی معلوم ہوا کہ راجہ جسونت سنگھ جب ایلغار کر کے اکبر آباد کے قریب آیا تو منافق کیشوں کی جماعت کو یہ گمان تھا کہ راجہ قلعہ کا محاصرہ کرے گا اور شاہجہاں کو قید سے آزاد کر کے تخت پر بٹھائیگا اس سبب سے عقل و حوصلہ باختوں کے دلوں میں وسوسے پیدا ہوئے ہیں۔

عالمگیر بادشاہ کی تاریخ کے تحریر کے وقت کونسٹیبل کے اورینٹیل مس سیلنی بریز کا یہ تحفہ نامہ میری زیر نظر رہتا ہے۔ ہندوستان میں جو ارباب دانش اپنے ملک کے حال سے خوب واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ امر اس ملک کی عادت میں

داخل ہے کہ بعض ذہین اور طباع واقعات کو انکے وقوع کے وقت اپنے خیالات کے موافق نہایت
فصاحت و بلاغت سے جھوٹ و سچ کو شیر و شکر کی طرح ملا کے بیان کیا کرتے ہیں کہ سننے والوں
کو ان میں بڑا مزہ آتا ہے۔ اُن کا انداز بیان و ادا و طرز ایسا ہوتا ہے کہ بہت راوی ان کے
بیان غیر واقعی کو واقعی جان کر پھر واقعی امر پر یقین نہیں کرتے ڈاکٹر برنیر کو کوئی ظریف ایسا ملگیا
ہے یہ بیچارہ اجنبی اس کی باتوں کو سچ جانتا ہے اور اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے اور اپنے اہل وطن کا
لال بجکڑ بنتا ہے۔ جو یہاں کے حال سے بالکل لاعلم ہے۔ اس لئے ہر واقعہ میں ایک دو باتیں ایسی
گھڑتا ہے کہ جن کی کچھ اصل نہیں ہوتی اور پھر ان پر رائے زنی کرتا ہے جو جہالت و لاعلمی پر مبنی
ہوتی ہے۔ مشکل ہے کہ معاملات ملکی پر کسی اجنبی کو ایسا علم ہو کہ وہ اس میں رائے دینے
کے لئے کافی ہو۔ اب میں مثال کے طور پر اورنگ زیب و راجہ جسونت کا حال اس
سیاحت نامہ سے لکھتا ہوں کہ جب راجہ جسونت نے دیکھا کہ شجاع کا پلڑا پلٹ
گیا تو اُس نے سوچا کہ جو لوٹ ہاتھ آئی ہے اس کے مزے اڑائے وہ فی الفور
آگرہ کو اس نیت سے چلا کہ اپنے وطن کو مراجعت کرے دارالخلافہ آگرہ میں
یہ افواہ اُڑ رہی تھی کہ اورنگ زیب نے شجاع سے شکست پائی وہ اور امیر جو
(معظم خاں) دونو قید ہو گئے ہیں اور سلطان شجاع اپنے فتحمند لشکر کے ساتھ
آگرہ چلا آتا ہے شائستہ خاں حاکم آگرہ اور اورنگ زیب کے ماموں کو بھی
اس شہرت کا یقین ہوا ادھر جسونت سنگھ جس کی دغا بازی سے وہ خوفناک
ہو رہا تھا آگرہ کے دروازہ پر آن پہنچا کہ اس نے مایوس ہو کر زہر کا پیالہ پینے
کے لئے ہاتھ میں لیا اور پی ہی گیا ہوتا اگر عورتوں نے اس کو جا کر گھیرا نہ ہوتا
پیالہ کو ہاتھ سے زمین پر گرا نہ دیا ہوتا۔ آگرہ کے رہنے والوں کو دو روز تک
ٹھیک اصل حال نہیں معلوم ہوا اس میں شبہ نہیں کہ ان دو دن میں ان کو اگر جسونت
بہادرانہ دھمکیاں اور فیاضانہ وعدے کرتا تو شاہجہاں کو قید سے آزاد کرا

ڈاکٹر برنیر کا بیان راجہ جسونت سنگھ کا

اور تخت پر بٹھا دیتا مگر راجہ اصل حقیقت سے واقف تھا وہ دار الخلافہ میں نہ زیادہ دنوں ٹھیرنے کی جرأت کرسکتا تھا اور نہ کوئی مہم بہادرانہ اختیار کرسکتا تھا اس لئے وہ صرف شہر آگرہ کے اندر کوچ کرتا ہوا اپنے وطن کو چلا گیا۔ ظفر نامہ میں عاقل خاں لکھتا ہے کہ جسونت سنگھ کے چلے جانے کی خبر موحش اکبر آباد میں شاہجہاں آباد میں پہلی بلکہ لاہور تک اور اطراف اکناف میں پہنچی طرہ اس پر یہ ہوا کہ جو بھاگ کر آتا وہ اس خبر نا ملائم کو آب و تاب سے بیان کرتا اور ظاہر کرتا کہ واقعہ ناگوار کو خود اس نے دیکھا ہے یہاں تک یہ ہوائی خبر اڑائی کہ عالمگیر کو شجاع گرفتار کئے آگرہ کو لئے آتا ہے۔ جب جسونت سنگھ آگرہ کے قریب آیا تو شائستہ خاں حاکم آگرہ کے ہاتھ پاؤں پھولے اور اس خبر کو سچ جانا اور دکن جانے کا ارادہ کیا کہ شاہجہاں کے غضب سے بچے آدھی رات کو افضل خاں پاس پیغام بھیجا کہ میری شاہجہاں سے تقصیر معاف کراؤ افضل خاں نے اُسے سمجھایا کہ خیر ہے پہلے اس خبر کو تو تحقیق ہونے دو کہ سچ ہے یا جھوٹ ہے۔ پانچویں جمادی الاول ۱۰۶۹ھ کو پادشاہ عماد پور میں آیا جو سموگڈھ کے قریب ہے۔ یہاں پادشاہ کو داراشکوہ پر فتح نصیب ہوئی تھی اس لئے سموگڈھ کا نام فتح شکار رکھا پادشاہ کے پیش نہاد ہمت یہ دو امر تھے۔ داراشکوہ کی تنبیہ اور راجہ جسونت سنگھ کی تادیب اس لئے پادشاہ نے اجمیر جانے کا قصد کیا اور ۲۵۔ جمادی الاول ۱۰۶۹ھ کو اجمیر کی طرف کوچ کیا۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ سپاہ جو ٹھٹہ میں داراشکوہ کا تعاقب کر رہی تھی اس کو پادشاہ نے واپس بلا لیا تھا۔ تو داراشکوہ نے اس کو غنیمت جانا اور دوبارہ اس کو خود سری کا سودا ہوا ولایت گجرات میں نہ کوئی لشکر تھا نہ کوئی سردار کہ اُس کی مدافعت و ممانعت کرتا۔ میدان خالی تھا اس نے چول و بیابان میں قدم رکھا بعض زمینداروں کی رہنمائی سے دریا شور کے کنارہ پر اسی راہ سے کچھ میں آیا کہ جس پر کوئی مسافر چلتا نہ تھا اور سخت دشوار گذار تھی کچھ کا مرزبان اس کے

داراشکوہ کا حال

استقبال کو گیا اور اُس سے ملاقی ہوا۔ دارا شکوہ نے اس کو نقد جواہر دیکر پرچایا اور اسکی بیٹی کو
اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو نامزد کیا۔ زمیندار نے ضیافت کی اور بدرقہ ساتھ کرکے اپنی حد سے باہر
کرکے احمد آباد کو روانہ کیا جب دارا شکوہ احمد آباد کے قریب آیا شہوار خاں صوبہ دار احمد آباد
کی ایک بیٹی بادشاہ سے بیاہی تھی اور دوسری بیٹی مراد بخش سے تو وہ دیوان رحمت خاں
اور اور کومکیوں کو ساتھ لیکر دارا شکوہ کے استقبال کو آیا ملاقات کے بعد سرانجام ضروری دارا شکوہ
کے لئے تیار کیا۔ اور محمد مراد بخش کا جو روپیہ وجنس وطلا ونقرہ آلات اور دس لاکھ روپئے جو
اُس کے گھر میں تھے وہ دارا شکوہ کو پیش کش میں دئے اب دارا شکوہ زر وسپاہ کے جمع کرنے کی فکر
میں ہوا آدمیوں کو خلعت واضافہ وخطاب وجواہر دیکر خورسند کیا اور لوگوں کا دل
اپنی طرف کیا اور بندر سورت وکنبھایت وبروچ وپرگنات سیر حاصل میں اپنی طرف
سے حکام وعمال مقرر کئے اور ان میں اپنا قبضہ کیا ایک مہینہ سات روز یہاں رہکر
بیس یا بیس ہزار سوار جمع کرلئے اور حکام بیجاپور اور حیدر آباد سے بھی خطوط وپیغام
بھیجکر نقد وجمعیت سپاہ کو طلب کیا دکن جانے اور راجہ جسونت سنگھ سے ملنے کے
لئے مختلف فکر کرنے لگا۔ اس گرماگرمی میں اس پاس خبر آئی کہ لشکر شاہی کی رفاقت
سے راجہ جسونت سنگھ نے فرار کیا اور دشمن کے غلبہ کی شہرت غیر وقوعی اور خبر کاذبہ
دارا شکوہ نے ہیچ سُنیں اور ان کو ہیچ جانا۔ راجہ جسونت سنگھ کا نوشتہ آیا اس میں
اس نے اپنا حال لکھا اور دارا شکوہ کو اشارہ کیا کہ وہ اجمیر کی طرف آئے۔ دارا شکوہ
غرہ جمادی الاخری ۱۰۶۹ھ کو آراستہ سپاہ اور توپ خانہ کے ساتھ چلا۔ یہ توپ خانہ
اس پاس اس طرح مرتب ہوا تھا کہ اُس نے بندر سورت سے چالیس توپیں منگائی
تھیں جب دارا شکوہ چلا ہے تو ہر منزل میں راجہ جسونت کا نوشتہ ابلہ فریب پہنچتا
تھا اور اس پر اپنے آنے کا افسوں پھونکتا تھا اور اس کو افسانہ سناتا
کہ میں قوم راٹھور کی جمعیت اور ان اقوام راجپوت کے ساتھ آتا ہوں

جن کے وطن اجمیر کی نواحی میں ہیں اور اس بات سے داراشکوہ کے عزم میں تقویت ہوتی تھی وہ جودھپور سے تین منزل پر میر تھا میں آگیا تربیت خاں فوجدار اجمیر داراشکوہ کے قریب آنے سے حواس باختہ پادشاہ پاس بھاگ گیا۔ جب پادشاہ کو معلوم ہوا کہ داراشکوہ رزم و پیکار پر آمادہ ہوا ہے تو پادشاہ نے طاہر خاں کو اس خدمت پر مقرر کیا کہ وہ جاکر دارا کی خبر لائے۔ پادشاہ بھی چلکر قصبہ تودہ کے قریب آیا۔ چونکہ غنیم نزدیک اور جنگ قریب تھی حکم ہوا کہ قصبہ مذکور میں جو قلعہ ہے اس میں خزانہ اور زواید کارخانجات غیر ضروری اور احمال و اثقال رکھے جائیں۔ راجہ رائسنگھ کو قلعہ کی محافظت سپرد ہوئی یہ قصبہ اسی کے علاقہ میں تھا پھر پادشاہ تالاب رامسر سے چھ کروہ پر آیا یہاں طاہر خاں نے جو قراولی کے طور پر آگے گیا تھا غنیم کے حال کی کیفیت دریافت کرکے پادشاہ سے عرض کی اور پھر رخصت ہوا ابیر تعلقہ راجہ جے سنگھ میں پادشاہ نے پہنچ کر فوج بندی کا حکم دیا راجہ جے سنگھ کو دلیر خاں وحسن قلی خاں اور ایک اور جماعت کے ساتھ ہراول مقرر کیا صف شکن خاں کو توپخانہ کے آگے لے جانے کے لئے مامور فرمایا شیخ میر اس کے بھائی امیر خاں کو میمنہ کا سرفوج بنایا امیر الامرا، کو اس کے بیٹوں اور گنج علی خاں اور بعض سرداروں کے ساتھ برانغار کی طرف مقرر کیا اور جرانغار کی سرداری پادشاہزادہ محمد اعظم اور ایران کے بہادروں کے سپرد کی اور اسی طرح محمد امین خاں وہوشدار خاں وعبدالرحمن خاں بن نذر محمد خاں اور ایرانی وتورانی اور سرداران کو اور افغانوں اور راجپوتوں کو جا بجا میمنہ اور میسرہ و قول و چنداول میں مقرر کیا اور حکم دیا کہ جبتک کہ دشمن سے مقابلہ ہو لشکر کی یہی ترتیب رہے اس میں فرق نہ آئے۔

جب داراشکوہ میر تھا میں آیا تو راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ جو معاملات پیش آئے وہ بیان کئے جاتے ہیں اول راجہ جسونت کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ وہ پادشاہ کے ساتھ سے شجاع کی لڑائی میں بھاگا تھا وہ جانتا تھا کہ پادشاہ افواج میری تنبیہ وتاکید کے لئے مقرر کریگا تو ناچار اس نے اپنا چارہ کار اس میں دیکھا کہ داراشکوہ کو ترغیب وتحریص

کرکے اپنی طرف کھینچے اور الوس اٹھوا اور اقوام راجپوت سے ایک بڑا لشکر جمع کرے اور اسکے استظہار سے خلاف جوئی کرے۔ جب وہ جودھپور میں گیا تو اس نے دارا شکوہ کو بلایا اور خود راجپوتوں کا لشکر جمع کیا اور سامان لشکر تیار کیا اور دارا شکوہ کے انتظار میں ٹھہرا راجہ جیسنگھ کے حال پر بادشاہ ازحد مہربان تھا وہ راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ جنسیت اور رشتہ مندی رکھتا تھا اُس نے بادشاہ سے اس کے معافی قصور کے لئے عرض کیا اور کہا کہ اگر حضور عاطفت شاہانہ سے اُسکی خطاؤں کو معاف فرمائینگے اور اُس کو جان کی امان دینگے تو یہ میری سرفرازی کا باعث ہوگا اور وہ وحشی بھی رام ہوگا اور پھر صدق و اخلاص سے بندگی کریگا۔ بادشاہ نے اسکی درخواست کو منظور کیا اور حکم دیا کہ وہ اپنی جانب سے ایک مکتوب لکھے اور اپنے کسی معتمد کے ہاتھ بھیجے اور دو تنخواہی پر رہنمون ہو اور عفو جرائم کی نوید سنا دے اور دارا شکوہ کے ساتھ ملنے سے باز رکھے اور بادشاہ نے بھی ایک منشور اُس کی عفو تقصیر کا لکھ دیا۔ عالمگیر نامہ میں فقط یہ لکھا ہے کہ بادشاہ نے راجہ جیسنگھ کو خط لکھنے کی اجازت دی لیکن اس خط کا مضمون نہیں لکھا مگر ڈاکٹر برنیر کو اس خط کا مضمون اس طرح معلوم ہوگیا جیسے کہ امیر افغانستان اور زار روس کی خط و کتابت کے مضمون ہندوستانیوں کو گھر بیٹھے معلوم ہو جاتے ہیں وہ لکھتا ہے کہ راجہ جیسنگھ نے یہ خیال کرکے کہ لڑائی کے سارے احتمالات اورنگ زیب کی فتح پر دلالت کرتے ہیں راجہ اپنی مصلحت و بہبود بادشاہ کے خوش کرنے میں جانتا تھا اس لئے راجہ جسونت سنگھ کو دارا شکوہ کی امداد امانت سے باز رکھنے میں اپنے رعب و داب کو یہ کام میں لایا اس نے جسونت سنگھ کو لکھا کہ مجھے بتاؤ کہ تم جو بدا قبال دارا شکوہ کی امداد کرنے میں کوشش کرتے ہو اس سے کیا فائدے تمکو حاصل ہونگے اس کام میں تمہارے استقلال سے دارا شکوہ کے کام میں بہبودی ہونے کی نہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ تمہارے اور تمہارے خاندان کی بربادی ہو جائیگی اور اورنگ زیب سے تم ہرگز اپنے قصوروں کی معافی نہیں کرا سکوگے۔ میں بھی راجہ ہوں میں منت سماجت سے تم سے عرض کرتا ہوں کہ بیچارے راجپوتوں کا خون اپنی گردن پر نہ

تم اس بات پر نہ بھولو کہ میں اورنگ زیب کا مشیر بنجات اور راجہ جیسنگھ اور اور ہوا خواہوں کے نوشتجات خفیہ راجہ جسونت سنگھ پاس پہنچے تو ان کے اخفا میں اُس نے کوشش کی اور جودھپور سے جو دارا شکوہ کے استقبال کے لئے بیس کوس آیا تھا اب اس نے ملنے کا ارادہ چھوڑا اور اپنے وطن کی طرف مڑا۔ دارا شکوہ کو راجہ کے وطن کی طرف مراجعت کرنے کی خبر پہنچی تو وہ متردد ہوا رسل رسائل شروع کئے بار بار خوشامد کر کے پیغام بھیجا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس سے دارا شکوہ کے دل میں اور غلطیاں پیدا ہوئیں وہ خود جودھپور سے بیس کوس پر گیا اور یہاں چند مقام کئے اور راجہ پاس دوین چند (دوی چند) اپنے معتمد کو بھیجا جو راجہ سے اتحاد رکھتا تھا اس نے جاکر بڑی لجاجت سے کہا کہ راجہ صاحب اب اپنے وعدہ کو ایفاء کیجئے اُس نے جواب میں یہ عذر کیا کہ میں اپنے قول پر راسخ ہوں فی الحال میرا آنا مصلحت نہیں ہے دارا شکوہ اجمیر میں جاکر قیام کرے اور راجپوتوں کو پیغام بھیجکر اپنے پاس بلائے جب دو تین نامی راجپوت اُس کے پاس آجائینگے تو میں بھی اس پاس آجاؤنگا۔ دوی چند یہ جواب یاس عذر آمیز لیکر راجہ کے پاس سے آیا تو دارا شکوہ اجمیر میں آیا اور دوبارہ دوی چند کو راجہ پاس بھیجا اُس نے یہاں آن کر ہزاروں توطیہ کلام بنا کر پیام کا

ذکر کیا اور راجہ پر بہت سے افسانے وافسوں پڑھے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا تحقیق ہو گیا کہ راجہ کے سارے جواب تامل ٹولے کرتے ہیں۔ یہ بات لوگوں میں بھی مشہور ہو گئی تھی کہ عالمگیر سراپا تدبیر نے راجہ کے جرائم کو عفو کر دیا ہے۔ صاحب غرض مجنون ہوتا ہے اور احتیاج شبیر مزاجوں کو روباہ بناتی ہے پھر دارا شکوہ نے اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو راجہ پاس بھیجا ہر چند اس شہزادہ نے لابہ گری والحاح ودلبری کی اور وعدے وعید کئے مگر راجہ نے اسکو بھی دوی چند کی طرح مایوس واپس کیا اس انقلاب سپہر شکوہ یاوید پر آب دجگر کباب باپ پاس آیا تو دارا شکوہ نے راجہ جیونت کی امداد سے بالکل قطع امید کی اب حیران تھا کہ اپنا چارہ کار کیا کروں کہ اس حالت میں عالمگیر کے آنے کی خبر مشہور ہوئی چار ناچار کارزار کو قرار دیا اور بتقاضاء وقت جنگ صف میں صرفہ مناسب نہ جانا اور نواحی اجمیر کے کوہستان میں مورچال بنانے کے واسطے چلا گیا اور اپنی جگہ سے چل کر درۂ کوہ میں آیا بعض راہوں کی دیوار خام بنا کر اور سنگ چین کر کے توپوں کے لگانے کے لئے اور تفنگچیوں کے بٹھانے کے واسطے استوار کیا اُسنے جانب یمین مصطفےٰ خاں عرف سید ابراہیم کو سپرد کی اور تین امیر اور ہزار برقنداز اسکے ہمراہ مقرر کئے اور یسار کے مورچال کا اہتمام شہسوار خاں اور اس کے بیٹوں کو سپرد کیا اور ایک جماعت برقنداز وں کی ان کے ساتھ کی اور ایک طرف مورچال فیروز میواتی کو حوالہ کیا توپ خانہ کا مصالح دیا اور سپاہیوں کی جماعت ساتھ کی اور اپنے روبرو سپہر شکوہ کو بہت سے آلات آتشباری اور باقی توپوں کے ساتھ قائم کیا۔ خود بیچ میں رہا۔ سب جگہ توپیں چن دیں اور ایک جماعت کو مقرر کیا کہ مورچال میں مصالح مطلوبہ پہنچا کر تنزاولی کرتے رہیں اور ایسا نہ کریں کہ کوئی سردار ہمراہی بیکار و معطل رہے اب بادشاہ نے موضع ریواڑی میں آنکر خیمہ لگایا یہ مقام اجمیر سے تین کوس تھا اور دشمن کے مورچال سے آدہ کوس جہاں سے گولہ دشمن تک جا سکتا تھا مکان مقرر کر کے مورچال لگانے کا حکم دیا اور لشکر کو اس طرح تقسیم کیا کہ صف شکن خاں

دارا شکوہ اور لشکر بادشاہی کی لڑائی

میر آتش مامور ہوا کہ توپخانہ کو آگے لیجا کر جا بجا خصم کے مورچالوں کے مقابل لگائے اور توپخانے کے پیچھے شیخ میر و دلیر خاں کو مورچال لگانے کا حکم دیا سب سرداروں نے مقامات مورچال بنانے کے تجویز کر لئے اور توپ کے گولوں کے مارنے میں دست بازو کہولے ان میں سے ہر یک دوسرے پر کار فرمائی کے تردد میں سبقت لیجانا چاہتا تھا اور دوسرے کو پیشقدمی نہیں کرنے دیتا تھا خصوص شیخ میر اور دلیر خاں و سید نصیر الدین خاں دکنی نے جانفشانی کرنے میں تین روز تک تردد بہادرانہ کیا اور خواب و خور کو اپنے اوپر حرام جانا امیر الامرا بھی بہت سعی کر کے مورچالوں کے بڑھانے کیلئے دشمنوں پر ایسے حملہ کرتا تھا کہ ان کے دل ہل جاتے تھے۔ لیکن مخالف کے مورچال چوٹ کوہ میں قلب مقام میں کمال استحکام رکھتے تھے اس لئے پادشاہی آدمیوں کی کچھ چلتی نہ تھی بلکہ دارا شکوہ کے آدمی مورچال سے نکل کر اور منہ کے آگے سپر لگا کر پادشاہی مورچال پر حملہ کرتے تھے تو آدمیوں اور چارپایوں کو ضائع و زخمی کرتے تھے اور پھر پہاڑوں کی پناہ میں چلے جاتے تھے ان کی توپ کا گولہ جو آتا تھا خالی نہ جاتا تھا کسی نہ کسی کو ہلاک کر کے خاک پر گراتا اور پادشاہ کے مورچال کے گولے سوا اس کے کہ پتھر اور دیوار سے ٹکرائیں کوئی کام فائدہ کا نہ کرتے تھے چوتھی رات کو پادشاہ نے اپنے اخلاص کیشوں کو بلا کر تاکید و تہدید کی اور وعدہ و عید کئے اور شورش کی ترغیب دی۔ دوسرے روز راجہ راجروپ زمیندار جموں نے جو کوہ نوردی اور شیر نبردی میں ضرب المثل تھا اپنے پیادوں کو پہاڑی کے عقب سے اس جگہ سے روانہ کیا جہاں کوہ نشینوں کو یورش کا گمان تھا ان کوہ نوردوں نے دامن ہمت کو کمر پر کس کر افتاں و خیزاں ان مورچال آتشباروں کے مقابل یورش کی جو کوئی مرجاتا اس کو اپنے پیروں کا زینہ بناتے اور چڑھ کے کوہ پر راجہ راجروپ کا نشان نصب کرتے خود راجہ راجروپ جوان جاں بازوں کے عقب میں تھا مستعد ہو کر اس کا منتظر تھا کہ اس کے اوپر چڑھ کے آواز دیں باوجودیکہ مخالف کے ہزار جنگی آدمی نیچے مقابلہ کے لئے آگے تھے مگر راجہ

بہادرانہ قدم بڑھائے اور گولہ و تفنگ و سنگ کی بارش میں سینہ سپر بنائے گھوڑے سے اُتر کر حملہ آور ہو
ولیر خاں نے بھی جو افغانوں میں بہادری میں مشہور تھا۔ راجپوتوں کی یہ بہادری دیکھ کر اوپر جانے
کا قصد کیا اور توپ و تفنگ کی باڑھ میں ہو کر بائیں طرف سے اوپر چڑھ گیا اور بائیں طرف سے شیخ میر نے
پیش قدمی کی جو جنگ کے روز شجاعت و تدبیر میں بے نظیر تھا دوسری طرف سے راجہ جیسنگھ نے
بہادر راجپوتوں کے ساتھ بہادرانہ تردد کیا اور امیر الامرا نے توپخانہ کے آدمیوں کو ہمراہ لیکر جانب
چپے اور اسد خاں و ہوشدار خاں نے جرانقار کی طرف سے اپنے لشکر کے ساتھ سوار ہو کر ہر طرف صف
بصف معرکہ آرا ہوئے۔ گو اس یورش میں سب بہادروں نے مردانگی دکھائی مگر ابتدا میں راجہ راجروپ
آدمیوں نے پیش قدمی کی اور آخر کار میں شیخ میر و دلیر خاں افغانوں نے اپنی شجاعت و جلادت
دکھائی ان کے مقابل میں شہسوار خاں و فیروز میواتی کے مورچال نے بلا فاصلہ بلا کے گولے
مارے جو اجل کے اولے بنتے تھے۔ دونو امیروں کے آدمیوں میں سے ایک جمع کثیر کام آیا
آئی ادھر توپ غراتی تھی اُدھر پہاڑوں کی گونج ہوتی تھی یہ صدا اور توپوں اور بان
کا دھواں اس کوہ و صحرا میں ایسی وحشت افزا پھیلی تھی کہ خویش و بیگانہ میں فرق
دشوار ہوتا ہر طرف سے اتنے گھوڑوں کی ٹاپوں میں سر و تن پامال ہوئے کہ صورت
نشان باقی نہ رہتا تھا دلیر خاں کے دائیں ہاتھ میں ایسا تیر لگا کہ وہ تردد سے باز
داراشکوہ بلندی کوہ پر کھڑا ہو کر اپنے آدمیوں کو باوجود یکہ آثار ہزیمت دیکھتا تھا
کی ترغیب نام و ننگ کی سرزنش سے دیتا تھا ہر چند کوہ نشینوں نے مورچالوں
پناہ میں اور احاطہ دیوار کے عقب سے باہر آن کر دلیری بہادرانہ کی مگر فائدہ نہ ہوا
شہسوار خاں نے غیرت ذاتی سے اس جنگ جانستاں سے نجات محال جانی اور
دونو ولی نعمتوں کی خدمت میں خصوصاً پادشاہ کی جناب میں خجالت دائمی سے نکلنا
جان کے جانے میں دیکھا اتنی مردانہ وار کوشش کی کہ سرخروئی کے ساتھ اس دنیا
جان رخصت ہوئی شیخ میر بھی جدال و قتال کرتا ہوا اجل کے استقبال کے لئے

اس کے سینہ میں گولہ لگا کہ اس حال میں سید ہاشم سے کہا جو اس سے نسبت قریبہ رکھتا تھا اور اس کے حوضہ میں پیچھے بیٹھا تھا کہ میں اب چلا میرے کمر بند میں ہاتھ ڈال کر اتنی دیر نگاہ رکھ کہ میں شادیانہ فتح کی آواز سن لوں جو ابھی ہونے والی ہے۔ ظفر کے آثار ظاہر ہیں ایسا نہ ہو کہ میرے رفیق و ہمراہی میرے حال سے مطلع ہو کر کارزار سے دست کشی کریں اور اور دشمنوں کے آدمی اطلاع پاکر دلیرانہ پیش قدمی کریں۔ انسان کو بھی کس مرتبہ پر دنیا اور اولاد سے دلبستگی ہے کہ ایسے حال میں کہ کلمہ پڑھنا اور خدا کا خیال کرنا چاہئے تھا شیخ کو اپنی اولاد کی ترقی کا اور نمک کے پاس کا خیال تھا شیخ میر کی اس عقیدت و ارادت کے سبب بادشاہ مردم خوات پر نہایت مہربان ہوا اور ان کی ترقی ایسی کی کہ پہلے کسی بادشاہ کے عہد میں نہیں ہوئی تھی۔ فی الحقیقت خراسان کے اور آدمیوں کے نسبت مردم خوات ظاہر میں اکھڑ اور بے رو اور درشت ہیں لیکن اکثر کاموں میں راست باز اور آقا کے حق نمک کے پاس میں سب سے زیادہ ثابت قدم ہوتے ہیں داراشکوہ نے دیکھا کہ برگشتگی طالع سے شہسوار خاں کی جان گئی اور اسکی جان کا جانا میرے لشکر کے علم کے سرنگوں ہونیکا سبب ہوا اور پادشاہی لشکر سر پر چڑھ آیا تو وہ اپنے بیٹے سپہر شکوہ و فیروز میواتی اور بعض اور خدم حرم کو لیکر اندھیری رات کے پہلے پہر میں اس ناامیدی اور غم و الم کے ساتھ کہ خدا کسی شاہ کو گدا کو نہ دکھلائے فرار ہوا۔ عمدہ مردم میں سے سوا دو نامبردہ کے کسی کو توفیق اس کی ہمراہی کی نہ ہوئی کچھ جواہر و اشرفی و مخمل خاص و میٹی و چند خواص ساتھ لیکر احمد آباد کی طرف متوجہ ہوا خزانہ اور اسباب انتخابی مالیت دار اور بہت سی خدمہ محل کو بارہ ہاتھیوں اور خچروں و اونٹوں پر بار کرایا مگر ساتھ نہ لے جا سکا اپنے قدیم و جدید آدمیوں کے اعتبار پر ان کو سپرد کیا۔ چند خواجہ سرا معتمدان کے ساتھ گئے اور ایک ہزار پرقنداز پیادے جو سب کے سب نمک حرام تھے ان کی ہمراہ کئے اور تاکید کی کہ پیچھے سے جلدی آئیں یہ سب لٹ گئے اس کا حال آگے بیان ہوگا۔ القصہ لشکر ہزیمت خوردہ میں اکثر آدمیوں کے مال و عیال بھیر میں تھے وہ وہاں دوڑے گئے۔ ایک جماعت اپنے مال و عیال کے تاراج

ہونے کے غم میں اور عرض و ناموس کے برباد جانے کے الم میں بیٹھے۔ بعض زخم کاری کے پہنچنے سے
اور اسباب و سامان کے لٹ جانے سے اور اپنے آدمیوں کے بھاگ جانے سے کوہ و دشت میں حیران
سرگردان آہ و نالہ کے ہمدم ہوئے۔ داراشکوہ کا کل اردو اور اُسکے تمام کارخانجات مع ہمراہیوں
لٹ گئے اس اندھیری رات میں اور باروت کے دھوئیں سے بھرے ہوئے درہ میں کہ دو تین گز
تک یہ خبر تحقیق نہیں ہوئی کہ داراشکوہ بھاگ گیا۔ دونوطرف بعض مورچال میں جنگ قائم رہی۔ اس
وہوشدار خاں مع بعض امراء کے اپنی جگہ میں دارو گیر میں گرم رہ کر برقندازی کرتے رہے جب تک
ان کو دشمن کے فرار اور مورچال کے خالی ہونے کی واقعی اطلاع ہوئی داراشکوہ کے ہمراہی عسکر
وسید ابراہیم اور ایک اور جماعت داراشکوہ کے چلے جانے سے واقف نہ ہوئے پہر رات گئے تک
حرکت مذبوحی کرتے رہے محمد شریف مخاطب قلیچ خاں کہ داراشکوہ کا میر بخشی تھا اُس کے
پیٹ میں تیر لگا جس سے وہ دوسرے روز مر گیا۔ سیادت خاں پسر شہنواز خاں کے
گولیوں کے تین چار زخم لگے تھے۔ عسکر خاں وسید ابراہیم اور داراشکوہ کے ہمراہیوں
کی ایک جماعت جن کا بدن زخمی اور دل پر خون تھا اور سوا رخت بدن کے سارا اسباب
ما یحتاج تاراج ہو گیا تھا صف شکن خاں کے وسیلہ سے شرف اندوز ملازمت ہوئے
اور مورد عنایات۔

کارزار دیدہ و تجربہ کار منصف پیشوں پر ظاہر ہے کہ ننگان دریائے غیرت اور
شیران بیشۂ شجاعت سے جن میں سے ہر یک روز رزم میں رستم ہو چار جنگ کرنا اور ایسے
حادثات کے انقلاب سے کہ زبان خامہ پر جاری ہوں اپنی جگہ سے نہ ہلنا اور ثبات
قدم کو ہاتھ سے نہ دینا اور غنیم و خصم غالب آمدہ کو روبرو سے ہٹا دینا تائید
فضل الٰہی و مدد طالع عالمگیر کے سوا کسی اور بات پر حمل نہیں کر سکتے۔ عالمگیر نے
کی خبر سنکر خدا کا شکر کیا اور شہنواز خاں و شیخ میر کے مرنے پر زیادہ افسوس
اور فرمایا کہ دونو کو حضرت خواجہ معین الدینؒ کے روضہ میں مدفون کریں۔

بادشاہ کا دہلی

مزار کی زیارت کر کے اور خدام کو روپیہ دیکر کوچ کیا اور تالاب انا ساگر کے کنارہ پر آرام تین روز مقام کا حکم دیا راجہ جے سنگھ کو ایک لاکھ روپیہ اور بہادر خاں کو تیس ہزار روپیہ عنایت کیا اور اُن کے ساتھ ایک جماعت کارزار دیدہ سپاہیوں کی دارا شکوہ کے دوبارہ تعاقب کرنے کے لئے مقرر کی اور خلعت دیکر رخصت کیا۔ راجہ جسونت سنگھ اپنی تقصیروں کے خجالت کے مارے بادشاہ کے روبرو نہیں آتا تھا۔ راجہ جے سنگھ کے کہنے سے بادشاہ نے از سر نو عاطفت نشان تسلی و خطا بخشی و صوبہ داری احمد آباد کا اور منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کی بحالی کا مع خلعت کے عطا کیا۔ شہنواز خان کی اہلیہ نور بیگم پر اور اس کے فرزندوں پر اس کی خدمات سابق پر نظر کر کے بہت سی عنایتیں کیں۔ امیر خاں برادر شیخ میر کا خلعت خاصی اُتروایا اور اضافہ نمایاں کیا۔ دارا شکوہ کے اموال میں سے سونچل اور اور کارخانہ جات ضبط سرکار ہوئے امرا بر اجمیر میں جس جماعت کو دارا شکوہ نے بادشاہ کی ہواخواہی کے گمان پر قید کیا تھا انکو رہائی ہوئی اور مورد عنایات ہوئے۔ تربیت خاں جو دارا شکوہ کے خوف کے مارے اجمیر سے بھاگ کر بادشاہ کے پاس چلا آیا باوجود اس تقصیر کے اس کو اجمیر کی صوبہ داری پھر مقرر کیا۔ ۴ رجب کو بادشاہ پیادہ پا خواجہ معین الدین کی درگاہ میں زیارت کے لئے گیا اور پھر اپنے دار الخلافہ کی طرف چلا۔ ان دنوں میں بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ شاہزادہ محمد سلطان جب سے شجاع کے قریب گیا تو وہ خوف کے مارے منگیر سے بھاگ کر جہانگیر کو چلا گیا اور معظم خاں نے مونگیر میں داخل ہو کر اس مژدہ کے شادیانے بجوانے کا حکم دیا۔ سلخ ماہ رجب ۱۰۶۹ھ کو بادشاہ دار الخلافہ میں داخل ہوا۔

بادشاہ کا جلوس ثانی اور سکہ و خطبہ و لقب کا مقرر ہونا

بادشاہ نے اپنے جلوس کا اصل جشن اس دن پر موقوف رکھا تھا کہ مخالفوں اور ملک کے بدخواہوں کی بیخکنی ہو جائے۔ ان ایام میں ۴ رمضان ۱۰۶۹ھ کو وہ دن آیا۔ جو فتح اول کی تاریخ اور جلوس کا سال دوم تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ہواخواہان دولت پر ابواب عیش و عشرت کھولیں اور دولت خانہ کے اطراف کے حجرے و در و دیوار دیوان عام سے باہر اور غسل خانہ کے

اندر اقسام فرش اور اقمشہ طلا باف و کلابتون دوز سے آراستہ پائیں اس قدر ولایت دا
کا رغبت صرف ہوا کہ بہت ملکوں کے تاجروں کو اس سے نفع ہوا اور رامشگران طناز ہزار
عشوہ و ناز کے ساتھ محفل آرا ہوئے اور انہوں نے اصول گوناگوں سے رقص و سرود کا ایک
ہنگامہ پرجوش و خروش گرم کیا۔ بادشاہ تخت مرصع پر بیٹھا منبر پر اسم ولقب ابوالمظفر محی الدین
اورنگ زیب بہادر عالمگیر غازی کا ذکر ہوا۔ عہد سابق میں روپیہ اشرفی کے ایک طرف کلمہ
اور خلفاء راشدین کے اسم سے مزین ہوتی تھی۔ ہر کس و ناکس کے ہاتھوں میں اور پاؤں تلے یہ
آتے تھے اور ناپاک مقاموں میں جاتے تھے۔ بادشاہ کے نزدیک یہ بے ادبی نامناسب تھی
اس لئے بادشاہ نے اس کو بدل کر اشرفی کے لئے یہ سکہ تجویز کیا ؎

سکہ زد در جہاں چو بدر منیر　　شاہ اورنگ زیب عالمگیر

اور روپیہ کے لئے یہ سکہ مقرر کیا ؎

از سکۂ اقبال شہ مہر نظیر　　سیم و درم ستارہ شد نقش پذیر
از سکۂ او غلغلہ در چرخ اوفتاد　　گردید زر از سکۂ او عالمگیر

چونکہ دونوں دفعہ تاریخ فتح روز یک شنبہ کو ہوئی تھی اس لئے ہر ہفتہ میں جشن کا روز یہ دن
ہوا۔ اس جشن میں جو کل انعام دیا گیا اسکی تفصیل طول امل ہے۔ اس لئے چند خاص اسامی
انعام لکھا جاتا ہے سوا اس روپیہ کے جو ارباب استحقاق کو دیا گیا پانچ لاکھ روپیہ بادشاہ بیگم
چار لاکھ روپیہ زیب النسا بیگم کو اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ بدر النسا بیگم کو اور ڈیڑھ لاکھ
زبدۃ النسا بیگم کو عطا فرمایا اور دو لاکھ روپیہ شاہزادہ محمد اعظم کو جو حاضر تھا دیا اور منصب دو ہزار
پنجہزار سوار اور اس کے لوازم اور بادشاہزادہ محمد سلطان کو جو شجاع کے تعاقب میں گیا تھا
تین لاکھ روپیہ مع جواہر اور فیل اور دو لاکھ روپیہ بادشاہزادہ محمد معظم کو اور ایک روپیہ شاہزادہ
کو دیا جو دکن میں تھا۔ امیر الامراء فاضل خاں خانسامان کو۔ اور سعد اللہ خاں کے پیش
اور راجہ رگناتھ کو خلعت و خطاب منصب اور جواہر عنایت ہوئے۔ بیس ہزار آدمیوں اور

شناسوں کو خلعت دیا اور اضافہ کیا۔ ڈھائی مہینہ تک جشن رہا۔ ہر شب کو روشنی رہتی آتشبازی
ہوتی۔ ان میں لوگ اپنی صنعتیں دکھاتے طرح طرح کے فانوس و چراغ بناتے اقسام کے گل بوٹے
بیل و طاق بندی نمایاں کرتے اور قلعہ کے نیچے دریا کے اوپر کشتیاں اقسام آرائش و روشنی سے
بھری ہوئی اور ان پر نقارہ بجتا ہوا تماشائیوں کو تماشہ دکھاتیں۔ ملا شاہ نے جو کشمیر کے مشہور
درویش نشینوں میں تھا اور داد و دہش کو اس کا مرید تھا اس نے یہ تاریخ جلوس نظم میں کہی جس میں تصوف
کا انداز ہے اور مرید کامل کی ابطال ارادت کی طرف اشارہ ہے ؎

صحن دل من چوں گل خورشید شگفت — کامد حق و غبار باطل را رفت
تاریخ جلوس شاہِ حق آگہ را — ظل الحق گفت الحق ایں راحق گفت

جلال الدین محمد اکبر شاہ کے عہد سے دفتر و جلوس کے سال و ماہ کے حساب کی بنا غرہ فروردی
پر رکھی گئی تھی۔ اس تاریخ میں آفتاب برج حمل میں داخل ہوتا ہے بہار کا موسم ہوتا ہے۔ اس
بادشاہ کے جلوس کی تاریخ بھی اس تاریخ کے قریب تھی تو اس نے سارا حساب فروردی سے
لے کر اسفندار کے مہینوں تک مقرر کیا تھا اور مہینے کا نام ماہ الٰہی رکھا تھا چونکہ یہ طریقہ آتش پرست
بادشاہوں اور مجوسیوں کے مشابہ تھا اس لئے بادشاہ نے شریعت کا پاس کر کے جلوس و جشن
اور دفتر کے حسابوں کے لئے سال و ماہ قمری عربی کا حساب مقرر کیا اور حکم دیا کہ سال شمسی پر عربی
سال و ماہ مقدم ہوں اور جشن نوروز بالکل موقوف ہو۔

سال و سال کا حساب برلن اور نوروز کے جشن کا موقوف ہونا

سب جانتے ہیں کہ قمری سال و ماہ کے حساب رکھنے سے پہلے حسابوں میں کیا کیا
دقتیں پیش آتی ہیں۔ فصول اربعہ گرما و زمستان و برشگال ہندوستان و فصل خریف و ربیع
اور غلہ و میوہ کا پختہ ہونا تنخواہ جاگیر و نقدی منصب داران یہ سب سال و ماہ شمسی سے دریافت
ہو سکتے ہیں اور ماہ عربی سے ان کا دریافت ہونا محال ہے۔ ہمیشہ موسموں میں قمری ماہ بدلتے
رہتے ہیں لیکن اس دیندار بادشاہ نے کچھ حساب کی آسانی پر خیال نہیں کیا۔ فقط آتش
پرستوں اور مجوسیوں کی مشابہت کے سبب سے نوروز کے جشن کو موقوف کیا اور جلوس ثانی

کی تاریخ غرہ رمضان مقرر کیے کہ اس نے جلوس کا نیا سال مقرر کیا اور جشن نوروز کی جگہ جشن
عید الفطر مقرر کیا اس طرح جلوس کے سال مقرر کرنے سے اس کی سلطنت کے سال بسال
کی تاریخ میں ایک وقت پیدا ہوئی اس کی سلطنت کا سال اول غرہ جمادی الاولیٰ ۱۰۶۸ھ سے
غرہ رمضان ۱۰۶۹ھ تک شمار ہوتا ہے وہ اول تاریخ میں دولت آباد سے چلا تھا اور رمضان
اس کا جلوس دوم ہوا تھا۔ ایک سال چار ماہ و چوبیس روز کو سال اول میں شمار کرلو
جلوس کے سالوں کا حساب غرہ رمضان سے شروع کرو اگرچہ اس پر اہلکاروں نے حساب
وقت کا اعتراض کیا اور کہا کہ فروردی میں بہار کا موسم ہوتا ہے اور رمضان میں موسم
رہتا ہے جشن کی بہار موسم بہار میں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر بادشاہ نے اُن کے کہنے پر
نہ لگایا۔

دارا شکوہ کا احوال پُر ملال یہ ہے کہ درۂ کوہ اجمیر میں شکست پانے کے بعد (جس کا حال
پہلے لکھا گیا ہے) دارا شکوہ نے اپنے بیٹے سپہر شکوہ و بیوی و بیٹی اور کچھ جواہر و اشرفی
اسامی خدمۂ محل کو اپنے ساتھ لیا اور احمد آباد کی راہ لی اور بارہ ہاتھیوں پر باقی خزانہ و اسباب
سرانجام ضروری لادا اور کچھ خادمہ عورتوں کو سوار کیا اور ان کو کچھ پرانے کچھ نئے نوکروں کو
کیا چند معتمد خواجہ سرا ان کے ناظر و رفیق مقرر کیے کہ وہ جلد پیچھے اس اسباب کو لائیں وہ
پانچ کوس راہ چلے ہونگے کہ سب نوکروں نے اس مال پر بیداد اور غارت کا ہاتھ دراز کیا
خوب دست و گریبان ہوئے اور جس کے ہاتھ جو چیز پڑی وہ لے اُڑا ہاتھیوں کے اوپر سے
کے بار اُتار لئے عورتوں کو اونٹوں کے کجاوے سے اُتارا اور ان کا سارا زیور چھینا اور
ہاتھیوں پر بٹھایا اور صحرا میں آوارہ کیا اور ہاتھیوں سے اُتارا ہوا مال اُن اونٹوں پر لا
پیشتر بار اور شتر سبک رفتار نقد و جنس سے بھرے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔
یہ مال راجپوتوں کے ہاتھ لگا وہ اجمیر کی نواحی کے رہنے والے تھے خواجہ سرا لیٹروں کو منع
کر سکے بادشاہ کے لشکر کے خوف مارے عورتوں کی ہاتھیوں کی سواریوں کو دارا شکوہ کے

دارا شکوہ کا باقی احوال

ے جانے کو اپنی آبرو کا اور آقا کی ناموس کا سرمایہ سمجھے اس اندھیری رات میں بڑی ہراس کے
ساتھ دارا شکوہ کے پیچھے دشت پیما ہوئے متصل راہ چل کر ایک رات دن کے بعد دارا شکوہ
سے جا ملے اور دارا شکوہ وادی سرگردانی میں سرگشتہ ہو کر کمال حیران و پریشان و بے سر و سامان
دشت و صحرا میں آوارہ آٹھ روز کے بعد نواحی احمد آباد میں آیا۔ احمد آباد کے متصدیوں کو عالمگیر
کی فتح اور دارا شکوہ کی شکست و فرار کی خبر ہو گئی تھی احمد آباد میں سید احمد بخاری کو دارا شکوہ
نے اپنا نائب مقرر کیا تھا اُس نے اور متصدیوں کے ساتھ رفاقت نہیں کی تو اور متصدیوں نے
سعادت بینی سے متفق ہو کر یہ شہرت دی کہ سید احمد کے گھر مشورت کرنے جاتے ہیں اس بہانے
سے انہوں نے اُس کے گھر پر جا کر اسکو مقید کر لیا اور ایسا اتفاق بے نفاق کیا کہ شہر کا سارا بندوبست
کر لیا اور عالمگیر کی سلطنت کا نقارہ بلند آوازہ کیا اور دارا شکوہ کو شہر میں نہ داخل ہونے دیا۔
اس کی ممانعت اور مدافعت کے لئے در پے ہوئے۔ جب دارا شکوہ نے دیکھا کہ برگشتگی ایام
سب جگہ میرے استقبال کے لئے پیش قدمی کرتی ہے تو اُس نے شہر کی طمع نہیں کی وہ احمد آباد
سے دو کروہ پر پرگنہ کری میں گیا اور کاجی کولی سے ملا جو اس ضلع میں سرکشوں اور رہ زنوں
میں بڑا مشہور تھا اس سے اعانت کی استدعا کی ؎

آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج
احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

اپنی دارا شکوہ کا رفیق بنا اور گجرات کی سرحد سے اس کو نکال کر ملک کچھ میں پہنچا دیا۔ اس ضمن میں
گل محمد جو دارا شکوہ کا نوکر تھا اور اس کی طرف سے سورت اور بھروچ میں حاکم تھا پچاس سوار اور
دو سو پیادے لیکر اس پاس آیا دارا شکوہ پہلی دفعہ جو احمد آباد میں آیا تھا اُس کی بڑی ضیافت
اور خدمت گاری کی تھی اور اپنے بہبود کار کے لئے اپنی بیٹی کو سپہر شکوہ سے بیاہنے کے لئے
پیش کیا تھا دارا شکوہ اس پاس پھر مدد اور رفاقت کی اُمید میں آیا تھا اس مصیبت کے سفر میں
اصلا اُس کے احوال پر ملال پر وہ متوجہ نہ ہوا بلکہ محض ناآشنا بن کر کمال بے روئی سے پیش

آیا ملاقات تک نہ کی ؎

بوقتے کہ دولت ورا یار بود ۔ زرہ پیش تیرش سپرے نمود
بوقتے کہ بختش نہ شد دستگیر ۔ نہ کردہ خدنگش گذر از حریر

دو تین روز تک داراشکوہ نے اس زمیندار کے مستمال کرنے میں بیہودہ کوشش کی مگر آخر کار جل بھن کر بھاگر کی راہ لی جب سندھ کے کنارہ پر پہنچا فیروز موانی داراشکوہ کی بداقبالی دنوں میں بھی آج کے دن تک رفیق تھا اس کو برگشتہ بخت دیکھکر فرار اختیار کیا اور کو چلا گیا۔ جب داراشکوہ جادیون (جادخان کا خاندان) کی ولایت میں آیا تو اس دیار کے نشین اس کے سدراہ ہوئے اور اس کے دستگیر کرنے پر تیار ہوئے۔ سپاہ کچھ ساتھ تھی اور کوشش سے اُن کے ہاتھ سے نجات پائی۔ بنگشوں کی ولایت میں گیا مرزا انجشی نے جو اس کا سردار تھا استقبال کیا اور اُس کو اعزاز کے ساتھ اپنے گھر لے گیا اور ضیافت کی۔ ایر جانے کے رہنمونی کر کے درخواست کی کہ میں آپکے ساتھ بدرقہ راہ تیار کر دونگا۔ آپ سے قندھار کہ بارہ منزل ہے تشریف لے جائیں اس باب میں اُس نے بہت مبالغہ کیا ترغیب دی لیکن داراشکوہ کو تو یہ لو لگی ہوئی تھی کہ جلدی سے تخت و تاج کو حاصل ملک و مال پر متصرف ہوں اس لئے مرزا انجشی کی بات کو نہ مانا اب اُس نے ملک جیون وھاندر کے تعلقہ میں جانے کا ارادہ کیا وہ داراشکوہ کا مرہونِ احسان تھا اور بندگی اخلاص خاص کا ادعا کرتا تھا اور نامہ پیام بھیجتا رہتا تھا ؎

صید راچوں اجل آید سوے صیاد رود

اس زمیندار کے وطن کی حد میں پہنچا تو ملک جیون بمثل کہ اجل کی طرح استقبال کو گیا میزبانِ مہمان کش حق ناشناس نے اس کو اپنے گھر میں اُتارا اور مہمانداری میں مکر بستہ یہ اتفاقات سے ہے کہ ان ہی دو تین روز میں داراشکوہ کی زوجہ نادرہ بیگم دختر پرو جو مرض اسہال میں مبتلا تھی۔ ان میاں بیوی میں کمال محبت تھی۔ خاوند کی مصیبت

غم و رنج میں گھل گھل کر وہ مری تھی خاوند کو غم پر غم اور الم پر الم ہوا۔ بیوی نے وصیت کی تھی کہ میری نعش ہندوستان کو بھیجنا اس لئے دارا شکوہ نے اس کو لاہور میں اپنے مرشد میاں میر کے مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے بھیجا غلطی یہ کی کہ محمل محمد کو جو اس بیکسی میں رفیق شفیق ایک سپاہی کار آمد با اخلاص تھا اور جدا ہونے پر راضی نہیں ہوتا تھا۔ ستر آدمیوں کے ہمراہ تابوت کے ساتھ بھیجا اور خواجہ معقول کو بھی جس کی رفاقت اس حال میں غنیمت تھی لاہور روانہ کیا۔ خود چند خدمتگاروں اور ناکارہ خواجہ سراؤں کے ساتھ رہ گیا۔ ماتم کے بعد یہ مصلحت جانا کہ صبح کو ملک جیون کو بدرقہ راہ بنا کے اور اپنے نقد و جنس کو ساتھ لیکر ایران کے ارادہ سے قندھار کو مرحلہ پیما ہو۔

ملک جیون بحسب ظاہر ایران تک رفاقت کرنیکے لئے مستعد ہوا تھا لیکن اُس نے اپنی ترقی احوال کے لئے حق نمک و احسان کا کچھ خیال نہیں کیا اس کے دستگیری کی فکر و تدبیر میں ہوا۔ مہمان کی رفاقت میں چند کوس چلا پھر اپنے بھائی کو طرار راہ زن جماعت کے ساتھ دارا شکوہ کی خدمت میں چھوڑا اور خود یہ عذر بنا کے چلتا بنا کہ ایران کے سفر ضروری کا سرانجام کر کے دو تین منزل پر ملجاؤنگا۔ اس کے بھائی نے اپنی ہمراہ کی فوج لی اور بے خبر دارا شکوہ کے سر پر جا چڑھا اور اُس کو ہاتھ پاؤں ہلانے کی فرصت نہ دی کہ دستگیر کر لیا اُس کو اور سپہر شکوہ اور اُس کے ہمراہیوں کو اس بھلے مانس میزبان پاس لائے۔ اور ایک مقرری مکان میں ان کو محفوظ رکھا۔ اجمیر میں مرزا راجہ جے سنگھ و بہادر خاں کو کہ دارا شکوہ کے تعاقب کے لئے مامور ہوئے تھے ان کو ملک جیون نے اپنی اس نیکو خدمتی کی اطلاع دی اور باقرخاں فوجدار بھکر کو بھی ایک اپنے حسن عمل کا خط لکھا اور ایک قاصد باد پا کے ہاتھ اس پاس بھیجا۔ باقرخاں نے اُسی وقت حضور میں اپنی عرضداشت کے ساتھ ملک جیون کا خط شتر سوار کے ہاتھ بھیجا۔ جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اپنے محرموں کو اطلاع دی اور خبر نہانی پہنچنے تک اس کے اخفا میں کوشش کی۔ عالمگیر ایسا گنبھیر تھا کہ اس خبر سے نہ چہرہ

پر نہ زبان پر کسی خوشی کا اظہار کیا اور نہ شادیانہ بجوایا پھر بہادر خاں کی عرضداشت آئی کہ جس
میں اُس نے ملک جیون کی سعی سے دارا شکوہ کے دستگیر ہونے کی مبارکباد دی اور لکھا کہ
دارا شکوہ کو ساتھ لیکر آتا ہوں۔ جب یہ عرضداشت بادشاہ کی نظر سے گذری تو اُس نے اور خو
ماہ شوال میں شادیانہ بجانے کے لئے اشارہ کیا۔ سب کو اس نوید کی اطلاع ہوئی اور اپنے
جشن جلوس کے ایام عید الضحیٰ تک بڑھائے جب یہ خبر منتشر ہوئی تو ملک جیون کو ایک عالم نے
گالیاں دینی شروع کیں۔ ملک جیون کے لئے بادشاہی خلعت اور فرمان منصب ہزاری دو صد
سوار کا بہادر خاں پاس بھیجا۔ بہادر خاں وسط ماہ ذی الحجہ میں دارا شکوہ اور سپہر شکوہ کو حضور
میں لایا حکم ہوا کہ پدر و پسر کو اسی طرح مسلسل کھلی حوضہ فیل پر بٹھا کر دار الخلافہ کے لاہوری دروازہ
سے داخل کریں اور ساری خلق کے روبرو چاندنی چوک اور بازار سعد اللہ خاں اور ارک میں تشہیر
کر کے پرانی دلی میں خضر آباد میں لے جائیں اور عمارت خواص پورہ میں مقید کریں۔ بہادر خاں
نے یہاں ان کو پہنچایا اور حضور کی ملازمت میں آیا اور مورد عنایت بے پایاں ہوا ملک جیون
کو بختیار خاں کا خطاب ملا تھا دوسرے روز جب شہر میں وہ داخل ہوا اور بازاروں میں گذرا
تو اوباش آدمی اور دارا شکوہ کے ہوا خواہ ہر کوچہ و بازار کے اہل فرقہ و پیشہ اور ہر قوم کے
تماشائی ایک دوسرے کی تقلید کر کے جمع ہوئے۔ بختیار خاں اور اس کے ہمراہیوں کو گالیاں
دیتے تھے۔ اینٹ پتھر اور کوڑا کرکٹ نجاست آلود ایسے اس پر پھینکے کہ کئی آدمی مجروح ہو کر گر
ہوئے اور بہت زخمی ہوئے۔ بختیار خاں سر پر سپر لگا کے اس بلا سے بچکر بادشاہ کی
خدمت میں آیا۔ کہتے ہیں کہ اُس دن اگر کوتوال شہر اپنے آدمیوں کے ساتھ شہر کے آشوب
رفع کرنے میں کوشش نہ کرتا تو شہر میں بڑا بلوہ ہوتا اور ملک جیون کے ہمراہیوں میں ایک
جان سلامت نہ لیجاتا۔ افغانوں کے سر پر کوٹھوں سے عورتوں نے اس قدر خاک دھول
بول و نجاست سے بھرے ہوئے کلھڑے پھینکے کہ تماشائیوں کو اذیت ہوئی۔ دوسرے
کوتوال نے تحقیق کیا کہ اس فساد کا بانی ہیبت نام احدی تھا اس نے اس جرأت میں

کی تھی وہ سارے شہر کا مادۂ فساد اور آشوب تھا علمار زمان کے فتوی سے اول ہیبت کو قتل کیا
دوسرے روز کہ آخر ذی الحجہ تھا حکم دیا کہ دارا شکوہ نے دائرہ شرع سے قدم باہر رکھا تھا تصوف
کو بدنام کیا تھا الحاد و کفر پر نوبت پہنچائی تھی اس لئے اس کو ذبح کر کے اس کی نعش کو حوض فیل
پر ڈال کر دوبارہ چوکوں کے بازاروں کے راستوں میں لے جائیں۔ سارے تماشائی اس کے
حال و مآل کار پر گریاں تھے پھر اس کو مقبرہ ہمایوں میں مدفون کیا اور سپہر شکوہ کے لئے بادشاہ
نے حکم دیا کہ قلعہ گوالیار بھیجا جائے اور وہاں مقید رہے۔ اصل حال تو یہ ہے جو لکھا گیا۔ اب آگے
یہ جھوٹی کہانیاں بنائی گئی ہیں کہ اب دارا شکوہ نے اس عالم میں بادشاہ بھائی کو خط لکھا
جس کا ترجمہ یہ ہے کہ برادر من بادشاہ من سلامت۔ سلطنت تمہیں اور تمہاری اولاد کو مبارک ہو
مجھے اس کی ہوس نہیں رہی فقط ایک گوشۂ عافیت اور ایک لونڈی خدمتگاری کے لئے
چاہتا ہوں کہ کچھ کھا پی لیا کروں اور تمہارے لئے دعا کیا کروں۔ اس عجز نامہ کا کیا خوبصورت
جواب بھائی نے دیا ہے کہ علما کو بلایا اُن کے روبرو اس کی چند کتابیں پیش کیں جو مقامات
صوفیہ اور تحقیقات کلمات محققین ہنود کے باب میں تصنیف و تالیف کی تھیں اور پوچھا کہ جس مسلمان
کا یہ اعتقاد ہو اس کے لئے شرع کیا حکم دیتی ہے۔ علمار نے کہا کہ ان کتابوں کے مضامین شرع
کے خلاف ہیں جس مسلمان کا یہ اعتقاد ہو وہ ملحد ہے اور اس کا قتل واجب ہے یہ حجت شرعی
قائم کر کے ؎ اگر خوں بفتوئی بریزی رواست۔ بظاہر نہایت افسردگی سے قتل کا فتوی
جاری کیا۔ معلوم ہوا کہ مظلوم کا قتل کرنا کوئی قبول نہیں کریگا اس لئے ایک سنگدل کو جو
دارا شکوہ سے ذاتی دشمنی رکھتا تھا انتخاب کیا اور اس کے ساتھ چند ظالموں کو قید خانہ میں بھیجا
دونوں باپ بیٹے اس قید خانے میں مسور کی دال پکا رہے تھے وہ اکثر اسی دال کو زہر کے
اندیشہ سے کھایا کرتے تھے جس وقت یہ قاتل سامنے آئے دارا شکوہ نے جان لیا کہ اجل کے
فرشتے آن پہنچے۔ اس وقت میں بھی خون تیموری نے اپنا رنگ دکھایا کہ ایک چھوٹی سی
چھری لیکر وہ دشمنوں کے مقابلہ میں آیا۔ جب تک بہت سے ظالم اس پر آنکر نہ ٹوٹ پڑے

وہ نہ گرا آخر زخموں سے چور ہو کر مارا گیا۔ پھر اس مردہ کی زندہ کی طرح کوچہ و بازار میں تشہیر ہوئی
اس کا سر خون سے پاک صاف ہو کر طشت میں بادشاہ کے روبرو رکھا گیا جب چھوٹے بھائی
نے پہچان لیا کہ بڑے بھائی کا سر ہے تو زار زار رونے لگا اور بہت رنج اور کلے کہکر فرمایا کہ
کہ ہمایوں کے مقبرہ میں اسے دفن کریں۔ اس چھوٹی کہانی کا بڑا حصہ ڈاکٹر برنیر صاحب کے
سیاحت نامہ سے انگریزی کتابوں میں لکھا جاتا ہے۔ وہی ہتیار لگا کے دو چار خدمتگاروں کے
ساتھ چاندنی چوک میں دارا شکوہ کا تماشائی بنا تھا۔ دوسرے سال ہر طرف خصوصاً شمال و مشرق
میں لشکر کشی ہو رہی تھی اور بعض جا بارش کی کمی ہوئی تھی اس لئے غلہ مہنگا ہو گیا تھا اور
ملک کے احوال میں اختلال آ گیا تھا۔ بادشاہ نے خلق اللہ کی رفاہیت حال پر نظر کی اور شکست
احوال رعایا پر رحم فرما کر راہداری کی معافی کا حکم جاری کیا یہ راہداری ہر سہ گذر و سرحد معتبر پر
لی جاتی تھی اور اس آمدنی کا بہت روپیہ حاصل کا خزانہ میں داخل ہوتا تھا۔ پانذری (جسکو
تہ بازاری کہتے ہیں) جو ہر ایک سال و ماہ میں تمام ممالک محروسہ میں ان زمینوں اور مکانوں
کے کرایہ میں لی جاتی تھی۔ جن میں صنعت گر اور کاسب قصاب و کلال و سبزی فروش سے
لیکر بزاز و جوہری و صراف تک بیٹھتے تھے۔ سررشتہ اور بازار کی ہر گل زمین پر دکان
خرید و فروخت کرتے تھے اور سرکار میں بدستور معمول کچھ دیتے تھے اور یہ آمدنی لاکھوں
سے زیادہ خزانہ شاہی میں داخل ہوتی تھی اور ابواب مشروع و نامشروع مثل سرشماری
برشماری و برگدی و چرائی بنجارہ اور حاصل ایام بازار عرس و جاترہ ہنود (ہنود اپنے معبد
میں دور و نزدیک کے پرگنوں سے ہر سال ایک بار کتنے ایک لاکھ فراہم ہو کر اجناس
خرید و فروخت کرتے تھے) مسکرات و قمار خانہ و خرابات خانہ و جرمانہ و شکرانہ اور چوتھائی حصہ
وجہ ادار قرض کا جو حکام کی اعانت سے قرض خواہوں کو وصول ہوتا وغیرہ وغیرہ قریب
اسی ابواب کے جنکی آمدنی کا کروڑوں روپیہ خزانہ سرکار میں داخل ہوتا تھا ان سب کو
ہندوستان سے معاف کرایا اور سوا اس کے عشور جنس غلہ کہ پچیس لاکھ روپیہ از روے

کل ممالک محروسہ میں غلہ اور اجناس کے باج کا بخشنا اور حاصل راہداری کا موقوف کرنا

خمر دیوانی کے محصول شرعی ہوتا تھا گرانی غلہ کے سبب سے معاف کیا۔ اور اس حکم کے اجرائے کے
لئے جابجا صوبجات میں احکام گرزبرداروں اور احدیوں کے ہاتھ روانہ فرمائے مگر نفس الامر
یہ ہے کہ اگرچہ بادشاہ رعیت پرور نے ابواب مذکور کے معافی کا حکم جاری کردیا اور یہ احکام بہ تہدید
صادر کئے لیکن ان کی تعمیل سب جگہ پوری نہ ہوئی۔ پانڈری کا محصول زیادہ تر مشہور پائے تخت
حکم نشین شہروں (اکبرآباد۔ دہلی۔ لاہور۔ برہان پور) میں لیا جاتا تھا وہاں تو اس حکم کی پوری
تعمیل ہوئی۔ باقی ابواب کی ہرچند ممانعت بادشاہ نے کی لیکن دور دست فوجداروں اور
جاگیرداروں نے دو سبب سے اس مال ستانی سے اپنا ہاتھ نہیں روکا اول عالمگیر کے عہد میں
تمام ممالک محروسہ میں جاگیرداروں اور فوجداروں اور زمینداران جاگیر کے دل میں سیاست کا
ترس اور واہمہ نہیں رہا تھا دوم ابواب مذکورہ جو ممنوع ہوئے تھے وہ چاہئے تھا کہ سررشتہ
دیوانی سے ارباب طلب کی تنخواہ کے وقت عمل حشو و منہائی پروانہ جاگیر تنخواہ میں ہوتا وہ کیا تو
بادشاہ کی مرضی کے خلاف کیا تغافل و عدم غور کے سبب سے یا اہل دیوان کی کفایت اندیشی
کی وجہ سے عمل میں نہیں آیا۔ جاگیرداران عمدہ اس حجت کے سبب سے کہ ان ابواب کے دام پروانہ
تنخواہ میں درج ہوئے ہیں زیادہ طلبی کی طمع کرتے اور ظلم کا اور اضافہ کرتے۔ راہداری اور ابواب
مذکورہ میں بہت سے بدستور سابق بلکہ مزید برآں ظلم و تعدی سے وہ لیتے تھے۔ اگر از روے
سوانح و وقائع بعضے پرگنات کا حال بادشاہ سے معروض ہوتا حکام کے منصب میں کمی ہوتی
گرزبرداران کے تعین سے اُن پر عتاب ہوتا اور گرزبردار مبلغ لیکر چند روز اس کے اخذ کو
ممنوع کرکے آتے مگر بعد انقضاء ایام معدودہ مربی کے وسیلہ سے یا وکلاء کے باتیں بنانے
سے منصب بحال ہوجاتے اس لئے زیادہ تر ابواب معافی کا بندوبست عمل میں نہیں آیا خصوصاً
تر راہداری میں یہ محصول جس کی آمدنی بڑی ہوتی ہے۔ حق آگاہ خدا ترسوں کے نزدیک
سب سے زیادہ ممنوع ہے اور مسافر آزاری کا بڑا مادۂ فساد ہے ہندوستان کے اکثر ممالک محروسہ
میں بیوپاریوں سے اور بے بضاعت مسافروں اور محتاج رہ نوردوں سے فوجدار اور جاگیردار

سابق سے زیادہ محصول راہداری ظلم و سختی سے لیتے تھے اور اب بھی لیتے ہیں۔ زمینداروں نے
عدم بازپرس کے مشاہدہ کے سبب سے اپنے تعلقوں میں حکام بادشاہی کے تعلقوں کی راہوں سے
زیادہ محصول راہداری لینا شروع کیا رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو جنس و مال ارزاں و
بنادر سے خریدا جاتا مکان مقصود تک پہنچنے تک اتنا روپیہ خرچ راہداری کے خرچ میں صرف
ہوجاتا کہ مال کی قیمت دوچند ہوجاتی۔ یہ حال خافی خاں نے لکھا ہے کہ وہ دکن میں تھا۔
مرہٹوں کی لوٹ مار سے دکن میں یہی حال دیکھتا ہوگا جو اس نے لکھا ہے مگر عالمگیر نامہ میں
لکھا ہے کہ اس راہداری کے محصول کے موقوف ہونے سے نمک ارزاں ہوگیا۔ اور قحط سالی
میں بہت آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ غلہ جاکر سستا بکنے لگا کال کا اندیشہ بہت کم ہوگیا۔

شہنشاہ اسلام پرور تھا اس نے اپنی رائے سے ایک عالم ملا عوض وجیہ کو محتسب مقرر کیا
وہ تدین و مسلمانوں کی مسئلہ دانی میں مشہور تھا۔ اس کو حکم تھا کہ وہ خلق کو منہیات و محرمات
خصوصاً شرب خمر اور بنگ بوزہ اور تمام مسکرات سے اور فواحش و زانیات کی مباشرت سے منع
کرے حتی المقدور بڑے کاموں سے خلق کو روکے۔ ملا عوض پندرہ ہزار روپیہ سالانہ پاتا
تھا اب اس کو منصب ہزاری صد سوار مرحمت ہوا۔ منصب داروں اور احدیوں کی ایک جمعیت
اس کی دستیاری اور معاونت کے لئے مقرر ہوئی کہ اگر بعض بے باک خود سر ملا کے کہنے
نہ مانیں تو وہ اس کی رفاقت کرکے ان کی تنبیہ و تاکید کریں۔

منع شراب و منہیات و مسکرات

اکبرآباد کے قلعہ کے گرد حصار کا بنانا

ہم نے بہت جگہ لفظ شیر حاجی لکھا ہے مگر اس کے معنی نہیں بیان کئے۔ کسی زمانہ میں اس
قلعہ کی فصیل کو شیر حاجی کہتے تھے اکبرآباد کا قلعہ جو شہنشاہ اکبر نے بنایا تھا اس کے گرد عالمگیر
حصار شیر حاجی بنوایا یعنی قلعہ کی چار دیواری کے گرد ایک فصیل بنوائی ایک پہلی فصیل سنگ
کی تھی اب اس کے گرد دوسری فصیل پہلی طرح سنگ سرخ فتحپوری کی بنوائی۔ سال دوم جلوس
میں ۱۵ ذیقعدہ کو اس کی بنیاد رکھی گئی۔ دریا کی جانب پستی بہت تھی اس لئے دیوار کا
بارہ ذراع اور دیوار قلعہ سے اس کا فصل ساٹھ ذراع رکھا گیا اور عرض دیوار پانچ ذراع

قلعہ شاہجہان آباد میں دارالخلافہ کے پاس ایک مسجد (موتی مسجد) کا بنانا

جو جانب میں زمین مرتفع تھی۔ ارتفاع دیوار سات ذراع اور دیوار قلعہ سے فصل سات ذراع اور عرض دیوار چار ذراع رکھا گیا اور خندق شہر جاجی سے باہر مقرر ہوئی اور اس کے پانچ دروازے رکھے گئے تین دروازے تو قلعہ کے دروازوں ہتھ پول و خضری و اکبری کے روبرو اور ایک دروازہ دائیں دروازہ کے سامنے جو شاہ برج کی جانب ہے اور ایک دروازہ دروازہ خرد کے محاذ میں جھروکہ کے نیچے۔ کنگرہ و سنگ انداز بدستور قلعہ کے یہ فصیل تین سال میں تیار ہوئی

عالمگیر اپنی دینداری کے سبب سے یہ چاہتا تھا کہ پانچوں وقت مسجد میں فرض و سنت و نفل ادا کرے اس لئے اس نے آرامگاہ کے قریب ایک مسجد بنوائی جس کے سبب بغیر سواری اور طول مسافت کے مسجد میں پانچوں وقت پروردگار کی عبادت کیا کرے۔ اس مسجد کے لئے غسل خانہ کی سمت شمالی اور باغ حیات بخش کے درمیان زمین تجویز ہوئی اور اس میں سنگ مرمر کی مسجد بنائی گئی اس کے دو ایوان تھے جو طول میں متصل تھے اور سقف ہر ایک کی بہ شکل بنگلہ اور دائیں بائیں طرف دو گنبد اس طرح پر کہ ایوان عقب میں کہ محراب کی جگہ ہے گنبد باہر سے نمودار نہ ہو اور آگے کے ایوان میں تین گنبد عالی نمایاں ہوں ایک بنگلہ کے اوپر اور دونوں بازوؤں کے اوپر عمارت کا طول ۱۵ ذراع اور عرض نو ذراع سوائے اساس کے اور اس کے طول کا صحن پندرہ ذراع اور عرض بارہ ذراع اٹھارہ تسو اور کرسی کی زمین کا ارتفاع صحن سے ڈیڑھ ذراع اور سمت شمالی میں ایک مختصر ایوان جس کا طول پانچ ذراع اور عرض ساڑھے تین ذراع ایک در اس کا ایوان مسجد کی جانب اور نو منظر اس کے باغ حیات بخش کی جانب میں شرقی و تین غربی و تین شمالی۔ وسط ایوان میں ایک چھوٹا حوض جس میں پانی جوش کرے اور صحن مسجد میں تین دروازے باغ کی جانب کھلتے ہوئے۔ اس کے گنبدوں کی پوشش تانبے سے کی گئی اور اس پر سونے کا ملمع کیا گیا۔ یہ مسجد پانچ سال میں ایک لاکھ سات ہزار روپے میں تیار ہوئی۔

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ سنہ ۱ جلوس ماہ ربیع الثانی میں شاہزادہ محمد سلطان اور معظم خاں

شجاع کا حال سوا لیے مہینے کا بنارس سے بھاگنے سے رخصت تک بھاگنے میں

الہ آباد سے مرزا شجاع کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے اب ہم اس مہینے سے آگے سوا لیے
کا حال جو اس شہزادہ سے متعلق ہے لکھتے ہیں۔ شجاع الہ آباد سے بھاگ کر بنارس میں آیا اُس
یہ ارادہ کیا کہ بہادر پور میں جو بنارس سے ڈھائی کوس پر گنگا کے کنارہ پر تھا۔ ایک حصار بنا
اور مورچال لگا کے یہاں چند روز قیام کرے اور جہاں تک ہو سکے دشمن کی مدافعت کر
اور جب کچھ بری بنے تو نوارہ میں بیٹھکر بھاگ جائے۔ بہادر پور وہ زمین ہے جہاں اُس
شاہجہان کی بیماری کے دنوں میں سلیمان شکوہ سے شکست پائی تھی اور بھاگا تھا اور
سے قصور معاف کرایا تھا یہ سارا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ اب یہاں اُس نے ایک دیوار
اور مورچال لگائے اور الہ آباد سے آنے کے وقت اُس نے قلعہ چنار گڈھ پر تصرف کیا تھا
سے سات بڑی توپیں منگالیں اور مورچالوں میں نصب کیں اور آدمیوں کو بھیجا کہ وہاں
اور توپیں لے آئیں جب اُسکو یہ خبر معلوم ہوئی کہ شاہزادہ محمد سلطان اور معظم خان دو منزل پر
پہنچے ہیں تو اس کی غرمیت میں تزلزل ہوا اور بہادر پور میں توقف کرنا مصلحت نہ جانا
میں بھاگ کر گیا اور ۲۷ جمادی الاول کو اس شہر سے باہر آیا۔ ذوالفقار قراقا قلوگوشہ نشین
اس کی بیٹی سے زبردستی کر کے اپنے بیٹے زین الدین کا نکاح کیا اور اس کے بعد آگے گیا
۲۸ جمادی الآخرہ کو مونگیر میں داخل ہوا اس شہر کے ایک طرف پہاڑی اور دوسری طرف
گنگ ہے اور افغانوں نے اپنے زمان حکومت میں اس شہر کے استحکام کے واسطے ایک فصیل
بنائی جو ایک طرف پہاڑ سے اور دوسری طرف گنگا سے ملتی ہے۔ یہ فصیل طول میں سوا کر
جریبی تھی اس کے گرد خندق کھدی ہوئی تھی۔ شجاع نے احتیاطاً سال گزشتہ سے
وقت تک اُس دیوار کی مرمت کی ہر تیس گز پر ایک برج بنایا اور اُس کی خندق کو ایسا گ
کہ پانی نکل آیا۔ غرض اس فصیل کے آسرے پر یہاں ٹھیرنے کا اور دشمن کی مدافعت کا
کیا اس ہوس خام میں اُس نے اپنے آدمیوں کو مورچال تقسیم کئے۔ اور ان کو آلات
سے جو اس کے نوارہ میں تھے مستحکم کیا بہرور زمیندار کھرک پور اپنی کسی مصلحت کے سبب

شجاع سے بظاہر متفق تھا۔ شجاع نے دامن کوہ کی حفاظت اُس کو سپرد کر رکھی تھی جس میں سے ایک
شوار گذار اکبر نگر کو جاتی تھی۔ راجہ کی ہوا خواہی و موافقت سے مرزا کی بڑی خاطر جمع تھی جب
شہزادہ محمد سلطان و معظم خاں شجاع کا تعاقب کرتے ہوئے اواسط جمادی الآخرہ میں منگیر کی حدود
سے قریب ہوئے اور مصلحت سنجی اور حسن تدبیر سے مونگیر کی تسخیر کا ارادہ کیا اور محاصرہ کیا اور محاصرہ
طول ہوا تو کوہستان کی راہ سے جانے کا ارادہ کیا اور راجہ بیرونز کو بتلایا کہ تمہارے حال
پر اگر عبودیت و دولت خواہی کروگے تو الطاف و مراحم خسروانہ اور مخالفت کروگے تو قہرشاہانہ
ہوگا یہ پیغام دیکر اُس کو شہزادہ کی خدمت میں بُلایا راجہ بندگی اور خدمت گذاری پر تیار ہوگیا۔
کوہستان کی راہ کا افواج شاہی کا رہبر بنا اس کی رہنمونی سے لشکر شاہی نے مونگیر کے پہاڑ
کی جانب چپ کو چھوڑدیا دامن کوہ کھڑک پور کی راہ سے روانہ ہوئے جہاں جنگل و بیشہ ہے کہ
شجاع کے عقب میں آنکر اس پر کام کو تنگ کریں شجاع کو جب اس تدبیر پر اطلاع ہوئی تو وہ
سمجھا کہ اگر میں مونگیر میں توقف کرونگا تو لشکر شاہی پیچھے سے آنکر راہ فرار کو مسدود کردیگا پھر بنگالہ
پہنچنا مشکل ہوگا جو اس کے اہل و عیال کا مقر اور حکومت و ایالت کا مستقر ہے اور اس لئے انہ
مذکور کو مونگیر سے وہ آگے چلا گیا۔ لشکر شاہی اس خبر کو سُنکر پیادہ پورے جو مونگیر سے بیس کروہ
پر اکبر پور کی سمت میں ہے۔ سیدھی راہ چلا اور مونگیر میں معظم خاں آگیا کہ اُس کا بندوبست کرے
شہزادہ محمد سلطان نے خان مذکور کے آنے تک یہیں قیام کیا شجاع موضع رانگا ماٹی میں آیا
جو مونگیر سے ۲۳ کروہ اور اکبر نگر سے پندرہ کوس تھی۔ اس کی ساری وضع مونگیر کی سی تھی کہ
ایک طرف پہاڑ تھا اور دوسری طرف گنگا۔ شجاع نے یہ سُنا کہ بادشاہی لشکر راہ راست سے
آئے گا اس لئے یہ گمان تھا کہ کوہستان کی راہ متعذر العبور ہے اس کو چھوڑکر راہ متعارف سے
میرا تعاقب ہوگا تو اُس نے یہاں بھی مونگیر کی طرح قیام کرنے کا ارادہ کیا اور استحکام کے لئے
ایک دیوار دریا سے کوہ تک بنوائی پندرہ روز یہاں قیام کیا اور دیوار کے استحکام میں اور
مورچال کے بنانے میں مشغول رہا خواجہ کمال افغان بیربھوم و جاٹ نگر کا زمیندار تھا اپنے

زمیندارانہ مطالب و مدعاؤں کے لئے بظاہر شجاع کے ساتھ موافقت کا دم بھرتا تھا۔ شجاع
حماقت تھی کہ اُس نے خواجہ کمال کو راجہ بہروز پر قیاس نہیں کیا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا
ہے اسکی ہواخواہی کے اعتبار پر مستوثق تھا اس نے اپنے نوکر اسفندار معموری کو اس کے
موضع بیر بھوم میں بھیجا کہ اس کے حدود میں سے جنگل و بیشہ کی راہ سے لشکر شاہی کو
دیں اور اس کو روکیں معظم خاں مونگیر میں پہنچکر شہر و قلعہ کے نظم و نسق میں مشغول ہوا
محمد حسین سلدوز کو مونگیر کا قلعہ دار مقرر کیا تو وہ ضبط و بندوبست سے فارغ ہوکر پھر
محمد سلطان سے جا ملا اور پیالہ پور سے بدستور سابق بیشہ و کوہ کی راہ سے مقصد پر متوجہ ہوا
کمال اپنے سود و زیان کو خوب جانتا تھا اُس نے بیر بھوم میں راجہ بہروز کی طرح عمل کرکے
دولت سے مخالفت نہیں کی اور خود بادشاہزادہ پاس چلا آیا۔ اور لشکر شاہی کو بیر بھوم
بتائی لشکر شاہی نے دامن کوہ میں راہ لی اسفندار نے جب دیکھا کہ خواجہ کمال لشکر
سے متفق ہوگیا تو اُس نے مایوس ہوکر معاودت کی لشکر بادشاہی کا واقعہ عجیب یہ ہے کہ
نے لشکر سے جدا ہوکر شورش مچائی۔ راجپوتوں کے پاس جنگ اجمیر کی جھوٹی جھوٹی خبریں
ہوئیں۔ جب لشکر شاہی پیالہ پور سے روانہ ہوا تو کنور رام سنگھ ولد راجہ جے سنگھ و راؤ بہادر
نے بہت سے راجپوت سرداروں کو اپنی ساتھ لیکر بیدانشی و کوتہ اندیشی سے نہ حال کی
نہ مآل کار سوچا فوج کی ہمراہی چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ چند روز پہلے بادشاہزادہ کی سواری
کے وقت کورنش کرنی چھوڑی اور اُس کے پاس جانا موقوف کیا اور جنگ اجمیر کی
اڑا کر عقیدتمندوں کا دل دکھایا۔ جب لشکر شاہی بیر بھوم سے دو منزل تھا تو ۱۲ رجب
اپنے سلوک میں تغیر پیدا کیا جو مقام ہر ایک کے واسطے مقرر تھا وہاں نہ اُترا اور سب
لشکر سے دور فروش کش ہوتے اور کوچ کے وقت لشکر سے پیچھے چلتے ۱۶ رجب کو
بیر بھوم سے تین منزل گذرا تھا کہ ان سب راجپوتوں نے مخالفت کرکے معاودت کی
بہ مقتضاء مصلحت ان کے احوال کا معترض نہیں ہوا جب شجاع کو بیر بھوم سے

کے آگے آگے بڑھنے کی خبر ہوئی تو وہ رانگا ماٹی سے اکبر نگر کو چلا گیا اور اول رجب میں وہاں پہنچا وہ سمجھتا تھا کہ لشکر شاہی سے مقابلہ کرنے کی تاب مجھ میں نہیں ہے تو وہ اواسط رجب میں گنگا سے پار جانے کے قصد سے اکبر نگر سے باہر آیا اللہ وردی خاں اور اس کے بیٹے سیف اللہ خاں کو مار ڈالا۔ اس مقدمہ کا حال یہ ہے کہ شجاع چاہتا تھا کہ اکبر پور سے بارہ کروہ جو گذر دوگاچی ہے اس سے اتر کر مخصوص آباد کو جائے وہ شہر سے نکلا تھا اور گذرنہ کوس دو تین کروہ پر تھا سراج الدین جابری اور نور الحسن کو شہر میں چھوڑا تھا کہ اس کے کارخانوں اور آدمیوں کا انتظام کریں خود اسنے دریا کے کنارہ پر جا کر کشتیوں کو تقسیم کیا اور مقرر کیا کہ اواخر شب میں دریا سے گذرے لیکن اس رات کو آندھی آئی اور دریا کا تلاطم کشتیوں کے چلنے کا مانع ہوا وہ دریا کے کنارہ سے اپنے دائرہ میں آیا کہ صبح کو دریا سے عبور کرونگا جسوقت لشکر شاہی پلکتہ میں مقیم تھا جو اوسکی قیام گاہ سے پندرہ کروہ تھا۔ اللہ وردی خاں یہ چاہتا تھا کہ میں لشکر شاہی سے ملجاؤں جس شب کو شجاع کنار دریا سے اپنے خیمہ گاہ میں گیا تو اللہ وردی خاں شہر میں آیا شجاع کے بہت سے آدمی جو اس سے جدا ہونا چاہتے تھے وہ اللہ وردی خاں پاس آگئے کچھ سپاہ اسکی بھی تھی اس سبب سے اگر شجاع اسکے جانے کا مانع ہوتا تو وہ لڑنے کو بھی تیار تھا۔ جب شہر میں اس کے چلے جانے کی خبر شجاع کو معلوم ہوئی تو اس نے ایک تدبیر اس کے ہلاک کرنے کی سوچی اور وہ خود شہر میں چلا آیا اور اپنے آدمیوں کو اللہ وردی خاں کی حویلی کے گرد بھیجدیا اور جھوٹی جھوٹی خبریں اڑانی شروع کیں جس کے سبب وہ آدمی جو شجاع سے برگشتہ ہو کر اللہ وردی خاں کے ساتھ متفق ہوئے تھے جدا ہو گئے۔ سراج الدین جابری دیوان شجاع نے اللہ وردی خاں اور اس کے بیٹے سیف اللہ خاں کو دم دلاسے دیکر شجاع پاس لے جانے کے لئے گھر سے باہر نکالا۔ اسی وقت شجاع کے آدمیوں نے اسے گھیر لیا۔ گنہگاروں کی طرح اس کے ہاتھ پیچھے پر باندھ کر شہر سے باہر باغ میں شجاع پاس لائے جس نے اللہ وردی خاں اور اس کے چھوٹے بیٹے سیف اللہ خاں کو اپنے رائے فتنہ پرور کے فتوی سے اور مفسدان کوتہ نظر کی تحریک سے مار ڈالا

اور اس کا سارا مال اسباب لوٹ لیا۔

۲۱۔ رجب کو دوبارہ اکبر نگر سے نکل کر دوکاچی (کانجی) کے گھاٹ سے دریا پار ہوا اور [illegible]
کے محاذی زمین باقر پور میں اقامت کی۔ بنگالہ میں جنگ کا سارا مدار نوارہ پر ہے اُسنے سارے [illegible]
نوارہ کو اپنے قبضہ و تصرف میں کیا باقر پور سے لیکر سوتی تک جا بجا مورچال بنائے۔ اور [illegible]
و توپخانے و سرداروں اور کام کے آدمیوں سے استحکام دیا۔ سلخ رجب کو اکبر پور میں [illegible]
محمد سلطان اور معظم خاں آئے۔ موضع مذکور اور باقر پور کے درمیان ایک مرتفع زمین تھی اسپر [illegible]
رات کے وقت کہ دشمن دیکھے میں اپنے آدمیوں کے ایک گروہ کو اور چند توپوں کو کشتی میں لایا اور [illegible]
میں زمین پر قبضہ کیا اور اپنے مورچال بنائے اور دمدمہ تیار کیا کہ اہل نوارہ نے آسانی سے [illegible]
تفنگ چلانے شروع کئے معظم خاں نے صبح کو اس سرزمین کے چھیننے کا ارادہ کیا اور بہت کوشش
چند کشتیاں بہم پہنچائیں اور شام کو لشکر کو لیکر دریا کے کنارہ پر گیا اول شب میں ہوا تیز چلتی تھی
دریا میں نہیں چل سکتی تھی مگر آدھی رات کو جب آندھی تھمی اور دریا کا تلاطم کم ہوا تو سپاہ کو کشتی
بٹھا کے اس سرزمین کی طرف روانہ ہوا اور وہاں اپنے آدمیوں کو اُتار کر کشتیوں کو [illegible]
بھیجا کہ وہ اور سپاہ کی کمیپ لائیں اسی طرح آخر شب تک دو ہزار آدمی اور سردار مثل فدائی خاں
و فتح جنگ خاں و رشید خاں انصاری و لودی خاں و راجہ سجان سنگھ بندیلہ و تاج [illegible]
مع اپنے تابینیوں کے اور دو سو بیلدار اور توپ خانہ کا ایک حصہ یہ سب دریا سے
گیا جب صبح کو مخالفوں کو اس لشکر کے عبور کی خبر ہوئی تو ان کے اثبات قدم میں
آئی اور کشتیوں میں توپوں کو ڈال کر بھاگ گئے۔ لشکر شاہی نے اس زمین پر قبضہ
اور اس میں دشمنوں کے مورچالوں کی جگہ اپنے مورچال قائم کئے دوسرے روز
بڑی جمعیت اور کل نوارہ کو ساتھ لیکر اس سرزمین پر آیا کشتیوں پر سے توپ و تفنگ
کی جنگ شروع ہوئی۔ پانی پر آتش کارزار روشن ہوئی۔ پادشاہی لشکر نے اپنے مورچہ
میں قائم ہو کر دشمنوں کی مدافعت میں کوشش کی توپوں کی مار سے چھ کشتیاں ڈوب

شمنوں کے ایک گروہ نے کشتیوں سے اُتر کر نوارہ کے استظہار پر دریا کے کنارہ پر مورچال
نے چاہے کہ تاج نیازی کے افغانوں اور معظم خاں کے تابینیوں نے حملہ کر کے انکو یہاں ٹھیرنے
نہیں دیا طرفین سے جنگ نمایاں ہوئی طرفین کے سردار اور آدمی مارے گئے۔ ایک دن بعد پھر
نوارہ کے استظہار پر دشمنوں نے جنگ قائم کی لیکن لشکر شاہی سے مغلوب ہوئے۔ کچھ مارے گئے کچھ
زخمی ہوئے آخر کو دشمنوں نے تھک کر اس سرزمین کیلئے جنگ سے ہاتھ کھینچا اور اپنے مورچالوں کے
مستحکم کرنے میں مصروف ہوئے ہمیشہ ان کا نوارہ دریا پر گشت کرتا۔ کبھی اکبر نگر کی سمت جاتا وہاں محمد مراد بیگ
سپاہ کے ساتھ متعین تھا اُس سے رات دن توپ تفنگ سے ہنگامۂ جنگ کو گرم کرتا۔ دوکاچی و
اکبر نگر کی سمت میں دریا بڑا چوڑا تھا اور شجاع نے پادشاہی لشکر کے توپ خانہ کے مقابل
میں اپنے توپ خانہ اور سپاہ کو جما رکھا تھا اس قدر نوارہ کہ لشکر پادشاہی عبور کر سکے
سر نہیں ہوتا تھا تو معظم خاں نے یہ چاہا کہ چھ سات ہزار سوار ساتھ لے اور شاہزادہ
محمد سلطان سے جدا ہو سوتی کی طرف جائے جو اکبر نگر سے چودہ کوس پر جہانگیر نگر
کی سمت میں ہے اور وہاں سے دریا پار جانے کا ارادہ کرے اور لشکر شاہی دوکاچی
سے سوتی تک جا بجا دریا کے کنارہ پر مورچال بنائے اور گھات میں بیٹھے خان
کچھ سپاہ کے ساتھ سوتی میں مقیم ہوا دریا پار جانے کی اور اعدا کے مارنے کی
تدبیریں لگا اور علی قلی خاں کو ایک جماعت کے ساتھ دوناپور کے محاذی مقرر
کیا یہ موضع چھ کوس کے قریب جہانگیر نگر سے ہے شاہزادہ محمد سلطان کو ذوالفقار خاں
اور اسلام خاں و فدائی خاں اور لشکر کے ساتھ دوکاچی میں تعین کیا کہ وہ شجاع کے
مقابلہ میں بیٹھیں۔ شجاع نے اپنے سردار نور الحسن کو فوج اور توپ خانہ کے ساتھ بھیجا
کہ سوتی کے مقابل میں بیٹھ کر دشمنوں کی مدافعت کرے اور اسفندیار معموری کو
ایک جماعت کے ساتھ وہ ناپور بھیجا کہ لشکر شاہی کو نہ اترنے دے اور اپنے بڑے
بیٹے زین الدین کے ساتھ تمام مستورات و زائد اموال و اشیاء کو ٹانڈہ میں بھیجدیا

معظم خاں نے سوتی میں نوارہ کا اہتمام کیا سو کشتیوں کے قریب جمع کیں اور ان کا
تیار کیا اور رات دن دشمن کی کمین گاہ میں لگا رہا مخالفوں نے دمدمہ بنا کے آٹھ بڑی توپیں
نصب کیں اور ہمیشہ لشکر شاہی پر انے گولہ اندازی کی جس سے پادشاہی سپاہیوں اور اہل
دوآب پر آسیب پہنچا معظم خاں نے چاہا کہ دشمنوں پر دست بردی کرے اُس نے کشتیوں
آلات توپ خانہ سے پُر کیا۔ اور تفنگچیوں اور کام کے آدمیوں کو اس میں سوار کیا کہ دریا کے
طرف جا کر دست بردی کریں جب یہ کشتیاں دریا کے قریب پہنچیں تو غنیم کے نوارہ کے
اور قراولوں کو خبر ہوئی تو ان کا نوارہ لڑنے کو آیا پادشاہ کے فریق نے کچھ کام
اور اُلٹا چلا آیا دوسرے روز معظم خاں نے دوبارہ بیس بند ہائے پادشاہی اور
غلاموں کی جماعت کو کشتیوں میں بٹھایا اور دن کو جس وقت ہوا میں
حرارت تھی اور دشمن غافل تھے بھیجا کہ شاید اس فرصت میں دستبردی
یہ کار طلب چالاک ہوا کی طرح سیر کر کے آب سے گذرے اور غنیم کے
پر جو دریا کے کنارہ پر مورچالوں میں تھا پہنچ گئے اور دلیری اور تیزی
سے چھ توپیں چھین کر اپنی کشتیوں میں لے آئے اور دو بڑی توپوں کو آگ
میں میخیں ٹھوک کر بیکار کر دیا وہ کشتی میں نہیں آسکتی تھیں اور معاودت کی
شجاع کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو اُس نے سید عالم کو جو اس کے لشکر کا رکن
ایک تازہ فوج کے ساتھ بجائے نورالحسن کے تعیّن کیا اب پادشاہی لشکر پر
صدمہ عظیم پہنچا جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلی فتح یابی کے بھروسہ پر معظم خاں نے
۱۹ شعبان کو لشکر اور نامی سرداروں کو کشتیوں میں سوار کیا آواخر شب تک
کر کے تہ کشتیاں مردان کار اور آلات پیکار سے پر کیں صبح کے قریب دشمن
طرف روانہ ہوا۔ غنیم پہلی طرح سے غافل نہ تھا بلکہ وہ اس عزیمت سے آگاہ
اور اس کی مدافعت کے لئے تیار تھا رات دن حزم و پاسداری کے لوازم

اور سپاہ داری اور ہوشیاری کے مراسم کو ادا کرتا تھا وہ خان کی اس عزیمت سے پہلے سے آگاہ تھا اور اسکی مدافعت کے لئے تیار تھا مورچال سے دور دمدموں کے عقب سے دشمنوں کی کشتیوں کے نزدیک دریا کے کنارہ پر سید عالم شائستہ لشکر اور چند جنگی مست ہاتھی لیکر پنچا سب سے پہلے پادشاہی تین کشتیاں پہنچیں ان میں سے اہتمام خاں اور لشکر نے اُتر کر دشمنوں کے مورچالوں پر حملہ آوری کی مورچالوں میں آدمی بھاگ گئے لشکر شاہی نے ان مورچلوں پر اپنے علم قائم کئے۔ عالم خاں یہ دیکھ کمین سے نکلا پادشاہی کشتیوں میں سے تھوڑے آدمی اُترے تھے اور ان پر سید عالم نے حملہ کیا۔ انہوں نے مقابلہ کرکے اپنے مورچال میں مخالفوں کو گھسنے نہ دیا لیکن کشتیوں میں جو آدمی تھے اُن کو امداد اور اعانت کی توفیق نہ ہوئی اور تمام نوارہ میں سے صرف چھ کشتیاں کنارہ پر آئیں جن میں کچھ آدمی اُتر کر مورچالوں میں داخل ہوگئے تھے اور باقی اُتر رہے تھے مخالفوں نے یہ حال دیکھا تو وہ دلیر ہوئے اور اس ہیئت اجتماعی سے کہ اول مورچالوں پر حملہ آور ہوئے تھے دو مست ہاتھی لیکر مورچال کے متزلزل نہ ہوئے بلکہ ان کشتیوں پر ہجوم کیا اور خوب لڑے۔ معظم خاں نے ہر چند کوشش کی کہ کمک کے لئے کشتیوں کو لے جائے۔ مگر کوئی صورت اس کی نہ ہوئی اس اثنا میں کہ لشکر شاہی دشمن سے لڑ رہا تھا مخالف کے چند کوسہ (جہاز) جنگی ان کشتیوں کے اطراف سے آئے اور پانی پر لڑائی کی آگ بھڑکائی فتح جنگ خاں مع اپنے رفیقوں کے دشمن سے خوب لڑا اس کو تفنگ کا ایک زخم اور تیر کے دو زخم لگے اور سردار، ن شاہی زخمی و کشتہ ہوئے کچھ آدمی کشتی سے اُتر کر دشمن سے لڑے کچھ کشتیوں سے اُتر کر دشمنوں سے لڑنا چاہتے تھے کہ دشمن کی فوج کی کمک دو سو سواروں کی جسکے آگے ہاتھی تھا آن پہنچی اس نے حملہ کرکے لشکر شاہی میں سے بعض کو مارا بعض کو بھگایا بعض کو زخمی کیا بعض کو اسیر کیا یوں سپاہ کا قصہ تمام کیا پھر مورچالوں پر حملہ کرکے اہتمام خاں کو مارا پادشاہی لشکر کو کمک پہنچی نہیں دشمنوں کے آدمیوں اور ہاتھیوں نے لشکر شاہی کو

شاہزادہ محمد سلطان کا مرزا شجاع پاس جانا اور اسکی طرف سے ملول ہونا

پریشان و پراگندہ کر دیا اس لڑائی کے چند روز بعد برسات آگئی مینہ برسنا شروع ہوا اس کے تھمنے
پیکار کے غبار کو بٹھا دیا بارش کی کثرت نے جنگ کی آتش کو بجھا دیا طرفین نے بساط نبرد کو
برسات کے بسر کرنے کے سرانجام میں مصروف ہوئے۔

بادشاہ نے معظم خاں کو لشکر کا بالکل اختیار کمال استقلال کے ساتھ دیا تھا اب تک جو
ہوئیں ان میں فوجوں کا بھیجنا اور امیروں کا مقرر کرنا معظم خاں کے اختیار میں تھا شاہزادہ محمد سلط
کو اپنے آتالیق کا یہ اختیار ناگوار تھا۔ جب شجاع کو اس امر پر اطلاع ہوئی تو وہ اس فکر میں ہوا کہ
کو اپنی طرف مائل کیجئے۔ زمانہ سازی کر کے اکثر اوقات نامے لکھتا اور تحفے تحائف بھیجتا رہتا۔ جو جو
ناتجربہ کار کے دل کے تسخیر کرنے تدبیریں ہیں۔ رفتہ رفتہ اُسنے تزویر آمیز تدبیر کا رشتہ ایسا مستحکم کیا کہ شا
نے اسکی لڑکی سے جو پہلے اس سے نامزد ہو چکی تھی ازدواج کے لئے جانا قبول کیا اور اسنے
قریب بھیجے کہ بیٹے کے دل میں باپ کی عقیدت کچھ نہ رہی جوانوں کو از سودہ کار بڈ
کی نصیحت و صحبت و رفاقت سے نفرت ہوتی ہے اور بے کمال بدمآلوں کی صحبت سے
زیادہ رغبت ہوتی ہے جس سے کہ عقل و آبرو و دولت خاک میں ملتی ہے ان دنوں
ایک غماز جماعت واقعہ طلب صاحب غرض نے بادشاہزادہ اور معظم خاں کے درمیا
غبار خاطر و زبیروزیہاں تک بڑھایا کہ بادشاہزادہ نے شجاع سے ملجانے کا ارادہ کیا
رمضان آغاز سنہ ۳۰ جلوس میں اپنے مصاحبوں و مقربوں کے ہاتھ شجاع کو یہ پیغام بھیجا
کہ آخر شب میں آپ پاس کشتی میں بیٹھ کر آتا ہوں میرے توپ خانہ کا داروغہ
اور قاسم علی میر توزک اور چند خواجہ سرا اور خدمہ محل میرے ہمراہ ہونگے جواہر اور
جتنا لاسکوں گا لاؤنگا۔ شجاع اس خبر کو فضل الٰہی سمجھا اپنے چھوٹے بیٹے بلند اختر
شہزادہ کے استقبال کے لئے بھیجا وہ چند کشتیوں اور بہت سے کہاروں کو اس کے
و اسباب کے لانے کے لئے دریا کے کنارہ پر پہنچا ۲۷۔ رمضان کو جب بادشا
دریا کے پار اُتر گیا اور شجاع کے آدمی خزانہ اور اسباب لینے گئے تو اس راز نہ

منشا ہوا اس سانحہ سے لشکر میں فتور و اختلال پیدا ہوا اور بندہائے پادشاہی پیدل اور سست ہمت ہوئے شجاع نے کچھ لشکر نوارہ سے دوگاچی میں بھیجا کہ شہزادہ کا لشکر اور کارخانجات اموال و اسباب جو لاکھیں لے آئیں معظم خاں کو جب ہی رات کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی گو اسکے دل میں شاید خوف پیدا ہوا ہو مگر ظاہر میں اسنے اپنی حسن ہمت و نیروی تدبیر سے ثبات و سکون کی عنان کو ہاتھ سے نہیں دیا اصلا ہراس و تزلزل کا مغلوب نہ ہوا اور اپنے اخلاص و دولتخواہی کی راہ مستقیم سے قدم باہر نہیں رکھا اور جریدہ سوتی سے دوگاچی میں گیا اور لشکر کو جو اس واقعہ سے ڈگمگا رہا تھا استمالت و دلدہی سے مستقل کیا اور مخالفوں کی جماعت جو شہزادہ کے لشکر اور کارخانجات و اموال و اسباب کو لینے آئی تھی اس کو یہاں سے دفع کیا اور اس قضیۂ نا ملائم کے تدارک میں مشغول ہوا۔ یہ موسم پانی کی طغیانی کا تھا طرفین نے مورچے اوٹھائے معظم خاں برسات بسر کرنے کے لئے موضع معصومہ بازار میں چلا گیا جہاں کی زمین اونچی تھی اور اکبر نگر سے تیس کوس کا فاصلہ رکھتی تھی اور اس کی تجویز سے ذوالفقار خاں و اسلام خاں و فدائی خاں و سید مظفر خاں و اخلاص خاں خویشگی و راجہ اندرمن بندیلہ و قزلباش خاں اور چند اور امراء اکبر نگر میں رہے۔ پادشاہ کی یہ رائے تھی کہ معظم خاں کا لشکر مخصوص آباد و اکبر نگر کی طرف سے دشمن کے استیصال میں کوشش کرے اور ایک فوج دریا گنگ کی اس طرف سے ٹانڈہ جائے اور جہاں شجاع کا بنگاہ ہے وہاں اس کا قافیہ تنگ کریں اس لئے پادشاہ نے داؤد خاں صوبہ دار بہار کے نام حکم بھیجا کہ وہ اس خدمت پر مستعد ہو اور ٹانڈہ جائے جس کمکی اور تابین کو چاہے ساتھ لے جائے جب یہ فرمان داؤد خاں پاس آیا تو اس نے شیخ محمد حیات اپنے بھتیجے کو پندرہ سو سپاہ کے ساتھ پٹنے میں چھوڑا اور غرہ رمضان کو رشید خاں و مرزا خاں و ہادی داؤد خاں و خواجہ عنایت اللہ و تمام صوبہ بہار کے کومکیوں کو لیکر گنگا سے اترا برسات کا موسم تھا ندی نالے چڑھے ہوئے تھے اور دریائے ترجوک و گندک اور دریا گنگ کے

فتاہوا اس سانحہ سے لشکر میں فتور و اختلال پیدا ہوا اور بندہائے پادشاہی بیدل اور سست ہمت ہوئے شجاع نے کچھ لشکر نوارہ سے دوگاچی میں بھیجا کہ شہزادہ کا لشکر اور کارخانجات اموال و اشیاء جو راہ میں لے آئیں معظم خاں کو جب ہی رات کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی گو اسکے دل میں شاید خوف پیدا ہوا ہو مگر ظاہر میں اسنے اپنی حسن ہمت و نیروی تدبیر سے ثبات و سکون کی عنان کو ہاتھ سے نہیں دیا اصلا ہراس و تزلزل کا مغلوب نہ ہوا اور اپنے اخلاص و دولتخواہی کی راہ مستقیم سے قدم باہر نہیں رکھا اور جریدہ سوتی سے دوگاچی میں گیا اور لشکر کو جو اس واقعہ سے ڈگمگا رہا تھا استمالت و دلدہی سے مستقل کیا اور مخالفوں کی جماعت جو شہزادہ کے لشکر اور کارخانجات و اموال و اسباب کو لینے آئی تھی اس کو یہاں سے دفع کیا اور اس قضیۂ نا ملائم کے تدارک میں مشغول ہوا۔ یہ موسم پانی کی طغیانی کا تھا طرفین نے مورچے اوٹھالے معظم خاں برسات بسر کرنے کے لئے موضع معصومہ بازار میں چلا گیا جہاں کی زمین اونچی تھی اور اکبر نگر سے تیس کوس کا فاصلہ رکھتی تھی اور اس کی تجویز سے ذوالفقار خاں و اسلام خاں و فدائی خاں و سید مظفر خاں و اخلاص خاں خویشگی و راجہ اندرمن بندیلہ و قزلباش خاں اور چند اور امراء اکبر نگر میں رہے۔ پادشاہ کی یہ رائے تھی کہ معظم خاں کا لشکر مخصوص آباد و اکبر نگر کی طرف سے دشمن کے استیصال میں کوشش کرے اور ایک فوج دریا گنگ کی اس طرف سے ٹانڈہ جائے اور جہاں شجاع کا بنگاہ ہے وہاں اس کا قافیہ تنگ کریں اس لئے پادشاہ نے داؤد خاں صوبہ دار بہار کے نام حکم بھیجا کہ وہ اس خدمت پر مستعد ہو اور ٹانڈہ جائے جس کمکی اور تابین کو چاہے ساتھ لے جائے جب یہ زمان داؤد خاں پاس آیا تو اس نے شیخ محمد حیات اپنے بھتیجے کو پندرہ سو سپاہ کے ساتھ پٹنے میں چھوڑا اور غرہ رمضان کو رشید خاں و مرزا خاں و ہادی داؤد خاں و خواجہ عنایت اللہ و تمام صوبہ بہار کے کومکیوں کو لیکر گنگا سے اترا برسات کا موسم تھا ندی نالے چڑھے ہوئے تھے اور دریائے ترجوک و گنڈک اور دریا گنگ کے

اور شبے راہ میں پڑتے تھے اس فصل میں بغیر کشتی وپل اُترنا مشکل ہے دشمن اپنے نوارہ کے انتظار پر دریا
پر پھر رہا تھا اور کنارہ پر جابجا مورچال بنا رکھے تھے اور مدافعت کے لئے سپاہ مقرر کر رکھی تھی جو نہ خشکی
میں نہ تری میں راہ چلنے دیتی تھی اسلئے منگیر و بھاگل پور جانے میں داؤد خاں کو دیر لگی اور اس
عرصہ میں اکثر اوقات لشکر شاہی اور مرزا شجاع کے لشکروں میں لڑائیاں ہوئیں جن میں ہر دفعہ لشکر
شاہی کو غلبہ ہا جب موضع قاضی کریہ میں کہ بھاگل پور سے قریب ہے داؤد خاں پہنچا تو تالے ندی اور آب
کوسی و کالہ پانی و ماندی برسات کے سبب سے طغیانی میں آرہے تھے ان سے گذر ناضرور تھا اسلئے باقی
برسات بسر کرنے کے واسطے وہ اس موضع میں مقیم ہوا برسات کے سبب سے لشکر شاہی نہ ہل سکا پادشاہ
نے دلیر خاں کو کومک کے لئے اپنے پاس سے بھی روانہ کیا۔

اکبر نگر کے ایک طرف کوہستان ہے۔ برسات میں اس کے تین طرف جھیل کا پانی اتنا
کھڑا ہو جاتا ہے کہ آدمی گھوڑا جا نہیں سکتا۔ مین شہر میں کشتی کام کرتی ہے۔ اس
ملک کے کام کا مدار نوارہ پر ہے اور نوارہ پر غنیم متصرف تھا دریا کی راہ سے
سپاہ شاہی کو آذوقہ نہیں پہنچتا تھا اور اس سبب سے کہ راجہ ہر چند زمیندار بنجو و مرزا
شجاع کے ساتھ متفق تھا وہ کوہستان کی طرف سے بنجاروں کو نہیں آنے دیتا تھا
ان کو لوٹ لیتا تھا کسی راہ سے پادشاہی لشکر میں غلہ نہیں پہنچتا تھا اس سبب سے اکبر نگر
میں سپاہ کا خستہ حال تھا اکثر آدمی اور دواب کھانا نہ ملنے سے بھوکے مرگئے
پادشاہ کے لشکر کی ایک جماعت زمین مرتفع پر برسات کے ختم ہونے کا انتظار کر رہی
تھی جب اس حال پر شجاع کو اطلاع ہوئی تو اس نے اکبر نگر کی تسخیر کا ارادہ کیا شیخ عبا
میر بحر کو چار سو سواروں اور کچھ نوارہ کے ساتھ موضع بتوارہ میں بھیجا جو اکبر نگر سے
دریا کے ساحل پر آٹھ کوس پر ہے اور اس کی زمین مرتفع ہے اکبر نگر پادشاہی لشکر کے
قبضہ میں تھا وہاں سے اکثر نوکروں کے عیال اور اموال تھے معظم خاں
ذوالفقار خاں کی معدلت و نصفت کے سبب سے کسی شخص کا مقدور نہ تھا کہ

اکبر نگر پر شجاع کا قبضہ

شجاع کے متعلقوں اور منسوبوں کے مال کا تعرض کرتا مگر یوں انکا مال غارت ہوتا اور ان کی
ناموس اوباشوں کے ہاتھ میں پڑتی کہ شیخ عباس مذکور ہمیشہ نوارہ کی ایک جماعت کو اکبر
نگر کی تاخت وتاراج کے لئے بھیجتا اب شجاع نے دلیر ہوکر دریا کے اسطرف آنیکا قصد
کیا سراج الدین جابری ٹانڈہ میں اپنی بنگاہ کی محافظت کے لئے بھیجا۔
غرہ ذی الحجہ کو وہ خود اس کنارہ پر بتوارہ میں آیا اُسنے شاہزادہ محمد سلطان کو ٹانڈہ روانہ
کیا کہ اسکی بیٹی سے نکاح کرکے مراجعت کرے ۱۳ ماہ مذکور کو بتوارہ سے اکبر نگر میں آیا اور
راجہ اندرمن سے لڑائی ہوئی مگر اُسنے ہزیمت پائی۔ اسلام خاں وفدائی خاں اور تمام
لشکر شاہی عمدہ سردار اپنے اغراض باطلانسانی کے سبب سے ایکدوسرے کے خلاف تھے
وہ شجاع سے نہ لڑے لشکر شاہی کوہ منجوہ جھاسہ سے معصومہ بازار کیطرف بھاگ گیا اور اکبر
نگر پر شجاع کا قبضہ ہوگیا اور بعض بادشاہی ملازم شجاع سے جاملے۔ اور محمد سلطان کے
اکثر نوکروں نے شاہزادہ کے کارخانوں وہاتھیوں اور گھوڑوں پر تصرف کیا جس سے شجاع
کو تازہ جرات وقوت وشوکت حاصل ہوئی اور اُسکا لشکر اکبر نگر میں بے مزاحم ومانع قایم ہوا
اور برسات کا موسم اُنہوں نے یہیں بسر کیا جب ختم ہوئی اور شاہزادہ سلطان محمد شاہی
کے بعد اکبر نگر میں آیا تو اُسنے معظم خاں سے معصومہ بازار میں جہاں سارا لشکر شاہی
جمع تھا لڑنے کا قصد کیا اور سلطان محمد اور بلند اختر ہزار سوار لیکر جنگ کے آہنگ سے سوار
ہوے۔ معظم خاں بھی غنیم کی یہ خبر سُنکر کہ وہ اکبر نگر سے روانہ ہوا ہے معصومہ بازار سے مقابلہ
ومدافعہ کے لئے روانہ ہوا جب وہ موضع بلکھتہ کے نزدیک آیا تو وہ ایک عمیق نالہ کے عقب
میں مقیم ہوا جو بھاگیرتی دریا پر منتہی ہوتا ہے اور اُسنے دو پل آدھ کوس کے فاصلہ پر
باندھے ایک لشکر کے آگے اور دوسرا بلکھتہ کی جانب راست میں تاکہ جسوقت لشکر چاہے
ان دو پلوں پر سے نالہ سے گذر جائے۔ پلوں کی اسطرف مورچال بنائی اور توپ خانوں کے آلات سے
ان کو استحکام دیا۔ اپنے روبرو کی سمت میں مورچال میں توپ اندازی کا اہتمام محمد مراد بیگ کو

کو دیا اور دائیں طرف کے پل کی محافظت یکہ تاز خاں کو سپرد کی اور میر محمد اعزاز خاں کو غرو
کے فرقہ کے ساتھ قراولی پر مقرر کیا اور اب دشمنوں کے آنیکے انتظار میں بیٹھے دو مہینے بعد غرہ
شہر ربیع الثانی سال دوم جلوس کو حدود بلکھیڑہ میں لشکر شاہی کے مقابل میں شجاع آیا۔ تاکہ درمیان
میں حائل تھا اسلئے توپ و تفنگ کی لڑائی ہوئی لشکر شاہی کی قراولی جو نالہ سے پار چلی گئی
تھی وہ شجاع کو نالہ کے پاس نہیں آنے دیتی تھی شجاع کو خبر لگی کہ جمعہ بالا میں لشکر شاہی کم ہے
تو نویں روز لشکر شاہی کے روبرو سے ہٹ کر شجاع اور اُسکا بیٹا بلند اختر اور شاہزادہ محمد
سلطان نے جاکر یکہ تاز خاں کو شکست دی اُسکو اور اُسکے دو بھائیوں کو مار ڈالا اور لشکر
بادشاہی کے امیروں اور بہت سے آدمیوں کو بستہ و زخمی کیا جو آدمی بچے وہ ذوالفقار خاں
پاس چلے گئے۔ ذوالفقار خاں نے توپ و تفنگ سے جنگ کو گرم کیا اور دشمنوں کی کثرت
کو دیکھکر کشتیوں کو جلا دیا کہ اگر غنیم کا غلبہ ہو تو وہ آب سے نہ گذر سکیں معظم خاں نے لشکر کی حفاظت
ذوالفقار کو سپرد کی اور خود نالہ سے پار دشمنوں سے لڑنے گیا۔ اور لشکر کو شائستہ آئین سے
مرتب کیا اور دشمن سے ایک جنگ عظیم ہوئی اور بڑے بڑے امیر زخمی ہوئے شجاع نے جب
سُنا کہ معظم خاں نالہ سے اُتر کر لڑنے آیا ہے تو اُس نے ذوالفقار خاں سے جسکے سر پر
لڑنے کیلئے ایک لشکر مقرر کیا اور خود معظم خاں سے لڑنے آیا معظم خاں نے چاہا کہ جسطرح اُس
لشکر کو مرتب کیا تھا اسی ترتیب سے دشمن پر حملہ کرے مگر امیروں نے انانیت اور خودسری کے
سبب اسکی بات کو نہ سُنا اور فرمان بری نہ کی نفاق کرکے خودداری اور کوتاہی کی لشکر شاہی
بے ترتیب ہوا اور اُسنے ہزیمت پائی۔ جب معظم خاں نے یہ حال دیکھا تو وہ اپنے خیمہ گاہ میں
آیا اور داؤد خاں اور دلیر خاں کی کمک آنے تک جنگ کو موقوف کیا۔ اور مخصوص
آباد کو چلا گیا تو شجاع نے معظم خاں کی جرأت و استقلال میں اختلال کا گمان
کیا اور وہ مخصوص آباد کی طرف آیا کہ بھاگیرتی کو عبور کرکے لشکر شاہی سے لڑے نصیر
پور کی گذر پر جہاں لشکر شاہی پہنچا تھا شجاع نے پہنچکر لڑائی شروع کی توپ و تفنگ

سے ہنگامۂ جنگ گرم ہوا دس بارہ روز تک لڑائی رہی۔
ربیع الثانی کو شجاع پاس خبر آئی کہ داؤد خاں نے دریا گومتی سے عبور کیا۔ سید تاج الدین کو اسنے اس دریا پر لشکر شاہی کے روکنے کے لئے مقرر کیا تھا وہ نہ روک سکا اور عنقریب ٹانڈہ میں جہاں اسکا بنگاہ تھا داؤد خاں آنے والا تھا تو شجاع ٹانڈہ کی طرف چلا معظم خاں اسکے تعاقب میں روانہ ہوا ایک جگہ لڑائی ہوئی۔ لشکر شاہی میں بارہ لاکھ روپیہ اور سات سو بان اور آلات توپخانہ آگئے جو بادشاہ نے بھیجے تھے شجاع و شہزادہ محمد سلطان کا لشکر جیلمارے کے اسطرف گیا لشکر شاہی نے اسپر حملہ کیا طرفین کے آدمی زخمی و کشتہ ہوئے ایک گھنٹہ رات گئی تھی کہ دونوں لشکروں نے جنگ سے ہاتھ کھینچا۔ رات بھر پہرہ چوکی لگاکے گیرودار اور کارزار کے لئے آمادہ رہے اواسط شب میں نورالحسن جو شجاع کے عمدہ سرداروں میں تھا معظم خاں سے آن ملا شجاع کے اوضاع سے یہ خیال کرتا تھا کہ وہ فرار ہوگا چار پانچ روز تک توپ و تفنگ کی جنگ رہی ۲۷ کو شجاع دوناپور میں چلا گیا معظم خاں نے اسکا تعاقب کیا اور دشمن کی ایک کشتی کو پکڑ لیا جسمیں دس توپیں اور دو سوبان تھے جب یہ سُنا کہ شجاع کی کمال سراسیمگی کے سبب سے اسکی افواج کی ترتیب درہم و برہم ہوگئی ہے اور پراگندگی کے ساتھ دوکاچی کو وہ فرار ہوا ہے تو فتح جنگ خاں نے تیز عنانی کی اور ہراول کی ساری فوج لے کر بے تحقیق بے تامل بہت جلد وہ روانہ ہوا اور اسلام خاں افواج برانغاز کو لے کر اس ہراول سے جا ملا معظم خاں نے آدمی بھیجکر انکو منع کیا تو وہ نہ ٹھہری اور دوکاچی کے نالہ پر جا پہنچے نالے کے اسطرف مخالف کی سپاہ صف کشیدہ کھڑی تھی اور توپ خانہ کو آگے چن رکھا تھا وہ مقاومت و مدافعت کے لئے مہیا و آمادہ ہوئی اس نے فتح جنگ خاں و اسلام خاں کو نرغہ میں کرلیا نہ آگے جانے دیا نہ پیچھے ہٹنے۔ معظم خاں آیا اُسنے نالہ سے پار جاکر شجاع کے دستگیر کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر سرداروں نے کوتاہی و خودداری کی اور معظم خاں کی بات

نہیں سنی ۔ ناچار معظم خاں سبک توپ خانہ لے کر نالہ کے اس طرف کھڑا ہوا دشمن
کا لشکر اسطرف تھا برق افگنی و آتشک افروزی سے ہنگامہ دشمن کشی و عدو سوزی
کو گرم کیا اور آخر روز سے اواسط شب تک لڑائی رہی اور آدھی رات کے قریب دشمن
نے جنگ موقوف کی دوسرے روز معظم خاں اکبر نگر گیا تو شجاع لشکر شاہی کی برابر
دریا رگنگ سے عبور کرنے کا ارادہ کیا اُسکو یہ اندیشہ تھا کہ اگر میں پہلے عبور کر
تو لشکر جسکو کوئی امید تر سے نہ تھی اسکو چھوڑ کر عبور نہ کریگا اور اگر پہلے لشکر کو
ہوں اور خود قلیل آدمیوں کے ساتھ رہتا ہوں تو گرفتار ہونے کا خوف
اسلئے اُسنے لشکر گاہ کے گرد ایک عریض عمیق خندق کھدوائی اور آلات توپ
سے اسکو استحکام دیا تاکہ لشکر شاہی سے ایمن ہوکر دریا سے عبور کرے اس وقت
محمد سلطان جسکے رفاقت و اتفاق سے شجاع کی خاطر جمع نہ تھی اُسکو دریا کے
ملانڈہ بھیجا ۔ معظم خاں نے فتح جنگ خاں کو روانہ کیا کہ اکبر نگر پر قبضہ کرے اور
دوگاچی سے سونی تک جا بجا تھانے بٹھائے مخلص خاں کے ہاتھ بادشاہ نے
ساڑھے اٹھارہ لاکھ روپیہ بھیجا تھا وہ قلعہ مونگیر میں تھا ۔ نصیر الدین خاں کو
سے خزانہ لانے کے لئے مقرر کیا دوسرے روز داؤد خاں کا نوارہ جسمیں ایک
ساٹھ کشتیاں تھیں گذر دودھ پر آگئیں ان دنوں میں دریا رگنگ کے تین شعبے
ہو گئے تھے ۱۲ ماہ مذکور کو پل باندھکر شعبۂ اوّل سے لشکر نے عبور کیا اور پھر شعبہ
دویم سے کشتیوں میں بیٹھکر عبور کیا اور اس جزیرہ میں لشکر آیا جو شعبہ دوم و شعبہ سوم
کے درمیان تھا ۔ ان دنوں میں اکثر اوقات ہوا تیز چلتی تھی اور دریا میں بہت
تموج و تلاطم رہتا تھا اس سبب سے تین روز میں لشکر نے عبور کیا خبر آئی کہ غنیم کے
قراول موضع سمدہ میں آئے ہیں کہ ملاحوں کے اہل و عیال کو لے جائیں یہ موضع شعبہ
بزرگ اور شعبہ سوم گنگ کے درمیاں اکبر نگر کے محاذی واقع ہے اور بنگالہ کے

ملاح اس جگہ رہتے ہیں تو معظم خاں نے دوسو سوار اپنے تابینوں کے پادشاہی قراولوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجے کہ وہ دشمنوں کو بھگا کے ملاحوں کے اہل وعیال کو غنیم کی طرف جانے سے روکیں اُنہوں نے سمدہ میں جاکر چند سواروں کو دستگیر کیا اور لے آئے سمدہ میں ہزار سوار کا تھانہ شاہی بیٹھ گیا کہ ملاحوں کے اہل وعیال کی حفاظت کریں اور اُن کو دشمن سے نہ ملنے دیں یہاں دوسو سوار اور گرفتار ہوئے تو ان کی زبانی معلوم ہوا کہ شجاع نے نالہ مہاندی پر پل باندھکر یہ تجویز کی ہے کہ پادشاہزادہ محمد سلطان کو توپ خانہ اور لشکر کے ساتھ دریا سے عبور کراکے دلیر خاں اور داؤد خاں سے لڑنے کو بھیجے۔ جب اُسنے یہ سُنا کہ لشکر شاہی شعبۂ بزرگ گنگ سے عبور کر آیا ہے تو اسکو ایسا خوف ہوا کہ اُسنے پل کھلواڈلوایا۔ دلیر خاں وداؤد خاں کہ دریا کے اس طرف تھے اواخر روز میں جریدہ دریا کے اس طرف آئے۔ اور معظم خاں سے ملاقات کی اور صلاح کار میں مشورہ کیا ایک پہر رات گئے وہ اپنے لشکر میں واپس گئے۔ غرض پندرہ بیس روز شب لشکر شاہی اور شجاع کے لشکر میں محاربات عظیم ہوئے۔ اور ہر بار لشکر شاہی کو فتح ہوئی اور شجاع کو ہزیمت مگر امیر وہ اپنے نوازہ جنگی کی قوت سے دریا کے اوپر شبخون مارنے سے سخت لڑائیاں کرتا اور مقابلہ میں مشغول ہوتا اس مابین میں یکہ تاز خاں اور سبت سے نامی آدمی پادشاہی مارے گئے اور اسلام خاں وفتح جنگ خاں اور دلیر خاں اور داؤد خاں نے ترددات نمایاں کئے خاصکر اسکے بعد کہ بلند اختر کے ساتھ لشکر سے محمد سلطان ملا۔ طرفین سے ترددات صف زد ہوتے تھے اور ہر بار ہر طرف غالب ومغلوب ہوتی تھی اور پھر مقابلہ ومقاتلہ میں مصروف اور بہت سی جنگی کشتیاں ضرب توپ سے غرق اور دستگیر ہوئیں۔ تمام جنگوں میں ہم ایک جنگ کا بیان کرتے ہیں جو خالی غرائب سے نہیں ہے۔ آب گنگ کے اسطرف شجاع کی فوج تھی اور اسکا

سردار بلند اختر تھا اور اسکے ساتھ اور سردار اور توپخانہ تھا دریا کے کنارہ پر معبر کے سر
بعض جا پایاب تھا توپوں کو لگایا تھا اور جنگ کے لئے مستعد بیٹھے تھے اور بادشاہی فوج
کا انتظار کر رہے تھے معظم خاں کی فوج جسکی ہراولی بطریق قراولی آغرخاں سے تعلق رکھتی
تھی دریا کے کنارہ پر آئی بعض جگہ پانی سینہ تک تھا پایابی کی نشانی کے واسطے دو نوکر
چوبیں نصب کیں سارا لشکر پانی کی طغیانی اور توپ و تفنگ کی آتشباری سے روبرو ہونیکی جرأت
نہیں کرتا تھا آغرخاں نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈالا پیچھے دلیرخاں نے اپنی سواری کا ہاتھی پانی میں
چلایا بعد ازاں لپر دلیرخاں گھوڑے پر سوار دلاورونکے ساتھ بطریق یورش جان بازی کو کام
فرما کے توپخانہ آتشبار کے مقابل ہو دریا میں آیا اور ہمچشمی کی غیرت سے اپنی سارے لشکر کو لیکر
آب و آتش کا مقابلہ کرتا ہوا چوب بندی کے درمیان جو پانی کے نشان لیلئے کئے گئے تھے روانہ
ہوا روبرو سے گولہ توپ و گلولہ تفنگ ایسا متصل برستا تھا کہ آنکھ کھولنے کی فرصت نہ ملتا تھا
اور جسکے لگتا تھا اسکا سر پانی سے پھر نہ نکلتا تھا اور نہ اسکا نشان ملتا تھا سپاہ کے اس گروہ
عبور میں ہاتھی گھوڑوں کی ریل پیل سے چوب بندی کا نشان بحال و بجا نہیں رہا سپاہ
اور چارپایوں کے تردد سے پاؤنکے نیچے ریگ خالی ہوئی اور پایابی بالکل برطرف ہوگئی اسلئے
بہت سے سوار اور پیادے بحر فنا میں غرق ہوئے ایسی حالت میں لپر دلیرخاں تموج دریا سے
مع اسپ کے دریا میں ایسا ڈوبا کہ پھر اسکے زندہ و مردہ ہونے کا نشان نہ ملا غرشبان اور گولہ
کے اولوں کے برسنے سے اور بارود کے دھوئیں کے گھر جانیسے یہ حال ہوگیا کہ بیٹے کو باپ نہیں پہچانتا
تھا اور بھائی کو حال کی بھائی خبر نہ لیتا تھا سارا دریا گلگوں ہوگیا تھا۔ جو گھوڑے تیر کر ایک جماعت
کو بچا لائے و بعض جنکو تیرنا آتا تھا وہ گولہ و بان کے صدمہ سے محفوظ ہو کر دریا سے پار جا کر جاں
ہوئے۔ دلیرخاں کے فیل کے آگے آغرخاں غنیم کے پیادہ و سوار کے ہجوم کو شمشیر مارتا ہوا
پھاڑتا چلا جاتا تھا کہ ناگہاں فیلبان کے اشارہ سے آغرخاں کے سامنے ایک مست ہاتھی آیا
اس بہادر نے فیل کے خرطوم پر تلوار ماری فیل نے آغرخان کو مع گھوڑے کے سونڈ میں لے کر اوپر اٹھایا

اختیار میں پٹکا کر راکب و مرکب جُدا جُدا دس گز کے فاصلہ پر ایکدوسرے سے دور جا پڑے دونو
کے چوٹ لگی۔ گھوڑے کا رودہ پھٹ گیا لیکن آغرخاں پھر گھوڑے پر سوار ہو کر جستی و
چالاکی سے اس ہاتھی سے لڑنے پر تیار رہا مگر گھوڑے میں بوتا نہ تھا اسلئے یہ سمجھکر کہ پھر
اس بلائے سیاہ کے روبرو جانا جان کا رائگاں کرنا ہے ہاتھی کے پیچھے سے جاکر فیلبان کی
گردن تلوار سے اُڑا کر اسکو نیچے گرایا اور گھوڑے کی پیٹھ پر سے فیل کی گردن پر جاکر
سوار ہوا مگر ہاتھی کا کجک (آنکس) ہاتھ نہ آیا اور ہاتھی بس میں نہ رہا اب حیران تھا کہ کیا
کروں کہ اُسکے ایک نوکر نے کہا کہ خنجر کو کمر سے غلاف میں سے نکالکر ہاتھی کی بناگوش پر
سمائیے۔ اِس حالت میں دلیرخاں جسکا ہاتھی دس بیس قدم کے فاصلہ پر آغرخاں کے
پیچھے آتا تھا اس بہادر کا رستمانہ کام دیکھکر آیا اپنے ہاتھی کو اسکے ہاتھی کے برابر لایا اور
تحسین و آفریں کہتا ہوا ہاتھی کے اردگرد تصدق ہونے لگا آغرخاں نے کہا کہ میں نے
یہ ہاتھی بادشاہ کی سرکار کے لئے گرفتار کیا ہے میں امیدوار ہوں کہ اب فیلبان سرکار
کو حکم دیں کہ فیلخانہ میں اس ہاتھی کو داخل کرے اور میری سواری کے لئے اسپہار کوتل
مرحمت ہوں دلیرخاں نے تحسین کرکے کہا یہ ہاتھی بھی آپ کو مبارک ہو دو گھوڑے
ترکی و عراقی اسکو تواضع کئے اور اپنے ایک فیلبان کو حکم دیا کہ ہاتھی پر سوار ہو۔ آغرخاں
گھوڑے پر سوار ہوا اور بہت سے افغانوں کو دشمن کے مقابلہ میں لیگیا اور تیر مارنے
شروع کئے اور پیاپے حملہ اور جیقلشین کیں شجاع کے دو تین سردار اور بہت سے
غیر مشہور آدمی مارے گئے اور بادشاہ کی فوج کی بھی ایک جماعت زخموں سے سرخرو ہوئی
دشمن کا ہراول فرار ہوا اور شجاع کا بیٹا بھی بھاگ کر باپ پاس چلا گیا۔ القصہ اس تیرہ
پر سخت لڑائیاں ہوتی رہیں۔ نالہلے قلب پر اور دریاے گنگ پر اور سوا و ٹانڈہ
کے اطراف میں۔

جب عالمگیر نے سُنا کہ شجاع سے محمد سلطان جاملا اور معظم خاں نے فدویانہ تردد کئے ہیں

تو بادشاہ نے ازراہ احتیاط و مصلحت پانچویں ربیع الاول ۱۰۶۹ھ کو سمت شرقی کا قصد
کیا اور اس زمانہ میں راجہ جسونت سنگھ کو از سرِ نو جہارا جہ کا خطاب دیا۔ سروشکار
پادشاہ چلا ۲۲ ماہِ مذکور کو پادشاہزادہ محمد معظم اور وزیر خاں دکن سے پادشاہ
آئے۔ پادشاہ نے حوضِ طلائی بصورت بنگلہ ہاتھی کے لئے ایجاد کیا تھا خان سامان اسکو
تیار کرکے پاس کے روبرو لایا اسکو پادشاہ نے انعام دیا گنگا کے کنارہ ایک
منزل میں سات روز قیام کرکے مرزا سنجر کاظم ثانی خراسان کی بیٹی سے پادشاہزادہ محمد معظم کا
پادشاہ پاس خبر آئی کہ پادشاہزادہ محمد سلطان شجاع کے پاس سے بھاگ کر معظم خا
آن ملا اس مجمل کی تفصیل یہ ہے۔

پادشاہزادہ محمد سلطان کا شجاع کے پاس سے مراجعت کرنا

کہ برسات کے بعد جتنی لڑائیاں شجاع اور پادشاہی لشکر کے درمیان ہوئیں انمیں یہ شا
چچا کے ساتھ تھا معلوم نہیں کہ وہ اپنے کئے سے پشیمان ہوا یا وہ جیسا معظم کے ساتھ
سے ناخوش تھا ایسا ہی وہ مرزا شجاع کی بیعت سے آزردہ خاطر ہوا کیا اسنے یہ دیکھ
چچا جان کی شجاعت کچھ کام نہیں کرتی اسکے ساتھ رہنے سے سوا رجان کھونیکے کچھ
حاصل ہوگا یا وہ خود ہی تلون مزاج تھا۔ غرض کچھ ہی سبب ہوا اپنی خطا سے نادم ہو
کرنے کی فکر میں وہ ہوا۔ خود اکبر نگر میں شجاع کے پاس تھا اور اسکی بیوی ٹانڈہ میں شجاع سے
ایک دو منزل پر تھی اسکی بیماری کی خبر آئی۔ اسنے شجاع سے بیوی کی عیادت کے
رخصت لی اور ٹانڈہ میں آیا۔ اسلام خاں دریا کی اس طرف لشکر شاہی کے
موجود تھا اس پاس خفیہ پیغام بھیجا اور اپنے ارادہ سے اطلاع دی اور فوج
کی مدد مع اور لوازم کے طلب کی کہ وقت معین میں اشارہ پر وہ بھیج
۲۶ جمادی الاول ۱۰۶۹ھ کو خدمہ محل وچند خواجہ سرا لے کر مچھلی کی شک
کا بہانہ بنا کے سوار ہوا اشرفیاں وجواہر جس قدر اسکا تھا ساتھ لیا اور
کے کنارہ پر آیا۔

یہ کشتیوں میں سوار ہو کر سبردو کاچی پر اسلام خاں بموجب اشارہ کے انتظار کھینچ رہا تھا۔
شجاع کے آدمیوں کو جب شاہزادہ کے ارادہ پر اطلاع ہوئی تو کشتیوں میں سوار ہوئے اور
انہوں نے تعاقب کیا اسلام خاں مع توپ خانہ و فوج کے ایستادہ تھا اُسنے جب شجاع کے
آدمیوں کو دیکھا تو اُنکے دفع کرنیکے لئے اور شاہزادہ کے استقبال کے لئے نوارہ میں روانہ ہوا دونو
طرف سے بچکر سلامت کنارہ پر پہنچا لیکن اسکی ایک کشتی جسپر بعض کارخانے اور کچھ خدمۃ محل تھیں
وہ گراں بار تھی اور پیچھے رہ گئی تھی دو تین گولوں کے لگنے سے ڈوب گئی کچھ عورت مرد
ڈوب کر مرگئے بہت سے ملاحوں کی مدد سے اور اسلام خاں کی کشتی کے جا پہنچنے سے بچگئے۔ جب
یہ خبر معظم خاں کو پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا اسوقت ایک مختصر خیمہ اور حاضری اور میوہ بادشاہزادہ
کے واسطے روانہ کیا۔ تین روز بعد شاہزادہ سے ملنے آیا اور بادشاہ کو حقیقت حال اور اسکے
ساتھ شاہزادہ کی عرضداشت ارسال کی بادشاہ کے حکم سے شاہزادہ بادشاہ پاس
بھیجا گیا اُسنے اُسکو گوالیار کے قلعہ میں مقید کیا۔ مرزا شجاع نے جب یہ دیکھا تو اُسنے
اپنے بیٹے بلند اختر کو حکم دیا کہ جہاں جہاں دریا پایاب ہوگئے ہوں وہاں مورچے باندھکر
لشکر شاہی کو نہ اُترنے دے۔ اور وہ خود فوج لیکر داؤدخاں کے لشکر کی برابر آیا۔ اب ٹانڈہ
میں مرزا شجاع کے لشکر کا ہجوم تھا وہاں معظم خاں نے لشکر بھیجا۔ بکلہ گھاٹ کے قریب سخت
لڑائی ہوئی جسمیں ہزیمت پائی۔ اب شجاع نے اپنی مملکت بنگلہ اور دیرسالہ سے دل اُٹھایا
ٹانڈہ گیا جہاں اُسکا بنگاہ تھا وہانسے جہانگیر نگر میں جانیکا ارادہ کیا معظم خاں بھی ٹانڈہ
گیا اور وہانسے تردی پور جاکر شجاع کے نوارہ کی چار سو کشتیاں گرفتار کرلیں جنمیں سے بعض
اموال اور کارخانجات سے بھری ہوئی تھیں۔ شجاع کے انتظار میں یہاں یہ کشتیاں ٹھہری ہوئی
تھیں۔ ٹانڈہ میں شجاع نے دو غرابوں میں نفائس و غرائب اموال مثل اشرفی و طلا
و جواہر و مرصع آلات رکھے۔ اور دو اور غرابوں میں منتخب اشیا اور کارخانے لادے
ان چاروں کو روانہ کیا اور ٹانڈہ سے خود ایک درخت زار میں آیا جب اُس نے

سُنا کہ لشکر شاہی قریب آگیا تو پانچ چھ گھڑی دن رہے دریا کے کنارہ پر گیا اور
بلند اختر و زین الدین کو اور جان بیگ و سید عالم و سید قلی اورنگ اور مرزا بیگ اور چند
وخدمہ و خواجہ سرایوں کو ساتھ لیا۔ یہ کل تین سو آدمی تھے اور ساٹھ کوس۔ وہ کشتی میں
پنجم شعبان سنہ ۲ جلوس میں جہانگیر نگر کی طرف گیا۔ باقی اسکے اور عمدہ نوکروں اور
نے صلاح اندیشی سے مفارقت اختیار کی اور لشکر کے خودسروں نے اسکے مال کو لوٹنا
کیا صندل خواجہ سرا اُسکا چہیتا ہاتھیوں اور بارہ اونٹوں پر اسباب لاد کر کشتیوں میں
کرنیکے لئے جاتا تھا اسکو اوباشوں نے لوٹ لیا۔ ششم ماہ مذکور کو معظم خاں ٹانڈہ میں
اس غارتگیری کا انتظام لشکر کے اوباش جو مال کو لوٹ کر لے گئے تھے انسے وہ مال واپس
شجاع کی جو عورات و پردگیاں وہاں رہتی تھیں انکی حراست کے واسطے چوکی پہرہ مقرر
اور قدیمی ناظروں اور خواجہ سرایوں کو سخت تاکید کی کہ وہ بدستور قدیم اپنی خدمت بجا
اور ہوشیاری اور بیداری پیشتر سے بیشتر رکھیں آخر کو ان سب ستورات کو بادشاہ پاس بھیجدیا
نے جو دو غراب جواہر وغیرہ سے پُر کر کے بھیجے تھے بادشاہی لشکر نے کشتیوں میں سو
اِنکو گرفتار کر لیا اور سارے جواہر اموال بادشاہی ضبطی میں آئے اور کشتیاں شجاع
کے مال اسباب کی پکڑیں گئیں اور اُن میں سید عالم کا برادر زادہ اور شجاع کا ہتنی
اور انکے بڑے امیر اسیر ہوئے۔ شجاع کا جو مال غارت ہوتا معظم خاں کی حسن سعی سے
استرداد ہوتا۔ آٹھویں ماہ مذکور کو شجاع کے عمدہ نوکر مثل سراج الدین جابری اسفند
معموری و میر مرتضیٰ نامی وغیرہ معظم خاں سے آن ملے خان نے اُن کو جان مال کی امان
اور ترحم شاہی کی نوید سُنائی اور ہر ایک کو مناسب مناصب دلائے۔ جب بادشاہی لشکر
سے جہانگیر نگر پہنچا تو وہاں بھی وہ نہ رہ سکا۔ جہانگیر نگر میں جب تک اسکا بڑا بیٹا زین
رہا شجاع کے اشارہ سے وہ راجہ رخنگ (لداکان) سے رسل و رسائل رکھتا اور
اُس پاس آدمی ارمغان کے ساتھ بھیجتا منور خاں جہانگیر نگر کا زمیندار تھا اُسنے

حدود کے زمینداران کو اپنے ساتھ متفق کرکے شجاع کا فغان برنہ ہونے دیا۔ منورخاں کے دفع کرنیکے لئے راجہ سے کمک طلب کی توراجہ نے اسوقت ایک جماعت کثیر رخنگیوں کی بہت حلیہ وغراب کے ساتھ بھیجدی زین الدین اس سپاہ کو لیکر منورخاں سے لڑنے گیا اور اسکو شکست دی اور مہم کے جلد وہیں رخنگیوں کو نقد وجنس دیکر واپس بھیجدیا اور نامہ وپیام بھیجکر راجہ سے یہ بات ٹھہری کہ جسوقت شجاع جہانگیر نگر سے رخنگ میں آنا چاہے تو وہ ایک جماعت کو سرحد پر بھیجدے کہ وہ اسکو رخنگ میں لیجاے۔ چاٹگام رخنگ کی سرحد پر ہے وہاں کے حاکم کو راجہ نے تاکید کردی کہ اسباب میں شجاع کوئی اشارہ کرے تو بے توقف اسکے پاس ایک گروہ کو بھیجدے۔

جب شجاع ٹانڈہ سے جہانگیر نگر میں آیا اور اسکو یہ یقین ہوا کہ لشکر شاہی اُسکے پاؤں یہاں جمنے نہیں دیگا اور چارۂ کار سوائے اسکے کوئی اور نہیں ہوگا کہ رخنگ کی طرف میں بھاگوں تو اُسنے راجہ رخنگ پاس اپنے آدمیوں کے ہاتھ نوشتے بھیجکر درخواست کی کہ اپنے آدمیوں کی ایک جماعت کو میری رہبری اور ہمراہی کے لئے بھیجدو کہ وہ تمہاری ولایت میں مجھے لے جائیں۔ ایک مہینے تک جواب کا انتظار کیا معظم خاں کا لشکر اسکے پیچھے پڑا تھا اسکے پاس آنے کی خبر سُنکر وہ ڈرا اور اسکا انتظار نہ کیا کہ رخنگ سے اسکے آدمی آجائیں وہ ۶ رمضان آغاز سنہ ۳ جلوس کو زین الدین و بلند اختر و زین العابدین اپنے بیٹوں کو اور چند رفیقوں مثل جان بیگ و سید عالم و سید قلی ازبک و مرزا بیگ اور سپاہیوں کی ایک جماعت اور چند خدمہ و خواجہ سراؤں کو لیکر جہانگیر نگر سے برآمد ہوا راستہ میں کہیں کشتیاں نہ ملیں اسکے رفیق جو ابتک ساتھ تھے اُس سے جُدا ہوئے۔ تین مہینے ہوئے تھے کہ زین الدین نے ایک شخص کو راجہ رخنگ پاس اور جہانگیر نگر میں شجاع کے آنے سے تین چار روز پہلے عالم چاٹگام پاس دو آدمی بھیجے تھے وہ تینوں آدمی اور کیادن جلیہ رخنگی و فرنگی مردان کار اور ادوات حرب و پیکار سے پُر جو حاکم

چاٹگام نے راجہ رخنگ کے اشارہ سے تیار کئے تھے وہ کمک کے طور پر شجاع سے
اور اُنہوں نے راجہ اور حاکم چاٹگام کا نوشتہ اسکو دیا اور رخنگ کے سرداروں نے کہ
اگرچہ راجہ نے ہمکو آپکی کمک اور امداد کو بھیجا ہے اور قرار دیا ہے کہ خود چاٹگام میں آ
بیٹھے اور متعاقب نوارۂ عظیم بھیجے اور خشکی کی راہ سے بھی ایک جماعت کو تعین
لیکن یہ سارے مراتب اس صورت میں ہیں کہ آپ جہانگیر نگر میں ثبات قدم رکھیں
اضطراب کرکے وہانسے جو چلے آئے ہیں اب ہمکو حکم نہیں ہے کہ آپکو رخنگ لیجائیں
نے اُن سے کہا کہ میں جہانگیر نگر سے اسی عزیمت سے باہر آیا ہوں کہ موضع بہلوہ میں
سرحد ملک پادشاہی ہے اقامت کروں اور اُسکے قلعے اور تھانوں کو استحکام دوں
اعانت و اتفاق سے جو چاہتا ہوں وہ قوۃ سے فعل میں لاؤں تو یہ گروہ اسکی مرا
پر راضی ہوا اور اُسکی ہمراہ ہوا اس روز پرگنہ لکھی دیہ میں منزل کی دوسرے روز صبح کو
نوارہ رخنگ کے ساتھ روانہ ہوا اور پرگنہ بہلوہ میں قلعہ بہلوہ سے چار کوس پر مقیم ہ
یہاں حسین بیگ قلعہ دار بہلوہ کے اشارہ سے امام قلی اسکا خویش شجاع سے ملنے
نے اُسکی استمالت کی اور اسکو بھیجا کہ وہ حسین بیگ کو سمجھا سمجھو کر لائے حسین بیگ اپنی
سے سو سواروں کو ساتھ لیکر قلعہ بہلوہ سے شجاع کی ملاقات کو گیا شجاع نے اسکو
امام قلی کو حوالات میں کرکے اسکو قلعہ حوالہ کرنے کی تکلیف دی اور حکم دیا کہ حسین بیگ
آدمیوں کو جو قلعہ میں موجود ہیں لکھے کہ قلعہ کو مع تمام اموال کے شجاع کے آدمیوں
کرے دوسرے روز مرزا بیگ کو بارہ آدمیوں کے ساتھ کشتیوں میں بٹھاکر بھیجا اور حسین بیگ
نوشتہ دیا کہ جاکر قلعہ کو مع اموال اور اشیا اپنے تصرف میں لائیں مرزا بیگ نے قلعہ سے
کروہ پر کشتی کو ٹھہرایا اور ایک آدمی کے ہاتھ حسین بیگ کا نوشتہ اسکے گماشتوں
پاس بھیجا جو قلعے میں تھے اور ان کو پیغام دیا کہ وہ چند مرکوب بھیجیں کہ کشتی سے اُتر کر
سمیت قلعہ میں آئیں۔ جب نوشتہ اہل قلعہ پاس پہنچا تو اُنہوں نے صواب اند

درشناسی سے قلعہ کے دینے سے بظاہر انکار کیا اور جواب بھیجا کہ سواری کے لئے ہم گھوڑے
بھیجتے ہیں اور ایک چند ساعت کے بعد مظفر نام غلام حسین بیگ اور ایک ہندو جو اسکا
دیوان تھا اسی سوار اور چار سو پیادے و بندوقچی اور تیر انداز اور دو فیل دریا کے کنارہ پر
آکر اترنے لگے اور ہاتھیوں کو پانی میں لیجا کر کشتیوں پر پہنچے ۔ مرزا بیگ کو دس آدمیوں کے
ساتھ گرفتار کر لیا اور باقی دو آدمی اُسکے ہمراہی بھاگ کر شجاع پاس گئے اور اس واقعہ کی
خبر سنائی شجاع نے یہ تجویز کی کہ رخنگیوں اور انکے نوارہ کو لیجا کر قلعہ بہلوہ کو تصرف میں لائے
صبح کو ایک اور سردار تین کشتیاں چاٹگام سے لیکر آگیا جب رخنگیوں نے دیکھا کہ اسکا کام صلاح
و اصلاح سے باہر ہے تو اُنہوں نے شجاع کی درخواست کو کہ قلعہ پر چلکر لڑیں نامنظور کیا
اور یہ معذرت کی کہ ہمارا ادب و آئین یہ نہیں ہے کہ ہم کشتی سے اُتر کر جنگ کریں ہم توپ و تفنگ
سے روئے آپ پر آتش کارزار کو روشن کرتے ہیں اور حسین بیگ اباکش کو جو شجاع کی قید
میں تھا اور وہی قلعہ بہلوہ کی ہوس کا سرمایہ تھا اسکو طلب کیا اور کہا کہ ہم تجھ سے معاملہ
رکھتے ہیں جب شجاع نے اُسکے بھیجنے میں حیلے حوالے کئے تو اُنہوں نے ناخوش و تلخی سے
حسین بیگ و امام قلی کو قید سے آزاد کیا اور اپنے پاس لیگئے اس مقدمہ کے بعد انہوں نے کہا کہ
اگر بہلوہ تصرف میں آتا تو آپکے کسی بیٹے کو یہاں مقرر کرتے اور آپ کو رخنگ لیجاتے لیکن
اب بہلوہ تو ہاتھ آیا نہیں صلاح اس میں ہے کہ بے توقف و درنگ رخنگ کو روانہ ہوں
شجاع نے اسبات کو قبول کر لیا اور وہ ناحیہ میں چلا گیا شجاع کے آدمیوں کو جب اُس کے
ارادہ پر اطلاع ہوئی تو اکثر سپاہی اور خدمہ و ملاح متفرق ہوئے اور ہر یک کسی نہ کسی طرف
چلا گیا غرض شجاع نے بنگالہ سے قطع امید کی اور جزیرہ رخنگ میں چلا گیا یہ جزیرہ عالم کے معمورو
میں اراذل اور کافروں کا مسکن ہے مملکت وسیع بنگالہ اور اپنی دولت و حشمت چند روزہ
کو شجاع برباد کر کے اس قوم کے سرگروہ سے ملاقات کرنے جو آدمیت و انسانیت سے
کوسوں دور ہے دین و دانش و مروت و مردمی سے مہجور اس بُرے وقت اور حال میں

سادات بارہ میں سے سید عالم اور سید قلی اور بارہ اور معزز آدمیوں نے اسکی رفاقت
چھوڑی کل چالیس آدمی اسکے ساتھ تھے۔ رخنگ کا نام اصل میں راکنیگ ہے جسکو
نے رخنگ اور انگریزوں نے اراکان اور برہماوالوں نے یاکینگ بنالیا ہے۔
شاہجہاں کی بیماری کی حالت میں داراشکوہ کے بہکانے سے بے حکم راجہ کرن دکن
چلا آیا تھا پھر عالمگیر کے پاس اس ندامت کے دور کرنیکے لئے نہیں آیا تھا اور کوتہ اندیشی
احکام کے جواب میں عذر عذر آمیز سے دفع الوقت کرتا تھا بادشاہ نے اس کی تنبیہ
لئے نو ہزار سپاہ امیر خاں کو سپرد کی۔ راجہ کا بیٹا کیسری سنگھ باپ سے جدا ہو کر بادشاہ
کے ہمراہ رہتا تھا۔ باپ کے استیصال کے لئے خود درخواست کر کے امیر خاں کے
گیا جب امیر خاں اس لشکر کو لے کر بیکانیر میں آیا تو راو کرن خواب غفلت سے بیدار
اسنے سوچا کہ اگر لڑتا ہوں تو سارا گھر بار مال متاع ناموس برباد جائیگی اسلئے
کو اپنے جرائم کا شفیع بنایا اور اپنے دو بیٹوں اوتپ سنگھ و پدم سنگھ کو ساتھ لاکر بادشاہ
زمین بوس ہوا۔ بادشاہ نے اسکا قصور معاف کر دیا۔

راجہ کرن کو سرکوبی کے لئے امیر خاں کا بھیجنا

مرہٹوں کے مُلک اور قوم کا حال

عالمگیر کے عہد سلطنت کا واقعہ عظیم مرہٹوں کی ترقی ہے اسلئے ہم اُنکے ملک اور قوم
مختصر بیان لکھدیتے ہیں ہندوؤں کے جغرافیہ کے موافق دکن عبارت اس ملک سے
جو نربدا اور مہاندی دریاؤں کے جنوب میں واقع ہے اگرچہ دکن کے حصے بہت سے
ہیں مگر ان میں پانچ بڑے حصے ہیں (۱) ڈراوید (۲) کرناٹک (۳) اندر یا تلنگانہ
گونڈواند (۵) مہاراشٹر۔ جب غیر ملکوں کے باشندوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں
مہاراشٹر کے رہنے والوں کو مرہٹہ کہتے ہیں لیکن بجائے خود مہاراشٹر کے باشندوں کے نام
ہیں۔ مہاراشٹر میں جن خاندانوں میں سپہ گیری کا پیشہ ہوتا ہے اُن کو مرہٹہ کہتے

دکن اور مرہٹوں کے ملک کی بیان

مہاراشٹر کا ہر باشندہ اپنے ملک میں مرہٹہ نہیں کہلاتا۔ مہاراشٹر کی حدود ہر زمانہ میں بدلتی رہی ہے مرہٹوں کی قوم اس سرزمین میں بستی ہے جو کوہستانوں کے سلسلہ اور ایک خط کے درمیان واقع ہے۔ یہ کوہستانوں کا سلسلہ وہ ہے جو نربدا کے جنوب کی الگ میر سلسلہ بندھیاچل کے متوازی پھیلتا ہے اور خط وہ ہے جو گوا سے ساحل بحر پر بیدر اور چاندہ کے درمیان واردہ پر گذرتا ہوا کھینچا جاے یہ دریا اسکی مشرقی حد اور سمندر اسکی غربی حد ہے۔ دکھن کے چہرہ میں سلسلۂ کوہ سہیادری۔ خوشنما خط وخال ہے جسکو گھاٹ کہتے ہیں جو اسکے مغرب میں اپنے پاؤں پھیلاتا ہے اور سر اونچا کرتا ہے دو سمندر سے تیس چالیس میل کے فاصلہ پر ہے گو وہ بہت اونچا نہیں ہے صرف تین ہزار فیٹ سے پانچہزار فیٹ تک اونچا ہے مگر اسمیں بعض خصوصیات اور زمینوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنا ایسا ہے کہ وہ شہرت دکن میں ایسی رکھتا ہے جیسی کہ اُتر میں ہمالیہ۔ مغرب کی طرف وہ سطح سمندر سے ایسا بلند ہے کہ دشمن کے آنیکے لئے ایسی سد ہے کہ اِسکو اندر گھسنے نہیں دیتی اسکے مشرق میں ایک مرتفع سرزمین سطح سمندر سے ڈیڑھ دو ہزار فیٹ اونچی ہے اور مرہٹونکے ملک سے بتدریج اسمیں ڈھلان خلیج بنگالہ تک ہوتا چلا جاتا ہے اس پہاڑ اور سمندر کے درمیان ایک خطہ زمین ہے جسکو ولایت کوکن یا کونکن یا کان کان کہتے ہیں اسمیں زرخیز بندر جیسے چیول وابل ہیں واقع ہیں اسکے ایک حصہ میں کوہستان وودرہ وسنگ لاخ اور بعضے بیشے و جنگل ہیں۔ ہمارے جغرافیہ میں اسکا مفصل حال پڑھو۔ ہم مرہٹوں کا حال جو مسلمانونکے عہد سلطنت سے متعلق ہی یہاں لکھتے ہیں۔ باقیماندہ حال تاریخ عہد انگلشیہ میں دیکھو۔

جیسے ہندوستان کے ہر ایک ملک کی تاریخ تاریکی میں ہے ایسی ہی مہاراشٹر کی مسلمانونکے حملہ سے پہلے فقط دو چار انقلابونکا بیان لکھا ہے۔ مہاراشٹر کے اصلی باشندے گرمی ہیں جو اس ملک میں گنواری کہلاتے ہیں تاریخ سے تحقیق ہوتا ہے کہ یہاں ایک راج تھا جسکی راجدھانی ناگپور (اب) یہانکے راجاؤنکی قوت کو شال باہن نے خاک میں ملادیا۔ شال باہن ایک رذیل قوم کا آدمی تھا اس نے اس راجہ کا ملک فتح کرلیا

جو قوم کا راجپوت سسودیہ کے نسل سے تھا۔ سال باہن نے اس راجہ کے سارے خاندان کو قتل
مگر ایک عورت اپنے بچے کیساتھ جان سلامت لیکر نکل گئی اور ست پوری کے پہاڑوں میں اُس نے
پرورش پائی اور یہی لڑکا چتوڑ کے رانا کی بنس کا بانی ہوا چتوڑ کے رانا سے اودیپور کے رانا پیدا ہوئے
اس خاندان میں سے مرہٹوں کی قوم کا بانی پیدا ہوا بعد اسکے مہاراشٹر میں جو اور انقلابات
انکا حال تحقیق نہیں ہوا اور پرتھان سے دارالسلطنت دیوگڈھ میں (جسکو حال میں دولت
کہتے ہیں) بدل گیا۔ یہاں شال باہن سے متواتر راجہ جادو رائدیو تک ہوتے آئے تیرھویں
صدی کے آخر میں جب مسلمان یہاں آئے ہیں تو یہی راجہ تھا جسکا ذکر تمنے اس زمانہ کی
میں پڑھا ہوگا معتبر نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹوں کا ملک چھوٹی چھوٹی ریاستو
میں تقسیم ہوگیا۔ تاریخ فرشتہ میں ان راجاؤنکا جو بیان آیا ہے وہ ہمنے پہلے لکھدیا ہے۔
مرہٹے رانا کی نسل میں ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں۔ چھتریونکا یہ دعوی ہے کہ ہم ماں کے پیٹ سے
پیدا ہوتے ہیں اور خدا نے سپہ گری کا کام ہماری نسل سے مخصوص کیا ہے اسلئے مرہٹوں سے
بھی جو سپاہیونکا فرقہ ہے چھتری ہونیکا دعویٰ کیا اس دعوی کا جھوٹا سچا ثابت کرنا نہایت
مشکل ہے مگر ان راجپوتوں اور مرہٹونمیں یہ فرق ہے کہ راجپوتونکی قوم کی یہ عادت
کہ جب انکی عزت پر بری آن بنتی ہے تو وہ ہاتھ پاؤں ہلاتے ہیں۔ نہیں کاہل رہتے
برخلاف اسکے مرہٹونکے کہ وہ اپنی غرض ومطلب حاصل کرنیکے لئے جان جوکھونمیں
ہیں فقط عزت ہی کے لئے لڑتے بلکہ اپنے مطلب اور اغراض کیلئے بھی کوشش وکشش
ہیں ادنیٰ راجپوت کے چہرہ میں وجاہت شرافت پائی جائیگی اور اعلیٰ مرہٹے کے چہرہ میں اکثر
گنوارپن ظاہر ہوگا اگر یہ دو کسی ایک شخص کے دشمن ہوجائیں تو راجپوت دانا دشمن
مرہٹہ ہیبت ناک اور ناخدا ترس دشمن ہوگا۔

تاریخ میں مرہٹونکا ذکر اس طرح نہیں آتا کہ وہ ایک قوم تھی جب اوّل اوّل مسلما
دکن پر حملہ کیا ہے تو کہیں مرہٹونکا نام نہیں آیا اور ایسی ان پر کم توجہی

سترہویں صدی میں جب وہ اپنے کوہستانی و میدانی وطن سے نکلے ہیں تو اور قومیں انکو ایک اجنبی اور نئی قوم سمجھتی تھی ہمارا مطلب فقط یہ ہے کہ ہم یہ بتلائیں کہ مسلمانوں کے عہد سلطنت میں مرہٹوں کا حال کیا تھا اسلئے فقط اسی کو لکھتے ہیں۔ جب مسلمانوں نے دکن کو فتح کیا اور دیوگڈھ کا نام بدلکر دولت آباد رکھا اور بعدازاں سلطنت بہمنیہ کا اقبال چمکا اور اسکو استقلال ہوا تو مرہٹوں نے چندمرتبہ مسلمان حاکموں سے سرکشی کی اور ایک مرتبہ راجہ نے مسلمانوں کے لشکر کو دغا سے مار ڈالا جب خاندان بہمنیہ ختم ہوگیا تو پانچ اور سلطنتیں اسکی جگہ قایم ہوئیں۔

ان سلاطین پنجگانہ کی ابتدا سلطنت میں مرہٹوں کا حال وہی رہا جو سلاطین بہمنیہ کی سلطنت میں تھا اکثر کوہستانی قلعوں میں مرہٹے متعین کئے جاتے کبھی وہ سرکار شاہی سے تنخواہ پاتے اور کبھی جاگیریں انکو ملتیں کبھی وہ دیس مکھ (چودھری یا زمیندار ہوتے ہیں) ہوتے پھر مرہٹے منصب دار ہونے لگے مرہٹے گھوڑوں کو تھوڑے دنوں میں جمع کرلیتے اور انکے تعداد کے موافق وہ منصب دار ہوجاتے انکا نوکر رکھنا اور برطرف کرنا سلاطین دکن کی مرضی پر تھا۔ اسطرح کی سپاہ رکھنے ... میں مسرف اور بے انتظام سلطنت کو بڑی آسانی تھی ان پادشاہوں نے ان مرہٹوں کو انکے قدیمی خطاب راجہ نایک راؤ کے دئے اور ان خطابوں کے ساتھ انکا ساز و سامان بھی انکو دیا جس سے وہ ایک شان سی رہنے لگے تاریخ فرشتہ میں بھی کبھی کبھی برگی کا ذکر آتا ہے مسلمان اکثر کرناٹک کے ناٹکوں پر اسکا اطلاق کرتے ہیں اہل کرناٹک جو مسلمانوں کی زبان نہیں بول سکتے تھے وہ برگی کی جگہ اپنے تئیں مرہٹہ کہتے تھے۔ تمام مرہٹہ منصب داروں کی سپاہ برگی کہلاتی تھی یہ سپاہ دشمنوں کی راہوں کے روکنے کے لئے اور اُنکے پاس آذوقہ رسد نہ پہنچنے کے واسطے اور بھاگتے ہوئے دشمن کے تعاقب میں لوٹ مار کے کام کے لئے اور ملکوں کی تاخت و تاراج کے واسطے مقرر کیجاتی تھی۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ کرناٹک میں بعض برگی سرداروں نے سرکشی کی جن کو عادل شاہ نے دغا سے مار ڈالا برہمن واسوجی اس دغا میں مارا گیا وہ بڑا کارکن تھا پھر ابراہیم عادل شاہ کے علم کے نیچے برگی نظام شاہ سے لڑے۔ بیجاپور اور احمد نگر

کے سلاطین کی سپاہ میں بھرتی بہت تھے کیونکہ اس قلمرو میں مہاراشٹر داخل تھا۔ گولکنڈہ
بادشاہ کی سپاہ میں کچھ بھرتی تھی۔

بیجاپور کی ریاست میں بڑے بڑے مرہٹے سردار بہ تفصیل ذیل تھے (۱) چندر راؤ مور
(۲) راؤ نائک نمبل کر جسکو پھول تن راؤ بھی کہتے ہیں (۳) جوج ہر راؤ گھاٹ کے
راؤ مانے (۵) گھورپورے (۶) ڈفلے (۷) ساونت بہادر دیس مکھ واری کا احمد
کی ریاست میں مرہٹہ سردار بہ تفصیل ذیل تھے (۱) راؤ جادو (۲) راجہ بھوسلہ اور
اور چھوٹے چھوٹے سردار۔

ان سب سرداروں کے نام تاریخ دکن میں مذکور ہیں اکثر ان میں سے دیس مکھ تھے۔ احمد
کی سلطنت میں جادو رائے دیس مکھ سنکھیر کا بیان ہوا ہے۔ وہ غالباً راجہ دیوگڈھ کے
اولاد میں سے تھا۔ سولہویں صدی کے آخر میں موکھ جی جادو رائے کے خاندان سے
زیادہ طاقتور کوئی اور خاندان نہ تھا۔ نظام شاہ کی طرف سے اسکی جاگیر دس ہزار سوار
تھی اسی طرح ایک اور خاندان تھا جسکا لقب بھوسلہ تھا ہمکو زیادہ تر اس خاندان کے
بیان کرنے سے کام پڑیگا بھوسلہ پاس کئی پٹیل تھے وہ ایک گاؤں ویرول میں دولت
کے نزدیک رہتا تھا۔ باپ جی بھوسلہ کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام مالوجی اور چھوٹے کا نام
ولوجی تھا۔ مالوجی کی پہلی شادی دیبا بائی سے ہوئی جو دنگو جی یعنی جگ نال راؤ نائک
نمبل گردیس مکھ پھول تن کی بہن تھی مالوجی کی اولاد نہیں پیدا ہوئی تھی احمد نگر میں ایک
فقیر شاہ شریف کی دعا سے اسکے بیٹا پیدا ہوا جسکا نام فقیر کے سبب شاہ رکھا گیا اور مرہٹی
تعظیم کا لفظ جی اُسکے آگے بڑھایا گیا۔ شاہ جی نام ہوا جسکو شاہ جی یا ساہو جی بھی کہتے
ہیں۔ یہ شاہ جی ۱۵۹۴ء میں پیدا ہوا۔ مالوجی بھوسلہ بڑا چالاک سلحدار تھا اُسنے اپنی
حسن خدمت گذاری سے بڑا درجہ حاصل کیا تھا اسکا بیٹا شاہ جی بھی بہت خوبصورت
تھا ۱۵۹۹ء میں ہولی کے تہوار میں یہ لڑکا اپنے باپ کے ساتھ جادو رائے کے

گھر میں آیا۔ ہندوؤں کا دستور ہے کہ اس تہوار میں وہ بڑے آدمیوں سے ملنے جایا کرتے ہیں
اس تہوار کے پانچویں دن ایک جلسہ میں شاہ جی باپ کے ساتھ جادو رائے کے گھر میں آیا
جادو رائے نے شاہ جی کو پیار سے اپنے پاس بُلایا اسکے برابر اسکی بیٹی جی جی تین برس
کی بیٹی تھی لڑکی سے کہا کہ تو اس لڑکے (شاہ جی) کو اپنا دولھا بنائے گی۔ پھر اُس نے
مجلس کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ کیا اچھے دولہا دولہن ہیں۔ یہ دونوں بچے ہولی کی
رسم کے موافق گلال ایک دوسرے پر پھینک رہے تھے اہل مجلس اس تماشے کو دیکھکر ہنس
رہے تھے۔ مالوجی بھوسلہ اُٹھا اُسنے کہا ساری سبھا گواہ رہے کہ میرے بیٹے کی سگائی جادو
رائے کی بیٹی سے ہو چکی۔ اہل مجلس نے اسکو مان لیا اور جادو رائے متحیر ہو کر خاموش ہو گیا
جادو رائے نے یہ بتلانیکے لئے کہ جو میں نے کہا تھا وہ فقط ہنسی کی بات تھی۔ مالوجی کو
دعوت میں بُلایا مگر مالوجی نے کہا کہ جبتک تم شاہ جی کو اپنا جنوائی نہ مانوگے میں دعوت میں
نہیں آئیگا۔ جادو راؤ نے اس سے سخت انکار کیا اسکی بیوی جو بڑی مغرور آن تان
کی تھی وہ میان پر بڑی خفا ہوئی کہ تو نے ایسے بات کو ہنسی سے کیوں مُنہ سے نکالا کہ
اسکی بیٹی شاہ جی سے بیاہی جاے۔ مالوجی بڑا مستقل مزاج تھا اور اپنا مطلب نکالنا خوب
جانتا تھا خواہ کسی طرح ہو وہ اپنے گاؤں کو چلا گیا وہاں جاکر کہا کہ بھوانی دیبی نے اُس
پاس آنکر اسکو بڑا خزانہ بتلا دیا ہے یہ دولت اُسنے نظام شاہ کے عہد میں جو سترہ برس کا تھا
ملک کی لوٹ مار سے جمع کی ہوگی یہ روپیہ چمار گونڈی کے ایک ساہوکار شیونائک
پونڈے کو حوالہ کیا کہ لوگوں کو اس کی دولت کا یقین ہو اس دولت سے گھوڑی خریدی
محل و کنوئیں کھدوائے۔ مندروں میں روپیہ چڑھایا اور اسی دُھن میں لگا رہا کہ
جادو رائے سے رشتہ مذکور ہو اس میں اسکو منصب پنجہزاری مل گیا اور سیوبیری
اور چاکنہ اسکی جاگیر میں ملگئے غرض اس جاہ و منصب دولت مندی نے خاندان
کے عیب پر پردہ ڈالدیا اور جادو رائے بیٹی بیاہنے پر راضی ہو گیا شاہ جی

اور جی جی بی کا بیاہ بڑی دھوم دھام سے ہوگیا اور سلطان اس میں شریک ہوا۔ اس
بیوی سے شاہ جی کے دو بیٹے سنبھاجی و سیواجی پیدا ہوئے۔ بڑا بیٹا سنبھاجی باپ
کو عزیز تھا ہمیشہ اسکو اپنی ساتھ رکھتا تھا سیواجی ماں کو بہت عزیز تھا جب وہ خاوند سے
اس سبب سے ناراض ہوئی کہ اُس نے دوسری شادی کرلی تو سیواجی اپنی ماں کے ساتھ
باپ سے جُدا ہوکر پونہ چلا گیا۔

مُغلوں نے جو گولکنڈہ و احمدنگر و بیجاپور کو فتح کرکے اپنی سلطنت میں داخل کرنیکا ارادہ
کیا اس سبب سے مرہٹوں کا بڑا عروج ہوا اس سے دکن میں مسلمان سلاطین کی قوت ٹوٹ
مرہٹوں کی طاقت بڑھگئی۔ ملک عنبر نے مرہٹونکو بڑا سردار بنایا یہ حال سب تاریخ دکن میں
خافی خاں لکھتا ہے کہ دکن اور یہانکے مرہٹونکے ثقہ آدمیونکی زبانی سیواجی کے اصل و نسب
کا حال یہ سُنا گیا ہے کہ اصل میں اسکے اجداد کا رشتہ رانای چتوڑ کے سلسلہ سے ملتا ہے
راجپوتوں اور تمام قوم ہنود میں یہ مقرر ہے کہ اگر اپنے اور غیر ذات کے پاکیز کے بطن سے
پیدا ہو تو اسکو بدقوم و شوم جانتے ہیں اس صورت میں کہ عالم جوانی و شہوت رانی میں
فرزند غیر کفو سے پیدا ہو تو اسکو خانہ زاد و کنیز و غلام اعتبار کرتے ہیں اور اس اولاد کو
میت نہیں پہنچتا۔ مادر مولود پدر کی نسبت بخبیہ ہو مگر فقط اتنی بات کہ وہ اپنی قوم سے
اس سے نسبت و کدخدائی نہیں کرتے اگر بطریق عاشقی مدخولہ کرتے ہیں تو اسکی اولاد کو
بے اعتباری سے ولدالزنا کی طرح پرورش پاتی ہے اور اسکی کتخدائی اسی کی ہمجنس سے
ہے مثلاً اگر زن قوم بقال سے کسی کتر قوم کے گھر میں یا دختر بکر برہمن کھتری کا بیٹھ کے نقص
میں آئے تو جو فرزند پیدا ہوگا وہ کنیز و غلام متصور ہوگا کہتے ہیں کہ سیواجی کے اجداد
میں سے جو بھوسلہ سے ملقب تھا وہ ملک رانا کے اطراف میں مسکن رکھتا تھا اس نے
ایک بد اصل غیر قوم عورت سے تعلق پیدا کیا اور دستور کے موافق عقد کیا اور اسکو اپنی
بنایا اُس سے بیٹا پیدا ہوا خویش و تبار کے طعن کے اندیشہ سے اس مولود کو ایک

پانیوالی مقرر کرکے پہاڑ کے گوشہ و کنار میں پوشیدہ پرورش کرتا تھا وہ اس عورت سے ایسی وابستگی رکھتا تھا کہ ہرچند مایوں نے چاہا کہ اسکا بیاہ اپنی قوم میں کریں مگر اُسنے قبول نہیں کیا جب اس فرط محبت سے بھانڈا پھوٹا اور خویش و بیگانہ میں فرزند کی پرورش کا ذکر مشتہر ہوا تو اپنے بیٹے کو جہاں وہ پوشیدہ مکان میں تھا لیکر دکن کو روانہ ہوا۔ باوجودیکہ یہ جھوٹ مشہور ہوگیا تھا کہ اسکا بیٹا ہمقوم عورت سے پیدا ہوا ہے صحیح النسب راجپوتوں میں سے کوئی اس لڑکے سے شادی نہیں کرتا تھا قوم مرہٹہ جو راجپوت ہونیکا دعوی کرتی ہے انہیں ناچار اپنے بیٹے کی شادی کی اس نسل سے ساتویں آٹھویں پیڑی میں ساہو بھوسلہ پیدا ہوا۔

سیواجی کی ولادت اور تعلیم

سیواجی کی ولادت اور تعلیم

سیواجی مئی ۱۶۲۷ء میں پہاڑی قلعہ سیونیری میں پیدا ہوا سیواجی اسکا نام رکھا گیا اسکا حال بھی عجیب و غریب ہے اُس سنہ میں پیدا ہوا کہ دکن کے تین مسلمان لائق دانشمند فرمانروا اس دُنیا سے ناپید ہوگئے تھے اور اسکی جنم بھوم کے گرد چار و نطرف سلطنتوں کے تخت ڈگمگا رہے تھے باپ اسکا وہ شخص تھا جو تین سلطنتوں کے معاملات صلح و جنگ میں شریک تھا اور اُنسے منسلک ہوچکا تھا اور چوتھی سلطنت کے ساتھ اسی قسم کے معاملات میں مصروف تھا ماں اُسکی وہ عورت تھی کہ اپنے تئیں اُن راجپوت راجاؤں کی نسل سے بتاتی تھی جو مہاراشٹر میں راج کرچکے تھے اور پہلے مسلمانوں کے ہاتھ سے نیست و نابود ہوچکے تھے۔ جسوقت وہ گھٹنوں کے بل چلتا تو اسوقت وہ اپنی ماں کی گود میں تھا جو ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ میں مغلوں کے ہاتھ سے بھاگتی پھرتی تھی اور آخر کو وہ گرفتار ہوگئی تو اُسنے اپنے بچے کو تعلیم و تربیت کے لئے ایک دانشمند بھگت برہمن دادا جی کندیو کو سپرد کردیا یہ نامی گرامی گروپونہ کی جاگیر کا ناظم شاہ جی کیطرف سے تھا اس اُستاد سے شہسواری شمشیر زنی نیزہ بازی تیراندازی پہاڑوں کے نشیب و فراز پر چڑھنا اور تیرنا و ندیوں پر پہلانگنا سیکھا اپنے پہاڑی دلاور دوستوں کے ساتھ وہ نیستان میں جاتا اور شیروں کو وہاں سے نکالتا اور شکار کرتا

4199

غرض تمام وہ سپاہیانہ ہنر جو اس ہونہار الوالعزم کے شان کے شایان تھے سیکھے پڑھنے لکھنے کی طرف اُسنے کچھ خیال نہ کیا اسکو اپنا نام تک لکھنا نہیں آتا تھا مگر اُستاد نے کرم دھرم گیان کی باتوں اور پوجا پاٹ کا نہایت پابند کیا اور اس سبب سے وہ ایک متعصب ہندو ہوگیا اور مسلمانوں سے اسکو دلی نفرت ہوگئی اُسے دیوتاؤں کی لڑائیاں اور سورماؤں کی کہانیاں سنوائیں کہ جس سے اسکی طبیعت میں شجاعت اور مردانگی کے کاموں کا عشق پیدا ہوگیا۔

سیواجی کا لڑاپن

چونکہ پونا ایک ایسی جگہ واقع ہے کہ جہاں پہاڑی اور میدانی ملک آپس میں ملتے ہیں اسلئے دونوں قسم کے آدمیوں سے سیواجی کا اتفاق صحبت ہوا۔ اول سیر و شکار سے پہاڑی لوگوں سے جنہیں سے اکثر اسکے باپ کے سواروں میں بھرتی ہوتے تھے یا گھاٹوں کے پاس پڑوس کے ڈاکوؤں اور لٹیروں سے غرض یہ اسکے ہمراہی بڑے جفاکش اور مضبوط تھے ان کی صحبت سے اسکی طبیعت میں بڑے بڑے کاموں کا عشق پیدا ہوگیا ادھر اس صحبت کا اثر اُدھر دیوتاؤں اور سورماؤں کی نظم داستانوں کی خوش کلامی کی تاثیر۔ ان دونوں نے ملکر اسکے دل میں بڑے بڑے کاموں کا جوش و خروش پیدا کردیا۔ یہ آفت روزگار جب سوار ہونے کا ہوا تو دادا جی نے اسکو جاگیر کے نظم و نسق میں شریک کرلیا۔ مگر اب وہ اسکے حد اختیار سے باہر ہوگیا۔ ان لٹیروں میں سے ہے۔ غرض اس لوٹ مار اور شیر و شکار کے سیر میں رہتا اور کون کان کی ساری گھاٹیوں سے وہ واقف ہوگیا اور وہ یہ خوب سمجھ گیا کہ کسے کونسے مقامات ہیں جہاں حملہ کرنا چاہیئے اور کونسی ایسی جگہ ہیں جہاں بیٹھکر اپنی حفاظت کرنی چاہیئے۔ وہاں کے جنگل کے باشندوں سے پہلے ہی آشنا تھا پونہ کے شمال میں جو گھاٹوں کے حصے ہیں اُن میں بھیل اور کولی بستے تھے اور جنوب میں جو حصے ہیں اُنمیں قوم راموسی آباد تھے مگر پونہ کے عین مغرب میں مرہٹے بستے تھے وہ مدت سے اس جا ملک کی سختیاں اُٹھاتے تھے جس وادی کوہ میں وہ آباد تھے انکا نام ماول تھا اسے

کے باشندوں کو ماولی کہتے تھے۔

سیواجی کے یار اور مددگار پہاڑی قلعوں پر سیواجی کا قبضہ

سیواجی نے ماولیوں کو اپنا یار بنایا۔ اُنہیں کی یاری اسکی یاوری کا سبب ہوئی سیواجی کی تیز فہمی اور ہوشیاری اور دور اندیشی ختم تھی اسنے ان لوگوں کے منتخب کرنے میں اپنی عقل کو خرچ کیا اور اب چھوٹے چھوٹے منصوبوں سے بڑے بڑے کاموں کو سوچنے لگا اور ایسی راہ نکالی کہ اُسکے یہ سب دوست اُسکے ان کاموں میں بڑے کام آئے۔

بیجاپور کی سلطنت میں جو پہاڑی قلعے تھے اُن کی خبرگیری اچھی طرح نہ کیجاتی تھی کیونکہ انمیں سے دارالسلطنت سے دور تھے اور بیماری کے گھر سمجھے جاتے تھے۔ خصوصاً برسات میں کبھی ان میں ایک مسلمان افسر ہوتا۔ اس پاس کچھ ٹوٹی پھوٹی کم تنخواہ کی فوج ہوتی۔ کبھی یہ بھی نہوتا بلکہ جو آس پاس مال کے اہلکار ہوتے انکے سپرد کردئے جاتے قطع نظر اس سے اسوقت بادشاہ بیجاپور ملک کرناٹک کی فتح میں سرتاپا مصروف تھا اسلئے ان قلعوں میں فوج شاہی بہ نسبت سابق کے بہت کم تھی اب ان قلعوں پر قبضہ پانیکے لئے سیواجی نے اپنی تدابیر کا آغاز اسطرح کیا کہ پونہ سے جنوب میں بیس میل پر ایک پہاڑی قلعہ نہایت مضبوط توڑنا تھا۔ سنہ ۱۶۴۶ء میں اُسنے اپنے دوستوں کی معرفت حاکم قلعہ سے گفتگو کی کہ وہ قلعہ اسکے حوالہ کردے۔ جب قلعہ دار اسبات پر راضی نہ ہوا تو پھر اُس نے اپنا وکیل دربار شاہی میں بھیجکر یہ درخواست کی کہ یہ قلعہ اسکو عنایت ہو وہ پہلے حاکم سے دس گنا زیادہ محصول ادا کریگا اور بادشاہ کی جان نثاری اور خدمت گذاری میں مال و جان سے مصروف ہوگا۔ غرض یہ اپنی درخواست بادشاہ کے ہاں اہلکاروں کو خوب رشوتیں دیکر منظور کرالی۔ اب قلعہ توڑنا کو اُس نے مستحکم کیا وہاں اسکو ایک خزانہ ہاتھ لگ گیا۔ اس خزانۂ خداداد کے ملنے سے اُسنے اپنی عقلمندی سے اپنی بھگتائی کا یقین لوگوں کو کرادیا۔ اور بتلادیا کہ یہ بھوانی نے دیا کر کے خزانہ بھیجدیا ہے۔ اس خزانہ کو اس نے سپاہ میں تقسیم کردیا اور توڑنا سے جنوب مشرق میں

تین میل پر کوہ مہور بدھ پر ایک اور نئے قلعہ کے بُرج وخندق کے مستحکم کرنے میں لگایا اور
اسکا نام راجگڈھ رکھا یہ اسکی بڑی دانائی تھی کہ وہ اپنی سب مہمات میں مذہب کی حمایت
اور قوم کی رعایت کو ظاہر کرتا تھا۔ ٹھاکر دواروں اور مندروں کے جو مواقف ومصارف
مسلمانوں نے ضبط کر لئے تھے انکو بحال کرتا اور اپنے سارے کاموں میں بھگتائی اور
ستی ہونے کو ظاہر کرتا۔ اپنے حال پر دیوتاؤں کی خاص عنایت بتاتا۔ اپنے سپنوں کو
مکاشفات بتاتا۔ جب شاہ بیجاپور کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ آیندہ چپ نہ بیٹھ سکا اور اسے
باپ شاہ جی سے جواب طلب کیا اور حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ایسی حرکات سے باز رکھے شاہ جی
نے اپنے عذرات پیش کئے اور دادا جی اور سیواجی کو لکھا کہ آیندہ وہ ملک بیجاپور پر
دست اندازیاں نہ کریں۔ دادا جی گرو نے اول تو اپنے چیلے کو سمجھایا کہ باوا جی کے کہنے
پر عمل کرے۔ مگر بعد اسکے وہ چیلے کے ارادوں کا چیلہ بن گیا اور ایسی تدبیریں بتانے
لگا کہ اُسکے سارے کاموں سے اُسکے ہم مذہبوں اور ہم وطنوں اور ہم قوموں کی ترقی
جب وقت مرگ اُسکا آیا تو اُسنے سیواجی کو پاس بٹھایا اور اس ہونہار نوجوان کو یہ
کہ اپنے دھرم اور کرم پر قائم رہنا۔ گاے اور برہمن اور کاشتکاروں کی رکشا کرنا۔ ٹھاکر
اور مندروں میں کوئی کھنڈت نہ ہونے دینا اور جو کچھ بُرا بھلا آگے آئے اسپر صابر اور شاکر
رہنا دادا جی نے یہ کہکر پران چھوڑ دئے اس نوجوان کے دل پر گرو کے ان
حکموں کا وہ اثر ہوا۔ کیا ٹھگوں کا افسر اور بڑا غارت گر تھا یا اپنی قوم کا آزاد
والا۔ اپنے مذہب کی حمایت کرنے والا ہو گیا اب اپنی آپ وہ اچھی قدرت ومنزلت
عزت وتعظیم کرنے لگا۔

باپ کی جاگیر پر قبضہ

اپنے دادا جی کے مرنے کے بعد اُسنے اپنے باپ کی جاگیر پر قبضہ کر لیا اور بے روک
کام کرنے لگا جو کچھ محصول اور خراج جاگیر سے وصول ہوا باپ پاس نہ بھیجا اور اس
خرچ کی معقول وجوہات بتلا دیں کہ ملک ایسا مفلس ہے کہ کچھ آمدنی کی بچت نہیں ہوتی

گذارہ کرناٹک کی آمدنی سے لیجئے۔ پونہ کے شمال میں چاکنہ ایک بہت عمدہ قلعہ تھا اُس پر چپ چاپ قبضہ کرلیا اور وہاں کے حاکم کو باپ کے نام سے نوکر رکھ لیا۔ اور اس ضلع کی رعایا کے ساتھ نہایت رعایت سے پیش آیا اور اس سے زیادہ اہم ایک اور قلعہ گنڈنہ کا لینا تھا اسکے حاکم کو رشوت دیکر لے لیا اور سنگ گڈھ اُسکا نام رکھا۔ پرگنہ سوپہ میں اسکا میاسُسرا باجے جسکے باپ کیطرف سے حاکم تھا اُسکو سیواجی کے پکھنڈ نہیں بھاتے تھے اُسپر ایک رات کو چھاپہ مارا۔ اور اسکو اور اسکے ساتھیوں کو قید کرلیا۔ ان قیدیوں میں سے بعض نے سیواجی کی سیوا اختیار کی اور باقی قیدیوں اور جیتے کو کرناٹک میں شاہ جی پاس بھیجدیا۔ جن دنوں میں دادا جی کنہ دیو کا انتقال ہوا تھا اُنہی دنوں میں پورندہر کا قلعہ دار بھی مرا اسکے تین بیٹے باپ کی جاگیر پر جھگڑا کررہے تھے سیواجی انکے ثالث بنے اور اپنے ہمراہیوں کو وہاں لے گئے اور تینوں بھائیوں کو قید کرلیا۔ پھر اپنی شیریں کلامی سے اُنکو اپنا دوست بنالیا اور وہ اُسکے بڑے بڑے کاموں میں کام آئے اور ایمانداری سے خدمات اُس کی بجالائے۔ سیواجی نے ان مہمات کو اپنی تدبیر و تزویر سے انجام دیا اور کسی کی تکسیر بھی نہ پھوٹی ایسے انتظامات کو مرہٹے ستم اور جور پر ترجیح دیتے ہیں۔ سیواجی نے اپنے باپ کی جاگیر کا خوب انتظام کیا محصول خوب وصول کیا اور چاکنہ سے نیراتک ملک پر وہ قابض ہوگیا اُس میں جنگی قلعے آراستہ تھے اور وہ استوار اور محکم تمام دشمنوں سے لڑنے کے لئے تھے اور غنیمت کے مال کے لئے نہایت محفوظ جگہیں تھیں پہاڑوں میں یہ انتظام کرکے اُسنے اب میدان جنگ میں گھوڑے دوڑانے شروع کئے اور بیجاپور کی سلطنت سے بغاوت اختیار کرنے میں کوئی پردہ نہ رکھا۔ اُسنے ملک کا شکار اس طرح کیا جس طرح شیر چھپ کر پہاڑوں کی کھوہ میں شکار کی تاک جھانک میں بیٹھتا ہے اور جوں ہی وہ نظر پڑتا ہے اُسپر جھپٹا مارتا ہے اور پھر اپنی کھوہ میں جا بیٹھتا ہے۔

اب اُس نے ماولیوں کو پیادوں میں بھرتی کیا۔ سوپہ کی مہم میں تین سو گھوڑے

سیواجی کی پہلی بغاوت دربار بیجاپور

اُسکے ہاتھ لگے تھے اُن پر پیادوں کو سوار کرکے سوار بنائے۔ اوران سواروں کے
پہلے ہی یہ شکار ملا کہ والی بیجاپور کو تین لاکھ اشرفیوں کا خزانہ مولانا احمد حاکم کلیان
بھیجا تھا۔ اُسے ۱۶۴۸ء میں لوٹ کر راج گڈھ میں لے گیا۔ روپیہ سارا سواروں کو دیدیا
کان گوری ٹونک۔ نکونہ۔ بھورپ۔ کوری۔ توگھر۔ راج ماچی۔ ٹالا۔ گوس سالا۔ اور
مضبوط قلعہ راے ری کو فتح کرکے اصل مالکوں کو دے دیئے۔

اب کانکن پر اُس نے حملہ کیا اور جن مقامات میں دولت تھی اُن کو لوٹا۔ کانکن کے
جانب ایک مسلمان حاکم تھا اور کلیان اسکی دارالریاست تھی اُسپر سیواجی کے ایک
ماجی سوتی دیو۔ افسر نے حملہ کیا اور کلیان فتح کرلیا اور جو اُس سے متعلق قلعے تھے
قبضہ کرلیا اور حاکم کو قید کرلیا۔ سیواجی اس فتح کو سنکر بہت خوش ہوا اور خود کلیان
گیا اور اماجی سوتی دیو کی بڑی تعریف کی اور اس ملک کا صوبہ دار مقرر کیا اور ملک کا
کیا پرانے قوانین مالگذاری کے جاری کئے مندروں پر چڑھاوے بھیجے برہمنوں کو
پن کیں۔ سیدی ایک خوفناک ہمسایہ تھا اسکی جاگیر جو قبضہ میں آئی تھی اُسپر قبضہ رکھنے
لئے دو قلعوں کی تعمیر کا حکم دیا ایک گوس سالا کے پاس بیرواڑا اور دوسرا راے ری
پاس بنگلہ مولانا احمد جبکو ماجی سوتی دیو نے قید کیا تھا سیواجی نے اسکی بڑی خاطر
کی اور اسکو عزت وحرمت کے ساتھ بیجاپور کے دربار کو رخصت کیا مگر دربار میں اُس
قید ہونے اور قلعوں کے حوالہ کرنے کی خبر پہلے آچکی تھی شاہ بیجاپور نے اُسے موقو
کردیا۔

جب محمد عادل شاہ بادشاہ بیجاپور نے سیواجی کے یہ ہت کھنڈے دیکھے
تدبیر اور تزویر اور زور شمشیر سے آگاہ ہوا تو آگ بگولہ ہوگیا۔ سیواجی کا باپ شاہ
کرناٹک میں بادشاہ کی طرف سے صوبہ تھا اسکو دغا سے اُسکے ایک ہم قوم
گھورے پورے نے دعوت میں بلایا اور گرفتار کرکے بیجاپور میں بادشاہ پاس

شاہ جی کا قید ہونا اور چھوٹنا

بادشاہ نے ۱۶۴۹ء میں اِسے سنگین قید خانہ میں قید کر دیا جسکا بہت چھوٹا دروازہ تھا
اور کہا کہ اگر تمہارا بیٹا اپنے افعال ناشائستہ سے باز نہ آئیگا اور تابعداری نہیں اختیار کریگا تو
قید خانہ کا دروازہ تیغہ کر دیا جائیگا یہ خبر سنکر سیواجی باپ کے چھڑانے کی تدبیر میں لگا۔ اول
اُسکے دلمیں آئی کہ باپ کے چھڑانے کے لئے عادل شاہ کی فرمانبرداری کیجے مگر اسکی بیوی
سہائی بائی نے اسے روکا کہ اس نافرمانی سے جو شاہ جی کی رہائی کا احتمال ہے وہ اس
بادشاہ کی فرمانبرداری میں نہیں ہے جو بیوفائی میں مشہور ہے اور سوچا کہ اس سے بہتر کوئی
تدبیر نہیں کہ بادشاہ دہلی کا توسل ڈھونڈھنا چاہیئے۔ سیواجی ایسا سرتیلا تھا کہ اب تک
شاہ دہلی کی خدمت میں کوئی گستاخی نہیں کی تھی چنانچہ یہ منصوبہ اسکا ٹھیک پڑا۔ اور
شاہجہاں کے ہاں سے اُسے بیحد زاری کا خطاب ملا۔ اور غالب ہے کہ اس بادشاہ کی
سفارش سے شاہ جی کو رہائی ہوگئی شاہ جی چار برس تک قید خانہ کی سیواکرتا رہا اور
چپ چاپ بیٹھا رہا۔ ملک میں بھی امن رہا۔ سیواجی ملک میں دست درازی کرتے ہوئے یوں
ڈرتا تھا کہ کہیں قید خانہ میں باپ کا کام تمام نہ ہو جائے اور شاہ بیجاپور اس اندیشہ سے چپ چاپ
تھا کہ کہیں سیواجی مُغلوں کو نہ چڑھا لائے مگر اسوقت ملک کرناٹک میں بے انتظامی کی آفت
برپا ہوئی اُسوقت دربار بیجاپور اپنی صلاح و فلاح اسی میں سمجھا کہ شاہ جی کو قید سے
چھوڑ کر کرناٹک بھیجے۔ وہاں مفسدوں نے اسکی جاگیر پر قبضہ کر لیا تھا اور اسکا بڑا بیٹا
مارا گیا تھا اور سب طرف ہتیار بندی ہو گئی تھی اور بیجاپور کے افسروں کو نکلنے کے لئے مقصد
دھمکیاں دے رہے تھے شاہ جی سے قول و قسم اسبات پر ہو گیا تھا کہ وہ اسکے قید کرنیوالونکے
ساتھ ہمیشہ صلح کے ساتھ رہے۔ اگرچہ اُس نے خود اپنا عوض نہ لیا مگر سیواجی کو لکھ بھیجا کہ اگر
تو میرا بیٹا ہے تو بلاجے گھورپوری جاگیردار مودھول کو سزا دینا۔ غرض انتقام کا قرض
عادل بیجاپور کی گردن پر رہا جسکو سیواجی نے مع سود وصول کیا۔ سیواجی کے قید کرنیکے
لئے دشمنوں نے کوشش کی مگر وہ چاروں طرف کان لگائے رکھتا تھا اُسکو خبر ہو گئی

سیواجی کے نئے حملے اور اورنگ زیب سے معاملات

اور اُسنے اُلٹی جوتی دشمنوں ہی کے مُنہ پر لگائی۔ اب باپ کے چھوٹنے سے سیواجی کو
دوبالا ہوگیا اور پھر اپنے جاہ و جلال کے بڑھانے میں اعلیٰ درجہ کی تدابیر کرنے لگا۔ را
جولی جو دریاوار نا اور کشنا کے دوآبہ کے بڑے حصے پر فرمان روائی کرتا تھا وہ بھی سیو
کا ہمقوم تھا اور اس سے ہمیشہ صلح رکھنی چاہتا تھا مگر نہ اس کا یہ ارادہ تھا کہ اس سرکش کا
ہوا دے نہ یہ نیت تھی کہ والی بیجاپور کے مقابل میں کھڑا ہو وہ نہایت زبردست راجہ تھا
خاندان بڑا سپاہی مشہور تھا اور ایک عمدہ سپاہ رکھتا تھا۔ سیواجی کو اُس سے یہ رنج
ہوا کہ جو لوگ اُسکے تعاقب میں آتے تھے اُنکو اس راجہ نے رستہ دیدیا تھا اب اس رنج
پردہ ہی پردہ میں لینا چاہا۔ اور دو وکیل راجہ جولے کے دربار میں ایک برہمن اور دوسرے مہر
راؤ بھیجے اور اُسکے بیٹے سے شادی کی درخواست کی جب یہ سگائی ٹھہر گئی تو ان دونوں
نے راجہ کے مارنے کا قصد کیا۔ سیواجی چپکے چپکے چوٹوں کی طرح فوج کو ایسے مقام پر
آپہنچا کہ جسوقت راجہ مارا جائے تو وہ جھٹ پٹ ملک پر قابض ہوجائے۔ غرض ان ظالموں
نے راجہ اور اُسکے بھائی کو مارا۔ خود بھاگ گئے۔ ایک سخت مقابلہ کے بعد ان کی دارالحکومت
سیواجی کے ہاتھ آگئی اور تمام اسکے متعلقات پر قبضہ ہوگیا مگر یہ کام پاچی پن اور مکاری
بندوں کو پسند نہ آیا۔ نیرا اور کشنا کے درمیان ایک بڑا مستحکم مقام رودھیرا تھا اسکو
کو سیڑھیوں پر چڑھکر لے لیا اور قلعدار کو مار ڈالا سیواجی ملک گیری کی نردمان کی اول
پر پہلے چڑھ چکا۔ اب یہ دوسری سیڑھی پر قدم رکھا اور اس فتح نمایاں کے یادگار میں
قلعہ پرتاپ گڈھ تعمیر کرایا اور اپنا پیشوا شامجی بنیٹھ پہلے پہل مقرر کیا۔

اب تک سیواجی مغلوں کی سلطنت کا بڑا ادب کرتا تھا۔ اُن کی سرحد پر قدم
رکھتا تھا وہ بادشاہ کی ملازمت کو اپنی عزت سمجھتا تھا اسوقت اورنگ زیب ملک
میں ملک گیری کر رہا تھا اسکی یہ تمنا تھی کہ سیواجی کو اپنا دوست بنا کر بیجاپور
کے فتح کرنے میں اپنا معاون بنائے سیواجی نے اول اس شاہزادہ کی باتوں

خیال کیا اور اسکی ملازمت حاصل کی اور اپنے ملک مقبوضہ کے لئے اسکے توسل سے
بادشاہی سند حاصل کی مگر جب اُسنے دیکھا کہ شاہزادہ اپنی ساری فوج سے بیجاپور والوں
سے لڑ رہا ہے تو اُس نے یہ خیال کیا کہ بادشاہی ملک پر قبضہ کرنے میں بہت کچھ فائدہ ہے
اسلئے اُس نے اول خبیرہ پر جو مغلوں کی عملداری میں تھا رات کو حملہ کیا اور خوب اسکو لوٹا
تین لاکھ پیگوڈا اور دو سو گھوڑے ہاتھ آئے اب اس سے بڑھکر احمد نگر پر ۱۶۵۷ء میں
ہاتھ مارا۔ وہاں سے سات سو گھوڑے اور چار سو ہاتھی اُڑا لایا۔ ان فتوحات سے لڑائی
کا سامان اُس پاس نئی طرح کا ہو گیا۔ اگرچہ مادلی اور مرہٹے اُسکی سپاہ کے پیادے تھے
اور وہ بڑے چالاک و چست تھے اور بدستور اپنے کاموں میں مشہور تھے مگر اب اُس نے
سواروں کا دستہ تیار کیا اور تھوڑے دنوں بعد نہایت غور و تامل کرکے پٹھانوں کو پیادوں
میں بھرتی کیا اگرچہ ان مسلمانوں کو سپاہ میں داخل کرنا ابتدائی حالت میں مناسب نہ تھا
مگر بالفعل جو حال اسکا ہو گیا اور آیندہ ہونیوالا تھا اُسکے لئے یہ امر ضرور تھا۔ غرض اب اُس
پاس ایسا سامان ہو گیا تھا کہ وہ میدان جنگ میں باقواعد فوج کے سامنے لڑ سکتا تھا اور
ٹھہر سکتا تھا سیواجی نے اورنگ زیب کے معاملہ میں بڑی غلطی کھائی اور اُسکے زور و قوت
اور سپاہ و عقل کا ٹھیک ٹھیک تخمینہ نہ کیا۔ اُسنے بیجاپور کا بہت جلد محاصرہ کر لیا اور قریب
تھا کہ اسکو بالکل فتح کر لے اس سبب سے سیواجی کی امیدیں دل کی دل ہی میں رہیں اور
بہت جلد اُسکو خوف و ہراس اس شاہزادہ کی طرف سے پیدا ہوا اسلئے یہ اسکی خوش نصیبی
تھی کہ اپنے بیجا حملوں کا عذر پیش کیا اور بہت منت و سماجت سے پیش آیا اس سے
اس کی طبیعت کا کینہ بین ظاہر ہوا۔ یہ اسکی اقبال مندی تھی کہ چند روز بعد شاہجہاں کی بیماری
کے سبب شاہزادہ کو ہندوستان کی طرف لانا پڑا اور ایک لمحہ میں کچھ سے کچھ ہو گیا اور
معاملات ملکی میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوا اس عرصہ میں کہ اورنگ زیب بھائیوں سے
لڑا جھگڑا اور باپ کو معزول کرکے بادشاہ ہوا سیواجی اسکا مطیع اور فرمانبردار رہا

اور اسکی خدمات بیجا لانے کا بہانہ کرکے فوج کو بڑھاتا رہا اور زبانی جاں نثاری
خدمت گزاری کا اظہار کرتا رہا اور اسکے عوض میں اُسنے یہ درخواست کی کہ پادشاہی
میں جو جو استحقاق اُسکے ثابت ہیں اُن پر توجہ فرمائی جاوے۔ اور اسطرف بھی اشارہ
کہ ملک کانکن میں وہ حکومت بنسبت اُن اہلکاروں کے جو اب مقرر ہیں اچھی طرح کر
یہ وقت خود اورنگ زیب کے لئے نازک تھا اسلئے شاہزادہ نے وہ فرمان ۱۶۵۹ء میں جاری
کہ قصور معاف۔ ملک برقرار۔ ملک کانکن میں لڑائی کی اجازت اور سارے دعوی اسکے
پانچسو سوار اپنے پادشاہ کی خدمت میں بھیجدے سیواجی بھی ایسے معاملات میں اور
زیب کا بھائی تھا اُسنے سوار نہ بھیجے۔ مگر زبانی اقرار ہمیشہ کرتا رہا۔ دغا کی شطرنج دونوں
برابر کھیلنی آتی تھی۔ بازی قائم رہی۔ سیواجی نے پیشوا شامجی کو بہت سی سپاہ دیکر کانکن
بھیجا وہاں اُسنے بعد ایک سخت لڑائی کے سیدی جوہر سے ہزیمت اُٹھائی۔ اسلئے سیواجی
نے پیشوا کو بُلایا اور اپنے عہدہ سے معزول کردیا۔ اب یہ وقت بڑا نازک آگیا تھا۔
اُسوقت میں عادل شاہ کے بیمار ہونے سے مملکت بیجاپور میں ایک انقلاب عظیم پیدا
جب وہ مرگیا تو علی عادل شاہ ایک نوجوان اُسکی جگہہ تخت نشیں ہوا۔ اُسکی حکومت کو
نہ ہوا تھا۔ ابھی اُسنے اورنگ زیب سے ہزیمت اُٹھائی تھی۔ ارکین سلطنت میں باہم جھگڑے
پادشاہ کم عمر تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے بیجاپور کے دربار نے سب سے اول یہ کام
جانا کہ سیواجی کی سرکشی کو دبائیں اور اسکو اتنی فرصت نہ دیں کہ وہ مغلوں کے ساتھ
کرے اس کام کے واسطے چیدہ چیدہ بارہزار سپاہ جمع ہوئی۔ اور افضل خاں جو
گرامی امیر تھا اُسکا سپہ سالار مقرر ہوا۔ وہ اپنی شیخی میں آنکر کہنے لگا کہ سیواجی کی کیا حقیقت
ہے ابھی اُسے زنجیروں میں جکڑکر بادشاہ کے تخت کے روبرو لاکر کھڑا کرتا ہوں۔ اس
کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ اپنی کمزور حالت کو سمجھا کہ ایسے جوانمرد سے پہلے میدان میں
نہیں ہوسکیگا۔ اپنی قدیمی تزویر و تدابیر و حکمت میں مصروف ہونا بہتر جانا۔ اُسنے اپنے

افضل خاں کا سیواجی سے لڑنے کے لئے بھیجا جانا

خوف زدہ ظاہر کیا۔ قطعہ پرتاپ گڈھ میں پہنچایا اور عذر و معذرت کے خطوط خانصاحب کو بھیجنے شروع کر دیئے اور لکھا کہ آپ بزرگ ہیں آپ کو میرے حال پر مرحمت کرنی چاہیئے اگر آپکی بدولت میرا قصور بادشاہ کے ہاں سے معاف ہو جائے تو میں اپنا سارا ملک چھوڑتا ہوں اور جان نثاری اور اطاعت میں پھر کچھ عذر نہیں کرتا ہوں خانصاحب کچھ تو پہلے ہی ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے۔ اب اور پھولے۔ اُنہوں نے ایک برہمن پنتو جی گوپی ناتھ کو سیواجی پاس بھیجدیا کہ جاکر عہد و پیمان کرائے سیواجی نے اُس پنڈت سے رسم و رواج کے موافق دربار میں ملاقات کی پھر آدھی رات کو اکیلا پنتو جی برہمن کی خدمت میں گیا اور وہاں یہ ظاہر کیا کہ بھوانی نے مجھے دنیا میں بھیجا ہے اور ایسی باتیں بنائیں کہ وہ اس سے بالکل مل گیا۔ اور اُسنے یہاں سے جاکر خانصاحب کو بالکل منقوش خاطر کر دیا کہ اس لڑکے میں اصلا تاب مقابلہ کی نہیں۔ ایک قلعہ میں ہراساں اور لرزاں بیٹھا ہوا ہے اور سخت حیران ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے افضل خاں یہ سُنکر اور شیر ہوئے اور بن اور جنگلوں کو کاٹتے ہوئے قلعے کے تلے جا پہونچے سیواجی کا بڑا منصوبہ اس کام میں یہ تھا کہ کسی طرح افضل خاں کو مار لیجیے تو بیڑا پار ہے۔ اب پنتو جی کی اعانت سے یہ بات ٹھہری کہ ان دونوں میں آپس میں تنہا ملاقات ہو۔ غرض خانصاحب اپنی خانی کے گھمنڈ میں آگئے ایک خدمتگار کو ساتھ لے گلے میں باریک ململ کا پاجامہ پہنے۔ ہاتھ میں ایک سیدھی سیف لے سیواجی کیطرف چلے اس اثنار میں سیواجی نے کیا کام کیا کہ اول نہایا اور پھر دل سے پوجا پاٹ کی اور ماکے پیروں میں سر رکھا اور اُس سے عرض کی کہ میرے لئے اسوقت ایشور سے پرارتھنا کرو کہ میرا کاج ہو جائے اور ایک زرد کلہ روئی کا پہنا اور اُسکے نیچے فولادی زرہ اور آستین میں بگھ نکھ (یہ ایک حربہ ہے جو شیر کے پنجہ کی صورت ہوتا ہے) چھپایا اور بغل میں خنجر دبایا۔ اب وہ خانصاحب کے روبرو سہما سہما ایسا آیا۔ جیسا کہ گیدڑ شیر کے سامنے آتا ہے اور بہت ہیچ مچ خانصاحب سے معانقہ کیا۔ اور اول بگھ نکھ اُس کے جسم میں چبھویا۔ اور پھر

خنجر کا وار کیا خانصاحب نے بھی اپنی نازک سیف اُسپر چلائی۔ مگر فولادی زرہ نے اُسکو
جسم تک نہیں پہنچنے دیا۔ اب اسکا سر کاٹ کر پرتاپ گڈھ میں لے آیا سیواجی نے
پہلے سے یہ حکمت کر رکھی تھی کہ جنگل میں چاروں طرف مرہٹے لگا رکھے تھے۔ جب افضل
کے مرنے سے فوج میں ہل چل مچی تو یہ مرہٹے اُنپر بے خبر جا پڑے۔ ساری فوج کو تتر
کر دیا۔ یہ واقعہ اکتوبر ۱۶۵۹ء میں ہوا۔ افضل خاں کا بیٹا اور اُسکا خاں ایک مرہٹے کو زخمی
دیکر بچ گیا۔ مگر سیواجی نے اس مرہٹے کا سر اوڑا دیا۔ اگرچہ اور قیدیوں کے ساتھ اُسنے
نیک سلوک کیا اور سب مرہٹوں کو نوکر رکھ لیا مگر جب ایک مرہٹہ نے اپنے ولی نعمت والی
بیجاپور کی نمک حرامی سے انکار کیا تو اُسکو انعام دیکر رخصت کیا۔ اس مہم میں سیواجی نے
خفیہ خزانوں کے بتلانے کے واسطے لوگوں کو تکلیف دی مگر کوئی کام بیقاعدہ نہیں
کیا۔ اور بے سبب کسیکو اذیت نہیں پہنچائی۔ اس دغا بازی اور فریب کی مرہٹوں میں
بڑی تعریف ہوئی اور اسکی بدولت اسکو چار ہزار گھوڑے اور ہاتھی اور اونٹ اور خزانہ
اور توپیں اور اسباب ہاتھ لگا اور قلعہ پنالہ اور لون گڈھ بھی قلعہ داروں نے اسے حوالہ
کر دیا اور اُسنے بسنت گڈھ کو بھی لے لیا اور بہت سے قلعے اُسکے ہاتھ لگ گئے۔

بعد اس قضیہ کے علی عادل خاں نے ایک اور فوج رستم خاں کے ماتحت روانہ کی مگر اُسکو
بھی پرنالہ کے قریب شکست ہوئی۔ ان فتوحات سے سیواجی کا دل بڑھا اور ایسا بیباک ہو گیا
کہ وہ ملک کو تاخت و تاراج کرتا ہوا بیجاپور کے دروازہ تک پہونچا۔ اور اُسکے پاس
ہو کر گھاٹوں میں چلا گیا لوگوں کو یہ یقین تھا کہ وہ زمین مرتفع پر چپ چاپ بیٹھا رہیگا
مگر اُسنے واہل اور اور مقامات پر قبضہ کر لیا۔ راج پور سے بڑا بھاری خزانہ لیا اور
راج گڈھ کو اپنے ساری لوٹ کے اسباب اور دولت سے زینت دی
اور اُسکو دارالریاست بنایا۔

جب ان باقاعدہ لڑائیوں میں شکست پر شکست ہوئی تو پھر عادل شاہ

علی عادل شاہ کی ایک دفعہ اور فوج کشی۔ دوسری دفعہ علی عادل شاہ نے
فوج بھیجی

سیواجی سے خوف کھانے لگا اور دل ہی دل میں جلنے لگا اور سوچ بچار میں پڑ گیا۔ پھر سنہ ۱۶۶۰ء میں اُس نے نئی فوج جتنی فضل خاں کے ساتھ بھیجی گئی تھی جمع کی اور نامور افسر صلابت خاں کے سپرد کی گئی اور سیدی جوہر اور واری کے ساونت اُس کے مددگار مقرر ہوئے۔ غرض یہ سب ملکر کنکن پر حملہ کرنے کے لیئے روانہ ہوئے سیواجی نے ہر مقام پر اس لشکر سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کیں اور قلعہ پنالہ کی حفاظت میں وہ خود مصروف ہوا مگر اس کو یہ بات دیر کر معلوم ہوئی کہ اس قلعہ کی حفاظت میں ناحق تضیع اوقات اُس نے کی۔ وہ یہاں چار مہینے تک گھرا رہا۔ اور اس سبب سے اپنی فوج سے کچھ کام نہ لے سکا اب قلعہ کا تھامنا اور خود نکل جانا بھی ناممکن معلوم ہوتا تھا اس لیئے یہ چال چلا کہ صلابت خاں سے پیغام بھیجا کہ میں خود حاضر ہو کر اس قلعہ کو سپرد کرتا ہوں۔ کل دروازہ کھول دوں گا۔ یہ مژدہ سنکر حاضرین بڑے خوش ہوئے اور سمجھے خدا نے ہماری محنت کا اجر دیا اور رات کو بے خبر سو رہے۔ صبح کیا دیکھتے ہیں کہ سیواجی اپنے منتخب سپاہیوں کے ساتھ اُن کے درمیان ہو کر قلعہ سے نکل گیا اور رنگنا میں پہنچا۔ بادشاہی فوج نے بڑی سرگرمی سے اُس کا تعاقب کیا اور جس منزل پر سیواجی نے اُترنا چاہا تھا اُسے چھ میل دور جا لیا مگر وہ ایک درۂ تنگ کی حفاظت باجے پرو کو سپرد کر کے آگے بڑھ گیا یہ باجے پہلے سیواجی کا جانی دشمن تھا مگر اب اُس کے لیئے جان دینے کو حاضر تھا اس درہ پر تھوڑے آدمیوں سے ایسا لڑا کہ تین دفعہ دشمنوں کا منہ پھیر دیا اور اُلٹا ہٹا دیا چوتھے مرتبہ افضل خاں کے بیٹے فاضل خاں نے جو سیواجی کے خون کا پیاسا تھا بڑے زور شور سے اس درہ پر حملہ کیا۔ ایک سخت لڑائی کے بعد اس جگہ کو لے لیا درہ میں جو سپاہی چھپے چھپائے باقی تھے مارے گئے اور سیواجی کے بہادر نائب بھی نیچے گرے جس وقت اس بہادر کی آنکھوں پر موت کی تاریکی چھا رہی تھی اس وقت پنالہ سے ایک توپ چھوٹی۔ جس نے سیواجی کے زندہ سلامت رہنے کی بشارت اس

مردہ کو سنائی اس آواز سے جو زندہ باقی رہے تھے وہ اس بہادر کی لاش کو دشمنوں کے حلق میں سے نکالکر لے گئے۔ اب ۱۶۶۱ء میں علی عادل شاہ خود فوج لے کر سیواجی سے لڑنے آیا اور پنالہ اور لون گڑھ اور بہت سا ملک جو سیواجی نے حال میں فتح کیا تھا اُسے چھین لیا۔ غرض سیواجی اُس سے مقابل نہ ہو سکا۔ مگر راج پور پر حملہ کیا اور اس کو اور سرنگار پور جو ایک مرہٹے راجہ کی راجدھانی تھی اُسے تباہ کیا یہ راجہ بھی اس جھگڑے میں مارا گیا اس ناشائستہ حرکت سے ہندو سیواجی سے ناراض ہوئے غرض اس حال کے اندر کوئی کام اُس نے معقول نہیں کیا اب وہ پوجا پاٹ اور دھرم کرم میں زیادہ مصروف رہنے لگا اور اپنے تئیں جتی ستی جتانے لگا اور پرتاب گڑھ میں بھوانی کا مندر تعمیر کرایا تاکہ ساری باتوں کا کفارہ ہو جاوے اور اس اثنا میں سیدی جوہر سے بھی کئی معرکوں میں میدان جیتا۔ تم کو یاد ہوگا کہ گھورہ پوری نے شاہ جی کو گرفتار کر والی بیجاپور کے حوالہ کیا تھا اور اُس وقت وہ سیواجی سے لڑنے کے لیئے سامان کیے ہوئے آتا تھا سیواجی کو اس سے باپ کا عوض لینا تھا اس لیئے وہ بے خبر اُس کے گھر میں چلا گیا اور اُس کو مار ڈالا۔ اُس کے گھر والوں نے مکان میں آگ لگا دی اور خود بغیر مقابلہ و مقاتلہ کے بھاگ گئے۔

اب کرناٹک میں فساد برپا ہوا۔ اس لیئے بادشاہ بیجاپور کو ضرورت ہوئی کہ سیواجی سے جو فوج لڑنے گئی تھی اُسے بلا کر کرناٹک کی مہم میں مصروف کرے اسلیئے سیواجی کو فرصت ملی کہ اُس نے واری کے ساونتوں کو مغلوب کر لیا اور گھاٹوں جو اُس کے نقصان ہو گئے تھے اُن کو پورا کیا۔

سیواجی کی صلح والی بیجاپور سے

اب بہت سے بندرگاہوں پر اس کا قبضہ تھا اُس نے جہازوں کا بیڑا بنایا اور گوا لیا رے توپخانہ منگایا۔ آخر کار ساہوجی نے بیٹے کی صلح والی بیجاپور سے ۱۶۶۲ء میں کرادی۔ ساہوجی اپنے اس نونہال کے پھولنے پھلنے سے پھولا

نہ سماتا تھا بیٹے کی اس حرکت پر کہ اس نے گھورو پوری کو مارا فریفتہ اور عاشق تھا اور بیٹے سے ملاقات کرنے آیا۔ بیٹا بھی اس سے تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ مرہٹوں کے مورخ کہتے ہیں کہ سیواجی اب اپنی دارالحکومت منتقل کرکے رہری میں لے گیا اور اس کا نام رائے گڑھ رکھا اور اس کو سامان اور اسباب سے خوب مستحکم اور درست کیا ایک اس کے سردار نے شمال میں دور دور بہت سے قلعے تسخیر کئے دوسرے افسر نے اورنگ آباد کے قریب تک تاخت و تاراج کی اور تمام ملک میں تھلکہ ڈال دیا۔ اس صلح کے بعد سیواجی کے پاس کل ولایت کانکان کلیان سے گوا تک تھی جس کا چار درجہ عرض ساحل شامل تھا اور کونکان گھاٹ مہتابیا سے وارنا تک تھا جن میں ۱۰۰ میل کا فاصلہ تھا اس کے ملک کا بڑے سے بڑا عرض سوپہ و جنیر کے درمیان سو میل سے زیادہ نہ تھا اسکی پاس اتنا ملک نہ تھا جتنی سپاہ تھی پچاس ہزار پیادے اور سات ہزار سوار۔ اس کی قوت بڑی خوفناک تھی بیجاپور والوں سے صلح کرکے اس کو فرصت ہوئی کہ وہ مغلوں سے لڑے بھڑے۔

الفنسٹن صاحب اور کرنیل ڈف صاحب نے اپنی تاریخوں میں مرہٹوں کی کتابوں سے بہت سے حالات سیواجی کے لکھے ہیں جن میں سے کچھ ہم نے اوپر نقل کیے ہیں۔ اب ہم عالمگیر نامہ اور منتخب اللباب خافی سے سیواجی کے حالات نقل کرتے ہیں دونو کا مقابلہ کرکے فیصلہ کرلو کہ واقعات اصل کیا ہیں۔ جب نظام الملک کا سارا ملک شاہجہاں کے قبضہ میں آگیا اور عادل خاں سے وداد اور اتحاد کا رابطہ قائم ہوگیا تو عادل خاں نے یہ التماس کی کہ بیجاپور کی چند محال جو بادشاہ کے تصرف میں آئی ہیں تعلقہ کوکن نظام الملکی ان میں ہیں جو عبارت بندر چیول و ابل و دندہ راجپوری و چاکنہ سے ہے اور عادل شاہیہ کے تسلط کے بعد وہ حدود ملک بیجاپور میں داخل تھے اور عادل شاہیہ سرحد کوکن کے متصل جو تل کوکن مشہور ہے واقع ہے۔ ان سب پر اور پرگنات بیجاپور

کے متصل اورنگ آباد پر بندہائے شاہی منصوب دکن قبضہ کرلیں اور اس کے عوض میں
جیول سے پرگنہ چاکنہ تک تعلقہ بیجاپور کو عنایت فرمائیں اس میں بالکل جنگل کوہ اور
کنار دریا شور ہے بادشاہ نے یہ درخواست منظور کرلی۔ بعد عوض معاوضہ کے دونو کو کن
خاں بیجاپور سے متعلق ہوگئے ملا احمد جس کے بزرگ عربستان کے شرفائے نوآمد
تھے اور حجاج بنی امیہ کے ظلم سے اطراف کوکن میں وارد ہوئے تھے اور قوم نوائیت
نام سے زبان زد ہوئے تھے انکی اولاد میں سے ملا احمد مذکور شاہ بیجاپور کے مقربوں
تھا اور اس ضلع میں تین پرگنوں کا جاگیردار تھا ان ہی دنوں دو پرگنے جن کے نام سو
دیوبنہ تھے شاہ جی بھوسلہ کو جاگیر میں ملے تھے باپ کی طرف سے جاگیر کے بندوبست
سیواجی صاحب اختیار تھا اور اپنی قوم میں شجاعت و رشادت میں ممتاز تھا اور جیسا
وتزویر میں ابلیس پر تلبیس کا فرزند رشید گنا جاتا تھا ان حدود میں قلب کوہستان بڑے
اونچے اونچے تھے۔ جنگل لاحاصل اشجار خاردار سے پر تھے اب اس نے یہاں زمینداروں
کے طریقہ پر توطن اختیار کیا عمارات بنائیں اس لیے نئے قلعجات کوہی و حصار گڑھی
میں مشغول ہوا دکن میں ایسے قلعہ کو گڑھ کہتے ہیں انہیں دنوں میں عادل خاں
بیجاپوری عارضہ بادی میں گرفتار ہوا مرض کے امتداد سے مملکت بیجاپور میں کسی
اور ہندوستان کے صوبہ جات کی وسعت مسافت و مداخل زیادہ رکھتا تھا
وانقلاب پیدا ہوا اور ملا احمد ان ہی دنوں میں والی بیجاپور پاس گیا اس سبب
کہ اس کی فوج اطراف کوکن سے چلی گئی تھی سیواجی نے دیکھا کہ ملک فرمانروا
انتظام سے خالی ہے تو اس نے اور جاگیرداروں کے تعلقہ میں جرأت و بیباکی شروع
کی کل دکن میں اس کی اور اس کی اولاد کے فساد کی بنیاد روز بروز جمتی گئی جس
آگے بیان ہوگا جس جگہ وہ قصبہ معمور و آباد و سیر حاصل مالدار رعایا سنتا وہاں
کرجاتا اور لوٹ لیتا پہلے اس سے کہ جاگیرداروں کی فریاد ان ایام پر فساد

بیجاپور میں پہنچے۔ سیواجی اپنا ایک عریضہ بہت سے ہدایا اور تحائف کے بھیجتا۔
اور عذر لکھتا کہ فلاں محال میں فزونی محصول کی گنجائش تھی اور جاگیرداروں اور اس
کے متعلقوں نے ایسی ایسی تقصیریں کیں ہیں جن سے اُن کی تنبیہہ کی اور اس قدر روپیہ
اضافہ پر مجھے جاگیر یا خالصہ کے طور پر اُن کا لینا منظور ہے۔ بیجاپور کے کارپردازوں میں
رشوت ستانی کا بازار گرم تھا۔ اس آشوب میں ایک دوسرے کی نہیں سنتا تھا۔
جاگیرداروں کے نوشتجات جو آتے ان پر بھلا یہ مرتشی کب توجہ کرتے تھے ملک
کبھی فتنہ و خلل و فساد سے خالی نہیں رہتا وہاں کی سرزمین کی تاثیر یہی ہے کہ حکام
یا مرض حسد و تمق و خفت عقل میں گرفتار رہتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اپنے
پاؤں میں کلہاڑی مارتے ہیں اور عرض و مال و ملک کو فنا کرتے ہیں اور اس ولایت
میں کارپردازوں کی طبع پر فرمانروا کے انحراف و اختلال مزاج کا اور طرہ چڑھا تو سیواجی کی
بن آئی کہ اُس کے نام احکام اس ملک کے پہنچے تھے۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت آئی
کہ وہ سرکشوں میں شمار ہونے لگا۔ اور مرہٹہ کے انتخابی قزاق پیشہ جماعت کثیر اس پاس
جمع ہوگئی اور اُس نے نامی قلعوں کی تسخیر پر کمر ہمت چست باندھی اول چند قلعوں پر
متصرف ہوا اور پھر اور قلعوں پر دست درازی کی جو ذخیرہ و تجربہ کار قلعہ داروں
اور کارآزمودہ چارسوں سے خالی تھے اس زمانہ میں بیجاپور کی ریاست میں انقلاب
ہو رہا تھا سکندر علی عادل شاہ ثانی جس کی اصل و نسل کے اثبات میں بھی گفتگو تھی چھوٹی
عمر میں باپ کا جانشین ہوا۔ شاہجہاں کے حکم سے شاہزادہ اورنگ زیب کی مہم نے اور
شورش و فساد کو زیادہ کیا اس سے روز بروز سیواجی کی قوت بڑھتی گئی اور تمام
قلعوں پر اس کا تصرف ہوگیا اور تھوڑے دنوں میں صاحب مکنت و ہوگیا اور جمعیت
مال و ثروت کے فراہم ہونے سے بادشاہ ہند و بیجاپور کی مخالفت پر کمر باندھی قلب
کوہوں کی اور جنگل پر از اشجار کی پناہ میں ملک اور دور و نزدیک کی بحر و بر کی راہوں

میں تاخت و تاراج شروع کی اور قلعہ راجگڈہ کو چاکنہ کو اپنا ملجا و ماوا مقرر کیا اور دریا
بعض جزیروں پر کشتیوں کو جمع کر کے قبضہ میں کر لیا اور وہاں بھی نئے قلعے بنا کے
چہل قلعہ ہو گیا اور سب قلعوں میں ذخیرہ و سامان جنگ مہیا کیا۔ اور علانیہ بے
مخالفت کا نقارہ بجایا اور دکن کے مشہور باغیوں میں ہو گیا۔ جب سکندر علی عادل
حد شعور کو پہنچا اور ملک کی پرداخت میں مشغول ہوا پہلے سیواجی پاس رسل و رسائل
بھیجے۔ جب اُن کا اثر کچھ نہ ہوا تو افضل خاں کو ایک لشکر گراں کے ساتھ اس
تنبیہ کے لیے تعین کیا۔ افضل خاں عمدہ امرا اور شجاعوں میں سے تھا اُس نے
جا کر سیواجی کو تنگ کیا۔ سیواجی نے دیکھا کہ صف جنگ میں اور محصور ہونے میں
اس سے عہدہ برآ نہیں ہونے کا تو حیلہ و تزویر روباہ بازی کا جال پھیلایا۔ معتمد
آدمیوں کو درمیان میں ڈال کر ندامت کا اظہار کیا اور عفو تقصیرات کے قبول
التماس کی اور مکار برہمنوں کی آمد و رفت کے بعد یہ قرار پایا کہ مکان مقرری میں
سیواجی کے قلعہ کے نیچے سیواجی تین چار بے اسلحہ خدمتگاروں کے ساتھ کمر کشادہ افضل
کی ملازمت کے لیے آئے اور افضل خاں پالکی میں بیٹھ کر پانچ چار بے ہتیار خدمتگار
کے ساتھ قلعے کے نیچے آئے اور سیواجی جب ملاقات کر چکے تو بعض عہد و پیمان بالشت
کیے جائیں اور خلعت دیکر اُس کو رخصت کیا جائے۔ افضل خاں کو وجہ پیش کش
تحائف دیکر بعد تقدیم ضیافت رخصت کرے بلکہ خود سیواجی تسلی پانے کے بعد افضل
کی خدمت و رفاقت میں بیجاپور کا عازم ہو۔ سیواجی نے مکاری یہ کی کہ افضل خاں
طرح طرح کے ہدیئے اور اس ملک کے قسم قسم کے میوے بھیجکر اور عجز و انکسار ظاہر کر
اُسکو اپنا رام کر لیا اور دام تزویر میں لے آیا افضل خاں نے اس کے اظہار رابطہ و
کو سچ جانا اور وہ احتیاط جو بزرگ بتلا گئے ہیں نہ کی۔ وہ بے ہتیار لگائے پالکی میں
زیر قلعہ مکان موعود میں چلا آیا اور اپنے سب ہمراہیوں کو ایک تیر کے فاصلہ پر اپنی فوج

سے الگ کر دیا۔ سیواجی قلعہ سے پیادہ پا آیا دور سے عجز و انکسار کا اظہار تضرع کے ساتھ شروع کیا جب دامن کوہ میں آیا تو تین چار قدم اُٹھا کے اپنے جرم کا اقرار کرتا اور عفو کی درخواست کرتا۔ اور لابہ وسالوسی سے سراپا تن و بدن کو لرزہ میں لاتا اور عرض کرتا کہ اسلحہ دار آدمی و خدمت گار جو پالکی کے ہمراہ ہیں دور ہوں اور حربہ جس کو دکھنی بچھوا کہتے ہیں ہاتھ کی انگلیوں میں آستین کے نیچے اس طرح پوشیدہ کیا تھا کہ ہرگز نہیں معلوم ہوتا تھا اور اپنے آدمیوں کو مسلح و مکمل ہر غار کے پن و کنار پر اور کوہ کے ہر نشیب و فراز پر متفرق بٹھایا تھا اور نفیر نواز کو کھڑا کیا تھا اور اس کو سمجھا دیا تھا کہ ملاقات کے وقت اس حربۂ جاں ستاں سے اپنے دشمنوں کو امان نہ دونگا جب دور سے حربہ لگانے کا اثر ظاہر ہو تو میرے مال کار کے خبر میں نہ پڑنا نفیر بجا کر اپنے لشکر کو خبردار کرنا اور لشکر کو تاکید کر دی تھی کہ نفیر کی آواز سنتے ہی اطراف سے نکلکر افضل خاں کے آدمیوں پر دوڑ جائے وہ ہر طرح سے موافقت کو عمل میں لاتا۔ افضل خاں کو اجل ناگہاں اس مکان تک گریباں کشاں لائی تھی۔ اپنی جلادت کے غرور میں سیوا کو اس طرح دیکھکر بے آسلحہ ہراساں و ترساں پایا اس کے عدم وجود کو مساوی جانا اور پالکی کے گرد جو چند نفر تھے اُن کو بھی دور سمجھ لیا۔ جب سیواجی قریب آیا تو روتا ہوا افضل خاں کے پیروں میں گرا افضل خاں نے اُس کے سر کو اُٹھا کر چاہا کہ دست شفقت اس کی پیٹھ پر پھیرے اور بغلگیر ہو کہ اس نے چابک دستی سے حربۂ زیر آستیں کو افضل خاں کے شکم میں ایسا مارا کہ آہ نہ کھینچنے دی اور کام اُس کا تمام کیا۔ نفیر نواز نے موافق ارشاد کے صدائے فتح سپاہ کے کان میں پہنچائی دامن کوہ کے ہر طرف و گوشہ و کنار سے سوار و پیادے بیشمار نکل آئے افضل خاں کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور قتل و غارت و تاراج پر ہاتھ کھولا۔ آپ دوڑ کر لشکر میں آیا اور انکو جان کی امان دی۔ گھوڑے ہاتھی و خزانہ و اسباب و تمام کارخانے اپنے تصرف میں لایا اور سپاہ کو نوکری کا پیغام دیکر اپنا نوکر بنالیا اور پہلے سے زیادہ اب

اسباب تجمل و جمعیت بہم پہنچایا جب یہ خبر عادل خاں بیجاپور کو پہنچی تو دوسرا لشکر رستم
سپہ سالار کے ماتحت روانہ کیا قلعہ پرنالہ پر دونوں کی لڑائی ہوئی رستم خاں منہزم
غرض اس طرح سیواجی روز بروز صاحب لشکر مستقل ہوتا گیا نئے نئے قلعے بناتا گیا
ملک غصبی کی آبادی اور بادشاہی بیجاپور کی ویرانی میں کوشش کرتا دور دور
کے قافلوں پر تاخت کرتا آدمیوں کے مال ناموس پر متصرف ہوتا اور اس نے
کیا تھا کہ جہاں لشکر تاخت کرے مسجد و کلام اللہ و کسی کے ناموس میں دست
نہ کرے جو شخص قرآن شریف لاتا اس کو حرمت و ادب کرتا اور کسی مسلمان
دیدیتا اور جس ہندو مسلمان کے ناموس گرفتار ہوتے تو کسی کا یارا نہ تھا کہ نظر
دیکھتا اس کی نگہبانی و محافظت میں کوشش کرتا کہ اس کے وارث آکر
عوض میں زر دے کر اُن کو چھڑا کر لے جائیں مگر جو عورت ایسی ہوتی کہ اس سے
نشان کنیزی ہونے کا ظاہر ہوتا تو اس کو اپنی زر خرید ملک جانتا اور متصرف
یہ انتظام کیا تھا کہ جہاں لوٹ ہوتی اس میں رخت مستعمل غریبانہ و پیسے وتانبے
کے برتن جو لوٹتا اس کے ہوتے باقی جنس و نقد و طلائے مسکوک و غیر مسکوک
و آمشہ و جواہر جس کے تصرف میں آتے اسکی یہ قدرت نہ تھی کہ اس میں دام و درم
کرتا بالکل انکو سردار اور عہدہ دار جدا کر کے سیواجی کی سرکار میں داخل کرتے
اس غلبہ کا حال عالمگیر سے عرض ہوا امیر الامرا صوبہ دار دکن کو حکم ہوا کہ
کی تنبیہہ و استیصال میں کوشش کرے۔

حسب الحکم امیر الامرا ۲۵ جمادی الاولی سنہ جلوس کو اورنگ آباد سے
ممتاز خاں کو یہاں اپنا نائب مقرر کیا اور سیواجی کی گوشمالی کے لیئے پونہ
کی طرف مرحلہ پیما ہوا ان دنوں میں سیواجی یہیں رہا کرتا تھا۔ غرہ رجب
سنہ کو سیوگانوں میں جو سیواجی کی محال سے تعلق رکھتا تھا امیر الا

قلعہ جاکنہ کا فتح

سیواجی قصبہ سوپہ کی طرف پھر آیا تھا۔ امیر الامرا کے آنے کی خبر سنکر اس جا کو خالی کیا اور دوسری سمت کو چلا گیا۔ امیر الامرا نے قصبہ سوپا پر بے جدال و قتال قبضہ کیا۔ جادو رائے یہاں منتظم مقرر کیا اور اس جگہ کی خبرداری اور غلہ کی رسد رسانی کے لیے لشکر شاہی کو تاکید کی۔ سیواجی نے اپنے لشکر کو اس کام کے لیے مامور کیا کہ جس طرف امیر الامرا کی فوج جائے اُس پر تاخت و تاراج میں مشغول ہو اور شوخی کرے۔ امیر الامرا اس امر پر مطلع ہوا تو اُس نے کمی کے لیے چار ہزار سوار مقرر کیے اور اُن کے سردار باری باری تجویز کیے۔ ہر منزل میں روز کمی پر دکنیوں کی فوج اطراف سے نمودار ہوتی قزاقوں کے طور پر ناگہان کمی کے سر پر چڑھ آتے لشکر کے خبردار ہونے تک گھوڑا اونٹ آدمی جو کچھ ہاتھ آتا لوٹ کر لیجاتے فوج شاہی کے بہادر اپنے مقدور کے موافق اُنکا تعاقب کرتے اور اُن کو ہلاک کرتے وہ جنگ بگریز کرکے ہر طرف متفرق ہو جاتے۔ اسی طرح سیوا پور تک جو اس کا آباد کیا ہوا تھا لشکر شاہی پہنچا۔ یہ دونوں مقام سیواجی سے امیر الامرا نے لیے۔ پونہ میں داخل ہو کر وہاں اپنی اقامت کی جگہ مقرر کی اور وہاں سے سوار ہو کر حصار چاکنہ کے نیچے آیا اس قلعہ کے برج و بارہ کا غور کی نظر سے ملاحظہ کیا۔ مورچال مقرر اور تقسیم کیے اپنے لشکر کے گرد دمدمہ اور خندق بنوانے اور نقب لگانے کا حکم دیا اور اس حصار کو بالکل گھیر لیا اور اُس کی تسخیر کے لیے سعی و جد و جہد پر کمر باندھی۔ بارش کی کثرت تھی۔ اس سرزمین میں پانچ مہینے شب و روز متواتر بارش رہتی ہے اور گھروں سے سر نکالنے کی فرصت نہیں دیتی اور ایسا غبار تیرہ چھایا رہتا ہے کہ دن کی رات ہو جاتی ہے اور اکثر چراغ جلانے کی احتیاج ہوتی ہے ایک مجلس میں آدمی کو آدمی نہیں پہچان سکتا۔ بندوق و باروت کام نہیں دیتے کمانوں کے چلّے ڈھیلے ہو جاتے ہیں باوجود ان سب باتوں کے ایسی سعی کی کہ توپوں کی پے در پے مار سے قلعہ کی دیواریں چھلنی ہو گئیں مفسدوں کو سراسیمہ و مضطرب کیا اندھیری راتوں میں محصوریں

قلعہ سے باہر سے آئے اور بادشاہی مورچلوں پر حملہ کرکے عجیب دستبردیں کرتے اور کبھی کبھی
کو بھی اندر اور باہر سے شوخی ایسی کرتے کہ مورچالوں کو تزلزل میں ڈالدیتے اسی طرح چھ
محاصرہ پر گزرے امیر الامرا کی طرف سے ایک نقب برج تک لگائی تھی اس کو بارو
سے پُر کرکے آگ لگائی جس سے برج اُڑا اور سنگ و خشت آدم باہم اس طرح ہوا میں
تھے کہ جیسے گرہ باز کبوتر بہادروں نے حملہ کیا مگر اہل قلعہ نے قلعہ کے اندر خاک کا پشتہ
و فراز کے اطراف کو مورچال و پناہ بنایا تھا وہ مدافعت میں کھڑے ہوئے اسی تردد
سارا دن آخر ہوا اور بادشاہی آدمیوں کی ایک جماعت کثیر کشتہ ہوئی۔ غازیوں
فرار کی عار کو قرار نہ دیا۔ بیخور و خواب تمام شب ہزار تپ و تاب کے ساتھ خاک
میں بسر کرکے صبح کی۔ ادھر آفتاب نکلا کہ بہادروں نے پے در پے حملے کرنے شروع
تیغ و تیر و سنان سے بہت دشمنوں کی جان لی بہت کشش و کوشش سے حصار قلعہ
دشمن بھاگ کر قلعہ ارک میں گئے۔ اس یورش میں بیندار اور عملہ فعلہ قلعہ گیری کے سوا
آدمی کشتہ اور چھ سو سوار اور پیادے زخمی ہوئے حصار ارک میں بھی محصوروں کو ایسا تنگ
اُنہوں نے راؤ بہاوسنگھ کو اپنا شفیع بنایا۔ بندہا شاہی کو قلعہ سپرد کیا اور امیر الامرا سے
دوسرے روز کہ امیر الامرا قلعہ میں داخل ہوا۔ از بک خاں کو یہاں منتظم مقرر کیا اور
سے کوچ کیا کہ سیواجی کی تنبیہ کرے۔ چاکنہ کا نام اسلام آباد رکھا جعفر خاں کہ مالوہ
تھا امیر الامرا کی مدد کے لیے مامور ہوا۔

جشن وزن شمسی سال ۴۱ مطابق ۱۰۸۸ھ جلوس قلعہ پر نبدہ کی فتح

۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۰ کو جشن وزن شمسی ہوا۔ عمر کا اکتالیسواں سال شمسی ختم ہوا
بیالیسواں شروع ہوا۔ اس جشن کی بڑی تیاری ہوئی۔ دیوان خاص و عام میں دلبادل
اور بادشاہ تخت طاوس پر جلوہ گر ہوا اور آئین بندی میں بیس ہزار شمع و فانوس کے
کے چراغوں کی روشنی ہوئی۔ تین روز تک یہ جشن رہا۔ حسب معمول شاہزادوں اور ام
منصب و خلعت و خطاب عطا ہوئے۔

سری نگر سے سلیمان شکوہ کو حضور میں لانا

محمد عادل شاہ کی طرف سے قلعہ پرینده کا غالب حاکم تھا اُس نے امیر الامرا سے خطوط
ثابت کرکے قلعہ پرینده کے حوالہ کرنے کے لیے عرض کیا۔ ۲۷ ربیع الاول ۳ سنہ جلوس
میں لشکر شاہی قلعہ کے نیچے گیا۔ غالب نے قلعہ حوالہ کیا اور خود سلخ ربیع الثانی کو امیر الامرا سے
ملا اُس نے پچیس ہزار روپیہ اُسکو انعام دیا اور اُس کے دو بیٹوں اور داماد کو خلعت دیا۔
قلعہ پرینده قدیم الایام سے نظام الملک کے تصرف میں تھا۔ جب یہ سلطنت بگڑی
تو محمد عادلخاں بیجاپور نے تین لاکھ ہن قلعہ دار کو دیکر قلعہ کو اپنے تصرف میں کرلیا اب وہ
ریاست بیجاپور سے متعلق تھا۔ شاہجہاں کے حکم سے ایک مرتبہ مہابت خاں خانخاناں نے
اس قلعہ کا محاصرہ کیا تھا مگر وہ ناکام رہا۔ اب بے تردد و قتال و جدال عالمگیر کے ہاتھ
آیا امیر خاں بھی راجہ کرن کو مع دو بیٹوں انوپ سنگھ و بیم سنگھ کے حضور میں لایا جنکا ذکر
اوپر ہوچکا ہے۔ ان ہی ایام میں بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ پرتھی سنگھ زمیندار سری نگر جس کے
پہاڑوں کی پناہ میں سلیمان شکوہ مدتوں سے رہتا تھا اور اس کے ملک کو افواج شاہی بسرکردگی
تربیت خاں پامال کرتی تھی اُس نے راجہ جے سنگھ کی معرفت عرضداشت بھیجی جس میں تقصیرات
سابق و لاحق کے عفو کی اور سلیمان شکوہ کے حوالہ کرنے کے لیے التماس کیا۔ بادشاہ نے کنور رام سنگھ پسر راجہ جے سنگھ کو سلیمان شکوہ کے حوالہ کرنے کے لیے رخصت کیا اسکے پہنچنے کے بعد سلیمان شکوہ
و میزبان کے ارادہ پر اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی جان بچانے کے لیے حرکت مذبوحی کی
محمد شاہ کو کہ جو اُس کے ساتھ ابتک رہا تھا اور چند اُس کے رفیق قتل ہوے اور سلیمان شکوہ
اسیر ہوا۔ اور کنور رام سنگھ اور تربیت خاں کے ہمراہ ۱۱ جمادی اولی سنہ ۷ کو حضور میں
لایا گیا سلیمان شکوہ کو ملازمت کا حکم ہوا اور بادشاہ نے لطف فرماکر اُسکی خطا بخشی کی اور جان کی امان دی
اور دل باختہ کی تسلی کی۔ فرمایا کہ سلیم گڑھ میں جائے اور وہاں سے محمد سلطان کے ہمراہ
گوالیار بھیجا جائے۔ معتمد خاں کو گوالیار کا قلعہ دار بنا کے اُنکی ہمراہ بھیجا۔ میدنی سنگھ پسر پرتھی سنگھ
زمیندار سری نگر کو جو سلیمان شکوہ کے ہمراہ آیا تھا دو ہزاری سوار کا منصب اور پانچہزار روپیہ

نقد اور ایک ہاتھی اور دس گائیں عنایت ہوئیں اُسکے باپ کے لیے بھی خلعت عنایت ہوا
بھی حضور میں آیا اُسکی تقصیرات معاف ہوئیں سہ ہزاری دو ہزار سوار کا منصب اور
خطاب عنایت ہوا اور دکن میں تعینات ہوا۔ ایک ہفتہ میں تین ایلچیوں کے آنے کی
ایک قاسم آقا کی جس کو حسین پاشا حاکم بصرہ نے بھیجا تھا اُسکے ساتھ سلطنت کا تہنیت
اور اسپہان عراقی تھے دوسرا ابراہیم بیگ تھا جسکو سبحان قلی خاں نے نامہ و تحائف
کے ساتھ بھیجا تھا۔ تیسرا ایلچی مذاق بیگ تھا جو ایران کے بادشاہ کی طرف سے نامہ اور
لیکر ملتان میں آیا تھا ابراہیم بیگ ایلچی توران کو بعد ملازمت کے گیارہ ہزار روپیہ و کمر و جیغہ
مع خلعت مرحمت ہوا وہ مریض تھا جلد مر گیا۔

ایلچیوں کا آنا

گرانی غلہ

چونکہ شاہ جہاں کے زمانہ علالت سے برابر ملک میں محاربات کے فساد رہتے تھے
لشکر ادہر اودہر سے آتے جاتے تھے۔ کئی سال سے بارش کا حال بھی یہ تھا کہ کبھی
میں کبھی انتہا میں کمی ہوئی تو غلہ کی گرانی ہوئی خلق اللہ کے ہوش اُڑے روز بروز غلہ
قلت اور بے بضاعتوں کی عسرت ہوئی اکثر پرگنے ویران ہو گئے اور شاہجہاں آباد میں
گرد و نواح کے کنگال بھر گئے شہر میں پہلے ہی سے فقیر بہت تھے اور اُن پر ان کنگالوں
اور اضافہ ہوا۔ اب تو ہر کوچہ و بازار میں فقیروں اور بے نواؤں کے ہجوم سے آدمیوں
رستہ چلنا مشکل ہو گیا اور خلقت کو جینا دشوار ہو گیا بادشاہ نے یہ حال سنکر حکم دیا
شاہجہاں آباد میں سوا مقرری بلغور خانہ پختہ و خام کے دس اور لنگر خانہ جاری ہوں
دارالخلافہ کے گرد کے قصبوں اور مزاروں پاس بارہ لنگر خانے جاری کیے جائیں
خدا ترس و متدین داروغے اُنپر متعین کیے جائیں اور ہزاری تک سب عمدہ امیروں
حکم ہوا کہ ہر ایک اپنے فراخور حال اور موافق اپنے مرتبے کے لنگر خانے جاری کرے اور
کی گرداوری کے لیے راہداری کے معافی کے لیے جابجا احکام مجدد صادر ہوئے اور سنر
منصوب ہوئے دارالخلافہ میں سپاہ بہت تھی اس میں سے آدھی اپنے تیول کو رو

ی گئی جس کی تخفیف سے غلہ کا نرخ ارزاں ہوا جو شاہجہاں آباد میں گرانی غلہ کا انتظام ہوا تھا وہی لاہور اور اکبرآباد کے دارالخلافوں میں ہوا۔ اسی فی الجملہ خلقت کے حال میں تفاوت ہوا۔

واقعات سال چہارم سنہ ۱۰۴۱

۲۹ شعبان سنہ ۱۰۴۱ کو ہلال رمضان نمودار ہوا ہر سال کے دستور کے موافق جشن کی آرایش ہوئی۔ بادشاہ کی تاریخ جلوس ۲۴ رمضان ہے اور پہلے سالوں میں انہیں تاریخوں میں جشن ہوا مگر روزہ رکھنے کے سبب سے لوگوں کو خرمی اور انبساط کی طرف رغبت کم ہوتی ہے میل کلی نہیں ہوتا اور بادشاہ دین پناہ بھی ان دنوں عبادت و طاعت میں مصروف رہتا بزم سور و طرب و سرور کے لیے فرصت نہیں رکھتا۔ اس سبب سے بادشاہ نے یہ مقرر کیا کہ اس سال سے آگے ہر سال اس جشن کا آغاز عید فطر کے دن سے ہو اور وہ دس دن تک جاری رہے اس جشن میں جو پیش کشیں پیش ہوئیں اور تمام امراء و اہل طرب کو انعام ہوئے اُنکی تحریر کو تحصیل حاصل جانکر قلم کو اُن کے ذکر سے آشنا نہیں کرتا کچھ اور مدعا تحریر کرتا ہوں بادشاہ سے عرض ہوا کہ اسحاق بیگ ملتان میں داخل ہوا اور تربیت خاں نے ضیافت کی اور پانچہزار روپیہ اور تحائف اسکو دیئے لاہور میں خلیل اللہ خاں نے موافق ہندوستان کی رسم وراہ کے تین ضیافت پر تکلف کی چار موقابیں چاندی کی اور سات سوخوان حلوں اور نقلوں کے سوا عطریات اور لوزمات کے دسترخوان پر چنے طعاہا و آش مع ظروف و نقرہ و آلات بیش قیمت غوریوں کے ایلچی کے ہمراہ کر دیئے اور بیس ہزار روپیہ نقد اور سات تقوز بیش بہا اور انواع مرصع آلات تواضع کیے ایلچی نے دو دفعہ شاہ اور اپنی طرف سے تحفہ کاریز اور اقسام میوہ تر و خشک بھیجے وہ بادشاہ کی نظر سے گزرے جب ایلچی بادشاہ کی خدمت میں آیا تو اُس نے پانچ لاکھ روپیہ کے قیمتی تحف و تحائف پیش کیے بادشاہ نے رخصت تک پانچ لاکھ روپیہ کے نقد و جنس ایلچی کو اور پچاس ہزار روپئے اس کے

بہ اسحاق بیگ حکمران ملتان

روپئے اُس کے ہمراہیوں کو دیئے اور نامہ کے جواب کے لیے فرمایا کہ بعد ازاں بھیجا جائے
بادشاہ نے سُنا تھا کہ چکرسین بھیل جو اس سرزمین کے مفسدوں کا سرگروہ ہے اور پہلے اس سے
فرمانبرداری و خدمت گزاری شاہی کے سبب سے وہ اس ولایت کی زمینداری کی دولت
پہنچا تھا وہ قلعہ کہاتا کہری پر تصرف کہتا تھا وہ اس قلعہ کی حصانت پر ایسا مغرور ہوا کہ اُس
اطاعت شاہی سے انحراف کیا اور صوبہ دار مالوہ پاس آنے سے اور پیش کش مقرری
دینے سے انکار کیا۔ تمرد و بغاوت کا طریقہ اختیار کیا۔ بادشاہ نے راؤ بھگونت سنگھ ہاڈہ کو
محال زمینداری اور وطن اُس کی ولایت سے قریب تھا اُسکے دفع کرنے کے لیے مقرر کیا اُس نے
قلعہ کہاتا کہری کو اپنے حسن تدابیر و کوشش سے مفتوح کیا اور چکرسین کا قصہ تمام کیا۔

شاہجہاں کے عہد سے مالوہ میں چنپت بندیلہ راہزنی کرتا تھا باوجودیکہ سپاہ اُس
مارنے کیلئے مقرر ہوئی مگر اُسکی حیات کا شجرہ قطع ہوا جب عالمگیر دکن سے دارالخلافہ کو
آتا تھا تو اُس نے اپنی بدافعالی کو چھوڑ کر اپنی ندامت ظاہر کی اور ملازمت میں آیا اور ہمرکاب
سفر پنجاب میں دارا شکوہ کے تعاقب میں حاضر تھا لیکن اپنی ذاتی بدسرشتی سے بے حکم گریز پا گنہگار
کی طرح بھاگ گیا اور اپنے قدیم مکان پر پہنچ گیا اور بدستور سابق قطاع الطریقی اختیار کی اور
و دارا شکوہ کی شورش کے دنوں میں اور زیادہ شوخی کی اور اطراف مالوہ کو تاخت و تاراج کیا۔
سمجھ کر بندیلہ اس کی تنبیہ کیلئے مقرر ہوا۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو دیبی سنگھ اُس کے
کے لیے مقرر ہوا چنپت اُسکا مقاومت و مقابلہ نکر سکا اور زمینداروں کی پناہ میں گیا۔
کوہ و غار میں چھپا مگر گرفتار ہوا سر اُسکا کٹکر بادشاہ کے روبرو آیا اور اُس کی تشہیر ہوئی

شاہزادہ محمد معظم سے راجہ روپ سنگھ کی بیٹی سے عقد نکاح ہوا بادشاہ نے دو لاکھ
کی موتی و مرصع آلات شاہزادہ کو دیئے اور سہرہ کی تسلیمات کے وقت ایک لاکھ روپیہ نقد
فیل و اسپان با ساز طلا و مرصع عطا کئے آتشبازی نے زمین کو گلفشاں اور آسمان کو ستارہ
درفشاں کیا۔ ایک لاکھ روپیہ کا زیور دلہن کو دیا گیا۔ اور کلاوتوں کو نو ہزار روپیہ انعام

جسونت سنگھ کو حکم ہوا کہ احمد آباد سے دکن میں امیر الامرا پاس سیواجی کے استیصال کے لیے جائے
اور قطب الدین خاں فوجدار جوناگڑھ کو فرمان صادر ہوا کہ صوبہ دار کے پہنچنے تک وہ احمد آباد میں خبردار رہے
ولایت پلاؤں کی مرزبانی موروثی چلی آتی تھی اس سرزمین میں قلعے استوار تھے مرزبان پاس
بہت پیادے وسوار رکھتے راہیں دشوار گذار جنگل و گریوہ و کوہ سے گھری ہوئی غرض ان اسباب
پر یہاں کا مرزبان مغرور ہوا اور سرکشی و بغاوت کی بعض اوقات صوبہ داروں کی بے جوہری
اور سست ہمتی کو یہاں کا مرزبان دیکھتا تو وہ ملک بادشاہی کی محال پر جو اس کے حدود زمینداری
کے قریب الجوار ہوتے دست درازی کرتا اور خودسری کرکے صوبہ دار کی فرماں بری نکرتا۔
پیش کش اور مرزبانوں کی طرح برسم معہود نہ بھیجتا بادشاہ نے داؤد خاں صوبہ دار بہار کو حکم بھیجا
کہ اس ولایت کو تسخیر کرے خان مذکور ۲۲ شعبان کو اس صوبہ کے کوچوں کو ہمراہ لے کر روانہ
ہوا پٹنہ سے جنوب رویہ چالیس کوس کے فاصلہ پر پلاؤں ہے اور بلدۂ مذکور سے اس ولایت کی
سرحد ۲۵ کوس ہے اور وہاں سے مرزبان کا مسکن ۱۵ کوس ہے دو قلعے مستحکم ایک پہاڑ پر دوسرا
زمین پر ہے ان دونو قلعے کے نیچے ندی بہتی ہے اور اس کے اطراف و نواحی میں اونچے اونچے پہاڑ
اور گھنے گھنے جنگل ہیں اس ولایت کے متعلقات میں تین قلعے ہیں۔ ایک کوٹھی کہ پلاؤں سے
۲۰ کوس ہے۔ دوم قلعہ کندہ جو کوٹھی سے سات کوس پر ہے سیوم قلعہ دیوگن کہ کوٹھی سے دس
کوس پر ہے ان قلعوں کی حمایت کے سبب سے یہاں کے زمیندار صوبہ دار سے سرکشی کرتے رہتے
تھے شاہجہاں کے عہد میں عبداللہ خاں فیروز جنگ صوبہ دار پٹنہ کی پرتاب و لدبلدر نے
بھی اطاعت نہیں کی۔ بادشاہ کے حکم سے شائستہ خاں صوبہ دار پٹنہ اس پر چڑھ کر گیا
شرف اتنی ہزار روپیہ پیش کش کا لیا اور کوئی قلعہ اور ملک فتح نہ کرسکا اور الٹا چلا آیا۔ یہ حال
پہلے لکھا گیا ہے۔ داؤد خاں اول کوٹھی کے فتح کرنے کے لیے گیا تو سرکشوں نے خوف کے مارے
قلعہ خالی کردیا۔ داؤد خاں نے اس پر قبضہ کرکے شائستہ بندوبست کیا اور اسکے قلعہ کندہ
کی فتح پر متوجہ ہوا یہ پہاڑ پر بڑا مضبوط قلعہ ہے اگرچہ وہ کوٹھی سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہے

لیکن راہ سراسر گھنے جنگلوں سے پر ہے اور راہ میں ایک اونچا پہاڑ اور گریوہ دشوار گذار ہے۔ خا
اول جنگل کے درختوں کو کٹوایا اور راہ کو ہموار کرایا جب ایک کوس قلعہ سے راہ بنوائی
کہ سرکشوں نے اس قلعہ سے بھی فرار کیا داؤد خاں مع فوج کے اس میں داخل ہوا اور اس
خاک کی برابر کیا۔ برسات کا موسم آگیا۔ کوٹھی اور کندہ کے درمیان دو گلی قلعے بنوا کر اس
سپاہ کو رکھا زمینداروں سے آذوقہ ورسد کے سامان بہم پہنچانے کا انتظام کرایا۔ جب
ختم ہوئی تو پلاؤں کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ مرزبان نے اپنے وکیلوں کو بھیجکر عرض کیا کہ
اطاعت کے لیے حاضر ہوں اور جو پیش کش مقرر کی جائے میں اسکو کرونگا لشکر پٹنہ کو
چلا جائے۔ مگر خان نے کچھ نہ مانا۔ غرہ ربیع الاول اس شائستہ آئین سے مقصد کی
روانہ ہوا کہ مرزا خاں تین سو سوار اور دو سو پیادے بندوقچی لیکر ہراول بنا بہادر خاں سا
سواروں اور تین سو پیادوں کو لیکر برانغار اور شیخ تاتار خاں برادرزادہ داؤد خاں پانچ
سوار اور راجہ بہروز چار سو سوار اور پندرہ سو پیادے لیکر جرانغار بنا۔ داؤد خاں خود دو ہز
سوار لیکر قلب میں رہا اور اپنے پانچ سو ارتامین چندا ولی میں مقرر کیے۔ اور ایک گروہ انبوہ
تبردار و تنکا بھیجا کہ وہ قلعہ تک جنگلوں کو صاف کرکے راہ مصفا و مسطح بنائیں اور مناسب مقامو
میں تھانے مقرر کیے اس لشکر نے نوروز میں دس کوس تحریر کیے اور موضع نرسی میں آیا جہا
قلعہ پلاؤں کی مسافت سات کروہ تھی۔ زمیندار آنکر داود خاں سے مصالحہ کی تمہید
کرتے تھے اور پیش کش ٹھیراتے تھے مگر خان مذکور کچھ نہیں سنتا تھا۔ جب لشکر نرسی میں آ
تو مرزبان پلاؤں نے اپنا وکیل سورت سنگھ جو اس کا مدار علیہ تھا دوبارہ داود خاں پا
بھیجا عجز و زاری کا اظہار کیا فرماں بری و خدمت گزاری کے قبول کرنے کو عرض
اس کام کے لیے راجہ بہروز کو واسطہ بنایا ایک لاکھ روپیہ پیش کش دینا بادشاہ کو اور پچا
ہزار روپیہ دینا داؤد خاں کو قبول کیا۔ داؤد خاں نے اس مقدمہ کو بادشاہ پاس بھیجا
جواب کے انتظار میں چند روز توقف کیا کہ خبر آئی کہ معسکر سے سات کروہ پر دشمن نے ر

حملہ پر ہاتھ مارا اگرچہ اس واقعہ کے بعد زمیندار نے پیش کش کے روپیہ میں سے پچاس ہزار روپیہ بھیجدیا۔ لیکن غارتگری کی ایسی نابنجار حرکت کی کہ داؤد خاں آگے بڑھا۔ اہل قلعہ نے ڈھائی کوس قلعہ سے آگے آکر مورچال باندھی بادشاہ کا حکم داؤد خاں کی عرضداشت کے جواب میں آیا کہ اگر مرزبان پلاؤں اسلام اختیار کرے تو پیش کش لیکر اسکا ملک اُسی کو دیدو اور اگر وہ اس سے انکار کرے تو بدستور اپنا کام کرو۔ یہ پیغام اسلام قبول کرنیکا مرزبان پاس بھیجا گیا ابھی جواب نہ آیا تھا کہ جنگ کے شوقینوں نے مخالفوں کے مورچالوں کے قریب پہنچکر لڑائی شروع کی داؤد خاں نے جاکر توپ و تفنگ سے ہنگامۂ جنگ گرم کیا ایک پہر دن رہے شام تک جنگ رہی ۱۹ آدمی مرے اور پچاس سوار اور پیادے زخمی ہوئے رات ہوگئی تو مخالفوں نے دو بڑی توپیں لاکر مورچالوں میں نصب کیں اور اُن کے صدمہ سے چند پیادے اور سواروں کو مارا اس رات کو زمیندار مذکور نے داؤد خاں کے پیغام کا جواب بھیجا کہ میں اسلام نہیں قبول کرونگا۔ داؤد خاں نے ایک کوہچہ پر کہ وہ دشمنوں کا سرکوب تھا قبضہ کرلیا اور اُس پر مورچال بناکے توپیں جمائیں تو دشمنوں نے اپنے مورچے چھوڑکر حصار کے نیچے ندی پر مورچے جمائے داؤد خاں نے دو تین روز میں جنگل کٹواکر راہ بنائی۔ غرہ جمادی الاول کو تین جانب سے دشمنوں پر یورش کی دوپہر تک خوب لڑائی رہی دشمن بہت مارے گئے زخمی ہوئے بھاگ کر پہاڑ اور جنگل میں جا چھپے۔ لشکر شاہی نے انکا تعاقب کیا حصار شہر بند کو جاکر لیا اور دشمنوں کو یہاں سے بھی بھگا دیا۔ اُنہوں نے قلعہ پائیں اور حصار کوہ میں پناہ لی۔ زمیندار نے اپنے اہل و عیال اثیار و اموال کو قلعوں سے نکالکر جنگل میں بھیجا اور خود دونوں قلعوں میں تحصن اختیار اور مراسم مدافعت و مقاومت میں قیام کیا۔ لشکر شاہی حصار شہر بند میں آکر قلعہ کے دروازہ پاس پہنچا اور ایک پہر رات گئے تک توپ و تفنگ سے ہنگامہ جنگ گرم رہا زمیندار رات کو قلعہ سے جنگل میں بھاگ گیا دونو قلعے بادشاہی فوج میں آگئے۔ ہندوؤں کے صنم خانے اور معابد ذکر و تہلیل سے تبدیل ہوئے

اس یورش و آویزش میں ۱۹ آدمی کشتہ اور ۷۷ آدمی زخمی ہوئے مخالفوں کے بہت آدمی کشتہ و زخمی و اسیر ہوئے خبر آئی کہ مخالف قلعہ دیوکن میں جمع ہے تو داؤد خاں نے شیخ صفی کو فوج کے ساتھ روانہ کیا اُس نے جاکر محاصرہ کیا اور دشمنوں کو ایسا تنگ کیا کہ اُنہوں نے یہاں سے بھی فرار کیا قلعہ بادشاہی سپاہ کو ہاتھ آیا داؤد خاں نے یہاں انتظام مشکل خاں کو سپرد کیا اور خود پٹنہ میں آیا۔

بادشاہ کا حال

شاہجہاں کے پاس سے فاضل خاں سوا لاکھ روپیہ کے جواہر لایا۔ دوم رجب کو خلیل اللہ خاں کا انتقال ہوا۔ بادشاہ نے سوم کے روز جاکر اُس کے سوگواروں کی تسلی و دلجوئی سے نوازش فرمائی اسکے بیٹوں رح اللہ خاں میر خاں و عزیز اللہ خاں اور اُسکے برادرزادوں سیف الدین افتخار خاں و ملتفت خاں و بہاء الدین اور اُس کے داماد سیف الدین کو خلعت فاخرہ دیئے اور اس کی بیٹی دیوی کا پچاس ہزار روپیہ سالانہ مقرر کیا اور بیٹوں اور داماد کا اضافہ منصب کیا۔ ۲۰ رجب کو شاہزادہ محمد اکبر کا ختنہ ہوا۔ اس سنت کو بادشاہ نے ادا کیا بوداق بیگ کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ شاہ ایران کو پان کھانے کی طرف رغبت ہے اسلیے اس پاس پان بھیجے خواجہ احمد ایلچی کو ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ کے قریب دیکر رخصت کیا۔ غرہ شعبان کو بنگالہ سے شجاع کے اسی ہاتھی بھیجے ہوئے اور پلاؤں کی غنائم میں سے دو ہاتھی نظر اشرف سے گزرے۔ بادشاہ نے ڈیڑھ سو کلنگ شکار کے خضرا (ہمایوں کے مقبرہ کے پاس شاہی مکانات بنے ہوئے تھے) میں باور کا دام لگا کے شکار کیا تین سو پچپن ہرن مارے۔ اس شکار میں بادشاہ کو اپنے رحم کے سبب سے خیال آیا کہ بے زبان حیوانوں پر شکار کرکے ظلم کرنا نہیں چاہیئے اس لیے اُس نے شکار کو اور جانوروں کے قید کرنے کو منع کر دیا جتنے جانور جال میں پکڑے گئے تھے سب کو چھوڑ دیا۔ جب شاہجہاں کی علالت کے سبب سے ملک میں چار و نطرف شورش ہوئی اور سرکشوں نے سر اُٹھایا اور شجاع نے بنگالہ میں اپنا سکہ جمایا تو بھیم نراین زمیندار کوچ بہار نے سرکشی کی جو اس سانحہ سے پہلے بادشاہ

خانخانان معظم خاں کی تعینات ملک اسلام کی فتح

مطیع و فرمان پذیر تھا اور ہمیشہ پیش کش بھیجتا رہتا تھا اور گھوڑا گھاٹ پر حملہ کیا اور رعایا کے صغیر
و کبیر کی ایک جمع کثیر کو اسیر کیا جس میں اکثر مسلمان تھے اور اُنکو اپنی ولایت میں لے گیا اور
اس ناحیہ میں بڑی خرابی مچائی ولایت کامروپ جو عبارت باجو اور گواہٹی اور اسکے
توابع سے ہے اور قدیم زمانہ سے ممالک محروسہ میں داخل تھی اسکو اپنے وزیر بھولا ناتھ کو بھیجکر
تصرف میں لانا چاہا اُسوقت آسام میں جی دھجنگہ راجہ تھا جو وسعت ولایت و فزونی دستگاہ
قدرت و کثرت جمعیت لشکر اور انبوہی خیل و حشم و بسیاری نوارہ و توپ خانہ و فیلان جنگی
میں راجہ کوچ بہار پر فوقیت رکھتا تھا اُسنے جب شجاع کی شور انگیزی کا حال سُنا اور بہیم نرائن
کے ارادہ پر مطلع ہوا کہ کامروپ کی تسخیر کا ہے تو اُس نے آسامیوں کا لشکر عظیم نوارہ اور
توپ خانہ کو دریا و خشکی کی راہ سے ولایت کامروپ میں متعین کیا۔ لطف اللہ شیرازی یہاں کا
توجدار تھا جب اُس نے دیکھا کہ دونو طرف سے سیلاب شور آیا اور مجھ میں مقاومت
کی تاب نہیں اور کمک اور مدد کی امید منقطع ہے تو صلاح اندیشی سے یہاں سے نوارہ کی مدد
سے جہانگیر چلا گیا۔ بھولا ناتھ وزیر بہیم نرائن آسامیوں کے قصد سے مطلع ہوا اُسکو یقین تھا
کہ میں آسامیوں پر غالب نہیں ہو سکتا وہ بھی چلا گیا اور آسامیوں کا کوئی مانع و متنازع
نہیں رہا۔ ولایت بادشاہی پر وہ قابض ہوئے اور اس دیار کی رعایا کو اسیر کیا۔ شجاع اپنے
حال میں خود گرفتار تھا وہ اس کا علاج کچھ نکر سکا آسامیوں نے دلیری کر کے اور آگے
قدم بڑھایا اور بغیر کسی مانع کے حوالی پرگنہ کری باری پر کہ جہانگیر نگر سے پانچ منزل ہے
متصرف ہوئے اور موضع مت سلہ (مہت سلہ) میں کہ کری باری کے قریب ہے اپنا
تھانہ جمایا اور ایک جمع کثیر کو اُسکی محافظت کے لیے مقرر کیا۔ جہانگیر کے عہد میں بھی ایسی
جرأت آسامی کر چکے تھے کہ ولایات بادشاہی پر تاخت کی تھی اور سید ابابکر کو حوالی
جہانگیر سے سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ اسیر کر کے لے گئے تھے اور شاہجہاں کے
اوائل جلوس میں چیرہ دستی کر کے شیخ عبدالسلام فوجدار ہاجو گواہٹی پر حملہ کر کے پار سو

آدمیوں کو دستگیر کرکے لے گئے تھے اس مدت میں حکام بنگالہ میں سے کسی کو آسامیوں کی
کی توفیق نہیں ہوئی مگر میر عبدالسلام مخاطب باسلام خاں کو کہ اس نے اپنی صوبہ داری کے
زمانہ میں شاہجہاں کے عہد میں اسام کی تسخیر اور آسامیوں کی تنبیہ کا ارادہ کیا۔ اور اپنے بھائی
سیادت خاں کو لشکر کے ساتھ اسطرف بھیجا تھا کہ وہ خود بنگالہ کی صوبہ داری سے بدلکر وزیر مقرر
ہوا اور اسکی جگہ شاہزادہ شجاع مقرر ہوا جس کو اتمام مہم کی توفیق نہوئی اور لشکر شاہی موضع
کجلی سے جو آسام کا دہنہ ہے آگے نہیں بڑھا۔ جب سال سوم جلوس ماہ رمضان میں بنگالہ سے
شجاع رخنگ میں گیا۔ اور اسکے تعاقب میں خانخاناں جہانگیر نگر میں آیا تو راجہ آسام نے
اسکے خوف کے مارے اپنے وکیل کے ہاتھ معذرت نامہ خانخاناں پاس بھیجا اور اس میں
لکھا کہ کوچ بہار کا زمیندار بہیم نراین مجھ سے خصومت رکھتا تھا اس نے ایام شورش و انقلاب میں
ولایت بادشاہی پر دست تعرض دراز کیا۔ اور ولایت کامروپ پر جو قدیم الایام سے آسام سے
تعلق رکھتی ہے متصرف ہونا چاہتا تھا میں نے اسکو تصرف سے باز رکھا اور ان حدود کو اپنے
ماتحت کرلیا۔ اب جس شخص کو آپ اس طرف متعین کریں اسکو یہ ولایت سپرد کردوں
خانخاناں نے باقتضاء مصلحت اندیشی اس وقت بظاہر اسکی معذرت کو قبول کرلیا اور وکیل
کو خلعت دیکر واپس کیا رشید خاں و سید نصیر الدین خاں و سید سالار خاں و اعظم خاں کو متعین
کیا وہ جاکر ولایات بادشاہی آسامیوں کی قرارداد کے موافق اپنے تصرف میں لائیں
اس اثنا میں بہیم نراین نے لشکر شاہی سے خوف کھاکر عفو تقصیر کی درخواست کی اور اپنا
وکیل بھیجا مگر اس کی تادیب و گوشمالی واجب تھی خانخاناں نے درخواست کو بغیر پڑھے فرمایا
کہ وکیل دار ضیافت میں جاکر سو کوڑے کھانے کی تکلیف اٹھائے یا نوشتہ زہر مار کرے
نوشجان کرے وکیل نے نوشتہ کو چرب لقمہ جان کر نوشجان کیا اور استراحت خانہ زنجیر میں جا
پہنچا۔ راجہ سبحان سنگھ بندیلہ کو بندہائے بادشاہی کے فوج کے ساتھ اور مرزا بیگ پنج
آدمی کو ایک ہزار تابینوں کے ہمراہ بھیجا کہ بہیم نراین کی تنبیہ کریں اور ولایت کوچ بہار

کو تیخبر جب آسامیوں نے سُنا کہ رشید خاں افواج کے ساتھ کامروپ کی طرف روانہ ہوا ہے تو اُنہوں نے اوّل پرگنہ کری باری اور چند اور پرگنوں کو خالی کیا اور آخر کو آب بنارس تک ولایات بادشاہی کو چھوڑ دیا۔ رشید خاں نے آسامیوں کی اس حرکت کو حیلہ وری اور تزویر جان کر نہایت احتیاط کی کہ جہانگیر نگر سے آگے چار منزل جا کر ٹھیر گیا۔ خانخاناں نے اسکو آگے جانے کی تاکید کی تو بھی اُسپر کچھ اثر نہ ہوا تو رشید خاں کے کو یکیوں یوسف خاں داغر خاں نے جا کر کری باری اور اور پرگنات پر تصرف کیا جو آسامیوں نے خالی کیے تھے تو رشید خاں موضع رنگا مائی کی طرف چلا جو کامروپ کے توابع میں سے ہے اسامی رشید خاں کے آگے بڑھنے میں تعلل کرنے سے خیرہ ہوئے اور اُنہوں نے دوبارہ کامروپ کے تصرف میں لانے کا ارادہ کیا توپ خانہ و نوارہ اور آلات نبرد بہت سے سامان کے ساتھ بھیجے رشید خاں پاس اُن کے دفع کرنے کا سامان موجود نہ تھا وہ رنگا مائی میں مقیم ہوا اور خانخاناں کو حقیقت حال پر مطلع کیا۔ سبحان سنگھ بھیم زاین کی تنبیہ کے لیے معین ہوا تھا جب اُس نے دیکھا کہ کامروائی کچھ نہیں ہوتی تو وہ بھی ولایت کوچ بہار کی ایک بند کی دیوار میں ہو بیٹھا اور خانخاناں کو اصل حال سے اطلاع دی۔ خانخاناں نے ان دونوں کا یہ حال دیکھا تو وہ خود نوارہ اور توپ خانہ اور بنگال کی افواج لیکر ان دو توپھوں کے سرانجام دینے کا عازم ہوا اور بادشاہ پاس اپنی درخواستیں بھیجیں بادشاہ نے اُن کے موافق تمام لشکر کو جو شجاع کی مہم میں گیا تھا حکم صادر کیا کہ وہ سب مہمات مذکور میں شرائط موافقت و مرافقت کو بجا لا کر خانخاناں کی صلاح و صوابدید سے باہر قدم نہ رکھیں جب برسات ختم ہوئی اور پانی کی طغیانی دور ہوئی تو ۱۸ ربیع الاول ۱۰۰۲ھ کو خانخاناں خضر پور سے سرکشوں کے استیصال کے لیے روانہ ہوا۔ نوارہ دو تھائی ساتھ لیا اور باقی جہانگیر نگر میں چھوڑا اور بادشاہ کے حکم کے موافق اکبر نگر کی حراست مخلص خاں کو اور جہانگیر نگر کی حفاظت احتشام خاں کو تفویض کی اور سید اختصاص خاں اور راجہ امر سنگھ نروری کو

اور عمدہ منصبداروں کو احتشام خاں کا کومکی مقرر کیا اور جہات خالصہ بدستور معہود دیوان بھگوانی داس کو سپرد ہوئیں اور نوارہ کا اہتمام محمد مقیم کو حوالہ ہوا۔ جب خانخاناں معظم خار موضع ہری تلہ میں آیا جو بادشاہی ملک کی سرحد ہے تو اس سرزمین کے واقف کاروں سے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ کوچ بہار کی چلتی ہوئی راہیں تین مشہور ہیں ایک ولایت بھوٹنگ کی سمت سے دوم ملک بادشاہی کی جانب سے دو راہیں جن میں سے ایک اہ دوار ہے۔ دوار عبارت ایک بند محکم اساس سے ہے وہ ایک عریض مرتفع بند کے اوپر جس کو اہل ملک آل کہتے ہیں قدیم الایام سے بنایا گیا ہے اور اس بند عالی سے شہر کوچ بہار اور اس کے کچھ پرگنے محصور ہیں اس کا دور ۲۴ کروہ ہے اور اس بند کے اوپر سب طرف ایک جنگل ہے جس میں بانس و بید اور اور درخت ایسے بلند و تنومند اور گھنے ہیں اور ان کی شاخیں ایسی باہم لپٹی لپٹائی ہیں کہ چور کا گذر بھی مشکل سے ہوتا ہے کئی جگہ اس بند پر در اور در بند کمال مستحکم ہیں اور اور اُن پر بڑی بڑی توپیں اور زنبورکیں و ضربزن اور ادوات پیکار چنے ہوئے ہیں۔ مردان کار اور ہوشیار ہر ایک کی حفاظت کے لیے متعین ہیں اور ان دو بندوں میں سے بڑا ایک وار ہے کہ راہ مذکور اس کے محاذی جاتی ہے اور اس بند کے گرد ایک چوڑی و گہری خندق کھودی گئی ہے ولایت کوچ بہار کی راہ متعارف یہی ہے اور اگر در بند مذکور مفتوح ہو جائے تو پھر کوچ بہار تک کوئی مانع نہیں لیکن اسکا فتح کرنا آسان نہیں ہے دوسری راہ گھوڑا گھاٹ ہے کہ رنگارمائی کے متصل ہے اس بند کا عرض اس طرف کمتر ہے لیکن اس راہ میں عظیم و عمیق و شوار گذار نالے ہیں اور جنگل خطرناک ہے درخت ایسے گھنے ہیں کہ ہوا کے پانوں میں بھی زنجیریں پڑتی ہیں خاردار درختوں کی بھی کثرت ہے کہ عبور کے وقت باد کے دامن گیر ہوتے ہیں ان دو راہوں کو اس طرح بند کیا ہے۔ ایک اور راہ مشہور ہے وہ ملک بادشاہ کی سمت جاتی ہے۔ جس کے اس طرف کی آل عرض و ارتفاع میں اور اطراف کی نسبت کمتر ہے لیکن کوچ بہار کے معمورہ تک سب جگہ جنگل و بیشہ زہردار ساتھوں و اونچے درختوں سے بھرا ہوا ہے اسکی

حفظت ہیم نرائن نے اس خیال سے نہیں کی کہ وہ جانتا ہے کہ لشکر شاہی کا عبور اس میں
نہیں ہو سکتا اسکے تراکم شجار اور قلیت راہ سے خاطر جمع ہے۔ خانخاناں نے یہ راہ اختیار کی وہ
لشکر کے ساتھ ہری تلہ سے چلا اور یہ مقرر کیا کہ نوارہ اس راہ میں چلے کہ گھوڑا گھاٹ سے
گذر دریا بزم پتر سے ملحق ہوتا ہے۔ سلخ ربیع الثانی کو راجہ سبحان سنگھ اور اسکا لشکر بھی خانخاناں
سے آن ملا۔ غرہ جمادی الثانی کو راہ مذکور کی حفاظت جو جماعت کرتی تھی وہ بھاگ گئی
اس راہ میں ہاتھی دبردار لشکر کے پیادے آگے آگے جاتے اور جنگل کے درختوں کو توڑ کر
راہ بناتے۔ بڑی مشکل سے لشکر اس طرح راہ کاٹتا۔ راہ میں ایک چوڑی عظیم رود آئی
ایک جگہ پایاب دریافت کی گئی وہاں سے لشکر پایاب ہوا۔ نیستان سے لشکر نکلکر نل کے نیچے
پہنچا یہاں کے محافظ ڈر کر بھاگ گئے۔ آل میں لشکر داخل ہو کر کوچ بہار کے قریب آیا ہیم نرائن
اس آل کے بہروسہ پر سرکشی کرتا تھا جب وہ ہاتھ سے گیا تو لشکر شاہی کے پہنچنے سے تین روز پہلے
کوچ بہار سے بھاگ گیا اور اہل و عیال و اموال کو ساتھ لے گیا اور کوہ بھوٹنٹ میں پہنچا
بھوانا تھا اسکا وزیر رسکی صواب دید و اشارہ سے پانچ چھ ہزار پیادوں کے ساتھ کوچ بہار
کی مغرب و یہ سمت میں گیا جو درہ کوہ مورنگ میں ہے اور بڑے بڑے جنگل اُس کے گرد ہیں
اس خیال سے یہاں آیا کہ جب لشکر شاہی گزرے تو فرصت کے وقت راہزنی کرے اور
غارت مچائے۔ دہات و کھیتوں و غلوں کو جلائے۔ رعایا کو بھگائے اور لشکر شاہی آذوقہ
پہنچنے دے ششم جمادی الاولی کو حوالی شہر میں سپاہ اسلام کا خیمہ لگا شہر بلا تردد و سیف و سنان
کے تصرف میں آیا۔ ابتدا میں شہر کے اندر جس کسی سے کچھ ہاتھ آیا وہ لے گیا بعد ازاں سید
صادق صدر بنگالہ کو خانخاناں نے حکم دیا کہ جابجا خود اہتمام کر کے قطعی ایسا انتظام کرے
کہ کوئی شخص رعایا کے مال و عیال پر دست درازی نکرے اور اجہ ہیم نرائن کے مال و اسباب
جو ہاتھ آئے ضبط کرے بت شکنی و اجرا احکام اسلام میں مشغول ہو سید مذکور نے خوب اہتمام
کیا کہ وہاں کے باشندوں کے احوال کا کوئی معترض نہ ہوا۔ سیاست کے لیے غارت پیشوں کے

واسطے قطع یدوگوش دبنی کا حکم دیا گیا۔ رعایا وغربا کے جان و مال کی امان کے لیے تسلی
مشغول ہوا اور بت کلاں نراین کے سر اور روئے کو کلنگ کی ضرب سے اور بازوئے
کی قوت سے توڑا پھر اور بتوں کے ہاتھ پاؤں کے ٹکڑے کیے بتخانوں کی چھتوں پر چڑھ
ہر طرف دین محمدی کی اذان کا آوازہ ایسا بلند کیا کہ اس مرز و بوم کے ہوش باختوں
تزلزل آیا۔ مگر تاراج اور غارت کی ممانعت کی گئی دلباختہ رعایا اور مقدموں کے
میں صدائے امن و امان پہنچی۔ جو جماعت بھاگ گئی تھی اس کے گھر اور اس کے مال
گرداوری میں بطریق امانت زیادہ تاکید و احتیاط کی گئی باوجود دارالحرب ہونے
سپہ سالار نیک سیرت نے رعایا کے حال و مال و عیال پر ترحم کیا تو اس کی خبر کے منتشر
سے ہر صنف و قوم کے آدمی گروہ گروہ آنے شروع ہوئے ویران گھر آباد ہو گئے
پسر بھیم نراین کہ باپ سے ناراض تھا فرصت وقت کو غنیمت جانکر خانخاناں کی ملازمت میں آیا
مسلمان ہو گیا۔ پدر اور وزیر کی گرفتاری کیلیے رہنمونی کرنے لگا۔ خانخاناں نے
آدمیوں کو اس کے ہمراہ کیا کہ بھیم نراین کا تعاقب کریں جو دامنہ کوہ بھوٹنٹ میں
گیا ہے اور اسفندیار بیگ کو جو اس سرزمین کی خصوصیات پر مطلع تھا بھیجا کہ بھولا ناتھ
گرفتار کر کے لائے جو ہونگ کے دامن کوہ میں چھپا تھا اور شورانگیزی کی تلاش میں تھا
رعایا کی تسلی و استمالت اس کرے کہ وہ اپنے مساکن میں آنکر آباد ہوں۔ فرہاد خاں
ایک اور گروہ کے ساتھ دوسری سمت میں اسی مطلب کے لیے بھیجا۔ کارشناسی و تدبیر کے
اشارہ کیا کہ ایک دوار کی اور بند کی عمارات کو منہدم کریں اس کے ہر طرف سو سو گز جگہ
کاٹ دیں اور اسکے دونوں طرف درختوں کو چھانٹ دیں چھوٹی بڑی ایک سو چھ توپ اور
بیحیین زنبورک و رانجنگی اور بہت سی اور بندوقیں اور آلات توپخانہ و اوزار پیکار اور
بھیم نراین کے اثقال و احمال لشکر شاہی کے تصرف میں آئے۔ جہانگیر نگر کو اسباب توپخانہ
ہوا۔ فرہاد خاں جو بھولا ناتھ کے تعاقب کے لیے معین ہوا تھا وہ ہم نگامشی بجا لاکر

...اس جگہ تک گیا۔ جہاں سوار جا سکتا تھا۔ کچھ اس کے گھوڑے اور اسباب لایا جو وہ چھوڑ کر
...میں بھاگ گیا تھا۔ سات روز بعد مراجعت کی اسفندیار بیگ نے جاسوسوں کو بھیجکر
...کا پتہ لگایا وہ جنگل میں سانپ کی طرح چھپتا تھا وہاں سے آدھی رات کو اس کو
...کے بیسیوں زن فرزند سمیت گرفتار کرکے مراجعت کی۔ بھیم نراین نے جب سنا کہ لشکر
...اس کے پیچھے آتا ہے تو وہ دھرم راج مرزبان بھوٹنٹ سے اجازت لیکر پہاڑ کے اوپر
...اس پہاڑ کی چوٹیوں پر سوا پیادے کے کوئی اور شکل سے بھی نہیں چڑھ سکتا لشکر
...اس کوہ کے نیچے آیا۔ ایک ہاتھی اور کچھ گھوڑے اور دواب اس کے ہاتھ آئے۔ اور ایک
...آدمی کو پکڑ لائے وہ قوی ہیکل سرخ وسفید تھا اور اس کے سر کے بال بھی زرد تھے
...اور گردن کی اطراف پر چھوٹے ہوئے تھے سوا سفید دھوتی کے کچھ اور کپڑا اس پاس نہ تھا
...میں کہ زن مرد اس وضع ولباس سے زیست کرتے تھے اس کی زبان کوچ بہار کے
...سے ملتی تھی اس نے خانخاناں سے کہا کہ اگر مجھے مرزبان بھوٹنٹ کے نام خط لکھکر
...تو میں اس کا جواب لادونگا۔ خانخاناں نے اس کے آدمی کو جان کی امان اور
...دیکر دھرم راج مرزبان بھوٹنٹ کے نام پروانہ لکھدیا جسکا مطلب یہ تھا کہ بھیم نراین
...پناہ میں آیا ہے تو اسکو بھیج دے یا اسکو اپنے وطن سے باہر نکالدے۔ بھوٹیہ اس پروانہ
...جواب یہ لایا کہ میرے استصواب بغیر بھیم نراین اس کوہستان میں آیا۔ ناخواندہ مہمانوں
...پہنچانا اور خارج کرنا مروت سے بعید ہے کوہستان بھوٹنٹ سرسبز ہے۔ وہ کوچ بہار کے
...میں پندرہ کوس پر ہے اسکی چوٹیاں برف سے ڈھکی رہتی ہیں وہاں بھی میوے ہوتے ہیں انار و
...بھی اور اسی طرح کے سرد میوے شیریں اور بہ چیزیں اور ہوتی ہیں۔ ہاتھی و گونٹ اور مشک
...ایک قسم کا پشمینہ جس کو بھوٹ کہتے ہیں اور پری کو ایک پارچہ گندہ ہوتا ہے اور یسیان سے
...جاتا ہے اور فرش کے کام میں آتا ہے۔ ریگ شوئی سے کچھ نقرہ و طلا بہم پہنچتا ہے۔ اس کوہستان
...دھرم راج ایک بوڑھا معمر متاص رعیت پرور انصاف پیشہ ہے وہاں کے آدمی

اس کی عمر ایکسو بیس سال کی بتاتے تھے سوائے کیلہ و شہر کے اسکی غذا کچھ نہ تھی رعیت کے
بہت رفق و مدارا کرتا تھا اس کی ولایت میں ایک تندرو عمیق کم عرض ندی جاتی
بجائے پل کے آہنی زنجیریں اسکے عرض میں میخ اور درختوں کی بیخ سے باندھتے ہیں اور
طرح دوسری زنجیر اس کے اوپر آدمی کے قد کی برابر اونچی کرتے ہیں آنے جانیوالے نیچی زنجیر
دونو اوپر کی زنجیر پر ہاتھ رکھکر عبور کرتے ہیں - احمال و اثقال اور مانگنوں کو اسی طرح دریا
پار اتار کر لیجاتے ہیں -

کوچ بہار کی ولایت بنگالہ کے شمال و مغرب مایل بشمال واقع ہی اسکا طول شرقاً
ابتدا پرگنہ بھتیر بندسے کہ ملک بادشاہی میں داخل ہی پاپ گانوں تک کہ ملک مو
میں ہی ۵ کروہ جریبی اور اسکا عرض جنوباً و شمالاً پرگنہ تاج ہات سے کہ ممالک محر
میں ہی نوسیکر تک کہ کہونٹا گھاٹ سے متصل ہی پچاس کروہ جریبی ہی یہ ولایت بلاد
میں ہی نزہت و صفا و لطافت آب و ہوا و فور ریاحین و ازہار و کثرت بساتین وا
خرمی و دلکشائی و فیض بخشی و فرح افزائی میں امتیاز رکھتی ہی ہندوستان و بنگالہ کے فو
واثمار مثل انبہ و کیلہ و اناس و کوئلہ نہایت خوب ہوتے ہیں - اس سرزمین میں فلفل
کے درخت بھی بہت ہوتے ہیں - اس ولایت میں جو اندر کی طرف بند ہی اس کو بھتیر
اور جو باہر کی طرف بند ہی اسکو باہر بند کہتے ہیں ایک دریا عظیم اور دو مختصر نہریں بند میں
ہوتی ہیں اور وہ اور پانیوں اور دریاؤں کے ساتھ جو اور جانبوں سے آتے ہیں ملکر
سنکوس میں داخل ہوتی ہیں یہ دریا ست آشام میں کوچ بہار کے منتہا پر ہی - برسات
دنوں میں کوئی ندی پایاب نہیں ہوتی - برسات کے بعد بعض ندیاں پایاب ہوجاتی
اکثر انکی تھا میں سنگریزے ہوتے ہیں انکا پانی بہت میٹھا ہوتا ہی - باہر بند میں پا
چکلے ہیں اُن میں ۷۷ پرگنے ہیں اور بھتیر بند میں بارہ پرگنے اور اس ولایت کا محصو
دس لاکھ روپیہ ہی اس ملک میں دو قومیں آباد ہیں ایک میچ ہی پرگنات بھتیر بند ہی -

کوچ بہار کا حال

سری قوم کوچ باہر بند میں رہتی ہے۔ کوچ بہار کی وجہ تسمیہ یہی قوم ہے دونو قومیں بت پرست
ہیں۔ بھیم نرائن کوچ کی قوم میں سے ہے اُسکے باپ دادا کے نام کا ایک جزو نرائن ہے اہل دیا
جس بت کی پرستش کرتے ہیں اس کا نام نرائن ہے۔ ہندو یہاں کے زمینداروں کا بہت
تعظیم کرتے ہیں اور راجہ کو بزرگ راجاؤں کی اولاد میں جانتے ہیں جو اسلام سے پہلے تھے
یہاں کا راجہ سونے پر سکہ لگاتا ہے جسکا نام نرائنی ہے۔ یہاں کے راجہ کی طبیعت عیش و
عشرت خودرائی و زیب و زینت کی طرف نہایت مائل ہے۔ مستی و ہوا پرستی میں زندگی
بسر کرتا ہے۔ کبھی لب کو ساغر کے لب سے اور ہاتھ کو صراحی کی گردن سے نہیں اُٹھاتا۔ اُسکا
کاخ دماغ گویوں کے سروں سے بہرا رہتا ہے ملک کا نظم و نسق اپنے وزیر بھولا ناتھ کو
سپرد کر رکھا ہے۔ خود حکومت کے کار میں کم مشغول رہتا ہے اور عمارات دلنشیں و مساکن
عالی میں دیوان خانہ و خلوت و حرم و خواص پورہ و حمام و باغچہ و نہر و فوارہ و آبشار
قرینہ خوش طرح کمال زینت و تکلف کے ساتھ بنائے ہیں شہر کوچ بہار طرح داری و قرینہ
کے ساتھ آباد ہوا ہے۔ کوچوں میں خیابان ہیں اور ناگیسر و کچنال کے درخت نہایت خوش
رنگ و موزوں گل لگائے ہیں۔ اس سرزمین میں بڑا نقص یہ ہے کہ یہاں کے آدمیوں کا
تمام جمال کی بہار سے بہرہ نہیں رکھتا قضا کے دہقانوں نے وجاہت و زیبائی کا تخم
اس قوم کی صورت میں نہیں بویا ہے۔ گویا مصور صنع نے اس گروہ کی شبیہ کشی میں صورت
انسانی کی چہرہ کشی کا قصد ہی نہیں کیا ہے۔ سب چھوٹے بڑے زشت رو ہیں مگر سبز فام
و کچھ گندم گوں قوم میچ میں بعض آدمی سفید رنگ ہوتے ہیں اور وہ مزارع ہوتے ہیں
اور سپاہی بھی۔ اُن کے حربے تیر و تفنگ ہیں۔ اُن کے تیروں کے پیکاں اکثر زہر آلودہ
ہوتے ہیں اُن کے زخم سے زخم پر آماس ہوتا ہے جس سے مجروح ہلاک ہوتے ہیں اسکا
علاج کسیر و پان کھانے و طلا کرنے سے ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پانی پر ایک منتر پڑھ کے
اسکے پینے سے آرام ہوتا ہے۔ اس یورش سے اصل مطلب یہ تھا کہ ولایت آسام کی

تسخیر و آشامیوں کی تادیب و تنبیہ ہوا سلئے اس کوہستان کی تسخیر اور اس کے راجہ دہرمراج کے استیصال کو اور وقت پر موقوف رکھا اور آشام کی عزیمت کا مصمم کیا۔ کوچ بہار کا نام عالمگیر نگر رکھا۔ سولہ روز یہاں رہکر سب طرح کا بندوبست اسکا کیا اور ہفندیار خانی کو یہاں کا فوجدار مقرر کیا۔ سوم یا دوم جمادی الاول ۱۰۷۱ھ کو آشام کی فتح کے قصد سے لشکر نے کھونٹہ گھاٹ کی راہ سے کوچ کیا۔ ۲۸ کو رنگامائی میں لشکر آیا تو رشید خاں اور اسکے ہمراہی اور نوارہ بادشاہی اس سے ملگئے۔ دریا برہم پتر کے دونو طرف پہاڑوں کا سلسلہ مسلسل چلا جاتا ہے اس دریا کے کنارہ پر کثرت سے بیشہ و جنگل اور بہت سے ندی نالے و کیچڑ و دلدل ہے لشکر کا چلنا کمال دشوار ہے اگرچہ ان حدود کے سرزمین کے زمیندار و رعیت بہت سے ستے تبلاتے تھے کہ جن سے آسانی سے عبور ہو سکتا تھا۔ لیکن خان سپہ سالار خرم اندیشی و دور بینی کے سبب سے جو اساس سپہ داری و سرداری ہے اس گروہ کی دلجوئی پر اعتبار نکرتا اور دریا کے کنارہ کو باوجود صعوبت کے نہیں چھوڑتا اس نے مقرر کیا کہ دلیر خان فوج ہراول کے ساتھ و میر مرتضیٰ توپ خانہ کے ساتھ اس اوپر کہ سیدھی مقصد پر منتہی ہوتی ہے۔ دریا کے کنارہ کو رہنما بنا کر اور لشکر کا پیش رو بنکر آگے چلیں۔ خان مذکور نے بڑی کوشش کی۔ ہاتھیوں کے دانتوں سے جنگل کے درختوں کو شکستہ کرایا نیستان کو انکی سونڈوں سے اکھڑوایا۔ لشکر کے تبردار و پیادوں سے حتی الوسع ناہموار راہ کے تصفیہ و تسویہ میں کوشش کرائی اس اوپر میں ندی و نالے بہت تھے جس سرزمین میں جھیلیں و دلدل آتی اسکو درختوں کی شاخوں اور تنکے دستوں اور گھاس کے پشتاروں سے بھر کر اُن سے عبور کرتے۔ اس سبب سے کہ یہ راہ ویسی سخت خطرناک تھی اور نوارہ اس سبب سے کہ پانی پر دیر میں چلتا تھا ایک روز میں دو کوس یا ڈھائی کوس سے زیادہ چلنا نہ ہوتا جہاں لشکر اسلام کا قیام ہوتا وہاں جنگل کو کاٹ کر ہر ایک آدمی اپنا خیمہ لگاتا اور اپنے جانوروں کے مربط بناتا خان سپہ سالار صبح سے شام تک رستوں کے بنوانے میں

فتح آشام کے قصد سے لشکر کا کوچ

کوشش کرتا اور پیادہ ہوکر سپاہ کو تسلی دیکر انکی جذب قلوب کرتا اور اپنے اخلاص مند ہمدموں کی مدد کرتا اور حافظ کا یہ شعر ورد زبان رکھتا ۔ ؎

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید
ہیچ راہی نیست کورا نیست پایاں غم مخور

پورا دس برس تکا لیف تھیں مگر لشکر جہاد کے شوق کے سبب سے ہمکو راحت گنتا ۔ جمادی الاخر جوگی گپہ کی منزل گاہ پر سپاہ پہنچی ۔ اس جوگی گپہ کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ ایک جوگی دیوتا کو چھوڑکر یہاں ایک غار میں بیٹھا تھا ۔ ہندی زبان میں غار کو گپہ کہتے ہیں یہاں سے گواہٹی تک کہ ممالک خروسہ کی سرحد قدیم ہے چالیس کروہ مسافت ہے یہاں سے ناگرگانوں ایک ماہ کی راہ ہے جو راجہ آسام کا مسکن اور دارالملک ہے ۔ آشامیوں نے اس پہاڑ کے دامن میں کہ دریا سے متصل ہے یہ قلعہ بنایا ہے جس کی دیوار کا عرض نیچے نو گز اور اوپر پانچ گز ہے اور اس کا دور حصار کے اندر زیادہ ایک کروہ ہے اور اس کے برج بڑے مضبوط ہیں دیوار کا ارتفاع جانب غربی میں قلعہ کوہ تک ہے ۔ یہی جانب شاہی سپاہ کے برسر راہ تھی اور دیوار سے ایک گولی کے پٹہ پر گڑھا ہے کھود کر اُن میں سخیں سرتیز بانس کی جن کو یہاں کے لوگ بھالچہ کہتے ہیں گاڑی ہیں اور اس کی خندق عمیق ہیں بھی جس کا عرض تین گز تھا اسی طرح کے بھالچے اُس میں گاڑے ہیں دریا برہم پتر اس کی سمت جنوبی کا محیط ہے جانب مشرق میں ریا نباس ہے جو اس پہاڑ کے نیچے گزر کر دریا برہم پتر سے ملتا ہے شمالی جہت میں خندق دکوہ و جنگل کا انبوہ تھا اس کوہ کے محاذی ایک کوہ ہے جس کو بیخ رتن کہتے ہیں اس پر بھی اسی طرح کا ایک قلعہ بنایا تھا قلعہ جوگی گپہ میں پندرہ ہزار آدمی مع توپ خانہ تھے اور قلعہ کے نیچے تین سو بیس کشتیاں مع ساز و آلات پیکار موجود تھے قلعہ بیخ رتن میں بھی چھ ہزار آشامی مع توپ خانہ تھے یہاں دریا کی دو شاخیں ہوگئی تھیں جن کے درمیان خشک زمین میں آشامیوں نے مورچال بنائے اور اسکو چوب بانس سے مستحکم کیا ۔ انکا قصد یہ تھا کہ لشکر شاہی دریا کے جس شعبے میں گزرے

توپ و تفنگ سے اس پر آگ برسائیں اور آگے نہ جانے دیں۔ دو خانہ کے آگے سپہ سالار نے سپاہ کو حکم دیا کہ کمال خبرداری سے اُتریں اور مہتابیوں کو اکثر روشن کرتے رہیں اور نوارہ کو حکم دیا کہ قلعہ کے نیچے آسامیوں کے مقابل لنگر ڈالیں اسلئے کہ آسامیوں کو کمک نہ نہ پہنچنے پائے اور شب خون نہ مار سکیں ہر پشتہ کوہ پر اور رخنہ دار دشوار گذار راہوں پر مردان کاری کو بہت سے سواروں اور پیادوں کے ساتھ تعین و مقرر کیا جس طرف سے دشمن کو کومک پہنچنے کا زیادہ وسوسہ تھا آغر خاں کو مامور کیا۔ اتفاقاً تین چار ہزار پیادے و برتنداز وں سے آغر خاں کا مقابلہ و مقاتلہ ہوا۔ تیر اندازوں نے اطراف مغلیہ کو گھیر لیا۔ آغر خاں نے بہادرانہ مقابلہ کر کے بہت دشمنوں کو مارا۔ چند مغل سوار کشتہ و زخمی ہوئے اور آغر خاں کے پاؤں میں ایک ہردا تیر لگا جس سے اُسی وقت ورم ہوا اور ورم میں درد ہوا مگر اُس نے دشمنوں کو بھگا دیا اور چند نفر اسامی زندہ گرفتار کیے اشامیوں پر لشکر شاہی کا ایسا خوف چھایا کہ اصلاً انہوں نے جنگ پر دل نہ لگایا رات کو ہر گوشہ و کنارہ سے بھاگ گئے۔ اشامیوں کی جنگ کا مدار پیادہ و جنگ دریا پر ہے اور خشکی میں اُن کے سو پیادے دس غیر مسلح سواروں سے بھاگتے ہیں۔ بہت سے اشامی پہاڑ سے نیچے بھاگ کر اپنے نوارہ کی مدد کو آئے کہ بادشاہی نوارہ سے جنگ کریں بہت سی کشتیاں جو پانی میں غرق تھیں اُن کو نکال کر کشتیوں پر سوار ہوئے اور دارو گیر پر مستعد دوسرے روز جب آفتاب نکلا تو خانخاناں حصار کی طرف آیا اور جنگی آدمیوں کو مع مصالحہ توپ خانہ کے نوارہ میں بھیجا اور کچھ سپاہ کو دریا کے کنارہ پر رکھا کہ بروقت نوارہ کی مدد کریں طرفین سے کشتیوں نے حرکت کی توپ و تفنگ کے گولے چلائے اور بان ایسے مارے کہ دریا میں تلاطم آگیا خشکی کی طرف سے بان نارے جاتے تھے توپ و تفنگ کی صدا سے آواز کوہ ہم آہنگ ہو کر کانوں کو بھرا کرتی تھی باروت کے دھنوئے سے روئے دریا ایسا نیلگوں ہو گیا تھا کہ غالب و مغلوب معلوم نہیں ہوتے تھے اشامیوں کی کشتی میں بان کم تھے اور ہر اس بہت

تھا۔ بہت ہاتھ پاؤں مار کر اور سروں جانوں کو برباد کر کے اور بہت سی کشتیوں کو دریا میں
ڈبو کر بھاگ گئے۔ بادشاہی نوارہ نے تعاقب کیا اور ایسا انکو تنگ کیا کہ انہوں نے تیر کر
جان بچانی چاہی مگر وہ نہنگ ماہی کے طعمہ ہوئے بعضے گولوں کے صدموں سے نوارہ سے
اتر کر دامن کوہ کے پتھروں اور صحرائی درختوں کی پناہ میں آئے کچھ آدمی تیر کر جان سلامت
لے گئے تھے۔ انکو لشکر شاہی نے گرفتار کر لیا۔ ایک سو چالیس کشتیاں اور ۶۴ آہنی توپیں چھوٹی
بڑی اور تفنگ بہت سی بندوقیں اور دیگر اور باروت اور ادوات حرب و پیکار لشکر شاہی
کے تصرف میں آئے اور وہ دونو حصار بے کوشش و یورش فتح ہوئے۔ خانخاناں نے
اپنے نوکر عطاء اللہ کو جوگی گھپہ میں تھانہ دار مقرر کیا۔

۲ جمادی الاخری کو گواہٹی کا قصد کیا۔ دریا بناس پر پل باندھا۔ اور لشکر عبور کر کے
آگے بڑھا۔ دیاہ بناس پر توپ خانہ گزرتا تھا کہ ایک کشتی کے ڈوبنے سے ایک بڑی توپ
ڈوب گئی اس توپ کو بڑی مشکل سے نکال کر توپ خانہ میں پہنچایا۔ ۱۲ جمادی الاخری کو لشکر
گواہٹی سے دو کروہ پر پہنچا یہاں آشامیوں نے شاہی سپاہ سے لڑنے کے لیئے بڑا لشکر جمع کیا
تھا۔ آشامیوں نے دو قلعے نہایت وسیع و رفیع اور مستحکم بنائے تھے ایک موضع سری گھاٹ
میں جس میں پانچ پہاڑوں کو حصار بنایا گیا تھا اور دوسرا قلعہ کوہ ٹانڈو (پانڈو مانڈو)
پر بنایا جو برہم پتر کے پار سری گھاٹ کے محاذی تھا اور ان دونو قلعوں کے درمیان وہ ساری
اپنی نوارہ کو لنگر رکھتے اور ان دونو قلعوں میں ایک لاکھ سے زیادہ آشامی تھے۔ لیکن اس
لشکر شاہی کے خوف میں آشامی ایسے آئے کہ اس کے پہنچنے سے پہلے رات کو قلعے کو خالی کر کے
بھاگ گئے ایک جماعت نوارہ میں بیٹھ دریا کی راہ سے بھاگی اور کچھ خشکی کی راہ سے جنگل
میں چلی گئی۔ خانخاناں نے سری گھاٹ میں آکر قلعہ کا بندوبست کیا اور وہاں سے گواہٹی
میں کہ چوتھائی کوس پر تھا آیا قلعہ مانڈو کو بھی بے جنگ و ستیز کے آشامی چھوڑ کر بھاگ گئے
یادگار بیگ خاں نے انکا تعاقب کیا اور کچھ آدمیوں کو مارا۔ موضع کجلی میں بھی کہ قلعہ

مانڈوے سات کوس آگے تھا۔ اشامیوں نے قلعہ بنایا تھا اسکی حراست کے لیے ایک جماعت کثیر کو توپ خانہ کے اسباب اور قلعہ داری کے لوازم کے ساتھ متعین کیا تھا۔ یہاں سے پھر بھاگ گئے اور یہ قلعے لشکر شاہی کے قبضہ میں آسانی سے آگئے اس طرح ملک قدیمی سرحد گواہٹی تک اشامیوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ خانخاناں نے اپنے ملازم محمد بیگ کو گواہٹی کی اور حسن بیگ نکنہ کو کجلی کی حراست کے لیے مقرر کیا۔ کجلی بن کے قریب قلعہ کجلی تھا اس بن میں ہاتھی بہت ہوتے ہیں۔ بعض فوج کے سردار اور فوج ان مکانوں میں رہی جو تسخیر ہوئے تھے اور بہت سی تاخت اور امور ضروری کے لیے اطراف کو مرخص ہوئے تو لشکر شاہی میں جمعیت کم ہو گئی۔ لیکن اسکے سامنے اشامیوں کے ہزار سردار اور بیس ہزار پیادے اُن پہیڑوں کا حکم رکھتے تھے جو شیر دلگر سے خوف کھا کر بھاگے ہوں۔ اشامی شب خون مارنے میں بہت دلیر تھے اور زیادہ جرات کرتے تھے۔ خانخاناں اکثر اوقات کو توال کی طرح گشت کرتا تھا رات کو اول پہر سوتا تھا پھر صبح تک پلک سے پلک نہیں ملا تا تھا اسکی بیداری کے سبب سپاہی سوتے تھے برخلاف اور سرفوجوں کے کہ اطراف میں تعین ہوئے تھے اکثر ان پر ناگہاں رات میں اشامی شب خون مارتے تھے آدھی رات کو اور آخر شب میں دست بردیں کرتے تھے اور فوجوں کو مع مال و اثقال کے پامال کرتے تھے اور لشکر شاہی کو چشم زخم عظیم پہنچاتے تھے۔ رنگامائی میں رشید خاں کے پہنچنے کے بعد اور خضر پور سے نواب کے چلنے سے بیشتر کامروپ میں اشام کے سردار قیام رکھتے تھے انہوں نے رشید خاں پاس ایک ایلچی بھیجا اور متکبرانہ لشکر شاہی کی نہضت کا سبب پوچھا رشید خاں نے حاجب کو نواب پاس بھیجا تو نواب نے اس ایلچی کے ساتھ اپنا آدمی بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ اگر راجہ اس ملک کی بادشاہی کو جو اس نے اپنے تصرف میں کر لیا ہے چھوڑ دے۔ اور کامروپ سے جو سابق و لاحق رعایا کو اور توپ خانہ اور اشیاء کو جو دبے گیا ہے دیدے اور اپنے دو بیٹوں کو مع لائق پیش کش کے بھیجدے اور عہد و پیمان کرے کہ من بعد ملک بادشاہی کی کوئی مزاحمت نہیں کرے گا۔

اشامیوں کا لشکر شاہی پر شب خون مارنا

تو ہم بھی ملک آشام کی تسخیر سے ہاتھ اُٹھا لینگے اور نواب کے دل میں یہ قرار واد تھی کہ اگر راجہ آشام ملک کامروپ کو چھوڑ دے اور کچھ پیشکش بھیجدے تو اُس کی گوشمالی کے ارادہ کو فسخ کرکے برسات کے بعد مہم جنگ پر متوجہ ہو۔ بادشاہ کا حکم آیا تھا کہ شاہزادہ شجاع کو ملک رنگ سے نکالکر اسکے فرزندوں اور اہل حرم کو بادشاہ پاس بھیجے۔ اس کے جواب میں نواب نے عرضداشت بھیجی تھی کہ کوچ ہمارا اور آشام کی مہم میں لشکر مصروف ہے اس کو وہاں سے طلب کرنا اور مہم کو ناتمام چھوڑنا مقتضا اصلاح دولت نہیں ہے۔ بندہ دو تنخواہ سال آیندہ میں حکم حضور کی تعمیل کریگا۔ امسال کوچ ہمارا اور آسام کے مقابلہ میں مصروف ہوتا ہے اسلئے نواب کو آشام سے ایلچی کے آنیکا انتظار تھا۔ جب گواہٹی میں وہ آگیا اور ایلچی نہ آیا تو وہ بے اختیار ۲۷۔ جمادی الثانی کو گواہٹی سے کوچ کرکے ملک آشام میں داخل ہوا۔ آشامی اکثر شب خون مارا کرتے ہیں۔ اور پہلے انہوں نے اسی طرح لشکر پر فتح پائی ہے اس لئے مقرر ہوا کہ لشکر ہوشیار اور بیدار رہے۔ اور چوکی پہرہ لگا رہے اور میر مرتضیٰ و دلیر خاں آشامیوں کی راہ کے محافظ رہیں۔ راجہ آشام کا دارالملک کھرگانو (نگرگانوں) دریا و برہماپترا کے پار تھا اور اس کے اس طرف قلعہ جدہرہ تھا وہ اس مرزبوم کے بڑے مشہور قلعوں میں تھا اس کے تین حصار تھے جس کے برج بڑے بلند پہاڑ پر تھے۔ اور اس کی باقی تین طرفوں میں پانی عریض عمیق و غرقاب تھا اکثر جگہ اسکا عرض ایک تیر پرتاب تھا اُس کا فتح کرنا مدت کا کام تھا۔ اس لئے خان خاناں اس پر متوجہ نہ ہوا۔ قلعہ جدہرہ اور گواہٹی کے درمیان قلعہ برتنیہ پر ۶ رجب کو دو روز میں لشکر دریا کے پار گیا اور وہ پیغامبر جو ایلچی آسام کے ساتھ گیا تھا وہ آیا اور کوئی جواب باصواب نہ لایا اس لئے کوچ پر کوچ ہوا۔ راجہ ڈومردیہ جو آشام کے تابع تھا اُس نے اپنے برادرزادہ کو نواب پاس بھیجا۔ اسنے ایک ہاتھی پیشکش میں دیا۔ راجہ نے خود حاضر نہ ہونے کے لئے بیماری کا عذر کیا۔ نواب نے اس کے بہتیرے کو ہمرکاب لیا۔ ایک منزل میں ایک طوفان عظیم آیا۔ بہت سی بادشاہی کشتیاں ہوا کے صدمہ سے غرق اور شکستہ ہوئیں اور اولے ایسے بڑے بڑے پڑے کہ گھوڑے انکے صدمہ سے بچنے کے لئے دریا میں چلے گئے۔ وہاں دریا کے تازیانہ موج نے عدم کے جنگل میں انکو دوڑایا۔ اسامیوں کو

یہ خیال تھا کہ لشکر شاہی پہلے قلعہ جدہرہ کو فتح کرے گا اُس کا استحکام جنگی آدمیوں اور توپوں اور اسباب حصار داری سے کیا تھا۔ جب ان کو لشکر کے دریا سے عبور کرنے کی خبر ہوئی تو قلعہ سلاگڈھ کے استحکام کا فکر ہوا۔ وہ دریا سے پار قلعہ جدہر کے محاذی تھا۔

قلعہ سلاگڈھ کا محاصرہ

۱۱۔ رجب کو سلاگڑھ کے قلعہ کے نیچے لشکر شاہی کا خیمہ گاہ ہوا۔ آتے ہی بعض برق انداز قلعہ پر دوڑے گئے اسطرح سے کچھ آدمی ضائع ہوئے۔ وہ منسکے گئے اور لوازم محاصرہ میں مصروف ہوئے۔ سلاگڑھ مٹی کا قلعہ بہت مضبوط اور بلند بہت وسیع تھا۔ اس کے گرد خندق گہری تھی۔ تین لاکھ اسامی وہاں رہتے تھے اسباب حصار داری پورا تھا اس قلعہ کے دو طرف دو دیواریں کنگرہ دار تھیں۔ اور دیواروں کی بازوؤں پر توپیں زنبورکین و بندوقیں بے فاصلہ لگی ہوئی تھیں۔ اور انکے نیچے آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ دیوار کے نیچے سب جگہ خندق و بھاٹے دگڑھے بنے ہوئے تھے۔ قلعہ کی جنوبی دیوار ایک پہاڑ پر جو قلعہ کے پیچھے تھا ختم ہوتی تھی اور چار کروہ کی مسافت رکھتی تھی اور شمال کی طرف دیوار دریائے برہمپتر سے متصل تھی کہ تین کروہ کی راہ تھی۔ قلعہ کی جانب جنوب سے برج جنوبی کے نیچے نالہ تھا اور وہاں سے وہ مغرب کی سمت بہتا تھا۔ اسی نالہ کے کنارہ پر لشکر شاہی فروکش ہوا۔ رات دن امراء سوار ہو کر پاسبانی کرتے تھے۔ محمود بیگ بخشی پادشاہی اس کام کی سربراہی خوب کرتا تھا۔ دلیر خاں و میر مرتضیٰ نے قلعہ سے اتنے فاصلہ پر کہ بندوق کی گولی پہنچ سکتی تھی لشکر سے آگے مورچال بنائے اور بڑی بڑی توپیں لگائیں مگر قلعہ کی دیوار ایسی عریض تھی کہ توپوں کے مارنے کا اثر کچھ نہ ہوتا تھا۔ نواب (سپہ سالار) اور دلیر خاں کے آدمیوں نے کوچہ سلامت سیبہ کو قلعہ کی دیوار تک پہنچایا۔ صبح سے شام تک لشکر و مورچال شاہی پر قلعہ کے اوپر سے توپ و زنبورک و بندوق گولے گولیوں کا مینھ برساتے تھے بعض راتوں کو محصورین سیبہ پر آن کر دست بردی کرتے تھے۔ طرفین سے آدمی مجروح و اسیر و قتل ہوتے تھے۔ ایک رات کو نواب کے آدمی غافل تھے آن کے مورچال پر اسامیوں کے ایک گروہ انبوہ نے چھاپہ مارا قریب تھا کہ مورچال نشینوں کو چشم زخم پہنچتا کہ دلیر خاں کے

آدمیوں نے انکی اعانت کی اور اسامیوں کو بھگا دیا وہ قلعہ میں چلے گئے۔

اس قلعہ کے محاصرہ کو امتداد ہوا۔ اور پہلے بھی شرقی پادشاہان سلف کے لشکر کر اس قلعے کے نیچے برباد ہو چکے تھے۔ پادشاہی سپاہ کا دل اسامیوں کے ازدحام کے سننے سے متوہم ہوتا تھا خانخاناں ساری سپاہ کی دلدہی کرتا تھا۔ مورچال اور دمدمہ باندھنے پر دلیر خاں اور امرائے کار طلب کو مامور کیا تین رات دن اسامیوں نے قلعہ کے اوپر سے توپ و تفنگ کے گولے چلائے اور بڑے بڑے سنگ مارے اور بہت آدمیوں اور چارپایوں کو زخمی و تلف کیا۔ اور دمدمہ باندھنے اور مورچالوں کے آگے بڑھانے کی زحمت نہ دی۔ چوتھی شب کو ایک شب خون عظیم مارا کہ فوج کے چاروں طرف لشکر کے گرد پکڑو اور مارو کی آواز بلند ہوئی۔ آدمی بہت ضائع و زخمی ہوئے۔ لشکر شاہی کے کنارہ پر جو چارپائے تھے۔ وہ دشمنوں کے ہاتھ آئے۔ دلیر خاں کے افغانوں اور بیر سنگھ کے راجپوتوں نے بہت آشامیوں کو ہلاک کیا۔ دلیر خاں اور بہادروں کی مصلحت سے یہ امر قرار پایا کہ اشامیوں کو محصور ہونے کی زحمت نہ دو فضل الٰہی پر بھروسہ کر کے یورش کرو۔ اس قصد سے نیت خیر کی فاتحہ پڑھی۔ چند نفر جاسوس ہمیشہ یا وقوف اس راہ کی تحقیق کے لئے مقرر کئے جو اطراف قلعہ پر یورش کے قابل ہو اس انجمن میں ایک جدید الاسلام اشامی جو اس مہم سے پہلے بہت دنوں سے لشکر میں نوکر تھا اور ہمیشہ فدویت کا دم بھرتا تھا۔ خان خاناں کے ہمدموں میں سے ایک کے سامنے آیا اور اس نے کہا کہ ملک کی راہ و بیراہ سے اور اس قوم کے رویہ سے واقف ہوں اور اس سرزمین کے چپہ چپہ کا حال مجھے معلوم ہے۔ یورش کے وقت لشکر کی رہبری و پیش قدمی مجھے عنایت ہو۔ خان خاناں باوجود تجربہ کاری و حزم و احتیاط کے اس کے فریب میں آگیا تو اس کو فوج کے لئے رہنمائی کا حکم دیدیا۔ دلیر خاں اور اور بہادروں نے یورش کے لئے کمر باندھی تو اس آشامی رہبر نے اہل قلعہ کو پیغام بھیجا کہ فلاں سمت میں کہ راہ قلعہ و خندق کا پانی گھیرا ہے میں لشکر اسلام کو تمہارے تیر و بلا کے دام میں لاتا ہوں

قلعہ سرگھٹہ کی

وسط شب میں سمت مقصود کی طرف لشکر شاہی رہ گرا ہوا۔ دیوار مذکور کے وسط میں دروازہ کے محاذی لشکر شاہی آیا تو مرتضیٰ داروغہ توپخانہ سے اشامی رہزن نے کہا کہ تم گولہ، مارچنگی و تفنگ متواتر مار کر دشمنوں کو اپنی طرف مشغول کرو تاکہ اسامی اس طرف سے غافل ہوں جسطرف میں لشکر کو حملہ کرنے کے لئے لے جاتا ہوں اور اس کہنے سے مطلب اس اشامی کا یہ تھا کہ مصالح توپخانہ کا اس دیوار پر رائگاں صرف ہو۔ میر مرتضیٰ نے توپخانہ کی برق افروزی کی اوپر سے اجل کے اولے و گولے برسنے شروع ہوئے۔ جمع کثیر تلف ہوئی۔ جمع نہیں ہوتی تھی کہ وہ دلیر خاں کو خندق کے اوپر لے گیا جسکے پانی کی تھاہ نہ تھی اوپر سے اشامیوں نے طرح طرح کے حرب جاں ستاں چلانے شروع کئے اور اطراف سے گولہ و حقہ آتش و سنگ برسنے شروع ہوئے پا وجود اس مرگ بے اماں کے لشکر شاہی نے بڑی بہادری کی۔ خاص کر دلیر خاں و آغر خاں نے برستی آگ میں اپنے ہاتھیوں کو چلایا ہر چند دل باختہ افغانوں نے سمجھایا کہ اب آب و آتش سے نجات کی امید نہیں ہے اگر اس بحر خونخوار کی غرقاب سے بچ بھی گئے تو پتھر پر سر پٹکنے اور رائگاں جان دینے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ رائے صائب کا مقتضا یہ ہے کہ ابھی قابوئے وقت باقی ہے بنگاہ کو مراجعت کریں پھر قلعہ کی تسخیر کی تدبیر کریں۔ دلیر خاں نے فرار کی عار کو گوارا نہ کیا اور شہادت کو سعادت دارین جانا فیلبان کو ہیبت ناک آواز سے کہا کہ ہاتھی کو آگے چلا۔ آغر خاں اور تراول خاں اس کے پیچھے چلے اس اثنا میں وہ اسامی رہ بر جس نے ہکایا تھا گولہ لگنے سے مرگیا اور پادشاہی لشکر کی ایک اور جماعت کشتہ و رخمی ہوئی۔ دلیر خاں کے جوشن پر تین چار گولیاں تفنگ کی لگیں مگر اس کے بدن پر پہنچنے سے پہلے ٹھنڈی ہوگئیں اور کارگر نہ ہوئیں۔ آخر کو یہ سایہ حصار کے نیچے ایسے نزدیک آئے کہ گولہ وہاں نہیں پہنچتا تھا اور دلیر خاں دیوار حصار پر چڑھ گیا۔ سب طرف سے سپاہ حصار میں داخل ہوئی اور قلعہ کے باہر شادیانہ فتح کی صدا بلند ہوئی کہ اشامیوں کی فوج بھاگ گئی۔ میر مرتضیٰ بھی مدد کو آگیا۔ اشامی ہر گوشہ و کنارے سے قطار قطار

فرار ہوئے۔ حصن کلیابر کو کہ اصل قلعہ تھا اور حصار سلہٹ گڈہ سے مخصور تھا۔ نہایت حصانت رکھتا تھا اس کو بھی خالی کیا۔ محمود بیگ بخشی سپاہ کو لیکر نگامشی کو گیا کہ ایک جماعت کو مارا کچھ آدمیوں کو دستگیر کیا اور معاودت کی۔ جو اشامی قلعہ جمدہر کی حراست کرتے تھے وہ بھی خوف کے مارے بھاگ گئے قلعہ خالی کر گئے۔ خانخاناں قلعہ کی اس فتح نمایاں کے بعد دلیر خاں پاس گیا اور اس کو گلے لگایا تحسین و آفریں کیں۔ دو رکعت شکرانہ کی ادا کیں اور حکم دیا کہ منادی کردو کہ کوئی شخص رعایا کے اموال پر دست درازی نہ کرے اور اطفال و عورات کو دستگیر نہ کرے۔ تاکہ یہ وحشی اپنے گھروں میں آباد رہیں اسامی جو چند ہزار قید ہوئے تھے انکو مسلسل کر کے جہانگیر نگر بھیجا کہ وہ ہاروت کوٹنے اور مصالح توپخانہ اور بعض کارخانوں کے کام کریں۔ ان کاموں کے لئے ہزاروں مزدور بلائے تھے کہتے ہیں کہ خانخاناں اسی نیت خیر کے سبب سے فتح نصیب تھا کہ باوجود تسلط پانے کے قلاع و مکانوں کی فتح و تسخیر کے بعد اطفال خورد سال و عیال رعایا کو امن دیتا تھا اور ان پرست اندازی سے بہت تقید زیادہ کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ عورات و اطفال کو مطلق تکلیف نہیں پہنچتی۔ اطاعت ظالم پر مجبور ہوتے ہیں اور معذور ہیں بعد ازاں اُسنے بتخانوں کے ڈہانے کا اور اوان کی آواز بلند کرنیکا و اموال اور توپخانہ کے ضبط کرنے کا حکم دیا۔ بلاد پادشاہی کی رعایا جو اسامیوں کی قید میں تھی اس کو رخصت و خرچ راہ دیکر وطنوں کو رخصت کیا۔ دریا و برہما پتر دامن کوہ میں پہاڑ سے پیوستہ بہتا تھا اس سبب سے دریا سے عبور نہیں ہوسکتا تھا۔ عقب کوہ میں لشکر چلتا تھا اور لشکر و نوارہ میں مسافت بعید رہتی تھی۔ اس وقت اسامیوں کو فرصت میں آشام کی طرف اور اطراف کے قلعوں میں جب اس فتح کی خبر پہنچی تو اسامیوں نے اکثر مکانوں کو خالی کیا ذخیروں کو جلا دیا اور پانی میں ڈالا توپوں کو دریا میں غرق کیا۔ تعجب یہ ہے کہ اگر کوئی آشامی مع زن و فرزند کے لشکر شاہی کی اطاعت کرتا اور پھر اپنے راجہ پاس بھاگ جاتا تو وہ خود اُس کو مع ازواج و اولاد قتل کرا دیتا باوجود اس سختی کے اہل آشام اہل اسلام کے رام نہ ہوئے برسات کے آثار ظاہر تھے

فرار کا حال لشکر میں لشکر شاہی کا آنا

جو اشاہی آن کر آباد ہوئے تھے بھاگ کر راجہ دیو کنتھا پاس چلے گئے اکثر اشا
مارے گئے۔ مگر جو زندہ رہے وہ لشکر اشاہی کے گرد پریشان پھرتے اور اس کی مزاحمت
کرتے۔ سید نصیر الدین خاں کلیابر کا نوجدار اور سید مرزا محمد ہرہ کا تانہ دار مقرر ہو
نوارہ کی گرد آوری میں مشغول ہوئے قریب آٹھ سو کے جنگی کشتی مصالح توپ خانہ
سے بھری ہوئی۔ نوارہ پادشاہی کے مقابل میں بے خبر لے آئے۔ آتش جنگ کو مشتعل
کیا۔ اور خان خاناں کے ہمراہیوں کے نواروں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اس دن
نوارہ پادشاہی میں سے سو کشتیوں کے قریب مختلف امور ضروری کے لئے اطراف
میں گئی ہوئی تھیں ابن الحسین داروغہ خان خاناں پاس آیا تھا۔ نوارہ کے آدمی
سردار کارفرمانہ رکھتے تھے۔ آشامیوں کی نوارہ کی کثرت نے پادشاہی نوارہ کا
قافیہ تنگ کیا۔ اس پر بھی چار پانچ پہر تا مقدور کوشش کر کے لڑتے رہے۔ نوارہ کا
خان خاناں سے تین کروہ جریبی تھا نوارہ کے آدمیوں کی تو یہ مجال بھی نہیں ہوئی کہ
خان خاناں کو خبر کرتے دو پہر رات گذرنے کے بعد جب دو طرف کی توپوں کی آواز
خان خاناں کے کان میں آئی تو اس نے جانا کہ نواروں میں لڑائی ہو رہی ہے
اس وقت محمد مومن کو مع توپ خانہ و نقارہ خانہ کے ابن الحسین کے ساتھ روانہ کیا
اور یہ ارشاد کیا کہ بقدر مقدور رات کے اندر ہی اسپ تازہ وہاں پہنچے۔ جب
وہاں پہنچ جائے تو نقارہ و کرنا کی آوازوں سے مطلع کرے۔ محمد مومن کو اپنے
آدمیوں کو جمع کرنے میں دیر لگی رات کے اندر تو نہ پہنچ سکا مگر سویرے ہی صبح کو
پہنچا۔ قریب تھا کہ نوارہ کے سب آدمیوں کی کشتی حیات غرقاب فنا ہوتی چنانچہ کئی
کشتیاں گولہ کی ضرب سے دریا میں غرق ہو چکی تھیں اور بہت سی غرق ہونے کو تھیں
اس ضمن میں اور پادشاہی کشتیاں جو متفرق تھیں آن پہنچیں۔ محمد مومن اور
ابن الحسین نے نوارہ کے نزدیک پہنچ کر کرنا چیون کو حکم دیا کہ کرنا کی آواز سے

پہنچنے کا اظہار کریں کہ نوارہ شاہی کے دل باختوں کو اور مخالفوں کو خوف ہو اس حالت
میں صدائے تفنگ و رام چنگی و غرشی یان سے اشامیوں کے نوارہ میں ایک تزلزل آیا اور نوارہ
شاہی کو تقویت ہوئی اور جب لشکر کو کمی نمودار ہوا تو اشامیوں کے نوارہ کا سردار دل باختہ ہوا
اور بھاگ گیا سچ ہے کہ جب تدبیر بروقت پسہ دار آزمودہ کار سے ظہور میں آتی ہے وہ ان ایک
لاکھ سواروں سے بمراتب بہتر ہوتی ہے۔ جنکا پسہ دار مغرور ناتجربہ کار ہو نوارہ شاہی نے اشامیوں کا
تعاقب کیا۔ بہت اشامیوں کو مارا۔ جو اشامی کہ کشتیوں کی تندروی پر اعتبار نہیں کرتے تھے
اپنی سلام کے خوف سے کنارہ پر اتر کر فرار ہوئے۔ باقی کشتیوں میں جان سلامت لیگئے
چار سو کشتیوں کے قریب لشکر شاہی کو ہاتھ آئیں جن میں سے ہر ایک پر ایک بڑی
توپ سرب و باروت کی ساتھ تھی اس شکست سے اشامیوں کی ہمت شکستہ
ہوئی وہ کوہستان ہروپ کی طرف بھاگے جس پر سوار نہیں جا سکتا جب سولہ گڈہ
میں لشکر شاہی کا مقام ہوا تو راجہ کے خواص جن پر مدار مہام ہوتا ہے اور اشامی
اس کو بھوکن کہتے ہیں انہوں نے حیلہ سازی و روباہ بازی شروع کی اور عرائض لکھکر کلاہ
کے ہاتھ بھیجیں کہ ہم اطاعت و عجز کے ساتھ مصالحہ کرتے ہیں۔ خاں کارآگاہ نے جواب
دیا کہ اگر راجہ توپخانہ شاہی و اموال رعایا و سپاہی کہ جو گواہٹی سے لوٹ کر لے گیا ہے
اور تمام رعیت ممالک محروسہ کو جو اس مدت میں قید کر کے لے گیا ہے بھیجدے اور بعد ازاں
امر و نواہی پادشاہی کی فرمان بری کرے۔ اور ہر سال پادشاہ کی پیش کش میں چند
کوہ فیلوں کے بھیجنے کا اقرار کرے اور بالفعل پیشکش لائق نقد و جنس مع اپنی دختر کے جناب
سلطنت کی خدمت میں مرسل کرے تو لشکر اس کی تنبیہ سے باز رہے گا ورنہ وہ یقینی جان لے
کہ لشکر گھر گاؤں میں پہنچکر اس کو آوارہ کرے گا مگر یہ درخواست اس کی مکر و تزویر پر مشتمل تھی
اس کی نیت میں یہ تھا کہ اس بہانہ سے لشکر شاہی مراسم حزم و پاسداری سے غافل ہو
جائے۔ موضع لکھو گڈہ میں لشکر آیا۔ یہاں دہنگ ندی کوہستان جنوبی سے نکل کر

مل کر دریا برہما پتر سے ملحق ہوتی ہے۔ کھرگانوں تک چھوٹی چھوٹی ندیاں بہتی ہیں برہما پتر میں
داخل ہوتی ہیں۔ راجہ کے گیارہ ہاتھی یہاں لشکر شاہی کو ہاتھ آئے راجہ کی طرف سے ایک برہمن
خانخاناں پاس آیا اُس نے بہت عجز و انکسار کے ساتھ مصالحت کے لئے عرض کیا۔ اس کے
بعد ایک اور راجہ کا مقرب آیا۔ پاندان و مشروبہ طلائی اور دو سبوئی نقرہ اور کچھ اشرفیاں
اور ایک مکتوب لایا جس میں اعتذار و ندامت کا اظہار اور صلح اور مراجعت لشکر کی اور شالستہ
پیشکش بھیجنے کی درخواست تھی۔ یہ مقدمات بحکم فراست خدلعیت وحیلہ وری پر محمول ہوئے۔ خان
سپہ سالار نے جواب دیا کہ اس وقت لشکر کھرگانوں کو جاتا ہے جہاں پہنچکر جو مقتضاء مصلحت ہوگا
عمل میں آئے۔ شہر کھرگانوں ساحل رود دیکھو پر آباد ہے جو آٹھ کروہ پر دریائے
دہنگ سے ملتا ہے اور اس میں اتنا قدر نہیں ہے کہ بڑی کشتیاں چل سکیں اس لئے لکھو گڈہ میں
نوارہ شاہی کو مقام کرنا پڑا اور چھوٹی کشتیاں بنانی پڑیں۔ غرہ شعبان لکھو گڈہ سے
کوچ ہوکر اس مکان میں لشکرگاہ ہوا کہ یہاں راجہ کا کارخانہ نوارہ کا تھا۔ یہاں
سو بڑی کشتیاں موجود تھیں وہ پادشاہی نوارہ میں داخل ہوئیں دوسرے روز موضع
دیول گانوں میں لشکر آیا۔ یہاں ایک بڑا بتخانہ و باغ راجہ نے ایک برہمن کے لئے بنایا
تھا۔ یہاں خان خاناں نے اپنے تابینوں کا تھانہ بٹھایا کہ وہ راہ کی محافظت اور
رعایا کی تسلی و استمالت کریں اس منزل میں کھرگانوں سے اگر گانوں کے بعض
مسلمانوں نے جو ایک مدت سے راجہ کے قیدی تھے نوشتہ بھیجا۔ جب راجہ
نے سنا کہ لشکر شاہی قریب آگیا ہے تو اہل عیال و زبدہ اموال جواہر نقود
اور اور نفائس اشیاء کو لے کر کوہستان کامروپ کو بھاگ گیا جو کھرگانوں سے چار روز
کی مسافت پر ہے کچھ جنگی فیلوں کو صحرا میں چھوڑ دیا۔ راجہ کے بعض اور ہاتھی و زبدہ
مال اثقال و اثقال بے حافظ و حارس شہر میں موجود تھے۔ ۴ شعبان کو قریہ لجپور میں لشکر
آیا۔ چار ہاتھی بھی ہاتھ آئے۔ خان سپہ سالار نے فرہاد خان و سید محمد دیوان کو بھیجا

کھرگانوں میں جاکر راجہ کا مال ضبط کریں۔ وہ کھرگانوں گئے اور غنائم کے جمع کرنے میں مصروف ہوئے۔ ترکھانی میں لشکر آیا۔ راہ میں راجہ کے سولہ ہاتھی ہاتھ لگے کچ پور اور نام دانگ و برمانی میں کچھ لشکر انتظام کے لئے مقرر ہوا۔ ۲۰۔ شعبان سنہ جلوس کو دارالملک آسام خطہ کھرگانوں میں لشکر اسلام آیا آشامی بھاگ کر چھپ گئے۔ ۲۷۔ رجب کو لکھوگریں لشکر آیا۔ لکھوگریں دو دریا دہنگ و برہما پتر ملتے ہیں۔ آب دہنگ کوہستان سے کھرگانوں کی شمال کی جانب سے آتا ہے اور دریا برہما پتر سے ملتا ہے۔ کھرگانوں سے جانے والا دہنگ کے جنوبی کنارہ پر مسافت طے کرتا ہے۔ دہنگ اور برہما پتر کے درمیان ایک جزیرہ نامروپ۔ کوہ کے دامن تک معمور و مزروع واقع ہے۔ شہر کھرگانوں نالہ لکھو کے کنارہ پر آباد ہے اور شہر مذکور سے آٹھ کروہ پر دریا دہنگ سے ملتا ہے اس میں پانی اتنا کم رہتا ہے کہ چھوٹی کشتیاں بھی اس میں نہیں چل سکتیں بمصلحت کے موافق وہاں کے پہنچنے اور راہوں اور حدود کے واقفیت کے واسطے یہ قرار پایا کہ نوارہ لکھوگریں رہے جہاں اس دیار کے دریا ملتے ہیں اور ابن حسین داروغہ نوارہ مع جمال خاں اور منصبداروں کی جماعت کے اور علی بیگ منور خاں و ملک بنگالہ کے کل زمیندار اور کچھ پادشاہی توپچی پیادے اور اکثر بڑی توپیں اور کل نوارہ پادشاہی اور لشکر لکھوگریں رہے اور نوارہ پادشاہی میں تین سو تیئیس کشتیاں تھیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ ۹۱ اکوسہ ۴۸ جلیہ۔ اغراب ۷ پرندہ ۲ بجرا۔ ۵۰ پتیلہ۔ ۲ سلب ایک پنیل۔ ایک بہر ۲ بالام ۱۰ خطکری۔ ۱۰ ملکری ۵ پلوار وغیرہ ۲۲ چھوٹی کشتیاں۔ دلیر خاں نے کہا کہ کچھ چھوٹی کشتیاں ہمراہ رہیں کہ بعض ضروری چیزونکو ان میں رکھ کر کھرگانوں لے جائیں۔ حکم ہوا کہ جس کسی پاس ایسی کشتی ہو وہ اپنے ہمراہ لے لے شکری اور لشکر کے ہمراہ بیوپاری کشتیاں متعاقب کھرگانوں میں آئیں۔

غرہ شعبان کو لکھوگرے کوچ ہوا۔ ناؤ سال (کارخانہ کشتی) میں لشکر آیا۔ یہاں چھروں کے نیچے کشتیوں کا تماشا دیکھو۔ سو کے قریب بڑی بڑی کشتیاں بہت مستحکم

لشکر کا لکھوگرے کوچ کرنا اور کھرگانوں میں آنا

بازیب و زینت تھیں جن کے لیجانے کی فرصت جنگ میں نہ ملی یا انکی ضرورت نہ تھی دوسرے روز دیول گا
میں لشکر آیا جہاں راجہ کا مرشد رہتا تھا۔ نالہ سے عبور کیا۔ اسکے کنارہ پر فوج اتری۔ تجانہ و باغ بہت
خوب دریائے دھنگ کے کنارہ پر تھا۔ تاریخ یہاں کا نارنجمانارجنی (ہمارا نارنج چھپی ہوئی
آگ ہی گا رہا تھا۔ ایک پیسے کے دس وہ بکتے تھے۔ علی رضا بیگ یہاں تھانہ دار مقر
ہوا۔ نواب کے اخلاق کے سبب سے لکھوگر اور دیول گانو میں رعایا آباد ہوگئی۔ ہر روز
حضور میں وہ آتی۔ سراپا اور دلاسا پاتی اور اپنے قریات و قصبات میں جاکر آباد ہوتی
کھرگانوں کے مسلمان رہنے والوں کی عرائض آئیں کہ راجہ نے اسیر مسلمانوں کی
ایک جماعت کثیر کو مار ڈالا اور اپنی نقود و اجناس لیکر نامروپ کو وہ چلا گیا۔ باقی
آدمی گوشوں کونوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ ہماری اجل نہیں آئی تھی جو اب تک جیتے ہیں۔
راجہ کے تمام احمال و اثقال بے حافظ و حارس کے شہر میں پڑے ہوئے ہیں۔ پنجم کو فرہاد خاں
و میر سید محمد دیوان تن ضبط اموال و اقبال کے لئے بہت جلد کھرگانو روانہ ہوئے۔ لشکر
کو راہ میں یہ ہاتھی ہاتھ آئے۔ ۶۔ شوال ۱۱۷۳ھ کو نواب کھرگانو میں داخل ہوا۔ اور سب
مسلمان و غیر مسلمان و پیر و جواں کو امن و امان کا مژدہ سنایا۔ راجہ کے گھر کے لوگ
محافظ مقرر ہوئے۔ تاریخ فتح یہ ہوئی ؎

کم واقع میشود بیک سال باکوچ بہار فتح آشام

جاسوسوں کی زبانی معلوم ہوا کہ راجہ نے بہت زنبورک و رام چنگی تالاب میں ڈبو دئے ہیں
نواب نے خود تالابوں پر جاکر دو سو آٹھ توپ و ضرب زن ڈوبے ہوئے نکلوائے۔ آغر خاں
نے نواب سے رخصت و دستک راہ کی درخواست کی۔ نواب نے جواب دیا کہ یہ بات اس صورت
میں ہوسکتی ہے کہ میں تم کو جانے کی اجازت دوں وہ بے دستک اپنے بھائیوں کی جماعت لیکر گھوڑا
گھاٹ کی راہ سے بادشاہ پاس روانہ ہوا اسکی آزردگی کا سبب یہ تھا کہ اس کو نواب کی عدم توجہ
کی شکایت تھی اور وہ مجرا میں زیادہ طلبی کرتا تھا۔

[illegible] میں تو آغرخاں کا حال یہی لکھا ہے جو اوپر نقل ہوا۔ مگر منتخب اللباب میں زیادہ دلچسپ حال [illegible] ہے کہ اگرچہ خانخاناں بہادروں کا قدردان تھا اور ان پر مہربانی کرتا تھا۔ آغرخاں اور اسکے [illegible] نے خانخاناں کو رفاقت میں بہادرانہ کارزاریں کیں تھیں ان کو وہ جان و مال سے دوست [illegible] لیکن اس سبب سے کہ آغرخاں کے بعض ہمراہی مغل بلاد کی تسخیر کے بعد آدمیوں کے مال پر غارت و [illegible] کا تعدی کرتے تھے اور آغرخاں ان کو منع کرتا تھا وہ ممنوع نہیں ہوتے تھے یہ امر خانخاناں [illegible] کے خلاف تھا وہ ایسی دست اندازی کے منع کرنے میں بڑی تقید رکھتا تھا اس وجہ سے وہ [illegible] کے حال و پرداخت پر متوجہ نہیں ہوتا تھا اس لئے آغرخاں اکثر آزردہ خاطر رہتا تھا۔ ایک دن صبح [illegible] وقت کہ خانخاناں قرآن کی تلاوت کرتا تھا آغرخاں مغلوں کو ہمراہ لے مستعد و [illegible] ہو کر خانخاناں کے دروازہ پر آیا۔ چوبداروں کو اس کے منع کرنے کی جرأت نہ ہوئی [illegible] کہ یا اندر جاکر وہاں پہنچا جہاں خانخاناں مصلے پر بیٹھا ہوا دعائیں پڑھ رہا تھا خانخاناں [illegible] اس کی اس ہئیات کے آنے سے ڈر گیا اور دلیری و خوش بیانی سے پوچھا کہ [illegible] ہے آپ کا بے وقت آنا کس طرح ہوا آغرخاں نے جواب دیا کہ اس مدت میں ہم نے [illegible] کی تردد میں اور خدمات مامورہ کی تقدیم میں کمی نہیں کی۔ الحمد للہ کہ بادشاہ [illegible] کے اقبال سے اور سپہ سالار کی بہادری سے ملک مفتوح ہوا۔ اور دشمن پامال ہوئے۔ ہم کو اسکا [illegible] ہے کہ آپ جیسے قدردان نے کبھی ہمارے کاموں پر تحسین و آفریں نہ کی اسواسطے اپنے [illegible] نہ ہونے کو معطل محض جان کر رخصت کے لئے آئے ہیں۔ ہم امیدوار ہیں کہ بدرقہ [illegible] کے لئے فاتحہ پڑھی جائے دستک رخصت عنایت ہو کہ ہم اپنے آقا پاس چلے جائیں [illegible] خاناں نے ہر چند تقصیرات تغافل کا عذر کیا اور آئندہ تلافی کے وعدہ کیا مگر کچھ [illegible] نہ ہوا۔ آغرخاں نے اپنے رخصت ہونے کے لئے مبالغہ کیا۔ خانخاناں نے دستک [illegible] کے لئے منشی نہ ہونے کا عذر کرکے ٹالنا چاہا تو آغرخاں نے اپنے پاس سے دوات اور [illegible] کاغذ کا پرچہ موجود کیا اور التماس کیا کہ آپ خود اپنے ہاتھ سے دستک لکھ دیں۔ خانخاناں نے

یہ سمجھ کر کہ حق اس کی جانب ہے اور کوئی وجہ آغر خاں کے کنارہ ملنے کی ہے دستک رخصت لکھ دی
اور مہر لگا کے اس کے حوالہ کی۔ لیکن دریا کے معبروں و گھاٹوں کے اہلکاروں پاس کا نند
گھوڑے دوڑا دئے کہ آغر خاں پہنچے تو وہ کشتیوں کو بند کر دیں اور جہاں تک ہو سکے اسکو عبو
نہ ہونے دیں۔ یہ دریا نورد و شیر نبرد جہاں پہنچا اور کشتیوں کو نہ پایا تو گھوڑوں کی عنان بر
بحر کے محافظوں کو سپرد کر کے خود ہمراہیوں سمیت تیرتا ہوا چلا گیا۔ لیکن قلب دریاؤں میں جا
منعم ہمراہیوں کی اجل آگئی۔ یوں حضور میں پہنچا۔ محمد امین خاں بخشی پاس پہلے خانخاناں کا
نوشتہ اس مضمون کا آگیا تھا کہ آغر خاں اگرچہ عالی نسب و کارطلب بہادر ہے اور پردہ خت
قابل ہے لیکن ایام جوانی کی جہالت اور غرور شجاعت کو کارفرما ہو کر بہت منت کر کے رخصت لی
جب وہ حضور میں پہنچے تو چند روز اس کو منصب کی برطرفی سے چشم نمائی کرنی چاہئے پھر اس کو دا
دیگر اس سے کام لینا چاہئے چنانچہ محمد امین خاں نے خانخاناں کے نوشتہ پر عمل کیا۔ چند روز
پادشاہ کی ملازمت سے ممنوع رکھا اور منصب سے برطرف کیا۔ پھر آغر خاں کے گھر میں خود گئے
اور اس کو پادشاہ پاس لے گیا۔ اور اس کے جرائم کا شفیع ہوا۔ اور منصب پر بحال کرا کے کابل
کے کومکیوں میں روانہ کیا۔

ہندو مسلمان جو اپنے عزیزوں وطنوں وقوموں سے جدا ہے تھے اور بند و زندان کی ذلت میں
مبتلا تھے اور نجات ان کے خیال میں نہ تھی۔ اب وہ شادان و فرحان دعائیں دیتے ہوئے
کوسہ میں سوار ہوئے اور آشامیوں کے گھروں میں جو مال ہاتھ لگا اس کو کشتی میں اپنے سا
لادا۔ ملک پادشاہی کا آدمی جو راجہ کی قید میں آتا اس کو بطور غلاموں کے اپنے اہل
مملکت کو قسمت کر دیتا جب لشکر شاہی آیا تو ان قیدیوں نے آشامیوں سے کہا کہ وہ
انتقام کے لئے آیا ہے جیسے کہ ہم کو تم پکڑ کر اپنے ملک میں لائے ہو ایسے ہی وہ تم کو پکڑ کر
اپنے ملک میں لے جاویگا وہ ملک کو ضبط نہیں کریگا۔ برسات میں یہاں نہیں ٹھیرے گا
اگر تم کو غلام بنانا منظور نہیں تو اپنے مال و اسباب کو گھر میں مدفون کر کے پہاڑوں

آشامیوں کی قید سے ہندو مسلمانوں کا چھوٹنا

چلے جاؤ۔ اور برسات کے شروع ہونے تک وہاں اقامت رکھو۔ اور لشکر کی معاودت کے بعد اپنے گھروں میں آؤ۔ اور اپنے دفائن پر متصرف ہو۔ ان ہول زدہ آشامیوں نے ان کی بات کو یقین کر لیا اور وہ مال کو دفن کر کے چلے گئے۔ ان قیدیوں نے ان اموال مدفونہ کو پھر نکلوایا۔ اور اپنی جنم بھوم کو چلتے بنے یہ مقرر ہوا کہ کامروپ کے ساکن اپنے مساکن میں جا کر عمارت اور زراعت میں مصروف ہوں اور ایک سال تک وہ ادائے مال اور کل تکالیف دیوانی سے معاف رہیں۔ ۸۲ ہاتھی (سو سے زیادہ) تیس لاکھ روپیہ کا طلا و نقرہ اور کل اجناس متصدیان شاہی کے قبضہ میں آیا۔ ملک آشام میں جب سے لشکر آیا تھا مراجعت کے وقت تک ۷۰۰ توپیں جن میں ایک توپ آہنی بچہ دار بھی تھی کہ تین من کا گولہ اس سے چھوٹتا تھا ۱۳۴ زنبورک ۱۲۰۰ رام چنگی ۲۵۷ بندوقیں ۳۴۰ من باروت ۱۹۶۰ باروت کے صندوق جن میں سے ہر صندوق میں تخمیناً ڈھائی من باروت تھی ۸۲۸ سپر اور شورہ و گوگرد و آہن و سرب بہت سا اور ایک ہزار کئی کشتیاں جن کو اکثر ستراتی ملاح کھیتے تھے متصدیان پادشاہی کے تصرف میں آئیں اور تا دو سال میں کھرگانوں میں ۱۲۰ کشتیاں تجاری تھیں جن کے برابر لمبی چوڑی مضبوط مزین کسی نظر آتی تھیں۔ ایک آشامی نے چھپر میں آگ لگا دی یہ سب کشتیاں جل کر خاکستر ہو گئیں۔ راجہ اور بھوکٹوں نے جو چند سال سے انبار جمع کئے تھے۔ یہ انبار ۱۰۰ تھے۔ اور ہر ایک انبار میں دس ہزار من سے ایک ہزار من تک برنج و ماش و کولات تھے۔ ان کو فرار کے وقت آشامیوں نے اس خیال سے جلایا نہیں کہ لشکر شاہی کے جانے کے بعد وہ پھر ہاتھ آجائینگے۔ لشکر شاہی جتنے دنوں اس بوم میں رہا اس کی قوت اعظم ان انباروں کے برنج رہے۔ ورنہ قوت و آذوقہ کے نہ ہونے سے موسم برشگال میں جان پر بنی بنتی۔ پانی کی طغیانی ایسی ہوتی ہے کہ اطراف سے رسد کی راہ مسدود ہو جاتی ہے۔ ان انباروں میں سے ۱۵۰

انبار بہت احتیاط سے برسات کے لئے رکھے گئے جو قریب آگئی تھی۔

ملک آشام کے طول وعرض وخصائص کا اور اہل آشام کی اوضاع کا بیان

ملک بنگالہ شمال ومشرق کے مابین آشام کا ملک برمہاپتر (برہم پتر) کی اطراف میں آباد ہے اور دریا برہم پتر اس کے وسط میں مشرق سے مغرب کی جانب بہتا ہے۔ اسکا طول شرقاً غرباً سے سدیہ تک تخمیناً دوسو کروہ جریبی اور عرض اس کا شمالاً جنوباً کوہستان گروہ مری چمچی ودفلہ سے بجال قوم نانگہ تک قیاساً سات آٹھ روز کی راہ ہے اس کا کوہستان جنوبی طول میں کوہستان حسیہ وکھاو کشمیر سے طول میں اور عرض میں قوم نانگ کے کوہ سے ملا ہوا ہے اور اس کا کوہستان شمالی طول میں کامروپ کی پہاڑیوں واپسی سے پیوستہ ہے اور عرض میں قوم دفلہ ولدندہ کے پہاڑوں سے ملا ہوا ہے دریائے برہما پتر کے شمالی کنارہ کی سرزمین کو اُتر کول اور اس کے جنوبی کنارہ کی سرزمین کو دکھن کول کہتے ہیں۔ اُتر کول کا طول گواہٹی سے مسکن قوم میر چمچی اور دکھن کا حد ملک نکی رانی سے موضع سدیہ تک ہے۔ اس کے نواح کے پہاڑوں کے متوطن راجہ آشام کو باج نہیں دیتے مگر اوس کی سرزگی کو مانتے ہیں اور اس کے احکام پر چلتے ہیں مگر قوم دفلہ اطاعت نہیں کرتی اور کبھی کبھی راجہ کے ملک پر دستبرد کرتی ہے۔ موضع کلیابر سے شہر گرگاؤں تک سب جگہ مکانات اور باغات میوہ دار درختوں سے بھرے ہوئے باہم پیوستہ چلے جاتے ہیں اور راہ کے دونوطرف بانس کے درخت سایہ دار بڑے بڑے اونچے لگے ہوئے ہیں۔ طرح طرح صحرائی وباغی خوشبو دار پھول کھلے ہوئے نیستاں کے پیچھے پالے کوہ تک زراعت باغ۔ گرگاؤں سے کہرگانوں تک اسی طرح کی معموری اور زراعت ہے اور آدمیوں کی آمد ورفت کے لئے وسیع آلے بنائے ہیں اس ملک میں زراعت اور باغ کے لئے زمین ایسی ہموار بناتے ہیں کہ کہیں نشیب وفراز سرمہ کی برابر بھی آنکھ کو نظر نہیں آتا۔ اُتر کول میں آبادی اور زراعت دکھن کول میں بصعوبت محکمہ وقلبی اکمنہ افزوں تر ہے اسلئے اس جانب میں راجہ نے محل بنایا ہے۔ انہیں خطہ میں آباد وغیر آباد اراضی کے ہوا دریا برہما پتر کے کنارہ پر دونو دیسیوں پر دیسیوں کو موافق ہے اور جو زمین دریا سے دور ہے اس کی ہوا دیسیوں کو

انبار بہت احتیاط سے برسات کے لئے رکھے گئے جو قریب آگئی تھی۔

ملک بنگالہ شمال و مشرق کے مابین آسام کا ملک برماپتر (برہم پتر) کی اطراف میں آباد
اور دریا برہم پتر اس کے وسط میں مشرق سے مغرب کی جانب بہتا ہے۔ اسکا طول شرقاً غرباً
سے سدیہ تک تخمیناً دو سو کروہ جریبی اور عرض اس کا شمالاً جنوباً کوہستان گروہ مری چمچی و دفلہ
سے جیال قوم نانگہ تک قیاساً سات آٹھ روز کی راہ ہے اس کا کوہستان جنوبی طول میں کوہستان
حسیہ و کچھاو کشمیر سے طول میں اور عرض میں قوم نانگے کے کوہ سے ملا ہوا ہے اور اس کا کوہستان
طول میں کامروپ کی پہاڑیوں واپسی سے پیوستہ ہے اور عرض میں قوم دفلہ و لدندہ کے پہاڑ
سے ملا ہوا ہے دریائے برہماپتر کے شمالی کنارہ کی سرزمین کو اُتر کول اور اس کے جنوبی کنارہ
کی سرزمین کو دکھن کول کہتے ہیں۔ اوتر کول کا طول گواہٹی سے مسکن قوم میرچمی اور دکھن کول
ملک نکی راتی سے موضع سدیہ تک ہے۔ اس کے نواح کے پہاڑوں کے متوطن راجہ آسام کو
باج نہیں دیتے مگر اوس کی سرزگی کو مانتے ہیں اور اس کے احکام پر چلتے ہیں مگر قوم دفلہ
اطاعت نہیں کرتی اور کبھی کبھی راجہ کے ملک پر دستیرد کرتی ہے۔ موضع کلیابر سے شہر کرنگ
تک سب جگہ مکانات اور باغات میوہ دار درختوں سے بھرے ہوئے باہم پیوستہ چلے جاتے
اور راہ کے دونوطرف بانس کے درخت سایہ دار بڑے بڑے اونچے لگے ہوئے ہیں۔ طرح طرح
صحرائی و باغی خوشبودار پھول کھلے ہوئے بیشتاں کے پیچھے پالے کوہ تک زراعت باغ
سے کہرگانوں تک اسی طرح کی معموری اور زراعت ہے اور آدمیوں کی آمد و رفت کے لئے
وسیع آلے بنائے ہیں اس ملک میں زراعت اور باغ کے لئے زمین ایسی ہموار بناتے ہیں کہ
نشیب و فراز سرمہ کی برابر بھی آنکھ کو نظر نہیں آتا۔ اوتر کول میں آبادی اور زراعت
دکھن کول میں صعوبت محکمہ و قلعی اکمنہ افزوں تر ہے اسلئے اس جانب میں راجہ نے
ہے۔ انہیں خطہ میں آباد و غیر آباد آراضی کے ہوا دریا برہماپتر کے کنارہ پر دونو
پردیسیوں کو موافق ہے اور جو زمین دریا سے دور ہے اس کی ہوا دیسیوں

ملک آسام کے طول و عرض و خصائص کا اور اہل آسام کی اوضاع کا بیان

اور پردیسیوں کو زہر مار۔ آٹھ مہینے مینھ برستا ہے اور چار مہینے جاڑا پڑتا ہے وہ بھی بارش سے
بالکل خالی نہیں ہوتا یہاں بنگالہ کے سے امراض نہیں ہوتے اور ہندوستان کے ریاحین و
گوا کہ طرح طرح کے ہوتے ہیں اور ان کے سوا اقسام گل و میوے باغی و صحرائی ایسے ہوتے
ہیں جو ممالک ہندیں نہیں ہوتے۔ اس ملک میں شالی سے محصول لیا جاتا ہے وہ باریک و پالیدہ
کم ہوتی ہے گندم و جو و عدس کی کاشت نہیں ہوتی یہاں نمک بہت عزیز و نایاب ہے۔ وہ
میں بعض پہاڑوں میں وہ ملتا ہے لیکن بہت تلخ و گزندہ ہوتا ہے اس ملک کے بعض باشندے
کیلے کے درخت کو کاٹ کر دھوپ میں خشک کر کے جلا کر خاکستر کرتے ہیں اور اس خاکستر کو کپڑا پر
میں رکھتے ہیں۔ اور چار چوبیں زمین میں گاڑتے ہیں اور اس پر اس کپڑا پر اس کو تانتے ہیں اور
ایک ظرف اس کے نیچے رکھتے ہیں اور بتدریج کپڑا پر پانی ڈالتے ہیں
اس کا ٹپکا ہوا پانی شور اور نہایت تلخ ہوتا ہے اس کو بجائے نمک کے کام میں
لاتے ہیں۔ یہاں کے مرغ لڑنے میں ایسے بہادر ہیں کہ مر جاتے ہیں مگر بھاگتے
نہیں۔ ایک دوسرے کے سامنے سے کبھی نہیں بھاگتے۔ کوہستان و صحرا میں
کثرت۔ ہاتھی مہیب و کلاں و متناسب الاعضا ہوتا ہے۔ اس کے پکڑنے کے لئے
بندہ کھر گانوں میں چند مختصر حصار قفس کی طرح بنا رکھے ہیں ان کے گرد مضبوط اور
بلند چوبیں نہایت مستحکم لگا دی ہیں اور ان کے دروازے مختلف طرفوں میں رکھے ہیں
راجہ کے خاص فیلبان لے جاتے ہیں۔ ہتنی کے بدن پر ایک خاص گھانس ملتے ہیں اور
اس کو جنگل میں جہاں مست فیل چرتے ہیں لے جاتے ہیں۔ فیل مست اس گھانس
کی بو کو سونگھ کر ہتنی کے پیچھے پڑتا ہے۔ فیلبان ہتنی کو اس حصار میں لاتے ہیں۔ ہاتھی
بھی ہتنی کے پیچھے آن کر گرفتار ہو جاتا ہے۔ دریا ربر ما پتر کی ریت سے سونا نکلتا ہے
بارہ ہزار (بتیس ہزار) آشامی یہی کام کرتے ہیں اور ہر سال فی نفر ایک تولہ طلا راجہ
کی سرکار میں داخل کرتا ہے۔ صرف یہی ملک کا خراج ہے۔ یہ طلا کم عیار ہوتا ہے

آٹھ نو روپیہ تولہ بکتا ہے۔ کہتے ہیں دریا ر برہما پتر میں سب جگہ سونا ملتا ہے مگر یہ سونا کا
آشامیوں کو آتا ہے۔ اس ملک میں کوڑی اور روپیہ و اشرفی رائج ہیں۔ اشرفی روپیہ پر
کا سکہ لگتا ہے۔ فلوس کا رواج نہیں۔ قوم میری چچی کے پہاڑوں میں جو آشام کے شر
جانب میں ہیں آہوئے مشکین اور فیل پیدا ہوتے ہیں۔ پہاڑوں سے یہ قوم نقرہ و مس اور
ارزیز بھی نکالتے ہیں۔ اس قوم کی طرز و وضع اشامیوں سے بالکل ملتی ہے۔ عورتوں کی
صورتیں اشامیوں سے اچھی ہوتی ہیں۔ وہ تفنگ سے بہت ڈرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ بڑی
چیز ہے کہ فریاد کرتی ہے اور اپنی جگہ سے نہیں ہلتی۔ اور اپنے بچہ کو پیٹ سے نکال کر آدمی کو
ہے۔ کوہستان آشام میں بھی آہوئے مشکین ہوتا ہے اور چوب عود (اگر) بھی ہوتی
اگر ممالک محروسہ کی طرح یہاں بندوبست مالی ہو اور رعایا سے محصول لینا جائے
تو ۴۵ لاکھ روپیہ کے قریب وصول ہو۔ رعایا سے خراج لینے کا دستور نہیں۔ مگر بیچ تیر
آدمیوں میں سے ایک نفر راجہ کی خدمت میں آتا ہے اور اگر اوس میں وہ ڈھیل
کرے تو سوائے قتل کے یہاں اور کچھ سزا نہیں ہے۔ اس لئے راجہ کا حکم اس قوم میں کم
رکھتا ہے۔ کسی زمانہ میں اس ملک پر سلاطین اسلام کا تصرف نہیں ہوا۔ کسی بیگانہ
ہاتھ میں وہ نہیں آیا۔ اس دیار میں مسافروں کے آنے جانے کا راستہ تنگ
اور غیروں کے ملک میں جانے کے لئے یہاں کے باشندوں کا پاؤں لنگ ہے
ملک میں نہ کسی کو آنے دیں اور نہ غیر ملکوں میں اپنے آدمیوں کو جانے دیں
ایک مرتبہ ایک جماعت راجہ کا حکم لیکر تجارت کے لئے اپنی سرحد پر گئی
میں آتی ہے طلا و مشک و چوب عود و فلفل و ساذج و پارچہ ابریشمی لاتی
نمک و شورہ و گوگھرو اور کچھ اور ہند کی مسلمانوں سے جو گواہٹی کے آدمی دلال
ہیں معاوضہ کرتی ہے جو لشکر اس مملکت کی سرحد میں آیا۔ کشور وجود سے
ہوا۔ جس قافلہ نے اس سرزمین میں قدم رکھا منزل عدم میں پہنچا۔ اہل ہند یہاں

آدمیوں کو ساحر اور جادوگر اور بنی نوع انساں سے خارج جانتے ہیں اور کہتے ہیں جو شخص اس دیار میں آتا ہے اور طلسم میں گرفتار ہو جاتا ہے پھر باہر نہیں نکل سکتا۔ یہاں کے راجہ جید بیج سنگھ پاس بہت لشکر اور مال اسباب ہے اس کا لقب سرکی ہے جسکے معنے آسمان کے ہیں اور اس کا اعتقاد یہ ہے کہ اس کے باپ دادا میں سے جو آسمان پر فرماں روا تھے کوئی سونے کی سیڑھی لگا کے زمین پر اترا اور اس سرزمین میں قیام کیا اور پھر آسمان پر نہیں گیا وہ خود اپنے تئیں مظاہر اعظم میں شمار کرتا ہے اس لئے وہ بت کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ یہاں کے اشامی ہندوؤں کی طرح کھانے پینے کا پرہیز نہیں کرتے۔ مسلمان و غیر مسلمان کے ہاتھ کا کھانا کھا لیتے ہیں۔ انسان کے سوا سارے جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں یہاں تک کہ مردار بھی کھاتے ہیں۔ گھی نہیں کھاتے۔ اگر کسی کھانے میں گھی کی بو بھی ہو تو اسے ہاتھ نہیں لگاتے۔ ان کی زبان ہندوستان کے اور ملکوں سے جداگانہ ہے۔ مردوں کی ہیئات سے توانائی اور پہلوانی ٹپکتی ہے وہ محنت کے کاموں پر قادر ہیں۔ سب جنگ جو۔ سفاک مارنے مرنے میں دلیر بے باک بے رحم۔ غدر و دلیری میں طاق اور مکر و کذب و بیوفائی میں یگانۂ آفاق۔ انکی عورتوں کی صورت میں صباحت و ملاحت رُدے و سیاہی و درازی موئے و ملائمت بدن و صفائی رنگ و خوش دستی و پائی ظاہر دور سے یہ ہیئات مجموعی کمال حسن نظر آتا ہے۔ مگر تناسب اعضا نہیں ہے اسلئے پاس سے دیکھو تو وہ حسن جمال سے دور معلوم ہوتی ہیں۔ راجہ و رعیت کی عورتیں کسی سے منہ نہیں چھپاتیں سر برہنہ بازار میں پھرتی ہیں اکثر آدمیوں کی چار پانچ بیویاں ہوتی ہیں ایسے کمتر آدمی ہیں جنکی دو بیویاں ہوں اور آپس میں بیویوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ یہاں کی بڑی تعظیم دوزانو بیٹھنا ہے۔ جب راجہ اور بھوکنوں پاس رعیت جاتی ہے اور بھوکنی راجہ پاس جاتا ہے تو وہ دوزانو بیٹھتے ہیں اور زمین کی طرف ٹکٹکی لگاتے ہیں ڈاڑھی مونچھ سر کے بال منڈاتے ہیں۔ ان بالوں کو جو رکھتا ہے تو اسکو کہتے ہیں کہ بنگالی ہو گیا ہے اسکے سر پر تلوار مارتے ہیں۔ خروشتر واسپ اس ولایت میں عنقا و کیمیا ہے اشامی گدھے کو بڑی قیمت دیکر خریدتے ہیں اور اونٹ کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ گھوڑے سے بہت ڈرتے ہیں اگر وہ ہاتھ لگتا ہے تو اس کا پاؤں کاٹ ڈالتے ہیں اگر سو مسلح اشامیوں کے سر پر ایک سوار جا پڑے تو تمام

ہتیار اسکے آگے رکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔ اور اگر بھاگ نہ سکیں تو مقید ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر دس مسلمان پیادے ایک آشامی کو ملجائیں تو وہ بیحیا با انکے استیصال کا قصد کریگا اور غالب آئیگا۔ ہاتھی کے بیچنے کو وہ بڑا عیب سمجھتے ہیں اور کبھی نہیں بیچتے۔ راجہ اور بھوکن سنگاسن میں اور اور رؤسا راغنیا ڈولی میں سوار ہوتے ہیں۔ یہ ڈولی چوب تختہ سے بناتے ہیں فیل پر بجائے عماری حوضہ کے لکڑی کی کرسی بنا کے رکھتے ہیں۔ کرپاس کے پارچہ کو سر پر باندھتے ہیں اور اسی کی دھوتی پہنتے ہیں اور ایک چادر کندھے پر ڈالتے ہیں بعضے متمول جاڑے میں نیم جامہ بھی پہنتے ہیں۔ چارپائی کی جگہ تخت پر جنکو میسر ہوسوتے ہیں پان میں کچی سپاری مع پوست ڈالکر بہت کھاتے ہیں۔ شجر و مخمل و ٹاٹ اور طرح طرح کے کپڑے ریشمی خوب بنتے ہیں اور خوان و صندوق و تخت و کرسی ایک تختہ چوب کے بہت مطبوع و پاکیزہ بناتے ہیں۔ راجہ کے بعض تخت ایک چوب کے ہیں جن میں سے ہر ایک کا عرض دو ذرع ہے اور ان کے پائے الگ نہیں لگائے بلکہ اسی چوب میں سے تراشے ہیں۔ جنگی کشتیاں بنگالہ کے کوسہ کی طرح بناتے ہیں اس کو بچاری کہتے ہیں اس ملک میں کشتیاں کثرت سے ہیں۔ واقعہ نویس گواہٹی کی افراد سے معلوم ہوا کہ آوان تحریر تک بتیس ہزار کشتیاں بچاری و کوسہ یہاں آئی گئی ہیں اور لشکر پادشاہی پاس اور اس ملک کے متوطنین کے پاس جو لشکر کے ہمراہ ہوگئے ہیں شاید اس سے زیادہ ہونگیں جو واقعہ نویس نے لکھیں۔ احتمال ہے کہ ان سے آدھی آشامیوں کے تصرف میں ہونگیں۔ اکثر کشتیاں چنبیل کی چوب سے بناتے ہیں۔ اگر کشتی ڈوب بھی جائے تو اسکی لکڑی گلتی نہیں بندوق و توپ بچہ دار خوب ڈھالتے ہیں۔ باروت بہت قسم کی بناتے ہیں اور اس کا مصالح ملک پادشاہی سے لاتے ہیں۔ کل آشام میں خشت و سنگ و گل کی عمارات سوا، کھرگانوا اور چند بتخانوں کے دروازوں کے کہیں اور نہیں ہے۔ غنی و فقیر اپنے مکانوں گھروں کو چوب و نے و علف سے بناتے ہیں یہاں کی قدیم رہنے والی دو قومیں ہیں ایک آشامی دوسری قوم کمتا دریہ دوسری قوم ہر باب میں اول قوم پر مزیت رکھتی ہے مگر مہام صعب اور امور حرب میں قضیہ منعکس ہے۔ ہمیشہ راجہ کے نشیمن و خوابگاہ کی اطراف میں چھ سات ہزار آشامی

درست کرتے ہیں ان کو جوداگ کہتے ہیں۔ اس ملک کا حربہ بندوق و رائفلنگی و توپ و تیر و پیکان
سے پیکان و نیم شمشیر و نیزہ و دراز و بانس کی کمان و تیر تخش ہے کہ ملک کے تمام رہنے والے اہل حرفہ و دہقان
رعیت مسلم و غیر مسلم طوعاً و کرہاً جنگ میں آتے ہیں اور شغال کی طرح ایک دفعہ غوغا کرتے ہیں اور شورش عظیم
کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ اس شور و غل سے لشکر شاہی کے دل میں ہراس پیدا ہوگا۔ وہ لڑائی میں
لاکھوں ہی جمع ہوتے ہیں۔ مگر ہتیاروں سے لڑنے والے بیس ہزار کے قریب شاہی ہوتے ہیں۔ غلب
شب تر شنبہ میں شب خون مارتے ہیں۔ اس رات کو مبارک جانتے ہیں۔ رعیت خواہ جنگ کرکے بھاگے
خواہ بے جنگ معاودت کرے۔ اپنے ہتیاروں کو ڈالدیتی ہے اور باہر چلی جاتی ہے۔ رعایا اپنے مردوں کو
کفان کے ترکہ کے ساتھ مشرق کی جانب سر کو اور مغرب کی جانب پاؤں کرکے خاک میں دفن
کرتی ہے۔ اور حکام اپنے موتار کے لئے دخمہ بناتے ہیں۔ اور زنان و خدمۂ متوفی کو مار کر
باحتیاج چند سالہ مثل ظروف زریں و سیمیں و فرش و لباس اور خوردنی دخمہ میں رکھتے ہیں اور
اس کا نام ذخیرہ و توشۂ آخرت رکھتے ہیں جس سے ناامیدی کا دروازہ اس پر بند ہوجاتا ہے
سر دخمہ کو قوی چوبوں سے نہایت مستحکم ڈھکتے ہیں اور ایک چراغدان میں بہت سا روغن
اور ایک نفر مشعلچی زندہ اس میں رکھتے ہیں کہ وہ چراغ روشن کیا کرے۔ دس دخموں کو چیر کر
دو سے ہزار روپیہ بہمہ جہت پادشاہی آدمیوں کے ہاتھ آیا ہے۔

پہلے زمانہ میں جو مسلمان یہاں مقید ہوئے تھے انہوں نے یہاں نکاح کرلیا ان کی اولاد
آشامیوں کے طریق پر عمل کرتی ہے برائے نام مسلمان ہیں وہ آشامیوں کے ساتھ بہ نسبت
مسلمانوں کے زیادہ مانوس ہیں۔ دیار اسلام سے جو مسلمانوں کی ایک جماعت یہاں چلی
گئی ہے وہ صوم و صلوٰۃ میں قیام کرتی ہے مگر نہ اذاں دے سکتی ہے اور نہ قرآن پکار کر
پڑھ سکتی ہے۔ یہ دونوں انکے لئے ممنوع ہیں۔

راجہ اور آشامی بھاگ کر مختلف طرفوں میں چلے گئے راجہ نے چاہا کہ قوم ناگ پاس جائے
مگر وہ پادشاہی لشکر کے خوف سے اس کے آنے پر راضی نہ ہوئے۔ یہ قوم جنوبی آشام میں

رہتی ہے۔ سرخ و سفید خوش ظاہر و بد باطن ہے۔ بازاروں میں اپنی ازواج سے بے پردہ مجامعت کرتے ہیں۔ عورتیں سوا و چھاتیوں کے کسی عضو کو نہیں چھپاتیں اور کہتی ہیں کہ اعضا جنکو بطن مادر سے انفصال کے وقت سب آدمیوں نے دیکھا ہوا سکا اخفا عبث ہے پستاں جو اسکے بعد اٹھتی ہیں ان کو ڈھانکنا چاہئے۔ نواب کی ملازمت میں چند مشہور آدمی آئے تو انکے سیاہ لنگوٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور انکے منہ کے اوپر سور کے نیشوں کی حمائل پڑی ہوئی تھی اور گردن پر سیاہ لمبے بال تھے اکثر اس قوم کا حربہ روپین ہے۔ جب راجہ اس کوہستان میں آنے سے ممنوع ہوا تو وہ اپنے سب بھوکنوں کو لیکر نامروپ میں چلا گیا۔ نامروپ ایک قطعہ زمین پہاڑوں کے درمیان ہے۔ آب و ہوا یہاں کی ایسی خراب ہے کہ آشامی کہا کرتے ہیں کہ اگر کوئی طائر یہاں کے فضا پر مارے تو اس کا شہپر حیات گر جائے اور اگر اس زمین میں فولاد آئے تو موم ہو جائے راجہ جس پر غضب ہوتا اور تلوار سے سر نہ اڑاتا تو اس کو یہاں بھیجدیتا۔ اس کی ایک راہ ہے جس میں گھوڑا جا سکتا ہے کوہستان جنوبی اور جزیرہ کو جو دریا ربرہما پتر اور دہنگ ندی کے درمیان ہے راجہ اور بھوکنوں نے اپنا مقر بنایا۔ اس اثنا میں دو تین روز مینہ برسا اور تیز ہوا چلی لشکر شاہی کے خیموں اور اردو میں پانی میں فرش اپنا بچھایا موسم برسات نزدیک آیا۔ کھرگانوے ساڑھے تین کروہ پر متھرا پور تھا وہ ایسی اونچی جا پر آباد تھا کہ برسات میں اقامت کی قابلیت رکھتا تھا وہاں جانے کا ارادہ مصمم ہوا کھرگانو کی حفاظت کے واسطے میر مرتضیٰ اور راجہ امر سنگھ کو چھوڑا اور میر سید محمد رعایا کی استمالت کے لئے مقرر کیا۔ محمد عابد مامور ہوا کہ راجہ کے احوال کو دیکھ بھال کر جو تنخواہ کے لائق ہو لشکر میں بھیجدے اور باقی کو جہانگیر نگر روانہ کرے نقرہ اور مس پر بادشاہ عالمگیر کا سکہ لگایا گیا۔ یہ روپیہ پیسہ رائج ہوا مختلف مقاموں میں تھانے اور تھانہ دار مقرر ہوئے۔ ۲۰ شعبان سنہ مذکور کو لشکر کوچ کر کے متھرا پور میں آیا۔ آدم خاں نے یہاں سے آٹھ کوس پر ابھے پور میں تھانہ جمایا۔ اس کو رات دن آشامیوں سے لڑنا

پڑا جلال خاں کنار دریا وہنگ کا تھانہ دار تھا اس پر بھی کئی دفعہ آشامیوں نے شب خون مارا مگر ہر دفعہ ہزیمت پائی۔ تیس چالیس ہزار آشامیوں نے دن کو اس سے لڑنے کا قصد کیا انکو شکست ہوئی اور بہت آشامی مارے گئے اور جلال خاں کی شجاعت کی بڑی شہرت ہوگئی آشامی یہاں سے اور اطراف میں منتشر ہوگئے۔ میانہ خاں ہموضع سلمانی میں تھانہ دار تھا وہ رعایا کی رفاہ حال وفراغ بال کا سبب ہوا۔ کھرگانو میں سو سوار اور دو سو پیادے تھے۔ اور اسکے اطراف میں اور لشکر مورچے جمائے ہوئے تھے۔ اکثر مواضع دکھن کول کے پادشاہی تصرف میں آگئے تھے اور رعایا بھی اپنے گھروں میں آباد ہوکر اطاعت اور ہواخواہی کا اظہار کرتی تھی۔ اوتر کول کے آدمی اطاعت کے فکر میں تھے کہ زمانہ نے ایک اور ہی گل کھلایا۔

بادلوں نے اپنے لشکر کو آسمان پر دوڑایا۔ بجلی نے اپنی چھچھوندر چھوڑی۔ گونج نے اپنا صور پھونکا ابر نے اپنی آنکھوں سے زمین پر ایسے آنسو بہائے کہ نالوں کو دریا بنا دیا۔ اور دریاؤں کو بحر۔ سیلاب نے سارے مکانوں میں دلدل کردی شیروں کے خوف سے آشامی جو جنگلوں اور غاروں میں لومڑی کی طرح چھپے بیٹھے تھے اب وہ شیر بنکر باہر نکلے فتنہ وفساد برپا کیا۔ اول انہوں نے دیول گانو کی طرف ہجوم کیا اور تھانہ پر شب خون مارا۔ تھانہ دار غافل نہ تھا اُسنے آشامیوں کو شکست دی۔ نواب نے یادگار خاں ازبک کو اسکی کمک کے لئے بھیجا۔ اُسنے جاکر آشامیوں نے جو آتش فتنہ سلگائی تھی آب تیغ سے بجھادی ان دنوں میں آذوقہ کی کشتیاں لکھوگر سے کھرگانو کو روانہ ہوئی تھی۔ ابن حسین داروغہ توارہ نے چھ جلیبہ اور ۱۴ کوسہ پر ساز بہ سرداری محمد مراد بھیجے تھے اس نے دو تین جگہ آشامیوں سے لڑکر ان کشتیوں کو کھرگانو میں پہنچا دیا جب آشامی دیول گانو سے مایوس ہوئے تو انہوں نے غرہ شوال کو انور بیگ تھانہ دار کجھور پر تاخت کی اس نے اپنی زور بازو سے ان پر فتح پائی مگر فتح کے بعد احتیاط نہ کی آشامیوں نے پھر حملہ کرکے اس کو مار ڈالا۔ کجھور آشامیوں کے قبضہ میں آگیا اور انہوں نے دریا وہنگ کے اس طرف ترمانی و کجھور کے محافظات سے لیکر لکھوگر تک مورچالیں بناکر لشکر شاہی کی رسد کا رستہ بند کردیا۔

نواب نے یہ سنکر سرانداز خاں ازبک کو کچھور کا تھانہ دار مقرر کر کے فساد کے دور کرنیکے لیے بھیجا وہ بہت جلد کر کے نالہ کی گل دلائے سے گذرا اور موضع نیک میں آیا یہاں نالہ سے بغیر کشتی کے گذرنا محال تھا اسنے نواب کو حقیقت حال لکھی۔ نواب نے حکم دیا کہ محمد مراد نوارہ کے ساتھ لکھوگرے آیا ہے۔ تین سو سوات کو سوار کھرگانوے لیکر اپنے نوارہ کا ضمیمہ بنالے۔ اور اور خالی کشتیاں بیوپاریوں کی بھی لیے جب موضع نیک میں پہنچے تو وہ اور سرانداز خاں خشکی وتری سے باہم رفیق ہو کر طے مسافت کریں۔ سر انداز خاں کو محمد مراد دریا سے پار اتار دے اور سرانداز خاں محمد مراد کے نوارہ کا ممد و معاون ہو۔ مگر یہ تدبیر نہ چلیں۔ سرانداز خاں پاس محمد مراد پہنچا اور دونوں بلا اتفاق روانہ ہوئے۔ نالہ جو اول سرانداز خاں کی راہ میں آیا وہاں ان دونوں میں مخالفت ہوئی۔ ۱۴۔ شوال کو سرانداز خاں واپس نیک کو چلا گیا۔ اور محمد مراد اور آگے بڑھا۔ جب اُسنے آشامیوں کی کشتیوں کا ہجوم پانی میں اور آشامیوں کو دریا کے کنارہ پر دیکھا تو وہ بہت جلد کنارہ پر اُتر کر برمسانی کو راہی ہوا چند کشتیاں جن میں امیر خاں کے افغان سوار تھے وہ دشمنوں کی طرف دوڑے اور اپنی جلادت کی زور بازوے غنیم کے درمیان سے گذر کر دیول گانوں پہنچے باقی تمام پادشاہی و لشکری بیوپاری نوارے پُر بارو ساز مفت و آسان آشامیوں کے چنگل میں آئے جس سے ان کو بڑی جرات اور جسارت ہوئی اور بیوپاریوں کی آمد و شد و رسد کے پہنچنے کی راہ مسدود ہوئی۔ آب دہنگ کی وسعت نے دریا پر عرصہ جولاں کو دہات تک تنگ کیا اور کوہ سلمانی کے سیلابے میانہ خاں کے آدمیوں کے گھوڑوں کے ہاتھ پاؤں میں زنجیر ڈالی تو بعض آشامی آب دہنگ سے گذر کر اور بعض کوہ سلمانی سے پائین میں آنکر بے تحاشا حواشی کھرگانوں کو مراجعت کرنے لگے اور شہر کی دست برد کے اندیشہ ہوئے۔ میر مرتضیٰ نے پہلے سے زیادہ ہشیاری اور بیداری میں کوشش کی باوجود معاونوں کی قلت اور معاندوں کی کثرت کے اسنے ثبات اختیار کیا۔ دس بارہ ہزار آشامیوں نے غازی خاں تھانہ دار دیوتانی کو قتل کیا۔ بیس سوار اور پچاس پیادے اسکے ساتھ کے مار ڈالے وہ بانس کے احاطے جسکو

سکونت وحفاظت برکسائیں کے لئے بنایا تھا باہر آیا اور اشامیوں سے لڑا۔ برکسائیں کے
بہادر زادہ نے دروازہ توڑنے کا قصد کیا۔ اس کو ابراہیم خاں نے مار ڈالا۔ اشامی اپنے
سردار کے مرتے ہی دامن کوہ میں بھاگ گئے اور اشامیوں کے جمع کرنے کا انتظام کیا۔
اس حادثہ کے واقع ہونے سے حوالی کھرگانو و نواحی متھراپور اور حواشی تھانہ آدم خاں
کی جو رعایا آباد ہو کر اطاعت کرتی تھی وہ بھاگ گئی۔

ان دنوں میں یہ افواہ اڑی کہ بھیم نراین نے آنکر کوچ بہار کو پھیر لیا ہے۔ آخر کو یہ خبر
سچ نکلی ؎ آواز خلق کو نقارۂ خدا سمجھو + اسکی تفصیل یہ ہے۔ پادشاہی متصدیاں مہام مال نے
مال بہار سے غفلت کی اور ممالک محروسہ کے محال کے دستور پر رعیت سے جمعبندی اور مطالبہ اموال کیا
اس طرح کی جمعبندی یہاں کی رعایا کے خیال اور تصور میں بھی نہ تھی وہ متفرق ہوگئی اور راجہ کی
طرف راں ہوئی۔ ممالک محروسہ شاہی میں جو اخذ مال کے قوانین اور دستور تھے وہ یہاں کی سرزمین
کے زمینداروں کے معمول کے برخلاف عمل میں نہیں آسکتے تھے۔ نواب کی مرضی کے خلاف
رعایا کے ساتھ مقدمات مالی میں سختیاں و بے اعتدالیاں ہوئیں جس سے رعایا شورش میں آئی
اور راجہ بھیم نراین پاس پہنچی اور اسکو پہاڑ سے نیچے آنے کی ترغیب دی۔ راجہ اس مقدمہ کو دولت
پر مترتب سمجھا اور پہاڑ سے نیچے آیا۔ اس دیار کے سب آدمیوں نے کہا کہ تو راج کر ہم تیرے لئے
اپنی جان دینے کو موجود ہیں۔ راجہ کی سرراہ کتھل ماری میں محمد صالح منصبدار تھا اسپر تاخت کی
اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو مار ڈالا اور اسفندیار خاں حاکم کوچ بہار کی ہمراہ جو آدمی تھے انکی
سپر بند کردی اور راجہ نے خان مذکور کو پیغام دیا کہ تم مع پادشاہی کو سلامت چلے جاؤ اور اپنے
تئیں ہلاک نہ کرو خان میں قوت مقاومت نہیں تھی اور اقامت میں یہ سمجھا کہ چند ہزار جانیں ضائع
ہونگی وہ گھوڑا گھاٹ میں چلا گیا۔ متعاقب علی خاں بھی گھوڑا گھاٹ میں آیا۔ استرداد
ملک کی قدرت نہ تھی یہیں ٹھیر گیا۔

القصہ جو حوالی کھرگانو اور تھانہ غازی خاں کا حال نواب سے عرض کیا گیا

کوچ بہار کا راجہ نراین کے بھیم نراین میں آنا

تو اس نے ابوالحسن خالوے مرزا بیگ شجاعی کو جو نواب کا بڑا مشہور منتظم ملازم تھا اشامیوں کی تنبیہ کے لئے مقرر کیا کہ والی تھانہ غازی خاں کے گرد جو آشامیوں کے مورچے بنائے ہیں اور تھانہ کی تاخت کے تاک میں بیٹھے ہیں ان کو دفع کرے۔ اُسنے جاکر آشامیوں کو مقتول و منہزم کیا اور اُنکے مورچالوں کو ڈھا دیا۔ آغروں کی جماعت اور پچاس سوار کھرگانو کی حفاظت کیلئے اور مقرر ہوئے۔

جب نواب نے محمد مراد کی کم پائی اور آشامیوں کی دراز دستی کی خبر سنی تو اُس نے زہاد خاں کو اپنی اور اور امرا کی اور تابینوں کی اور شاہی آراستہ فوجیں دے کر مامور کیا کہ لکھیر جاکر اور رسد کی کشتیوں کو ہمراہ لیکر لشکر میں لے آئے اور آنے جانے میں اطراف کے آشامیوں کی تنبیہ کرے اور سراندازخاں کو کچھوریں قائم رکھ کر تھانہ میں میر نوراللہ و محمد مقیم اور ایک اور جماعت کو کمک کے طور پر چھوڑے۔ سر راہ تھانہ جات کا بندوبست اس طرح کرے کہ پھر آنے جانے والوں کے دامن میں آشامیوں کا خار نہ لگے۔ ابوالحسن جو دیوتانی کی طرف آشامیوں کی تنبیہ کرکے نواب پاس آتا تھا حکم ہوا کہ وہ اپنی ہمراہی آدمیوں کے ساتھ زہاد خاں کا تابع اور رفیق ہو۔ خان مذکور ۱۸۔ شہر شوال کی شام کو کھرگانو میں آیا۔ اور اُسی رات آب دیکھو سے عبور کیا۔ زہاد خاں سے مل گیا۔ دونوں لشکر موضع نیک میں آئے جو ترمہانی اور کچھور کے درمیان تھا۔ یہاں صحرا میں ندی دہنگ سے بھی زیادہ پانی تموج تھا۔ نہایت حیران ہوئے اور ہر چند راہ کی جستجو میں دست و پا زنی کی۔ مگر مقصد نہ حاصل ہوا۔ آسمان سے پانی برستا تھا۔ زمین سے پانی جوش کرتا تھا۔ لشکرگاہ کو سیلاب نے گھیر لیا۔ روئے آب پر خیمے حباب کی طرح معلوم ہوتے تھے اور سوار تمام شب پشت اسپ پر بیٹھے اور پیادے اپنی ایڑیوں کے بل پر کھڑے رہے ناچار سراندازخاں کو جو موضع مذکور میں محصور تھا خان اپنی ہمراہ لیکر اُٹھا چلا سب جگہ پانی کمر تک تھا۔ ترمہانی کے قریب ایک موضع میں آیا۔ یہاں آشامیوں نے انہار عمیقہ کھود کر دریا دہنگ سے ان کو ملا دیا اور انکے کناروں پر مورچلوں کو ترتیب دیا

کھیر گر کی طرف زہاد خاں کا جانا اور قضا یا بجھیہ کا فوجدار ہونا اور اسکا واپس آنا۔

فرہاد خاں کی مراجعت کی راہ کو مسدود کیا اور اشامیوں کے نامی بھوکنوں نے کشتیوں میں بیٹھ کر افواج کی اطراف کا احاطہ کیا۔ اور توپ اندازی شروع کی۔ فرہاد خاں ایک آلے پر کہ احاطہ آب نہ تھا چڑھ گیا۔ نواب نے یہ خبر سنکر محمد مومن بیگ یکہ تاز کو فوج عظیم کے ساتھ بھیجا کہ فرہاد خاں کی راہ میں نالوں کے کناروں پر جو مورچال آشامیوں نے بنائے ہیں انکو پراگندہ کرے۔ مومن بیگ درمیانی میں آیا۔ پانی کی طغیانی ہوتی جاتی تھی وہ مقصد کی طرف توجہ نہیں کرسکا۔ دلیر خاں نے توپیں کو لیجانا چاہا۔ مگر دشمن کے غلبہ خوف سے یہ تدبیر بھی نہ چل سکی۔ آشامیوں نے مورچلوں اور کشتیوں سے توپ اندازی برابر جاری رکھی اور کشتیوں سے اُتر کر اُن پر کئے حملے کئے۔ فرہاد خاں نے ان حملوں کو ہٹایا۔ ایک دفعہ آشامی بہت کشتیوں سے اُتر کر اُن پر حملہ آور ہوئے تو راجہ سجان سنگ کے راجپوت ان کے مقابل ہوئے۔ خان کے اشارہ سے وہ پیچھے ہٹے آشامی دھوکہ میں آنکر ان کے پیچھے آئے اور کشتیوں سے دور ہوئے۔ فرہاد خاں نے ان کو مار دھاڑ کر چند کشتیاں ان کی چھین لیں۔ اب یہاں آذوقہ کی ایسی کمی ہوئی کہ گائے کے گوشت کھانے کی جگہ گھوڑے کے گوشت کھانے پر نوبت آئی۔ تو فرہاد خاں نے مفتوح کشتیوں پر اور ٹاپوں پر جو کیلے کے درختوں اور بانس سے بنائے تھے سوار ہوکر آشامیوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ آشامی دشمنوں کو عاجز جان کر غافل ہوئے رات کو خوش و خرم سوئے۔ فرہاد خاں نے اہم کشتیوں پر جو اُس نے آشامیوں سے چھینی تھیں لشکر کو سوار کرکے نالوں سے پار اتارا۔ فرہاد خاں جب محمد مقیم کے تھانہ میں آیا تو اس نے سنا کہ اس نواحی کے آدمی چند روز غائب رہے اب آئے ہیں تو خستہ و مجروح ہیں یہ حالت اُن کی شرکت جنگ پر دلالت کرتی ہے کہ وہ فرہاد خاں کے لشکر سے لڑے ہیں۔ محمد مومن بیگ کو بھیجا کہ مردوں کو قتل کرے عورتوں اور بچوں کو قید کرے اور اموال کو لوٹ لے۔ دوم ماہ ذیقعد کو فرہاد خاں

نواب کی خدمت میں آیا۔ تھانہ مقیم کی تاخت و تاراج نواب کو پسند نہ آئی اس نے سب عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیا کہ وہ اپنے گھر جائیں۔

فرہاد خاں کی مراجعت کے بعد آشامی بڑے دلیر ہو گئے اور پانی کی طغیانی ایسی ہوئی کہ کسی تھانہ میں مقدور نہ تھا کہ وہاں سے آدمی باہر نکل سکے یا کمک کو پہنچ سکے اسلئے نواب نے حکم کہ ابھے پورے آدم خاں آنکر لشکر سے ملے اور تھانوں کے آدمی کھرگانوں میں چلے جائیں۔ اور سرانداز خاں دیانہ خاں نالہ دیکھو کے اس طرف وہاں کے رہنے والوں کی محافظت میں قیام کریں۔ جلال خاں غازی خاں و محمد مقیم جو نالہ کے اسطرف ہیں وہ میر مرتضیٰ پاس چلے جائیں۔ جب آدم خاں تھانہ ابھے پورے اس طرف کا عازم ہوا تو اس نواحی کے مسلمان جو ہوا خواہی ظاہر کرکے آباد ہوئے تھے بھاگ گئے اور کشتیوں کو لیگئے اسلئے نالوں کے اترنے میں آدم خاں کو بہت تکلیف اٹھانی پڑی سرانداز خاں و میانہ خاں نے ایک سرزمین میں جسکے تین طرف نالہ دیکھو تھا اقامت کی اور جس سمت میں پانی تھا وہاں ایک مستحکم دیوار بنائی اور اس پر توپیں اور زنبورکیں چُن دیں۔ رعایا دیوار سے خارج ہوئی۔ ایک رات آشامی غلبہ کرکے نالہ کی اس طرف کی رعایا کو طوعاً و کرہاً لے گئے۔ حوالی کھرگانو و متھراپور کی کل رعایا آباد شدہ فراری ہوئی اور راجہ اور بھوکنوں پاس چلی گئی۔ بعض مسلمان اور کچھ ہنود باقی رہے جو راجہ سے ڈرتے تھے اور ہندوستان کے دیکھنے کا شوق رکھتے تھے۔ اب تمام ملک آشام سوا کھرگانو اور متھراپوری کے آشامیوں کے تصرف میں تھا اور ان دونوں مقاموں میں بھی آمد و رفت بادشاہی آدمیوں کی بغیر سپاہ کے ساتھ لئے نہیں ہوتی تھی۔ یہ باتیں تعجبات سے تھیں۔ اب دس بارہ ہزار لشکر پیادہ و سوار اور ارد و بازار بے شمار چھ مہینے تک بغیر غلبہ خصم اور استیلا رقیم انہار کے اندر نقطہ کی مانند گھر جائے کہ پرکار کی طرح لشکرگاہ کے دائرہ سے باہر قدم نہ رکھ سکے اور کوئی کمک اس کو نہ پہنچ سکے اور غلہ اور ما یحتاج کی کوئی چیز اس تک نہ آسکے۔ آشامیوں نے انقطاع اخبار اور انسداد راہ میں کوشش کی۔ کہ

راہوں کا مسدود ہونا اور تھانوں کا اُٹھنا اور اوروں

اہل ہند کو اس لشکر کی بے خبری کے سوا کچھ خبر نہ پہنچتی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ کوئی ان میں زندہ نہیں ہے۔ انہوں نے مراسم تعزیت بھی ادا کیں اور وارثوں نے متروکات کو بھی آپس میں تقسیم کر لیا۔

راجہ آشام کا بیجدل بھوکن (سپہ سالار) تھا وہ برہمن تھا اور انبارداری سے بھوکنی اور سرداری پر پہنچا تھا اس کو راجہ نے سپہ سالار و مدار علیہ مقرر کر کے لشکر شاہی کے مقابلہ و مقاتلہ کے لئے بلکہ اسیر و دستگیر کرنے کے لئے مقرر کیا اور سارے ملک میں احکام جاری کر دئے کہ سردار و رعایا اس کی اطاعت کریں۔ یہ سپہ سالار نہر دلی کے کنارہ پر آیا اور ایک انبوہ جمع کر کے حشر برپا کیا۔ اور مورچال بنائے۔ دو تین روز میں ایک دیوار عریض و مرتفع کنگرہ دار نہایت مستحکم لب دریا مذکور پر تین کروہ لمبی بنائی۔ دیوار کا ایک سرا پہاڑ سے ملتا تھا اور دوسرا سرا وہاں منتہی ہوتا تھا کہ نہر مذکور آب دھنگ سے ملتی تھی اور نہر مذکور کے ساحل کو ایسا تراشا کہ اس پر پیادہ نہیں چڑھ سکتا تھا سوار تو کیا چڑھتا آشامیوں نے کئی دفعہ راتوں کو دلیر خاں کے لشکر پر شب خون مارا آخر دفعہ میں دلیر خاں نے اون کو ایسا کشتہ و شکستہ کیا کہ پھر انہوں نے شب خون مارنے کا نام نہ لیا۔ نواب کو معلوم ہوا کہ زمیندار چانگ جو راجہ کا خطاب رکھتا ہے وہ کمر گانو کی مزاحمت کا قصد رکھتا ہے اور مورچل جمائے بیٹھا ہے۔ راجہ سبحان سنگھ کو اس کے استیصال کا حکم دیا۔ اس نے محاربۂ عظیم کے بعد اس کو شکست دی اور واپس آیا۔ کوئی روز و شب لشکر میں بے دردسر نیزہ و آبرو شد شمشیر کے نہ گذرتا تھا۔ خانہ زین میں پاؤں رہتا تھا۔ گھوڑوں کی پیٹھ پر ہمیشہ زین دہرا رہتا تھا۔ آخر الامر یہ نوبت آئی کہ آقا کو نوکر سے نوکری کی توقع نہ رہی اور چاکر کو طمع مجرے کی آقا سے نہ رہی۔ سب ہول جان سے تھوڑے غوغا پر چونک پڑتے تھے۔ ہلاکت کے خوف سے تیغ دوستی مارتے تھے ؎

بیا تا ہمہ تن بکشتن دہیم مبادا کہ فرصت بدشمن دہیم

سب کو یقین تھا کہ اس قفل کی کنجی سوا تلوار کے نہیں ہے اور اس عقدہ کی گرہ کشائی سوا تیر و سناں کے نہیں۔ بیجدلی بھوکن نے شب خون مارنے میں اور ابواب رسد کے بند کرنے میں حواشی اردو کی مزاحمت کرنے میں کوئی بات نہیں رکھی تو اس نے جانا کہ در فش پر خشت لگانے سے اور آہن سرد کے ٹوٹنے سے کوئی نفع سوا جراحت کے اور کوئی حاصل سوا ندامت کے نہیں ہے اسلئے اپنے فرمان فرما کی اجازت سے یا اپنی عقل دور اندیش سے صلح کی تحریک کی اور ایک وکیل اپنے عریضہ کے ساتھ بھیجا۔ جس میں مصالحہ کی درخواست تھی۔ نواب نے بھورل منصب دار کو بیجدلی بھوکن پاس بھیجا اور سمجھا دیا کہ کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے لشکر کا ضعف معلوم ہو اور شرائط صلح یہ بتائیں کہ وہ بیان کرے۔ اول پانچسو ہاتھی دندان دار بھیجے۔ دوم تیس لاکھ تولہ سونا و نقرہ پیش کش کرے سوم حرم پادشاہی کے پرستاری کے واسطے اپنی بیٹی دے۔ ہر سال پچاس ہاتھی اول دندان دار برسم باج دیا کرے چہارم جو ممالک لشکر شاہی کی پے سپر ہوئے۔ وہ ممالک محروسہ میں داخل ہوں۔ اور نامروپ اور اس کے اطراف میں کوہستان راجہ سے متعلق ہوں۔ آخر شرط پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

از پیش صفہ تا بہ لب بام از آن من وز لب بشت بام تا بہ ثریا از آن تو

بھوکن کے پاس بھورل گیا۔ آدھی رات کو خلوت میں بلایا گیا۔ بھوکن نے کہا کہ اگر راجہ ان شرائط صلح کو نہ مانے گا تو میں راجہ سے مفارقت کر کے نواب کی خدمت میں حاضر ہوا جاؤں گا۔ دو تین دن بعد بھورل کو اس نے رخصت کیا۔ وبا کے سبب سے لشکر کھرگانوں میں آگیا جس سے لشکر کا ضعف معلوم ہوا نہ مصالحہ ہوئی نہ بیجدلی بھوکن آیا۔

کھرگانوں میں لشکر کو نقصان پیش آئے

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بیجدلی بھوکن نے دریا دلی پر مورچال بنا کر لشکر شاہی

پر کئی شب خون مارے اور ناکام رہا۔ اب اس نے کھرگانوں کی طرف اپنی ساری توجہ کی یہاں اموال اور گھوڑے ہاتھی پادشاہی اور تمام آلات توپخانہ اور چند لشکری اور بیوپاریوں کی کشتیاں اور کچھ ذخیرے و مایحتاج معیشت رہ گیا تھا۔ ہر رات کو اشامیوں کی ایک جمع کثیر اطراف شہر میں اور راجہ کے گھر کے احاطہ کے گرد پھرتی تھی اور اس راجہ کے احاطہ کے باہر حوالی شہر میں بھوکنوں کے مکانات تھے ان کو جلاتی تھی۔ گویا اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو خراب کرتی تھی۔ میر مرتضیٰ محافظت میں بدرجۂ کمال کوشش کرتا تھا۔ ۷۔ ذیقعد کو فرہاد خاں و سید سالار خاں و قراول خاں بھی کھرگانوں کی حراست کے لئے آ گئے۔ اشامیوں نے کھرگانوں کے غربی دروازہ پر ایک باغ میں مورچے بنائے۔ فرہاد خاں نے ان کو یہاں سے نکال دیا۔ ایک دن اشامی جانب غربی کھرگانوں میں چند آدمیوں کو مار گئے اور کچھ آدمیوں کو پکڑ لے گئے۔ پادشاہی آدمیوں نے بانس کا ایک حصار بنایا اور اس کی حفاظت میں کوشش کی۔ غرہ ذی حجہ کو سید سالار خاں اور عبدالرسول کی باری بانس کے حصار کی حفاظت کی تھی ان دونوں سرداروں سے آشامیوں کی ایک جماعت کثیر مقابلہ و مقاتلہ کے لئے آئی۔ دو دفعہ آشامیوں کے حملہ کو پادشاہی آدمیوں نے دفع کیا لیکن تیسرے حملہ میں اشامی بانس کے حصار کو توڑ کر اور جلا کر کھرگانوں کے آدھے قلعہ پر قابض ہو گئے۔ میر مرتضیٰ و میر سید محمد اس بات پر مطلع ہو کر نقارہ ادر کرنا بجاتے ہوئے گئے۔ مگر تاریکی شب کے سبب نہیں معلوم ہوتا تھا کہ غنیم کہاں ہے ہر ایک طرف تاخت کر کے مدافعت کرنی چاہئے۔ اس اثنا میں آشامیوں نے راجہ کے ایک چھپر میں آگ لگائی کہ جس کی روشنی سے رات کا دن ہو گیا۔ پادشاہی سرداروں نے تھوڑے آدمیوں سے ان پر حملہ کر کے باہر نکال دیا اور نصف قلعہ جو اشامیوں کے تصرف میں آ گیا تھا اس کو پھر چھین لیا۔ میر مرتضیٰ نے بجائے بانس کے حصار کے مٹی کا حصار بنانا شروع کیا اور اس پر توپ و رامچنگی و زنبورک چن دیں اور اس کے آگے درختوں کو کاٹ کر مسطح میدان بنا دیا۔ ایک ہفتہ میں قلعہ کے دور میں جو ایک کروہ کے قریب تھا۔ ایک عریض اور مرتفع دیوار

کنگرہ دار تیار ہوگئی۔ پہلی لڑائی میں فرہاد خاں کے ہاتھ میں تیر اور زخم لگے تھے۔ اسپر درد سے ہوگیا۔ آشامی اس حال پر مطلع ہوکر ہر شام آنکر رات کو قلعہ پر حملے کرتے اور کچھ رات رہی نہر دلی کے کنارہ پر چلے جاتے فرہاد خاں دست شکستہ و بال گردن بنا کے گھوڑے پر رات کو سوار ہوتا اور صبح تک نہ اترتا اور اندر اور باہر کی خبرداری رکھتا۔ سب سرداروں نے متابیان بنا کے اپنے پاس رکھ لیں تھیں کہ پہلی رات کو دشمن جو لڑنے آئیں انکو روشن کر کے لڑیں۔ آشامیوں نے کھرگانو کے قریب انباروں کو جلایا اور انبار ہائے بعید سے شالی کالے جانا شروع کیا میر مرتضیٰ نے کشتی اور خشکی کی باربرداری کا انتظام کر کے بعض انباروں سے شالی کو لیجا کر قلعہ میں داخل کیا۔ اور فرہاد خاں و محمد سعید سعی کر کے کھرگانو کے قریب کے انبار ہیں سے شالی نکالکر قلعہ کے اندر لے گئے۔

اب کھرگانوں کے اطراف آشامیوں نے ایسی جگہ پر کہ گھوڑے کا جانا دشوار تھا مورچال بنائے اور پڑے شب خون مارے۔ پانچویں ذی حجہ کو جاسوسوں نے خبر دی کہ آشامیوں کے نامی بھوکنوں اور سرداروں نے یہ قرار دیا ہے کہ آج کی رات کو قلعہ و شہر کرگانو کو پادشاہی آدمیوں سے چھین لیجئے۔ چار فوجیں انہوں نے ترتیب دی ہیں۔ ایک فوج سید سالار خاں کا دوسری فوج عبدالرسول خاں کا تیسری فوج دیوار شرقی حصار کے محافظوں کا مقابلہ کریگی۔ اور سب سے بڑی چوتھی فوج میر مرتضیٰ سے محاربہ کریگی پانچ چھ گھڑی روز رہا تھا کہ قراول خبر لائے کہ آشامیوں کا ایک گروہ نہر دلی و نالہ اندکا سے گذرا ہے فرہاد خاں باوجودیکہ اس کے ہاتھ میں بہت درد تھا ان کے مدافعہ و مقاتلہ کے لئے سوار ہوا اور باہر آیا۔ سید سالار خاں و جلال خاں دریا بادی نے اس کو جانے سے منع کیا اور خود لڑنے کی اجازت حاصل کی اور باہر آن کر آشامیوں کو مار کر بھگایا۔ بعض تیر کر بعض ٹاپو میں بیٹھ کر نالہ و ندکا سے باہر گئے اور وہاں ایستادہ ہوئے۔ رات ہوگئی۔ افواج شاہی متردد ہوئی نہ دریا سے عبور کرنے کی قدرت تھی اور نہ فارغ البالی سے مراجعت کی طاقت تھی کیونکہ یقین تھا کہ جب سپاہ پیٹھ

ہوڑے گی دشمن پیچھے پڑینگے۔ فرہاد خاں نے یہ حال سُنکر پیغام بھیجا کہ پیش روی میں تمنے خطا کی ہے اب بس روی میں شیوہ سپاہیانہ سے اسکی تلافی کرو اور قلعہ میں آجاؤ۔ یہ مذکور ایسی دانائی سے گذرا نہ معلوم ہو کہ پانچ چھ گڑی رات گئے لشکر کو شہر میں لے آیا اور جہاں جہاں سپاہ حفاظت کرتی تھی وہاں چلی گئی۔ آشامیوں کو جب سپاہ کی مراجعت کی خبر ہوئی تو وہ نالہ سے گذر کر شہر کے باہر کی اور اطراف قلعہ کی سپاہ پر پل پڑے۔ فرہاد خاں نے وسط قلعہ میں کھڑے ہو کر افواج امداد کے لئے اطراف میں بھیجیں میر سید محمدؐ اپنے آدمیوں کے ساتھ میر مرتضیٰ پاس گیا۔ آدھی رات پر پانچ گھڑی بجے تک بازار دار و گیر جانبین سے ایسا گرم ہوا کہ ہرگز ملک آشام میں ایسا کارزار نہیں ہوا۔ سید سالار خاں عین تاریکی میں چلا آیا تھا اس نے چند چھپر جلائے تو ان کی روشنی میں دیکھا کہ آشامی بھاگے جاتے ہیں تو ان کے پیچھے تاخت کی جانب شرقی قلعہ سے راجہ امر سنگ کے آدمی بھی پہنچے۔ اس نے بھی ایک بڑا چھپر جلایا اس کی روشنی میں قراول خاں اور اور آغروں نے اس طرف قلعہ کے کہ آشامی حملہ کر رہے تھے جنگ کی اور ان کو شکست دی۔ یہ دونو ہزیمت خوردہ فوجیں اس طائفہ کے ساتھ متفق ہوئیں۔ کہ حصار کی دیوار شمالی پر چڑھنے کا قصد کرتا تھا اور اس دیوار پر یورش عظیم کی۔ میر مرتضیٰ نے سب جگہ متابیاں روشن کرکے آشامیوں کے حملوں کو ہر جا دفع کیا۔ آشامیوں نے مایوس ہو کے عبدالرسول پر حملہ کیا چھپلش عظیم ہوئی۔ لشکر شاہی عاجز ہوا کچھ الٹا پھرا۔ مراد خاں دریا بادی فرہاد خاں کے اشارہ سے عبدالرسول کی کمک کو گیا۔ آخر کو آشامیوں کو شکست دی۔ آشامی یہاں سے شکست پاکر اس برج پر پہنچے۔ جو حصار کے شمال و مغرب کے بیچ میں تھا اور اس کی دیوار بقدر آدم اٹھی تھی اور کنگرہ نہیں بنے تھے اتفاق کرکے حملہ کیا۔ خندق کو پھلانگ کر برج مذکور پر پہنچے۔ فرہاد خاں کو ایک شخص نے خبر دی کہ آشامی اس برج پر متصرف ہوئے وہ بے تامل اس برج کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں میر سید محمدؐ آیا۔ غرض آشامیوں کو

بھگا دیا۔ تاریخ آشام کا مصنف شہاب الدین طالش نواب پاس متھرا پور گیا اور سارا حال بیان کیا۔ وہاں سے امراء کے نام ستائش نامے لایا۔ جس سے اپنے کام میں وہ اور زیادہ سرگرم ہوئے آشامیوں نے آب دلئی سے گذر کر نالہ کاکو جان پر مورچے بنائے جو نہر دلئی اور نالہ دندکا کے درمیان یہ نالہ تھا۔ دروازہ سنگی کی جانب غربی میں ایک گروہ انبوہ آیا اور اپنے نزدیک کھرگاؤں کے آدمیوں کا تنگ محاصرہ کیا۔ ۸۔ ماہ ذی حجہ کو آشامی تین فوجوں میں تقسیم ہو کر آدھی رات کو سید سالار خاں و عبدالرسول اور میر مرتضیٰ کے مقابل آئے۔ اس اثناء میں کالی گھٹائیں اٹھیں اور موسلا دھار مینھ برسنا شروع ہوا۔ گھوڑے زانو تک پانی میں ڈوب گئے اہل اسلام کو خوف ہوا۔ نہ گھوڑوں کے دوڑانے کی مجال تھی اور نہ ہتیاروں کے استعمال کا یارا تھا۔ دونو لشکر خالی کھڑے رہے۔ پانچ چھ گھڑی رات باقی تھی کہ آشامیوں نے معاودت کی۔ فرہاد خاں کے ہاتھ میں درد زیادہ ہو گیا تھا۔ اس سبب سے آشامی زیادہ خیرگی کرتے تھے۔ خان مذکور نے کمک کی درخواست کی عید قربان کی شب کو خبر آئی کہ آشامیوں نے نالہ دندکا سے عبور کر کے سواد شہر میں مورچے باندھے ہیں۔ فرہاد خاں و جلال خاں اور کل دریا بادی و غازی خاں و قراول خاں اور آغران کی مدافعت کے لئے مامور ہوئے انہوں نے جا کر آشامیوں کو بھگا دیا۔ چند آدمی ان میں سے مارے گئے اور آلات مورچل ساری چھوڑ گئے بانسوں سے مورچہ بنانا شروع کیا تھا۔ ان میں آگ لگا دی۔ ۱۱۔ کو رشید خاں کھرگاؤں کی حفاظت کے لئے مقرر ہوا اس نے سنا کہ آشامیوں کے جس مورچہ کو کل جلایا تھا پھر آن کر اس کو بنانا شروع کیا۔ آشامیوں نے پھر اس کو چھوڑ دیا اور رشید خاں نے انکا تعاقب آب دندکا تک کیا۔ آشامیوں کے مورچہ کے بانس ایسے مضبوط گڑے تھے کہ ہاتھیوں سے نہ اکھڑے آخر آدمیوں نے ان کو اکھیڑا اور جلا دیا۔ سراندار خاں پاس خبر آئی کہ آشامیوں نے جانب غربی میں مورچال بنائے ہیں اور شب خون مارنے کا

سے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خان نے انکے مورچل پر حملہ کیا۔ اور بہت آشامیوں کو مقتول اور اسیر
کیا اور انکے مورچل کو ویران کیا اور فتح عظیم پائی سو آدمیوں سے زیادہ اسیر ہوئے جنمیں بعض
سردار بھی تھے۔ رشید خاں کے سامان جنگ کو دیکھکر آشامیوں کو پھر شب خون مارنے کی جرأت
نہ ہوئی۔ ۱۶۔ ماہ مذکور کو رشید خاں نے سنا کہ نالہ وند کا بعض جا پایاب ہے۔ آدمی کے سینہ و گلو سے پانی
اوپر نہیں چڑھتا۔ میر مرتضیٰ اور راجہ امیر سنگھ کو قلعہ کی حفاظت سپرد کی اور خود کاکو جان کے مورچال
نشینوں کی تنبیہ کے لئے روانہ ہوا جب نالہ وند کا کے سرے پر آیا تو افواج پایاب کی مقید نہ ہوئی ہر
گھوڑا ڈالکر بسلامتہ پار گئی۔ آشامیوں نے اس لشکر پر تیر و تفنگ چلائے۔ مگر آب وند کا کے عبور کرنے سے
لشکر شاہی کا خوف وہ اُن پر چھایا۔ کہ جب اس نے ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے۔ لشکر شاہی
مورچل میں داخل ہوا۔ غازی خاں تعاقب کرتا ہوا پسر بھولی بھوکن تک پہنچا۔ آشامیوں نے اپنی
سردار کو دست بدست دوش بدوش نہر دلئی کے کنارہ پر پہنچایا اور یہاں سے کشتی
میں سوار کر کے باہر لے گئے۔ لشکر شاہی نے اس کشادہ صحرا میں آشامیوں کو مارا وہ بھاگکر نہر دلئی
کے کنارہ پر چلے گئے۔ ایک سو ستر آشامی پکڑے گئے۔ ایک ان میں سردار تھا۔ رشید خاں نے اُس
سردار کے پانوں میں بیڑیاں ڈالیں اور باقی سب کو مار ڈالا۔ نواب پاس بھی یہ قیدی بھیجے گئے تھے
اُس نے رشید خاں پاس انکو واپس بھیجدیا تھا کہ جو چاہے انکا حال کرے۔

جب راہیں مسدود ہوئیں آشامیوں کی شورش کی خبر مشہور ہوئی اور لشکر کی خبروں
کا انقطاع ہوا اور انور بیگ تھانہ دار کجپور کے قتل کے واقعہ کا اشتہار ہوا۔ تو ابن حسین نے ایک
گروہ مردم جنگی اور آلات جنگی سے پُر کر کے علی بیگ کی ہمراہ روانہ کیا۔ کہ کجپور میں جاکر قلعہ کو جو آشامیوں
نے موضع مذکور میں بنایا ہے مفتوح کرے۔ علی بیگ کجپور میں پہنچا اور حوالی قلعہ میں منزل کی
آشامیوں نے ایک جمعیت عظیم کے ساتھ نوارہ پر حملہ کیا۔ نوارہ شاہی بھاؤ پر تھا وہ بے اختیار
اس باری میں جو دیول گانو اور کجپور کے درمیان میں ہے آگیا۔ منور خاں کچھ نوارہ لے کر اسکی
کمک کو آگیا۔ دونوں نے ملکر آشامیوں پر حملہ کیا اور ان کو شکست دی اور چند کشتیاں چھین لیں

گھوڑ گھاٹ اور نوارہ کا حال اور قضایا کہ اس حوالی میں پیدا ہوئے۔

علی بیگ اور منور خاں دونو ابن حسین پاس آگئے۔ لشکر کے احوال نہ معلوم ہونے سے لکھوگڑ میں سرداروں کو بڑا تردد تھا۔ لکھوگڑ میں رسد آتی تھی اور اسقدر شالی جمع تھی کہ تین سال کفایت کرتی تھی۔ نواب ہمیشہ اس نوارہ کے حال دریافت کرنے کے لئے بیتاب رہتا تھا اسلئے آشامی ابن حسین پاس بھیجے وہ غریب یہاں پہنچے۔ نواب نے ابن حسین کو لکھا کہ اگر اصیاج وصلاح کا اقتضا ہو تو سید نصیر الدین خاں کو کلیابر سے اور سید مرزا کو جمدہرہ سے دیا دگار خاں کو دیول گانو سے لکھوگڑ میں بلالو اور ہیئت اجتماعی نوارہ کی محافظت میں ساعی ہو ابن حسین نے پروانہ کے جواب میں عرضداشت لکھی کہ جمدہر اور کلیابر سے پٹھانوں کے اُٹھنے سے رسد کا انقطاع ہوگا۔ میرے پاس اتنے آدمی ہیں کہ وہ نوارہ کی محافظت کے لئے کافی ہیں اور دیول گانو میں یادگار خاں کے رہنے سے کچھ فائدہ نہیں اس کو لکھوگڑ میں بلالوں گا۔ آپ نوارہ کی طرف سے سب طرح مطمئن رہیں۔ قاصدوں کے ہاتھ اس عرضداشت کو بھیجدیا قاصد جس طرح گئے تھے اسی طرح نواب پاس آخر ذی قعدہ میں آئے۔ ابن حسین نے ایک بانس کا قلعہ نہایت مضبوط بنایا۔ توپ وزنبورک اطراف پر لگائیں۔ آشامیوں کے شب خون سے خاطر جمع کی اور نواب کے حکم کے موافق یادگار خاں پاس چند کشتیاں بھیجکر اس کو دیول گانوں سے اپنے پاس بلایا۔ نواحی دیول گانو کی رعایا کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ شب کو فرار ہو گئی۔ اور آشامیوں کو اس سے مطلع کیا۔ دوسرے دن خان بہت جلد روانہ ہوا اس کے اہل اُردو بعض قید ہوئے کچھ گھوڑے لٹے۔ آشامیوں نے ان قیدیوں کو تیر دوز کرکے ٹاپوں میں باندھ کر پانی میں چھوڑ دیا کہ وہ لکھوگڑ میں پہنچکر وہاں کے بے دل آدمیوں میں خوف پیدا کریں۔ ملاحوں کی اور تمام اہل بنگالہ کی خوراک چاول ہیں وہ کم ہو گئے تھے لکھوگڑ کے اطراف غربی میں دامن کوہ میں اور اس کے جنوب کھرگانو کے سرراہ اور شمال میں کلیابر کی جانب قلعے آشامیوں نے بنائے تھے اور مورچل لگائے تھے کسی طرف سے رسد کے آنیکا رستہ نہ رکھا تھا۔ کئی مرتبہ ابن حسین خود جاکر اور آشامیوں کے سرداروں کو مار کر بہت سی شالی

لکھوگر میں لایا تھا اور بہت سے آشامیوں کو قید کیا تھا اور تین دفعہ گواہٹی سے بیوپاریوں کی کشتیاں میں شالی کو لایا تھا۔ لکھوگر اور کلیابر کے درمیان ایک قلعہ سولہ گز تھا آخر ماہ ذی حجہ میں وہاں کی رعایا بہ تنگ آن کر اپنے سرداروں کو مقید کر کے ابن حسین پاس لائی اور اطاعت کی۔ ابن حسین نے سرداروں کو مقید کیا۔ رعایا کو مسرور کر کے یہ تجویز کی کہ وہی سولہ گڑیں بطریق تھانہ داروں کے ترقی و خشکی کے آنے جانے والوں سے خبردار رہیں اور آشامیوں کو ایذا پہنچاتے رہیں۔ ان آدمیوں نے اس کام کو ایسی اچھی طرح کیا کہ کلیابر اور گواہٹی کی راہیں لکھوگر تک کھل گئیں۔ اور بیوپاریوں کو آمد و شد میں کوئی دغدغہ اور وسوسہ نہ رہا۔ ۷ محرم کو نصیر الدین خاں کا انتقال ہوا۔ ابن حسین نے اس کے نوکروں کو بحال رکھا اور ایک ماہہ تنخواہ پیشگی بھجوا دی۔ اور شبیر حسین اپنے داماد کو لکھا کہ وہ تھانہ کی خبرداری کرے۔ تھوڑے دنوں بعد سید مرزا تھانہ دار جمعہ ہر دو بھی مر گیا ابن حسین نے کشن سنگھ منصب دار کو لکھا کہ تھانہ کا انتظام رکھے۔ غرض ابن حسین نے سب طرح سے انتظام کیا۔ آشامیوں کو کھرگانوں کی فتح سے مایوسی ہوئی تو وہ نوارہ کی مدافعت اور مزاحمت کے درپے ہوئے اور مکرر معارکات عظیمہ و مقاتلات شدیدہ وقوع میں آئے۔ سب لڑائیوں میں اہل اسلام کو فتح رہی۔ آشامیوں کو شکست ہوئی دہن کوہ میں ابن حسین خود چند دفعہ گیا اور دو تین دفعہ فوج کو بھیجا اور یہاں کے متوطنین کو قتل کیا تو یہاں کے باشندوں کو اس حالت سے نہایت ملالت ہوئی۔ ناچار انہوں نے لتریل اور برکسائیں راجہ کے دو بڑے سرداروں کو جو حوالی لکھوگر میں فساد مچاتے تھے پکڑ کر مع زن و فرزند ابن حسین پاس بھیجدیا۔ ابن حسین کو اس طرف سے بھی اطمینان ہوا۔ پھر اس نے مکرر آشامیوں سے جنھوں نے لکھوگر کے قریب کھرگانوں کی جانب مورچال بنائے تھے تاخت کی اور انکو ہزیمت دی۔ اور دیول گانواں پر قبضہ کر کے پریاد گار خاں کو بھیجا۔ اور نواب کو ان سب فتوحات کی اطلاع دی۔ ۱۰ صفر میں نواب کھرگانوں میں تشریف فرما ہوا ابن حسین کی عرضداشت سے مسرور ہوا۔

موضع متھرا پور مرتفع ہونے کے سبب سے برسات کے موسم میں لشکر کی اقامت کی

کھرگانوں و متھرا پور میں ابن حسین کا قلعہ بنانا اور نواب کی زیارت کو آنا۔

صلاحیت اور قابلیت رکھتا تھا۔ گرد اس کے اطراف کے پہاڑوں کی ہوا اور دامن کوہ کا پانی امراض خیز تھا۔ اہل آشام اُس کو جڑ پر نبت یعنی کوہ تپ کہتے تھے۔ جس نے وہاں کی ہوا کھائی اور پانی پیا وہ تپ لرزہ اور عارضہ شکم میں مبتلا ہوا۔ اور قلمرو وجود سے خارج ہوا مرنے کا حال یہ ہوگیا کہ گورکن کو جانکنی کے سبب سے گورکنی کی فرصت نہ تھی۔ مردہ شوجو اوروں کے نہلانے کے لئے جاتا وہ اپنی جان سے ہاتھ دھوتا۔ اس سرزمین میں اس قدر زمین نہ رہی کہ مردہ کو زندہ دفن کرتے۔ اتنا کپڑا نہ تھا کہ مرتے کو کفن پہناتے۔ متمولوں کو انہیں کے لباس میں لپیٹ کر آب و گل میں پوشیدہ کرتے اور مسکینوں کے اجساد کو وحوش و طیور کا طعمہ بناتے۔ دلیر خاں کے ساتھ پندرہ سو سوار تھے۔ جن میں برسات کے بعد نامروپ کی جانب جاتے وقت چار پانچسو سے زیادہ نہ رہے۔ یہی قیاس اکثر امراء کے تابینوں پر کرنا چاہئے۔ کافر و مسلمان اشامی جو کھرگانوں میں رہتے تھے ان میں سے اکثر مرگئے۔ بھورمل بھوکن کی زبانی سنکر ایک شخص سے نقل کرتا تھا کہ دو لاکھ تین ہزار آشامی پہاڑوں پر مرے پڑے ہیں اس سبب سے کل مملکت آشام میں وبائے عام پھیل رہی ہے۔ دیا کا حال یہ تھا۔ اب غلہ کا حال سُنو کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ۱۷۰۳ انبار شاہی ضبط ہوئے تھے۔ جن میں سے پانی کی طغیانی اور اشامیوں کی خیرگی کے سبب فقط سولہ انبار تصرف میں رہے۔ نواب نے حکم دیا کہ چھ انبار تو دوابہ پادشاہی کیلئے رکھے جائیں اور باقی دس انبار لشکر کے آدمیوں میں یوں تقسیم ہوں کہ جس قدر کوئی لیجا سکے لیجائے اس حکم پر عمل ہوا۔ آدمیوں اور دواب کی غذا موقوف۔ شالی اور برنج گندہ سرخ پر تھی۔ اہل لشکر کو پہلے مویشی بہت ہاتھ لگے تھے تو مدتوں تک ان کی نان خورش یہ تھی۔ کہ گائے کے گوشت کو پانی میں جوش دے کر یا اس کی چربی میں پختہ کرکے کھاتے آخر کو وہ موقوف ہوا اب گندم کی ہوس میں سینہ چاک اور دال کی تمنا میں دل دونیم تھا۔ نرخ یہ تھا۔ ایک سیر روغن چودہ روپیہ کا۔ ایک سیر ماش ایک روپیہ کا ایک روپیہ کی افیون ایک تولہ۔ ایک اشرفی کی ایک چلم۔ تنباکو تین روپیہ کا ایک سیر۔ مونگ کی دال دس روپیہ کی ایک سیر

ایک سیر نمک تیس روپیہ کا۔ اس بھاؤ سے بھی اجناس جو جتوے ہاتھ آتیں محمود بیگ بخشی پاس کئی گئے تھے اسنے مفت امراء و غربا میں انکو تقسیم کردیا۔ قیمت لیتا تو بہت روپیہ اسکو ہاتھ آتا۔ نمک سیر پاس نہیں آتی تھی کہ برسات تک اس کی مقدار کو کافی ہوتی اسنے اپنی مقدار کم کرکے اوروں کو افیون دیدی جہانگیر نگر میں قحط عظیم تھا وہاں بھی بہت بھوکے آدمی مرگئے۔

جب آب و ہوا کا تعفن قحط غلہ کا یار ہوا تو متھرا پور سے نواب نے دہم محرم ۱۱۵۳ھ کو کھرگانوں جانے کے لئے کوچ کیا اور تیرہویں محرم کو یہاں پہنچا قلعہ کے اندر نزول کیا۔ دلیر خاں تمام رات گاڈیوں کی نگہبانی کرتا رہا۔ آشامیوں نے ہجوم کرکے کئی دفعہ اسکو گھیرا مگر اسنے انکو پراگندہ کردیا۔ محمد تقی بخشی سے آشامیوں کی مٹ بھیڑ ہوئی۔ آشامی متھرا پور کے چلے جانے سے اور زیادہ خیرہ ہوئے اکثر راتوں کو قلعہ کھرگانوں کی اطراف پر حملہ آور ہوتے قلعہ کی سمت مغربی کی دلیر خاں اور طرف شرقی کی راجہ سبحان سنگھ جنوب و شرق کے درمیان کی رشید خاں و سید سالار خاں اور شمال و مغرب کے درمیان فرہاد خاں و سبحان سنگھ مرہٹہ کے تھے آشامیوں نے دلیر خاں و سبحان سنگھ پر حملہ کیا مگر شکست پائی۔ دلیر خاں نے نالہ دندکا تک انکا تعاقب کیا اور سب آشامیوں کو مارا۔ ان دنوں میں قحط کی بڑی شدت ہوئی۔ اور متھرا پور کی بیماری کا اثر کھرگانوں میں بھی پھیلا۔ مرض تپ لرزہ اسہال پردق و استسقا کا اور اضافہ ہوا۔ ادنےٰ اعلےٰ بہت مرنے لگے۔ برنج شرخ گندہ بے نمک اور کچے پکے نیبو کے سوا کچھ اور غذا پیدا نہ تھی۔ نباتات جن کو دانت نچبا سکتے تھے۔ انسان دیوان سدرمق کرتے تھے۔ بڑے آدمی برنج گندہ بجائے برنج باریک کھاتے اور مفلس آدمی ندی نالوں دریاؤں کے کنارہ پر جو درخت تھے انکے پتے اور گھاس کھاتے نواب بھی باوجودیکہ اسکے سرکار میں خاص اسکی لئے کسی کھانے کی کمی نہ تھی مگر وہ بھی ماش کی دال اور خشکہ کبھی گائے کا گوشت کھاتا تاکہ وہ اپنے بے نوا زیر دستوں کا رنج و غنا و سختی و جفا میں شریک و سہیم ہو۔

نواب نے نوارہ کی طرف آدمی بھیجکر راہ کی افتتاح کا ارادہ کیا تو یہ تجویز ہوئی۔ یہاں میر مرتضیٰ

ہوا اُس نے عرض کیا کہ اکثر معتبر بھوکن اور سردار میرے وساطت سے راجہ سے بگڑ حضور کی خدمت میں آجائینگے اور میں تھوڑا سا لشکر شاہی اور بہت سا اپنا لشکر لیکر راجہ کو پکڑ لاؤنگا۔ نواب نے اسپر بے شمار الطاف کیا۔ شعر کہ خرگوش ہر ملک را بے شگفت ۔۔ سگِ آن ولایت تواند گرفت اس کو خلعت دگدی و خنجر مرصع و اسپ پر کسی تربیت عنایت کی اور اسکو اجازت دی کہ وہ آشامی جنگی آدمی جسقدر چاہے جمع کرے اور کھرگانوں اور نامروپ کے درمیان قریات و قصبات کی مہمات کا انتظام اس کے سپرد ہوا اور کھرگانوں تک خشکی کی راہ کا اور ترمانی تک تری کی راہ کا ضبط و نسق اسکے حوالہ ہو اُسنے تین چار روز میں تین چار ہزار جنگی آشامی اپنے پاس جمع کرلئے۔ یہ حال دیکھ کر راجہ اپنے تمام بھوکنوں سے بدگمان ہوا اور بیجدلی بھوکن پر یہ تہمت رکھی کہ وہ لشکر شاہی کی مدافعت و مقابلت میں مساہلت کرتا ہے اسکو مع اولاد و کور و اناث کے آہنی پنجوں میں کھینچکر بڑی عقوبت سے ہلاک کیا راجہ اور بھوکنوں کے متواتر صلح کے لئے رسل و رسائل آتے مگر نواب کو راجہ کی باتوں پر اعتبار نہ تھا اسلئے وہ ان کو قبول نہ کرتا۔ ابن حسین کی عرضی آئی کہ ملاحوں کے لئے چاولوں کی کمی ہوئی ہے اس لیے وہ مضطرب ہوئے ہیں بنگالہ میں بھی قحط ہے وہاں سے بھی چاول نہیں آسکتے پندرہ انبار جو حوالی نہردہنگ میں ضبط ہوئے تھے ان میں سے بارہ ہزار من شالی نکلوا کر اور اُس میں سے آشامیوں سے چاول نکلوا کر کلھوگر بھجوادئے۔ بدلی بھوکن نے کہا کہ سولہ کوری میں کچھ اشامی لشکر اور بھوکن اور ہاتھی ہیں تو غرہ جمادی الاولی کو درویش بیگ چھ سو سواروں کے ساتھ قصبہ مذکور کو روانہ ہوا اور بدلی بھوکن نے اپنے بھائی کو ہمراہ کیا۔ ۳۔ کو درویش بیگ کی عرضداشت آئی کہ اسامی بھاگ گئے اور ان کے آٹھ ہاتھی ہاتھ آئے۔ ۵۔ کو نہردہنگ کے کنارہ سے نامروپ کو لشکر کا کوچ ہوا۔ بدلی بھوکن درویش بیگ سے جا ملا۔ ساتویں کو نامروپ میں لشکر آیا۔ ۹۔ کو نواب نے غسل کیا تھا کہ معدہ میں بڑا درد اُٹھا اور نفخ ہوا۔ رات کو تپ محرق اور درد سینہ ہوا۔ حکیم کریما معالج ہوا اُسنے قصد کو کہا مگر نواب نے ہرگز قصد کا قصد نہ کیا۔ اب جاڑے کا موسم ختم ہونے کو تھا۔ برسات قریب تھی۔ لشکر اگلے سال کی مصیبتوں کو

ہوئے تھا۔ نواب کا ارادہ ان کو معلوم ہوا کہ نامروپ میں جاکر راجہ کے پکڑنے کا ہے۔ وہاں کشتی
میں آدوقہ وقوت مایحتاج ہو نہیں جاسکتی اور خوف یہ ہے کہ جنگل اور درہ نامروپ میں جب
جائیں گے تو اشامی خشکی کی راہ سے بھی رسد کو بند کردینگے اور انزونی امراض اور وبا وفراوانی
تعداد سے لشکر میں اس قدر جمعیت نہیں رہی ہے کہ راجہ کے استیصال کے لئے اور نامروپ
سے کھرگانوں تک راہ کی ضبط کے واسطے کافی ہو۔ اگر بر تقدیر نامروپ میں داخل بھی ہوئے
اور راجہ کوہستان میں چلا گیا جہاں سوار کا چلنا ناممکن ہے اور وہاں بارش شروع ہو تو نہ جائے
ماندن نہ راہ مراجعت ہوگی اس لئے انہوں نے نوکری اور مال ومنال سے دل اٹھایا
تعلقداری اور امرائی کو چھوڑ کر فقیری اور درویشی اختیار کی۔ اور اس کی فکریں ہوئی کہ
کسی طرح اس ملک سے پیچھا چھڑائے۔ خصوصاً حوالی نامروپ کی سرزمین سے جہیں اول بیٹھ
کے بارش شروع ہوتی ہے۔ بعض لشکر کے سرداروں نے یہ ارادہ کیا کہ آب وہنگ سے
جدا کے وقت نواب سے جدا ہوجائے۔ جب یہ خبر دلیر خاں نے سُنی تو اوس نے
آشامیوں کی دلداری اور سرزنش کی اور ان کو ہمراہ لیا۔ نواب کو بھی اس کی خبر ہوئی تو
کدورت روحانی نے اور الم جسمانی کو بڑھایا۔ ۱۴۔ شہر مذکور سے کوچ کیا اور پالکی
میں سوار ہوا۔ آشامیوں نے دلیر خاں کی معرفت صلح کے لئے گفتگو شروع کی۔ نواب
کوچ کرکے نیام میں آیا جو ولایت آشام کے مضافات میں سے ہے اور یہاں کا
زمیندار راجہ کا خطاب رکھتا ہے۔

آخر کو بعد قیل وقال کے ان شرائط پر مصالحہ ہوگئی کہ بالفعل راجہ اپنی بیٹی اور
راجہ نیام کی بیٹی بیس ہزار تولہ سونا اور ایک لاکھ بیس ہزار تولہ نقرہ اور بیس ہاتھی سرکار
شاہی کے لئے اور پندرہ ہاتھی نواب کی سرکار کے لئے بھیجے اور پانچ ہاتھی دلیر خاں
کے واسطے بھیجے اور اس کے بعد بارہ مہینے میں تین چوماہہ قسطوں میں تین لاکھ تولہ
چاندی اور نوّے ہاتھی سرکار شاہی میں روانہ کرے اور ہر سال بیس ہاتھی

پیش کش مقرری دیا کرے۔ پیش کش کے وصول ہونے تک اسکے چار بڑے بھوکن بوہ کسائیں کرکسا۔ پرگسائیں وپرماتر کے بیٹے بطور رہن بندگان پادشاہی کی خدمت میں رہیں۔ سمت اترکول سرکار درنگ سے جسکی ایک طرف گواہٹی اور دوسری طرف دریاد دلی براری ہے جو حوالی جمہرہ سے گذرتا ہے اور جانب دکن کول سے ولایت نکی رانی وملک نانگ ویل تلی ودو مردیہ سے جو ہرگز مردم پادشاہی کے ضبط میں نہیں آیا پیش کش میں داخل ہوکر ممالک محروسہ میں شامل ہو۔ ملک نکی رانی کوہستان کارو کے متصل ہے۔ اور کارو ایک جماعت پلنگ خوی وحوش سیرت ہے کتے کا گوشت کھاتی ہے کتے انکی صورت دیکھکر بھاگتے ہیں اس قوم کا کوہستان کری باری کے پہاڑ کے متصل ہے۔ جو ممالک محروسہ میں ہے اور ملک ودمردیہ کی انتہا دریا کلنگ پیش روی قلعہ کھلی ہے اور ممالک محروسہ اور مملکت کے آشام کے درمیان فصل مشترک دکن کول کی جانب دریا کلنگ اور اترکول کی جانب دریاد دلی وبراری مقرر ہوں ولایت درنگ میں بے شمار ہاتھی ہوتے ہیں۔ اور کھیدا یعنی ہاتھی کا شکار ہوتا ہے۔ اُس سے راجہ جی دیج سنگھ نے ایک دفعہ ایک سو بیس ہاتھی کھیدے میں پکڑے تھے اور ولایت راجہ ودمردیہ میں ہاتھی کچھار کی جانب سے جو کوہستان کے متصل ہے پہلے زمانہ میں بہت آتے تھے اور کھیدہ ہوتے تھے۔ راجہ نے کچھار کی راہ ہاتھیوں کے آنے کی بند کردی کھیدہ موقوف ہوا۔ اور وکلا راجہ نے یہ بھی قبول کیا کہ ملک کامروپ کی رعایا جو پہاڑوں اور نامہ پ میں محبوس ہے وہ رہائی پائیگی اور مع زن وفرزند بدلی بھوکن کی معرفت نواب کی خدمت میں آئے گی۔ راجہ کی طرف سے تعہد نامہ اور نواب کی طرف سے قول نامہ لکھا گیا۔ سہ شنبہ پنجم جمادی الثانی کو دختر وطلا ونقرہ اور دس فیل اور چار بھوکنوں کے چار بیٹے لشکر شاہی میں داخل ہوئے۔ اور وکلا نے باقی پیش کش کے ہاتھیونکی نسبت عرض کیا کہ صحرا میں ہاتھی چھوڑ دیے گئے تھے ان کو پکڑ کر لکھوگر میں پہنچا دینگے۔ بیچ میں کچھ جھگڑا اس پر ہوا کہ بوہ گسائیں نے بیٹے کی جگہ بھتیجے کو بھیجدیا تھا۔ اس کے بدلوانے میں

قتال ہوتے ہوتے رہ گئی۔ دہم جمادی الثانی ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۶۰ء کو قانون مصالحت
سب طرح درست ہوگیا۔ بنگالہ کی طرف کوچ کا نقارہ بجا۔ زمستان و تابستان و برسات کی مصیبتوں
سے لشکر عاجز ہوگیا تھا اب وہ ناچتا کودتا دن عید رات شب برات مناتا ہوا اپنے ملک کو چلا
جاتا تھا کہ حیات تازہ اور عمر دوبارہ ملی کچھ مسلمان اور کچھ آشامی بھی لشکر کے ساتھ ہو گئے۔ راجہ
نے نواب سے التماس کیا کہ میرے ملک کے آدمیوں کو منع کر دیجئے کہ وہ لشکر شاہی کے ساتھ نہ
جائیں۔ نواب نے جواب دیا کہ ہم کسی کو زبردستی نہیں لے جاتے جو آدمی اپنی خوشی سے ہمارے
ساتھ جاتے ہیں ہم ان کو منع نہیں کریں گے۔ آگے سفر ہوا۔ کامروپ کی رعایا جو نامروپ
میں کے نواح میں مجبوس تھی کچھ اس میں سے مع فرزندوں کے بدل بھوکن پاس آگئی
۲۸۔ جمادی الثانی کو نواب منزل دیوگانوں سے کشتی میں سوار ہوا لکھو گریں آیا اس
کے مزاج میں بہت تخفیف ہوگئی۔ میر مرتضیٰ بھی مع کل آدمیوں اور اسباب و اموال کے
آیا۔ بہت سے آشامی زن و مرد رضا و رغبت کے ساتھ اس کی رفاقت میں ساتھ ہو گئے
پیش کش کے باقی ہاتھی نہ آئے۔ نواب نے دلیر خاں سے کہا کہ سرزمین درنگ اور دو مردیہ
جو پہلے راجہ آشام کے تصرف میں تھے۔ اور اب ممالک پادشاہی کے ضمیمہ ہوئے
ان کا انتظام کرنا ہے اور راجہ کوچ بہار کی تنبیہ کرنی ہے اس لئے یہاں ہاتھیوں
کے انتظار میں ٹھیرنا مناسب نہیں ہے۔ برسات کے دن عنقریب آگئے ہیں۔ تم یہاں
ہاتھیوں کے لئے ٹھیرو۔ اس نے قبول کیا اور یہ تجویز ہوا کہ دلیر خاں اپنا آدمی راجہ
کے پاس بھیجے کہ وہ ہاتھیوں کو جلد بھیجے۔ نواب ۲۸۔ جمادی الثانی کو دلیر خاں کو
لشکر میں چھوڑ کر گواہٹی کی طرف روانہ ہوا اور اولاد مرحوم نہ بھوکن ہمراہ لی
نواب نے دو دریہ کی حدود کا ملاحظہ کیا جو پیش کش میں داخل ہوگئی تھی اور راجہ
ملک پادشاہی کی سرحد کی احتیاط کی اور پالکی میں سوار ہو کر دامن کوہ کی
سے صحرا و کچلی کی سیر کی۔ کسی عہد میں لشکر شاہی یہاں نہیں آیا تھا۔ اس واسطے

نواب کا انتظام کرنا

آشامی متوطنوں نے راہ کو ایسا صاف کر دیا تھا کہ پانچ چھ سوار پہلو بہ پہلو چل سکتے تھے قلعہ کجلی کے نیچے لشکر آیا۔ چار روز تک چارپایوں کو سوار گھاس کے اور آدمیوں کو سوار پانی کے کچھ اور نہ میسر ہوا۔ ہاتھی اور مسیبے واب یہاں کثرت سے تھے۔ کھوگر سے چلنے کے بعد کبھی کبھی نواب کو ضیق النفس ہوتا تھا۔ ایک ہفتہ تک ہر روز تین چار ماشہ کھانا کھایا۔ معالج فرنگی کی تجویز سے کچھ دوائیں کھائیں پھر ایک ہفتہ تک حجر الیہود اپنی تجویز سے کھایا۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ۱۱۔ کوکرو دیج کی مادر و پسر کی نواب سے ملاقات ہوئی کروہ دیج کی ماں نے لشکر شاہی کی خدمات کی تھیں اسکو دو سال دستہ پارچہ تر زریں اور ابریشمیں انعام دئے۔ پسر کروہ دیج کہ گیارہ بارہ برس کا لڑکا تھا۔ اس کی پیشانی پر راجگی کا تشتہ اپنے ہاتھ سے لگایا۔ پھر اسی روز مادر راجہ دو مرتبہ ملاقات کو آئی اور ایک ہاتھی کمنہ اس نے نذر کیا۔ بیٹے کے نہ آنے کا یہ عذر کیا کہ وہ بیمار ہے اس میں حرکت کی طاقت نہیں ہے اس کو دو شال اور خلعت دیا۔ پھر بھونچال آدھی گھڑی تک ایسا آیا کہ سب جگہ ہل چل پڑ گئی۔ ۱۳۔ رجب کو بجلی سے کوچ کر کے موضع پانڈو میں آیا جو گواہٹی کے مقابل دریا پار ہے نواب نے ان آدمیوں کے لئے جو راجہ آشام کی قید سے چھوٹ کر آئے تھے۔ اور ان آشامیوں کے لئے جو اپنی خوشی سے لشکر کے ساتھ آئے تھے سرکار کامروپ میں بقدر اس کی حالت کے زمین کہ اس سے وہ اپنی قوت بسر کریں۔ کچھ ان میں صناع و محترفہ توپچی نوکری کے قابل تھے ان کو علوفہ دار کیا اور بدلی جوکن کو تین ہزار روپیہ کی آمدنی کا پرگنہ سرکار ملک بنگالہ میں عنایت کیا۔ پیشکش کے ہاتھیوں سے آٹھ ہاتھی دلیر خاں لایا اور باقی ہاتھیوں کے لئے اپنے آدمی چھوڑ آیا رشید خاں نے پہلے کامروپ کی فوجداری سے انکار کیا تھا۔ مگر جب دیکھا کہ بادشاہ اس انکار سے ناراض ہوا تو اس نے یہاں فوجدار ہونا قبول کر لیا۔ نواب نے اور امیروں کو بھی عہدے اور منصب بادشاہ سے دلائے ۱۰۔ رجب کو مقام پانڈو سے چلا۔ ہری قلعہ میں آیا۔ حرارت زیادہ ہوئی سل ہو گئی۔ بڑے بڑے حکیم علاج کو آئے تشخیص مرض میں اختلاف رہا۔ نواب نے اپنے غلاموں

کی آزادی اور غسل وکفن اور نجف اشرف اپنے ہڈیوں کے بھیجنے کی وصیت کی۔ اس حال میں بھی یہ خیال تھا کہ اگر مرض میں کچھ بھی افاقہ ہو تو کوچ بہار کی فتح کا قصد کرے۔ لیکن شب و روز مرض بڑھتا گیا۔ دلیر خاں کو کوچ بہار کی فتح کے لئے بھیجا اور اس کی فتح کے انتظار میں یہاں قیام کیا۔ اطبا نے آپ سے کہا کہ خضر پور کی آب و ہوا یہاں سے اچھی ہے وہاں تشریف لیچلئے۔ نواب نے جواب دیا کہ اب تمہارے ہاتھ میں لڑکے کی طرح ہوں جہاں چاہو لے جاؤ۔ ۲۰ شعبان کو عسکر خاں کو بلایا اور کوچ بہار کے لئے مقرر کیا۔ ۲۔ رمضان ۱۰۷۳ھ کو خضر پور سے دو کروہ پر اس دنیا سے کوچ کیا خضر پور میں نعش آئی۔ وصیت کے موافق دفن ہوئے دم نکلتے ہی نواب کے مرنے کی خبر نواب بخشی الممالک محمد امین خاں اسکے بیٹے پاس بھیجی گئی۔

شہاب الدین طالش خاں نے تاریخ آشام لکھی ہے جس کا نام تاریخ آشام رکھا ہے اسکے مقدمہ میں ولایت کوچ بہار اور آشام پر یورش کا سبب لکھا ہے اور مقالہ اول میں کوچ بہار کی تسخیر کا بیان اور اس دیار کا حال بیان کیا ہے اور مقالہ دوم میں فتح آشام کی شرح اور اس مقام کا کچھ حال اور اہل اسلام کا بعد تعب تمام کے اس مرز بوم خون آشام سے نجات پانا۔ اس جنگ میں مصنف اول سے آخر تک امیر العمدۃ الملک میر محمد سعید اردستانی مخاطب یار وفادار خانخاناں عرف معظم خاں کی ہمراہ تھا اسی سپہ سالار کے ہاتھ پر اس مہم کا آغاز اور خاتمہ ہوا ہے ہمنے اس تاریخ اور عالمگیر نامہ محمد کاظم سے حالات نقل کئے ہیں جہاں کہیں بہت ملتے جلتے ہیں بہت کم اختلاف ہے۔ جہاں نواب لکھا ہے وہاں خانخاناں سے مراد ہے۔

جزو مصنف و محمد

واقعات سال پنجم ۱۰۷۲ھ

غرہ شوال ۱۰۷۲ھ کو ہر سال کے دستور کے موافق سال پنجم کے جلوس کے آغاز کا جشن ہوا ہر یک وضیع و شریف اپنی قسمت اور اپنے مراتب کے موافق کامیاب ہوا۔ خانخاناں نے ولایت آشام، کوچ و بہار کی تسخیر میں بڑی خدمتیں کیں تھیں اس کو مرتبہ الا ہفت ہزاری

پنج ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کا عنایت ہوا اور اس کے اقطاع مقرر پر ایک جاگیر جسکی جمع ایک کروڑ دام تھی اضافہ کی گئی اور تومان طوغ اور خلعت خاص مرحمت کیا۔ عید اور جلوس کے جشنوں نے باہم مصافحہ کیا اور روشنی و آتشبازی کا بڑا تماشا دکھایا۔

پادشاہ کی علالت و صحت

رمضان کا مہینہ تعالیٰ پلتی تھیں۔ دن بڑے ہوتے تھے۔ پادشاہ دن کو روزہ رکھتا۔ وخالف پڑھتا۔ تلاوت و کتابت و حفظ کلام مجید کرتا اور اپنی عدالت و سلطنت کے کاموں کو انجام دیتا شام کو روزہ افطار کر کے مسجد غسلخانہ (موتی مسجد) میں نماز و تراویح اور نفل پڑھتا۔ آدھی رات کو کچھ قلیل غذا کھاتا۔ رات کو بہت کم سوتا۔ اکثر عبادت کرتا۔ بعض متبرک راتوں کو ساری رات عبادت ہی میں گذرانتا۔ اسی طرح سارا مہینہ گذارا۔ عید کے تیسرے روز تک جشن میں مصروف رہا مگر طبیعت میں بے اعتدالی پیدا ہوئی اور تپ بڑی شدت سے چڑھی بہت تکلیف ہوئی۔ غرض اس مرض کی شدت میں بھی سوا دو تین دن کے سارے کام کرتا رہا اور ماسوا ایک جمعہ کے اور جمعوں میں باوجود ضعف و نقاہت کے جامع مسجد میں ہوا اور میں چڑھ کر جمعہ کی نماز کو گیا نکس مرض ہوا۔ غرض ۳۔ شوال سے ۱۰۔ ذیقعدہ تک علالت کا اثر باقی رہا اسکے بعد صحت کلی ہوئی۔

جشن قمری و صحت

۱۰۔ ذی الحجہ ۱۰۰۰ھ کو جشن قمری ہوا اور عمر کا چھیالیسواں سال شروع ہوا۔ روشن زمانی بیگم نے ہر مکدہ میں پادشاہ کا جشن صحت بڑی دھوم دھام سے تین روز تک کیا۔ پادشاہ نے صدر آرایان شبستان دولت کو بیماری کی حسن خدمت گذاری کے صلہ میں دو لاکھ بیس ہزار اشرفیاں انعام دیں۔ دسہرہ کو راجہ جے سنگھ و کنور رام سنگھ کو خلعت خاصہ عطا فرمایا۔ غرہ جمادی الاولیٰ کو جشن شمسی ہوا۔ پینتالیسواں[۴۵] سال شمسی شروع ہوا۔ ۷۔ جمادی الاولیٰ کو کشمیر کے سیر و شکار کی غرض سے پادشاہ نے دارالخلافہ لاہور کی طرف کوچ کیا۔ دسویں رجب کو لاہور کے قریب آیا۔ ۴ شعبان کو شہر و قلعہ میں داخل ہوا کشمیر کی راہوں کے صاف کرنے کے لئے میر منزل کو

سے جمیداروں کے بھیجا۔

ولایت جام کا زمیندار رنمل بادشاہ کا مطیع تھا اور پیش کش مقرری بھیجتا تھا۔ جب وہ مرگیا تو بادشاہ نے اسکے بیٹے ستر سال کو اسکا جانشین کیا۔ رنمل کا بھائی رائے سنگھ تھا اسکو غیرت آئی کہ بھتیجا راجہ ہو اور میں نہ ہوں۔ اسنے ستر سال سے مخالفت کی اور پانچ چھ ہزار سوار اور پیادے جمع کرلئے۔ گوردھن راٹھور کو مار ڈالا۔ وہ ستر سال کا جد امادری اور مدار المہام ریاست تھا۔ ستر سال اور اسکی ماں اور خواص نوکروں وپیشکاروں کو مقید کیا اور اسکی زمینداری اور ولایت پر متصرف ہوا اور تاپی زمیندار کچھ کو بھی اپنے ساتھ متفق کیا۔ اور قطب الدین خاں حاکم جونا گڈھ کے آدمیوں کو جو اس ولایت میں زر پیشکش کے وصول کرنے کے لئے متعین ہوئے تھے سب جگہ سے اٹھا دیا اور بادشاہی آدمیوں کو دار الضرب اور بندر مروارید سے جو اس ولایت کے اعمال میں سے ہے معزول کر دیا۔ کچھ دنوں بعد ستر سال نے قید سے رہائی پائی۔ قطب الدین خاں پاس وہ آیا اور رائے سنگھ کے جور و بیداد کی شکایت کی۔ بادشاہ کو حال معلوم ہوا تو قطب الدین خاں کے نام فرمان صادر ہوا کہ وہ ستر سال کو دوبارہ اسکی زمینداری دلادے۔ خاں مذکور حکم کے آتے ہی آٹھ ہزار سواروں کے قریب لے جاکر جمادی الاولیٰ کے اوائل میں جونا گڈھ سے رائے سنگھ کے دفع کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ رائے سنگھ بھی جام سے چار کروہ پر لڑنے کا سامان درست کرکے لڑنے کے لئے تیار ہوا۔ تاپی زمیندار نے جو اس کا یار تھا سات ہزار راجپوت سوار اس کی کمک کے لئے روانہ کئے۔ لڑائی شروع ہوئی رائے سنگھ پاس توپخانہ زبردست تھا اس لئے لشکر شاہی کو غلبہ نہ ہوا۔ دو مہینے تک لڑائی ہوتی رہی اور کچھ کام نہ بنا۔ خبر آئی کہ ولایت کچھ کے زمیندار کی کمک نزدیک آن پہنچی ہے۔ جس سے جام کی قوت وشوکت بڑھ جائیگی۔ اس لئے کمک پہنچنے سے پہلے ہی قطب الدین خاں نے اس پر چاروں طرف سے حملہ کیا۔ رائے سنگھ خوب

لڑا۔ راجپوت اسکے ساتھ تھے جو حفظ ناموس کے وقت اور جوش حمیت کے ہنگام میں تلوار کے زہر آب کو شربت خوشگوار جانتے ہیں۔ اور سربازی کو سرمایۂ مباہات و افتخار سمجھتے ہیں۔ رائے سنگھ پیادہ ہوا اور اپنے مرنے کا قصد مصمم کیا اور اپنے بیٹے تماچی اور اپنے بھائی باجا کو بہت مبالغہ کے ساتھ رخصت کیا کہ نسل باقی رہے۔ رائے سنگھ بہادرانہ ایک بیٹے و چچا اور اور اقربا و عمدہ خواص کے ساتھ مارا گیا۔ چھ سو راجپوت کام آئے اور ایک ہزار کے قریب اور آدمی مارے گئے ہونگے باقی بھاگ گئے بادشاہی ایک سو ستر آدمی مارے گئے۔ چار سو چونتیس آدمی زخمی ہوئے۔ قطب الدین خاں نے ان مجروحوں کے علاج کے لئے جراحوں کو بھیجا۔ جام پر قبضہ کیا۔ مفروروں کے تعاقب میں لشکر روانہ کیا اور لشکریوں کو سکنۂ شہر کے تعرض حال سے منع کیا اور منادی کر دی کہ جو جماعت کشتہ ہوئی ہے اُس کے متعلقین اور فرزندوں سے کوئی تعرض نہ کرے۔ ستر سال کو رائے سنگھ کی جگہ بٹھا دیا۔ رائے سنگھ اور اس کے بیٹے بابنیہ اور سنگھ رام خالہ زادہ وسانگا اس کے چچا کے سروں کو شہر کے دروازہ پر لٹکایا ایک دو ماہ بندوبست کے لئے ان حدود میں توقف ہوا۔ خبر آئی کہ تماچی پسر رائے سنگھ اور جائے اسکے بھائی نے تین ہزار سوار اور پیادے جمع کر لئے ہیں اور موضع بالا میں فتنہ انگیزی کر رہے ہیں خان نے اپنے بیٹے محمدؐ کو دو ہزار سواروں کے ساتھ اس کے دفع کرنے کے لئے بھیجا وہ دونوں اس خبر کو سنکر کچھ کی جانب گئے۔ محمدؐ ان سے جاکر لڑا سخت لڑائی ہوئی۔ دشمنوں کے ایک سو سات آدمی اُس نے مارے اور باقی آدمیوں کو بھگا دیا۔ قطب خاں یہاں کا بندوبست کرکے جوناگڈھ میں گیا۔ بادشاہ نے اس فتح کی خبر سنکر قطب الدین کو مورد عنایات کیا اور جام کا نام اسلام نگر رکھا۔

عمل صالح میں لکھا ہے کہ اگر عالم کے نفع عام کے اکتساب کے لئے اور اصلاح فاسد اور دفع مفاسد کے لئے ضرر خاص کا ارتکاب کیا جائے تو عقل و شرع دونوں اس کا حکم دیتی ہیں اور جائز رکھتے ہیں۔ اس لئے مراد بخش کا مارنا عالمگیر کو عقلاً اور شرعاً

تماچی اور سرادیش کا قتل ہونا

تھا۔ علی نقی کے بیٹے باپ کے خون کے مدعی تھے۔ انکو پادشاہ نے خواجہ بھول (بہلول) کے ساتھ گوالیار بھیجا اور حکم دیا کہ ثبوت شرعی کے بعد مراد بخش سے قصاص لیا جائے جب وہ گوالیار میں آئے اور قاضی کے سامنے گفتگو آغاز کی تو شاہزادے نے کہا کہ حضرت خلافت مرتبت اپنے عہود کا لحاظ و موعود کی وفا کا پاس نظر میں رکھتے اور میرے خون سے درگذرتے تو کوئی انکی دولت سلطنت والا کا نقصان نہ ہوتا اگر خواہ نخواہ توجہ اشرف اس طرف ہو کہ مجھ ضعیف کے وجود بے سود کو باقی نہ رکھیں تو اس قسم کے کم پایہ آدمیوں کا سوا بہ کیا لطف رکھتا ہے جو کچھ دل میں ہو وہ کرو۔ آخر روز چہار شنبہ ۲۱۔ ربیع الاول سنہ ۱۰۷۰ کو وہ نفر چیلوں نے جاکر تلوار کے دو زخموں سے اس شہزادہ کو تنگ نا و نداں سے نجات دی اور اسکے جسد کو بطور امانت کے قلعہ گوالیار میں سپرد کیا۔

خافی خاں لکھتا ہے کہ اگرچہ مولف عالمگیر نامہ نے پادشاہ کی مرضی کے موافق محمد مراد بخش کے مارے جانے کا حال قلم انداز کیا۔ لیکن میرے والد مرحوم مراد بخش کے معتمد و شناس نوکروں میں تھے۔ اس روز تک کہ اس مقدمہ سے فراغ ہوا۔ وہ پائے قلعہ میں بیٹھے تھے اور اس منصوبہ میں رہتے تھے کہ کمند لگا کے اپنے آقا کو باہر لیجاویں عالمگیر کی نوکری انہوں نے نہیں کی ان کی اور ثقہ آدمیوں کی زبانی جو میں نے سنا اور دفتر سے تحقیق کیا اس کو لکھتا ہوں۔ محمد مراد بخش کی محبوبہ بائی سومن بائی تھی۔ جب گوالیار میں شہزادہ گیا ہے تو اس معشوقہ نے بھی اپنے عاشق کے ساتھ جانے کی درخواست کی تو پادشاہ نے اس کو قلعہ میں شہزادہ کے ہمراہ بھیجدیا۔ اس گرفتار اجل کو جو خرچ ملتا نصف اس کا ان مغلوں کے طعام پختہ میں خرچ کرتا۔ جو حصار قلعہ کے نیچے فقیر بنے بیٹھے تھے یا جو مسافر مغل وارد ہوتے تھے ان مغلوں نے اپنی تدبیروں سے ایک طرف فصیل قلعہ پر کمند لگائی اور اس محبوس بند بلا کو وقت کے اشارہ اور مکان معین کی خبر دی۔ اس سادہ لوح نے آدھی رات کو سومن بائی کو اپنا ارادہ پر اطلاع دی اور اس طرح رخصت کا اظہار کیا کہ اگر حیات نے وفا کی اور فلک نے مدد دی تو پھر ہم تم ملینگے اور نہیں تم کو خدا کو سونپا۔ سومن بائی ان کلمات کو سنکر رونے پیٹنے لگی۔۔۔۔

اس گریہ سے محصلوں اور حوالی کے نگہبانوں کو خبر ہوئی۔ مہتابی و شعل روشن کی اور کمند کی جستجو میں مشغول ہوئے اور اسکو پیدا کیا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو ہوئی تو اسنے اس مدعی سلطنت کی نگاہداشت کے وسوسہ کو مٹانا چاہا ہوا خواہوں کی رہنمائی سے پسران علی نقی کو جن کے باپ کو محمد مراد بخش نے مارا تھا (جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے) باپ کے خون کے دعوے کیلئے کھڑا کیا۔ بڑے بیٹے نے باپ کے خون کے دعوی سے انکار کیا۔ دوسرے بیٹے نے بادشاہ کے حکم کی اطاعت کی اور عدالت میں باپ کے خون کا ثبوت ہوا آخر کو منصوب نظر پادشاہی ہوا۔ حکم ہوا کہ قاضی سے رجوع کرے۔ قاضی کے ہاں شرع کے موافق خون ثابت ہوا۔ ماہ ربیع الثانی ۱۰۷۳ھ کو حکم ہوا کہ وارث کی رفاقت میں قاضی محمد مراد بخش پاس جائے اور اثبات خون کا اظہار کرے اور موافق حکم شرع کے قصاص کرے۔ چنانچہ اس کی تاریخ یہ ہوئی (اے وائے بر بہانہ کشتند) جس پسر کلاں نے باپ کے خون دعوی سے انکار کیا تھا پادشاہ نے اس پر بہت عنایت کی۔

واقعات سال ششم ۱۰۷۳ھ

پادشاہ کا کشمیر جانا

پادشاہ ۲۵۔ رمضان ۱۰۷۳ھ کو کشمیر کو قلعہ لاہور سے روانہ ہوا۔ غرہ شوال کو جلوس سال ششم کا جشن کیا کشمیر کی تعریف بہت لکھی جا چکی ہے۔ مگر اس کی راہ کی تعریف میں یہ شعر قدسی کا ؎ بہ کشمیر اعتقاد ما درست است + ولے ایمان برا ہش سخت سست است دوسرا شعر محمد قلی کا ؎ دریں رہ خوش بود معشوق دلخواہ + کہ نتواند کس اور ابردازراہ لطف سے خالی نہیں۔ پھر ذی قعدہ کو پادشاہ سیر کرتا ہوا سری نگر میں آیا۔

قوم سنبل کا استیصال

قبائل افغان نیازی میں ایک قوم سنبل ہے جو دریا نیلاب کے کنارہ پر رہتی ہے۔ پہلے زمانہ میں وہ وہنکوٹ میں رہتی تھی جس کا نام اب معظم آباد رکھا گیا ہے وہ کبھی کبھی شر و فساد مچاتی تھی۔ پادشاہ کے حکم سے ان اضلاع کے احکام نے اس کو دریا سے دور نکالدیا تھا ان دنوں میں اُس نے پھر سر اٹھایا تھا۔ دریا نیلاب سے اتر کر انہوں نے ایک تھانہ شاہی پر حملہ کیا۔ اور خلیل اللہ خاں فوجدار کو مار ڈالا۔ پادشاہ نے غصہ ہو کر فدائی خاں میر آتش کو

تنبیہ کے لئے بھیجا۔ وہ توپخانہ اور سپاہ لیکر فوراً اسکے سر پر جا پہنچا۔ یہ قوم اُس سے لڑ نہیں سکی اسلئے جماعت کثیر اپنے اہل وعیال ومواشی ومال کو لیکر دریا سے پار اُتر گئی کچھ آدمی اُسکے مارے گئے اسکا قصد پاک ہوا۔ دو لاکھ روپے نقد وجنس کی غنیمت افواج شاہی کے ہاتھ آئی۔ فدائی خاں نے یہاں سب طرح کا بندوبست کیا۔ اور خنجر خاں کو یہاں پادشاہ کے حکم سے منتظم مقرر کیا۔

کشمیر میں راجہ رگھناتھ متصدی مہمات دیوانی تھا۔ اس کے روزنامچہ حیات کو عارضہ نے دفتر ہستی سے نکال لیا۔ وزارت کا منصب جلیل القدر فاضل خاں میر سامان کو عنایت ہوا

مقررات وخیرات

اسّی ہزار روپیہ بوساطت صدر الصدور ارباب استحقاق ومحتاجوں کو ہر سال اس طرح عنایت ہوتا تھا کہ محرم اور ربیع الاول میں بارہ بارہ ہزار روپیہ رجب میں دس ہزار روپیہ شعبان میں پندرہ ہزار روپیہ رمضان میں بیس ہزار روپیہ باقی سات مہینوں میں کوئی خیرات مقرر نہیں تھی۔ ان دنوں میں پادشاہ نے صدر الصدور کو حکم دیا کہ ان پانچ مہینوں میں جو خیرات دی جاتی ہے وہ بدستور دی جائے اور باقی مہینوں میں ہر مہینے میں دس ہزار روپیہ خیرات کیا جائے۔ غرض پہلی اور اب کی خیرات ملکر ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ سالانہ دیا جایا کرے۔ ۱۷۔ ذیقعدہ کو جشن وزن قمری ہوا۔ عمر کا سینتالیسواں سال شروع ہوا۔ فاضل خاں وزیر اعظم نے ۱۷۔ ذیقعدہ کو انتقال کیا۔ اس کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی اور اس کو ۱۱۔ ذی قعدہ کو خلعت وزارت ملا تھا۔ وہ فضیلت اور بہ حیثیت علوم ومعاملہ فہمی اور رائے زنی میں یگانہ روزگار تھا وہ علم تنجیم میں بہرہ تام رکھتا تھا اکثر احکام عالمگیر کو ایام شاہزادگی میں لکھ کر وہ دیتا تھا۔ وہ کم خطا ہوتے تھے۔ پادشاہ کو جو صدمہ خواص پورہ میں چالیس برس دکن کی مہم میں پہنچا وہ پہلے لکھ کر پادشاہ کو دے گیا تھا۔ پادشاہ کو اس کے مرنے کا بڑا افسوس ہوا۔ لاہور میں اسنے اپنا مقبرہ بنایا تھا اس میں دفن ہوا۔ ۱۳۔ تیر کو عید گلابی تھی۔ پادشاہ وزیر کے الم سے ایسا متاثر تھا کہ اس کے بعض مراسم کو ملتوی کر دیا اسی روز ایوان سے فاضل خاں کا

برادر زادہ آگیا تھا اسکو خلعت و منصب عنایت ہوا۔ عید الضحیٰ کو دل پر وہ نوطرف روشنی ہوئی پادشاہ کشمیر سے ویرناگ گیا۔ موضع بانپور میں زعفران زار دیکھا۔ ۷ صفر کو پادشاہ کشمیر کی سیر کرکے لاہور میں آگیا۔ کشمیر کے سفر میں غاروں میں بہت آدمی گرے اور گر کر تلف ہوئے۔ اور فاد ان محل کی سواری پر صدمہ پہنچا تو پادشاہ نے فرمایا۔ کہ بدون ملکی امور ضروری کے اس سرزمین میں سیر و شکار کے لئے پادشاہوں کا آنا رائے صائب کے خلاف ہے۔ جشن وزن شمسی آغاز سال چہل و ششم ہوا اور شاہ عباس والی ایران کے نامہ کا جواب تربیت خاں کے ہاتھ بھیجا اور سات لاکھ روپیہ کی سوغات ہمراہ کیں۔ پھر پادشاہ لاہور سے شاہجہاں آباد میں آیا۔ صوبہ گجرات کے وقائع میں سے پادشاہ نے یہ سنا کہ اس نواح میں ایک مجہول النسب معذور العقل نے اپنا نام دارا شکوہ رکھا اور ایک جماعت واقعہ طلب فتنہ جو اوباش بے آبرو اس پاس جمع ہوگئی اور گجرات کے کولیوں کے گروہ جس کے سر میں ہمیشہ سودائے تمرد بھرا رہتا ہے اس کو دستاویز فتنہ بنایا شورش افزائی کی۔ یہاں کے صوبہ دار مہابت خاں نے ان مفسدوں کو دفع کیا۔ کولیوں کی خوب گوشمالی کی اور مصنوعی دارا شکوہ کو ملک سے نکال دیا۔

سیواجی کے عہد پادشاہی ملک پر

والی بیجاپور کے ساتھ لڑائیوں میں سیواجی ایسا مصروف تھا کہ وہ ہندوستان کے معاملات سے خبر نہ ہوا۔ لیکن مئی ۱۶۶۱ء میں کلیان و بھیمی پادشاہی قبضہ میں آگئے تو سیواجی کی ایسی حالت نہ تھی کہ وہ پادشاہ سے لڑتا اور عوض لیتا مگر اب اُسنے ایک بڑا لشکر تیار کیا۔ پیادوں کا سردار مورو پنت کو اور سواروں کا سردار نیتا جی پالکر کو بنایا برسات میں مورو پنت نے جنیر کے شمال میں کئی قلعوں پر قبضہ کرلیا اگر ان کا مفصل حال نہیں معلوم ہوتا۔ برسات کے بعد جب راہیں صاف ہوگئیں۔ تو نیتاجی پالکر نے اضلاع شاہی پر دست درازی شروع کی۔ سیواجی نے اس کو حکم دیا کہ وہ دہات کو غارت کرے اور قصبوں اور شہروں سے مصادرہ لے اوس نے اس حکم سے زیادہ بڑھ کر کام کیا کہ اورنگ آباد کے حوالی کو تاخت و تاراج کیا

ادھر اُدھر جاکر پونہ میں آرام سے جا بیٹھا۔

عالمگیر کو معلوم ہوا کہ سیواجی یوں لوٹ مار اور مار دھاڑ کرتا پھرتا ہے تو اُس نے اپنے [illegible] امیر الامرا شائستہ خاں صوبہ دار دکن کو لکھا کہ سیواجی کا علاج کرے۔ شائستہ خاں بادشاہ [illegible] حکم سے ایک بڑا لشکر لے کر شاہزادہ احمد نگر اور بیر گام سے پونہ کے مغرب کی طرف گیا رستہ [illegible] اس نے سپاہ کا دستہ سوپہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا اور خود جاوور اے ویس کھو سنہ کھیر [illegible] سیواجی کے مقام میں مقیم ہوا کہ اضلاع پر تصرف کرے سیواجی نے شائستہ خاں کے [illegible] پرور اجگڈہ کو چھوڑا سنگڑہ میں چلا گیا شائستہ خاں نے پونہ پر قبضہ کیا اور بھرپور گھاٹ اور [illegible] سیوا پور پر قبضہ کرنے کے لئے ایک مضبوط سپاہ روانہ کی اور اور قلعوں کی تسخیر کے لئے بھی [illegible] روانہ کیں اس کے اور جنیر کے درمیان چاکن واقع تھا جس سے اسکو تکلیف ہوتی تھی اور [illegible] تھا کہ یہ چھوٹی جگہ ہے وہ جاتے ہی ہاتھ آجائیگی اسکی تسخیر کے لئے خود آیا۔ یہاں فرنگاجی نرسلا [illegible] سے قلعہ دار تھا اُس نے قلعہ حوالہ کرنے سے انکار کیا اور نہایت عمدہ طرح سے اپنے [illegible] حمایت کی۔ دو مہینے تک اس نے لشکر شاہی کا مقابلہ کیا۔ محاصرہ کا چھپنواں دن [illegible] قلعہ کے برج کے نیچے نقب کو بڑھایا جس سے قلعہ کی دیواریں ایک بڑا رخنہ [illegible] قلعہ کے بہت آدمی اس سے مرے۔ لشکر شاہی اس رخنہ پر حملہ کرنے گیا اسکے [illegible] ایک پشتہ گلی تھا۔ وہاں حوالدار نے لشکر شاہی کا سخت مقابلہ کیا اس سبب سے لشکر [illegible] آگے نہ بڑھ سکا شام تک لڑائی رہی۔ بعد اس کشت وخون کے فرنگاجی نرسلا نے [illegible] امیر الامرا کو حوالہ کر دیا۔ شائستہ خاں نے اس بہادر قلعہ دار کی بہادری دیکھ کر [illegible] شاہ کی ملازمت کے لئے بہت کچھ اُس سے کہا مگر اس نے اس کے قبول کرنے سے [illegible] نام کو بٹا نہیں لگایا۔ امیر الامرا نے اس کو عزت کے ساتھ رخصت کیا۔ وہ سیواجی [illegible] ملا جس نے اس کو بہت انعام دیا۔

لشکر شاہی میں سے چاکن کے محاصرہ میں نو سو آدمی زخمی وکشتہ ہوئے جس سے

شائستہ خاں کو تحقیق ہوگیا کہ قلعوں کا فتح کرنا آسان نہیں ہے۔ عالمگیر ان قلعوں کی فتح کو بڑی بات نہیں سمجھتا تھا اور مرہٹوں کو ذلیل وحقیر دشمن جانتا تھا۔ بادشاہ نے راجہ جسونت سنگھ مہاراجہ جودھپور کو بھی امیر الامراء کی کمک کے لئے مقرر کیا تھا مگر وہ پونا حوالی میں بڑی فوج کے ساتھ بیکار پڑا رہا۔ اور نیناجی پالکر دوبارہ احمد نگر اور اورنگ آباد کے حوالی کو تاخت و تاراج کرتا رہا۔ لشکر شیخی اسکی مزاحمت کے لئے بھیجا گیا اس نے مخالفوں کے کچھ آدمی مارے اور نیناجی خود زخمی ہوا مگر رستہ زماں سپہ سالار بیجاپور اسکو بچا کر لے گیا۔

خافی خاں کا باپ امیر الامرار کی خدمت میں تھا اوس کی زبانی سنکر وہ یہ لکھتا ہے کہ امیر الامرار نے ان قلعوں اور معمور آبادیوں پر لشکر کشی کی جو سیواجی کے قبضہ میں آئے تھے اور ان میں سے اکثر اپنی شمشیر و تدبیر سے فتح کئے اس کے بعد قصبہ پونا میں گیا اور اس حویلی میں اترا جو سیواجی کی بنائی ہوئی تھی۔ سیواجی کے پکڑنے کے لئے جابجا فوجیں مقرر کیں اور ان دنوں میں ایسا بندوبست کیا کہ کوئی شخص خاصکر مرہٹہ سوائے نوکر کے مسلح بلکہ غیر مسلح بدون دستک کے شہر و لشکر میں نہیں داخل ہوسکتا اور مرہٹہ سائیس تک نوکر نہ رکھا جاتا تھا۔ سیواجی ایسا مغلوب اوپر ہراس ہوا تھا کہ دشوار گذار پہاڑوں میں ہر ہفتہ و ماہ بسر کرتا تھا۔ ایک دن مرہٹوں کی ایک جماعت جو پیادوں میں نوکر تھی کوتوال کے پاس آئی اور دو سو مرہٹوں کی دستک لی جو ایک غیر معلوم برات کے ہراہی بنائے اور ایک امرد لڑکے کو دولہا بنا کے ڈھول و نقارے بجاتے ہوئے اول شب میں شہر میں لائے اس دن آخر روز میں یہ مشہور کرکے کہ ایک تھانہ میں غنیم کے آدمیوں میں سے ایک جماعت دستگیر ہوئی اُس کو پکڑے ہوئے اور اُسکے ہاتھ پیٹھ کے پیچھے باندھے ہوئے تنگے پیر اور ایک دوسری جماعت رسیوں کے زور کو پکڑے ہوئے اور گالیاں دیتے ہوئے اور مارتے ہوئے چوکی کے آگے سے لیجا کر شہر میں داخل کی۔ سب اُس محلہ اور مکان میں جو انہوں نے اپنے مجمع کیلئے

سیواجی کا امیر الامرار کو دھوکے دینا۔

یا تھا ذراہم ہوکر مسلح ہوگئے۔ جب آدھی رات کی نوبت بجی ایک جماعت باورچیخانہ کیطرف سے آئی جو محل سرا کے دیوار کے متصل تھی دیوار اور خواص پورہ کے مابین ایک چھوٹا دریچہ تھا جو گل وخشت سے مسدود تھا اور اس جماعت کو وہ معلوم تھا۔ روزوں کے دن تھے۔ سحری پکانے کے لئے چند باورچی جاگتے تھے۔ باقی سب آدمی سوتے تھے۔ غرض دشمن اس راہ سے جانتے تھے سر پر آن پہنچے جس کسی کو بیدار پایا اسکو موت کے خواب سے آشنا کیا۔ اور جو بستر پر سلتا تھا اُسکو ایسا سُلایا کہ پھر نہ جاگا۔ کچھ غل چیخاڑہ نہ ہونے دیا اور جلد دریچہ کو توڑ کر اس کی طرف مشغول ہوئے۔ کلنگ کی صدا سے اور کشتوں کی غرش نے ایک مریض کو بیدار کیا جس کا حجرہ باورچی خانہ کی دیوار کے عقب میں تھا۔ وہ دوڑا ہوا امیر الامرا پاس گیا اس آشوب سے مطلع کیا۔ امیر الامرا نے ازروئے اعتراض کہا کہ سحری پکانے والے گیانوں کے درست کرنے کے لئے باورچی اُٹھے ہونگے یہ غل ان کا ہوگا کہ سیاں پے ہم دریچہ کے پھوڑنے کی خبر لائیں۔ امیر الامرا سراسیمہ وار تیر وکمان ہاتھ میں لیکر رخت خواب سے اُٹھا اس ضمن میں چند مرہٹے روبرو آئے پانی کا نالہ حائل تھا۔ امیر الامرا نے ایک مرہٹے کے تیر مارا۔ اس نے آن کر امیر الامرا کو تلوار لگائی۔ کہ دایاں انگوٹھا کٹ گیا۔ دو مرہٹے حوض میں تیر کر آئے۔ ایک کو امیر الامرا نے تیر سے مارا اس آشوب میں لونڈیاں شائستہ خاں کو ہاتھوں ہاتھ اُٹھا کر محفوظ جگہ لے گئیں۔ مرہٹوں کی جماعت چوکی خانہ پر غالب گئی اور جو خفتہ و بیدار اُن کو ملا اس کو تیغ کیا اور یہ کہا کہ چوکی ایسی ہی دیا کرتے ہیں اور چند نفر اپنے نقار خانہ میں امیر الامرا کی طرف سے پیغام دیا کہ نوبت خوب بجائیں۔ نقار خانہ کی آواز میں ایسی ہوئی کہ ایک دوسرے کی کوئی نہیں سنتا تھا۔ انہوں نے دار وگیر کی آواز زیادہ سنی اور دروازوں کو بند کر دیا۔ اس حالت میں ابو الفتح خاں پسر شائستہ خاں ایک شخص تھا خبر پاکر آیا۔ دو تین آدمیوں کو مار کر خود مارا گیا۔ امیر الامرا کے محل کے

پیچھے ایک عمدہ جماعۃ دار رہتا تھا اُسنے اندر کا آشوب سنکر اور باہر زینہ کا رستہ بند دیکھکر رسیوں میں
اپنے تئیں لٹکایا۔ اور دیوار سے نیچے آیا۔ وہ کچھ امیر الامرا سے عمر و اعضا میں مشابہت رکھتا تھا
مخالفوں نے اسکو امیر الامرا سمجھکر اسکا سر کاٹ لیا۔ اور امیر الامرا کی حرم میں سے ایک کو بالکل مار ڈالا
دوسری کو زخمی کیا۔ گھر کی مال و مالیت کے تاراج میں نہیں مصروف ہوئے جلد اس گھر سے نکل آئے
پھر صبح کو راجہ جسونت سنگھ کہ عمدہ کو کمی تھا۔ امیر الامرا پاس معذرت کرنے اور حال پوچھنے گیا۔ تو امیر الامرا
نے یہ کہا کہ میں سمجھتا تو یہ جانتا تھا کہ مہاراجہ کاروبار شاہی میں کام آگئے کہ ہم کو یہ چشم زخم پہنچا۔ جب
بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو امیر الامرا کو صوبہ داری دکن سے بنگالہ کو بدل دیا اور شاہزادہ
محمد معظم کو اس کی جگہ مقرر کیا اور راجہ جسونت سنگھ کو بدستور شاہزادہ کا لکی مقرر کیا۔

کرنیل ڈف اس واقعہ کو مرہٹوں کی کتابوں سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سیواجی نے
امیر الامرا کے حیران کرنے کے واسطے دو برہمن بھیجے کہ وہ شہر میں داخل ہونے کی تدبیر
کریں جب سیواجی نے اپنا سامان تیار کر لیا تو وہ سنگڑہ سے سرشام اپریل کے
مہینے میں بہت سا لشکر لیکر چلا اور سپاہ کی ٹولیاں بنا کر پونہ کی راہوں میں بٹھا گیا
لبسی جی گنگ۔ تانا جی۔ بولوس رائے۔ اور پچیس مادلی پیادے شہر میں داخل ہوئے
خان کا ایک نوکر مرہٹہ تھا اس کو جاسوسوں نے گانٹھا۔ اُسنے برات کا بہانہ بنا کے برات کے
ساتھ نقارہ بجانے اور مسلح آدمیوں کو دولہا کے ساتھ لانے کی دستک حاصل کی پونہ کھلا
شہر تھا اس کے گرد فصیل نہ تھی۔ سیواجی اپنے ہمراہیوں کے جاسوسوں کی تدبیر سے شہر
میں برات کے اندر داخل ہو گیا اور چپ چاپ ہو گئی تو سیواجی اپنے ہمراہیوں کو
لے کر جو خان کے محل کے سب مداخل سے واقف تھے بورچی خانہ کی طرف آیا۔ جہاں ایک
کھڑکی کو کچا تیغا لگا ہوا تھا۔ یہ سب اس راہ سے داخل ہوئے۔ خان کی کچھ رشتہ
عورتیں بیدار ہوئیں اور انہوں نے جاکر امیر الامرا کو جگایا خان باہر جانے کیلئے۔ ایک کوٹھے
سے کود کر باہر جاتا تھا کہ ایک تلوار اوس کے لگی۔ جس سے ایک انگلی اڑ گئی۔

سیواجی اور امیر الامرا کے معاملہ میں جس طرح مرہٹے بیان کرتے ہیں۔

تو اپنی خوش نصیبی سے بچ گیا مگر اسکا بیٹا ابوالفتح خاں اور اکثر پہرہ کے سپاہی مارے گئے۔ سیواجی اور اس کے آدمیوں نے بے مزاحمت اپنی سپاہ کے ٹولیوں کو لیکر سنگڑہ کی راہ لی۔ جب وہ تین چار میل چلے تو انہوں نے مشعلیں روشن کیں جو پہلے سے تیار تھیں تاکہ مخالف انکی تعداد کی کثرت کے دھوکے میں آجائے اور جان لے کہ وہ لڑنیکو تیار ہیں اسطرح اپنے تئیں لشکر شاہی کو دکھا کر قلعہ میں داخل ہوئے۔

اس معرکہ کو مرہٹے مبنی فخر سے بیان کرتے ہیں کسی اور معرکہ کو بیان نہیں کرتے۔ سیواجی کا سب سے بڑا کارنامہ اس کام کو سمجھتے ہیں۔ یہ واقعہ ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۳ء کا ہے۔

دوسرے روز صبح کو بادشاہ کے سواروں کا دبستہ سنگڑہ کے نیچے نقارہ بجاتا ہوا اور تلواریں چمکاتا ہوا آیا۔ مگر اسکو نیتاجی پالکر نے شکست دی یہ پہلی دفعہ تھی کہ بادشاہی سواروں نے مرہٹوں کے سواروں سے ہزیمت پائی۔

واقعات سال ہفتم ۱۰۷۴ھ/۱۶۶۴ء

دستور کے موافق ساتویں سال کا جشن غرہ شوال کو ہوا۔ جشن وزن قمری ۲۱۔ ذی قعدہ کو ہوا۔ عمر کا اٹھائیسواں سال شروع ہوا۔

۴ سنہ جلوس میں بخارا کا ایلچی خواجہ احمد آیا تھا اور نامہ اور تحائف لایا تھا۔ اسکے جواب میں بادشاہ نے مصطفےٰ خاں کے ہاتھ نامہ اور ڈیڑھ لاکھ روپئے کے تحفے والی بخارا پاس روانہ کئے۔ محمد قلی خاں والی بلخ نے ابراہیم کو اپنا سفیر بنا کے بھیجا تھا۔ بادشاہ نے خان ممدوح کو نامہ اور ایک لاکھ روپئے کے تحائف بھیجے۔

سیواجی کی عادت تھی کہ وہ دکھاتا کچھ تھا اور کرتا کچھ تھا ڈالتا کچھ تھا اور نکالتا کچھ تھا اپنے ارادوں کی جھوٹی خبریں اڑایا کرتا تھا اس نے کلیان کے قریب ایک سپاہ اور دہند کے پاس دوسری سپاہ جمع کی اور یہ شہرت دی کہ میں بسائین اور چول میں پرتگیزوں سے لڑنے سیدی کو پامال کرنے جاؤنگا لیکن اس کا اصلی ارادہ سورت کے لوٹنے کا تھا جو اس زمانہ ہندوستان کے دولتمند شہروں میں سے ایک تھا۔ بائی ہرجی نائک ایک بڑا جاسوس

سیواجی کا سورت کا ارادہ

اس کا نوکر تھا وہ سورت میں تاک لگا رہا تھا اور سامان غارتگری تیار کر رہا تھا۔ سیواجی نے یہ بہانہ بنایا کہ میں ناسک میں مندر کی جاترا کو جاتا ہوں لوگوں نے اسکو سچ جانا مگر اُسنے چار ہزار سوار لیکر سورت کو لوٹنا شروع کیا۔ چھ دن میں اُسکو بہت دولت ہاتھ آئی جسکو وہ رائے گڈھ میں لیگیا۔ جو آیندہ اسکی دار الحکومت بنا سورت کی لوٹ کی دولت بہت تھی اور اور زیادہ ہوئی۔ اگر قبچ اور انگریز اسکی مزاحمت نہ کرتے اور ان کی کوٹھیوں کا مال اس کو ہاتھ لگ جاتا۔ انگریزوں نے اپنا ہی مال نہیں بچایا بلکہ اہل شہر کے مال کے بھی بہت حفاظت کی۔ جس کا صلہ اورنگ زیب نے یہ دیا کہ ان کے اسباب کے محصول کا ایک حصہ ہمیشہ کے لئے معاف کر دیا۔

شاہ جی کی سناونی آئی وہ شکار کھیلنے گیا تھا کہ گھوڑے سے گر کر مر گیا اس نے اپنی زندگی میں اس جاگیر کا جو بیجاپور سے ملی تھی خوب انتظام کیا تھا۔ اس پر قلعہ ارنی اور پورٹ نووو اور ولایت تنجور کا اضافہ کیا تھا۔ وہ علی عادل شاہ کا مطیع تھا جو اس نے مفتوح ملک کو اس پاس رہنے دیا۔ باپ کے مرنے پر سیواجی اور بھی کُل کھیلا۔ رائے گڈھ میں اپنی ریاست کا انتظام کیا اور اپنے نام پر راجگی کا طرہ لگایا اور روپیہ اشرفی پر اپنا سکہ جمایا۔

شاہ جی کے حالات

فتاجی پالکر برسات کے شروع میں دستور کے موافق سب جگہ فتحیاب ہو کر آیا سیواجی کا بیڑا بھی بہت جہازوں کے گرفتار کرنے میں کامیاب ہوا۔ بادشاہی جہاز جو مخا کو جاتے تھے ان کو گرفتار کر لیا اور دولتمند حاجی جو ان میں بیٹھے تھے گرفتار کر لے عالمگیر نامہ میں لکھا ہے کہ سیواجی کی ولایت ساحل دریائے شور کے نزدیک تھی اور جہ بندر اس کے تصرف میں تھے اہل ملیبار کی طرح اُس نے دزدی و رہزنی شروع کی کشتی نشینوں کو لوٹتا مارتا جب اس کے بندر میں کسی کشتی پر دریا میں فتور آجاتا تو اوس وہ پکڑ لیتا۔ ان دنوں میں ایک بڑا جہاز جس میں طوائف تجار بڑا مال اسباب لے آتے تھے وہ طوفان میں آیا تو سیواجی نے اس پر قبضہ کیا اور تمام اس کے غریبوں کا مال متاع چھین لیا اور مال کے مالکوں کو جو اکثر مسلمان تھے مقید و محبوس کیا

ان کو ضرر و آزار پہنچایا۔ اور جب تک انہوں نے اپنے گھر سے اپنا بقیہ ثروت و بضاعت منگا کر
اس کو نہ دیا ان کو شکنجۂ تعب میں گرفتار رکھا۔ سیواجی نے اگست کے مہینے میں خود جا کر احمد نگر
کی پیٹھ کو لوٹا اور حوالی اور نگ آباد تک لوٹتا چلا گیا جب وہ اس طرح غیر حاضر ہوا تو بیجاپور
کی سپاہ نے جو پنالہ میں دو بڑے سپہ سالاروں کے ماتحت تھی صلع کو توڑ کر ملک کون کان کی فتح
میں سخت کوشش کی اور کئی مقاموں کو دوبارہ لے لیا۔ انگریزوں کے نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے
کہ سیواجی ہر جگہ لڑائی کے موقع پر بڑے لشکر کے ساتھ موجود ہو جاتا تھا اس نے ان دونوں
سپہ سالاروں کو لڑ کر شکست دی اور ان کے بہت آدمیوں کو مارا۔ سیواجی سنگڑہ
میں اس خیال سے آگیا کہ لشکر شاہی کی حرکت کو دیکھے۔ جنیر کی طرف اس لشکر کا
بڑا زور تھا۔ مگر اس نے یہ دیکھ کر کہ لشکر شاہی حملہ آوری نہیں کریگا تو اس نے اپنے کچھ
سواروں کو دریا کرشنا کے جنوب میں ملک بیجاپور کی لوٹ کے لئے بھیجدیا۔ اس نے
ایسی تیاری کی جس سے یقین ہوتا تھا کہ وہ لشکر شاہی پر حملہ کرے گا۔ اوس کی
شہرت ہوئی تو اس نے محض ایک بڑا بیڑا جمع کیا اور مالوں سے جہازیں سوار ہوا
اور گوا سے ۱۳۰ میل پر دولت مند شہر پارسی لوریں اُترا اور گوکرن میں چار ہزار
آدمیوں کے ساتھ جہازیں سوار ہو کر آگیا۔ اب تحقیق ہو گیا تھا کہ وہ اپنی دار الحکومت
میں نہیں ہے۔ اس نے بیڑے کا بڑا حصہ دور کیا اور ہمسایہ میں ایک مندر
میں پوجا کرنے گیا اس نے اپنی سپاہ کو فوجوں میں تقسیم کیا اور کل ملک پر تاخت و
تاراج کی اور تجارت کے بڑے دولتمند شہروں سے خوب لوٹ ہاتھ لگی۔ یہ لوٹ مار
کے وہ اُلٹا رائے گڈھ کو چلا آیا۔

اس سفر میں ایسی تیز ہوا چلی کہ سیواجی کا جہاز ساحل سے دور ہو گیا اور شمال مغربی
ہوا نے اس کو بہت دنوں تک مراجعت نہ کرنے دی۔ اس سے اس کو یہ وہم ہوا کہ سمندر
کے ہندوؤں کو سوار ہونا مذہبًا منع ہے اس لئے یہ آفت اس پر بھوانی کی کردہ سی

آئی ہے اس لئے پھر وہ جہاز میں نہیں سوار ہوا۔

پادشاہ کی طرف سے مہاراجہ جسونت سنگھ سیواجی کے استیصال کے لئے مقرر ہوا تھا اُسے اسکی ولایت میں جاکر بعض قلعوں کے محاصرہ میں قیام کیا اور ولایت کی تخریب اور قلعوں کی تسخیر میں اُس نے بہت کوشش کی مگر اس کا اثر وہ نہ مرتب ہوا جو پادشاہ چاہتا تھا اور سیواجی کا کوئی بڑا قلعہ اُس نے نہ فتح کیا اور مہم کو طول اور امتداد ہوا۔ اس لئے پادشاہ نے ارادہ کیا کہ اسکو بلالے اور راجہ جے سنگھ کو چودہ ہزار سپاہ کے ساتھ سیواجی کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا اور دلیر خاں کو جو اپنی یتول میں تھا لکھا کہ راجہ سے ملے۔ انگریزی مورخ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عالمگیر سیواجی کو حقارتاً موش کوہی کہا کرتا تھا (دبی بلی چوہے سے کان کترواتی ہے) جب اس چوہے کے پکڑنے پر اتنی دیر لگی تو اس کو اپنی عادت کے موافق افسروں پر شبہ پیدا ہوا۔ خود دکن جانہیں سکتا تھا۔ سلطنت کو غصب کیا تھا باپ زندہ تھا اس لئے اس نے اپنی سپاہ کثیر و دو سپہ سالاروں کو روانہ کیا جن میں سے ایک راجپوت راجہ جے سنگھ اور دوسرا افغان دلیر خاں تھے یہ دونوں پہلے داراشکوہ کے طرفدار ہوکر اورنگ زیب سے لڑ چکے تھے اس لئے وہ انکا پورا اعتبار نہیں کرتا تھا اس لئے ان دونوں کو بہت دور دکن میں بھیجا۔ جہاں پادشاہ کے جاننے والے بہت اور ان دونوں کے واقف کار کم تھے۔ یوں دلیر خاں کی قوم کے افغان پادشاہ کے بہت ملازم تھے اس کے بہکانے سے ان کے بگڑنے کا بھی خوف کم ہوگیا۔ اس بیان کی صداقت پر مسلمانوں کی تاریخیں شہادت نہیں دیتیں۔

سیواجی کی گوشمالی کے لئے لشکر شاہی کا مقرر ہونا

واقعات سال ہشتم ۱۰۷۵ھ ۱۶۶۵ء

غرہ شوال کو سال ہشتم جلوس کا جشن ہوا اور ۱۷ شوال کو وزن قمری ہوا۔ اس عمر کا اُنچاس واں سال شروع ہوا۔

۱۹۔ ربیع الثانی سال گزشتہ کو سیواجی کے فتنہ کے دفع کرنے کے لئے راجہ جے سنگھ

مقرر ہوا تھا وہ۔ ۴ شعبان سال گذشتہ کو اورنگ آباد میں شاہزادہ محمد معظم کی خدمت میں آیا اور شاہزادہ سے رخصت ہو کر ۲۵۔ کو پونہ میں گیا۔ جہاں مہاراجہ جیونت سنگھ مقیم تھا وہ پادشاہ کے حکم سے پادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ راجہ جے سنگھ نے یہاں ٹھہر کر افغانوں کا یہ انتظام کیا کہ قطب الدین خاں کو سات ہزار سواروں کے ساتھ نیر بھیجا کہ وہاں دشمن کی خبر رکھے اور قلعہ لوہ گڈھ کے روبرو تھانہ بٹھلا کے تین ہزار سوار وہاں مقرر کرے اور قلعہ ماروگ کے روبرو ایک اور تھانہ مقرر کرے اور وہاں شائستہ فوج متعین کرے اور باقی لشکر کے ساتھ ان حدود میں سوار ہو کر خبرداری اور ہوشیاری کرے۔ اول راجہ نے قلعہ پوندہر اور رودمال (رودمحل) کی فتح کا ارادہ کیا۔ ۷۔ رمضان کو وہ ماور کی طرف گیا جس کے قریب دونو قلعے پہاڑ پر تھے موضع پونی میں تھانہ قائم کیا اور رایا اور ہنونت رائے کو تین سو سواروں اور تین سو بندوقچی پیادوں کے ساتھ تھانہ دار مقرر کیا۔ غرض راجہ نے تمام کومکیوں کو جابجا ملک کی تاخت و قلعوں کی تسخیر کے لئے رخصت کیا اور خود قلعہ پوندہر درودمال کے مفتوح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ یہ نظام الملک کے مشہور قلعے حاکم نشین تھے اور دونو متصل تھے اور دلیر خاں کو مقدمۃ الجیش کیا دشمن کی سپاہ اطراف سے جہاں نمودار ہوئی وہاں دلیر خاں لڑتا ہوا آگے جاتا تھا دشمن اس سے جنگ بگریز اور ستیز باز فرار کرتے وہ ان کے بہت آدمیوں کو مارتا اور عیال کو اسیر کرتا اور مال کو لوٹتا۔ اس طرح مارتا دھاڑتا دونو قلعوں سے ایسے فاصلہ پر آیا کہ وہاں سے گولہ قلعہ میں پہنچ سکتا تھا اور دونو قلعوں کے محاصرہ میں مشغول ہوا دونوں قلعوں کے قلعہ نشین محصور ہو کر قلعہ داری کی شرط بجا لائے اور توپ و دہان اور آتشبازی خوب چلائے۔ راجہ کے آنے سے چند روز پہلے افغان ناگاہ یورش کیلئے کرگاہ قلعہ میں پہنچے اور دونوں پہاڑوں کے نیچے کی باری میں آگ لگا دی اور تاخت و تاراج کیا۔ دشمنوں نے بھی قلعہ سے نکلکر مورچالوں پر حملہ کرنے میں اور کوہ کے اوپر سے توپ

مارنے اور پتھر اور اقسام آتشباری کے پھینکنے میں کوتاہی نہیں کی۔ راجہ جے سنگھ بھی مع اپنے بیٹے کیسر سنگھ کے آن پہنچا اور محاصرہ کی طرف سے پے در پے یورشیں کیں اور اطراف کو تاخت و تاراج کیا۔ اگر انکی تفصیل کیجائے تو تطویل ہو۔ محصوروں پر عرصہ تنگ ہوا۔ لشکر شاہی باوجودیکہ اس پر سامنے سے توپ و تفنگ مارتے اور آتشبازحقے اس پر پڑتے تھے۔ مگر وہ اپنے مورچالوں کو آگے بڑھاتا چلا جاتا تھا۔ جب ایک طرف کا برج بارود سے اڑایا تو بنائے کوہ و قلعہ نشینوں میں تزلزل پیدا ہوا۔ قلعہ کشا بہادروں نے حملہ کیا۔ اور کوہ کے اوپر چڑھ آئے محصوروں نے جان کی امان کا پیام دیا۔ راجہ نے ان سے عہد کیا کہ جان کو ضرر نہیں پہنچایا جائیگا۔ دونو قلعوں کے قلعہ دار دلیر خاں سے ملاقی ہوئے اسنے انکو خلعت دیا۔ دلیر خاں نے دونو قلعہ دار راجہ پاس بھیجدئے۔ راجہ نے ان سب کے ہتھیار لیکر رخصت کیا۔ اور قلعوں کو پادشاہی تصرف میں کرلیا۔ اس تردد اور یورش میں اسی سوار اور ایک جماعت پیادوں اور عملہ قلعہ گیری کی کام میں آئی۔ اور سو سے زیادہ آدمی زخمی ہوئے۔ یہ تو خافی خاں کا بیان ہے۔ عالمگیر نامہ میں ہر ایک امر کو بہت تفصیل سے لکھا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک برج کے اڑنے سے قلعہ رودرمال کا قبضہ میں آیا۔ مگر قلعہ پورندہر پر قبضہ نہیں ہوا۔ کرنیل ڈف صاحب اپنی تاریخ مرہٹہ میں لکھتے ہیں کہ کوہ پورندہر کا سب سے بلند مقام سترہ سو فیٹ بلند نیچے کے سطح سے تھا اس پر دو قلعہ تھے ایک بالا دوسرا پائیں جو پہاڑ کی چوٹی سے تین سو سے چار سو فیٹ تک نیچے واقع تھے۔ اس قلعہ میں باجے پرو دیش پانڈے مہر حوالدار تھا۔ اور نادلی قلعہ کے اندر تھے وہ دشمن کی پیش قدمی کے روکنے کے واسطے ہر مقام پر خوب لڑا۔ مگر دلیر خاں نے ایک برج اڑا کر قلعہ پائیں لے لیا محصورین نے اکثر قلعہ سے باہر آن کر حملے کئے اور مکر و نقب زنوں کو بھگایا۔ مگر وہ آخر کو اپنی پناہ گاہ میں مقیم ہوگئے اور انہوں نے برج اڑا کر نیچے کا قلعہ لے لیا اور اس کے محصورین اوپر کے قلعہ میں جاتے تھے کہ لشکر شاہی نیچے کے قلعہ میں جا کر گھروں کی لوٹ میں پڑا۔ اوپر کے قلعہ والوں نے ان پر آگ برسا کر بھون دیا۔ کچھ نہیں کر

شمشیر برہنہ مغلوں پر حملہ آور ہوئے اور انکو مارا اور پہاڑ سے نیچے اُتار دیا۔ دلیر خاں ہاتھی پر بیٹھا ہوا اپنے آدمیوں کو دیکھ رہا تھا کہ کس طرح قدم بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ جب اس نے اپنے آدمیوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو اس نے اپنی کمان کو خمیدہ کر کے پٹھانوں کے ایک گروہ کو اپنے پاس بلایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا اور بھگوڑوں کو للکارا اور اپنا ہاتھی آگے بڑھایا۔ محصورین مرہٹوں کی طرح فتحیابی سے مغرور ہو کر دلیر خاں کے آدمیوں کے قریب آ گئے اور سخت کوش افغان بھی مادلیوں کی تلوار سے نہ ڈرائے۔ مگر دلیر خاں نے ان کے سردار کو اپنے تیر کا نشانہ بنا کر مار ڈالا۔ سردار کے مرتے ہی سارے مرہٹے ایسے بھاگے کہ انہوں نے قلعہ بالا پر جا کر دم لیا۔ لشکر شاہی نے نیچے کا قلعہ پھر لے لیا مگر اوپر کے قلعہ کی آتش فشانی سے مجبور ہو کر پھر اُسے چھوڑ دیا دلیر خاں نے یہ ناکامی دیکھ کر جانا کہ شمالی طرف پر فتحیابی نہیں ہو سکتی تو اس نے جرگڈہ (رودرمحل) جو ایک چھوٹا سا قلعہ پورندہر کے شمال مشرقی گوشہ میں تھا اور اُس کے بڑے حصہ پر مشرف تھا۔ فتح کر لیا اور اس میں توپ خانہ اوپر کے قلعہ کے توڑنے کے لئے لگا دیا مگر مینھ برسنے لگا۔ اس لئے یہ کام ٹھنڈا ہو گیا۔ لشکر شاہی کا توپ خانہ بڑا خراب تھا گو اُسنے برابر آگ برسائی۔ مگر قلعہ پر اسکا اثر کچھ نہ ہوا۔ محصورین ایسے تنگ ہوئے کہ انہوں نے سیواجی کو اطلاع دی کہ اب ہم قلعہ میں نہیں ٹھیر سکتے۔ انہوں نے قلعہ خالی کر دیا ہوتا اگر سیواجی ان کو یہ نہیں لکھتا کہ وہ جب تک قلعہ کی حفاظت میں کوشش کریں کہ ان کو وہ چلے آنے کے لئے لکھے۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ ان دو قلعوں کی تسخیر کے بعد سات ہزار سوار بسرداری داؤد خاں اور راجہ رائے سنگھ وغیرہ ولایت سیوا کی آباد ملک کی تاخت و تاراج کے لئے بھیجے گئے سیواجی نے یہ ملک غصب کیا تھا۔ دونو طرف سے بڑی کوششیں ہوئیں۔ پانچ مہینے تک لشکر شاہی کو مقابلہ و محاربہ دکا فرکشی سے آرام نہ ملا۔ یہانتک کہ سیوا پور میں جو سیواجی کا آباد کیا ہوا ہے اور قلعہ کنداتہ۔ دکنوار گڈہ میں اُن نے آبادی کا نشان نہ چھوڑا۔ مواشی بیشمار ہاتھ آئے۔ مرہٹوں کی ناگہاں تاختوں اور نمایاں دستبردیوں اور تاریک راتوں

شب خونوں سے اور سر راہ دشوار گذار راہوں کے بند کرنے سے اور جنگلوں کے جلانے سے خیمیں درخت بھرے ہوئے تھے لشکر اسلام کی راہ تردد بند ہوئی اور لشکر پادشاہی کے آدمی اور چوپائے بہت تلف ہوئے۔ آخر کار دشمن شمار سے زیادہ مارے گئے۔ اور مرہٹوں نے راہ فرار اختیار کی۔ لشکر شاہی نے تعدد باقی قلعے مفتوح کئے۔ پھر قلعہ راجگڈھ پر جو سیواجی کا دار الحکومت تھا اور کنڈانہ جس میں اسکے ماوری قبیلے اور خویش رہتے تھے محاربہ و محاصرہ کی نوبت آئی۔ بہادران قلعہ کشا نے محصورین کو تنگ کیا اور ان کے بھاگنے کی راہ کو سب طرفوں سے ایسا بند کیا کہ ہر چند انہوں نے چاہا کہ کوئی جگہ بنا کے قبائل کو یہاں سے نکال کر کسی دشوار گذار مکان میں لیجائیں اور لشکر شاہی کو ان کے تعاقب میں سرگردان کریں مگر یہ وہ نہ کر سکے۔ سیواجی نے اب جانا کہ اس مستقر الریاست ملجا و ماوا کے فتح ہونے کے بعد تمام مال و قبیلہ و عیال اسکے پامال ہونگے اسلئے اُسنے چند نفر زبان فہم راجہ کے پاس بھیجے اور عفو تقصیرات اور بعض باقیماندہ قلعوں کے سپرد کرنے کی اور راجہ سے ملاقات کرنے کی درخواست کی راجہ نے اسکی عیاری اور مکاری پر نظر کرکے اغماض کیا اور یورش کے لئے پہلے سے زیادہ تاکید کی پھر خبر آئی کہ سیوا قلعہ سے نیچے جریدہ آیا اور معتمد برہمن اس کے آئے۔ اُنہوں نے شدید قسمیں کھائیں۔ اور بنایت عجز و زاری کی۔ راجہ نے ان شرائط پر صلح کو منظور کیا کہ جان و آبرو کی امان اس شرط سے دی جائیگی کہ وہ حضور شاہی میں جائے اور اطاعت و نوکری اس وعدہ پر اختیار کرے کہ اس کو عمدہ منصب دیا جائے۔ اسکو ملاقات کے لئے آنے کا حکم دیا جب معلوم ہوا کہ سیواجی کمال عجز سے قریب آگیا ہے تو راجہ نے منشی اُس کے استقبال کے لئے بھیجا اور مسلح راجپوت ساتھ کئے اور تاکید کی کہ اس مکار کے عذر سے خبردار رہیں۔ اور اس کو پیغام دیا کہ اگر وہ صدق دل سے حلقۂ اطاعت کان میں ڈالے گا اور فدویت کا غاشیہ کندھے پر رکھے گا اور قلعہ سپرد کریگا اور احکام حضور کی قبول میں سرافگندہ ہوگا تو بادشاہ اس کی التماس کو قبول کریگا ورنہ اب بھی اس کو اجازت دیجاتی ہے کہ اپنے مکان میں جاکر فاطر خواہ مہلت لیکر سر انجام جنگ میں مصروف ہو۔ اس

باب میں وہ اپنے تئیں مختار جانے اس پیغام کے پہنچنے کے بعد اُسنے انکسار و نیاز سے کہا کہ میں
یہ جانتا ہوں کہ اطاعت و عبودیت میں جان بخشی و امان عرض و ناموس ہے۔ پھر راجہ نے
اپنے عمدہ آدمی اسکے پاس بھیجکر اسکو اعزاز کے ساتھ اپنے پاس بُلایا۔ راجہ کے پاس جب
سیواجی آیا تو اُسے گلے لگایا اور اپنے پاس بٹھایا۔ سیواجی نے خجالت کیساتھ دست بستہ ہوکر
کہا کہ میں بطریق ذلیل مجرم بندوں کی طرح اس درگاہ میں آیا ہوں۔ اب جو آپ کی رائے ہو وہی
رائے ہے خواہ بخشو خواہ مارو اور التماس کیا کہ بڑے بڑے نامی قلعوں کو ولایت کونکن کی ساتھ
بندہائے پادشاہی کے حوالہ کرتا ہوں اور اپنے بیٹے کو حضور کی خدمت کے لئے بندہائی.....

..... جان نثار کے جرگہ میں دیتا ہوں
اور خود امیدوار رہوں مگر ایک سال کی مہلت ملے۔ پادشاہ کی قدمبوسی کے بعد بندہائے متعلق
الحنان کے دستور کے موافق جو اپنی انقطاع و صوبجات میں رہکر خدمت کرتے ہیں مع اپنے
قبیلہ و عیال کے ایک دو چھوٹے قلعوں میں رہونگا اور جسوقت اور جس جگہ کسی پادشاہی عدہ
کار کے لئے حکم ہوگا۔ جان و مال سے حاضر ہونگا اور طریقہ جانفشانی کی تقدیم کرونگا۔ راجہ نے
اسکی تسلی کرکے دلیر خاں پاس بھیجا اور محاصرہ سے سپاہ کے اُٹھا لینے کا حکم دیا۔ سات ہزار
مرد و زن و اطفال قلعبند ہوئے تھے جنکو امن دیا گیا اور وہ قلعہ سے باہر آئے توپ خانہ مع ذخیرہ
و اسلحہ اور وہ چیزیں کہ قلعہ کے آدمی اپنے ساتھ نہ لیجا سکے سرکار میں ضبط ہوئے اور قلعہ میں لشکر
شاہی آیا۔ دلیر خاں نے سیواجی کو شمشیر و جمدھر مرصع و دو اسپ عربی مع ساز طلا اپنی طرف سے
تواضع کئے اور اُسکو راجہ کے پاس لایا۔ اسکا ہاتھ پکڑ کر راجہ کے حوالہ کیا راجہ نے بھی اسکو خلعت
و اسپ و جیغہ و فیل عطا کیا اور از سر نو جان و آبرو کی امان کے عہد سے اسکا اطمینان خاطر کیا۔
سیواجی نے پختہ کاری سے ایک ساعت شمشیر باندھکر پھر کھول ڈالی اور کہا کہ میں بے
سلاح کمربستہ ہوکر خدمت کرونگا۔ مدت سے سیواجی کے گرویدہ اور رجوع لانے کا
مذکور تھا راجہ نے حضور کو لکھا اور عفو تقصیرات کا فرمان طلب کیا۔ وہ فرمان کا منتظر تھا

کہ اتفاقات سے اُسی روز گرزبردار مع فرمان اور خلعت بادشاہ کے پاس لے آئے۔ راجہ سیواجی کو استقبال و تسلیمات کے آداب بجالانیکے لئے ارشاد ہوا۔ سیواجی نے اسکے مطابق عمل کیا۔ تین گروہ سے پیادہ پا استقبال کے لئے دوڑا اور تقدیم آداب میں کوشش کی۔ جان بخشی کے فرمان و خطا بخشی کے خلعت پر بڑا فخر کیا۔ بادشاہی عنایات و فضل کے سرور سے جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ قیل وقال عذر آمیز کے بعد قلعوں کے سپرد کرنے کے باب میں یہ قرار پایا کہ کل پینتیس قلعوں میں جنپر اسکا تصرف تھا ۲۳ قلعوں کی کنجیاں جو سابق وحال میں مفتوح ہوئے تھے۔ مع جمع فصول دس لاکھ ہُن (چار لاکھ روپیہ) کے بادشاہی آدمیوں کو حوالہ کرے اور بارہ چھوٹے قلعے کہ حاصل اپنے آدمیوں کے تصرف میں رکھے۔ اسکا آٹھ برس کا بیٹا سنبھاجی کے نام منصب پنجہزاری کا حضور سے عطا ہوا تھا افواج شائستہ کے ساتھ جب تک حضور میں روانہ ہو راجہ کی خدمت کرے اور خود سیواجی مع اپنے عیال کے ان پہاڑوں میں اپنے ملک پامال شدہ کی آبادی میں مشغول ہو اور جسوقت کسی کاروبار بادشاہی کے لئے طلب ہو تو حاضر ہو۔ رخصت کے وقت پھر سیواجی کو خلعت و اسپ جیغہ و شمشیر و فیل دیا گیا اور ہتھیار باندھنے کی تکلیف دی۔ اسکے بیٹے کو پنجہزاری منصب کی تسلیمات کیلئے حکم دیا گیا۔

کرنیل ڈف نے قلعہ پورندھر کے محاصرہ کی نسبت جو لکھا ہے وہ ہمنے اوپر لکھا ہے۔ اب باقی حالات جو اسواقعہ کے لکھے ہیں ہم اُسے لکھتے ہیں۔

جب جے سنگھ اورنگ آباد میں آیا ہے تو سیواجی ساحل سمے رائے گڈھ میں آیا اور اُسنے اول دفعہ اپنے تمام اراکین کو مشورہ کے لئے جمع کیا۔ نیتاجی پالکر جسکا فرض یہ تھا کہ وہ دشمنوں کی حرکات کو دیکھتا رہتا وہ اپنے سواروں کے ساتھ دور چلا گیا سیواجی نے گو اُسکو معزول کرنا مصلحت ملکی کے خلاف جانا مگر اسکی اس خطا کو کبھی معاف نہیں کیا منوچی سے کیفیت نقل کرتا ہے کہ (نیتاجی کو رشوت دیگئی تھی یہ امر نہ مرہٹوں کی نہ مسلمانوں کی تاریخ میں لکھا ہے) دشمن

کی سپاہ جو تعاقب میں آئی اُسکے دفع کرنے میں کارتوجی نے چستی و چالاکی دکھائی مگر کسی خاص فتحیابی میں نہیں اُسنے دشمن کی سپاہ کو کئی دفعہ دانشمندی سے ہزیمت دی۔
راجہ جے سنگہ کی بڑی ناموری نے اور اسکی سپاہ کی شوکت و قوت نے اور اسکے ہمراہیوں کی جرأت نے سیواجی کے دل میں ہیبت پیدا کی۔ دیبی بھوانی نے بھی اُسکو ڈرایا کہ وہ اس راجپوت راجہ سے لڑنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔ اس وہم نے بھی اُسکو ستایا۔ گو ان باتوں سے اسکا دل بالکل نہیں بیٹھ گیا۔

ابتدا سے سیواجی راجہ جیسنگہ پاس اپنے پاس پیغام سلام بھیجتا اور راجہ اسکی اطمینان خاطر کرتا تھا مگر وہ اپنے دشمن کی خصائل سے خوب واقف تھا اسلئے وہ اپنی لشکر کی تیاری میں تساہل نہیں کرتا تھا۔ سیواجی نے اپنی پہلی تدابیر پر عود کیا کہ شاہی اطاعت و خدمتگیجے اور جو ملک حاصل کیا ہے اسمیں سے کچھ لے لیجے۔ اس خیال سے اُسنے رگھوناتھ پنت اورنیاے شاستری کو جے سنگہ پاس بھیجا جسنے اُنکی باتو نکو سُنا اور جواب دیا اور سیواجی کی عرضو نکو مان لیا۔ مگر اسکو سیواجی کا اعتبار جبتک نہ ہوا کہ رگھوناتھ پنت نے راجہ کو یہ یقین دلادیا کہ اس معاملہ میں سیواجی کا کوئی فریب نہیں ہے۔ جے سنگہ نے کہا کہ سیواجی راجپوت کی بات کو پتھر کی لکیر سمجھکر اپنا اطمینان خاطر رکھے کہ بادشاہ فقط اسکی تقصیر ہی نہیں معاف کریگا بلکہ اسپر عنایات کریگا جب مصالحت کی یہ گفتگو ہو رہی تھی تو سیواجی راے گڈھ سے پرتاب گڈھ کو گیا اور یہاں سے جولی یہ معلوم نہیں کہ کیوں گیا۔ مگر ظاہرا اسطرح جانے میں اپنی راہ کو اپنی سپاہ سے چھپایا۔ جولائی ۱۶۶۵ء میں تھوڑے آدمیونکے ساتھ پہاڑ سے اُترا اور سیدھا راجہ کے لشکرگاہ میں چلا گیا اور وہاں اپنے تئیں سیواجی راجہ ظاہر کیا راجہ نے اپنا آدمی اسکے لانیکے لئے بھیجا جب وہ نزدیک آیا تو اسکے استقبال کے لئے خیمہ سے باہر آیا اور اندر لیجاکر اسکو گلے لگایا اور پاس بٹھایا۔ رگھوناتھ پنت سے جو باتیں کہلا بھیجوائی تھیں اُن پر اُسکو اطمینان خاطر دلایا سیواجی نے کچھ عجز و انکسار کی باتیں بنائیں۔ راجہ نے اُسکو اپنے قرب کے خیموں میں اُترنے

کے لئے رُخصت کیا۔ دوسرے روز سیواجی دلیرخاں سے ملنے گیا جو پورندھر کے محاصرہ میں لگ رہا تھا۔ اور مصلحت میں وہ رازدار نہ تھا اسلئے وہ خفا ہو رہا تھا اُسنے دھمکایا کہ جب تک میں پورندھر کا پیچھا نہیں چھوڑونگا کہ اُسکے ایک ایک آدمی کو مارلونگا مگر یہ خالی دھمکی ہی دھمکی تھی۔ سیواجی نے خود قلعہ کی کنجیاں اُسکو حوالہ کیں اور کہا کہ میرے قلعے اور ملک آپ ہی کے ہیں۔ میں تقصیر کی معافی چاہتا ہوں۔ تجربہ نے مجھے بتلادیا کہ ایسی سپاہ سے لڑنا بیوقوفی ہے کہ جسکے سپاہیوں سے اورنگ زیب کو فخر ہو۔ مجھے امید ہے کہ میں پادشاہی ملازموں میں داخل ہونگا۔

جب سیواجی لشکر شاہی میں آیا تو لڑائی موقوف ہوئی اور کئی دفعہ صلاح ومشورہ ہوکر ان شرائط پر صلح ہوگئی بشرطیکہ پادشاہ انکو منظور کرے جو سنگہ اسکا ضامن تھا جسکے بغیر سیواجی اپنے تئیں لشکر شاہی میں امن نہیں جانتا تھا۔ اول دفعہ یہ تھی کہ سیواجی نے جو قلعے یا ملک پادشاہی تسخیر کئے تھے انکو وہ چھوڑتا ہے ۳۲ قلعے جو ملک نظام شاہی میں اُسنے فتح کئے تھے۔ یا خود بنائے تھے ان میں سے بیس بیسنگہ کو حوالہ کئے جنمیں پورندھر اور سنگھڑ بھی تھے اور جو ملک ان قلعوں سے متعلق تھے وہ بھی حوالہ کیا بارہ قلعے جو اُسنے اپنے پاس رکھے انکے نام یہ ہیں (۱) راجگڈھ (۲) ٹورنا (۳) راے ری (راے گڈھ (۴) کنگاہ (۵) مہر گڈھ (۶) بالاگڈھ (۷) گوسالہ (۸) الیس واری (۹) بالی (۱۰) بھوریپ (۱۱) کنواری (۱۲) اودے دروگ۔ ان سب قلعوں کے ملک کی جمع سالانہ ایک لاکھ ہُن تھی اور باقی اور ملک جو اسکی جاگیر میں پادشاہ کی طرف سے دیا گیا اس پاس تھا دوم دفعہ اسکے آٹھ برس کے بیٹے سنبھاجی کو منصب پنجہزاری ملا۔ شرائط صلح میں ایک بڑی بات جو سیواجی نے چاہی وہ یہ تھی کہ بیجاپور کے ممالک مقبوضہ سے کچھ خراج وصول کرے غالباً اسکی یہ درخواست اس سبب سے تھی کہ وہ ملک نظام شاہی میں وراثت کا ادعا کرتا تھا اور پادشاہ کو جو کچھ ملک اُسنے دیا تھا اُسکا معاوضہ چاہتا تھا

راجہ جے سنگھ کا اورنگ زیب کے ساتھ مہم کے انفراغ کے بعد ملک بیجاپور کی تسخیر اور عادل شاہ کی تنبیہ کے لیے جانا

گھاٹ پر بعض اضلاع تھے انکی مالگذاری پر چوتھ یعنی چوتھائی حصہ اور سردیشمکھی یعنی دسواں حصہ وہ خود حاصل کرنا چاہتا تھا اور اسکا اسکو ایسا شوق تھا کہ اسکے ملجانے پر وہ راضی تھا کہ تین لاکھ روپیہ سالانہ قسط کے حساب سے چالیس لاکھ روپیہ بطور پیشکش کے ادا کرے اورنگزیب نے یہ شرط منظور نہیں کی۔ باقی شرائط صلح کی منظوری کا فرمان بھیجدیا۔

شیوا جی نامہ میں مقبوضہ ۳۲ قلعونکے نام یہ لکھے ہیں (۱) پورندہر (۲) رودرمال (رودرمحل) (۳) گندانہ (۴) کھنڈاکلہ (۵) لوہ گڈھ (۶) ایساگڈھ (۷) پٹکی (۸) تکونہ (۹) روہیڑہ (۱۰) تارودگ (۱۱) ماموی (۱۲) بھندار درک (۱۳) یکس کھول (۱۴) روپ گڈھ (۱۵) بکٹ گڈھ (۱۶) مورنجن (۱۷) مانک گڈھ (۱۸) سروپ گڈھ (۱۹) ساکر گڈھ (۲۰) دوک گڈھ (۲۱) انکولہ (۲۲) سون گڈھ (۲۳) مان گڈھ۔ ۱۹ ذی الحجہ کو قلعہ پرندر کی فتح ہونے کی اور سیواجی کے آنے کی کیفیت مہاراجہ جے سنگ کی عرضداشت سے بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اُسنے شادیانے بجوائے اور راجہ کو خلعت خاص و شمشیر خاصہ و جاہ منصب سے سرفراز کیا اور اور امرا کو جو اس مہم میں شریک تھے نہال کردیا۔

شاہجہان کی علالت کے وقت اورنگ زیب علی عادل شاہ کے درمیان جو معاملہ ہوا تھا وہ یاد ہوگا کہ علی عادل شاہ نے ایک کروڑ روپیہ پیشکش ادا کرنیکا وعدہ کیا تھا۔ جب اورنگ زیب دکن سے چلا آیا۔ داراشکوہ و شجاع کے ساتھ لڑائیوں میں مصروف ہوا تو والی بیجاپور نے پیشکش کے بھیجنے میں تعلل اور تاخیر کی اور ایک مدت لیت ولعل و لطائف الحیل و حیلہ حوالوں میں گذاری۔ جب فرمان شاہی ادا پیشکش کی تاکید میں جاتا تو بیجا بہانے اور عذر بناتا۔ باوجودیکہ حکام ماضیکے اندوختے جمع تھے لیکن وہ اپنی ناداری ظاہر کرتا اور شرمساری دکھاتا۔ باوجود ان تقصیرات کے جب سیواجی نے اسپر غلبہ و تسلط پایا اور اُسنے بعض قلعوں کو تنگ کیا جو اسکے قریب الجوار تھے قریب تھا کہ وہ عظیم الشان قلعہ پنالہ کو فتح کرلیتا تو متواتر عادل خاں نے عرائض بھیجیں کہ سیواجی

کا کسی طرح تسلط رفع ہو۔ اور میں اب پہلے اور حال کی پیش کش بھیجتا ہوں پادشاہ نے سیواجی کو فرمان بھیجا جسمیں بہت کچھ اسکو دھمکایا اور افواج دکن کو لکھ بھیجا کہ سیواجی کی تنبیہ و تادیب میں مصروف ہو۔ سیواجی افواج شاہی کے مدافعت میں اور اپنے قلعوں اور ولایت کی محنت میں مصروف ہوا۔ عادل خاں اسکے شر سے محفوظ ہوگیا۔ لشکر شاہی کے سرداروں کی سوء تدابیر سے اور کچھ اور موجبات و اسباب سے اس مہم میں امتداد ہوا۔ اور کچھ گلجھڑیاں اُسمیں پڑگئیں۔ جب سیواجی اور زیادہ خیرہ ہوگیا تو پادشاہ نے عادل خاں کو فرمان لکھا کہ وہ اپنی فوج سیواجی کے دفع کرنے کیلئے تعین کرے ایک طرف سے لشکر شاہی اسکے استیصال و دفع میں کوشش کرے اور دوسری طرف سے لشکر بیجاپور اسکا قلع و قمع کرے۔ عادل خاں نے پادشاہ کے حکم سے سیواجی کی حدود میں کچھ لشکر تعین کیا جس سے ظاہر میں یہ معلوم ہوا کہ وہ پادشاہ کی اطاعت کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ سمجھتا تھا کہ سیواجی کے فساد کا مٹنا بالکل میری خرابی حال کا مقدمہ بنے گا۔ وہ یہی بہتر جانتا تھا کہ لشکر شاہی اور اہل بیجاپور کے درمیان سیواجی حائل رہے اسلئے اُس نے اپنی مصلحت کار کے لئے اسکے ساتھ یک دلی و موافقت کے نامہ و پیام و عہود و مواثیق شروع کئے اور اسکے ساتھ متفق و ہمداستان ہوا اسکی امداد میں کوشش کی اور اقطاعات حوالہ کئے نقود اور اور مایحتاج بھیجے اور قطب الملک والی گولکنڈہ کو اسکی مدد و کمک کیلئے آمادہ کیا کہ اسکو روپیہ بھیجے اور باوجود ان حرکات کے پادشاہ کو بھی عرائض بھیجتا اور اپنے صدق عقیدت و رسوخ ارادت ظاہر کرتا۔ پادشاہ کو جب یہ سارا حال معلوم ہوا تو اُسنے راجہ جے سنگھ کو حکم بھیجدیا کہ اب سیواجی کی مہم سے تم کو فراغت ہوئی۔ سیواجی سے جو تم کو قلعے اور ولایتیں ہاتھ آئیں ہیں ان کا بندوبست کرکے بیجاپور کی ولایت کی تاخت و تاراج کرو اور بیجاپور کے نیچے جاکر اُس کا محاصرہ کرو اور جو کچھ اسکے ملک سے ہاتھ آئے اُسے لے لو کہ عادل خاں خواب غفلت سے بیدار ہو۔

جب پادشاہ نے راجہ جے سنگھ پاس یہ فرمان بھیجا تو پادشاہ کو جشن وزن شمسی چہل و ہشتاد

سال کے دن معلوم ہوا کہ عادل خاں اپنے سوابق جرائم و تقصیرات کو دیکھکر خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور لشکر کے متعین ہونے سے اُسکے دل میں خوف پیدا ہوا تو ملا محمد تاتیہ کو اپنے اصلاح کار و مراسم ندامت و اعتذار و تجدید مراتب قول و قرار کے لئے راجہ جے سنگھ پاس بھیجا۔ یہ ملا عربستان کے شرفا نو آمد میں سے تھا۔ وہ لیاقت و استعداد کے کمال سے آراستہ تھا۔ بحسب ظاہر تو سفارت کے لئے عادل شاہ کے پاس سے آیا تھا اور اصل میں اسکا ارادہ پادشاہ کے پاس جانے کا تھا اور اس کی نوازش و فضل و کرم کا امیدوار تھا۔ راجہ جے سنگھ نے جب پادشاہ کو اُس کے آنے کا اور اُسکے ارادہ کا حال لکھا تو پادشاہ سے اُس کو منصب شش ہزاری شش ہزار سوار سے سرفراز کیا اور اپنے پاس بُلایا اور راجہ کو خفیہ کہلا بھیجا کہ جب وہ حضور میں آئے گا تو سعد اللہ خاں کا خطاب پائیگا اور فراخور استعداد عمدہ خدمت سے سرفراز ہوگا لیکن وہ پادشاہ پاس نہیں پہنچنے پایا تھا کہ احمد نگر کی راہ ہی میں سفر آخرت پیش آیا۔ پادشاہ نے اسکے بیٹے اسد اللہ کو بُلایا اور جب وہ آیا تو منصب ہزاری و پانصدی و خطاب اکرام خاں سے سرفراز کیا۔

مرزبان تبت ولدن بمثل سرکشوں کے گروہ میں تھا اور کشمیر کے صوبہ دار سے رجوع نہیں کرتا تھا اور پادشاہ کا سکہ و خطبہ جاری نہیں کرتا تھا۔ پادشاہ نے سیف خاں صوبہ کشمیر کو حکم صادر کیا کہ کسی معتمد فہمیدہ کار کی معرفت اس پاس پیغام نصیحت آمیز بھیجے کہ وہ راہ ضلالت سے بازگشت کرے اور اطاعت قبول کرے اور خطبہ و سکہ اپنے ہی جاری کرے اور مسجد اسلام بنائے اور کفر سے باز رہکر شاہراہ ہدایت پر آئے اور اسکو پادشاہی عنایت کا امیدوار کرے اگر وہ یہ باتیں نہ مانے تو اُسپر چڑھائی کرے اور اُسکے ملک کو پامال کرے اور اسی مضمون کا وعدہ و وعید زیر فرمان صادر بمثل مرزبان کے نام صادر کیا۔ سیف خاں نے حکم اور فرمان بھیجنے کے لئے محمد شفیع

قبیت میں پادشاہ کا خطبہ و اجرا اور سعد اللہ کا منصب

ملازم شاہی کو فرمان مذکور دیکر تبت روانہ کیا۔ مرزبان نے اس فرمان کو سنکر اول تو فاسد فکر کئے لیکن آخر کو اپنی بہبود کار پادشاہ اسلام کے حکم کی اطاعت میں جانی پہلے ہی جمعہ کو اہلِ شہر کو سوا د تبت سے باہر جمع کیا۔

پادشاہ محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر غازی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور خطیب کے سر پر سونے چاندی کے پھول نچھاور کئے اور خلعت فاخرہ دیا اور مسجد بنائی جسکا نقشہ اور دو ہزار اشرفیوں اور نو ہزار روپیہ کے تازہ سکہ عالمگیری کے نام کے اور اس ولایت کے تحفے حضور میں بھیجے۔ عرضداشت مع نذر فرمان کے جواب میں کمال رسوخیت وعبودیت ظاہر کرکے محمد شفیع کے ہاتھ روانہ کی اور محمد شفیع اور اسکی ہمراہیوں کی خدمتگاری شایان کی

سرزمین تبت میں اکثر ویرانہ اور لا حاصل دشت ہیں کہ کشت وکار کے قابل نہیں۔ اور انسے محصول کچھ نہیں حاصل ہوتا لیکن طولیں سوائے بیجاپور کے کوئی صوبہ اسکو نہیں پہنچتا چار پانچ مہینے کی راہ ہے اور عرض اسکا بعض جگہ یک ماہ اور بعض جگہ ڈیڑھ مہینے کی راہ ہے اور ہندوستان میں اسکی وسعت کی برابر کوئی صوبہ نہیں ہے۔ لیکن محصول اسکا اسقدر کم ہے کہ اور صوبوں کے ایک بڑے پرگنے سیر حاصل کی برابر ہے اور کوئی مکان لا منفع اس کی برابر نہ ہوگا۔ اسلئے کسی پادشاہ نے وہاں خطبہ وسکہ جاری کرنے کا حکم نہیں کیا۔ ان دنوں میں حکم کے بموجب شاہزادہ محمد معظم دکن سے آیا اور اپنا نونہال معزالدین ہمراہ لایا۔ اسی سال میں شاہ جہاں کا بھی انتقال ہوا۔ جسکا بیان ظفرنامہ میں مفصل کیا گیا۔

ولایت رخنگ

ولایت رخنگ جو عبارت ولایت اراکان سے ہے بنگالہ کی سرحد سے متصل ہے وہاں ایک قوم مگھ رہتی ہے وہ فرصت وموقع دیکھکر لوارہ اور توپ خانہ اور جمعیت کو ساتھ لیکر سرحد بنگالہ پر آتے جو مواضع اُنکے سر راہ پڑتے اُنکے رہنے والوں اور رعایا کو ستاتے۔ اگرچہ ان ندی اور دریاؤں کے کنارہ پر جنمیں انکی آمد ورفت ہوتی تھی

حفاظت کے واسطے قلعے اور تھانے بنا دئے گئے تھے اور کام کے آدمی وہاں مقرر کر دئے تھے۔ اور ہمیشہ دریاؤں پر نوارہ پادشاہی سیر کرتا تھا اور ان کی دستبردی کی خبر رکھتا تھا مگر ان کو روے سب پر حرب و پیکار میں کثرت مزاولت سے بڑا ملکہ و مہارت ہے اور انکی جنگی کشتیاں سامان توپخانہ متانت و استحکام کے اعتبار سے نوارہ بنگالہ پر مزیت رکھتی ہیں۔ انکی راہ جسارت بالکل مسدود نہ ہوئی تھی جب انکو قابو ملتا تھا سواحل کی رعایا و رہنے والوں پر دہ دست درازی کرتے۔ اور اسکا مال اسباب لوٹ لیتے اور ہندو مسلمان زن و مرد کو قید کر کے لیجاتے اور بعض اوقات ولایت شاہی میں آنکر بڑی خرابی مچاتے۔ چنانچہ ایک دفعہ وہ جہانگیر نگر میں بہت لوٹ مار کر کے بہت آدمیوں کو قید کر کے لے گئے تھے۔ جب عالمگیر کو معلوم ہوا کہ انکا نوارہ سرحد بنگالہ پر آگیا ہے تو اُسنے صوبہ بنگالہ کے سپہ دار شائستہ خاں کو حکم بھیجا کہ وہ ایسے نئے قلعے بنائے اور تھانہ بٹھائے کہ ولایت بادشاہی میں قوم مگھ کے آنے کی راہ بالکل مسدود ہو جائے۔ اور بعد اسکے ورولایت رخنگ میں قلعہ چاٹگام کو فتح کرے وہ ملک رخنگ کی فتح کی کنجی ہے۔ اُسپر تصرف کرنیسے ولایت بنگالہ پر ان کی دست اندازی بند ہو جائیگی سپہ دار بادشاہ کے حکم کی تعمیل کے لئے مستعد ہوا۔ تھانہ سنگرام گڈھ و بہلوہ و چکدیہ سے پرے دریا رشور کے متصل تھانہ نواکھالی تھا۔ وہانسے چاٹگام قریب تھا۔ ملک پادشاہی میں مگھ کا نوارہ اُسکے قریب ہو کر آتا تھا۔ اور وہانسے اس نوارہ کی کیفیت و کمیت ساری نظر آتی تھی۔ ابراہیم خاں کی صوبہ داری کے عہد میں لشکر شاہی کی جماعت محافظت کرتی تھی اسلئے امیر الامرا نے اس تھانہ کے استحکام کو مقدم جانا اوائل سفر میں اپنے نوکر سعید خان کو پانسو تیر انداز و تفنگچی پیادوں کے ساتھ اسکی حراست کے لئے بھیجدیا تھا۔ سنگرام گڈھ جسکو اب عالمگیر نگر کہتے ہیں اور وہاں دریا جُدا ہوتے ہیں اور وہ مگھہ کا گذرگاہ ہے وہاں محمد شریف فوجدار بندر ہگلی کو پانسو برق انداز و تیر اندازوں اور ایک ہزار پیادوں کے ساتھ تھانہ دار مقرر کیا۔ اور چھوٹی بڑی بیس توپیں بھیجدیں اور محمد بیگ اباکش و ابوالحسن کو نوارہ دیا کہ وہ باری باری سے سری پور میں دریا میں پھرا کریں۔ سری پور سے عالمگیر نگر تک ۲۱ کروہ کا فاصلہ ہے

اسپر آل بنائی کو برسات کے موسم میں آمد و رفت ہو سکے اور کومک اور آذوقہ کی راہ نہ بند ہو۔ سو
کا زمیندار دلاور تھا وہ بظاہر تو بادشاہ کی اطاعت کرتا تھا اور در پردہ اپنی مصلحت کار کے
قوم گھ سے اتفاق رکھتا تھا اسکو ابوالحسن نے لکھا کہ وہ روے آب پر نوارہ کی سیر میں متعین
اُس نے وعدہ کیا کہ میں نواکھالی میں عنقریب لجاؤنگا۔ جب اُسنے وعدہ پورا نہیں کیا تو
خود سوندیپ کا عازم ہوا۔ جب وہ اُس سرزمین میں آیا تو دلاور جنگ سے پیش آیا
ابوالحسن نے اسکو مغلوب کیا تو وہ اس جزیرہ کے قلعہ میں محصور ہوا۔ لشکر شاہی نے
قلعہ کو جبراً و قہراً لے لیا تو وہ جنگل میں جاکر چھپا اور اپنے متفرق آدمیوں کو جمع کر
سات آٹھ ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ ابوالحسن سے لڑا۔ دو زخم کھاکر جنگل میں بھاگ
بہت آدمی اسکے اور تھوڑے آدمی شاہی ضائع ہوئے۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ رخنگ
کا نوارہ آیا ہے۔ ابوالحسن پاس اتنے آدمی نہ تھے کہ وہ اس نوارہ سے لڑے کو
اور جزیرہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ جاتا۔ اسلئے وہ سب اپنے آدمیوں اور نوارہ کو
لیکر لڑنے کے لئے آیا رخنگ کی سپاہ نے جنگ میں مصلحت نہ دیکھی وہ اپنے
نوارہ کو ایک طرف لے گئے۔ ابوالحسن بھی اپنی مصلحت دیکھکر نواکھالی میں آگیا۔ جب
امیرالامرا کو اسکی خبر ہوئی تو اسنے ابن حسین داروغہ نوارہ اور اور امرا منصبدار
ایک ہزار پانسو آدمی توپخانہ کے اور چار سو سوار اپنے تابینیوں کے ابوالحسن کی کمک کے
لئے بھیجے اواسط جمادی الآخرہ میں ابوالحسن نے جاکر جزیرہ سوندیپ کو فتح کر لیا
کے کنارہ پر نئے قلعے مخالفوں نے بنائے تھے۔ اُن پر قبضہ کر لیا۔ دلاور کے بہت آدمی
مارے گئے اسکا بیٹا شریف زخمی ہو کر دستگیر ہوا۔ دلاور جنگل میں ایک اپنی
میں چلا گیا اسکے آدمی جو بھیڑوں کی طرح جنگل میں چھپے تھے۔ بادشاہی لشکر نے
انکا شکار کیا اور دلاور کو مع اہل و عیال دستگیر کیا اور بانوے آدمی اسکے مردوں سے
زمیندار کے ساتھ امیرالامرا پاس بھیجدیئے جزیرہ کی حراست عبدالکریم برادر

کے سپرد کی ۔ دو سو سوار اور ایک ہزار پیادے بندوقچی مقرر کردئے چاٹگام کی
تسخیر کے لئے ان فرنگیوں کی استمالت مقدمات ضروری میں تھی جو وہاں سکونت اور
زمیندار رخنگ سے موافقت رکھتے تھے اُن کو خطوط وعدوں کے لکھے گئے اور اُن
فرنگیوں کو دئے جو ولایت بنگالہ میں رہتے تھے کہ وہ اپنی تحریروں کے ساتھ چاٹگام کے
فرنگیوں پاس بھیجدیں ۔ اتفاقاً ان نوشتوں میں سے چند کرام کبری کے ہاتھ پڑ گئے
جسکو زمیندار رخنگ نے سوندیپ لینے کے لئے بھیجا تھا اُسنے ان نوشتوں کو زمیندار رخنگ
پاس بھیجدیا ۔ اسلئے وہ فرنگیوں سے بے اعتماد ہوگیا ۔ اسنے کرام کبری کو لکھا کہ اس فریق
کے متعلقوں کے چاٹگام سے رخنگ کو بھیجدے ۔ فرنگیوں کو جب اسکی اطلاع ہوگئی
اہل رخنگ سے مخالفت ومحاربہ پر تیار رہوئے اور ان کی کشتیوں کو جلاکر مع اپنے
اتباع اور کشتیوں کے ولایت بنگالہ میں پادشاہی ملازمت کے لئے آئے ۔ ۱۲ جمادی
الاخرہ کو پچاس جلیہ فرنگی کہ توپ وتفنگ اور تمام آلات جنگ سے پُر تھے اور چاٹگام کے
فرنگیوں کا کل گروہ تھانہ نواکھالی میں داخل ہوا ۔

وہاں تھانہ دار بہلوہ نے اُنکے چند سردار امیر الامرا پاس بھجوائے باقی کو اپنے پاس رکھا
امیر الامرا نے انکی بڑی خاطرداری کی اور اسکو چاٹگام کی فتح کے لئے تائید آسمانی سمجھا
امیر الامرا نے اپنے بیٹے بزرگ امید خاں کو دو ہزار سوار اپنے تابینوں اور چند امرا منصب دار
اس مہم کے لئے مقرر کیا اور ۲۷ ماہ مذکور کو رخصت کیا ۔ فرنگیان چاٹگام کا سرگروہ
جسکا نام مورتھا وہ بھی اس مہم میں شریک کیا گیا اور کمال پسر زمیندار سابق رخنگ جو آزردہ
بادشاہ کی اطاعت میں آیا تھا ۔ وہ بھی اپنے قوم کی سرگروہی کا امیدوار ہوکر اس
میں شریک ہوا یہ سارے لشکر چلے ۔ دشمن سے ۲۲ رجب کو چاٹگام کے قریب لڑائی ہوئی
دشمن کی جانب میں بھی کچھ فرنگی آگئے تھے ۔ بادشاہ کی طرف کپتان مور تھا ۔ خلاصہ یہ ہے
کہ چار لڑائیاں ہوئیں طرفین کے آدمی مارے گئے اور ولایت قلعہ چاٹگام

بادشاہی سپاہ نے فتح کرلیا حاکم چاٹگاؤ جو زمیندار رخنگ کا چچازاد بھائی تھا مع بیٹے اور خویشوں اور تین سو پچاس آدمیوں کے گرفتار ہوا۔ اور ایکسو بتیس ۱۳۲ کشتیاں اور ایکہزار چھبیس توپیں چھوٹی بڑی آہنی و برنجی اور انکے موافق توپ خانہ کا اور مصالح مع تین ہاتھیوں کے سرکار شاہی میں ضبط ہوا۔ سنگرام نگر کا نام عالم نگر اور چاٹگام کا نام اسلام نگر رکھا گیا جس سرزمین میں کہ ابتک آفتاب نور محمدی نہیں چمکا تھا اسمیں اذاں دیگئی۔ بزرگ امید خاں نے فتح نامہ مع قیدیونکے حضور شاہی میں بھیجا اور مورد عنایت ہوا۔

سوانح سال نہم جلوس سنہ ۱۰۷۶ھ

بادشاہ نے شروع جشن میں نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ پر تین لاکھ روپیہ کا اضافہ کیا اور دس ہزار اشرفی نقد مرحمت کیں۔ اشرفی کا بھاؤ سترہ روپیہ کا تھا اور شاہزادہ محمد معظم کو دو لاکھ روپیہ نقد دئے اور دو ہزار سوار کا اضافہ کیا۔ اور اس طرح اور بادشاہزادوں و بیگموں کا اضافہ ہوا اور انکو نقد روپیہ عنایت ہوا۔

ولایت بیجاپور کی تاخت و تاراج اور دکنیونسے لڑائیاں

ہم اس مہم کا حال آغاز سے انجام تک بہ تفصیل یکجا لکھتے ہیں۔

جب راجہ جے سنگھ سیواجی کی مہم سے فارغ ہوا تو ۲۲ جمادی الاولی سال گذشتہ کو مع کل افواج اور دلیر خاں و داؤد خاں و راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خاں و سیواجی قلعہ پورندھر سے مقصد کی طرف راہی ہوا۔ راجہ جے سنگھ پاس بارہ ہزار سوار تھے وہ قول میں رہے۔ سیواجی پاس پندرہ سو سوار اور سات ہزار پیادے تھے اور وہ قول کے دست چپ میں متعین ہوا اور دلیر خاں کو ہراول سپرد ہوا اور سات ہزار سوار اسکے ساتھ ہوئے۔ داؤد خاں کو برانغار حوالہ ہوا۔ چھ ہزار سوار اسکی ہمراہی کے لئے مقرر ہوئے۔ راجہ رائے سنگھ سیسودیہ کو جرانغار سپرد ہوا۔ چھ ہزار سوار سے زیادہ اسکو سپرد ہوئے۔ قطب الدین خاں کو چندا[illegible] کی۔ کیرت سنگھ کو التمش کی اور فتح جنگ خاں کو طرح کی اور قباد خاں کو

قراولی کی سرداری ملی شہوار خاں اور ترک تاز خاں کو یہ خدمت سپرد ہوئی کہ لشکر کے
بائیں طرف دور دور قراولی کرتے ہیں۔ دو منزل لشکر چلا تھا کہ بہلول خاں کا پوتا
محمد جو عادل خاں کے سرداروں میں تھا اپنے آقا سے جدا ہوگیا اور راجہ سے آن ملا
شریک کار بلکہ ولایت بیجاپور کے فرمان روا اور باشندوں کے ملک و جان و مال کے
استیصال کا رہنما بنا۔ پادشاہ کو جب اسکے آجانیکا حال معلوم ہوا تو اُسکو پنجہزاری چہار
ہزار سوار کا منصب عطا کیا۔ وہ لشکر کی جانب یمین میں طرح مقرر ہوا۔ خافی خاں لکھتا ہے
لشکر کی موجودات سے معلوم ہوا کہ تیس ہزار قلمی اور ۲۵ ہزار موجودی تھے، رجمادی الآخر کو
لشکر سے دس کوس پر قلعہ پلٹن (پھل تن) ولایت بیجاپور کی سرحد پر تھا۔ نیتاجی لشکر کے
ساتھ اس کی فتح کے لئے بھیجا گیا۔ جب نیتاجی قلعہ کے نیچے آیا تو اہل قلعہ نے خوف کے
سبب سے قلعہ خالی کردیا اور خود بھاگ گئے۔ راجہ نے مارو جی اور بہلاد جی کو قلعہ کی حراست
سپرد کی۔ ۱۱ رکو دریا، نیرا پر لشکر پہنچا۔ یہاں سے قلعہ پلٹن قریب تھا۔ راجہ اسکی سیر کو گیا
حاجی خاں یہاں کا زمیندار اسکی خدمت میں آیا اور مورد عنایت ہوا۔ نیتاجی کو قلعہ منگل
بیڑہ (منگل ویڑہ) کی فتح کے لئے بھیجا وہ بیجاپور سے ۱۶ کروہ جریبی پر تھا۔ اور سیواجی نے
راجہ کے اشارہ سے سیاہ کو قلعہ ناتھورن (ٹاٹ توڑا) کی فتح کے لئے بھیجا تھا۔ وہ
پلٹن سے سات کروہ پر تھا آج اسکی خبر آئی کہ اہل حصار کی استمالت کرکے لشکر شاہی کے
فرستادوں نے اُسے لیلیا۔ اب لشکر شاہی کوچ بکوچ آگے متوجہ ہوا۔ ہر روز وہ اپنی
صفیں لڑائی کے لئے آراستہ رکھتا۔ آئین و قواعد کے ساتھ سفر کرتا۔ چند منزلیں طے کی
تھیں کہ خبر آئی قلعہ کیاون کو جو ان حدود میں تھا لشکر شاہی کے خوف کے مارے اسکے آدمی
خالی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ راجہ نے مسعود خاں کو سیواجی کے لشکر میں سے تین سو بندوقچیوں
کے ساتھ کرکے قلعہ کی حراست حوالہ کی۔ ۲۱ رکو لشکر کا مقام تھا کہ خبر آئی کہ جب نیتاجی قلعہ منگل
بیڑہ کے نیچے پہنچا تو اہل قلعہ نے اپنے تئیں لڑنے کی سکت نہ دیکھی۔ راجہ اودت سنگھ

بھدور کو قلعہ کی حراست اور سرفراز خاں کو مضافات کی فوجداری حوالہ کی گئی - راجہ اس استوار حصار کو دیکھنے گیا - یہ قلعہ نرا پرانا سنگ و اینک کا بنا ہوا ہے - ایک توپ آہنیں اور دس زنبورک اور تین سو بان اُسمیں تھے - راجہ نے توپ انداز اور باندار مقرر کر کے بندوبست کیا اور غلہ ذخیرہ کیواسطے بھیجا - خلاصہ یہ ہے کہ تعلقہ بیجاپور کا جو قلعہ نظر آتا تھا وہ سرسواری یا چند دنوں کے محاصرہ کے بعد فتح ہو جاتا تھا - قلعہ گیری میں سیواجی اور نیتاجی تجربہ کار کامل عیار شمار کئے جاتے تھے ۲۵ کو اثنار سفر میں دشمنوں کا قراول دور سے نمودار ہوا - رات کو آنکر اُسنے لشکر شاہی پر چند بان مارے لشکر شاہی نے اسکی مدافعت میں کوشش کی مخبروں نے خبر دی کہ پانچ کوس پر غنیم کا بڑا لشکر بڑا ہے تو راجہ نے مقام کیا اور دلیر خاں راجہ رائسنگھ و قطب الدین خاں و قباد خاں و کیرت سنگھ و فتح جنگ و ابوالمحمد و سیواجی کو دشمن کی تنبیہ و تادیب کے لئے بھیجا تو غنیم اُس لشکر کی روانگی کی خبر سنکر چینت بنا - افواج شاہی کو وہ لشکر نہ ملا اسکی جگہ خالی پائی - جب وہ اُسکے سُراغ میں آگے چلا تو بارہ ہزار کے قریب لشکر غنیم سامنے آیا جسکے سردار شرزہ خاں تھا - وی اور ابوالمحمد نیزہ را پسر بکیتر و خواص خاں و جادوں رائے کلیانی و انکوئی بھوسلا تھے - دلیر خاں و راجہ رائے سنگھ و کیرت سنگھ انپر لشکر لے کر دوڑے لشکر شاہی کے سامنے انکے پاؤں نہ جمے - عرصۂ نبرد سے بھاگ گئے اپنی عادت کے موافق قزاقی و حیلہ وری کی جستجو میں ہوئے - وہ متفرق ہو کر چار فوجوں میں منقسم ہوئے ایک جوق میمنہ کی سمت میں اور ایک قشون میسرہ کی طرف ایک فریق قول کے پیچھے آیا ایک جماعت کی فوج قراول سے لڑائی ہوئی اور فوجوں میں بھی خوب زدوخورد ہوئی دشمن کو قرار نہ ہوا قرار لیا - اس لڑائی میں مات جشتی جو غنیم کا عمدہ سردار تھا ہلاک ہوا - اور پندرہ اور نامی آدمی مارے گئے اور علم و چتر و اسپ و ہتیار بہت کشتوں سے لشکر شاہی کے ہاتھ آئے - دلیر خاں اور اور بہادروں نے بھی دشمنوں پر حملہ کیا اور ان کو مارا - دلیر خاں بڑی بہادری سے لڑا اور اُسنے دشمنوں کو متفرق اور پراگندہ کر دیا - لڑتے لڑتے شام ہو گئی لشکر شاہی سے چھ کروہ مسافت طے کی تھی اسلئے تعاقب

میں مصلحت نہ جانی۔ سپاہ اپنی لشکر گاہ میں آئی۔ جب دکھنیوں کو لشکر کی معاودت کی خبر ہوئی تو وہ فرار کو چھوڑ کر لشکر شاہی کے دو طرف نمودار ہوئے اور شوخی کر کے لشکر شاہی پر یلغار مارنے شروع کئے جب لشکر شاہی انپر حملہ کرتا تو وہ ہوا ہو جاتے تھے۔ اسکے بعد آنکر شوخی کرنے لگتے۔ سیواجی فوج کے ساتھ نیتاجی چندا ول میں آتا تھا کہ غنیم نے اُسپر حملہ کیا اور ایک جمعیت نے اِس پر ہجوم کیا۔ نیتاجی انکی مدافعت میں مشغول ہوا۔

جیت سنگھ و فتح جنگ خاں نے مدد کر کے تردد ات شائستہ کئے اور مخالفوں کو بھگا دیا جادو رائے بندوق کی گولی سے مارا گیا۔ پھر غنیم نے راجہ رائسنگھ پر حملہ کیا۔ قطب الدین خاں جیت سنگھ نے اسکی کمک کی اور دشمنوں کا منہ پھیر دیا۔ اس تاریخ میں اُدیت سنگھ قلعہ دار نگل بیدھ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ فتح سے پہلے غنیم کی تین فوجوں نے جو قریب چھ ہزار کے تھیں وہ قصبہ نگل بیدھ پر حملہ آور ہوئیں اور دروازہ قلعہ کے سامنے صف بستہ کھڑی ہوئیں راجہ جیسنگھ نے سرافراز خاں فوجدار کو احتیاط اور پیش بینی سے نصیحت کر دی تھی کہ اگر غنیم کا بڑا لشکر سامنے آئے تو اُسکی مدافعت کے لئے پیکار نہ کرنا اور قلعہ میں چلے آنا مگر اس نے اس نصیحت پر عمل نہ کیا۔ دشمن سے لڑا۔ اپنی اور اپنی چند ہمراہیوں کی جان کھوئی اور آدمیوں اور ہاتھیوں کو زخمی کرایا۔ اسواقعہ سے اسکے بیٹے اور باقی سپاہ اور ہاتھی صلاح اندیشی سے قلعہ میں چلے آئے حصار کے دروازہ تک دشمن آئے۔ برج و بارہ سے تیر و تفنگ انپر مارے۔ آخر کو وہ قلعے کے نیچے سے بھاگ گئے۔ راجہ نے ایک مقام کر کے ۲۹ کو کوچ کیا۔ غرہ رجب کو خبرداروں نے خبر دی کہ غنیم کی ایک فوج نمودار ہوئی ہے۔ راجہ نے مقصود علی بیگ دانشمند می کو برسم قراولی تعین تحقیق کے لئے بھیجا اُس نے واپس آنکر خبر دی کہ دشمن بہت تیز چلا آرہا ہے راجہ نے قباد خاں حبش خاں داروغہ توپ خانہ کو نگاہ کی محافظت کے لئے بھیجا۔ راجہ رائسنگھ اور قطب الدین خاں کو مقرر کیا کہ اپنی سپاہ کو لیکر لشکر گاہ سے باہر کھڑے ہوں خبرداری کریں۔ اور راجہ خود سپاہ لیکر دشمن سے لڑنے کو روانہ ہوا۔ آدھ کوس گیا ہوگا کہ غنیم ابوالمحمد سبز بچتر و شرزہ مہدوی

دبیرہ بہلول وخواص خاں لشکر عظیم کے ساتھ چلے آرہے ہیں۔ ایک فوج اُنکے اور پیچھے ہے
جب وہ نزدیک آئے تو اپنی رسم وآئین کے موافق ایک جوق یمین کو اور دوسرا فریق یسار
کو متفرق ہوا۔ طرفین سے بان وتفنگ کی جنگ شروع ہوئی۔ راجہ نے سب طرف سردارونکو لڑنیکے
لئے بھیجا۔ دشمن اپنی عادت معہود کے موافق روے گردان ہوئے جب کارزار کے پیش روانکے
تعاقب میں پہنچے تو راہ گریز انپر تنگ ہوئے۔ بحکم ضرورت انہوں نے باگ موڑی اور شمشیر کی جنگ
شروع کی سو آدمی اُنکے مارے گئے اور بہت سے مجروح ہوئے راجہ کے رجپوت بھی زخمی وکشتہ ہوئے
آخر کار دکنی فرار ہوئے لشکر شاہی نے تین کروہ تک انکا تعاقب کیا۔ داؤد خاں کے مقابل میں
جو فوج غنیم آئی اُسپر وہ غالب ہوا۔ راجہ سجان سنگھ کہ ہراول تھا اُسنے ترددات نمایاں کئے
دلیر خاں نے دست چپ کی فوج پر حملہ کیا تھا۔ جب وہ مخالفوں کے قریب پہنچا تو قریب تھا کہ
تفنگ وتیر کی کارزار سے نیزہ وشمشیر کی پیکار شروع ہو کہ غنیم عرصہ مقابلہ سے بھاگ گیا۔ دوم
رجب کو بیجاپور سے پانچ کوس لشکر شاہی کی منزل ہوئی سات روز یہاں قیام ہوا۔ عالخاں
نے بیجاپور کے قلعہ میں جو متانت واصالت ووسعت وحصانت میں شہرۂ روزگار ہے۔
بہت سے محافظ مقرر کئے اور اسکو آلات وادوات قلعہ داری سے استحکام تام دیا۔ سوار مقرری
آدمیوں اور سابق محافظوں کے تیس ہزار کرنا ٹکی فراہم کرکے قلعہ میں داخل کئے اور نورس پور
تالاب کو خالی کیا۔ قلعہ کے گرد سب کنوؤں باولیوں کو زقوم وخاک سے بھر دیا۔ غرض لشکر شاہی
کو جو اسکی تخریب کرنی چاہی تھی وہ خود اُسنے کی۔ حکام بیجاپور کی رسم وآئین کے موافق وہ خود تو
حصن حصین میں ہو بیٹھا اور اپنے سب سرداروں اور افواج کو باہر بھیجکر لشکر شاہی کی مدافعت
ومقاومت کے لئے مامور کیا۔ عادل خاں کے اشارہ سے شرزہ مہدوی وسیدی مسعود وعزیز
اور چند اور اسکے لشکر کے سردار ولایت بادشاہی میں آئے اور شورش وفساد اُنہوں نے مچایا کہ اگر لشکر
شاہی کا ارادہ قلعہ کے محاصرہ وتسخیر کا ہو تو اس جزسے وہ متزلزل ہو کر محاصرہ سے ہاتھ اُٹھائے اور قلعہ کے نیچے سے چلا
جائے اور عادلخاں کا لشکر قلعہ کے نواحی میں تھا منزل مذکور میں راجہ نے کچھ مغلونکو دست راست میں اور کچھ لشکر کے

آگے مقرر کیا تھا اور دکنیوں کی ایک جماعت کو دست چپ میں اور ایک زمرہ عقب میں خبرداری اور کمی کے اہتمام کے لئے مقرر کیا تھا۔ باری باری سے یہ جماعتیں اہل کمی کی خبرداری کیلئے جاتی تھیں۔ ایک دن بادوں رائے اور اور دکنی آئین معہود کے موافق دست چپ کو جاتے تھے کہ انہوں نے خبر کھینچی کہ غنیم کا غول نمایاں ہوا۔ راجہ کے اشارہ سے قطب الدین خاں رائسنگھ سمت دوڑے دو کوس چلکر قراول غنیم سے آمنا سامنا ہوا۔ طرفین نے چند بان مارے شام تک فریقین ایک دوسرے کی برابر کھڑے رہے جب رات ہوئی تو لشکر شاہی نے معاودت کی اسکے پھرتے ہی مخالفوں نے جسارت وخیرگی کی۔ جوق جوق لشکر شاہی کیطرف آئے لشکر شاہی نے انکی مدافعت کے لئے باگ موڑی۔ اوّل ایک جماعت بابا بھوسلہ اور شرزہ راؤ اور اور دکنیوں کے جو راجہ رائسنگھ کے دائیں طرف تھی مقابلہ میں آئی راجہ مذکور نے دلیری اور دلاوری سے دشمنوں پر حملہ کیا اور ہٹا دیا۔ ایک گروہ نے قطب الدین خاں کی فوج کی طرف رُخ کیا۔ راجہ جےسنگھ نے اسکی کمک کے لئے دلیر خاں وداؤد خاں وکیرت کو روانہ کیا اور خود فوج قول کے ساتھ آمادۂ کار و مستعد پیکار دائرہ گاہ سے باہر کھڑا خبر کا انتظار کر رہا تھا نامبردہ بالا مذکور قطب الدین وغیرہ سے راہ ہی میں ملے وہ دشمن کو ہزیمت دیکر اپنے لشکر کو واپس آتا تھا چونکہ قلعۂ بیجاپور کا محاصرہ لشکر شاہی کی طرف مدنظر تھا۔ اسلئے وہ توپ خانہ سنگین جو اس حصن حصین کے لایق ہو اور اور ادوات قلعہ کشائی ہمراہ نہیں لائے تھے۔ ولایت شاہی کی سرحد سے لیکر قلعہ بیجاپور تک ملک کو افواج شاہی نے تاخت وتاراج کیا۔ قلعہ کی نواحی مضافات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مخالفوں نے تالابوں کو توڑا اور قلعہ کے اطراف میں کنوؤں اور باولیوں کو خاک سے بھرا۔ اس نواحی میں کوئی اثر آب وآبادانی کا نہیں چھوڑا تھا۔ پانی کی قلت تو تھی لشکر میں غلہ وآذوقہ بھی کمیاب ہوا۔ اسلئے راجہ اور تمام خیراندیش صلاح اندیشوں نے صلاح دولت مقتضا مصلحت یہ جانا کہ دشمن کے اس لشکر کی تادیب وتعاقب کیجئے جسنے ملک شاہی میں آکر فساد مچا رکھا ہے نہم رجب کو لشکر شاہی نے نواحی بیجاپور سے قلعہ منگل بیدہ کیطرف کوچ پر

کوچ کیا ۱۵ کو دریا بھیورہ کے کنارہ پر لشکر آیا۔ اُسدن راجہ صاحب ایرہ گاہ میں
بطریق معہود وصف بستہ کھڑا تھا۔ لشکر غنیم بطریق معہود چند اول کے عقب میں آتا تھا
یسار میں نمودار ہوا۔ ایک فریق نے دلیر خاں کی طرف رُخ کیا اور دوسرے فریق
کی طرف اور ایک قشون نے راجہ سجان سنگھ سے مقابلہ کیا۔ سب جگہ لشکر شاہی
مخالف نے ہزیمت اُٹھائی۔ اکثر اوقات دشمن فرصت میں اہل کہی پر دست اندازی
لشکر شاہی انکو سزا دیتا تھا۔ ان دنوں میں راجہ جے سنگھ نے سیواجی کو قلعہ پناکہ
تعین کیا تاکہ مخالف مذبذب ہو کر کچھ اسطرف مشغول ہوں۔ اور اگر ہو سکے تو قلعہ کو
یہ معلوم ہوا کہ شرزہ مہدوی اور سردار جو ملک شاہی میں داخل ہوئے تھے وہ نبیرہ بہلول
ابو المحمد سے ملحق ہوئے ہیں پرنیدہ کی جانب سے مخبروں نے خبر دی کہ سکندر برادر فتح جنگ
وہانسے لشکر شاہی کا عازم ہوا تھا وہ پرنیدہ سے چار کروہ نیچے آیا تھا کہ شرزہ مہدوی
افواج غنیم نے خبر پاکر اسکو پیغام دیا کہ ہمسے ملاقی ہو اُسنے بمقتضا رصدق عبودیت
رسوخ عقیدت جواب دیا کہ ہماری تمہاری ملاقات کا محل میدان نبرد و عرصۂ کارزار
کے چھ ہزار سواروں نے اُسے گھیر لیا۔ اسکے ساتھ تنو سوار تابین اور ساٹھ سوار
تھے غرض وہ بڑی بہادری سے لڑکر مارا گیا اسکا بیٹا زخمی ہوا اُسکو دشمنوں نے
میدان جنگ سے اُٹھا کر شولاپور بھیجدیا۔ راجہ نے انکے دفع کی تدبیر کے لئے چند روز توقف
دیا نتراے کہ عادل خاں کے معتمدوں میں تھا وہ اسکی جانب سے راجہ پاس پیغام لایا جو
اعتذار و اظہار عجز و ندامت پر مبنی تھا۔ کچھ مرصع آلات بھی راجہ کو دئے۔ عبد العزیز
کو منگل بیدہ کی قلعہ داری پر مقرر کیا تھا اور اودت سنگھ قلعہ دار سابق کو بھی اسکی ہمراہی
تعین کیا اس حصار کے حفظ و حراست کا شائستہ سامان تیار کیا اور یہ تجویز کیا کہ
ساتھ خود شولاپور اور پرنیدہ کے درمیان وہ قیام کرے اور وہاں احمال و اثقال کی تحصیل
کرکے سبکبار ہو اور ولایت بیجاپور کو دوبارہ جاے۔ ۲۴ کو دریا سے پار سفر کیا۔ معلوم ہوا کہ

کوچ کیا ۱۵ کو دریا بھیورہ کے کنارہ پر لشکر آیا۔ اُسدن راجہ صاحب ائرہ گاہ میں پہنچا تو وہ بطریق معہود وصف بستہ کھڑا تھا۔ لشکر غنیم بطریق معہود چند اول کے عقب میں آتا تھا وہ یمین و یسار میں نمودار ہوا۔ ایک فریق نے دلیر خاں کی طرف رُخ کیا اور دوسرے فریق نے داؤد خاں کی طرف اور ایک قشون نے راجہ سجان سنگھ سے مقابلہ کیا۔ سب جگہ لشکر شاہی سے مخالف نے ہزیمت اُٹھائی۔ اکثر اوقات دشمن فرصت میں اہل کہی پر دست اندازی کرتے تھے لشکر شاہی انکو سزا دیتا تھا۔ ان دنوں میں راجہ جے سنگھ نے سیواجی کو قلعہ پنالہ کیطرف تعین کیا تاکہ مخالف مذبذب ہو کر کچھ اسطرف مشغول ہوں۔ اور اگر ہو سکے تو قلعہ کو مسخر کرے یہ معلوم ہوا کہ شرزہ مہدوی اور سردار جو ملک شاہی میں داخل ہوئے تھے وہ نبیرہ بہلول اور ابو المحمد سے ملحق ہوئے ہیں پرنیدہ کی جانب سے مخبروں نے خبر دی کہ سکندر برادر فتح جنگ خاں وہاں سے لشکر شاہی کا عازم ہوا تھا وہ پرنیدہ سے چار کروہ نیچے آیا تھا کہ شرزہ مہدوی اور افواج غنیم نے خبر پاکر اسکو پیغام دیا کہ ہمسے ملاقی ہو اُسنے بمقتضا رصدق عبودیت و رسوخ عقیدت جواب دیا کہ ہماری تمہاری ملاقات کا محل میدان نبرد و عرصۂ کارزار ہی۔ دشمن کے چھ ہزار سواروں نے اُسے گھیر لیا۔ اسکے ساتھ تنو سوار تابین اور ساٹھ سوار اور تھے غرض وہ بڑی بہادری سے لڑکر مارا گیا اسکا بیٹا زخمی ہوا اُسکو دشمنوں نے میدان جنگ سے اُٹھا کر شولاپور بھیجدیا۔ راجہ نے انکے دفع کی تدبیر کے لئے چند روز قیام کیا۔ دیانت رائے کہ عادل خاں کے معتمدوں میں تھا وہ اسکی جانب سے راجہ پاس پیغام لایا جو مراسم اعتذار و اظہار عجز و ندامت پر مبنی تھا۔ کچھ مرصع آلات بھی راجہ کو دئے۔ عبد العزیز خاں بخاری کو منگل بیدہ کی قلعہ داری پر مقرر کیا تھا اور اودت سنگھ قلعہ دار سابق کو بھی اسکی ہمراہی میں تعین کیا اس حصار کے حفظ و حراست کا شائستہ سامان تیار کیا اور یہ تجویز کیا کہ افواج کے ساتھ خود شولاپور اور پرنیدہ کے درمیان وہ قیام کرے اور وہاں احمال و اثقال کی تخفیف کرکے سبکبار ہو اور ولایت بیجاپور کو دوبارہ جائے۔ ۲۴ کو دریا پار سفر کیا۔ معلوم ہوا کہ سیواجی

نے قلعہ پنالہ کے نیچے جاکر اواخر شب میں اپنی سپاہ سے اسپر یورش کی محصورین بھی خبردار اور آمادہ پیکار تھے۔ سخت لڑائی ہوئی مگر کچھ کام نہ بنا۔ وہاں سے سیواجی اپنے قلعہ کھیلنہ میں چلا گیا جو قلعہ پنالہ سے بیس کروہ پر تھا۔ اسکا رشکر بیتاجی جدا ہو کر مخالفوں سے جا ملا ۲۰ کو لشکر شاہی موضع بوہری میں آیا جو اعمال پرنیدہ سے تھا اور ایک نالہ کے کنارہ پر لشکر کی منزل ہوئی اس نالہ سے گذر کے دلیرخاں و داؤدخاں کی فوجوں کے درمیان راجہ کھڑا تھا کہ غنیم کے لشکر بزرگ میں سے سات ہزار سوار جدا ہو کر راجہ اور داؤدخاں کے سامنے صف آرا ہوئے اور مابقی دلیرخاں کیطرف گئے۔ صبح کو راجہ نے کیرت سنگھ کو فوج اتمش اور فتح جنگ خاں کو لشکر طرح کے ساتھ دلیرخاں کی امداد کو بھیجا۔ تھوڑی دیر میں سات ہزار سوار جو راجہ اور داؤدخاں کی برابر کھڑے تھے وہ بھی دلیرخاں کیطرف دوڑے اور اسپر ہجوم کیا۔ یہ حال دیکھکر راجہ بھی قول کی سپاہ لیکر خاں دلیرخاں نے اپنی بہادری سے ہر دفعہ دشمن کا منہ پھیر دیا اور مغلوب کیا تو وہ سارے بھاگ کر راجہ اور داؤد سے لڑنے گئے۔ ایک سخت لڑائی ہوئی۔ لشکر شاہی میں ہر ناتھ کے اور زخم لگے اور وہ اپنے ہمراہیوں سمیت مارا گیا اور نامور راجہ بھی زخمی ہوئے دکنیوں نے بڑی کوشش و آویزش کی۔ مگر آخر کو ناکام رہے اور بھاگ گئے۔ لشکر شاہی نے دس کروہ تک انکا تعاقب کیا اس لڑائی میں ایک سو نوے آدمی بادشاہی لشکر کے کشتہ اور ڈھائی سو آدمی زخمی ہوئے گھوڑے بہت مرے اور زخمی ہوئے اور دشمن کے چار سو مجروح و مقتول ہوئے اور خواص خان و شہباز خان و سرداران فوج زخمی ہوئے۔ لشکر شاہی تین منزلیں طے کر کے قلعہ پرنیدہ سے آٹھ کروہ پر آیا اور بمقتضاء مصلحت یہاں چوبیس روز قیام کیا۔ متواتر یہ خبر آئی کہ قطب الملک عادل خاں سے متفق ہوا۔ چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اپنے سردار شرزہ کے ہمراہ پہلے بھیجے تھے اب اپنے خواجہ سرا نیک نام خان کی ہمراہ چھ ہزار سوار اور پچیس ہزار پیادے اس کی

امداد اور معاونت کے لئے بھیجے (خافی خاں لکھتا ہے کہ یہ خواجہ سرا ایران کے امرا میں سے تھا شاہ عباس نے شراب کے عالم بیخبری میں ایک لونڈی کو بخش کر اسکے گھر بھیجدیا یہ بادشاہ کے غضب سے بچنے کے لئے اپنے تئیں خصی بنایا اور اپنے ہاتھ سے معیوب ہوا۔ شاہ ایران کی بدظنی کے غلبہ سے محفوظ رہنے کے لئے وہ دکن میں آیا اور قطب الملک کا مقرب ہوا) اسکی فوج بیجاپور سے چھ کروہ پر ٹھہری اور وہ خود عادلخاں پاس گیا۔

مسعود خاں قلعہ دار کہاون کی تحریر سے معلوم ہوا کہ غنیم کے سرداروں میں سے سیدی جوہر نے آنکر قلعہ کا محاصرہ کیا تھا اتفاقاً اسکے ایک گولہ لگا تو وہ مرگیا اور اسکے رفیق متفرق ہوگئے۔ آٹھویں ماہ مذکور کو اودت سنگھ بہڈوریہ کا نوشتہ قلعہ منگل بیدہ سے آیا کہ غنیم کی فوج عظیم نے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اسلئے راجہ نے داؤد خاں اور راجہ رائسنگھ و قطب الدین خاں کو بھیجا کہ وہ دشمنوں کو قلعہ کے نیچے سے ہٹائیں ۱۹ کو خبر آئی کہ دشمنوں نے اس لشکر کی خبر سنکر قلعہ کا محاصرہ چھوڑدیا اور وہانسے چلے آئے۔ ظفرآباد و کلیانی و اوسرا و دوگیر کے نوشتوں سے معلوم ہوا کہ بنیرہ بہلول نے ملک بادشاہی میں آنکر ہل چل ڈال رکھی۔ نیتاجی نے جو سیواجی سے جدا ہوکر دشمن سے جا ملا تھا بڑا فساد برپا کیا ہے لشکر شاہی نے ۲۵ کو نواحی پرینڈہ کو کوچ کیا۔ دھارا سیون و بیجاپور کی راہ سے روانہ ہوئے کہ دوبارہ ولایت غنیم میں آنکر جسقدر ممکن ہو اسکی تخریب میں کوشش کریں اور لشکر مخالف کی تنبیہ تادیب کریں۔ ماروجی بسونت رائے قلعہ پھل تن میں تھا اسکی تحریر سے معلوم ہوا کہ قلعہ مذکور میں پانی بہت کم ہے۔ اگر محاصرہ کا اتفاق ہوگا تو پانی کی قلت کے سبب محصور تنگ ہونگے راجہ نے بمقتضاء مصلحت پھلتن کو سیواجی کے خویش مہداجی کو جاگیر میں دیدیا۔ وہ بادشاہ کے ملازموں میں تھا اور اسکو وہاں بھیجدیا اور بسونت رائے کو اپنے پاس بلالیا موضع دوہو کی میں جو اعمال بیجاپور میں سے تھا۔ ایک چھوٹا قلعہ مٹی کا تھا اور اسمیں معاندین کی ایک جماعت تھی۔ غالب خاں اور نارو جی راگھو و دانش خاں اسکے نیچے توپ خانہ لے کر گئے اہل قلعہ پناہ

مانگ کر باہر چلے آئے۔ اسمیں ایک سو سپاہی اور دو سو رعایا تھی۔ شرزہ کو اس کی حراست سپرد ہوئی۔ ۷ رمضان ۹ جلوس کو بیجاپور میں لشکر شاہی آیا۔ یہاں آنکر معلوم ہوا کہ نبیرہ بہلول اور سپاہیوں نے ۲۸ شعبان کو قلعہ کلیان کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اہل قلعہ نے ان پر توپ و تفنگ چلاکر ساٹھ آدمی اسکے مار ڈالے۔ بہت آدمیوں کو مجروح کیا۔ نبیرہ بہلول ناکام قلعہ سے ظفر آباد کی طرف چلا گیا۔ ۱۴ کو راجہ نے بیجاپور سے کوچ کیا۔ ۱۸ کو تلارک سے چار کوس پر آیا اور دوسرے روز قلعہ کنچوتی کی طرف کوچ کیا یہاں پہلے سے پیتنگ راؤ کو اس قلعہ کی فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا اہل قلعہ نے اس کا مقابلہ کیا اور اسکے ایک ہاتھ کو زخمی کیا مگر اُسنے بہت آدمیوں کو زخمی و کشتہ کرکے قلعہ اور قصبہ لے لیا۔ راجہ کے اشارہ سے یہ قلعہ منہدم کیا گیا۔ ۲۱ کو نیلنکہ میں لشکر آیا۔ یہاں ایک مٹی کا قلعہ نہایت مضبوط تھا اسکی فتح کے لئے طالب خاں دوتاجی وغیرہ بھیجے۔ وہاں چند روز اقامت کا اتفاق ہوا اور قلعہ کے محصوروں نے حصار عافیت کو تنگ فضا دیکھکر اماں مانگی قلعہ لشکر شاہی کے تصرف میں آیا راجہ سلیمان بیجاپوری یہاں کا قلعہ دار مقرر ہوا راجہ جینگہ نے بمقتضاء مصلحت وکارآگہی نیتاجی کی تالیف قلب کرکے اسکو اپنے پاس بلالیا۔ دشمنوں سے اسکے ملنے کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے سیواجی بادشاہ کے پاس جانا چاہتا تھا۔ راجہ نے بادشاہ کو اس باب میں لکھا تھا۔ بادشاہ نے سیواجی کے نام فرمان لکھا کہ وہ تنہا قدمبوسی کے لئے حاضر ہو۔ وہ مع اپنے بیٹے سنبھا کے بادشاہ پاس روانہ ہوا جسکا مفصل حال آگے پڑھوگے۔

نیلنکہ سے آگے دو کروہ پر اہل کہی کی حراست وتاجی کرتا تھا کہ شرزہ مہدوی نے وتاجی کو گھیر کر مار ڈالا۔ اور رستم راؤ زخمی ہوا۔ اسکو دشمن اُٹھا کر لے گئے۔ سید ریحان و بسونت رائے بھی زخمی ہوکر مر گئے۔

ابوالقاسم پسر قباد خاں کے لشکر سے بھی لڑائی ہوئی اس پاس آدمی کم تھے دلیر خاں اسکی مدد کو گیا اُسنے ڈیرہ سو کے قریب لشکر شاہی کے سپاہی مردہ دیکھے انکو اُٹھوا کے مسلمانوں کو زمین میں دبا دیا اور ہندوؤں کو جلایا۔ راجہ رائسنگھ بھی کمک کو گیا۔ دشمنوں نے فرار کیا۔ ۵ شوال کو لشکر نیلنگر سے اوسر کو روانہ ہوا۔ دشمن نے اپنی فوج کے تین حصے کئے تھے۔ ایک کا سردار شرزہ مہدوی تھا اور دوسرے کا کارفرما خواص خاں حبشی تیسرے کا سردار نبیرہ بہلول تھا۔ خبر آئی کہ شرزہ خاں فوج لیکر اہل کہی پر حملہ آور ہوا اور کچھ اونٹ لیگیا۔ باقی دو فوجیں داؤد خاں و قطب الدین خاں کے مقابل ہوئیں راجہ نے یہ خبر سُنکر دلیر خاں کمک کے لئے بھیجا اُسنے جاکر مخالفوں کو متفرق کر دیا اور آگے بڑھا لشکر میں داؤد خاں و قطب الدین نے دوآب کہی کو سالم روانہ کیا اور جمعیت خاطر سے لڑائی شروع کی اور بہت دشمنوں کو مارا۔ جب دشمنوں کی کمک کو اور فوج آگئی تو دلیر خاں ہاتھی سے اُترا اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ دشمنوں کو دو کوس بھگاتا اور مارتا ہوا چلا گیا۔ راجہ جے سنگھ نے خود سوار ہوکر رزمگاہ میں آیا۔ دشمن کی سپاہ اس سے لڑنے آئی۔ سب طرف مخالف قابو ڈھونڈھتے تھے اور جرأت کرتے تھے۔ کہی کی فوج اور چارپایوں کو کمتر بلا آفت لشکر شاہی میں پہنچنے دیتے تھے لشکر شاہی نے انکو سب جانبوں میں ہرایا اور بھگایا اور سب فوجیں فتح پاکر اپنے لشکرگاہ میں آئی تھیں اس فتح میں دو سو سپاہیوں نے نقد جان کھویا اور چار سو پینسٹھ آدمی زخمی ہوئے اور انسے دو چند آدمی لشکر مخالف میں مجروح و مقتول ہوئے۔ الیاس مہدوی مخاطب بہ شرزہ خاں جو اہل دکن کا مسلم دلاور اور فنون سرداری اور سپاہگیری میں ماہر تھا گولی اور تیر سے زخمی ہوا اور اسکا چھوٹا بیٹا بھی زخمی ہوا۔ کہتے ہیں کہ اصل آویزش میں گول کنڈہ اور بیجاپور کی سپاہ بائیس ہزار تھی۔ چند روز بعد سیوم ذیقعدہ کو آب نیرا کے اس طرف دشمنوں کے تین ہزار کے قریب لشکر شاہی پر حملہ کیا کیا اور کچھ آدمیوں اور دوآب کو آسیب پہنچایا۔ داؤد خاں و قطب الدین خاں سے دشمن کے

4328

سات ہزار سوار صف آرا ہوئے۔ اور نبیرہ بہلول و انکوٹی بھوسلہ دیانکجی کھواپرہ اور
بیجاپوری مرہٹے و شرزۂ حیدرآبادی بڑی فوج لیکر دلیر خاں کے مقابل ہوئے۔ اس
بہادر نے تو پخانہ کو چھوڑا اور نزدیک جاکر تلوار اور سنان سے لڑنا شروع کیا سخت جنگ
ہوئی۔ دشمنوں کا مقابلہ سے منہ پھیر اگیا بڑے بڑے نامور سردار زخمی ہوئے۔ دلیر خاں
اور راجہ جینگ نے مردانہ کوشش کرکے دشمنوں کو بھگایا اور سات کوس تک تعاقب کیا۔
توپکی اور چھتری اور بہت سے اونٹ جوشن اور زرہ و بان اور اور ہتیاروں سے لدے
ہوئے بادشاہی لشکر کو ہاتھ لگے۔ ایسے ہی قطب الدین خاں اور داؤد خاں کو فتح حاصل
ہوئی۔ لڑتے لڑتے شام ہوگئی تو میدان جنگ سے فوجیں اپنے مقام میں آئیں۔ دشمن کے
بعض بڑے نامی سردار اور پانچ سو آدمی کشتہ ہوئے اور ہزار آدمیوں کے قریب
زخمی ہوئے۔ لشکر شاہی میں سے ایک سو بتیس آدمیوں کی جان گئی سات سو جوان لوگ
زخمی ہوئے۔ پندرہویں ماہ مذکور کو لشکر آب بانجرہ کے کنارہ پر آیا۔ جو دھارو
فتح آباد سے دس کروہ پر تھا۔ چونکہ مخالف ایک جگہ نہیں ٹھہرتے تھے اور اہل دکن کا
دستور ہے کہ وہ قزاقانہ جنگ اور فرصت میں آویزش کرتے ہیں۔ جب مغلوب ہوتے
ہیں سبکباری کی وستیاری اور بادرفتار گھوڑوں کی پائے مردمی سے وادی فرار کی مرحلہ
پیمائی ہوتی ہے۔ پھر قابو دیکھکر لڑنے کیلئے کھڑے ہوجاتے ہیں لشکر شاہی بہ سبب گرانباری
و سنگینی اردو کے دکنیوں کے تعاقب میں مسافت بعید نہیں طے کرسکتا تھا اسلئے راجہ کی رائے
میں یہ آیا کہ لشکر کو سبکبار کرکے دشمنوں سے لڑئے اور انکی تنبیہ اور تادیب ایسی کرے کہ پھر ان کو
ستیز و آویز کی جرأت نہو اس ارادہ سے وہ جریدہ ہوا اور ایک ہلکا خیمہ لیا اور کل سرداروں کو
حکم دیا کہ وہ بھی اسی طرح سبکبار ہوں اور کل اثقال و احمال کو فتح آباد (دھارو) میں بھیجدیں
پھر دیوسیسودیہ و بگت سنگھ ہاڈہ اور کھیلوجی کو دو ہزار تین سو آدمیوں کے ساتھ
اثقال و اردو کی حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ ۲۲ ذیقعدہ کو اُس نے آب بانجرہ سے

کوچ کیا دھارا سیون کی طرف گیا۔ یہاں بتاتے تھے کہ دشمن موجود ہے۔ ساڑھے پانچ کوس جریبی لشکر چلا تھا کہ جاسوسوں نے گزارش کیا کہ غنیم نے لشکر شاہی کی خبر سُنکر دھارا سیون سے تلجا پور کو کوچ کیا۔ افواج شاہی موضع سہری میں آئی جو اعمال پرینڈہ میں تھا۔ وہاں دشمنوں نے فساد مچا رکھا تھا اور دوسرے روز دریاے بھیونرہ میں منزل ہوئے۔ مخبروں نے خبر دی کہ افواج مخالف ایک جگہ شولاپور سے تین کروہ پر جمع ہوئی ہیں۔ عادل خاں نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جبتک وہ یہیں مقیم رہے کہ لشکر شاہی ان حدود میں ہے۔ قطب الملک نے بھی اپنی کمک کی فوج کو حیدرآباد بُلایا۔ لشکر شاہی نے بھی ملک بیجاپور کو خوب لوٹا کھسوٹا۔ بار بار جنگ پیکار سے وہ بھی تھک گئی تھی گھوڑے اور دوآب بہت لُٹ گئے تھے۔ سوا اسکے برشگال کا موسم آگیا تھا۔ آمد و رفت کی مجال نہ تھی۔ اِسلئے راجہ اور دلیر خاں نے مصلحت یہ جانا کہ چند روز زخمیوں کے علاج کے لئے اور سرب و باروت کے جمع کرنیکے واسطے اور لشکر کے آرام کرنیکے لئے قصبہ دھارور کے متصل جاکر ٹھہرنا چاہیئے کہ وہاں کاہ و دانہ کے جمع ہونے کی امید ہے۔ پادشاہ کو عرضداشت بھیجی۔ اس ضمن میں دکنیوں کا حال یہ ہوگیا کہ قلعہ کے اندر مصالحہ آخر ہوا آذوقہ تمام ہوا کمانیں بیکار۔ تیروں کے پر اُڑ گئے۔ تلواروں کی دھاریں کند ہوئیں ان سببوں سے جان سے عاجز ہوئے دونوں طرف کے سردار مصالحہ کے لئے بہانہ طلب ہوئے۔ اہل بیجاپور المفلس فی اماں اللہ کا اظہار کرکے امان طلب ہوئے اور فی الواقع عادل شاہ کی خزانہ و کارخانجات میں صاحب لاف و گزاف راولوں اور بن دھار کی تلوارونکے اور گھوڑوں کے گوشت و استخوان کے سوا کچھ چیز باقی نہیں رہی تھی۔ ملک پامال ہوچکا تھا جب پادشاہ سے حقیقت حال عرض ہوئی تو اُسنے حکم بھیجدیا کہ راجہ محاصرہ چھوڑکر اور لشکر کو ساتھ لیکر اورنگ آباد چلا جاے اور برسات یہاں گذارے اور بعض امرا اور لشکریوں کو اپنے تیول جانے کی اجازت دے۔ دلیر خاں حضور میں آئے قلعہ منگل بیدہ کا استحکام اور اُس کے

کے سامان اسباب اور لوازم حراست اس مرتبہ پر نہ تھے کہ جب لشکران حدود سے چلا جاے تو
دشمنوں کے تعرض سے مصئون رہے۔ اِسلئے وہاں سرب باروت منگالیا اور غلہ جتنا آسکا تھا
منگالیا۔ باقی کو آگ لگائی اور بیلداروں سے قلعہ کے کنگروں کو ڈھوادیا۔ راجہ جے سنگھ کے
مرجانے کی آلاخرہ کو اورنگ آباد میں آگیا اس مہم کا خلاصہ یہ ہے کہ اورنگ زیب اسمیں کامیاب
نہیں ہوا۔ لشکر شاہی بیس روز کی راہ کو دو مہینے میں طے کرکے بیجاپور سے پانچ کوس پر پہنچا
یہاں سات روز سے زیادہ نہ ٹھہر سکا۔ ملک تاخت تاراج کرنے لگا لڑائیاں ہوئیں۔ کیا کیا لشکروں
کے سر صحرا میں غلطاں ہوئے اور کیا کیا صفدروں کے تن رزمگاہ میں زاغ وزغن کے طعمے بنے
کوئی کاون کوئی ایسا نہ ہوتا تھا کہ طرفین کے سو دو سو نام ونشان والے آدمی زیر تیغ وہدف
گولہ وتوپ وتفنگ نہ ہوتے ہوں۔ بعض ایام میں دو تین روز تک لشکر پر خواب وخور حرام
رہتا۔ گھوڑوں کی پیٹھ سے زین اور زین سے سوار جُدا ہوتے۔ سوا اس کشت وخون اور
ملک کی بربادی کے کوئی نتیجہ نہ ہوا۔

سیواجی کا دہلی میں جانا اور بھاگنا

سیواجی کے تردد اور منصوبہ بازی سے چند قلعے لشکر شاہی کو ہاتھ لگے اس مہم میں سیواجی
کی افواج نے ایسی ایسی جان نثاریاں دکھائیں کہ بادشاہ نے دو دفعہ اس پاس خوشنودی
کے فرمان بھیجا۔ ایک نامہ میں اسکی بڑی تعریف لکھی دوسرے میں بہت سے وعدے کئے اور
کہ دلی میں آؤ۔ ملاقات کے بعد دکن کی اجازت دیجائیگی۔ راجہ جے سنگھ کی رفاقت اور
بادشاہ کے ان وعدوں نے سیواجی کے دل میں دلی جانے کی خواہش پیدا کردی اُسنے
رگھوناتھ پنت کو پہلے سے اپنی نمود کے لئے بھیجا کہ وہ بادشاہ کو میرے آنے کی
اطلاع دے۔ اصل مطلب اسکا یہ تھا کہ وہ دربار کی حقیقت حال سے اطلاع پائے
سیواجی نے حکم دیا کہ تمام اسکے اراکین رائے گڈھ میں اُس سے ملیں۔ اتنے عرصہ میں
جو سردار جمع ہوں وہ اپنے سب قلعوں میں گشت اور افسروں کو اپنے سارے احکام
تعمیل کی تاکید کرآیا اور پھر اپنی دارالحکومت میں چلا آیا اُسنے سوروٹرم مل نیگ نی

اور راناجی سونو دیوا اور راناجی دیو کو پورے اختیارات اپنی مملکت کے دئے سوا اسکے مملکت کو بہت وسعت ہوگئی تھی۔ کونکان میں چول تک پونڈا کے قریب اور مہتا گھاٹ میں دریا نیرا سے رانگنا تک پھیلتی تھی۔ سیواجی نے اپنے بڑے بیٹے سنبھاجی کو ساتھ لیا اور مارچ ۱۶۶۶ء کو دہلی روانہ ہوا۔ پانسو منتخب سوار اور ایک ہزار مادلی ساتھ لئے جب وہ دہلی کے قریب آیا تو بادشاہ نے رام سنگھ پسر راجہ جیسنگھ اور مخلص خاں ایک با حقیقت سردار کو اسکے استقبال کے لئے بھیجا۔ ایسا ذلیل استقبال سیواجی کو ناگوار تو گذرا مگر پھر بھی اُس نے اپنے تئیں بہت روکا اور دربار میں پندرہ سو اشرفیاں اور چھ ہزار روپئے گل بتیس ہزار روپئے کی نذر گذرانی بادشاہ کے اشارہ سے اسکو پنجہزاری منصبداروں کے جرگہ میں بٹھایا۔ یہ منصب اسکے ہشت سالہ پسر سنبھاجی کو اور اسکے رفیق نیتاجی پالکر کو ملا تھا۔ وہ ہفت ہزاری سے کم درجہ کا متوقع نہ تھا۔ راجہ جیسنگھ نے بادشاہ کی جن مہربانیوں کا وعدہ سے اسکو خوشدل اور امیدوار کیا تھا اُنمیں سے اکثر کو اُس نے نہ پایا۔ بادشاہ کے دلمیں اس کے افعال اور کردار کے سبب بغض بھرا ہوا تھا اس سے پہلے کہ خلعت وجواہر وفیل جو اسکے لئے موجود کئے گئے تھے اسکو عطا کئے جائیں اسکے چہرہ حال پر جہالت وخجالت آمیز عرق ظاہر ہوا اور لمحہ بلمحہ وہ فکر میں ہوا۔ عیاری ومکاری سے ضعف دل کا اظہار کرکے ایک گوشہ میں چلا گیا اور صید تیر خوردہ کی طرح جو دام میں تازہ آئے زمین پر لیٹ گیا۔ ایک ساعت کے بعد ساختگی وپختہ کاری کے ساتھ بحال۔ اور کنور رام سنگھ سے مخاطب ہوا اور شکووں وگلوں کا کلمہ کلام کرنے لگا اور اپنے تئیں ضائع کرنیکا قصد کیا۔ ہرچند کنور رام سنگھ نے اسکی تسلی کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا بادشاہ سے واب آداب کے خلاف اسکی ادائیں معروض ہوئیں تو بادشاہ نے کم توجہی سے بغیر اسکے کہ عنایات بادشاہانہ عمل میں آئیں اسکو رخصت کیا۔ رام سنگھ نے شہر سے باہر راجہ جیسنگھ کے گھر کے پاس اسکے اُترنے کیلئے مکان تجویز کیا تھا اسمیں اسکو لے گئے اور بادشاہ نے حکم دیا

جیسنگہ کو حقیقت لکھی جاے - جواب آنیکے بعد جو مصلحت صواب دید ہوگی عمل میں آئے
یا - سیوا مجرے کو نہ آئے - اور اسکا بیٹا رام سنگہ کی ہمراہ مجرے کو آیا کرے بادشاہ نے
فولاد خاں کو فرمایا کہ سیوا کے اطراف منزل گاہ پر چوکی بٹھادے - راجہ جیسنگہ
لکھا کہ وہ سیوا کی صورت حال اور کیفیت معاملہ لکھے کہ کیا اُس سے قول و قرار ہوئے
جہ کو حکم دیا کہ اسکے باب میں جو اصلاح دولت جانے وہ لکھ بھیجے کہ صواب دید اور
تس کے موافق سیواجی سے معاملہ کیا جائے - دو تین روز تک جب سیواجی نے بادشاہ
ے تو جی دیکھی تو بڑا سراسیمہ ہوا اور حیلہ و تدبیر سوچنے لگا - رات دن اسی اُدھیڑ بن میں تھا
س پھندے سے نکلجاؤں - اُسنے امراء اور کنور رام سنگہ سے رفق و مدارا پیدا کیا اور
کی تحف و ہدیے بھیجکر التیام کو استحکام دیا اور اپنے جرائم کا شفیع بنایا اور اسی حال
شاہ کے فرمان کے جواب میں راجہ جے سنگہ نے لکھا کہ مجھ خدوی نے سیواجی سے عہد و
کے ہیں اور میں ابھی تک اس مہم میں مشغول ہوں - اگر فضل و کرم شاہانہ اسکے جرم سے
ے تو میں بخشایش و احسان کا رہیں رہونگا اور اپنے افعال و اقوال میں سرفراز اور
شاہی صلاح کار اور ان حدود کی مہمات کے اجراء کے لئے مناسب
ے - اُس نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ وہ سلک بندگی و فرمان پذیری
سے انحراف نہیں کرے گا اور اسکو بغاوت پر جرأت نہ ہوگی - بادشاہ نے راجہ
اس عرض کو منظور کیا اور فولاد خاں کو حکم دیا کہ اُسکی منزل گاہ
سے پہرے اُٹھا دے - مگر بادشاہ ہی خوف سے ایسا ڈرا ہوا تھا کہ
پہرہ چوکی اُٹھ گئے اور کنور رام سنگہ نے اس کی حفاظت چھوڑ دی
۲۷ صفر کو تغیر وضع کرکے بھاگ گیا - اس کے بھاگنے
صل حال تو یہ ہے جو عالمگیر نامہ میں لکھا ہے باقی اور دل
داستانیں گھڑ ہی گئی ہیں کہ اس نے اپنے کامونکی خجالت و ندامت کو

ظاہر کیا۔ آخر کو تمارض سے اپنے تئیں بیمار بنایا۔ اور آہ و نالہ شروع کیا۔ اور جگر کے درد سے بیتابی
ظاہر کی صاحب فراش ہوا۔ ویدکوں سے مرض دق وسل کا علاج کرانے لگا کچھ دنوں انہیں
حیلوں سے اپنے تئیں زار و نزار رکھا۔ بعد اسکے اپنی شفا کی شہرت دی اور غسل کیا جگمگاتا
طرب رفتار کو انعام اور برہمنوں کو پن دیتا غلہ خام و نقد ہندو مسلمان مستحقوں کو بانٹتا۔ بڑے
بڑے پٹاروں کو کاغذ سے منڈھکر اور طرح طرح کی شیرینی انمیں بھرکر امرا کے گھروں اور فقرا
کی خانقاہوں میں بھیجتا۔ جہاں اُسنے اپنی بھاگنے کی جاے مقرر کر رکھی تھی وہاں دو تین گھوڑے
راہوار اس بہانہ سے بھیجدئے کہ وہ برہمنوں کو پن کئے گئے ہیں۔ ان گھوڑونکے ساتھ اپنے
ہمراز و ہمدم محرم رفیق بھی بھیجدئے ایک شخص جاں نثار اسکے ہمراہیوں میں تھا جو شکل میں اس
کے شابہ تھا اسکو اپنے پلنگ پر لٹایا۔ اپنے ہاتھ کے مرصع سونے کے کڑے کو پہنایا اور اسکو
سمجھادیا کہ میرے روانہ ہونیکے بعد باریک کپڑے کی یک لائی سر پر اوڑھ لینا اسطرح پڑے
رہنا اور اس کڑے کو دکھلاتے رہنا تاکہ اندر یا باہر جو پادشاہی آدمی آئیں جائیں وہ یہ جانیں
کہ سیواجی سوتا ہے پھر وہ خود اور بیٹا دونوں ٹوکروں میں بیٹھے اور مشہور یہ کیا کہ متھرا کے برہمنوں
کیواسطے مٹھائی انمیں بھیجی جاتی ہے۔ ۲۷ ماہ صفر ۱۰۷۶ھ کو یوں علاقہ آگرہ سے نکل آیا۔ اور گھوڑوں
کے پاس پہنچا اور دوپہر میں متھرا میں آگیا۔ یہاں اُسنے داڑھی موچھیں منڈوائیں
اور اپنے اور اپنے بیٹے کے چہرہ پر بھبوت لگائی۔ کچھ اشرفیاں جواہر اس پاس
تھے اور چند فقیر اسکے راز دار تھے وہ انکے ساتھ غیر مشہور گھاٹ سے جمنا
پار گیا اور بنارس کی راہ اختیار کی۔ کہتے ہیں کہ سیواجی کے بھاگنے سے پانچ پہر
بعد دکن کے ایک ہرکارہ نے جو جاسوسی اور خبر لانے پر نوکر تھا پادشاہ
سے عرض کیا کہ سیواجی بھاگ گیا۔ پادشاہ نے کوتوال سے پوچھا اُس نے
کہا کہ منزل گاہ کے گرد جو کیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ہرکارہ نے پھر مبالغہ سے عرض
کیا تو کوتوال کے آدمی دیکھنے گئے تو دیکھا کہ سیوا سوتا ہے اور اُسکا کڑہ طلائی

یک لائی کے نیچے دکھائی دیتا ہے تو ہرکارہ نے کہا کہ سیواجی چالیس پچاس کوس نہ
نکل گیا ہو تو مجھے مار ڈالئے آخر کو تجسس و تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ سیواجی بھاگ گیا بادشاہ
نے جانا کہ رام سنگھ کی سازش سے یہ کام ہوا ہے اسلئے اسکو منصب سے معطل اور مجرے
سے منع کردیا۔ اور حکم دیا کہ اطراف دکن جانب شرقی و شمالی کے گرزبردار صوبہ داروں
کے نام احکام لے جائیں کہ جہاں سیوا گرفتار پائے اسکو حضور میں روانہ کریں ان ہی دنوں میں
راجہ جے سنگھ بیجاپور سے فارغ ہوکر اورنگ آباد میں آیا تھا اسکو فرمان بھیجا کہ پہلے اس سے
سیواجی کے بھاگنے کی خبر پھیلی نیتاجی پالکر کو مقید کرکے حضور میں بھیجدے اور پھر اس مرغ
قفس جستہ کی جست وجو میں مشغول ہو اور اسکو کسی جگہ قرار لینے اور جمعیت فراہم
نہ کرنے دے۔ احمد آباد اور برار کی راہ سے اسکے فرار ہونے کا احتمال زیادہ تھا
اسی طرف زیادہ تاکید کے ساتھ گرزبردار تعین کئے گئے۔ سیواجی بنارس کی سمت
میں بھاگا تھا۔ وہاں چار پانچ روز تلک رہا۔ ہفتہ کے بعد اس طرف گرزبردار
رخصت ہوئے۔

کرنیل ڈف صاحب مرہٹوں کی کتابوں سے سیواجی کے فرار ہونیکا حال یہ لکھتے ہیں کہ
جب سیواجی کو معلوم ہوا کہ بادشاہ نے مجھے مجرے سے منع کردیا تو وہ بڑا سٹ پٹایا
کچھ توقف کرکے اُسنے اورنگ زیب کی اصل نیت دریافت کرنے کے لئے
برہمنت کے ہاتھ ایک عرضداشت بادشاہ پاس بھیجی جسمیں یہ لکھا کہ میں دہلی ان
دنوں سے آیا کہ حضور نے مجھے بلایا اور وعدے کئے۔ کیسی کیسی خدمات میں نے
کیں شرائط حضور نے لکھدیں۔ میں نے ان وعدوں کو پورا کیا جو میں نے کئے۔ اب
دکن میں لشکر شاہی کے ساتھ عادل شاہی یا قطب شاہی سلطنت کے استیصال کرنیکے
لئے مدد کرنے کو تیار ہوں اگر حضور کو مجھ سے خدمت گذاری کرانا پسند نہیں ہے تو مجھے
بنارس میں جانے کی اجازت ملے۔ یہاں کی آب وہوا نہ مجھے موافق ہے اور نہ اور

..... اہل دکن کو جو میری ہمراہی میں سازگار ہے۔ اورنگ زیب نے ٹالم ٹولے کا جواب اسکو دیا اور شہر کے کوتوال کو ہدایت کی کہ سیواجی کی منزل گاہ کے گرد پہرہ چوکی لگا دے اور اسکی نگاہ داشت اچھی طرح کرے اور اسکو گھر سے باہر جبتک نکلنے نہ دے کہ کوئی گروہ اسکا ضامن نہ ہو۔ سیواجی اب شکایت آمیز عرائض کرنے لگا اور اپنے نوکروں کے یہاں روک لینے کی سختی کی فریاد کی۔ پادشاہ نے خوش خوش دکن کو اسکے نوکروں کے چلے جانے کی اجازت دی کیونکہ سیواجی کی جمعیت کے گھٹ جانے سے پادشاہ کے بس میں اسکا رہنا اور زیادہ آسان ہو گیا سیانوں کو دور کی سوجھا کرتی ہے۔ سیواجی کو اپنے دوستوں کو عافیت کے ساتھ قید سے نکالکر اپنا قید سے نکلنا آسان ہو گیا۔ رام سنگھ اسکا رازدار تھا اور اسکے باپ نے جو سیواجی سے وعدے کئے تھے ان کے سبب وہ سیواجی کے بھاگ جانے کے ارادہ سے چشم پوشی کرتا تھا سیواجی پر ایسی سخت قید نہ تھی کہ وہ کہیں ملاقات کو نہ جا سکتا ہو وہ امراء دربار پاس جایا کرتا اور انکو تحفے تحائف بھیجتا رہتا اور اس طرح ان کو اپنا ایسا معین و یار بنایا کہ اسکی مطلب براری کے لئے کافی تھا اس نے اپنے تئیں بیمار بنایا۔ ویدکوں سے اپنا علاج کرایا۔ اول اپنے تئیں سخت بیمار مشہور کیا۔ پھر مرض کی تخفیف کا اظہار کیا اور برہمنوں کو پُن دان دینا شروع کیا۔ ویدکوں کو انعام دیا۔ بڑے بڑے پٹارے یا ٹوکرے بنوائے۔ ان کو مٹھائیوں سے بھر کر بڑے بڑے امیروں اور اپنے دوست آشناؤں کو اور مسجدوں میں فقیروں میں تقسیم ہونیکے لئے بھیجنے شروع کئے اوّل اوّل پہرہ کے سپاہیوں نے ٹوکروں کی تلاشی لی پھر چھوڑ دی۔ جان لیا کہ ان میں مٹھائی ہوتی ہے۔ چند دنوں کے بعد سیوا ایک پٹارے میں خود بیٹھا اور دوسرے میں بیٹے کو بٹھا دیا۔ ان ٹوکروں کو نوکروں نے سر پر اٹھایا اور چوکی پہرہ سے ان کو یوں باہر نکالا اور ایک مخفی جگہ پہنچایا پھر دہلی کی نواح میں اسجگہ وہ آیا۔ جہاں اسکے لئے گھوڑا کسا کسایا تیار کھڑا تھا

پہنچا اور بیٹے کو شہ بالا بنایا دوسرے دن متھرا پہنچا۔ جہاں بعض برہمن اور اسکا خیرخواہ
درست نیتاجی و بالوس راے انتظار کر رہے تھے۔ اُنہوں نے اِسکے لئے سامان تیار کر رکھا
تھا۔ بوندیلکھنڈ کے برہمن کا ایک خاندان یہاں رہتا تھا اسکو سنبھاجی کو حوالہ کیا وہ مورثم مل
جاٹ کا کچھ رشتہ دار تھا۔ سنبھاجی کئی مہینے یہاں رہا۔ پھر دکن میں پہنچا دیا گیا۔ سیواجی
نے اس کے بھیس میں بہت پرسش گاہوں میں جاترے کو گیا۔ مگر اسکے دکن جانے کی راہ
صحیح صحیح نہیں معلوم۔ وہ نو مہینے کے بعد دسمبر ۱۶۶۶ء میں راے گڈھ میں آیا۔

ڈاکٹر برنیر صاحب کی داستان سنیئے کہ جب ایران کی چڑھائی کا بادشاہ کا
ارادہ ہوا تو اُسنے سیواجی کو نہایت شفقانہ محبت آمیز کلمات میں فرمان لکھا
اور اسکی فہم و فراست و سخاوت و شجاعت وغیرہ کی بہت تعریف لکھی اور راجہ جیسنگ
نے اسکی جان اور آبرو کی حفاظت کا ضامن بنا اسلئے سیواجی بھی مطمئن ہو کر دہلی میں
حاضر ہوا۔ مگر اتفاق وقت سے دہلی میں شائستہ خاں کی بیوی بھی اُس وقت
موجود تھی وہ اس امر پر مصر ہوئی کہ جس شخص نے میرے بیٹے کو مارا ہو شوہر
اور خسر کیا ہو۔ شہر سورت کو لوٹا ہو وہ ضرور مقید ہونا چاہیئے۔ اس سبب سے
سیواجی یہ دیکھکر ہر سمت میں اسکے خیموں کی تاک میں تین چار امیر لگے رہتے ہیں۔ ایک
رات کو بھیس بدلکر نکل گیا اسکے بھاگ جانے کا محل میں بیگمات کو بہت رنج و افسوس ہوا
ایک مورخ لکھتا ہے کہ اس موش کو ہی نے جب اورنگ زیب کی شان و شوکت دیکھی
تو اسکے ہوش اُڑ گئے اور بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو اس دربار کی عظمت کو
دیکھ سکا وہاں سے بھاگ گیا۔ مورخوں کے بیان گو مختلف ہیں مگر سب سے زیادہ صحیح
بیان عالمگیر نامہ میں لکھا ہے۔ ٹوکروں یا پٹاروں کی باتیں مرہٹوں نے جن کی
عادت میں تاریخ کے ساتھ کہانیاں جوڑنے کی ہے لکھی ہے۔

اس ملاقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ بجاے اُسکے کہ سیواجی کو اپنا دوست بناتا

جو اسکے قدموں تلے آگیا تھا اپنا دشمن بنالیا۔ عالمگیر یہ نہ سمجھا کہ ساری ہندوستان میں کوئی امیر اور سپہ سالار ایسا نہیں ہے کہ وہ مہمات دکن میں خدمت گذاری کامیابی کیساتھ سیواجی کی برابر کرسکے اُسنے یہ سمجھکر کہ وہ ایک ہندو اپنے مذہب میں دیوانہ ہے اسکے حسب دلخواہ خاطرداری نہ کی۔ اپنی شان وشکوہ کی نمود کے لئے اسکو پنجہزاری منصبداروں میں بٹھایا اور اسکو دکن میں اپنا قایم مقام نہ بنایا جس سے یہ مرہٹہ آزردہ خاطر ہوکر بھاگ گیا اور بھاگنے کے بعد جو اُسنے کام کئے وہ آگے بیان ہونگے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ تربیت خاں ایران کے نامہ کا جواب لے کر ایران کو روانہ ہوا تھا جب یہ سفیر ایران جاکر اصفہان میں شاہ سے ملا تو وہ اس پر ملتفت نہ ہوا بے سبب غبار خاطر کے آثار ظاہر کئے اور آئین مخالفت و داد اور قانون یک جہتی و اتحاد کے برخلاف باتیں ظہور میں آئیں۔ بعض اوقات سپہ کشی اور رزم آزمائی کا عزم اور ولایت پادشاہی کی سرحد میں لشکر بھیجنے کا داعیہ کیا اور اور بخشش کی باتیں ظاہر کیں۔ ایک سال بعد تربیت خاں فرخ آباد سے رخصت ہوا۔ اسکی روانگی کے بعد شاہ ایران نے اپنی لشکر کشی کے ارادہ کو ظاہر کیا۔ خراسان میں بڑی سپاہ بڑے توپخانہ کے ساتھ تعین کی اور فرخ آباد سے اصفہان کو روانہ ہوا اور اس عزیمت کا اسباب سرانجام دیا کہ خود متعاقب خراسان میں آئے۔ پادشاہ پہلے سے ان باتوں کو سُن رہا تھا۔ اب ممالک محروسہ کی حدود میں تربیت خاں آیا تو اسکے عرائض سے یہ حال بہ تفصیل معلوم ہوا۔ پادشاہ نے بھی ایران کا ارادہ کیا تو پادشاہزادہ محمد معظم کو راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ چہارم ربیع الاول ۱۰۷۶ھ/۱۶۶۵ء کو کابل میں صوبہ مقرر کیا اور بیس ہزار سوار اسکے ساتھ کئے اور بعض اُمراء جو حضور میں حاضر تھے اور بعض جو اپنے اقطاع میں تھے اُن کو ساتھ جانے کا حکم دیا اور خود

شاہ ایران سے بے لطفی اور محمد معظم کو کابل جانے کے لئے تعین کرنا

نجف جانے کا ارادہ کیا۔ مگر شاہ عباس جب فرح آباد سے اصفہان کو چلا تو خناق کے مرض میں مبتلا ہوا اور چند روز میں مر گیا۔ صفی مرزا اُسکا بڑا بیٹا جانشین ہوا۔ عالمگیر کو اس کے مرنے کا افسوس ہوا اور اُس نے کہا کہ میں یہ چاہتا تھا کہ وہ زندہ ہوتا تو صفت آرائی کا لطف اُٹھتا۔ اب دوست دفتوت کا اقتضا نہیں ہے کہ ایران پر لشکر کشی کی جائے۔ اُس نے شاہزادہ کے نام فرمان بھیجا کہ لاہور سے آگے نہ جائے اور ایلچی حضور میں چلا آئے۔

خافی لکھتا ہے کہ عبدالقوی ایک بڑا فاضل بادشاہ کا اُستاد تھا۔ بادشاہ نے اُس کو بخشی گری کا منصب اور اعتماد خاں کا خطاب دیا تھا۔ خلوت میں اسکو سامنے بیٹھنے کی عبارت تھی کمال تدین درستی و صلاح و تقویٰ رکھتا تھا۔ ایک آدمی قلندر وضع پر ایران کی طرف سے جاسوسی کا گمان ہوا۔ کوتوال اُسکو پکڑ کر لایا بادشاہ نے اعتماد خاں کو سپرد کیا کہ اپنے گھر لیجا کر حقیقت حال دریافت کرے وہ اُسکو اپنے گھر لے گیا۔ فقیر سے حال پوچھا اُس نے کہا کہ میں فقیر ہوں تو اعتماد خاں نے اُسپر اور تنبیہہ کی فقیر نے کہا کہ میں اصل حال آپ کے کان میں کہوں گا اُس نے کہا اچھا جب وہ اُس کے کان میں بات کہنے لگا تو باوجودیکہ اس کے ہاتھ پس پشت بندھے ہوئے تھے اُس نے چھوٹی شمشیر جو اعتماد خاں کی مسند پر رکھی ہوئی تھی جلدی لیکر اعتماد خاں کے ایسی ماری کہ اُسے آہ بھی نہ کھینچنے دی نوکروں نے فقیر کے ٹکڑے اُڑا دیئے عالمگیر نامہ میں لکھا ہے جو خافی خاں کے بیان سے زیادہ معتبر ہے کہ امیر خاں صوبہ دار کابل نے ان ایام میں چند بے سروپا منغلوں کو جاسوسی کے شبہ میں گرفتار کرکے بادشاہ پاس بھیجا تھا۔ بادشاہ نے خان مذکور کو جو کار آگاہ و معاملہ فہم تھا تحقیق حال کے لیے مامور کیا۔ اعتماد خاں نے ان کمانوں میں سے ایک سپاہی وضع کو بے بند و زنجیر کے خلوت میں اپنے پاس طلب کرلیا اور احوال کی تحقیق کرنے لگا کہ وہ ناگہاں باہر گیا اور ایک خادم پاس اُسکے ہتیار تھے اس سے تلوار لیکر خان مذکور کے ایک ضربت ایسی لگائی کہ رشتۂ حیات اس کا منقطع ہوا۔ اُس کے پاس کے آدمیوں نے اس قاتل کے ٹکڑے اُڑائے۔ خان مذکور حلیہ فضل و کمال سے

آراستہ محرم قدیم الخدمت رہت گفتار و درست کردار تھا۔ بادشاہ کو اس کا افسوس ہوا۔ اور اُسکے خویشوں اور بیٹوں کو خلعت اور مناصب سے سرافراز کیا۔

بادشاہ کے حکم سے نیتاجی کو راجہ جے سنگھ نے دکھن میں دستگیر کر کے بادشاہ پاس بھیجدیا۔ بادشاہ نے فدائی خاں میر آتش کو اُس کی حراست کے لیئے مقرر کیا۔ نیتاجی نے کہا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ بادشاہ نے اسکو مسلمان کر کے بہت سی عنایات کیں جس کا آگے بیان ہوگا۔

نیتاجی کا مسلمان ہونا

بادشاہ نے دلیر خاں کو اپنے پاس بلایا تھا وہ کومکیوں سمیت دریا نربدا سے پار ہوا تھا کہ اس پاس حکم پہنچا کہ مابجی ملار زمیندار چاندہ کی گوشمالی کو جائے وہ اس حکم کے ورود ہونے کے بعد نذولہ خاں و راجہ سبحان سنگھ و راؤ بہادر و قادر داؤد خاں و زبردست خاں و آتش خاں و برقنداز خاں کے ساتھ برار و ملک چاندہ کی طرف روانہ ہوا۔ ایرج خاں صوبہ برار مع اس نواح کے فوجداروں کے اُس کے ساتھ شریک ہوا۔ جب چاندہ کی سرحد پر یہ پہنچے تو اُس کے زمیندار پر خوف غالب ہوا اُس نے اپنے مدارالمہام تاکیا کو دلیر خاں پاس بھیجکر اُس سے ملاقات کی درخواست کی دلیر خاں نے اُسکو فضل و کرم بادشاہی کا امیدوار کیا تاکیا نے زمیندار کا اطمینان خاطر کیا وہ مع اپنے بڑے بیٹے مدہکر کے موضع مانڈورہ سرحد چاندہ پر دلیر خاں کے سامنے بطور قیدیوں کے آیا۔ ایک ہزار اشرفی اور دو ہزار روپیہ اور دو گھوڑے اور ایک فیل برسم نیاز دلیر خاں کے آگے پیش کیئے سات ہزار اشرفی و پانچ لاکھ روپیہ پیشکش فیل وغیرہ پہلے لاکر لایا تھا وہ بصیغہ جرمانہ و تنکرانہ سرکار خاصہ کے حوالہ کیے دلیر خاں نے اس سے کہا کہ اگر اپنے جان و ناموس کی سلامتی اور موطن ولایت کی بقا چاہتے ہو تو برسم جرمانہ دو مہینے کے اندر ایک کروڑ روپیہ نقود و نفائس اشیاء مثل جواہر و مرصع آلات نقرہ اور ہاتھیوں کا سامان کر کے اولیاء دولت کو حوالہ کرو اس کے سوا، پانچ لاکھ روپیہ دلیر خاں کو جو اصلاح کار کا واسطہ اور عفو جرایم کا ذریعہ

زمیندار چاندہ و دلیر خاں کی لشکر کشی اور پیشکش کا وصول کرنا

[illegible] طریق شکرانہ کے ہر سال دو لاکھ روپے پیش کش مقرری سرکار خاصہ میں ادا کرتے رہو
[illegible] ک کو جو اس ریاست کا مضبوط قلعہ ہے اسکو بادشاہی آدمیوں کو سپرد کرنے دو
..... بادشاہ تمہاری ساری تقصیرات معاف کردے گا اور
[illegible] سنگھ اس کے بڑے بیٹے کو نائب مناب مقرر کردیگا۔ دلیر خاں نے ان سب باتوں کی
[illegible] بادشاہ سے منگالی بادشاہ نے زمیندار کے لئے فرمان اور خلعت بھیجدیا۔ دلیر خاں
[illegible] راؤ کو اپنے پاس بلا کہا اور اس کے وکلاء کو رخصت کیا کہ پیش کش کا سرانجام کریں۔
[illegible] کو قلعہ مانک درگ کے انہدام کے لئے مقرر کیا۔ اُس نے جاکر تھوڑے دنوں میں قلعہ
[illegible] کی برابر کیا۔ اس میں جا بجا روپیہ مدفون تھا۔ اُسکو نکالکر اور پچاس آہنی توپیں رام چنگی
[illegible] سی بندوقیں لشکر شاہی میں ارسال کیں اور اسی طرح قلعہ بھولی کو جو سرحد دیوگڈھ پر تھا
[illegible] کیا۔ دو مہینے کے بعد پیش کش کا ستر لاکھ روپیہ وصول ہوا۔ پاجی ملا راؤ علیل مریض تھا
[illegible] کی ولایت میں خلل پڑ رہا تھا اور باشندے و رعایا بھاگ کر متفرق ہو گئے تھے۔ دلیر خاں
[illegible] چھوڑ دیا اور اُسے پیش کش میں سے تین لاکھ روپیہ اور اپنے پانچ لاکھ روپیہ کل آٹھ لاکھ
[illegible] روپیہ کے ادا کرنے کا دو مہینے کے عرصہ میں مچلکہ لکھایا اور باقی تیس لاکھ روپیہ بتدریج تین
[illegible] میں ادا کرنے کا۔ اور ہر سال دو لاکھ روپیہ مقرری بھیجنے کا اقرار لیا۔ بادشاہ نے
[illegible] اُسے بھیجا تھا وہ بھیجدیا۔ زمیندار دیوگڑھ کی جو سرحد چاندہ سے متصل تھا اُس کی
[illegible] پر متوجہ ہوا۔ تھوڑے دنوں میں اُس نے پندرہ لاکھ روپئے وصول کئے اور یہ
[illegible] کیا کہ سال بسال دو لاکھ روپیہ وہ پیش کش دیا کرے اور حال میں قریب نصف کے
[illegible] وصول کی۔ راجہ جے سنگھ بیمار ہوکر مرگیا۔ بالاگھاٹ کا انتظام بگڑ گیا۔ بادشاہ
[illegible] فرمایا کہ از سر نو بیجاپور کی تیاری کی جائے۔ دکن کا صوبہ دار دلیر خاں مقرر ہوا۔
[illegible] نے دونو زمینداروں سے باقی پیش کش کے وصول کرنے کے لئے قادرداد خاں کو
[illegible] خود اورنگ آباد روانہ ہوا۔

سوانح سال دہم جلوس ۱۰۷۷ھ

بادشاہ کے جلوس دہم کا جشن ہوا۔ اس سال میں شہزادہ کام بخش پیدا ہوا۔ شاہزادہ محمد معظم لاہور سے آیا اس کو اور محمد اعظم کو خلعت گراں بہا عنایت ہوئے۔ سیواجی کا خویش نتاجی جو مسلمان ہوا تھا اُس نے فتنہ کر کے شعار و اداب مسلمانی کو اختیار کیا تھا۔ بادشاہ نے اُس کو منصب سہ ہزاری دو ہزاری سوار اور محمد قلی خانی کا خطاب عنایت کیا۔ بادشاہ کے جشن میں ایران و توران و بلخ و بخارا و حضرموت و مخا کے ایلچی موجود تھے جن کو انعام و خلعت ملے۔

راجہ جے سنگھ بادشاہ کے حکم سے اورنگ آباد میں آیا تھا۔ بادشاہ نے اُسکو اپنے پاس بلایا اور ۲۰ شوال ۱۰۷۸ھ کو شاہزادہ محمد معظم کو دکن کی صوبہ داری پر رخصت کیا اور ملک و دولت کی مصلحتوں کے وجہ سے مہاراجہ جیونت سنگھ و راجہ رائے سنگھ سیسودیہ و صفشکن خاں و صفی خاں و راجہ رائے سنگھ کچھواہہ و عزت خاں و سربلند خاں کو شاہزادہ کے ہمراہ کیا اور راجہ جے سنگھ کو لکھا کہ جس وقت اورنگ آباد میں شہزادہ آئے اس وقت وہاں سے روانہ ہو کر میرے پاس آئے مگر راجہ راہ ہی میں تھا کہ بیمار ہو کر مر گیا۔

شاہزادہ محمد معظم کا دکن کی صوبہ داری پر رخصت ہونا

قوم یوسف زئی کی سوا اصل و پیدائش و نشو و نما و ترقی و تنزل و ہجرت و اقامت

پہلے زمانہ میں اقوام یوسف زئی کے یورت و مسکن سرزمین قندہار و قرابا تھے بعض سببوں سے ان حدود سے وہ پراگندہ ہوئیں اُس زمانہ میں کہ مرزا الغ بیگ کابلی حکم روائے کابل تھا وہ کابل میں آئیں مگر یہاں اس کی دال نہ گلی تو وہ آخر کو سرزمین سوات و بجور میں چلی گئیں۔ یہاں قوم سلطانی جو اپنے تئیں سکندر کی اولاد دختری بتاتے ہیں مرزبانی کرتے تھے اوّل اُس کی اقوام یوسف زئی خدمت گزار بنیں اور پھر کافر نعمتی کر کے قوم سلطانی کو اُٹھا کر خود سلطانی کرنے لگیں اور تمام دشت و کوہ پر تسلط کر لیا۔ پہلے مرزبانوں کو [illegible] میں بٹھا دیا۔ ان میں سے بعض جب وطن کے سبب سے اب تک اس مرزبوم میں مسکن رکھتے ہیں اور ترک یورت قدیم کو دشوار سمجھتے ہیں۔ غرض اب سے سو سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ اقوام یوسف زئی ان حدود میں بستی ہیں۔ دزدی اور رہزنی کرتی ہیں جنگاہ اُن کا

سلسلہ اور بجور ہے اور پہاڑ سے باہر کی سرزمین پر بھی قبضہ کر لیا ہے اس کوہستان کا طول بیس کوس
اور عرض بعض جگہ بیس کروہ اور بعض جگہ پندرہ کروہ ہے خوش مرغزار اور دلکش پاکیزہ جنگل
اس پاس ہیں۔ سرزمین دو جانب سے تو دریائے نیلاب سے ملتی ہے اور ایک جانب اس
دریا سے ملتی ہے جو خطۂ کابل سے آنکر نوشہرہ میں بہتا ہے اور چوتھی جانب میں کوہ شمالی ہے۔
حضرت عرش آشیانی (اکبر) کے عہد میں معرکہ آرائیاں زین خاں کو کلتاش و بیربل
سپہ سالار الفتح نے یہاں کیں اُن کا بیان اقبالنامہ اکبری میں مفصل لکھا گیا ہے۔ غرض اُنکی
ہمیشہ اتنا کیداس قدر ہو گئی تھی کہ وہ قدم جرأت اپنی حد سے باہر نہیں نکالتی تھیں اگرچہ
اکثر سرکشیں باجگذار نہ تھیں لیکن وہ اپنی حدود سے باہر قدم نہیں رکھتی تھیں۔ ان دنوں
میں اُن کے سردار بھاگونے فساد اُٹھایا اور اس قوم کے قبائل کو باہم متفق کیا اور ایک
سید محمد شاہ کو اپنا ہادی بنایا اور بہرہ خوشاب کے ملانوں میں سے ملا چالاک کو پیشوا بنا لیا
بھاگو کی صلاح دید سے پانچہزار افغانوں کے ساتھ قلعہ چھاچھل پر وہ گئے یہ قلعہ حدود
اٹک میں تھا جس کے مرزبان شادمان کا گماشتہ شمشیر اس قلعہ میں تھا۔ عذر و مکر سے
اس قلعہ کو اُنھوں نے لیا اور ان حدود میں شورش انگیزی شروع کی افاغنہ یوسف زئی
سے ایک گروہ انبوہ نے دریائے نیلاب حدود اٹک میں اپنی حد سے باہر قدم رکھا اور
اٹک محروسہ پر دست تعرض دراز کیا۔ جب بادشاہ کو ان حدود کے وقائع نگاروں
سے یہ خبر معلوم ہوئی تو اٹک کے فوجدار کامل خاں پاس فرمان بھیجا کہ دریائے نیلاب
کے نواحی کے جاگیرداروں و فوجداروں کو جمع کر کے حتی المقدور اس طائفہ کی
تادیب میں مشغول ہو۔ سید خاں صوبہ دار کابل کو فرمان گیا کہ شمشیر خاں پانچہزار
سپاہ کے ساتھ ان مفسدوں کے دفع کرنے کے لیئے روانہ کرے۔ کابل خاں نے
شمشیر خاں کے ملنے کا انتظار نہیں کیا۔ اپنے ہمراہیوں اور لشکری کھگر و اشرف خوشحال
خٹک کو ساتھ لے کر اٹک سے برآمد ہوا۔ اور گذرہاروں کی طرف جو ولایت یوسف زئی

کے روبرو واقع تھا روانہ ہوا کہ قوم یوسف زئی کی تنبیہہ کرے۔ پشاور میں امیر خاں کا نائب عبدالرحیم تھا اس سے کامل خاں نے مدد طلب کی تھی۔ امیر خاں کے اشارہ سے فوراً مراد قلی سلطان گھکر و راجہ رائے سنگھ بھدوریہ ۱۶ر شوال کو کامل خاں سے ملگئے۔ یوسف زئی بھی دریائے نیلاب سے اس طرف آنکر گذرہاروں پر جنگ و پیکار کے قصد سے مقیم ہوئے۔ جب لشکر شاہی گذرہارون پر آیا تو دریا کے پار مخالفوں کے پچیس ہزار سوار اور پیادے اُتر آئے تھے ان میں سے دس ہزار جنگ کے آہنگ میں مستعد ہوئے سخت لڑائی ہوئی۔ لشکر شاہی کو فتح نصیب ہوئی۔ یوسف زئی سراسیمہ و ہراساں دریائے نیلاب پر گئے لشکر شاہی اُن کے تعاقب میں گیا۔ یوسف زئی کے دو ہزار آدمی مارے گئے اور بہت مجروح ہوئے بعض ڈوب گئے۔ گذرہارون پر دریا کے تین شعبے ہوتے ہیں ایک اُن میں پایاب تھا۔ اس سے گذر کر جان سلامت لے گئے۔ لشکر شاہی نے مفسدوں کے چار سو سر اُتارے۔ کامل خاں نے ان میں سے ایک سو بیس سر پشاور بھجوائے اور باقی سروں کا کلہ مینار بنایا۔ تاکہ لوگوں کو عبرت ہو۔ بادشاہ نے یہ خبر سنکر کامل خاں کو خلعت و فیل دیا اور منصب میں پانصدی دو صد سوار کا اضافہ کیا کامل خاں نے گذرہارون پر اقامت کی چاروں طرف اس کی کمک کے لئے لشکر شاہی آگیا اور وہ یوسف زئی کے ملک میں گھس گیا مخالف موضع اوہند میں جو دہنہ کوہستان کہلاتا ہے فتنہ انگیزی کے لیے جمع ہوئے۔ بادشاہ نے مصلحت وقت جانکر محمد امین خاں بخشی کو کابل کا صوبہ مقرر کیا اور یوسف زئی کی تنبیہہ کے لئے حکم دیا وہ نو ہزار سپاہ کے ساتھ ۱۸ر ذیقعدہ کو اس طرف روانہ ہوا۔ شمشیر خاں کی فوج جو افغانان یوسف زئی کی تنبیہہ کے لئے مقرر ہوئی تھی اُسکی کئی لڑائیاں یوسف زئی سے محمد امین خاں کے پہنچنے سے پہلے ہوئیں اور یہ قوم مغلوب و منہزم ہوئی جس کی مجمل کیفیت یہ ہے کہ شمشیر خاں و عبدالرحیم ملازم امیر خاں کابل میں لشکر کو مکی کے ساتھ مفسدوں کی ولایت

میں پہنچے اور سرزمین مندر میں اُترے یہ مقام کوہستان یوسف زئی سے باہر یوسف زئی کی کھیتی کشت وزراعت میدان کروفر ہی یہاں سے موضع اوہند میں کہ دہند کوہستان ہے تھانے بٹھائے اور مورچال لگانے اور نظم ونسق کرنے کا قصد تھا کوہستان سے باہر جو یوسف زئی کے مساکن ومواطن ودیہات اور مزارع تھے اُن کو لشکر شاہی نے تاخت و تاراج کیا۔ شمشیر خاں کو معلوم ہوا کہ یوسف زئی نے کسی مجہول کو دست آویز بنا کے موضع منصور و پنج بیر و مرغز میں فساد اُٹھانے کا ارادہ کیا ہے۔ ۱۲ ذی الحجہ کو لشکر شاہی نے تھانوں کو پنج بیر میں شکست دی اس جنگ میں شمشیر خاں کا بھائی اور کئی بڑے بہادر مارے گئے۔ مفسدوں کے اکثر قریے و مساکن کو آگ لگا ئی اور اُن کے مواشی کو غارت کیا اور دو روز بعد شمشیر خاں نے پنج بیر کی بائیں جانب جا کر مواشی اور اموال کو لوٹا اور کسی آبادی کا نشان نہیں چھوڑا اور چار موضع مرغز سے آگے لوٹ لیے ان مقدمات کے بعد بجا کو اور یوسف زئی کے اور ملکوں نے الواس اکوزئی اور ملی زئی کو جو اہل سواد پنجیر میں جمع کر کے انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ ۱۵ محرم کو انہوں نے سیاہ نامحصور کے ساتھ موضع منصور میں آکر مورچال مستحکم کیے اور سپاہ کی پیادہ بندی کی۔ دوسرے روز لڑائی کو آئے۔ شمشیر خاں لشکر کو مرتب کر کے اُن سے لڑنے گیا۔ افغانوں نے بندوق و تیر سے لڑائی شروع کی۔ لشکر شاہی اُن کو بھگاتا ہوا منصور پر اُن کے مورچالوں کے سامنے آیا۔ قریب تھا کہ ہزیمت پاتا مگر شمشیر خاں نے اُسے سنبھال لیا سخت لڑائی ہوئی۔ یوسف زئی کو شکست فاحش ہوئی۔ ہوا گرم چل رہی تھی بھاگ کر پنج بیر پر پہنچے تو اتنا پانی پی لیا کہ شعلہ حیات اُن کا بجھ گیا! ایک گروہ بے آبی سے تشنہ لب سراب عدم کو چلا گیا۔ ایک گروہ نے کوہ پر ایک موضع میں کوشش آویزش میں ثبات کیا۔ شمشیر خاں اُن کے دفعیہ میں مشغول ہوا۔ جب تیر و تفنگ سے اُن کو دفع نہ کر سکا تو بے توقف و درنگ لشکر شاہی گھوڑوں سے

اُتر کر پیادہ پا اور سپروں کو منہ پر لگا کے مردانہ وار کوہ پر چڑھا بعض دشمنوں کی جان لی بعض کو امان دیکر دستگیر کیا تین سو آدمی جن میں چند معتبر ملک لوساتھے مقید کئے۔ بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو شمشیر خاں کا لحاظ منصب کیا۔ محمد امین خاں بھی یوسف زئی کے ملک میں آگیا اور انہوں نے اُن کے مساکن و مواطن کی تخریب میں کوشش کی۔ بادشاہ کا حکم اس پاس آیا کہ شمشیر خاں کو اوہند میں چھوڑ کر اور اس کی کمک کو لشکر بھیجکر تم خود ہمارے پاس چلے آؤ محمد امین خاں نے جو کام اس مہم میں کیا اسکی کیفیت یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو موضع لگی میں پہنچکر شمشیر خاں کو اوہند سے اپنے پاس بلا یا۔ اس پاس شمشیر خاں آیا اور قوم اونمازی کے ملکوں کو جنہوں نے اطاعت کی تھی ساتھ لایا محمد امین نے اُن کو خلعت دیکر اپنے وطنوں کو رخصت کیا اور اُن کو کہدیا کہ اطاعت کروگے تو لشکر شاہی کی سطوت سے امین رہوگے فریق یوسف زئی سے قوم شیر پا شہباز گڑھ سے کوہ کرہ مار تک جابجا سکونت رکھتی تھی۔ اور موقع پاکر دزدی کرتی تھی۔ محمد امین خاں شہباز گڑھ میں گیا لشکر شاہی کوہ کرہ مار کے اندر فضا میں داخل ہوا اور چند قریوں کو آگ لگا کے خاک کی برابر کیا۔ چھ ہزار مویشی پکڑ لیئے محمد امین خاں موضع بجار میں آیا جو کوہ سواد پر واقع ہے یہاں خوب تاخت و تاراج کی اور بہت مواشی لے لیئے۔ اس لوٹ مار کے بعد ۲۰ ربیع الثانی کو اوہند میں آیا اور شمشیر خاں کو مہم کا اہتمام سپرد کرکے اور اپنے دو ہزار آدمی دیکر ۲۰ جمادی الاولی کو ان حدود سے مراجعت کی ۲۵ جمادی الاولی کو جشن شمسی ہوا۔ عبدالرحمن خاں بن نذر محمد خاں کو پانچہزار روپے اور محمد بدیع بن خسرو بن نذر محمد خاں کو ہزار روپے اور اُس کے چھوٹے بھائی باقی محمد کو تین ہزار روپے و خوشحال بیگ کاشغری کو شمشیر باساز مینا کار و محمد منصور برادر عبداللہ خاں والی کاشغر کو خطاب ناصر خانی و جیغہ مرصع و ایک ہاتھی اور پانچہزار روپیہ ملا ۲۹ ربیع الثانی رستم بے ایلچی عبدالعزیز خاں کو خلعت فاخرہ و شمشیر مرصع باساز طلا و ایک ہاتھی اور ۳۴ ہزار روپیہ اور اس کے ہمراہیوں کو ۱۰ ہزار روپیہ اور خوشحال بیگ ایلچی سبحان قلی خاں کو خلعت

جشن نوروز شمسی

سپ باساز و طلا و شمشیر مرصع دو با ساز طلا و مرصع و ایک ہاتھی اور ۴۳ ہزار روپیہ اور اُس
کے بیٹے یار محمد کو خلعت و خنجر اور ایک اشرفی پچاس سہ مہری اور اُس کے رفیقوں کو چار ہزار
روپیہ مرحمت ہوئے۔ اوّل سے آخر تک سفیر تجار اور اُس کے رفیقوں کو دو لاکھ روپے
کے قریب اور ایلچی بیگ اور اس کے متعلقین کو ڈیڑھ لاکھ روپے کے قریب اور ریشم والی اور کیچ
کو خلعت اور چھ ہزار روپیہ انعام دیا اور ایک خنجر مرصع گراں بہا والی مذکور کے لیے بھیجا
گیا اور بیس ہزار روپے اُس کو حوالہ ہوئے کہ ہندوستان کی امتعہ خرید کر کے اُس کو حوالہ
کرے اور خواجہ موسیٰ و خواجہ زاہد کو جو بخاری خواجہ ہیں۔ ہر ایک کو پانچ ہزار روپیہ
بھیجا گیا یہ انعامات ہم نے وہ لکھے ہیں جو غیر ملکوں کے سفیروں کو دیئے گئے ہیں جس سے
شان دربار عالمگیری معلوم ہوتی ہے کہ کن کن غیر ملکوں کے بادشاہوں سے اُس کی
سلسلت تھی اور اُن کے سفیر اُس کے دربار میں آتے تھے۔

کشمیر اور زمیندار تبت کی عرض سے معلوم ہوا کہ عبداللہ خاں والی کاشغر بیٹے کے
ہاتھ سے تنگ ہو کر بیت اللہ جانے کے ارادہ سے کمال بیسر و سامانی کے ساتھ ان حدود
میں آیا ہے چند اہل و عیال اس کے ہمراہ ہیں بادشاہ نے خواجہ محمد اسحاق کو مہماندار مقرر کیا
اور سرانجام ضروری کے ساتھ اس کے استقبال کو روانہ کیا اور اس کے ساتھ ایک سونو
گھوڑے باساز مینا و طلا و سادہ اور ہاتھی باساز نقرہ و خنجر و شمشیر مرصع و ظروف طلا
و نقرہ و اقسام اقمشہ و فرش بھیجے اور پچاس ہزار روپیہ نقد خزانہ کشمیر پر تنخواہ کر کے بھیجے
تا کہ امین خاں کہ لاہور میں اپنے تعلقہ صوبہ میں گیا ہوا تھا۔ حکم گیا کہ عبداللہ خاں کے
آگے تک ہاں توقف کرے اور اُس کی ضیافت میں تقدیم کرے اور خزانہ لاہور سے
پچاس ہزار روپیہ اسکے پاس پہنچاوے اور سب طرح سے اُنکی مہمانداری میں مشغول ہو۔ جا بجا حکام
راہداروں کو مہمان نوازی و مسافر پروری کے لیے احکام صادر ہوئے جب وہ دارالخلافہ کے
قریب آیا تو بادشاہ نے جعفر خاں کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور اعزاز تمام کے ساتھ

عبداللہ خاں والی کاشغر کا بیت اللہ جانا

عبادت خانہ میں بلا کر ملاقات کی اور آٹھ مہینے تک مہمان رکھا اور پھر کعبۃ اللہ سب سامان درست کر کے روانہ کیا۔ سورت تک اُس کی ہر جگہ بڑی خدمت گذاری ہوئی دس لاکھ روپیہ اُس کی مہمانداری میں صرف ہوا۔

عالمگیر کی سلطنت کے دس سال کے حال لکھنے کے لیے عالمگیر نامہ محمدؐ کاظم زیادہ رہنما تھا۔ دس سال کے بعد بادشاہ نے منع کر دیا کہ سلطنت کے حالات کو کوئی مورخ قلمبند نہ کرے۔ اس لیے کوئی تاریخ اس بادشاہ کی باقی چالیس سال سلطنت کی بالاجمال اور بالتفصیل ایسی نہیں ہے جیسی کہ اُس کے آبا و اجداد کی موجود ہے۔ جن کتابوں سے باقی حال میں لکھتا ہوں یہ ہیں۔ اوّل مآثر عالمگیری جس کو مستعد خاں نے خفیہ لکھا ہے اس میں واقعات دکن میں قلعوں اور ملکوں کی فتوح کو بیان کیا ہے۔ مگر وہ واقعات جو ان مہمات میں پیش آئے اُن کا ذکر نہیں کیا اچھا رخ دکھایا ہے دوسرا رخ چھپایا ہے۔ دوم منتخب اللباب خافی خاں ہے۔ خافی خاں کا باپ سلطان مراد بخش کا نوکر تھا۔ وہ عالمگیر سے ناخوش تھا۔ اس کا بیٹا مورخ ہے جس نے باپ سے بہت سے واقعات سنکر ایسے لکھے ہیں جن میں عداوت کی بُو آتی ہے کبھی کبھی مخالفت مذہبی کے سبب بادشاہ کے حال لکھنے میں نعمت خاں عالی کا بھائی بنجاتا ہے۔ اپنی تاریخ کو ہجو بناتا ہے اور عالی کی مضحک نظمیں نقل کرتا ہے۔ سوم تاریخیں جو مرہٹوں نے لکھی ہیں اور انگریزی میں وہ ترجمہ ہوئی ہیں اُن تاریخوں میں افسانے اور کہانیاں بہت ہیں تاریخ کم ہے۔ چہارم وہ تاریخیں جو اہل فرنگ نے جو اس زمانہ میں ہندوستان میں موجود تھے لکھی ہیں جیسے فرانسیسی ڈاکٹر برنیر ہے۔ یہ ڈاکٹر صاحب دانشمند خاں کا ملازم تھا جو ہندوستان کے امراء کی مجالس سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ واقعات ملکی کی داستان سرائی کس طرح مجالس میں ہوتی ہے اور کیا کیا ظرافتیں اُن میں خرچ ہوتی ہیں اس اجنبی ڈاکٹر نے اس اپنے آقا کی مجلس میں جو باتیں سنیں اُنکو سچ سمجھکر اپنے فرانسیسی دماغ سے عقلی ٹکے اُن میں لگا کے ایک ایسی دلچسپ تاریخ لکھ دی جس کے مطالعہ سے وہ آدمی مغالطہ

عالمگیر کی تاریخ

سید پڑتے ہیں جو معتبر کتابوں پر نظر نہیں رکھتے۔

واقعات سال یازدہم ۱۰۷۸ھ الغایت سال بست ویکم

روز بروز امور شرعی کے اجرا، اور اوامر و مناہی الٰہی کے پاسداری میں بادشاہ کی تقید بڑھتی جاتی تھی متصل احکام جاری ہوتے تھے کہ راہداری اور پاندری وغیرہ موقوف کی جائے جس سے لاکھوں روپیہ کی آمدنی ہر سال سرکار کو حاصل ہوتی تھی وہ مسکرات کے رواج اور خرابات خانوں کو موقوف کرتا تھا۔ ہنود کے معبد خانوں میں ہر قوم کے زن و مرد زیادہ شمار کے اندازہ سے روز و تاریخ معین پر جاترہ کے لیے جمع ہوتے تھے اور لاکھوں روپیہ کے مال کی خرید و فروخت ہوتی تھی اور اس کے محصول کے بہت روپیہ ہر صوبہ میں داخل ہوتے تھے اُس کے موقوف کرنے کے لیے حکم صادر فرمایا۔ کلاوتوں نامی قوالوں سے جو سرکار میں نوکر تھے اُن سے سرود خوانی سے توبہ کرا کے اُن کے مراتب و مناصب کو زیادہ کیا اور سرود و رقاصی کے منع کا حکم صادر کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک جماعت کلاوتوں اور قوالوں نے بڑا از دحام کیا اور ایک جنازہ کو بڑی شان سے اُٹھایا اور اس کے آگے پیچھے روتے پیٹتے جھروکہ درشن کے نیچے سے گزرے۔ جب بادشاہ نے جنازہ کی کیفیت استفسار فرمائی تو کلاوتوں نے التماس کیا کہ راگ مرگیا ہے اس کو مدفون کرنے کے لیے جاتے ہیں بادشاہ نے فرمایا کہ اُس کو ایسا خاک میں دفن کرو کہ پھر صدا اور ندا نہ آئے۔

بادشاہان سلف کے زمانہ میں اس سال تک یہ مقرر تھا کہ بادشاہ باوجود عارضۂ بدنی کے اپنی سلامتی کی خبر کے انتشار کے لیے ایک دفعہ اور کبھی دو دفعہ وقت معین میں اُس جھروکہ درشن میں اپنی صورت دکھاتے تھے۔ جو دریائے جمنا پر شاہجہاں آباد اور اکبر آباد میں مشرف ہے۔ امرا بجرائی کے سوار اس وقت سب قوموں کے لاکھوں زن و مرد دعا و ثنا کہتے آتے تھے اور قوم ہنود میں ایک گروہ درشنی مشہور تھا کہ جب تک جھروکہ درشن کے نیچے جا کر بادشاہ کی صورت نہ دیکھتا تھا کوئی چیز نہیں کھاتا تھا عالمگیر نے اس کو

بھی نامشروع جان کر جھروکے کے نیچے آدمیوں کے جمع ہونے کو موقوف کر دیا اور جھروکہ میں خود بیٹھنا چھوڑ دیا۔

آغاز سال دوازدہم کی ابتدا میں بادشاہ نے سُنا کہ برہان پورہ میں محلہ احدی پورہ اور کھڑکی پورہ آپس میں عداوت چشمی رکھتے ہیں۔ ایام عاشورہ میں احدی پورہ کے آدمی ہر سال گشت کے واسطے تابوت نکالتے ہیں وہ مردم کھڑکی پورہ اور اور محلوں پر غالب تھے گشت کے وقت تابوت کے ساتھ دو سو سے زیادہ سوار زرہ پوش اور بندوقچی باہر نکلتے تھے۔ ایک رات کو تابوت کے گشت کے وقت کھڑکی پورہ کے آدمیوں سے اُن کا مقابلہ ہوا۔ ہر چند کھڑکی پورہ کے آدمیوں نے اپنے تابوت کی گشت کی راہ کو بدل کر احدی پورہ کے تابوت کے مقابلہ سے بچایا مگر احدی پورہ کے آدمیوں نے جہالت سے اُس کی راہ کو دو دفعہ روکا۔ جامع مسجد کے نزدیک جنگ واقع ہوئی۔ ایسی جنگ عظیم ہوئی کہ کھڑکی پورہ والوں کے ساتھ بہت سے تماشائی شریک ہو گئے۔ اس قدر آدمی اُن کی اعانت کے لیے در و بام پر چڑھ گئے کہ کسی دوکاندار کے گھر پر سفال باقی نہیں رہی اور پچاس احدیوں سے زیادہ قتل ہوئے اور سو نفر زخمی ہوئے۔ پچاس چالیس ہزار روپیہ کے مروارید اور اقمشہ تابوت اور رشد سے احدی پورہ کے لٹ گئے۔ بادشاہ نے اس واقعہ کو سنکر حکم دیا کہ تمام صوبوں میں لکھا جائے۔ ایام عاشورہ میں کوئی تابوت نہ بنائے اور نہ اُنکا گشت کرائے بادشاہان سابق کے عہد میں شاعر و منجم زیادہ اعتبار رکھتے تھے خصوصاً شاہجہاں کے عہد میں اور ہر ایک بادشاہ کے عہد میں ایک ملک الشعرا ہوتا تھا۔ اور وہ پائے تخت میں حاضر رہتا تھا مصالح رکاب دفتر دیوانی کا جز و منجمین کا گروہ سمجھا جاتا تھا وہ بادشاہ کے روشناس نوکر ہوتے تھے اُن کو یہ کام سپرد تھے فصول اربعہ کی تحقیق و ماہہا شمسی کے سررشتہ حساب اور تنخواہ تیول جاگیرداروں اور نقدی احدیوں و توپخانہ کی اور تقرر ساعت کے موافق تقویم بناتے وہ سب موقوف ہوئے۔ شعر کہنے سننے کا اور ساعت ازروئے

تقویم مقرر کرنے کا اور دفتر میں تقویم رکھنے کا رواج برطرف کیا۔ اہل دفتر نے عرض کیا کہ تاریخ ماہ شمسی کا حساب از روئے تقویم محرر رکھتے ہیں جواب ممنوع ہوا تو حساب طلب تنخواہ بغیر تقویم جاری نہیں ہو سکتا تو فرمایا کہ ؎

لا و لا لب لا ولا لاشش مہ است لل و کط و کط لل شہور کوتہ است

پر حساب کرکے شمسی مہینوں کے سررشتہ کو نگاہ رکھیں۔ اس حکم سے حساب میں ابھیڑا پڑ گیا اور جن منصب داروں کو برسوں کے بعد تنخواہ ملتی تھی اُن کو دس بارہ روز تنخواہ کا نقصان ہونے لگا۔

امور ملکی و مقدمات جزئی و کلی میں قضات ایسے مستقل ہوئے کہ امیران عمدہ صاحب مدار سلطنت کو اُن پر رشک و حسد ہوا۔ چنانچہ قاضی عبدالوہاب احمد آبادی کہ قاضی القضات بادشاہی تھا اُس نے اسقدر استقلال اور اعتبار پیدا کیا کہ تمام امرا بانام و نشان اُس سے اپنی حفظ آبرو کا ملاحظہ کرتے تھے۔ مہابت خاں ثانی کہ جو بادشاہ کی خدمت میں بڑا گستاخ تھا وہ ہمیشہ قاضی کی خفت کے درپے رہتا تھا۔ چنانچہ راوی ثقہ و محرمان خاندان قاضی سے سنا گیا کہ جن ایام میں مہابت خاں مہم دکن میں مامور ہوا اور حضور سے مرخص ہوا اور اُس نے مساعدت کی درخواست بادشاہ کی مرضی سے زیادہ کی اس ضمن میں اُسکو خبر پہنچی کہ تین چار لاکھ روپیہ کا جواہر اور اسباب کشمیر و اکبرآباد اور مال قاضی احمد آباد کے بیوپاریوں کے مال تجارت کی ہمراہ آیا ہے اور قافلہ میں داخل ہوا ہے تحقیق کرنے کے بعد سب مال کو لیلیا اور سپاہ میں تقسیم کر دیا۔ جب بادشاہ سے یہ عرض کیا گیا اور تحقیقات شروع ہوئی تو مہابت خاں نے عرض کیا کہ سوداگروں کا مال از راہ اضطرار بطریق قرض لیا ہے کہ اس کا جو منافع قاضی صاحب تجویز کرینگے وہ میں ادا کرونگا۔ قاضی نے مصلحت کار اس میں جانی اور کاوش نہ کی۔ جبوقت مہابت خاں کی رخصت کی تجویز ہو رہی تھی کہ دکن کے اخبار نویسوں کے نوشتہ سے

تقویم مقرر کرنے کا اور دفتر میں تقویم رکھنے کا رواج برطرف کیا۔ اہل دفتر نے عرض کیا کہ تاریخ ماہ شمسی کا حساب از روئے تقویم محرر رکھتے ہیں جواب ممنوع ہوا تو حساب طلب تنخواہ غیر تقویم جاری نہیں ہو سکتا تو فرمایا کہ ؎

لا و لا لب لا و لا لا شش مہ است لل و کط و کط لل شہور کوتہ است

بر حساب کر کے شمسی مہینوں کے سر رشتہ کو نگاہ رکھیں۔ اس حکم سے حساب میں ابھیڑا پڑ گیا اور جن منصب داروں کو برسوں کے بعد تنخواہ ملتی تھی اُن کو دس بارہ روز تنخواہ کا نقصان ہونے لگا۔

امور ملکی و مقدمات جزئی و کلی میں قضات ایسے مستقل ہوئے کہ امیران عمدہ صاحب مدار سلطنت کو اُن پر رشک و حسد ہوا۔ چنانچہ قاضی عبدالوہاب احمد آبادی کہ قاضی القضات بادشاہی تھا اُس نے اسقدر استقلال اور اعتبار پیدا کیا کہ تمام امرا باتمام و نشان اُس سے اپنی حفظ آبرو کا ملاحظہ کرتے تھے۔ مہابت خاں ثانی کہ جو بادشاہ کی خدمت میں بڑا گستاخ تھا وہ ہمیشہ قاضی کی خفت کے درپے رہتا تھا۔ چنانچہ راوی ثقہ و محرمان خاندان قاضی سے سنا گیا کہ جن ایام میں مہابت خاں مہم دکن میں مامور ہوا اور حضور سے مرخص ہوا اور اُس نے مساعدت کی درخواست بادشاہ کی مرضی سے زیادہ کی اس ضمن میں اُسکو خبر پہنچی کہ تین چار لاکھ روپیہ کا جواہر اور اسباب کشمیر و اکبر آباد و مال قاضی احمد آباد کے بیوپاریوں کے مال تجارت کی ہمراہ آیا ہے اور قافلہ میں داخل ہوا ہے تحقیق کرنے کے بعد سب مال کو لیلیا اور سپاہ میں تقسیم کر دیا۔ جب بادشاہ سے یہ عرض کیا گیا اور تحقیقات شروع ہوئی تو مہابت خاں نے عرض کیا کہ سوداگروں کا مال از راہ اضطرار بطریق قرض لیا ہے کہ اس کا جو منافع قاضی صاحب تجویز کرینگے وہ میں ادا کرونگا۔ قاضی نے مصلحت کار اس میں جانی اور کاوش نہ کی۔ جبوقت مہابت خاں کی رخصت کی تجویز ہو رہی تھی کہ دکن کے اخبار نویسوں کے نوشتہ سے

معلوم ہوا کہ سیواجی نے بہت فساد مچایا ہے تو جعفر خاں اور مہابت خاں کی طرف منہ کرکے بادشاہ نے فرمایا کہ اس کافر بچہ نے پانوں اپنی حد سے باہر بہت نکالا ہے۔ اس کے استیصال کا فکر ضرور ہے۔ مہابت خاں نے جواب میں التماس کیا کہ فوج کی حاجت اور لشکر کے تعین کی ضرورت نہیں ہے۔ اعلام قاضی کفایت کرتا ہے۔ بادشاہ نے بید ماتع ہوکر خلوت میں جعفر خاں سے فرمایا کہ مہابت خاں کو سمجھائیں کہ سر دیوان ایسے لغو کلمات عرض نہ کیا کرے۔

سیواجی کا حال فرار ہونے کے بعد خافی خاں یہ لکھتا ہے کہ سیواجی مہرا سے بھیس بدلکر روانہ ہوا۔ ڈاڑھی موچھ منڈائی اپنے پسر خردسال کو ہمراہ لیا۔ چالیس پچاس ہرکارے اور نوکر چاکر ساتھ تھے۔ سب کے منہ پر بھبوت ملی ہوئی تھی۔ اور ہندو فقیروں کی صورت بنائی چوب دستیوں کو مجوف کیا تھا اور اُن کے اندر بیش قیمت جواہر اور کچھ اشرفیوں کو اتنا بھر لیا تھا کہ لکڑیوں کو ہاتھ میں لے جا سکتے تھے اُن کے سروں پر شاخیں لگا دی تھیں۔ پرانی جوتیوں کے تلوؤں میں کچھ اشرفیاں سی دیں یہ فرقہ مختلف الوضع بیراگی وگسائیں اداسی بنا اور الٰہ آباد بنارس کو چلا۔ ایک دانہ الماس بیش قیمت چند یاقوت کے دانوں کے ساتھ موم میں بند کرکے ہرکاروں کی پوشش میں سی دیا اور جواہر بعض ہمراہیوں نے منہ میں رکھ لیے یہ کوچ کرکے ایک مکان میں پہنچا جہاں کے فوجدار کو وکیل کے لکھنے سے اور بادشاہ کے احکام پہنچنے سے سیوا کے فرار کا حال معلوم ہوگیا تھا۔ فوجدار نے سیوا کے فرار ہونے کی اور ان فقیروں کے تین گروہوں کی آنے کی خبر پاکر ان سب فقیروں کو مقید کرلیا اور تحقیقات شروع کی۔ ایک روز ایک رات تک یہ سیواجی مقید مسافروں کی ایک جماعت کے ساتھ قید میں رہا۔ دوسرے روز آدھی رات کو سیوا خود تنہا خلوت میں فوجدار پاس گیا اور اقرار کیا کہ میں سیوا ہوں۔ دو دانہ الماس و یاقوت لاکہ روپے کی قیمت کے میرے پاس ہیں تو یہ جانتا ہے کہ اس صورت میں کہ مجھے زندہ قیدی

سیواجی کا حال اس کے فرار ہونے کے بعد

کے بھیجے یا میرے سر کو کاٹ کر ارسال کرے دونو صورتوں میں یہ دونو جواہر بے بہا تیرے ہاتھ نہ آئیں گے یہ میں ہوں اور یہ میرا سر ہے تو ہم برگشتوں کے سر سے ہاتھ اُٹھا۔ علی قلی خاں نے یہ سوچا کہ معلوم نہیں کیا ہو۔ سودائے نقد کو امید نسیہ پر چھوڑنا مصلحت نہیں ہے۔ اس لیے وہ دو جواہر بے بہا لے لیے اور تہدید آمیز تفتیش کے بعد تمام فقیروں اور مسافروں کو چھوڑ دیا سیواجی اس خلاصی کو دوبارہ عمر پانا سمجھا جیسے کہ مرغ قفس میں پھنسا ہوا چھوٹ کر اُڑتا ہے اس طرح وہ نوجدار کے دام سے چھوٹ کر بنارس کی طرف اُڑا۔ اگرچہ وہ خود پیادہ چلنے میں ہرکاروں سے زیادہ چلتا تھا۔ مگر سنبھا کم عمر بچہ ساتھ تھا اُس کے پاؤں میں چھالے پڑے وہ اس کے پاؤں کی زنجیر بنا۔ سیواجی کے باپ دادا جب بنارس میں آئے تھے تو مورثی پروہت کب کلس کو بنایا تھا۔ صاحب ہم وسم ہنود کا یہ ضابطہ ہے کہ جب مکان تیار جاتے ہیں وہ ایک برہمن کو اپنا مہری خط لکھکر دیدیتے ہیں جو اُن کی خدمت کرتا ہے ہی ہمیشہ اُنکی اولاد کی خدمت کیا کرتا ہے۔ سیواجی نے اس کو تلاش کرکے پیدا کیا اور اپنے بیٹے کو اُس کے حوالہ کیا۔ کچھ جواہر اور اشرفیاں دیں اور سفارش کی کہ اگر میری حیات نے وفا کی اور میں اپنے مکان کو پہنچا تو میں تمہیں خط لکھوں گا تم سنبھا کو اپنے ساتھ لے کر جس راہ سے کہ میں بتاؤں اس راہ سے میرے پاس پہنچا دینا ورنہ تمہیں اور بیٹے کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ کبھی تو پسر کی خواہش اور اس کی مادر کی تحریر پر زنہار اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ اس برہمن کو جو کب کلس کو لایا تھا۔ چند سال کا خرچ دیکر سنبھا کے ہمراہ کیا اور خود بنارس کو روانہ ہوا اور اس میں داخل ہوا دو گھڑی رات رہی تھی وہ گنگا نہانے گیا۔ ابھی داڑھی منڈانے اور نہانے سے فارغ نہ ہوا تھا اور تاریکی باقی تھی کہ سیوا کے گرفت وگیر کا غلغلہ ہوا۔ اس لیے ایک برہمن کو زر وجواہر دیا اُسنے نہانے سے فارغ کردیا اور وہ روانہ ہوا۔ الغصہ سیوا بنارس سے بہار و پٹنہ و چاندہ کی راہ سے قصبہ حیدرآباد میں قطب الملک پاس پہنچا اور افسانے وافسوں مکر انگیز

واہلہ فریب سے اُس کو ایسا سبز باغ دکھلایا کہ وہ اس پر فریفتہ ہوگیا۔

سیواجی فن قلعہ گیری میں مشہور تھا۔ عبداللہ قطب الملک نے ان تمام سرحدی قطب شاہیہ قلعوں کے لیے سیواجی کو متعین کیا جو عادل شاہیہ کے تصرف میں چلے گئے تھے اُس نے عبداللہ سے قسم وعہد وپیمان وقرار کیے کہ اگر فوج ومصالح قلعہ گیری میری ہمراہ کیا جائے تو قلعے جو بیجاپوریوں کے تصرف میں ہیں اُن کو جاکر تھوڑے دنوں میں تسخیر کرلیتا ہوں اور تمہارے منصوبوں کو جو میری ہمراہ تم کردوگے اُن کو حوالہ کردونگا اور سوائے تمہارے قلعوں کے چند میرے قلعے جو کہ عالمگیر کے آدمیوں نے لے لیے ہیں اگر اُنکو تمہارے کمک اور مصالح سے اپنے تصرف میں لاؤنگا تو میں تمہارے احسان مانوں گا اور آپ کا بندہ دست گرفتہ اور غلام زرخریدہ رہونگا۔ عبداللہ شاہ نے عاقبت بینی اور اس غدار کے افعال پر نظر نہیں کی جمعیت شایستہ مع مصالحہ قلعہ گیری اور چند آدمی قلعہ داری کے قابل سرفوج قرار دیے اور اُنکو سیواجی کی اطاعت ورفاقت کے لیے سفارش کی سیواجی قلعہ گیری میں ید بیضا رکھتا تھا فوج لے کر جس قلعہ کے نیچے وہ جاتا اس کو طرح طرح کے حیلوں اور تدبیروں سے چند دنوں کے محاصرہ میں لے لیتا قلعہ کے سپرد کرنے اور قلعہ دار ہونے کے لیے عبداللہ شاہ نے جو آدمی اُس کی ہمراہ کیے تھے ان سے چکنی چپڑی باتیں کہہ دیتا کہ تم میری قوت بازو ہو اس قلعہ سے بہتر قلعہ تم کو سپرد کردونگا۔ یوں امیدوار کرکے جنس ونقد جو قلعہ میں سے ہاتھ لگتا اُنکو دیدیتا اور اُن کو دم دیکر دوسرے قلعہ پر لے جاتا۔ ستارہ اور پرنالہ وغیرہ دس بارہ قلعے فتح کرلیے۔ یہ بیجاپور کے قلعے ایسے مشہور تھے کہ لاکھوں روپئے خرچ ہوکر برسوں میں فتح ہوتے اُس نے تھوڑے دنوں میں اپنے تصرف میں کرلیے راجہ جے سنگھ ودلیر خاں اور بندہا بادشاہی کی سعی سے قلعوں راجگڈہ وغیرہ کی کنجیاں خود اُس نے حوالہ کیں تھیں اُن پر پھر اپنا تصرف کرلیا۔ عبداللہ شاہ کے نوکروں کو حوالہ کرکے

سیواجی کی فتوحات

راجہ جے سنگھ

سیواجی کا سورت کا لوٹنا اور قلعہ راہیری (راے گڑھ) کا بنانا

اُن کو رخصت کیا۔ عبداللہ شاہ کے بعد ابوالحسن اسکا جانشین ہوا۔ ایک روایت یہ ہے کہ ابوالحسن کی فرمانروائی کے سال اوّل دوم میں سیواجی حیدرآباد میں آیا اور اس سے ملاقات کی اور رابلہ فریبی کی۔ قلعہ گیری سے فراغت پاکر وہ بدستور سابق قلعہ راجگڈہ میں مستقل ہوا۔ اور از سر نو علم بغاوت بلند کیا۔ انگریزی تاریخوں میں مرہٹوں کی اور خافی خاں کی تاریخوں سے یہ نقل ہوتا ہے کہ راجہ جے سنگھ نے یہ جانا کہ بیجاپور سے مراجعت کے بعد دکنیوں کے ہجوم اور عدم ذخیرہ سے مفتوحہ قلعوں کا قلعداروں کے ہاتھ میں رہنا متعذر ہے اس لیے اُس نے مصالح توپ خانہ جو ہمراہ لینے کے قابل تھا ساتھ لیا۔ باقی کو کہا کہ سپاہ لوٹ لے یا آگ لگادے اور برج و بارہ جو لائق مسمار کرنے کے تھے اُن کو ڈہادیا اور وہاں سے کوچ کرکے اورنگ آباد کو چلا مورونپت کو یہ موقع ہاتھ آیا کہ اُس نے ان قلعوں کو دوبارہ لے لیا۔ مرمت کرائی ان میں آدمی مقرر کیے اور بادشاہی آدمی نکالدیئے۔ غرض سیواجی کے آنے سے پہلے بہت قلعے فتح ہوگئے تھے اُس نے آنکر ملک کوکان میں ولایت کلیان کو فتح کرلیا۔

سیواجی نے بندر سورت پر تاخت کی۔ اس میں کروڑوں روپیہ کے نقد و جنس حاصل ہوئے اور ہنود با نام و نشان اور مسلمان آبرو طلب ان مرد اُس کے ہاتھ آئے۔ سورت کو باب الحج کہتے تھے۔ اُس کا لٹنا حاجیوں کے حج کا مانع تھا۔ اس لیے بادشاہ کو یہ واقع نہایت ناگوار ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ بندر سورت کے اطراف میں قلعہ شہر پناہ بنائیں جو پہلے نہ تھا اور دلیر خاں و خانجہاں بہادر سیواجی کی تنبیہ کے لیے متعین کیے کہتے ہیں کہ سیوا نے بارہ ہزار عربی و کچھی گھوڑے جمع کیے سواروں کو ان گھوڑوں کا بارگیر بنا کے افواج کو بھیجتا پہلے جو اُس نے نئے قلعے دریا میں بنائے تھے اُن کو اب از سر نو تعمیر کیا۔ جنگی کشتیاں تیار کیں اور اُنکے قلعوں کے نیچے رکھا اور راہ ولایت و کعبۃ اللہ کے جہازوں کو لوٹنا شروع کیا۔ قلعہ راجگڈہ سیواجی کا قدیمی ملجا تھا۔ جب اُس کے اطراف

کے بندوبست سے خاطر جمع ہوئی تو اُس کو یہ فکر ہوا کہ راجگڈہ سے زیادہ کسی قلعہ کو ہمیشہ رہنے کے واسطے کوئی قلعہ بنانا چاہیئے۔ بہت تلاش کرکے اُس نے کوہ راہیری میں اسکی تجویز کی وہ دامن کوہ سے قلعہ تک تین کروہ ارتفاع رکھتا تھا اور ۲۰ کروہ وہاں سے دریائے شور تھا اور دامن کوہ سے دریا کا ایک شعبہ سات کروہ پر تھا اور اس طرف کی اطراف میں بندر سورت کی راہ دس بارہ کروہ خشکی میں تھی اور راجگڈہ یہاں سے چار پانچ منزل تھا۔ یہاں پانچ مہینے برابر مینہ برستا تھا۔ اس کوہ کا تعلق نظام الملکی کوکن سے تھا یہاں قلعہ اُس نے بنایا اور برج وبارہ اس کے کمال قلب بنائے قلعہ راجگڈہ کا رہنا چھوڑ دیا قلعہ راہیڑی (رائے گڑھ) کو اپنے رہنے کی جگہ بنایا۔ جب قلعہ تیار ہوگیا اور توپیں اسپر لگ گئیں اور اطراف کی آمدورشد کی راہ مسدود ہوئی۔ صرف ایک راہ قلب اُسکی رکھی تو ایک دن مجمع کیا اور زر کی تھیلی اور سونہ کا کڑہ طلائی میدان میں رکھ دیا اور منادی کی کہ سوا اس راہ کے جو مقرر ہوئی ہے۔ اگر کوئی شخص دوسری راہ سے قلعہ کے اوپر بلا مدد زینہ وکمند کے مع نشان جائے تو وہ زر اور سونے کا کڑہ لے لے۔ ایک ڈھیر آیا اُس نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں پہاڑ پر مع نشان کے جاکر قلعہ پر نشان نصب کرکے چلا آؤں سیواجی نے اجازت دی۔ اس نے قلعہ پر جاکر نشان نصب کردیا اور جلدی چلا آیا۔ سیواجی نے حکم دیا کہ خریطہ زر اور کڑہ طلا اُسکو دیدیں اور اس کے پانوں کے بند کاٹ دیں۔ اس راہ کو اُس نے بند کرادیا جے سنگھ کی جگہ دکن کا صوبہ سلطان معظم مقرر ہوا اور جسونت سنگھ اُسکے ساتھ بھیجا گیا۔ ان دونوں کے اوصاف کا پہلے ذکر ہوچکا ہے۔

سیواجی اور اوراد وظائف کی اصلیت

جو کارساز شوق کے پردوں میں ہوتے ہیں اُن کی اصل حقیقت اس سے نہیں کھلتی کہ جو سازش کرنے والے ہیں وہ تو سازش کا حال صحیح بیان نہیں کرتے اور اگر سچ بھی کہتے ہیں تو اُنکی دغابازی اور مکاری کے سبب سے اعتبار نہیں ہوتا اور سازش کے افشا میں محققین جو اپنی عقلیں دوڑا کر رائے لگاتے ہیں اُن میں کوئی کچھ لکھتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے اس اختلاف سے

کوئی صحیح امر تحقیق نہیں ہوتا۔ بس اسی قبیل کا معاملہ اورنگ زیب اور سیواجی کے صلح کا ہے یہ دونو ملکی جوڑ توڑوں میں ایک دوسرے کے اُستاد تھے۔ اس صلح کا حال بعض مورخ انگریزی مرہٹوں کی تاریخوں سے نقل کرتے ہیں کہ بادشاہ نے راجہ جسونت اور شاہزادہ محمد معظم کو بہت سے تاکید سے لکھا تھا کہ سیواجی سے بظاہر ملے رہنا عین مصلحت ہے مگر جس وقت قابو چلے اُس کا قید کرنا یا قتل کرنا واجب ہے بلکہ یہانتک ہدایت کی کہ میری حکومت سے بغاوت اور نفرت جتاتا اور خفیہ جداگانہ مرہٹوں سے ملتے جلتے رہنا۔ غرض یہ صلح اُس کے پھنسانے کا جال تھا۔ مگر سیواجی سیانا تھا۔ اس جال میں کب آتا تھا۔ بعض مورخ انگریزی یہ بیان کرتے ہیں کہ سیواجی کی ملاقات راجہ جسونت سنگھ سے دہلی میں ہوئی تھی۔ وہ راجہ کے مزاج سے خوب واقف تھا۔ اور راجہ اس وقت شاہزادہ محمد معظم پر بالکل مسلط تھا۔ راجہ کٹر ہندو تھا۔ اب تک اس کا ایک خط اورنگ زیب کے نام کا جزیہ کے باب میں راجہ کولاپور کے پاس موجود ہے یہ خط سیواجی نے اُس کو لکھکر دیا تھا۔ وہ ہندوؤں کی سلطنت کا بہ نسبت مسلمانوں کی سلطنت کے زیادہ نیک خواہ تھا۔ بڑا رشوت ستاں تھا۔ سیواجی نے جانا کہ راجہ اور مرزا دونو کو زر دینے سے خوب مطلب براری ہوگی۔ اُن کو بیدریغ خوب روپیہ دینا شروع کیا۔ شاہزادہ محمد معظم کو اپنی تقصیرات کا شفیع بنایا اور ایک عرضداشت اپنی دولت خواہی کی بھجوائی۔ جس میں لکھا تھا میں ہمیشہ حضور کی خیر خواہی اور اطاعت و فرمان برداری و خدمت گزاری کروں گا گو میری خدمات کی پہلے قدر نہیں ہوئی۔ بادشاہ نے اُسکی درخواست منظور کی اور سیواجی کو راجہ کا خطاب دیا اور اُس کے بیٹے سنبھا کو پنجہزاری کا خطاب ملا اور ملک برار میں ایک نئی جاگیر دی جس میں سیواجی کی طرف سے اول دفعہ ایک ہٹہ کلکٹر راؤجی سومناتھ مقرر ہوا اور اُس کی جاگیر کے اضلاع یونہ وچاکنہ وسوپہ واپس دے گئے مگر یہ ڈراؤ اُس پر رکھا گیا کہ قلعہ سنگ گڑھ اور پورندھر میں بادشاہی فوج فرمان روا رہے۔ سیواجی نے اورنگ آباد میں محمد معظم پاس سنبھاجی کو

سواروں کے ساتھ روانہ کیا مگر کم عمری کے سبب سے اُس کو الٹا بلا لیا اور اسکی جگہ کرتو جی گوجر کو پرتاب راؤ کا خطاب اور سرنوبت سواروں کا منصب دیکر بھیجا۔

بیجاپور اور گول کنڈہ کے رئیسوں سے بادشاہ کی صلح ہوگئی تھی اسلیے ۱۰۷۹ھ ۱۶۶۸ء تک دکن میں امن رہا۔

صلح کا ٹوٹنا اور سیواجی کا قلعوں اور ملک کا فتح کرنا

عالمگیر ایسا نادان نہ تھا کہ وہ وقت پر اپنی تدابیر کی ناکامیابی کو نہ سمجھتا ہو جس وقت اُس کو معلوم ہوا کہ اس صلح سے سیواجی پھندے میں نہ پھنسا تو اُس نے کھلم کھلا اُس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اس سبب سے صلح کا عہد ٹوٹ گیا اور سیواجی نے پھر اپنا پرانا طریقہ اختیار کیا۔ اول اُس نے قلعوں سنگ گڑھ اور پورندہر کو فتح کرنا چاہا جن کے سبب سے اُسکی آمدورفت چاکنہ اور پونہ سے مسدود تھی۔ سنگ گڑھ کا قلعہ پونہ کے پاس تھا۔ اُسکی عظمت کا خیال اونگ زیب اور سیواجی دونو کو تھا۔ بادشاہی چیوتوں کی فوج نہایت تجربہ کار افسر اودے بھان کے ماتحت اس قلعہ کی حراست کرتی تھی تناجی مالوسری نے ماولیوں کو ساتھ لیکر اس قلعہ پر دھاوا کیا۔ پہاڑوں کی بلندیوں کو زینوں پر چڑھ چڑھ کے گھیر لیا راجپوتوں کی سپاہ بڑی دلاوری سے لڑی اور تناجی کو مار کر گرا دیا۔ اور دشمنوں کی تہائی فوج (۳۰۰ آدمیوں کے قریب) کو ٹھکانے لگایا۔ مگر مرہٹے مر کر بھی نہ ہٹے اور آخر کو بڑی بہادری اور شجاعت سے قلعہ کو لے کر اُٹھے پانچسو راجپوت مع افسر کے کشتہ ہوئے۔ سیواجی اس قلعہ کی فتح سے بڑا خوش ہوا۔ مگر جب اُس نے سُنا کہ تناجی مارا گیا تو بڑا غمزدہ ہوا۔ اور اُس نے کہا کہ بھٹ ہاتھ آیا اور شیر مارا گیا۔ سیواجی کی عادت نہ تھی کہ وہ ایسے موقعوں پر کسی کو انعام دیتا۔ لیکن اس فتح نمایاں کی خوشی میں ماولی کو چاندی کے کڑے عنایت کیے اور افسروں کو اُن کے حسب حال انعام دیا سوریاجی کو قلعہ دار مقرر کیا۔ سنگ گڑھ کے فتح ہونے کے بعد قلعہ پورندہر بھی لے لیا اس نے کچھ بڑا مقابلہ نہیں کیا۔ کوکن میں قلعہ مہولے کا فتح کرنا قلعہ پورندہر کی طرح آسان

4358

سیواجی کی حبشیوں سے لڑائی

تھا مور و پنت کو اہل قلعہ نے ہٹا دیا اور اس کے ایک ہزار آدمیوں کو مار ڈالا۔ اہل قلعہ
امید تھی کہ بیجاپور سے اُن کی کمک آئے گی وہ نہ آئی دوسری دفعہ حملہ کیا اور دو مہینے تک
محصور رکھا اور اس کو تسخیر کر لیا۔ غرض تمام ولایت کلیان پر سیواجی کا قبضہ ہو گیا۔ پونیری
کو فتح کرنے میں سیواجی کامیاب نہیں ہوا جنجیرا کو بھی فتح نہ کر سکا جس کا نیچے حال خافی خاں
کی کتاب سے لکھا جاتا ہے۔

ابتدا میں کوکن نظام الملکی سے راہیری کی اطراف تعلق رکھتی تھیں جب شاہجہاں کا
اس پر تسلط ہوا تو بیجاپور کا ملک جو تازہ تصرف میں آیا تھا اس کو کوکن نظام الملکی سے بدل
لیا تھا اور عادل شاہ کو وہ مرحمت کیا تھا۔ اس ضلع کوکن میں عادل شاہ کی طرف سے
فتح خاں افغان حاکم تھا۔ اور قلعہ دندار (دہندار) راجپوری کہ نصف دریائے شور میں
واقع ہے اور نصف خشکی میں ہے۔ اس کا حاکم نشین تھا اور قلعہ جزیرہ جو دریائے شور
کے اندر ٹاپو میں تھا وہ گولہ رس فاصلہ پر دندار راجپوری سے تھا وہ کمال مستحکم تھا۔ اس
فتح میں ملک پر جس وقت غنیم کا غلبہ ہوتا تو یہاں کا فوجدار اس قلعہ میں پناہ کے لیے
چلا جاتا۔ دندار راجپوری سے راہیری بیس کروہ پر تھا۔ جب اس کو سیواجی نے اپنے
رہنے کی جگہ مقرر کی تو اس نواح میں سات اور چھوٹے بڑے قلعے اپنے تصرف میں کر لیے
اور دندار راجپوری کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ جب فتح خاں نے سیوا کا غلبہ یہ دیکھا کہ سب
قلعوں پر غالب ہو گیا ہے تو حواس باختہ ہو کر دندار راجپوری کو چھوڑ کر قلعہ جزیرہ میں چلا
گیا۔ اس جزیرے کو مرہٹے جنجیرا کہتے ہیں۔ سیواجی نے یہاں بھی فتح خاں کا قافیہ
تنگ کیا تو وہ اس فکر میں تھا کہ امان کا قول لے کر جزیرہ بھی غنیم کو سپرد کر دے
اور خود اپنی جان سلامت باہر لے جائے فتح خاں کے تین غلام حبشی۔ سیدی سنبل
و سیدی یاقوت و سیدی خیریت تھے اور ان میں سے ہر ایک کے ہمراہ دس
دس حبشی قواعد داں سپاہی ہمراہ تھے۔ جزیرہ کے بندوبست کا اور کیشر

کا بھی کا اعتبار انکو تھا - ان تینوں کو غنیم کے غلبہ پر اور فتح خاں کے اس ارادہ پر اطلاع ہوئی کہ وہ قلعہ جزیرہ کو سیواجی کے حوالہ کریگا تو انہوں نے باہم مصلحت کی کہ جس صورت میں قلعہ جزیرہ کا مرہٹوں کے تصرف میں چلا جائے گا تو خدا جانے ہمپر وہ کیا ظلم توڑیں گے بہتر یہ ہے کہ فتح خاں کو دستگیر کرکے مقید کریں اور سیدی سنبل کو اس ضلع کی سرداری اور حکومت دیں - چنانچہ ۱۲ جلوس میں حبشیوں نے فتح خاں کو غافل کرکے اُسکے پانوں میں زنجیر ڈالی اور ساری حقیقت عادل شاہ کو لکھی اور خان جہاں بہادر صوبہ دار دکن کو بھی اُس کی اطلاع دی اور بادشاہ کی بندگی کی استدعا کی اور بندر سورت اور دریا کی راہ سے کمک طلب کی خان جہاں بہادر نے جواب عنایت آمیز بھیجا اور ان تینوں حبشیوں کو منصب و خلعت فاخرہ عطا کیا اور پانچہزار روپیہ مدد خرچ کے لیے نقد عنایت کیا اور جاگیر بیر حاصل نواح سورت میں عطا کی جس سے سیدی سنبل مستظہر و مفتخر ہوا سیواجی کے شر کے دفع کرنے میں کمربستہ ہوا قلعہ کے نیچے کی کشتیاں جو مرمت طلب تھیں اُن کی درستی کرائی اور دریا نوردی کے قصد سے جنگی کشتیاں جمع کیں اور ایک رات کو قلعہ دندا راجپوری کے کشتیوں پر حملہ کیا اور دو سو نفر خلاصی اور جنگی پیادے پکڑ لیے ان میں سے سو مرہٹے تھے جن کو سیواجی نے ابھی مقرر کیا تھا - ان کے پاؤں میں پتھر باندھ کے پانی میں ڈبو دیا - اس دن سے وہ سیواجی اور حبشیوں میں شدید عداوت ہوگئی - سیواجی نے چالیس پچاس جنگی کشتیاں ترتیب دیں اور قلعہ قلابہ و گندیری مستحکم کیا - یہ نئے قلعے روئے دریا پر اُسکے بنائے ہوئے تھے - فریقین میں دریا پر لڑائیاں ہوتیں ان میں حبشی غالب رہتے - سیدی سنبل کو نہصدی کا منصب ملا وہ مرگیا اور مرنے کے وقت سیدی یاقوت اپنا قائم مقام بنایا اور حبشیوں کو بالاتفاق اُسکی اطاعت و رفاقت کے لیے سفارش اور وصیت کی - اپنی قوم میں سیدی یاقوت جوہر شجاعت و رعیت پروری اور آبادکاری اور منصوبہ بازی میں ممتاز تھا کشتیوں اور مصالح جنگی کے جمع کرنے میں قلعہ کے برج و بارہ کی تعمیر میں اور دریا نوردی میں

سے زیادہ کوشش کرنے لگا اور شب و روز مسلح و مکمل رہنے لگا۔ مگر اُس نے غنیم
شتیوں کو دریا پر پکڑ لیا اور بہت مرہٹوں کے سر کاٹ کے بندر سورت میں بھیجدیئے
نجاں کو عرضداشت بھیجی۔ خانجہاں بہادر کی تجویز سے اُسکے بہم اضافہ ہوئے وہ ہمیشہ
صبے میں رہتا تھا کہ قلعہ دندا راجپوری کو سیواجی کے قبضہ سے نکالے۔ اُس نے ہوائی
توپیں بہم پہنچائیں اور رات کو اُن کو درختوں پر لگا کے دندا راجپوری کی طرف چھوڑا۔ اسی طرح
ی قلعہ جزیرہ کی تسخیر کے فکر میں رہتا تھا اور اپنے ہمراہ کے سرداروں سے جو فن قلعہ گیری
ں ممتاز تھے وعدہ کرتا تھا کہ جو اس قلعہ کو فتح کرے تو اُس کو ایک من سونا مع اور لوازم
م دونگا۔ ہولی کے دنوں میں سیواجی نے قلعہ راہیری سے تین کروہ پر ایک مکان ٹھیرنے
ے تجویز کیا تھا اور قلعہ جزیرہ کی تسخیر کی دھن میں رات دن رہتا تھا۔ ایک رات کو
صار دندا راجپوری میں ہندو ہولی کھیل کر مست پڑے تھے کہ سیدی یاقوت نے چار پانچ
ادی مع مصالحہ قلعہ گیری و زینہ و کمند سیدی خیریت کے ہمراہ خشکی کی طرف تعین کیئے
ور تیس چالیس کشتیاں مصالح یورش سے بھری ہوئی لے کر دریا کی طرف سے پائے
صار میں پہنچا۔ دونوں نے آپس میں کچھ اشارے مقرر کر لیے تھے ان مقرری اشاروں پر
ل کرتے تھے قلعہ کے آدمیوں کو اُنہوں نے غافل پایا سیدی خیریت نے خشکی کی طرف سے
نے یورش بلند کی۔ اور ہندوؤں نے خبر پا کر بہئیت مجموعی اُس کے دفعہ کرنے پر متوجہ ہوئے
سیدی یاقوت نے ایک جانبازوں کی جماعت لی اور کمند و زینوں کے ذریعہ سے
شتیوں سے پائے حصار تک لگے ہوئے تھے جلدی و چابکی سے حصار پر چڑھنے
ے ان میں کچھ آدمی دوبے کچھ قتل ہوئے مگر حصار کے اندر پہنچ گئے اور مار و پکڑ و کاغل
یا اسی حال میں چند نفر جو ایک سردار کے ساتھ باروت خانہ کے کوٹھہ کھولنے اور باروت
نے اور تقسیم کرنے کے لیے آئے تھے اُن کے ہاتھ سے باروت خانہ میں آگ لگی یہ
ع سردار اور گھر کی چھت کے اُڑ گئے۔ اور دس بارہ آدمی سیدی کے بھی ہوا کی

سیر کرکے جان سے سیر ہوے سیدی یاقوت کا تکیہ کلام جو جو تھا۔ جب دہنوا ان چاروں طرف گہرا اور غل غپاڑہ مچا۔ دوست کو بیگانہ میں تمیز نہیں رہی تو یاقوت جو جو کہکر اپنے بہادروں سے کہتا تھا کہ میں زندہ وسلامت ہوں تم خاطر جمع رکھو ہندوؤں کے مارنے اور باندھنے میں حبشیوں نے دست درازی کی اس عرصہ میں سیدی خیریت بھی زینہ و کمند پر چڑھ کر اپنے آدمیوں کو قلعہ میں لے آیا اور قلعہ کو مفتوح کیا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت باروت خانہ کی چھت اُڑی ہے تو اُس کی آواز سے سیواجی باوجودیکہ بیس کروہ پر تھا جان گیا تھا کہ قلعہ دندا راجپوری پر کوئی آفت آئی ہے۔ اُس نے تیز روجاسوس اور ہرکارے بھیجکر حال دریافت کرایا۔ ان ایام میں سیواجی کا لشکر اور فوج خانگی بندر سورت کی اطراف کی تاخت کو گئی ہوئی تھی اور چھ سات نظام الملکی قلعے جو دندا راجپوری سے چار پانچ کروہ کے اندر واقع تھے وہ سب سیواجی کے تصرف میں تھے اس وقت اُن کو چھوڑ کر وہ اور قلعوں کی امداد کو نہیں جا سکتا تھا۔ سیدی یاقوت نے فرصت کو غنیمت سمجھکر ان قلعوں پر تاخت کی۔ اس ضلع میں حبشیوں کے تسلط کا آوازہ زبان زد خلائق تھا۔ دو تین روز کے تردد میں چھ قلعہ کے قلعداروں نے امان مانگ کر قلعوں کو حوالہ کیا۔ ایک قلعہ دار نے سیواجی کی کمک کی امید میں ایک ہفتہ جنگ کی۔ حبشیوں کے مورچال کے قریب پہنچے تو ہوائی توپوں کے مارنے اور مصالح قلعہ گیری کے جمع کرنے سے، ان پر عرصہ تنگ ہوا۔ امان طلب کی قلعہ کو حوالہ کیا سیدی یاقوت نے باوجود امان دینے کے سات سو آدمیوں میں جو قلعہ سے نکلے صاحب جمال عورتوں اور خرد سال اطفال کو لونڈی غلام بنایا اور مسلمان کیا اور بڈھے اور بدہیت عورتوں کو چھوڑ دیا۔ اُس روز سے سیواجی کے دل میں حبشیوں کی ہیبت بیٹھی کہ سوائے قلعہ راہیری کے محفوظ رکھنے کے کسی دوسرے قلعہ کا فکر نہ کیا۔ قلعہ دندا راجپوری اور اور قلعوں کی فتح کے بعد باشا بزادہ

سنبھا کو سیواجی کا بلانا

سیواجی کا سورت کو لوٹنا ۱۰۸۰ھ

نے تسلیم صوبہ دار دکن اور خان جہاں بہادر کی خدمت میں یاقوت کی عرضداشت پہنچی انہوں
نے خلعت و خطاب خانی اور اضافہ سیدی یاقوت و سیدی خیریت کو مرحمت کیا ۔
بقیوں کا باقی حال آیندہ لکھا جائے گا ۔

سیواجی نے سنبھا کو الہ آباد میں کبکلس نثار دار پاس چھوڑا تھا ۔ سیواجی نے کب کلس
ایک خط بنایا جس میں سنبھا کے مرنے کا حال لکھا تھا ۔ اور اُس کے مرنے کو مشہور کیا
خود ماتم میں بیٹھا ۔ امیران دکن نے اُس کو پرسے کے خط لکھے ۔ سنبھا کی بیوی ستی ہونے پر
مستعد ہوئی بہت منت و سماجت سے اُسکو منع کیا ۔ مرنے کی تمام رسمیات ادا ہوئیں ۔
بادشاہ کو جب اُس کے مرنے کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ خس کم جہاں پاک ۔ چار پانچ روز
ہوئے تھے کہ الہ آباد سے کبکلس کے ہمراہ سنبھا آیا ۔ شادیانے بجنے لگے سیواجی سے جب
اس تجربہ کا سبب لوگوں نے پوچھا تو اُس نے کہا کہ اگر یہ شہرت نہ دی جاتی تو بادشاہ میرے
پیچھے کی تجسس سے غافل نہ ہوتا اور دو مہینے کی مسافت طے کرنی گرفت و گیر کے اندیشہ سے
سنبھا پر مشکل ہو جاتی ۔

ابھی برسات پوری ختم نہ ہوئی تھی کہ سیواجی پندرہ ہزار سپاہ کو لے کر سورت کے
سر ہوا ۔ یہاں کا حاکم ایک مہینے پہلے دفعتہً مر گیا تھا اس خبر سے کہ سیواجی سورت
پر آتا ہے ۔ بہت سپاہ اس شہر کی حفاظت کے لئے داخل ہو چکی تھی مگر اتفاقاً یا ارادہً
حیدر سنگھ اور بادشاہزادہ نے اس سپاہ کو وہاں سے علیحدہ کر دیا ۔ صرف سو سپاہی
وہاں رہ گئے ۔ سیواجی نے خوب فرصت میں تین دن تک سورت کو لوٹا ۔ حج
کے شغل کا فرمان روا یہاں واپس آیا تھا اس کا مال سیواجی کو خوب ہاتھ لگا
جس پر وہ فخر کرتا تھا ۔

تیسرے روز برہان پور سے خبر آئی کہ سیواجی نے سورت سے اپنی فوج کو ہٹایا
اور اہل سورت کو لکھا کہ اگر وہ بارہ لاکھ روپے سالانہ نذرانہ دینگے تو آیندہ لوٹ

کی آفت سے بچیں گے وہ سلیہر کی شاہراہ سے اپنے ملک کو چلا وہ کنچین تنچین سے چاندور کے نزدیک گزرا تھا کہ داؤد خاں پانچہزار سواروں کے ساتھ اُسکے پیچھے آن لگا سیواجی ناسک کی درہ کلاں کی راہ سے کونکن میں دوبارہ داخل ہونا چاہتا تھا کہ اُس کے اور اُس درہ کے درمیان فوج شاہی آگئی۔ سیواجی نے اپنی سپاہ کی پانچ چار فوجیں بنائیں کہ دشمن اُن کے پیچھے متفرق ہوں ان فوجوں میں سے ایک فوج خزانہ لے کر دشمنوں سے کچھہ لڑتی ہوئی کونکن میں داخل ہوگئی باقی فوجوں نے داؤد خاں کی سپاہ کو شکست دی ماہور کی دیس مکھی مرہٹن بادشاہ کی طرف سے مرہٹوں سے لڑتی تھی اور حق نمک ادا کرتی تھی وہ گرفتار ہوگئی۔ سیواجی نے اُس کے ساتھ یہہ آدمیت برتی کہ اُس کو گھر بھجوا دیا اور بہت تحائف اُسکو دیئے۔

جب سیواجی پھر لڑنے آیا تو اُس نے بحری اور بری بڑی تیاریاں کیں اُس نے دس ہزار سوار بسر کردگی پرتاب راؤ گوجر اور بیس ہزار پیدل بسر کردگی پرتاب راؤ گوجر اور بیس ہزار پیدل بسر کردگی پیشوا شمال کی طرف روانہ کیئے اور ۱۶۰ جہاز بنئی میں گزرے کہ وہ برہچ کی فوج کے کمکی نہیں مگر اس نے اس بیڑے کو واپس بلا لیا تو وہ واپس آگیا اُس کے ساتھ پرتگیزوں کا ایک بڑا جہاز تھا جو اُسنے دمن میں گرفتار کیا تھا۔ پرتگیزوں نے بھی اپنے جہاز کے عوض میں سیواجی کے بارہ جہاز گرفتار کر لیئے تھے۔

پرتاب سنگہ کو حکم تھا کہ وہ خاندیس پر حملہ کرے جوان دنوں میں ایک بڑا دولت مند آباد صوبہ تھا۔ پرتاب سنگہ نے اس کے بڑے بڑے شہروں اور قصبوں کو لوٹا مارا اور اُس نے ایسا اُن کو مجبور کیا کہ وہاں کے زمینداروں نے اُس کو چوتھ مقرر کر دی چوتھ کی حقیقت یہہ ہے کہ وہ کل محاصل ملکی کی چوتھائی ہوتی تھی مرہٹوں کو جو ملک اس چوتھ کو ادا کرتے تھے وہ اُنکی لوٹ مار سے محفوظ ہو جاتے تھے اور جو اس چوتھ کے دینے میں تامل کرتے تھے وہ ان مرہٹوں کے لوٹ مار سے برباد ہوتے تھے یہہ پہلی دفعہ تھی کہ

بادشاہی ملک سے سیواجی نے چوتھ لی۔

مورو پنت پیادوں کے سردار نے بھی کئی قلعہ فتح کر لیے جن میں اوندہ اور پٹہ بڑا مستحکم قلعہ تھے۔ سیواجی کو جو یہ فتوحات حاصل ہوئیں اُن کے اسباب بھی مہیا ہو گئے تھے کیونکہ بادشاہ خود شمالی مشرقی فوجوں کے ساتھ لڑنے میں مصروف تھا۔ دکن کی طرف توجہ خود نہیں جا سکتا تھا۔ دوم شاہزادہ معظم کی سپاہ مرہٹوں سے مقابلہ کرنے کے لیئے کافی نہ تھی۔ باپ کو بیٹے کا اعتبار نہ تھا۔ ہر یک بیٹا باپ کے مرنے کے بعد بادشاہ ہونے کے لیئے اپنی سپاہ اور طرفداروں کو قوی کرنا چاہتا۔ اس لیئے بیٹے کی کمک بھیجنے سے مدت تک بادشاہ انکار ہی کرتا رہا۔ جب اس کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ دکن میں فوج کثیر کی ضرورت ہے تو اُس نے ۱۰۸۱ھ میں مہابت خاں کے ماتحت چالیس ہزار سپاہ روانہ کی شاہزادہ محمد معظم کو کچھ گنتا نہ تھا اُس نے دکن میں آکر شاہزادہ پاس صرف ایکہزار سوار رہنے دئے۔ بادشاہ نے راجہ جسونت سنگھ کو بلا لیا۔

مہابت خاں نے یہاں آکر سیواجی کے قلعوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ برسات کے شروع میں صرف قلعہ اوندہ و پٹہ اُس نے لیا اور چھاؤنیوں میں چلا گیا۔ برسات کے بہت دن بعد اس کا لشکر میدان میں آیا اس کی آدھی فوج نے بسرکردگی دلیر خاں چاکنہ پر حملہ کیا اور آدھی سپاہ نے سلہیر کا محاصرہ کیا۔ سیواجی اس قلعہ کی قدر جانتا تھا اُسکے بچانے میں دل و جان سے کوشش کرتا تھا یہ اتفاق کی بات ہے کہ چاکنہ میں ذخیرہ اور غلہ کافی نہ تھا اور اس کے نواح میں جو عمدہ منتخب دو ہزار سوار تھے پٹھانوں نے اُن کے گھوڑے اُڑا دئے اس لیئے مورو پنت اور پرتاب رائے بیس ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ کی مدد کے لیئے بھیجے گئے۔ جب وہ نزدیک آئے تو لشکر شاہی کو اخلاص خاں لے کر لڑنے لگا۔ مرہٹوں کے ہراول پرتاب اوٗنے دیکھا کہ اخلاص خاں اُسپر حملہ کرنے کو ہے تو وہ اُسکے سامنے سے بھاگا جس سے مغلوں کا لشکر تعاقب کے سبب بے ترتیب ہوا اور جب وہ

بادشاہی فوج کے شکست کے اسباب

مہابت خاں کے مہمات دکن میں

پھر تا تھا تو پرتاب اوُنے اُسکو شکست فاحش دی اس پر بھی مغلوں نے اپنے تئیں سنبھالا اور مرہٹوں کے سامنے آئے مگر پھر شکست ہوئی اور اُن کے بہت آدمی مارے گئے۔ بائیس نامی افسر قتل ہوئے اور بعض بڑے بڑے سپہ آرا زخمی ہوئے۔ مرہٹوں کا سردار سرراؤ کرائے مارا گیا جو پانچہزار سوار ونکا سردار تھا اور پانسو اور مرہٹے کشتہ وزخمی ہوئے۔

اس فتح سے مرہٹوں کی بڑی ناموری ہوئی۔ اس کا نور آیہ نتیجہ ہوا کہ قلعہ سالیر کا محاصرہ جو لشکر شاہی کر رہا تھا اُس نے چھوڑ دیا اور پریشان ہو کر اورنگ آباد میں چلا گیا رائے گڑھ میں جو سیواجی پاس معزز قیدی آئے۔ جب اُن کے زخم اچھے ہو گئے تو اُن کو اعزاز واحترام کے ساتھ رخصت کیا۔ ان قیدیوں میں سے بہت سے سیواجی کے نوکر ہو گئے بیجاپور اور بادشاہی سپاہیوں کے مفرور کثرت سے مرہٹوں کے علم کے نیچے آ گئے۔

بادشاہ نے حکم دیدیا کہ قسلم دہندوستان سے مسلمانوں کی تجارت کے مال پر محصول یک قلم موقوف ہو۔ پھر اہل دیوان کی تجویز سے اور فضلا، وفقہار کی روایت سے حکم دیا کہ جس جنس کی قیمت حد نصاب سے تجاوز نہ کرے اُس کا محصول مسلمانوں کو معاف ہے اگر اس سے مایہ تاجر زیادہ ہو تو تاجر پابند محصول ہو اور مال مضاربت کا مزاحم محصول کی وجہ سے نہو۔ پھر اہل دیوان نے عرض کیا کہ مسلمان معافی محصول کے لئے مال تجارت بدفعات تھوڑا تھوڑا کر کے لاتے ہیں اور ہنود کے مال کو اپنے نام لکھواتے ہیں اور زکوٰۃ کہ کافۂ انام کا حق شریعت کے موافق ہے تلف ہوتا ہے تو بادشاہ نے حکم فرمایا کہ بدستور سابق شریعت کے موافق ڈھائی روپیہ فیصدی زکوٰۃ مسلمانوں سے اور پانچ فیصدی ہندوؤں سے جزیہ لیا جائے۔

جزیہ وزکوٰۃ

دکن میں سیواجی نے فساد برپا کیا۔ بادشاہ نے مہابت خاں کو مع آغر خاں کے کابل سے بلا کر دکن میں مقرر کیا۔ مہابت خاں نے دکن میں بہت دشمنوں کو مارا۔ آغر خاں نے قلعہ پھول پتہ کی تسخیر میں بڑی بہادری دکھائی اور خاں جہاں بہادر

سیواجی اور آغر خاں کی لڑائیاں

و کلتاش کے ساتھ ابتدا میں اور دلیر خاں کی قراولی اور ہراول میں بڑے بڑے کارنمایاں کیے۔ دلیر خاں کی مرہٹوں کی افواج سے لڑائی ہوئی۔ قوم مرہٹہ کا ضابطہ یہ ہے کہ ابتدا میں وہ کم فوج سے نمودار ہوتے ہیں اپنے پیچھے دشوار گذار جنگلوں و آب کٹوں کی طرف سے دشمن کو لیجاتے ہیں اور پھر ہر طرف سے ہزاروں نکل آتے ہیں اور دشمن کو گھیر کر تنگ کرتے ہیں۔ دلیر خاں کے سامنے آغاز مقابلہ میں چار پانچ سو سوار نمودار ہوئے۔ آغر خاں کے ساتھ ہراول میں بہت کم آدمی تھے۔ وہ اُن کے مقابلہ کے لیے لیے دوڑا۔ حملہ اول میں دشمن اُس کے آگے سے ہزیمت پاکر بھاگے وہ اُن کے تعاقب میں گیا۔ مرہٹوں نے فوج مغلیہ کو تین چار کروہ اپنی طرف کھینچا۔ پھر سات آٹھ ہزار سوار غنیم کے نمودار ہوئے اور ہجوم کرکے کارزار کرنے لگے۔ آغر خاں اُن پر ایسا گرا جیسے کہ بھیڑوں پر شیر گرتا ہے ہر طرف و تلوار سے اُن کا منہ پھیرتا تھا اور تین مرہٹوں کے نامی سردار مقابلہ کرکے مارے گئے۔ اب غنیم کو شکست عظیم ہوئی دلیر خاں نے آغر خاں پاس آکر اُس کی تحسین و آفریں کی آغر نامہ میں لکھا ہے کہ ؎

چو دشمن بہ گردید عاجز ز جنگ — براہ گریز آمدہ بے درنگ
دلیر خاں رسید از قفا آں زماں — بکرد آفریں بر جہاں پہلواں

دو نشان اور بہت چھتریاں ہاتھ آئیں۔ پونہ تک جو اصل سیواجی کا مکان و ملجا ہے تاخت کی۔ اور بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ آغر خاں ثانی نے اپنے باپ کی فتح نمایاں کی یادگار کے لیے مرہٹوں کے نشانوں کو اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔

بادشاہ سے عرض کیا گیا۔ پشاور اور کابل کے درمیان غریب خانہ کی منزل میں کابل کے صوبہ دار محمد امین خاں کی افغانوں کے سردار امیل خاں اور اور سرداروں سے جنگ عظیم ہوئی افغانوں نے مورہ ملخ کی طرح جمع ہوکر آپس میں اتفاق کرلیا تھا۔ اس جنگ میں محمد امین کا بیٹا اور داماد اور اُس کے عمدہ نوکر اور بہت سے بادشاہی

آدمی کام میں آئے اور بہت افغان بھی قتل ہوئے محمد امین خاں کو ہزیمت ہوئی اور نوبت یہانتک آئی کہ تمام بھیڑ اور خزانہ اور ہاتھی اور اور اسباب سب لٹ گیا اور سرداروں اور ہمراہیوں کے قبائل و ناموس افغانوں کے دستگیر ہوئے اور ہزار خرابی سے محمد امین خاں اور ایک جماعت زندہ اس تھلکہ سے برآمد ہوئے اور بہت روپیہ لیکر افغانوں نے محمد امین خاں کی چھوٹی بیٹی کو بعض عورات کے ساتھ چھوڑا کہتے ہیں کہ صلح کے بعد والدہ محمد امین خاں اپنے خرد سال بیٹے کے ساتھ محمد امین خاں پاس آئی۔ مگر غیرت و خجالت کے مارے اپنے شوہر پاس آنا نہیں قبول کیا یہیں سادہ لباس و کرتہ پھنکر معبود کی عبادت میں مصروف ہوئی۔ ایل خاں نے کوہستان میں اپنے نام کا سکہ چلایا اور ایل شاہ زبان زد خلائق ہوا۔ اس خبر سے بادشاہ کی خاطر کو زیادہ ملال ہوا سنہ ۱۲ جلوس کے آخر میں بادشاہ کابل کی طرف روانہ ہوا۔ اور آغر خاں کو بطریق ایلغار دکن سے بلایا۔ اور فدائی خاں کو کابل میں صوبہ مقرر کیا

ان دنوں میں اسلام خاں دمی حاکم بصرہ جس کو یہاں کی اصطلاح میں بادشاہ کہتے ہیں ہندوستان میں آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ خویشوں اور ہمچشموں کی نزاع سے اُس کی حکومت میں اس قدر خلل پڑا اور نزاع اور فساد و تعصب اس حد پر پہنچا کہ چند محلہ شہر و قریات کو جلا کر اور بیشمار شہر فارا کابر کے گھر میں آگ لگا کے بندر سورت کی راہ سے بادشاہ پاس آیا بادشاہ نے اُس کو پنجہزاری چہار ہزار سوار کر کے نقارہ اور لوازم امارت ہندوستان میں عطا فرمائے اور مہم دکن میں بطریق کمکی خان جہاں بہادر اور دلیر خاں کے پاس بھیجا۔

اسلام خاں روکی حاکم بصرہ کا آنا

اسی سال میں جعفر خاں وزیر مرگیا وہ خوش وضع اور میرزا منش تھا اُسکی قوت شامہ اور ذائقہ سب امیروں سے زیادہ تھی ایک دفعہ کونکن کا تربوز اُس کے سامنے رکھا تو اُس نے کہا کہ شیرینی اور شادابی و سگندگی اور بیحرمی اور گلابی میں اس سے بہتر تربوز میں نے نہیں دیکھا مگر اس میں عیب یہ ہے کہ مچھلی کی بو کھانے کے وقت آتی ہے۔ کونکن میں فالیز میں مچھلی کی کھاد دیتے ہیں تو وہ خوب نشو و نما پاتی ہے۔

جعفر خاں کی وفات

جنگ بیجاپور سے لڑائی

سنہ ۱۲ جلوس مطابق ۱۰۸۳ھ میں خان جہان کی لڑائی بہلول خاں بیجاپوری کی فوج سے قصبہ ملکھیر میں ہوئی جو بیجاپور سے چار منزل پر ہے (ڈف صاحب نے اس کو گلبرگہ سے جنوب مشرق میں تیس میل کے فاصلہ پر لکھا ہے) دلیر خاں ہراول تھا اور اسلام خاں ومی رفیق تھا کارزار صعب ہوئی ایسی حالت میں کہ اسلام خاں ومی نے تردد نمایاں کیا تھا۔ اور فوج خصم کا غلبہ حد سے زیادہ تھا اور چاروں طرف سے افواج بادشاہی گھری ہوئی تھی۔ باروت تقسیم کرنے کے وقت اسلام خاں کی سواری کے ہاتھی کے پاس باروت میں آگ لگ گئی۔ فیل وفیلبان کو شعلۂ آتش کا صدمہ پہنچا۔ فیلبان کے اختیار سے فیل باہر ہوا اور اسلام خاں کو بیجاپور کے لشکر میں لے گیا۔ اُس کو ہاتھی سے اُتار کر قتل کیا۔ اس جنگ میں بہت سے بادشاہی کارخانے تاراج ہوئے اور دلیر خاں و خان جہاں بہادر کی فوج کی ایک جماعت ماری گئی۔ کئی کروہ تک آدمیوں کے سر اور ہاتھیوں کی سونڈیں دلاوروں کے گوی وچوگاں تھے آخرالامر فوج بادشاہی اس مرتبہ پر تنگ ہوئی کہ جس راہ سے چار پانچ روز میں وہ ہاتھیوں اور گھوڑوں کی پیٹھ پر دکنیوں کے تعاقب میں گئی تھی پھر اسی راہ سے قدم بقدم تین ہفتہ میں الٹی آئی۔ اوائل سنہ ۱۷ جلوس میں حسن ابدال میں بادشاہ کو اس شکست کی خبر ہوئی وہ افغانوں کی تنبیہ میں مصروف تھا اس لیے دکنیوں کی تنبیہ کو اور وقت پر موقوف رکھا۔

فساد افغنہ

بادشاہ کے حکم سے آغرخاں ایلغار کرکے تین چار مہینے کی راہ کو چالیس روز میں طے کرکے حسن ابدال میں بادشاہ پاس پہنچا اور مورد آفریں ہوا بادشاہ نے چند بندۂ کارزار دیدہ چار پانچہزار سواروں کے ساتھ آغرخاں کے ہمراہ کیے اور دو لاکھ روپے نقد عطا کیے اور افغانوں کی تنبیہ کے لیے روانہ کیا۔ آغرخاں جب پشاور میں آیا تو چند الوس یوسفزئی نے اتفاق کرکے آغرخاں

پر شب خون مارا۔ اُس نے بہت سے آدمی مار کر اُن کو بھگا دیا اور اُن کا تعاقب کیا اور تن سے سر کو جدا کیا اور زین کو سوار سے خالی کیا۔ تین سو سوار اُن کے مارے اور دو ہزار زن و مرد اسیر کیے اور مال و مواشی بہت سے ہاتھ آئے۔ افغانوں نے بہت روپیہ دیکر اپنے قیدیوں کو چھڑا لیا۔ بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو آغرخاں کو خلعت و اضافہ مرحمت کر کے جنبیر میں بھیجا کہ وہاں افغانوں کا استیصال کرے۔ خدائی خاں صوبہ دار کابل کو بھی حکم بھیجا کہ وہ آغرخاں کی ہراولی افغانوں کی گوشمالی میں کرے۔ آغرخاں جس طرف رُخ کرتا کشتوں کے پشتے لگا دیتا۔ چالیس ہزار افغانان خیبری وغیرہ نے جمع ہو کر علی مسجد کی منزل کے قریب آغرخاں پر شبخون مارا۔ مغل خبردار ہو کر افغانوں سے لڑے اور بہت دیر تک لڑائی رہی طرفین کی جماعتیں قتل ہوئیں۔ آغرخاں کے زخم کاری لگا اس زخمی ہونے پر بھی اس نے بہادرانہ حملہ کیے اور افغانوں کو ہزیمت دی اور مقتولوں کے اسلحہ اُتار لیے اور وہ اسیر افغانوں کے سر پر رکھے اور اُن کے رسیوں سے ہاتھ باندھ کے اپنے گھوڑوں کے آگے رکھا ہزاروں افغان اسیر اور کشتہ ہوئے اور باقی جو ہر پہاڑوں اور درّوں میں بھاگ گئے۔ آغرخاں نے فتح کی عرضداشت اور بہت سے سر اور اسیر بادشاہ پاس بھیجے۔ بادشاہ نے خلعت مع اضافہ و مومیائی اور تعویذ اپنے ہاتھ سے لکھکر اس کے پاس بھیجا۔ جس سے بخشیوں کو حسد ہوا۔ خصوصاً ہندی نژادوں کو جو اس کے ہمراہ تھے۔ باوجود اس طرح مغلوب ہونے کے پھر مورو ملخ سے زیادہ افغان جمع ہوئے اور دریائے قلب میں ملجا و پناہ اپنی بنا کے مسافروں و فوج شاہی کے آمد و رفت کے سدراہ ہوتے اور آغرخاں کے ہمراہیوں کا حسد و نفاق اور اس گروہ کے فساد کا سبب ہوا۔ آغرخاں نے ہراول بن کے.....

فدائی خاں کو پیشاور سے جلال آباد میں پہنچا دیا پھر فدائی خاں نے آغر خاں کو پانچہزار سوار دیکر ملک نیک بہار کے بندوبست کے لیے بھیجا جو افغانوں کے قبضہ میں آگیا تھا اور خود کابل گیا یہاں بھی اُس نے غلزئی افغانوں کو لڑکر ٹھیک بنایا۔ نیک بہار کے افغانوں نے زینہار مانگی۔ راہ جلگ جس کو اُنہوں نے مسدود کر رکھا تھا جاری ہوئی بیس چالیس ہزار پیادہ و سوار افغانوں نے جمع ہو کر غسل آغر خاں پر شبخون مارا مغلوں نے اس کا مقابلہ کیا سہ پہر تک لڑائی رہی۔ بہت افغان کشتہ و زخمی ہوئے اور باقی بھاگ گئے فدائی خاں نے جب کابل سے پیشاور میں آنا چاہا تو افغان جمع ہو کر اُنکے سد راہ ہوئے محاربہ عظیم ہوا۔ فدائی خاں نے ..... آغر خاں کے بھتیجوں کی حسد کے سبب سے الوس عرب کے روسا میں سے ایک کو ہراول بنایا تھا وہ مارا گیا اور فوج ہراول کو ایسی ہزیمت ہوئی کہ تمام ہاتھی و توپ خانہ و بہیر و ناموس و مال مردم لٹ کر یہ سب افغانوں کے تصرف میں آیا۔ ناچار سریع السیر قاصدوں کو آغر خاں پاس بھیجا اور اسکو بلایا وہ چند ہزار سواروں کے ساتھ ایلغار کر کے آیا کتل جلگ پر سخت لڑائی ہوئی اس قدر تیر و گولہ و بندوق و سنگ پہاڑ کے اوپر سے آئے کہ بادشاہی فوج پر کار تنگ ہوا لیکن آغر خاں کی سعی سے افاغنہ نے ہزیمت پائی اور فدائی خاں جلال آباد پہنچا اور حکم کے بموجب اُس نے تھانے بٹھائے اور راہ کے مابین نئے قلعے بنائے بادشاہ آخر سنہ ۱۰۴۹ھ یا سنہ ۱۶۳۹ء میں حسن ابدال سے دارالخلافہ کو متوجہ ہوا فدائی خاں کو بدلکر امیر خاں پسر خلیل اللہ خاں کو کابل کا صوبہ دار کیا اور شاہزادہ محمد معظم کو حکم دیا کہ امیر خاں کے بندوبست تک کابل میں وہ توقف کرے اور اُس کی امداد و معاونت میں کوشش کرے آغر خاں کو مع مہاراجہ جسونت سنگھ کے امیر خاں کے ساتھ مقرر کیا۔ امیر خاں پیشاور میں آیا اور افغانوں کی تنبیہ میں مشغول ہوا۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ کے حکم سے شاہزادہ لاہور کی طرف روانہ ہوا نیک بہار میں تھوڑے دنوں میں آغر خاں نے مصالح جمع کر کے

قلعہ آغرآباد تیار کیا۔ جب افاغنہ میں اس قلعہ کے بنانے کی خبر مشتہر ہوئی تو وہ اس قلعہ کو اپنے حق میں خلل انداز سمجھے تو وہ پھر جمع ہوئے امیر خاں کو انکی خبر ہوئی اُس نے سید محمد رضا داروغہ توپخانہ اور ایک ہزار سوار و توپ خانہ بادشاہی انکی کمک کے لیئے بھیجے۔ آغر خاں نے بھی خبر پاکر فوج کو مرتب کیا ایک طرف اپنے سگے بھائی سنگری وردی خاں کو بہت سے لشکر کے ساتھ اور دوسری جانب میں اچوتوں اور افغانوں کو بسرداری سلطان زادہائے گھکر مقرر کیا اور افغانوں کی سپاہ کے مقابل آیا اور معرکہ کارزار کو آراستہ کیا۔ ہطرف امیل خاں لنغان چند سرداروں اور تمن داروں کے ساتھ بادشاہی فوج کے مقابلہ میں آیا محاربہ عظیم ہوا ہر طرف سرداروں کے سرگیند کی طرح لڑکتے پھرتے تھے۔ فیلان رزم جو اور افغانان پلنگ خو میں حملہ آوری ہوئی۔ افغانوں کے حملوں سے افواج بادشاہی تنگ ہوئی اور قریب تھا کہ صدمہ عظیم آغر خاں کے لشکر کو پہنچتا لیکن اس نے اور اُس کے بھائیوں اور خویشوں نے جوانمردی کرکے فتح پائی۔ کہتے ہیں کہ دوبارہ افغانوں کے غلبہ سے لشکر شاہی کو چشم زخم عظیم پہنچتا۔ لیکن آغر خاں قلب لشکر سے گھوڑا دوڑا کر آیا اور حملہ کیا اور امیل خاں کے سامنے آیا اور دست و گریباں کی نوبت پہنچی امیل خاں مارا جاتا مگر اُس کے آدمی بچا کر لے گئے افغان ایسے ڈر کر بھاگے کہ غاروں میں اور جانوروں کے بھٹوں میں جا کر چھپے اور مغلوں نے اُن کے نشان پا پر جا کر انکو ان سوراخوں سے نکالا تو ان مردہ صورتوں میں جان کا اثر باقی نہ تھا۔ آغر خاں نے اس فتح نمایاں کے چند مقتولوں کے سترہ سو سر اور بہت سے ہیر بادشاہ پاس بھیجے بادشاہ نے اضافہ کرکے آغر خاں کو چار ہزاری سہ ہزاری سوار کا منصب دیا اُسکی تہائی تنگری وردی خاں اور ہمراہیوں کو اُن کے مراتب اور خدمات کے موافق منصب و انعام دیا۔ اس سرزمین میں آغر خاں کا نام ایسا افغان کشی اور شمشیر زنی میں زبان زد خاص و عام ہوا کہ افغانوں کے بچے جب سوتے نہ تھے یا روتے تھے تو اُس کے نام سے ڈرائے جاتے تھے۔ شاہزادہ محمد اعظم پاس حکم گیا کہ آغر خاں راجہ جسونت سنگھ کو

میر خاں کی کمک کے لیے چھوڑ کر تم لاہور میں چلے آؤ بادشاہ سنہ ۱۱ جلوس میں لاہور میں آیا۔
بادشاہزادہ محمد سلطان ان دنوں میں اجل طبیعی سے مرگیا۔

جب بادشاہ حسن ابدال سے مراجعت کر کے آتا تھا تو قاضی عبدالوہاب اُس کے ہمراہ تھا اُسکا راہ میں انتقال ہوا اُس کے چار بیٹے تھے اُن میں بڑا بیٹا شیخ الاسلام تھا۔ جملہ صلاح و فلاح سے آراستہ اور علم با عمل و دیانت و نیک نفسی اور ذخیرہ عافیت بخیری جمع کر کے اسم با مسمی کہا جاتا تھا۔ فی الواقع جرگہ قضات میں مثل اُس کی نیک سرشت کم ہوئے ہیں اُس کے باپ کا کل متروکہ دو لاکھ اشرفی اور پانچ لاکھ روپیہ نقد سوا جواہر اور الماس وافر کے تھا۔ اصل میں سے جو کچھ اُس کے حصہ میں آیا اُس میں سے ایک دام و درم نہ لیا اسی سے بہت کچھ زر عذاب پدر کی تخفیف کے لیے مستحقوں اور محتاجوں کو پہنچایا۔ باقی بھائیوں اور ورثا میں تقسیم کر دیا۔ ہر چند اُس نے تعلقہ قضا کے قبول کرنے سے ابا کیا مگر بادشاہ نے اس کو خوشامد درآمد سے مقرر کیا۔

ہلیر بکلانہ سے چھ کروہ قلعہ سالیر ہے وہاں سید منور علی قلعہ دار تھا سنہ ۱۱ جلوس میں خان جہاں بہادر کی عملداری میں قلعہ دار کے وابستہ اورنگ آباد سے آتے تھے کہ مرہٹوں نے اُنکو گرفتار کر لیا چند آدمی مستورات کی حمایت میں قتل ہوئے۔ مرہٹے ان مستورات کو گرفتار کر کے قلعہ کے نیچے لائے۔ اور قلعہ دار سے سوال کیا کہ قلعہ خالی کرو اور نہیں تمہارے ناموس کی بے ناموسی کی جاتی ہے۔ قلعہ دار نے روپیہ دیکر عیال کو خلاص کرانا چاہا مگر فائدہ نہوا۔ قلعہ دار نے یہ خیال کر کے کہ قلعہ سے نکلکر تلوار سے لڑنے میں اور مرنے میں قلعہ ہاتھ سے جائے گا اور اہل و عیال جو گرفتار ہیں اُن کی بے ناموسی زیادہ ہو گی اور خلاصی کی امید متعذر ہے چار ناچار آبروے ناموس کے بحال رکھنے کو منصب کے بحال نہ رکھے اور بادشاہ کے اغراض پر مقدم جانا۔ قلعہ کو خالی کر کے مرہٹوں کے حوالہ کیا۔ اس طرح صوبہ خاندیس کا مشہور قلعہ بلا تردد تیغ و سنان مرہٹوں کے تصرف میں آیا فی الحقیقت بندر سورت

اورنگ آباد تک اور برہان پور تک رہٹوں کی قراوانی اور تاخت سے قافلہ کی آمد و رفت کی راہ
سدود تھی اور انہوں نے بکلانہ کے اور دو تین قلعوں پر تصرف کر لیا تھا۔ جب بادشاہ کو
یہ حال معلوم ہوا تو اس نے قلعہ دار کو مغضوب اور بے منصب کر کے اپنے پاس بلا لیا اور
دلیر خاں جو خان جہاں کی جگہ دکن کا صوبہ دار ہو گیا تھا لکھا کہ قلعہ کا محاصرہ کر کے فتح کر
دلیر خاں توپ خانہ اور بہت سپاہ لیکر پائے قلعہ میں آیا بہت تردد کیا اور ایام محاصرہ
میں امتداد ہوا کچھ فائدہ نہوا اور اس ضلع کی ناموافقت آب و ہوا سے بہت آدمی ضائع
ہوئے۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا دلیر خاں کو لکھا کہ محاصرہ کو چھوڑ دے۔

وکیل شرعی کا مقرر ہونا

سنہ ۸۲ میں بادشاہ نے ازراہ حق پرستی و عدالت گستری حکم فرمایا کہ حضور میں اور شہروں
میں منادی کریں کہ کسی کا دعویٰ شرعی بادشاہ پر ہو وہ حاضر ہو کر وکیل بادشاہ سے رجوع
کرے اور اثبات کے بعد اپنا حق لے لے اور حکم دیا کہ بادشاہ کی طرف سے وکیل شرعی
انکے لیے حضور میں اور بلاد دور و نزدیک میں مقرر ہوں۔ تاکہ خلق اللہ جو حضور میں آنے
کی دسترس نہیں رکھتی وہ ان کے ذریعہ سے اپنی حق رسی کا دعویٰ کریں۔ جب یہ خبر منتشر
ہوئی تو اتفاق سے محمد محسن نام پسر حاجی زاہد ملک التجار بندر سورت اور پسر پیر جی بہورہ جو عمدہ تجار
بندر مذکور میں سے ایک تھا یہاں موجود تھے وہ غیاث الدین خاں متصدی سورت کی تعدی
کی شکایت کرنے آئے تھے سلطان مراد بخش نے جب احمد آباد میں سکہ اور خطبہ اپنے نام کا
جاری کیا تھا اور خواجہ شہباز نے قلعہ کی تسخیر کے بعد بندر سورت کے تجار سے دس لاکھ روپیہ
قرض لیا تھا۔ حاجی زاہد اور پیر جی بہورہ نے پانچ لاکھ روپیہ قرض دیا تھا اور محمد مراد بخش نے
اپنی مہر لگا کے انکو تمسک لکھ دیا تھا شہباز اس روپیہ کو خرچ میں نہیں لایا تھا صندوقوں میں
وہ سربمہر تھا جب محمد مراد بخش مقید ہوا تو یہ روپیہ سربستہ بجنسہ خزانہ سرکار میں داخل ہوا۔
جب محمد محسن نے بادشاہ کی عدالت پروری کا حکم یہ سنا تو اصالتہ اور پسر پیر جی بہورے کی
طرف سے وکالتہ اس روپیہ کا دعوی محمد علی خانساماں کی معرفت پیش کیا کہ اس قدر روپیہ بادشاہ

یہ ہمارا آتا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ دعویٰ اپنا ثابت کرو اور روپیہ لے لو۔ اُنہوں نے التماس کیا کہ یہ اثبات شرعی ہو یا اثبات دیوانی۔ بادشاہ نے کہا کہ کسی صورت سے دعویٰ ثابت ہو میں حق ادا کر دونگا۔ فتاوی عالمگیری کے موافق یہ اثبات پیش ہوا کہ جب متروکہ میت پر قرضوں میں سے کوئی متصرف ہو تو میت کا دین ادا کرنا اُس پر واجب ہے اور بموجب اسلہ خزانہ کے ثابت تھا کہ محمد مراد بخش کا پانچ لاکھ روپیہ خزانہ شاہی میں داخل ہوا بادشاہ مقدمہ کا مطالعہ فیصلہ کے لیے کر رہا تھا کہ محمد محسن نے کہا کہ ہم بندوں کا حق موافق ہمارے التماس کے حضرت پر ظاہر ہو گیا۔ یہ روپیہ حضور پر نثار کرتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ محمد محسن اپنا زرحق بخشتا ہے ایک گھوڑا اور فیل اور خلعت اُس کو مرحمت ہوا۔ اور غیاث الدین خاں بندر سورت سے تبدیل کیا جائے۔ اور ہمارے پاس آئے۔ ان ہی دنوں میں حکم ہوا کہ جب مسلمان بادشاہ سے ملاقات کریں تو سلام شرعی سلام علیک پر اکتفا کریں کفار کی طرح سر پر ہاتھ نہ رکھیں۔ حکام بھی طریقہ انام اور مردم خاص و عام کے ساتھ یہی طریقہ برتیں صوبہ داروں اور حکام صوبہ جات کے نام حکم صادر فرمایا کہ وہ ہندو پیشکاروں اور اہل دیوان کو برطرف کریں اور اُنکی جگہ مسلمانوں کو مقرر کریں اور اہل دیوان کو حکم ہوا کہ محالات خالصہ میں کروری مسلمان مقرر ہوا کریں۔ اس سال سے عالمگیر کی طرف سے ہر شہر و صوبہ میں اطراف میں وکیل شرعی مقرر ہوئے۔ .....

..... اور وہ محکمہ میں قاضی کے ہمراہ بیٹھے۔ عدم سیاست کے سبب پیشکاری حکام میں ہندو نہیں موقوف ہوئے مگر بعض بلاد میں ہندو کروری موقوف ہو گئے پھر یہ قرار پایا کہ دفتر دیوانی کے جملہ پیشکاروں اور سرکاری بخشیوں میں ایک پیشکار مسلمان اور ایک ہندو مقرر ہو۔

سنہ ۱۵ جلوس یعنی ۱۰۸۲ھ میں ایک عجیب ہنگامہ برپا ہوا۔ ہنود کا ایک فرقہ فقیروں کا تھا جن کو ست نامی کہتے تھے اُن کا نام مندیہ زبان دخلائق تھا۔ اطراف نارنول اور میوات

زکر ست نامیوں کا حال

میں اُن کے چار پانچہزار خانہ دار تھے اگرچہ یہ فرقہ فقیرانہ لباس میں رہتا تھا مگر زیادہ تر کسب پیشہ انکا زراعت و تجارت تھا۔ کم مایہ تاجروں کی طرح وہ تجارت کرتے تھے اور اپنے مذہب میں وہ سچ مچ ست نامی کا ترجمہ بنا چاہتے تھے۔ کسب حلال کرتے تھے مال حرام پاس نہ جاتے تھے۔ اگر کوئی اُن پر شجاعت و حکومت کے دعوی سے ظلم و تعدی کرتا تو وہ اُس کے متحمل نہیں ہوتے تھے اکثر ہتھیار باندھتے تھے۔ جب بادشاہ حسن ابدال سے واپس آیا ہے تو ایک دن قصبہ نارنول کے نزدیک ایک کسان جو زراعت کرتا تھا اُسکی ایک پیادے سے سخت گفتگو ہوئی جو خرمن کی نگہبانی کرتا تھا اور اس پیادے کے ہاتھ کی لکڑی کی کی چوٹ سے ست نامی کا سر پھٹ گیا۔ اس فرقہ کے آدمیوں نے پیادے کے سر پر انبوہ کیا اور اُس کو مار مار کر مردہ کی صورت بنا دیا۔ جب شحنہ دار کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے اس جماعت کی گرفتاری کے لیے پیادوں کی جماعت کو مقرر کیا۔ ست نامیوں نے جمع ہو کر شقدار کی ایک جماعت سے مقابلہ کیا اور کئی آدمیوں کو زخمی کیا اور سب کے ہتیار چھین لیے اور غالب ہوا اور ہر ساعت اُنکی جمعیت بڑھنی شروع ہوئی یہانتک کہ کار طلب خاں فوجدار نارنول کو خبر ہوئی بہت سوار اور پیادے شقدار کی امداد کے لیے اور ست نامیوں کی تنبیہ اور گرفتاری کے لیے بھیجے انہوں نے فوجدار کی جمعیت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ایک جماعت کو کشتہ و زخمی کیا اور سب کو ہزیمت دی اور یہانتک نوبت آئی کہ اطراف کے زمینداروں کی کمک کی گرد آوری کی اور سابق و حال کی فوجوں نے ست نامیوں پر چڑھائی کی۔ کئی دفعہ لڑائی ہوئی فوجدار مارا گیا۔ ایک جمع کثیر قتل ہوئی اور ست نامیوں کا قبضہ نارنول کے قصبہ پر ہوا۔ اُنہوں نے تھانے بٹھائے۔ اس نواح کے دہات سے محصول وصول کیا۔ جب بادشاہ شاہجہاں آباد میں آیا تو اس کو اس آشوب و فساد کا حال معلوم ہوا تو اُس نے فوجیں اُن کے لیے بھیجیں جو فوج گئی وہ غارت و تاراج ہوئی مشہور یہ ہو گیا کہ اُن کو سحر و جادو ایسا آتا ہے کہ لشکر شاہی کا جو تیر اور گولہ اور گولی جاتے ہیں وہ اُنکے بدن پر اثر نہیں کرتے اور جو وہ تیر اور تفنگ چھوڑتے ہیں وہ فوج شاہی میں سے دو تین آدمیوں

نچے گرا دیتا ہے اور چند کلمات جن کے قبول کرنے میں عقل کو حیرت ہوتی ہے۔ عوام الناس میں
یہ شہرت پکڑ گئے کہ وہ جادو کا گھوڑا لکڑی کا بناتے ہیں اور عورت کو اُس پر سوار کراتے ہیں اور
وہ پہ جاندار کی طرح اُن کے ہراول میں پیش قدم ہوتا ہے۔ اب نوبت یہ آئی کہ نامدار راجہ
اور مرلے کارزار دیدہ سنگین فوجیں لیکر اس گروہ کے مقابل ہوتے ہیں اور ست نامی آگے
بڑھکر اُن سے لڑنے آتے ہیں وہ لوٹتے اور مارتے اور جے جے پکارتے دہلی کے قریب آ پہنچے
اور اُنکے مقابلہ و مقاتلہ کے لیے افواج شاہی کو آگے بڑھنے کی تاب نہیں ہوتی اطراف کے
زمینداروں اور راجپوتوں نے فرصت وقت کو غنیمت گنا اور سرتابی کی اور اور مالگذاری
سے ہاتھ کھینچا اور شوخی کرنی شروع کی۔ غرض نائرہ فساد روز بروز بڑھتا گیا اور یہانتک
نوبت آئی کہ بادشاہ نے شہر سے باہر خیمے کھڑے کر دئے اور اپنے ہاتھ سے قرآن شریف
کی وہ آیتیں لکھکر دیں جس کی تاثیر جادو کے اثر کو بے تاثیر کرتی تھیں اور حکم دیا کہ اُن کو
جھنڈوں پر لگاؤ۔ آخر کار راجہ بشن سنگھ و حامد خاں پسر مرتضیٰ خاں نے بڑا اثر دکھایا کئی ہزار
ست نامی مار ڈالے باقی جو بچے بھاگ گئے فساد موقوف ہوا۔ مگر اطراف کے زمینداروں
نے سرتابی کی۔ صوبہ اجمیر اور نواح اکبرآباد میں انتظام میں خلل آیا۔ بادشاہ نے اجمیر میں جانے
کا ارادہ کیا کہ زیارت بھی ہو اور راجپوتوں کی تنبیہہ بھی کی جائے اجمیر کو فوج روانہ کی۔
یہ حال تو خافی خاں نے لکھا ہے جس کی عادت ہے کہ مخالفت مذہبی کے سبب سے بادشاہ کے
ہر وقوف ایسی دلچسپ داستان سرائی کیا کرتا ہے مآثر عالمگیری میں لکھا ہے کہ یہ سانحہ بھی
حیرت افزا ہے کہ ایک طائفہ بے سروپا زرگر و رودگر و کناس و دباغ اور ارازل اور اجلاف
اصناف محترفہ خود پرست ہوا اور بادشاہ سے باغی ہوا۔ اور خود اپنے پاؤں سے دام
میں گرفتار ہوا اس داستان کی تفصیل یہ ہے کہ سرزمین میوات سے ایک فرقہ زمین سے
چیونٹیوں کی طرح اور آسمان سے ٹڈیوں کی طرح نمودار ہوا۔ یہ فرقہ اپنے تئیں زندہ جاوید
بتلاتا تھا اور ستر جون بدلتا تھا۔ نارنول کی نواح میں اس فرقہ کے پانچہزار آدمیوں نے

مبادرت اختیار کی اور قصبات اور پرگنات کو لوٹنا شروع کیا۔ طاہر خاں فوجدار نے اپنے میں اُنسے لڑنے کی سکت نہ دیکھی وہ حضور میں آیا۔ بادشاہ نے اس فرقہ کے استیصال کا عزم مصمم کیا۔ ۲۶ ذی القعدہ ۱۰۸۲ھ کو رعد انداز خاں کو فوج اور توپ خانہ کے ساتھ اور حامد خاں کی جماعت خاص اور پانسو سوار تابینیوں کے ساتھ اور سید مرتضےٰ خاں و یحییٰ خاں روی وغیرہ کو اُس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ جب فوج اس مرز بوم میں آئی غنیم اس سے لڑا۔ باوجودیکہ اس پاس مصالحہ کارزار نہ تھا مگر وہ مہا بہارت کی سی لڑائی لڑے اہل اسلام اُن پر حملہ آور ہوئے اور اُنکو مارا اور بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ رعد انداز خاں و حامد خاں و یحییٰ خاں نے بڑے تردد کیے اور اکثر بہادر مسلمان شہید اور بہت آدمی مجروح ہوئے۔ عاقبۃ الامر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اُنہوں نے ست نامیوں کا تعاقب کیا۔ اس سرزمین میں اُن کا نام و نشان مٹایا اور امراشاہی کو اس خدمت کے جلد و میں بادشاہ نے بڑا انعام دیا۔

ہندوؤں پر جزیہ مقرر کرنا

بادشاہ نے حکم دیا کہ مطیع الاسلام اور دارالحرب میں تفریق ہونے کے لیے ہنود سے کل صوبجات میں جزیہ لیا جائے جب یہ خبر منتشر ہوئی تو دارالخلافہ اور اطراف کے ہنود لاکھوں جھروکہ کے نیچے دریا کے کنارہ پر جمع ہوئے اور بہت ضعف نالی کی اور اسکی معافی کیلیے کہا۔ مگر بادشاہ نے کچھ نہ سُنا جب جمعہ آیا اور بادشاہ سوار ہوکر جامع مسجد کو جانے لگا تو قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان ہندوؤں نے ازدحام کیا جزیہ کے لیے واویلا مچائی۔ ہندوؤں کے ہجوم نے بادشاہ کو ایسا گھیر لیا کہ بادشاہ کو مسجد تک جانا مشکل ہوگیا مگر اُنکی فریاد سننے کے لیے کان سُن اور بہرے کر لیے اور بھیڑ کے سبب سے جب راہ نہ ملی تو ہاتھیوں سے اس طرح چیر پھاڑ کر راستہ نکالا کہ کچھ آدمی گھوڑوں اور ہاتھیوں کے پیروں کے تلے کچلکر پس گئے ناچار ہنود اپنے گھر چلے گئے پھر دم نہ مارا۔ جزیہ دینے لگے۔

مرزا توام الدین اور قاضی لاہور کا معزول ہونا

مرزا توام الدین خلیفہ سلطان کا بھائی تھا اور خلیفہ سلطان ماژندران کا شاہزادہ تھا

شاہ ایران نے ماژندران کو تسخیر کیا اور خلیفہ سلطان کو اپنا وزیر بنایا تو مرزا قوام الدین کی اپنے
سے نہیں بنی اور وہ بادشاہ پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے اُسکو دارالسلطنت لاہور کا صوبہ مظفر
اور پنجہزاری سہ ہزار سوار کا منصب دیا۔ بادشاہ کی حمایت کے سبب سے قضات امور شرعی
بڑا استقلال رکھتے تھے علی اکبر پورب کا رہنے والا یہاں قاضی تھا اور وہ صوبہ دار کے
چغلی کرتا تھا۔ مرزا قوام الدین اور قاضی دونوں کی آپس میں چخ اور سخت گفتگو ہوئی
بادشاہ پاس دونوں نے شکایت لکھنہ بھیجی۔ مرزا نے کوتوال کو بھیجا کہ قاضی کو پکڑ لائے۔
کوتوال قاضی کو پکڑنے گیا تو اس نے مقابلہ کیا اور وہ خود اور اس کا بھانجا اور بیٹا مارا
گیا۔ لاہور کے آدمیوں نے قاضی کے کشتہ ہونے کے بعد صوبہ دار اور کوتوال پر ہجوم کیا۔ اور انکا
دستہ بند کیا۔ بادشاہ کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو اُس نے مرزا قوام الدین کو لاہور سے
بدل دیا اور کوتوال کو اپنے پاس بلا کر قاضی کے وارثوں کو حوالہ کیا کہ وہ قصاص لیں۔ مرزا
قوام الدین بھی اس مقدمہ میں قاضی کے حوالہ ہوئے اس کشمکش میں امراض جسمانی اور آلام
روحانی نے اجل طبعی کو بلایا۔ جزیہ نے مذہبی عداوتوں کی آگ کو پہلے ہی سے بھڑکا رکھا
تھا اب چھ مہینے بعد اس واقعہ نے اور اس پر روغن ڈالا کہ راجہ جسونت سنگھ جس کا حال
بہت جگہ پڑھ چکے ہو۔ وہ کابل میں کوتل صوبہ دار تھا۔ یہاں اس دار نا پائدار سے وہ کنارہ
کش ہوا اُس کے بھائی بندر جیوت اُنکی رانی اور ننھے ننھے دو بیٹوں کو ساتھ لیکر بے اذن شاہی
اور صوبہ دار کابل کی بے دستک راہ داری وطن جانے کے لیے چل کھڑے ہوئے معبر
لب پر میز بحر اُنکے پاس دستک نہ ہونے کے سبب سے مزاحم ہوا۔ راجپوتوں نے جنگ کی
اور غالب ہو کر کسی پایاب راہ سے پار اُتر آئے۔ شاہجہاں آباد برسر راہ تھا ناچار یہاں
ہوئے عالمگیر نے اُنکی یہ خبر سنکر اور اپنے کینہ دیرینہ کو جو جسونت سنگھ کے ساتھ تھا کار فرما کر
کوتوال کے نام حکم صادر کیا کہ اُنکی فرودگاہ پر پہرے بٹھادے چند روز بعد راجپوتوں نے اپنی
ذاتی شجاعت کے سوا یہاں فند و فریب کی قدرت دکھائی کہ بادشاہ سے درگاداس

اور چند سرداروں نے جانے کی رخصت مانگی بادشاہ نے اس سبب سے کہ آدمیوں کے کم ہو جانے سے رانی اور لڑکوں کو بیس میں کہنا زیادہ آسان ہو جائے گا اُنکی درخواست منظور کر لی اُنہوں نے راجہ کے لڑکوں کو غلاموں کے لڑکوں کی صورت اور غلاموں کے لڑکوں کو راجہ کے لڑکوں کی ہم شکل بنایا۔ رانی کو مردانہ لباس اور لونڈی کو رانی کا زیور اور لباس پہنایا۔ یہاں عورتوں کی پردہ نشینی کام کر گئی ورنہ اس کام کا ہونا مشکل تھا سو مارا جپوتوں کو خیمہ کے اندر بٹھا کر اُن سے کہا کہ ہم رانی اور کنوروں کو لیکر چلتے ہیں اگر یہ راز کھل جائے تو تم ان جعلی لڑکوں اور رانیوں کی حراست میں اسقدر کوشش کرنا کہ پانچ چھ گھنٹے اُس میں لگ جائیں اُن کے جانے کے بعد دو تین پہر گذر گئے تو بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی اُس نے تحقیق کی تو کوتوال نے عرض کیا کہ لڑکے اور رانیاں خیمے میں موجود ہیں۔ بادشاہ نے جانے والوں کے پیچھے آدمی دوڑائے اور خیمہ کی رانی اور لڑکوں کو قلعہ کے اندر بلایا اس پر راجپوتوں نے کہا کہ ہم رانی اور لڑکوں کو نہیں دینگے اُن کی عوض جان دینگے اُسپر بادشاہ نے فوج بھیجی۔ راجپوت اُن سے بمقابلہ پیش آئے بہت سے اُن میں مخالفوں کو مار کر مرے جو بچے وہ بھاگے جعلی رانیاں اور لڑکے بادشاہ پاس آئے اُس نے اُنکو حرم سرا میں بھیجا بیگموں نے اُنکو اپنا متبنیٰ بنایا۔ رانی کو بیگموں کا پرستار بنایا اپنی عفت چھپانے اور ہوشیاری دکھانے کے لیے بادشاہ کو یقین دلایا کہ اصلی لڑکے اور رانی یہی ہیں جو بادشاہ کے محل میں ہیں درگا داس اور راجپوت تو اس معرکے سے زندہ بچ کر پراگندہ ہو گئے مگر پھر جمع ہو گئے اور وطن کو چلے خیمہ پر لڑائی ہونے کے سبب سے رانی کو اتنی فرصت ملی کہ وہ جودہ پور میں صحیح سلامت داخل ہوئے اور اُس کے بڑے بیٹے اجیت سنگھ نے مارواڑ پر مدت تک سلطنت کی اور آخر دم تک وہ اورنگ زیب کا دشمن رہا۔ بادہ شاہ مدت تک اس شبہ میں رہا کہ وہ راجہ کا اصلی بیٹا نہیں ہے رانی نے فقط مہاراجہ کے نام باقی رہنے کے لیے اُس کو بیٹا بنایا ہے اور اصلی اولاد اُس کی میرے پاس ہے۔ مگر جب انانے اپنے خاندان کی لڑکی اجیت سنگھ

یا ہی تو اُس کا شبہ دور ہوا اور اُس نے جانا کہ جسونت سنگھ کا حقیقی بیٹا اجیت سنگھ ہے۔ کوئی لکھتا ہے کہ اس جعلی اولاد کی توقیر میں تغیر کرتا رہا اور اُس نے آخر کو اُن کے استحقاق کے حیلہ سے جودہ پور پر چڑھائی کی۔ ماثر عالمگیری میں لکھا ہے کہ جب راج سنگھ رانا اودے پور نے مہاراجہ جسونت سنگھ کی رانی اور لڑکوں کی اعانت میں کمر ہمت چست کی تو اوائل ذی الحجہ ۱۰۸۹ھ کو بادشاہ اجمیر کو روانہ ہوا۔ اور رانا اودے پور کو فرمان تہدید آمیز لکھا کہ وہ جزیہ دینا قبول کرے اور راجہ جسونت سنگھ کے فرزندان نامشخص کو جودہ پور کے علاقہ سے نکالے۔ جب بادشاہ اجمیر میں آیا اُس نے ۱۰ محرم ۱۰۹۰ھ کو مہاراجہ جسونت سنگھ کے ممالک کے ضبط کے لیے خان جہاں بہادر کو بھیجا وہ ۲۴ ربیع الآخر کو جودہپور سے واپس آیا اُس نے وہاں بت خانوں کو ڈھایا اور بڑے بڑے بتوں سے بھرے ہوئے بادشاہ پاس لایا مورد تحسین و آفریں ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بتوں کو کہ اکثر مرصع و طلائی و نقری و برنجی و سنگی تھے۔ دربار کے جلوخانے اور جامع مسجد نما کے زینوں کے نیچے ڈالیں کہ وہ پامال ہوں۔ مدتوں پڑے رہے اور پھر اُن کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ ماثر عالمگیری میں واقعات سنہ ۲۲ جلوس سنہ ۱۰۹۰ھ میں لکھا ہے کہ جسونت سنگھ کابل میں مرگیا اُسکا کوئی بیٹا نہ تھا۔ مرنے کے بعد اُس کے معتمد نوکروں سوانک۔ رگناتھ داس بھائی اور رنچھور اور درگا داس وغیرہ ہم نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مہاراجہ راجہ کی دو رانیاں حاملہ ہیں جب اس کے متعلقین لاہور میں آئے تو دونو رانیوں سے بیٹے پیدا ہوئے تو ان مسطور نے دونوں بیٹوں کے پیدا ہونے کی اطلاع بادشاہ کو کی اور منصب و راج کے عطا کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دونوں بیٹوں کو ہمارے پاس لائیں جس وقت لڑکے سن تمیز کو پہنچیں گے اُن کو منصب و راج عنایت ہوگا۔ راجپوتوں کا گروہ بچوں کو لیکر اجمیر آباد میں آیا اور التماس مرقوم میں مبالغہ والحاح کیا۔ اس اثنا میں ایک بیٹا مرگیا جالا۔ (مرگیا) جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا فاسد ارادہ یہ ہے کہ پسر دوم کو دونو رانیوں کو جودہ پور لیجا کر بغاوت کیجئے تو ۱۰ جمادی الآخر سنہ ۱۰۹۱ھ کو حکم ہوا کہ حویلی

ربب سنگھ راٹھور میں جو مہاراجہ کی دو رانیاں ٹھیری ہوئی ہیں انکو مع پسر کے نورگڑھ میں لے آئیں فولاد خاں کو توال و سعید خاں وغیرہ اس لیے مقرر ہوئے کہ اس فرقہ کو ارادہ فاسد سے باز رکھیں اگر وہ لڑیں تو انکی گوشمالی کی جائے۔ حسب الحکم امرا کاربند ہوئے۔ لوازم اندرز اور نصیحت غریب وترہیب کے ساتھ بجالائے مگر راجپوتوں نے جو اپنا حال تنگ دیکھا تو انہوں نے دو رانیوں کو کہ مردانہ لباس پہنے ہوئے تھیں مار ڈالا اور پسر دوم کو کسی شیر فروش کے گھر میں چھپا یا تھا انکو سراسیمگی میں چھوڑ کر فرار ہوئے فولاد خاں کو پسر دوم کی حقیقت معلوم ہوئی تو وہ شیر فروش کے گھر سے اس بیٹے کو بادشاہ کی حضور میں لایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ راجہ کی لونڈیاں جو ہمراہ ہو کر آئیں ہیں اُن کے ہمراہ وہ زیب النساء بیگم کے سپرد ہوا اور لڑکے کا نام محمدی راج رکھا جائے خان مذکور دوسرے روز لڑکے کا زیور اور اشیا لایا۔ اس آشوب میں راجہ کا اور دونوں رانیوں اور راجپوتوں کا اسباب لوٹ کر لے گئے جو بچا وہ بیت المال کے کوٹھہ میں داخل ہوا۔ دو نو رانیوں کی اور بنجھور رئیس راجپوتوں اور تیس اور سرداروں کی لاشیں شمار میں آئیں باقی چہارم جمادی الاخری ۹۰ھ کو بھاگ کر جودہپور میں پہنچ گئے درگا کے بھکانے سے راجپوتوں نے دو جعلی بیٹے رن متھن (جو مر گیا تھا) اور اجیت سنگھ راجہ جسونت سنگھ سے منسوب کیے اور فتنہ انگیزی شروع کی طاہر خاں فوجدار جودہپور اُن سے عہدہ برآ نہو سکا اور اندر سنگھ بھی نظم ونسق نہ کر سکا۔ اسکو بادشاہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ بادشاہ نے سربلند خاں کو جودہپور کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ ۲۶ رجب کو بادشاہ سے معروض ہوا کہ ایمیر کی فوجدار منور خاں کی مہاراجہ کے نوکر راج سنگھ سے تین روز تک خوب لڑائی ہی اور منور خاں کو فتح ہوئی۔ راج سنگھ بہت آدمیوں کے ساتھ مارا گیا ہے تو اُس نے تعلقہ جودہپور کے معمورو کے سرکش راجپوتوں کے پرگنات کے تاخت وتاراج کے لیے افواج مقرر کیں۔ رانا میں تاب مقاومت نہ تھی اُس نے وکلا معتبر زباں داں لائق کو مع پیش کشوں اور عرضداشت کے بھیجا اور اطاعت کا اظہار کیا

۳ نورنا اور دو لڑکے اور بہت سے اور بادشاہی آدمی مارے گئے جب راجپوتوں نے

روپ سنگھ راٹھور میں جو مہاراجہ کی دو رانیاں بخیری ہوئی ہیں انکو مع پسر کے نورگڑھ میں لے آئیں
فولاد خاں کوتوال وسعید خاں وغیرہ اس لیے مقرر ہوئے کہ اس فرقہ کو ارادہ فاسد سے باز رکھیں
اگر وہ لڑیں تو انکی گوشمالی کی جائے۔ مسیالکم امرا کاربند ہوئے۔ لوازم اندرز اور نصیحت ترغیب
وترہیب کے ساتھ بجالائے مگر راجپوتوں نے اپنا حال تنگ دیکھا تو انہوں نے دو رانیوں کو
کہ مردانہ لباس پہنے ہوئے تھیں مار ڈالا اور پسر دوم کو کسی شیر فروش کے گھر میں چھپایا تھا اسکو
سراسیمگی میں چھوڑ کر فرار ہوئے فولاد خاں کو پسر دوم کی حقیقت معلوم ہوئی تو وہ شیر فروش کے
گھر سے اس بیٹے کو بادشاہ کی حضور میں لایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ راجہ کی لونڈیاں جو اسیر ہو کر
آئیں ہیں اُن کے ہمراہ وہ زیب النساء بیگم کے سپرد ہوا اور لڑکے کا نام محمدی راج رکھا جائے
خان مذکور دوسرے روز لڑکے کا زیور اور اشیا لایا۔ اس آشوب میں راجہ کا اور دونوں
رانیوں اور راجپوتوں کا اسباب لوٹیرے لوٹ کرلے گئے جو بچا وہ بیت المال کے کوٹھہ میں
داخل ہوا۔ دو رانیوں کی اور بچھور رئیس راجپوتوں اور تیس اور سرداروں کی لاشیں شمار میں
آئیں باقی چہارم جمادی الاخری ۹۰۱ھ کو بھاگ کر جودھپور میں پہنچ گئے درگا کے بھکانے
سے راجپوتوں نے دو جعلی بیٹے رن متھن (جو مر گیا تھا) اور اجیت سنگھ راجہ جسونت سنگھ سے
منسوب کیے اور فتنہ انگیزی شروع کی طاہر خاں فوجدار جودھپور اُن سے عہدہ برآ نہو سکا
اور اندر سنگھ بھی نظم ونسق نہ کر سکا۔ اسکو بادشاہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ بادشاہ نے سربلند
خاں کو جودھپور کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ ۲۶ رجب کو بادشاہ سے معروض ہوا کہ امیر
کی فوجدار منور خاں کی مہاراجہ کے نوکر راج سنگھ سے تین روز تک خوب لڑائی ہی
اور منور خاں کو فتح ہوئی۔ راج سنگھ بہت آدمیوں کے ساتھ مارا گیا ہے تو اُس نے
تعلقہ جودھپور کے معمورہ کے سرکش راجپوتوں کے پرگنات کے تاخت وتاراج
کے لیے افواج مقرر کیں۔ رانا میں تاب مقاومت نہ تھی اُس نے وکلا معتبر
زبان داں لائق کو مع پیش کشوں اور عرضداشت کے بھیجا اور اطاعت کا اظہار کیا

۳ زنانہ اور دو لڑکے اور بہت سے اور بادشاہی آدمی مارے گئے جب راجپوتوں نے

جزیہ دینا قبول کیا۔ زرجزیہ کے عوض میں اپنے ملک میں تین پرگنے دینے اور فرزندان جیونت کی اعانت نہ کرنے کا وعدہ کیا اور عفو تقصیرات کی درخواست کی۔ بادشاہ نے خان جہاں بہادر کو اس ضلع کے بندوبست اور باقی وصول کرنے کے لیے مقرر کیا اور خود دار الخلافہ کو مراجعت کی۔ اس اجمیر کے آنے جانے میں سات مہینے بیس روز سے زیادہ نہ لگے چند روز بعد خبر آئی کہ رانا نے پھر تمرد اختیار کیا اور عہد و پیمان سے پھر گیا۔ خان جہاں بہادر سے قرار واقعی بندوبست نہو سکا تو رجب ۹۰ جولائی ۱۶۷۰ء کو بادشاہ رانا اور اور راجپوتوں کی گوشمالی کے لیے اجمیر روانہ ہوا۔ اس دفعہ راجپوتوں کے مغلوب کرنے میں اپنی ساری فراست و گیاست کو کام میں لایا۔ بادشاہزادہ محمد معظم کے نام حکم صادر ہوا کہ وہ دکن سے اجین میں آئے۔ اور حکم کا منتظر رہے اور بنگالہ میں شاہزادہ محمد اعظم کو لکھا کہ بطریق ایلغار میرے پاس آجائے۔ جب اجمیر کے قریب بادشاہ آیا تو رانا کی تنبیہ اور تادیب کے لیے شاہزادہ محمد اکبر کو بھیجا اور شاہ قلی خاں کو منور خاں کا خطاب دیا اور اسکا اضافہ کیا اور امرار کار طلب اس کے ہمراہ کیے اور اس کو بادشاہزادہ کا ہراول بنایا۔ رانا نے اس خبر کو سنکر اودے پور کو کہ حاکم نشین تھا ویران کیا اور اپنے اور جیونت سنگھ کے اہل و عیال اور آدمیوں کو ہمراہ لے کر دشوار گذار پہاڑوں اور دروں میں چلا گیا۔ شاہزادہ اکبر مامور ہوا کہ وہ دروں میں راجپوتوں کے استیصال کے لیے بعض امیروں کو بھیجے اور کچھ دلاوروں کو رانا کے ملک اور زراعت کے تاخت و پامال کے لیے روانہ کرے۔ جب بادشاہزادہ محمد معظم کی اجین میں آنے کی خبر ہوئی تو اس کے پاس حکم گیا کہ وہ تعلقہ رانا میں اودے ساگر پر مقیم ہو جو اجمیر سے اسی کوس ہے اور اپنے لشکر کو اطراف جودہپور میں مقرر کرے کہ جہاں آبادی دیکھے اس کو ویران کرے۔ ان دنوں میں حکم کے بموجب شاہزادہ محمد اعظم بھی چار ماہ کی راہ کو ایک مہینے سے کم میں طے کر کے جریدہ اپنی فوج جنگی کے ساتھ آگیا اسکو حکم ہوا کہ رانا

اور راٹھوروں کے تعلقہ اور دربار قلب میں جاکر راجپوتوں کے قتل و اسیر کرنے میں کوشش کرے اور فوج معین کرے کہ ملک انا میں جو غلہ کی رسد پہنچتی ہے اسکو بند کرے اور زراعت نہ کرنے دے۔ رانا کی مدد کے لیے تعلقہ جیونت سنگھ سے پچیس ہزار سوار راٹھور اور راجپوت جمع ہوگئے۔ افواج شاہی کا مقابلہ شوخی سے کرتے تھے اور کبھی اور رسد غلہ پر تاخت کرتے تھے بادشاہی چند ہزار سواروں کو درہائے قلب کی طرف لے گئے اور اُن کو چار و نطرف سے گھیر لیا اور بہت سواروں اور پیادوں کا پتا نہ لگنے دیا۔ لیکن آخر کو راجپوت فوج اسلام سے مغلوب ہوئے۔ راجپوتوں نے دروں کی سر راہ کو بند کر رکھا تھا اور کبھی کبھی پہاڑوں سے اُتر کر شاہزادہ کے لشکر پر غافل شب خون مارتے تھے۔ لشکر بادشاہی خصوص منور خاں اس جماعت کو تنبیہ کرتا تھا اور ملک کی خرابی میں اور بتخانوں اور عالی عمارات کے مسمار کرنے اور اشجار ثمردار اور باغات کے کاٹنے اور راجپوتوں کے زن و فرزند کے گرفتار کرنے میں جو غار و مغاک میں چھپے ہوئے تھے کوئی کسر باقی نہ رکھتا تھا۔ محمد امین خاں صوبہ دار گجرات کے نام حکم گیا کہ اپنی فوج کے ساتھ جلد سرحد راجپوتیہ اور احمد آباد کے درمیان استقامت کرے اور جہاں راجپوتوں کی خبر سُنے اور پتا پائے ان کو غارت کرے

جب رانا کے معاونوں کا کام تنگ ہوا۔ غلہ نایاب زراعت کشت و کار معتذر تو راٹھور راجپوتوں نے یہ تدبیر و تزویر کی کہ وہ اول شاہزادہ محمد معظم پاس گئے کہ اُس کو اپنے جرایم کا شفیع بنائیں یا بغاوت پر اُس کو رہنمائی کرکے اپنا رفیق بنائیں بادشاہزادہ نے اُن کی باتوں پر کان نہیں لگایا اور نواب بائی یعنی والدہ شاہزادہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو اُس نے بھی نصیحت کی اور منع کیا کہ کسی بات میں وہ راجپوتوں کی امداد اور معاونت سے آشنا نہ ہو۔ اور رانا کے وکیلوں کو اپنے پاس نہ آنے دے۔ جب وہ اس شاہزادہ سے مایوس ہوئے تو شہزادہ محمد اکبر کی طرف رجوع کی۔ راجپوتوں میں درگا داس بڑا چرب زبان و حراف تھا۔ اس نے

شاہزادہ اکبر کا راجپوتوں سے ملنا

اکبر پر بہت افسوس افسانے پڑھکر پھونکے۔ اور اس کو امیدوار کیا۔ کہ راجپوت چالیس ہزار سوار جرار آپ کی رفاقت کے لیے اور خزانہ بے شمار آپ کے خرچ کے واسطے موجود ہیں۔ شہزادہ یہ سبز باغ دیکھکر تقاضا ر ایام شباب اور ہمنوائی احباب سے راجپوتوں کے دام میں گرفتار ہوا۔ بعض اُس کے ہمراہی بھی اُس کے ہمداستان ہوئے۔ بادشاہزادہ نے باپ سے بغاوت اختیار کی۔ اس بغاوت کرنے کا سبب اُس نے باپ ہی سے سیکھا تھا۔

ابتدا میں اس خبر کی شہرت اُڑتی ہوئی شاہزادہ محمد معظم پاس گئی اُسکو بھائی سے یک گونہ محبت تھی۔ اُس کو نصیحت آمیز دو کلمے لکھے۔ باپ کو اپنی عرضداشت میں اس مضمون پر اشارہ کیا کہ راجپوت شہزادہ کے اغوا کے درپے ہیں اس سے غافل نہونا چاہیئے۔ محمد اکبر کی طرف سے بادشاہ کو کوئی وسوسہ نہ تھا مگر بادشاہزادہ محمد معظم کی بدنامی حسن ابدال میں اس قسم کی ہوچکی تھی اور ابتدا میں جو راجپوت بڑے شاہزادہ کے پاس پیغام لائے تھے۔ اسکی خبر بھی بادشاہ سن چکا تھا اُس نے محمد اکبر کے حق میں محمد معظم کی تحریر کو محض افترا جانا اور جواب میں لکھا کہ ہذا بہتان عظیم۔ حق سبحانہ تعالیٰ شمارا ہمیشہ بر صراط مستقیم رہبری نماید۔ وآلودگی سخن شنوی بدخواہاں محفوظ دارد۔ جب یہ راز مخفی برملا ہوا۔ اور خیمہ خیمہ میں سب چھوٹے بڑوں کو یہ خبر معلوم ہوگئی کہ دُرگا داس تیس ہزار سوار راجپوت لے کر اکبر سے مل گیا اور یہ خبر بھی آئی کہ محمد اکبر نے تخت پر جلوس کیا اور سکہ جاری کیا اور منورخاں کو بعزت ہزاری کیا۔ امیر الامرا کا خطاب دیا۔ مجاہد خاں اور عمدہ نوکروں کے جو اُس کے ہمراہ تھے اضافہ کیے۔ جن میں سے بعض نے مجبور ہوکر مصلحتہً نہ قبول کیے سب کی تالیف قلوب کی۔ اور بادشاہ کی طرف لڑنے کے ارادہ سے آیا ان دنوں میں بادشاہ کی فوج راجپوتوں کی تنبیہ کے لیے محمد اکبر کے ساتھ چلی

گئی تھی ۔ اسد خاں و بہرمند خاں کے سوائے کوئی عمدہ امیر نہ تھا اور کل فوج مع خواجہ سراؤں اور اہل دفتر کے سات آٹھ سو سوار تھے اس وجہ لشکر میں تزلزل ہوا ایک عجیب ہنگامہ برپا ہوا محمد معظم کو بہ تاکید فرمان بھیجا کہ بلا توقف مع تمام فوج کے بطریق ایلغار حضور میں آؤ۔ بادشاہزادہ باپ کے حکم کے آتے ہی اُس کی خدمت میں روانہ ہوا۔ بہرو خدمہ محل کو خدا پر سونپا۔ دس روز کی راہ کو دو تین روز میں طے کر کے باپ پاس نو دس ہزار سوار لے کر آ گیا۔ ایک شہرت تھی کہ محمد اکبر سترہ ہزار سپاہ لیکر باپ سے مقابلہ کے لیے قریب آ گیا ہے۔ کسی کو بادشاہ کے لشکر میں امید نہ تھی کہ اس بلا سے نجات ہوگی۔ بعض ہوا خواہوں کے کہنے سے احتیاطاً دور بینی کی وجہ سے محمد معظم کی طرف سے بادشاہ کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا۔ تقاضائے وقت کے موافق توپ خانہ کا منہ محمد معظم کے لشکر کی طرف کرا دیا اور بیٹے کو پیغام بھیجا کہ لشکر کو چھوڑ کر دو نو بیٹوں کے ساتھ ہمارے پاس آؤ۔ محمد معظم نے باپ کے حکم کی تعمیل کی تنہا دو بیٹوں کو لیکر خدمت میں آیا تو حضرت کو اس پر اعتبار آیا۔

ان باپ بیٹوں کے لشکر مل کر بھی محمد اکبر کے ستر ہزار سواروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے یہ عالمگیر کے لیے بڑا بُرا وقت تھا۔ مگر اُس کی عقل سلیم باقی تھی وہ یہ سوچا کہ محمد اکبر کا لشکر جو باغی ہوا ہے وہ فقط راجپوتوں کے بھکانے اور پٹیاں پڑھانے سے ہوا ہے کوئی اس کو میرے ساتھ عناد دلی اور بغض قلبی نہیں ہے اُس کا راہ پر لانا مشکل نہیں ہے۔ اس لیے اُسنے شہاب الدین پسر قلی خاں کو بہ طریق ہراولی بھیجا کہ وہ محمد اکبر کے لشکر کی خبر تحقیق لائے جس کو راجپوتوں نے اپنے بندوبست سے مسدود کر رکھا تھا۔ اور اپنے سگے بھائی مجاہد خاں سے خط و کتابت کرے وہ محمد اکبر کے ساتھ بہ تقاضائے وقت و مصلحت رفاقت میں شریک ہوا تھا۔

4386

در منظر تھا کہ کوئی موقع ملے تو یہاں سے نکل جائے ۔ جب اسکو اپنے بھائی شہاب الدین کے نزدیک آنیکی خبر آئی تو اُسنے محمد اکبر سے التماس کی کہ اگر حکم ہو تو میں جاکر اپنے بھائی کو استمالت کرکے اپنے ساتھ لے آؤں ۔ محمد اکبر نے اسکو اجازت دی نقد و جنس جو لیجا سکا وہ لے باقی اسباب کو وہیں چھوڑ بھائی پاس پہنچا اور دونوں متفق ہوکر پادشاہ پاس آئے پادشاہ کو اُن کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی ۔ شہاب الدین کو شہاب الدین خانی کا خطاب دیا ۔ مجاہد خاں سے اکبر کے لشکر کی حقیقت اور موافق و منافق اور مجبور و غیر مجبور کی تعداد پوچھی کہ اس اثنا میں محمد اکبر کے لشکر سے اور مردم روشناس پادشاہ پاس آنے شروع ہوئے ۔ مجاہد خاں کے آنے سے محمد اکبر کے لشکر میں خلل ہوا ۔ خواجہ مکارم سلطان معظم کے نوکر نے محمد اکبر کے قراولوں سے دست بازی کی اسکے زخم لگا ۔ اس طرف کے دو تین آدمیوں کو زخمی کیا اس نے خبر پہنچائی کہ محمد اکبر کے لشکر سے جُدا ہوکر حضور میں تہور خاں ہراول فوج چند آدمیوں کے ساتھ آتا ہے جب تہور خاں گلال باری میں آگیا تو اسکو حکم ہوا کہ وہ ہتیار اُتار کر حضور میں آئے ۔ خان نے اسمیں تعلل کیا تو محمد معظم خاں نے اسکے مارنے کا اشارہ کیا وہ اپنے اظہار تہوری اور ارادہ فاسد اور کسی اپنی مصلحت کے سبب سے محمد اکبر سے رخصت لیکر آیا تھا ۔ پادشاہ نے غصہ میں آن کر تلوار ہاتھ میں لیکر کہا کہ کون اسکو منع کرتا ہے کہ وہ ہتیار لگا کے نہ آئے جب وہ آنے لگا تو ایک نوکر نے خان کی چھاتی پر ہاتھ رکھکر اسکو منع کیا ۔ خان نے اسکے مُنہ پر تھپیڑ مارا اور اُلٹا چلا کر خیمہ کی رسّی میں اُسکا پاؤں اٹکا اور وہ مُنہ کے بل گرا کہ چار و نظر سے بزن بکش کی آواز بلند ہوئی اسکو مار ڈالا اور سر کاٹ لیا ۔ کُشتہ ہونیکے بعد اسکے جامہ کے نیچے سے زرہ نکلی اسکے باب میں روایات مختلف ہیں ۔ خواجہ مکارم مخاطب بہ جان نثار خاں یہ کہتا تھا کہ عنایت خاں دیوان تن خسر اُسکا تھا اسکی تحریر سے از روے ارادت اُسنے بازگشت کی اپنی حُسن خدمت و عقیدت و غیرت پر خیال کرکے ہتیار اُتارنے میں یہ عذر کیا بہرحال تہور خاں کے کشتہ ہونے سے راجپوتوں اور محمد اکبر کی فوج کے درمیان ..... تزلزل پیدا ہوا اور انکا پاے ثبات جگہ سے ہلا

اسکا دربار لوٹا۔ کئی راجہ اور امرا اسکے پاس سے پادشاہ پاس چلے آئے اور بہت سے بھاگ گئے اور راجپوت یہ دیکھکر کہ سارا مقابلہ ہمارے سر پر آن پڑیگا اپنے گھروں کو چلے گئے یا پادشاہ پاس چلے آئے۔ عوام الناس نے یہ خبر اڑائی کہ پادشاہ نے از روئے تدبیر محمد اکبر کو فرمان لکھا اور اُس میں درج کیا کہ اگرچہ راجپوتونکی دلگیری کیے اور قراولی اور گرداوری کے باب میں جو ارشاد ہوا تھا تم اسکو بجالاؤ مگر انکو پیراولی بناکے پادشاہی سپاہ کی زد میں لانا عین مصلحت تھا اور ایسا منصوبہ کیا کہ فرمان بعینہٖ راجپوتوں کے ہاتھ میں پڑا جو اس فرقہ کے تفرقہ کا سبب ہوا۔ لیکن اس خط بنانیکی بات بازاری گپ ہے اسکی کچھ اصل نہیں ہے۔ القصہ محمد اکبر کی سپاہ بڑی باوجود شکوہ کثیر تھی مگر تلوار میان سے نہ نکلی کہ اُسکو ہزیمت عظیم ہوگئی۔ جب محمد اکبر نے دیکھا کہ راجپوتوں نے اُس سے روگردانی کی درگا داس اور دو تین اور آدمی رانا کے انکے پاس رہے بنکے پاس دو تین ہزار سوار رہے تھے کوئی رفیق اور لشکر ایسا ساتھ نہیں ہے کہ کام آئے اسلئے وہ ناچار فرار ہوا۔ جب شاہزادہ محمد اکبر فرار ہوا تو اسکے سارے آدمیوں میں سے تین چار سو آدمی اور نامی آدمیونمیں سے قدیم الخدمت ضیاء الدین شجاعی تھا اسکا تمام مال و اسباب بجائے خزانہ و توپخانہ لٹنے کے بعد جو باقی رہا تھا وہ سارا اور اسکا ایک چھوٹا بیٹا نیکو سیر اور دو بیٹیاں یہ سب پادشاہ کو ہاتھ آئے۔ اور ایک بیٹا جو ہوشمند تھا اسکو راجپوت اپنے ساتھ لیگئے۔ اب محمد اکبر ایسا سراسیمہ تھا کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ کبھی شاہجہاں آباد و لاہور کے جانیکا اجمیر کی راہ سے ارادہ کرتا تھا۔ کبھی ایران کا قصد ہوتا تھا جو فرمانا اسراف زمیندار اور فوجدار اسکے روکنے کو کھڑے ہوجاتے۔ پادشاہزادہ محمد معظم اسکے تعاقب کیلئے مامور ہوا اسکے .... تعاقب میں اغماض کیا اور عنان کشیدہ چلا۔ محمد اکبر ناہور اور ملتان کی راہ کو چھوڑکر زمینداروں کی راہنمائی سے راہ دشوار گذار جبال دکن کیطرف مرحلہ پیما ہوا۔ خانجہاں بہادر صوبہ دار دکن کو اور تمام فوجداروں کو باربار احکام پہنچے کہ جہانتک ممکن ہو اسکو زندہ دستگیر کرو اور نہیں قتل کرو۔ خانجہاں بہادر حکم کے بموجب اُسکے اسیر کرنے کیلئے

سفر کرکے گیا اور چودہ پندرہ کوس کا دونوں میں فرق رہا تو خان نے اُسکے دستگیر کرنے کا تماض کیا اور اس بات کو میر نورالله نے جو ایسے مقدمات میں بے محابا تھا بادشاہ سے عرض کیا تو بادشاہ نے اس بات میں ایک فرمان اعتراض آمیز اور احکام تہدید آمیز تمام اخبار نویسوں کے شاہزادہ اکبر بکلانہ کی سرحد میں آیا۔ جو ملہیر کے موجدار اور قلعہ دار راجہ دیبی سنگھ کے تعلق میں تھا شاہزادہ کی گرفتاری کے لئے فوج بھی یہ اسوقت پہنچی کہ وہ سرحد بکلانہ سے نکل گیا تھا چند نفر راجپوت پیچھے رہ گئے تھے انکو راجہ کے آدمی دم دلاسا دیکر راجہ پاس لائے۔ راجہ ان راجپوتوں سے شاہزادہ کا حال پوچھ رہا تھا کہ اسکے آدمی ایک اور آدمی کو پکڑ کر لائے۔ جو اکبر کی نیمہ آستین کا آدمی بنے ہوئے تھا جسکو اکبر نے ہوا کی آمی کے سبب سے اُتار کر اپنے کے کندھے پڑ ڈالدیا تھا اور تنہائی کرکے راجہ پاس اس گمان سے لیگئے کہ وہ شہزادہ اکبر ہوگا۔ راجہ ان کی اس حرکت سے ناراض ہوا۔ فرنگیوں کے ملک کی سرحد سے اکبر نکل گیا۔ بکلانہ کے زمینداروں کی پناہ میں آیا اُسنے پہاڑی آدمیوں کو روپیہ دیا اُنہوں نے اس کو سرحد راہیری میں پہنچایا۔ جو سنبھا سے تعلق رکھتا تھا سنبھا اکبر کے استقبال کو گیا اور اپنا مکان رہنے کو دیا جو قلعہ راہیری سے تین کروہ پر تھا اور وجہ خرچ کے واسطے مقرر کیا سنبھا جی نے اوّل اوّل اکبر کی بڑی خاطر داری کی۔ مگر پھر اُسکے آدمیوں کو کافی خرچ نہ دیا۔ ایک روز محمد اکبر کے سامنے قاضی نے بیوقوفی اور بیشرمی سے سنبھا سے کہا کہ مہاراج کے دشمن پائمال ہوں تو محمد اکبر نے خفا ہوکر کہا کہ قاضی تو بڑا احمق ہے اور سنبھا سے کہا کہ ایسے کلمات لغو کا کہنا اور آپ کا سننا بدنما ہے یہ خبر بھی مشہور ہوئی کہ اعتقاد خاں خلف اسد خاں قلعہ راہیری کی تسخیر کے لئے مقرر ہوا ہے اسلئے محمد اکبر نے مصلحت سمجھا کہ جسطرح ہوسکے ایران جائے اُسنے دو چھوٹے جہاز مرتب کئے۔ چالیس دن کا ذخیرہ انہیں رکھا اور روانہ ہونیکا ارادہ کیا تو بادشاہ کے لحاظ سے سیدی یاقوت خاں حبشی نے جنگی جہاز

اس کی راہ روکنے کے لئے تیار کیا وہ ان اطراف میں کوس انا الملکی بجارہا تھا مگر گرفتاری میں اُسنے اغماض کیا۔ شہزادہ اور ضیاء الدین محمد شجاعی اور چالیس پچاس آدمی خدا پر بھروسہ کرکے سوار ہوئے۔ راہ میں محمد اکبر کے جہاز متفرق ہوئے اور اُن پر حادثات عظیم واقع ہوئے۔ نامواقفت ایام سے امام مسقط کے جزیرہ میں جہاز چلا گیا۔ اہل جزیرہ نے شاہزادہ کو گرفتار کرکے امام مسقط پاس بھیجدیا۔ یہ امام شاہ ایران کے بڑے عمدہ زمینداروں اور توابع میں سے تھا بحسب ظاہر تو مہمانداری کی لیکن اکبر کو بطریق نظر بند کے رکھا اور عالمگیر کو عرضداشت بھیجی کہ اگر حضور ۲ لاکھ روپئے نقد اور بندر سورت میں جو اجناس مسقط کے جہازوں میں جاتے ہیں اُنکی معافی عشور کی سند کسی آدمی کے ہاتھ بھیجدیں تو میں محمد اکبر کو اسکے حوالہ کرکے حضور میں روانہ کروں۔ پادشاہ نے کئی متصدیان بندر سورت کے نام حکم صادر کیا کہ امام مسقط کی التماس کے موافق عمل کریں۔ مسقط کو متصدی سورت نے حاجی فاضل کو جو سب زبانوں سے آشنا تھا محمد اکبر کے لانے کے لئے بھیجا۔ جب شاہزادہ اکبر کے آنے کی اور امام مسقط کے اس ارادہ ناصواب کی خبر سلیمان شاہ فرمانروائے ایران کو پہنچی تو اُس نے امام مسقط کے پاس حکم بھیجا کہ ہمارے مہمان کو بہت جلد اہتمام کرکے ہمارے پاس بھیجدو۔ ورنہ تمہاری سزا کے لئے فوج بھیجی جائیگی۔ امام مسقط نے ناچار شاہزادہ کو شاہ سلیمان کے آدمیوں کی ہمراہ کیا۔ جب شاہزادہ اصفہان میں آیا شاہ سلیمان اُسے لینے آیا تو محمد اکبر نے پانچ الماس لیکر بادشاہ سے ملاقات کی اور کہا کہ اگرچہ بزرگان ایران کے نزدیک یہ امر غیر متعارف ہے کہ نذر و ہدیہ ہاتھ میں لیکر بزرگوں سے ملاقات کرے لیکن ہندوستان کے مرنبی کی خدمت میں خالی ہاتھ جانا ترک ادب ہے ہر روز مہمانداری بڑے تکلف سے ہوتی رہی۔ شاہزادہ نے ہندوستان میں جانیکے لئے امداد طلب کی تو شاہ نے فرمایا کہ جب تک تمہارا باپ زندہ ہے تم ہمارے عزیز مہمان ہو۔ جب تمکو بھائیوں سے کام پڑیگا تو ہم سے جہاں تک ہوسکیگا تمہاری امداد کرینگے۔ چند روز بعد

سلیمان شاہ مرگیا۔ سلطان حسین اسکا جانشین ہوا اُس نے پہلے سے بھی زیادہ شاہزادہ کی
مددگاری کی۔ محمد اکبر نے باپ کے مرنے کی خبر جھوٹی کہہ کر شاہ حسین سے فوج و خرچ کی امداد
چاہی لیکن شاہ نے کہا کہ ہمارے اخبار نویسوں نے نہیں لکھا کہ بادشاہ مرگیا۔ جب خبر تحقیق
ہوجائیگی تو ہم امداد کرینگے۔ جب اس خبر کا جھوٹا ہونا تحقیق ہوگیا تو شاہزادہ کو خفت اُٹھانی
پڑی پھر شاہزادہ نے کہا کہ ہوائے عراق میرے مزاج کے موافق نہیں ہے مجھے رخصت ملے کہ
میں تو ایلچ گرم سیر میں سرحد خراسان میں جاؤں۔ جو سرزمین ہند کے قریب ہے آپ وہاں
کے حکام کو لکھدیجئے کہ بروقت وہانکے سرداروں کی فوج میری رفاقت کریں بعد اس کے
شہزادہ کے لئے خرچ درماہہ مقرر ہوا اور حکم ہوا کہ جسوقت شاہزادہ کو بھائیوں سے پیکار کا سروکار
ہو تو پندرہ ہزار سواروں سے اسکی امداد کیجائے۔ ہندوستان کی سلطنت کی آرزو میں محمد اکبر
تو ایلچ گرم سیر خراسان میں خوشی و ناخوشی اوقات بسر کرتا تھا۔ کبھی اسکو باپ کی سلطنت
میں قدم رکھنا نصیب نہ ہوا۔ عالمگیر کے آخر عہد میں اسکو موت آگئی
اورنگ زیب نے جو جودھپور اور اودے پور کے ملکوں پر اس طرح تاخت و تاراج
کی کہ اس سے راجپوت دب گئے۔ مگر مرنہیں گئے۔ اس جنگ اور جزیہ نے
انکے ملک اور مذہب پر ایسا زخم و داغ لگایا جو کبھی نہ بھرا۔

راجپوتوں سے امتداد جنگ

عالمگیر کے ابتداے عہد میں قوم راجپوت سلطنت مغلیہ کی دست راست تھی اب وہ
اس سے جُدا ہوگئی کہ اسکے ملنے کی توقع نہیں رہی۔ پھر اسنے اس سلطنت کی خدمت
میں بے اعتمادی کے نہیں کی۔ صرف رام سنگھ مہاراجہ جے پور جسکے نانے رشتے بادشاہ سے
بہت تھے اور بہت منفعتیں اسکو حاصل تھیں وہ تو راجپوتوں کے ساتھ شریک نہیں
ہوا۔ باقی اور راجپوت سب متفق ہوگئے۔ بادشاہ کی لڑائی راجپوتوں سے بدستور بنی رہی
بجز اسکا شاہزادہ محمد اکبر کی بغاوت سے پہلے تھا وہ اب بھی رہا۔ بادشاہی فوج
راجپوتانہ کو لوٹتی تھی۔ راجپوت مالوہ کے ملک کو خراب و ویران کرتے تھے۔ بادشاہ

مسند رونکو توڑ توڑ کر مسجدیں بناتا تھا۔ راجپوت مسجدوں کو ڈھا کر ڈھا کر مندر بناتے تھے۔ قرآنوں کو جلاتے تھے۔ ملاؤں کی خوب گت بناتے تھے۔ اس لڑائی میں رانا کے اودے پور کا نقصان زیادہ تھا اسلئے کہ اس ملک کا زرخیز حصہ مغلوں کے زیر سایہ تھا اور وہی انکی تاخت و تاراج سے پامال اور ویران ہوتا تھا۔ ادھر یہ حال رانا کا تھا اُدھر بادشاہ کے بڑے بڑے کاموں میں جیسی کہ مہم دکن تھی حرج ہو رہا تھا۔ آخر کار رانا اودے پور نے صلح کی درخواست کی اور بادشاہ نے ان شرائط پر صلح کر لی کہ رانا جزیہ کے عوض میں کچھ ملک دیدے اور راجہ جیت سنگھ بالغ ہو کے راج گدی پر بیٹھے۔ اسوقت بادشاہ مہمات یوسف زئی اور راجپوتوں سے زیادہ مہم اہم دکن کی سمجھتا تھا اس لئے اُس نے ان شرائط پر صلح کر لی مگر اس آشتی سے فساد و عناد کی جڑ نہ کٹی ہمیشہ راجپوتوں نے بادشاہ کی کھٹا پٹی رہی۔ مشرقی جانب میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تو بادشاہ کی مطیع رہیں باقی تمام ریاستیں بادشاہ سے منحرف رہیں گو انکی دارالسلطنتیں بادشاہ کی قبضہ میں رہیں مگر انکے اِدھر اُدھر آفتیں برپا رہیں۔ راجپوت اپنی باہمی نزاع کے سبب سے بڑے بڑے فتوحات سے فائدہ نہیں اُٹھا سکے مگر پھر بھی بادشاہی فوج والوں کو نہایت تنگ کرتے رہے اور مالوہ اور گجرات کے صوبوں کو لوٹتے اور کھسوٹتے رہے۔

معاملات دکن

اس عرصہ میں کہ بادشاہ خود سرحد کی قوموں کے دبانیکے لئے گیا اور راجپوتوں کی لڑائی میں مصروف رہا وہ دکن کی مہمات سے غافل نہیں رہا جو اسکے اختیار میں سائل تھے انکو دکن کی مہمات میں بھی کام میں لایا جسوقت بادشاہ کی فوج پنجاب میں افغانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئی تو مہمات دکن کے لئے خان جہاں خان حاکم گجرات کو مقرر کیا اور مہابت خاں اور شاہزادہ محمد معظم کو بلا لیا۔ خان جہاں نے اس خیال سے کہ سیواجی سے لڑنیکے لئے سپاہ کافی نہیں ہے۔ اُسنے لڑنے میں توقف کیا

کو نکی راہیں بند کیں کہ مرہٹوں کا حملہ نہ ہو۔ اور درہ نیر توپخانے لگائے۔ مگر یہ تدبیر
نے نالپسند کی شاید وہ اورنگ زیب کے سرداروں میں سب سے زیادہ دلیر اور شجاع
ست و چالاک تھا اور قلعہ جاگیر کے حملہ میں کامیاب ہو چکا تھا اُسنے جنگ محفوظ
یوں کو بنایا اور کہا کہ فوج خواہ کتنی ہو اُسنے قلعہ نیر حملہ کرنا چاہیئے مگر سپہ لار
یات پر کان نہ لگایا۔ مرہٹوں کے سوار جنکی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ غانڈیس میں ان
سے آئینگے جنکو خانجہاں نے روکا تھا وہ مختلف گروہوں میں منقسم ہو کر اورنگ آباد
مگر کو چلے گئے۔ خانجہاں نے بہت راہوں سے اُنکا تعاقب کیا مگر کامیاب نہیں
برسات میں اُسنے پیرگام میں جو دریا بیما کے کنارہ پر ہے چھاونی ڈالی اور یہاں
یک قلعہ بنایا جسکا نام اُسنے بہادر گڈھ رکھا۔

یہاں بہادر تو یہ کام کر رہا تھا سیواجی نے یہ کام کیا کہ مخفی گول کنڈہ میں گیا۔ کہتے
یں سے بہت کچھ روپیہ بطور خراج لیا اور اسکو الیتان خاطر کے ساتھ راگڈھ
پہنچا دیا۔ اور جب وہاں سے پھر کر آیا تو اُسنے ملک شاہی کے تاخت و تاراج
نے اپنے سواروں کو چھوڑ دیا کہ وہ دہات قصبات و شہروں سے چوتھ
یں غرض مرہٹوں اور مغلوں میں جو لڑائیاں تاخت و تاراج کے لئے
ئیں سے ہر یک گروہ یہ کہتا ہے کہ میں فائدہ میں رہا۔ مرہٹے بھاگ
ے اور زیادہ لوٹ لاتے۔ مرہٹے لوٹ کے مال کو شیر مادر سمجھتے تھے اور اس
ی کو وہ اپنی عزت اور افتخار جانتے تھے۔

ں گولکنڈہ گیا ہے تو اُسکی غیر حاضری میں ورنگل اور جنجیرا کا بیڑا متفق ہو کر
سے دھندا راجپوری کے توپخانوں کو غارت و تباہ کر دیا اور راگھوبلا
گیا مگر اس نقصان کا اسقدر عوض گولکنڈہ جانے سے ہو گیا اور اُس سے
یدہ کی فوج کشی کے لئے بڑی تقویت ہو گئی

سلطان علی عادل کا مرنا اور سیواجی کا لوٹنا

۱۶۷۲ء میں علی عادل شاہ والی بیجاپور فالج میں مبتلا ہوکر مرگیا۔ اسکے کوئی اور بیٹا سوا سکندر عادل شاہ کے نہ تھا جسکی عمر پانچ سال کی تھی اور شاہ بی جی بیٹی تھی۔ عبدالمجید وزیر تھا اور خواص خاں وعبدالکریم۔ بہلول خاں اور مظفر خاں یہ تین ارکان سلطنت تھے سب کو اپنے مطلب سے مطلب تھا۔ اس گھر کا کوئی خیرخواہ نہ تھا۔

اب سیواجی نے سوچا کہ مغلوں سے لڑنے میں وہ فائدہ نہیں ہے جو ملک بیجاپور کی تاخت و تاراج میں ہے اسلئے ۱۶۷۳ء میں وشال گڈھ میں مخفی ایک بڑا لشکر جمع کیا اور اسکی سپاہ نے پنالہ کو لے لیا اور تجارت گاہ ہوبلی کو خوب لوٹا۔ یہاں سے اتنی غنیمت ہاتھ آئی کہ مرہٹوں کو پہلے کبھی نہیں ہاتھ آئی تھی۔ اس شہر کو اناجی دیو کے حوالہ کیا اس شہر میں جو مرہٹوں کے ہاتھ سے بچا تھا اسکو فوج عادل شاہی نے لوٹا جو اس شہر کی حراست کے لئے آئی تھی۔ سیواجی کے بیڑے نے کاروار اور انکولہ لے لیا اور بہت سے مقامات کے دیس مکھیوں کو بہکایا کہ وہ مسلمانوں کے تھانوں کو اٹھا دیں۔ ہوبلی کے تاراج ہونے سے راجہ بیڈپور ڈرا بیٹھا تھا اسنے سیواجی کو سالانہ خراج دینا قبول کیا اور سیواجی کا وکیل اپنے دربار میں مقرر کیا۔

سیواجی کا ارادہ تھا کہ ملک بیجاپور کو فتح کرے اسلئے اُس نے خانِ جہاں بہادر سے درخواست کی کہ اسکے ذریعہ سے بادشاہ اس کی حمایت کرے۔ خان نے اسکی اس درخواست کو اس شرط پر منظور کرانیکا وعدہ کیا کہ سیواجی بادشاہی ملک پر تاخت و تاراج نہ کرے۔ مئی کے مہینے میں مادلیوں نے پرلے لے لیا ستمبر میں ستارہ کو کئی مہینے محاصرہ کرکے فتح کرلیا۔ غرض ۱۶۷۳ء و ۱۶۷۴ء میں یعنی دو برس کے اندر بہت سی لڑائیوں اور محاصروں کے بعد اس ریاست کا وہ ملک جو سمندر کی جانب گھاٹوں سے متصل تھا اور کونکن کا جنوبی حصہ فتح کرلیا۔

سیواجی دتو نسے اپنے تئیں راجہ کہتا تھا اور اپنا سکہ چلاتا تھا مگر اب اور ہوا میں اُڑنے لگا
میں یہ سمائی کہ مسلمان بادشاہوں کی طرح اپنی شان دکھائے۔ چنانچہ اُسنے ۶ جون ۱۶۷۴ء
جنوں سے مہورت پوچھکر اپنی راجدھانی رائے گڈھ میں راجگدی پر جلوس کیا اور تمام
شاہانہ ہوتی ہیں وہ سب ادا کیں۔ ایسے فروشکوہ سے دربار کیا کہ کبھی مرہٹوں نے خواب
نہ دیکھا تھا۔ ترازو میں بیٹھکر تُلا۔ برہمنوں کو سونے کا تلادان دیا۔ سونا روپا جواہر نچھاور
سرداروں کو خلعت اور بڑے بڑے منصب اور انعام مرحمت ہوے۔ افسروں کے
خطاب فارسی سے سنسکرت میں بدلے یا نئے نام سنسکرت میں رکھے۔ اگرچہ شاہانہ
کے برتاو میں مسلمانوں کا طریقہ اختیار کیا مگر دھرم کرم میں وہ پہلے سے بھی
کٹر ہندو ہوگیا۔ کھانے پینے میں ہندوؤں کی طرح پابند تھا اُس نے مسلمانوں
سے تنی کے لئے ہندوؤں میں مذہبی جوش اور قومی ولولے اور زیادہ کردئے
اپنی سادگی کو جو ابتدا میں تھی نہیں چھوڑا اسکے علم کو بھگوا جھنڈا کہتے تھے
کیسرا نارنجی رنگ کا بیل کی دُم کی صورت کا ہوتا تھا۔

سیواجی نے جب سے پورندھر کو تسخیر کرلیا تھا کُل ملک بیجاپور اور کانکن سے
لینے کا مستحق اپنے تئیں جانتا تھا۔ انگریزوں سے تو اُس نے کبھی
نہیں۔ مگر پرتگیزوں سے کہتے ہیں کہ اُسنے چوتھ لی۔ اس کا
مرہٹوں کی تاریخوں میں اس طرح آتا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ
نے کی۔

میں دلیر خاں نے سیواجی کے ملک پر دست درازی کی اسلئے خانجہاں
سے جو عہد و پیمان ہوئے تھے اُن کے توڑنیکے لئے سیواجی کو ایک عذر
مورو پنت نے قلعے اوندھا اور بٹہ دوبارہ لے لئے سیوا جی پر
مگر نا کامیاب رہا۔ وہ سیواجی کی جنم بھوم ہے۔ جو اس کو ساری

مغلوں کے ملک پر سیواجی کے حملے

عمر ہاتھ نہ آئی۔ مگر سنیا پت ہمیر راؤ کی فتحیابی نے ناکامیابی کا معاوضہ کردیا وہ سورت کے پاس اس درہ پر گذرا اور اپنے سواروں کو کئی فوجوں میں تقسیم کیا جنہوں نے برہانپور کو اور باہور کو خوب لوٹا۔ اور بڑوچ سے چوتھ لی۔ یہ پہلی دفعہ تھی کہ مرہٹوں کی سپاہ نے دریائے نربدہ سے اُتر کر کوچ کیا۔ سیواجی نے خود بوندا کا محاصرہ کیا اور اُسنے پنالہ اور ٹونڈا کے درمیان سب تھانوں پر قبضہ کرلیا جب سیواجی کونکن میں مصروف تھا تو پھلتن ملاوری کے دیس مکھ نمبل کیر اگھاٹ نے سیواجی کے تھانوں کو اُٹھاکر میدانی ملک شاہ بیجاپور کے لئے فتح کرلیا۔

جب ہمیر راؤ گوداوری سے عبور کرکے گھر کو آیا تھا تو راہ میں دلیر خاں نے اسکا تعاقب کیا۔ وہ بہت مشکل سے اپنے بیش قیمت لوٹ کے مال کو گھر لایا۔ مغلوں کی سپاہ نے ضلع کلیانی کو لوٹا۔ سیواجی نے قلعہ بونڈا کو ایک لقب اُڑاکر فتح کرلیا اور وہ جنوب کی طرف گیا۔ کونکن میں چوتھ لی اور خوب لوٹا۔ لوٹ کا مال بہت سا لیکر اپنے گھر رائگڑھ میں آیا۔ جب دلیر خاں اور خان جہاں لڑائی میں اور طرف مصروف تھے تو ہمیر راؤ مغلوں کے ملک میں آیا اور اُسے خوب لوٹا۔

خواص خاں نائب سلطنت بیجاپور نے سلطنت کے نازک حالات دیکھکر خانجہاں بہادر سے عہد و پیمان کئے کہ بیجاپور کی سلطنت بادشاہ کے ماتحت رہیگی اور اورنگ زیب کے کسی بیٹے سے سکندر عادل شاہ کی ہمشیرہ خرد بادشاہ بی بی بیاہی جائیگی۔ عبدالکریم اور امیروں نے اس عہد و پیمان کے سبب سے خواص خاں کو سازش کرکے مار ڈالا اور لڑنے کا سامان تیار کیا۔ جب خان جہاں بہادر بیجاپور کی طرف آیا۔ بیجاپور والے اِس سے کئی لڑائیاں لڑے جنمیں بیجاپور والوں کا پلہ غالب رہا۔ دلیر خاں کا ہموطن دوست عبدالکریم تھا۔ اسکے ذریعے سے دونوں میں صلح ہوگئی۔

سیواجی نے پھر تیسری دفعہ ٹونڈا اور پنالہ کے درمیان میدانی ملک پر قبضہ کیا اور ایک سلسلہ قلعوں کا بنایا۔ جنکے نام درون گڈھ۔ بوشین گڈھ سیدر شو گڈھ

سیواجی کا اپنے باپ کے ملک پر قبضہ کرنا

چندر گڈھ تھے۔ اگرچہ یہ قلعے مضبوط نہ تھے مگر وہ اس ملک پر جاگیرداروں کے حملہ روکنے کے بہت کام آئے۔

سیواجی کو مدت سے یہ لوگی ہوئی تھی کہ باپ کی جاگیر کو جو کرناٹکا اور میسور میں ہے اُسپر کسی طرح قبضہ کیجئے۔ پہلے جاگیر پر اسکا سوتیلا بھائی ونکاجی قابض تھا اور حقیقت میں وہی اسکا مالک تھا مگر برائے نام والی بیجاپور کا ماتحت تھا اب سیواجی کو یہ اختیار تھا کہ اس جاگیر کا دعوی دعوا کرتا۔ یا بطور غنیم کے فتح کرتا اسکے باپ کے وقت میں پنڈت راگھوناتھ نارائن اس جاگیر کا انتظام کرتا تھا۔ اب وہ اسکے بھائی ونکاجی کا منتری تھا۔ مگر کسی بات پر اُس سے خفا ہوکر سیواجی پاس چلا آیا تھا اسلئے اسکو اور بھی زیادہ اپنی تمنا بر آنیکا خیال پیدا ہوا۔ یہ پنڈت جاگیر کا تمام کچا پکا حال جانتا تھا۔ اسلئے اُسکا آنا جانا سیواجی کے حق میں نعمت غیر مترقبہ تھا۔ سیواجی دور اندیش بڑا تھا بات کو برسوں پہلے سوچ لیتا تھا۔ اُسوقت والی گولکنڈہ کو سلطان کا خوف لگ رہا تھا اور والی بیجاپور سے بھی چھنچ رہی تھی۔ اسلئے سیواجی نے سوچا کہ والی گولکنڈہ ورفاقت پیدا ہونی آسان ہے چنانچہ پیغام سلام ہوکر دونو میں اتفاق ہوگیا۔

۱۶۷۷ء میں گولکنڈہ کی جانب تیس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے لیکر روانہ ہوا اور کچھ دنوں ٹھہرا اور والی گولکنڈہ کو اتو بنایا اور آپس میں یہ قرار ٹھہرایا کہ میں اپنے باپ کی موروثی ملک کے علاوہ اور ملک فتح کروں تو اُسمیں سے بادشاہ کو حصہ دوں اور بادشاہ اسکے بدلے میں مجھے کسی قدر روپیہ اور توپخانہ عنایت کرے اور باقی فوج اپنی بیجاپور اور مغلوں کی روک ٹوک کے واسطے اپنے پاس رہنے دے۔ غرض وہ قطب شاہ سے روپیہ اور توپخانہ لیکر حیدرآباد میں ایک مہینے رہ کر مارچ ۱۶۷۷ء میں ٹھیک جنوب کی طرف چلا اور کرنول سے نیچے ۲۰ میل پر آیا اسکی سپاہ آہستہ آہستہ کڑپہ کی راہ سے چلی۔ سیواجی کچھ سواروں کے ساتھ بزرتم مندر کی جاترا گیا وہاں مراسم مذہبی ادا کیں۔ بھوانی نے کرپا کرکے اُس سے کہا کہ سیواجی سے ہندوؤنکے

ہندؤں کے دھرم کرم کے بڑے بڑے کام ہونگے اور کرناٹک میں اسکے بڑے درجات ہونگے

۱۲ روز یہاں رہکر مئی سنہ الیہ میں مندراسکے پاس ہوتا ہوا جنجی کے قریب پہنچا جو اسکی قلمرو سے چھ سو میل تھا وہ قلعہ بیجاپور سے متعلق تھا۔ والی بیجاپور کی طرف سے امیں عنبر خاں کے بیٹے روپ خاں اور ناظر محمد عالم تھے رگھوناتھ نے اُن سے ملکر ایسے عہد و پیمان کرلئے تھے کہ سیواجی کو یہ قلعہ بلا مقابلہ ہاتھ آگیا۔ والی بیجاپور کا افسر شیر خاں عالم خلع بڑتا ہی نے پانچہزار سوار لیکر سیواجی کے مقابلہ میں کوشش کی مگر وہ بہت جلد نرغہ میں آنکر قید ہو گیا۔ سیواجی کا سوتیلا بھائی سنتاجی اُس سے پہلے پہل ملنے آیا۔

اِس اثنار میں اس فوج نے جو ارادۃً سیواجی نے پیچھے چھوڑی تھی قلعہ ویلور کا محاصرہ کیا۔ مرہٹوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ محاصرہ کرکے ستمبر میں فتح کرلیا۔ قاضی ابوحسین بیان کرتا ہے کہ قلعہ دار کو پچاس ہزار پیگوڈا رشوت دیکر لے لیا۔ جس عرصہ میں کہ ویلور کا محاصرہ ہو رہا تھا۔ سیواجی اپنے بھائی ونکاجی سے ملا۔ اور اُس نے اس کو سمجھایا کہ باپ کے ترکہ میں سے نصف اسکو دینا چاہیئے۔ ایک بھائی باپ کے ورثہ کے نصف کا دعویٰ جتنی شد و مد سے کرتا تھا دوسرا بھائی اتنی ہی زور سے انکار کرتا تھا۔ سیواجی نے پہلے ارادہ کیا کہ بھائی کو قید کرکے زبردستی اُس سے نصف تنجور لے لے۔ مگر بھائی کو ملاقات کے لئے بُلایا اور اُسکو قید کرنا شرافت سے وہ بعید سمجھا اسلئے اسکو تنجور جانے کی اجازت دی۔ مگر باپ کے ورثہ نصف تنجور اور ولی اور ایک دو قلعوں کا دعویٰ نہیں چھوڑا اور کہا کہ میں اس سے زیادہ تجھکو دے سکتا ہوں۔ مگر باپ کے ورثہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ سیواجی دہور میں آیا اور قلعہ کرناٹکی گڈھ و جلدیو گڈھ اور مہاراج گڈھ لے لئے۔ سال آیندہ کے شروع ہونے سے پہلے سیواجی نے اپنے باپ شاہ جی کے علاقے کولہار۔ بنگاپور۔ اوس کوٹا۔ بالاپور سیرا پر قبضہ کرلیا۔ اُس نے کرناٹک سے چوتھ اور سرویش مکھی لی۔ اور جہاں لوگوں نے

ے حصول نہ ادا کیا تو انکو لوٹا مارا۔

خان جہاں بہادر نے جو سیواجی سے صلح کر لی تھی وہ اورنگ زیب نے منظور نہیں کی مگر دلیر خاں نے بادشاہ کو جو یہ تدبیر لکھی کہ گولکنڈہ پر دھاوا کیا جائے۔ اور عبدالکریم وزیر اور فوج بیجاپوری سے اعانت لیجائے اسکو پسند کیا اور اُسنے خان جہاں خان بہادر کو اپنے پاس بُلا لیا اور دلیر خاں کو اسکی جگہ مقرر کر دیا۔

قطب شاہ پر حملہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اُسنے سیواجی سے صلح کر لی تھی۔ لیکن مادھو پنت نے سیواجی نے گولکنڈہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ دلیر خاں اور عبدالکریم کے حملہ کو ہٹا دیا بیجاپور کی سپاہ تنخواہ کے نہ ملنے سے بھوکی مر رہی تھی اسکو دشمنوں سے لڑانا ناممکن تھا۔ عبدالکریم ۱۶۶۵ء میں مرگیا تو دلیر خاں نے یہ کوشش کی کہ مسعود خاں حبشی اسکی جگہ مقرر ہو جائے جو ہر کا داماد تھا اور ادونی کا جاگیردار تھا وہ مقرر ہو گیا اُسنے سپاہ کی چڑھی ہوئی تنخواہ بانٹنے کا اور دلیر خاں کے قرض چُکانیکا اور امن امان رکھنے کا اور بادشاہ بی بی کو شورش میں بھیجدینے کا وعدہ کیا اُسنے پیادوں کی چڑھی ہوئی تنخواہ ادا کی مگر جب وہ بیجاپور سواروں کی زیادہ تر سپاہ نہیں رکھ سکا۔ اسلئے یہ سوار برطرف شدہ کیا تو سیواجی سے جا ملکر ہو گئے یا بادشاہ کے

دلیر خاں مسعود خاں سے عہد و پیمان کر کے پیرگرام میں گیا سیواجی نے یہ حالات سُنکر کوچ کیا جنجی اور اسکے مضافات کو اپنے سوتیلے بھائی سنتاجی کو سُپرد کیا اسکے ساتھ رگھوناتھ نراین اور ہمیر راؤ سیناپت کو مقرر کیا کہ وہ کرناٹک کی حکومت کا انتظام کریں۔ سیواجی نے قطب الملک کو اپنی فتوح کا حصہ کچھ نہیں دیا جس سے وہ سمجھا کہ سیواجی نے اُسکو احمق بنایا۔ مگر جب سیواجی رائے گڈھ گیا تو اُس سے سلسلہ اتحاد کو شکستہ نہیں کیا۔ سیواجی کا لشکر بلاری کے قریب پہنچا تو اُسکے آدمیوں نے اُسکی فوج کہی کے چند آدمیوں کو مار ڈالا اور اسکا

اور اسکا عذر بھی یہاں کے حاکم نے جو دس سیالی کی بیوہ تھی نہیں کیا اسلئے یہ قلعہ سیواجی نے
بزور ۱۲ دن میں لے لیا اور گوپال اور بہادر بندہ کو بھی فتح کر لیا۔ جب سیواجی نورگل میں آیا
ہے تو اُسنے سُنا کہ اسکے بھائی ڈنکاجی نے اسکی فوج پر کرناٹک میں حملہ کیا اور بہت نقصان
کے ساتھ ہزیمت پائی۔ اُسنے بھائی کو خط نصائح آمیز لکھا اور آخر کو اس قصہ اختتام السیر
ہوا کہ موروثی جاگیر پر ڈنکاجی متصرف رہے اور نصف محاصل سیواجی کو دیا کرے باقی
وہ مقام جو بیجاپور کی قلمرو میں سے سیواجی کے ہاتھ آئے ہیں وہ سیواجی کے پاس رہیں۔
سیوا اٹھارہ مہینے بعد ٹھیر ٹھیرا کر راے گڈھ میں آیا دونوں ہمیر راے اور جے جے ماہدین نیت
نے بیجاپور کے علاقہ کو خوب لوٹا مارا پانچ سو گھوڑے اور پانچ ہاتھی اور افسر جو اس سے
لڑا تھا گرفتار کیا۔ کرشنا اور تنگ بھدرا کے درمیان کا کل ملک پامال ہوا اور کوپال اور ہیلاری
کے ہمسایہ کے سرکش دیس مکھ جو والی بیجاپور کو خراج نہیں دیتے تھے۔ اُنہوں نے
سیواجی کی فوج کو دیا۔ بیجاپور میں سوار نہ تھے اور برسات کے سبب دریاؤں میں طغیانی
تھی اسلئے مسعود خاں کے درمیان جو عہد و پیمان ہوئے تھے وہ پادشاہ نے پسند
نہیں کئے بلکہ دلیر خاں کو پادشاہ نے لکھا کہ وہ سپاہ کی چڑھی ہوئی تنخواہ دیکر جتنے
افسروں کو اپنی طرف کر سکے وہ کرے سلطان المعظم کو دکن کا صوبہ دار پھر اس غرض
سے مقرر کیا کہ مسند نشین بیجاپور سے ملک و مال کا مطالبہ زیادہ کرے۔ اور اس مطالبہ
کی تعمیل میں دلیر خاں بحیثیت سپہ سالاری آمادہ ہو۔ اول بادشاہ بی بی کا مطالبہ ہو
بعد ایک جھگڑے کے پادشاہ بی بی خود دلیر خاں کے لشکر میں اس غرض سے آئے
کہ بھائی کی سلطنت بچ جائے۔ دلیر خاں نے اُس کو اورنگ آباد میں
بھیج دیا۔
بیجاپور کا محاصرہ کیا گیا۔ جب بیجاپور والے مایوس ہوئے تو وہانکے وزیر مسعود خاں
نے سیواجی سے مدد مانگی۔ اُسنے دلیر خاں پر حملہ کرنیکا وعدہ کیا۔ جس سبب سے

معمورین کا پیچھا چھوٹے۔ اس مطلب کے لئے سیواجی نے پنالہ میں بہت سے سوار جمع کئے
اور بیجاپور کی طرف چلا۔ مگر اس سیانے کھاگ نے دیکھا کہ اسکے بازوؤں میں عالمگیری
لشکر کے صدمہ اُٹھانے کی تاب نہیں ہے۔ اسلئے وہ محاصرہ کے قریب بارہ بیل جاکر کترایا
اور بادشاہی علاقوں پر حملے کرنے لگا۔ دلیر خاں فن سپہ گری سے خوب واقف تھا۔ اگرچہ
اس پاس فوج زیادہ نہ تھی مگر جتنے سپاہی اسمیں تھے اسکے ہم قوم افغان من چلے اور بڑے
دل گردے جوان مرد تھے ایسی فوج ایسے افسر کے ماتحت بڑی فوجوں سے بھی بڑھ کر
کام دے سکتی ہے۔ دلیر خاں نے محاصرہ کو نہیں چھوڑا اور سیواجی نے اگلا ور تلوا دے
کر شہروں کو پٹڑا کر دیا اور دہات کو جلاکر خاک کیا اُسنے دریا ربہا سے اُتر کر جولنا پر
حملہ کیا باوجودیکہ اورنگ آباد میں سلطان معظم تھا اُسنے جولنا کو خوب لوٹا جس مکان میں
اسکو دولت کا گمان ہوا اسکو خاک سیاہ کیا۔ خافی خاں نے لکھا ہے کہ ۱۶۷۰ء میں سیواجی
فوج سنگین کے ساتھ ملک خاندیس میں داخل ہوا۔ قصبہ دھرنگاؤ جو اس ضلع میں معموری میں
مشہور ہے اور جنس کرانہ و اقسام قماش و مال بندر سورت اور چیزیں قصبہ کے محمد اروں
کے پاس ہوتی ہیں اسپر تاخت و تاراج کی پھر حومبرہ اور اور پرگنات کو لوٹ کر اور جلاکر
پرگنہ جالنہ کی طرف گیا یہ بھی تعلقہ بالا گھاٹ کے قصبہاے معمورین سے تھا
جسمیں مال تجارت بھرپور تھا اس قصبہ میں سید جان محمد کا مسکن تھا جو یہانکے واصل
باللہ درویشوں میں تھے۔ جب کوئی غنیم اس قصبہ میں آتا تو یہانکے رہنے والوں کی
کثیر جماعت و عیال سمیت اس سید کے تکیہ و مکان کی پناہ میں آتے مگر
سیواجی نے سید صاحب کا ادب نہیں کیا۔ جو مالدار انکی پناہ میں گئے ان کو خوب
لوٹا اور خود سید صاحب کو نہ چھوڑا۔ خافی خاں سیواجی کی موت کا سبب یہی بتاتا
ہے۔ اس سے زیادہ بے عقلی کی بات کوئی اسنے اپنی تاریخ میں نہیں لکھی ہے
سیواجی اپنے لوٹ کے مال کو لیکر صحیح سلامت رائے گڈھ میں پہنچا ہوتا مگر

شاہزادہ کے حکم سے دس ہزار سواروں نے جمع ہوکر اسے سنگم پر کے قریب آنکر ایسا گھیر لیا تھا کہ اُسے مار ہی لیا ہوتا اگر بقول عالمگیر وہ پہاڑی چوہا تھا۔ کسی بل میں ایسا دبک کر جا بیٹھا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی پھر وہ جو نکلا تو اورنگ زیب دیکھتا ہی رہ گیا کہ اسی چوہے نے کیا کیا کام کئے اور کتنے قلعے فوج شاہی سے خالی کرالئے اور اچھے اچھے شیروں کے کان کترے۔

دلیر خاں نے محامرہ کو نہیں چھوڑا۔ سیواجی پٹہ میں تھا کہ مسعود خاں نائب سلطنت نے اِسکی بہت منت سماجت کی ؎

بہ لبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم پس ازانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمدہ

اور لکھا کہ اب ہمارا وقت قریب آگیا ہے اُسوقت آؤگے تو کام آؤگے نہیں پھر پیچھے کیا کام تم سے نکلیگا۔ وہ اسکی درخواست کے موافق بڑے ٹھاٹھ سے فوج لیکر چلا۔ ہزاروں برچھیت مرہٹے بھالے برچھے سات لیکر چلتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ کوئی نیستان اُڑا جاتا ہے۔ مگر ابھی یہ لشکر بیجاپور تک نہ پہنچا تھا کہ یکایک اُس پاس یہ خبر آئی کہ سنبھاجی مغلوں کے لشکر سے جا ملا۔ اس نوجوان بیٹے کے حصہ میں باپ کی خصائل اور اطوار میں سے دلیری اور شجاعت کے سوا کچھ اور حصہ نہ آیا تھا عیاش ایسا تھا کہ اسنے ایک برہمنی سے جو برہمن کی بیوی تھی اپنا منہ کالا کرنا چاہا سیواجی اس حرکت ناشایستہ پر ایسا خفا ہوا کہ اسنے پرنالہ کے قلعے میں کچھ دنوں کے لئے سخت معتقد کردیا۔ مگر وہ قید سے بھاگ کر سیدھا دلیر خاں پاس چلا گیا تو سپہ سالار سروقد تعظیم کے لئے اُٹھا نہایت تپاک سے ہاتھ کھول کر بغل گیر ہوا اعزاز و احترام سے خیمے میں اُتارا۔ دلیر خاں نے بادشاہ سے اپنا منصوبہ یہ بیان کیا کہ باپ بیٹے لڑائی میں ترازو کے پلڑے میں بیٹا باپ کے مقابل ہوگا۔ باپ کی بُری گت بنائیگا۔ وہ سارے باپ کے ہتکنڈوں سے واقف ہے مرہٹوں کو توڑ توڑ کر اپنی طرف بُلا لیگا۔ غرض گوشت خروندان سگ کا تماشا دکھائیگا مگر سیواجی کا

سنبھاجی کا بادشاہ سے ملنا اور پھر باپ پاس آنا

سیواجی کا اقبال یاور تھا۔ یہ منصوبہ کب چل سکتا تھا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ اسوقت باپ سے بیٹے کا جدا ہونا کیسا خطرہ و تردد کا مقام تھا۔ مگر یہاں کچھ اور ہی گل کھلا کر سپہ سالار نے جب بادشاہ سے یہ عرض حال کیا تو اُسنے دلیر خاں کی اس تجویز کو ناپسند کیا اور حکم صادر فرمایا کہ سنبھاجی کو باز بخیر ہمارے پاس بھیجدو۔ مگر جوانمرد سپہ سالار دلیر خاں نے عہد شکنی کرکے اپنی عزت کو بٹہ نہیں لگایا سنبھاجی کو بادشاہ پاس نہ بھجوایا اور اُس نے ایسی چشم پوشی کی کہ وہ بھاگ کر سیدھا باپ پاس آیا چند روز باپ کو بیٹے کے سبب سے پریشانی رہی۔

بیجاپور کا محاصرہ

جب سیواجی کو بیٹے کی پریشانی سے نجات ہوئی تو وہ رات دن دل و جان سے بیجاپور والوں کی اعانت پر مستعد ہوا۔ ہمبیر راؤ کو اُسنے بھیجا اسکی لڑائی رستم خاں سے ہوئی جس پاس آٹھ نو ہزار سوار تھے اُسی سردار کو سلطان المعظم نے پہلے بھی سیواجی سے لڑنے کو بھیجا تھا جسنے شکست پائی تھی اُسنے اب بھی شکست پائی۔

سورو پنت نے اہوت اور راجا وا گڈھ لے لیا۔ یہ دونوں قلعے بڑے مضبوط تھے اور اپنی سپاہ کو سارے خاندیس میں پھیلا دیا جسنے اسکو تاخت و تاراج و ویران کیا۔

دلیر خاں کے لشکر کے گرد ہمبیر راؤ پھرتا تھا اور محصورین کو مسعود خاں خوب لڑا رہا تھا۔ دلیر خاں بھی ان کو دبا رہا تھا مگر اسکی ذاتی شجاعت فتح کے لئے کافی نہ تھی۔ جا بجا اُسکے رسد پر چھاپے مارے جاتے تھے اور کسی طرح سے رسد اُسکے لشکر تک نہیں پہنچتی تھی۔

سیواجی کے لشکر نے اسکو ایسا تنگ کیا کہ آخر کو مایوس ہوکر سوا محاصرہ اُٹھا لینے کی کچھ اور نہ بن پڑا۔ برسات کے آخر میں وہ میدانی ملک کے تاخت و تاراج میں مصروف ہوا جنیر کو لوٹ لیا۔ کشنا جب پایاب ہوا تو وہ اُس سے پار گیا اور سپاہ کو فوجوں میں تقسیم کیا اور ملک کرناٹک کو ویران کرنا شروع کیا۔ نارو دین پنت نے چھ ہزار سواروں کو ساتھ لیکر دلیر خاں کی سپاہ پر حملہ کیا اسکو شکست دی اور اُسکی فوجوں کو روکا اور اُنکے ٹکڑے ٹکڑے اُڑائے اور مراجعت پر انکو مجبور کیا۔

سیواجی کو بیجاپور والوں نے رفاقت کے بدلہ میں اضلاع کوپال اور بلاری دیدئے اور ڈراوڈ میں جو ملک اُسنے فتح کیا تھا۔ اور تنجور اور اضلاع جاگیر شاہ جی پر اپنی سلطنت کے دعوی سے دست بردار ہوئے۔ اس سبب سے بھائی ونکاجی کے عزل و نصب کا زیادہ اختیار حاصل ہوا جس سے ونکاجی کا دل دنیا سے کھٹا ہوا اور وہ تارک الدنیا ہوا سیواجی نے بھائی کو خط نصائح آمیز لکھے اور ترک دُنیا سے باز رکھنا چاہا مگر کچھ فائدہ نہوا۔

سیواجی کی موت اور اسکے خصائل

معلوم نہیں کہ سیواجی کے دل میں کیا کیا ارمان ہونگے وہ بسبب سب اس طرح خاک میں ملگئے کہ اُسکو بخار چڑہا اور یکایک ایسی طبیعت بگڑی کہ تریپن برس کی عمر میں ۱۶۸۰ء میں اس دُنیا سے انتقال کیا۔ مشکل ہے کہ ہم بتلائیں کہ سیواجی کیسا آدمی تھا۔ مگر جو اُسنے کام کئے وہ ہم لکھ چکے ہیں، اُس سے سمجھ جاؤ کہ اُسکے مزاج میں کیا بُرائیاں اور کیا نیکیاں تھیں۔ کس سبب سے وہ اپنے سب کاموں میں کامیاب ہوا اور کیونکر اور کسواسطے ادنی درجہ سے بتدریج اعلی درجہ پر پہنچگیا۔ کن باتوں نے اُسکو مرہٹونکا دیوتا بنایا۔ کیوں آجتک اُسکے نام کا وظیفہ مرہٹونمیں پڑھا جاتا ہے۔ اور وہ بُت کیطرح پوجا جاتا ہے۔ یہ عجیب و غریب آدمی تھا سلطنت کی قابلیت سپہ سالاری کی لیاقت رکھتا تھا۔ اپنے قوم کا ہمدرد اور خیر خواہ تھا۔ قزاق ایسا تیز دست اور چالاک تھا کہ کوئی کا ہیکو ہوتا ہے۔ اگرچہ اس انگریزی گورنمنٹ میں خیال نہیں آتا اور عقل کے نزدیک یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سیواجی جیسا دوسرا شخص پیدا ہو مگر جسوقت نانا راؤ اور کانپور یاد آتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹونکی دغابازی اور مکاری غارت گری وغیرقوموں سے نفرت اُنکی بالکل غارت نہیں ہوئی۔ بلکہ اُنکو مسلمانوں کے ساتھ جو نفرت تھی اب وہی انگریزونکے ساتھ ہے سیواجی کے حال میں ان باتوں پر طالب علموں کو چاہیئے کہ خوب غور کریں قاعدہ ہے کہ جس بُرائی کو ہموطن اور ہم قوم بُرا نہیں کہتے اور اُسکے کرنیوالیکو ملامت نہیں کرتے اُسکے کرنیسے متوسطین درجہ کے آدمی اپنے تئیں بُرا نہیں جانتے۔ سیواجی نے مہمات جنگی اور ملکی میں جو دغا اور فریب اور بُرائیاں کیں اُنکو اُسکے ہموطنوں اور ہمقوموں نے بُرا نہیں جانا بلکہ اُنکو اپنا فخر سمجھا بسبب سے کام دغابازی اور بیایمانی اور مکاری اور فریب کے ایسے

ہوتے ہیں جو اُمورات خانگی میں سخت لعنت ملامت کے قابل ہوتے ہیں مگر وہ معاملات جنگی
اور ملکی میں قابل تعریف کے ہوتے ہیں سیواجی نے ایک مسلمان سپہ سالار افضل خاں کو قتل کیا اسکو
ساری قوم نے پسند کیا اور جب اُسنے ایک ہندو راجہ کو مارا تو سب نے اسکو ملامت کی اس سے ایک
اور یہ بات نکلتی ہے کہ جو لوگ سیواجی کے ساتھ تھے وہ نرے لُٹیرے اور قزاق اور راہ زن ہی
نہ تھے بلکہ اُنکے دل حب الوطنی کے جوش سے اور قومی محبت کے خروش سے اور مذہبی حرارت
سے اور شجاعت کی جودت سے بھرے ہوئے تھے اور انہیں باتونکے سبب سے وہ سیواجی کے
سب معاملات میں شریک ہوئے۔ اور اسکو دیوتاؤں کا دوست سمجھے۔ بیجاپور اور گول کنڈہ
میں جو مسلمان رہتے تھے اُنسے یہ مرہٹے جُدا ہی ایک ڈھنگ اپنا اس سبب سے رکھتے تھے
کہ اُن کا خاندان نہ اُنکا مذہب نہ اُن کی سرزمین اُنسے ملتی تھی جب ان مسلمانونکے ساتھ
یہ اختلاف ہو تو ان مغلوں اور اورنگ زیب سے تو وہ کچھ مناسبت ہی نہیں رکھتے تھے
پہاڑوں کے دیوتا میدانوں کے دیوتاؤں سے ملتے جلتے نہ تھے۔ اُنکا جھگڑا مسلمانوں سے
باحق نہ تھا۔ اسلئے ہر مرہٹہ خواہ وہ رجپوت ہو یا برہمن یا شدر ہو یا اصلی قدیمی باشندہ یہاں
کا ہو وہ اپنے دلمیں اس بات کو یقین کرتا تھا کہ پہلے زمانہ میں مسلمانوں نے دغا اور فریب سے اسکو
اپنی جگہ سے ہلایا ہے اور اب مسلمانوں کا لشکر بڑھتا اور دباتا چلا آتا ہے اُس سے وہ اور بھی
خائف اور پریشان تھا۔ غرض سیواجی اور اسکے ہمراہی جو مسلمانونسے لڑے اُس سے اُنہوں نے
اپنے اہل وطن کی خدمت کی اور عزت اور شان و شوکت حاصل کی اور بہت سی غنیمت اور
دولت حاصل کی سیواجی نہایت دغا باز مکار غدار سنگ دل مسلمانوں کے ساتھ تھا
مگر اپنے قوم کے ساتھ رحم دل منصف متحمل ایماندار تھا جو اضلاع اس کی اطاعت اختیار
کرتے اُنکے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آتا اور کوئی سختی نہ کرتا مسلمانوں کی ہر ایک چیز کا
تعظیم کرنیوالا تھا مگر اپنی قوم اپنے دھرم اپنے وطن کی عزت اور شان کا بڑھانیوالا تھا یہی سبب تھا کہ سارے اسکے اہل وطن
اسکو جان سے عزیز رکھتے تھے اور اُسکی خدمت گزاری جان نثاری کے ساتھ کرتے تھے

جب وہ مسلمانوں سے لڑتا تھا تو ہندو ایسے جوش مذہبی سے اسکے ساتھ ہو کر اپنی جانیں دیتے تھے جیسے کہ مسلمان جہادی اپنے امام کے ساتھ دیتے تھے۔ مگر کاغذ کی ناؤ ہمیشہ نہیں چلا کرتی کاٹھ کی ہانڈی چولہ پر ہمیشہ نہیں چڑھا کرتی۔ جن کاموں کی بنیاد دغا اور فریب پر رکھی جاتی ہے وہ چند روز اپنا فروغ دکھا کر صبح کاذب کی طرح غائب ہو جاتے ہیں سیواجی کی دغا اور فریب کا درخت سرسبز اور شاداب ہوا مگر اُسکے کڑوے پھل اسکی اولاد کو کھانے پڑے جو سلطنت کے کام بے قانون اور دستور العمل کے ہوتے ہیں انکا انجام یہ ہوتا ہے کہ سارے کام ایسے بے قاعدہ اور بے ٹھکانے ہونے لگتے ہیں کہ پھر اُس سلطنت کا ٹھکانا نہیں رہتا۔ اگرچہ سیواجی نے وزیر اور عہدہ دار سب قسم کے مقرر کئے مگر اُنکے تقرر میں کوئی قانون اور قاعدہ سوا اُسکے اپنی رائے اور مرضی کے نہ تھا اسلئے وہ سارا کارخانہ تھوڑے دنوں میں بھنگ ہو گیا۔ خافی خاں نے اُسکے خصائل کی نسبت یہ لکھا ہے کہ وہ قافلوں کی تاراج میں مردم آزاری کرتا لیکن اور افعال شنیعہ سے پرہیز کرتا تھا۔ عورتوں اور عیال کی محافظت آبرو کا پاس رکھتا تھا۔ کلام اللہ جو کوئی لوٹ کے لاتا اسکو کسی اپنے مسلمان نوکر کو دے دیتا وہ اپنے تعلقہ کے رعایا اور ناموس کے حفظ میں بڑا اہتمام کرتا تھا۔ مسلمانوں اور سیواجی کی معرکہ آرائیوں کا حال اکثر مرہٹوں کی کتابوں سے لکھا گیا ہے جو انگریزی میں ترجمہ ہوئی ہیں۔ مسلمانوں اور مرہٹوں کے بیانات میں بہت اختلافات ہیں ہر یک اپنی اپنی ایسی کہانی کہتا ہے کہ جسمیں کوئی اپنی ہیٹی نہ ہو۔

یکایک سیواجی کا مرنا مرہٹوں کے حق میں زہر ہوا اُسنے ان وحشیوں کو آدمی بنایا تھا ان کے دلوں میں قومی ہمدردی و غیرت و قومی محبت کا جوش پیدا کیا۔ انکے لئے ضوابط و قوانین بھی بنا گیا تھا خزانہ معمور سپاہ بیشمار چھوڑ گیا تھا قلعوں کا سلسلہ وہ قایم کر گیا تھا کہ دشمنوں کا حوصلہ نہ ہوتا تھا کہ اس سلسلہ کو کہیں سے توڑیں ہمیشہ اسمیں اپنے پھنس جانے کا اندیشہ رہتا تھا۔ سب سامان سلطنت مہیا تھا۔

سنبھاجی کا راجہ ہونا اور سکاجی کا مرنا اور سلطنت کا انتظام بگڑنا

مگر مشرقی ملکوں کا دستور ہے کہ جب کوئی فرمانروا مرجاتا ہے تو سب سے اول اسکی سپاہ میں بے انتظامی واقع ہوتی ہے۔ سیواجی کی سپاہ میں تفرقہ کیوں نہ پڑتا۔ وہ تو ابھی حالت طفلی میں تھی۔ دانشمند باپ کے مرنے سے یہ لڑکا کیوں نہ ابتر ہوتا سیواجی کے دو بیٹے تھے ایک سنبھاجی جو ابھی دلیر خاں کی قید سے چھوٹ کر پنالہ میں باپ کے حکم سے قید تھا جس کا اوپر ذکر ہوا۔ دوسرا بیٹا راجہ رام تھا وہ دس برس کا تھا سیواجی نے سنبھاجی کے چال چلن کی نسبت بُرے الفاظ کہے تھے جس سے لوگوں کو ایک حیلہ ہاتھ آیا کہ سیواجی خود راجہ رام کا اپنا جانشین ہونا چاہتا تھا۔ راجہ رام کی ماں سورما بائی بڑی ہوشیار و چتر تھی اسنے ساز و باز سے سب کو یقین دلایا کہ راجہ رام کو سیواجی راجہ کرنا چاہتا تھا ارکان دولت سنبھاجی کے زور و علم سے ہراساں اور راجہ رام کی صغر سنی کی راجائی سے شاداں تھے۔ سیواجی کی موت کو چھپایا اور سنبھاجی کی درستی قید کے لئے حکم جاری کئے۔ سنبھاجی نے عین قید کی حالت میں کسی حکمت سے باپ کے مرنے پر اطلاع پائی اور اپنے محافظوں سے اپنی تخت نشینی کا حال بیان کیا انہوں نے اسکی حکومت قبول کی۔ مگر وہ ایسا خائف تھا کہ قلعہ سے باہر نکلنے پر جرات نہیں کرتا تھا ادھر ارکان دولت میں آپس میں اسباب میں لڑائی جھگڑے رہے کہ کون راجہ ہو۔ اور جو فوج قلعہ پنالہ کے لئے محاصرہ کے لئے آئی تھی وہ اسکی طرفدار بنی حاصل یہ ہے کہ وہ جون ۱۶۸۰ء میں رائے گڈھ میں جاکر راج گدی پر بیٹھ گیا اور اسکی راجائی کو سب نے مان لیا۔ اسوقت تو اُس نے ایسا ہی کام کیا۔ جو سیواجی کے بیٹے کو لایق تھا۔ بہت سے اسکے دشمن دوست بنگئے اور اسکے دل و جان سے خیر خواہ ہوگئے مگر جب وہ اپنی جگہ پر مستقل ہوگیا تو زور ظلم کرنے لگا اسکی طرف سے کسی کو نیکی کا گمان نہیں رہا اُسنے راجہ رام کی ماں کو بڑی بے رحمی سے قتل کرایا۔ اور اپنے بھائی راجہ رام کو مقید کیا۔ مخالف برہمن وزیروں کو پنڈت خانہ میں بھجوایا اور جو برہمن تھے اُن کا گلا کٹوایا۔ یہ بات

پہلے سے معلوم ہوتی تھی کہ سنبھاجی کو باپ کی سلطنت سنبھالنے کی لیاقت نہیں ہی۔ اسکے مزاج کے سبب سے بہت سی بدنظمیاں اور خرابیاں اور لڑائیاں پیدا ہوئیں وہ عیاش تماش بین فضول خرچ تلوّن مزاج سنگدل بیرحم تھا اس نے ان لوگوں کو جنہوں نے اسکے خلاف سازش کی تھی ایسی سخت سزائیں دیں کہ مرہٹوں کو اُس سے دلی نفرت ہوگئی اور اسکے بہت سے سردار اسکی نوکری چھوڑکر دشمنوں سے جاملے۔ ایک بڑا پُرانا رفیق برہمن اُسکے باپ کا تھا اسکو قطع سازش کے شبہ پر برلوک گون کیا۔ غرض پُرانے نمک حلال اور لایق سپہ سالار اور برہمنوں کے اہلکار جو باپ نے جمع کئے تھے ان سب سے وہ سرد مہری اور سنگ دلی سے پیش آیا۔ اور پنڈت کلوشا (فارسی کتابوں میں کب کلس لکھا جاتا ہے) کا غلام ہوگیا۔ یہ برہمن وہ ہے جسکے پاس شمالی ہندوستان میں سنبھا کو سیواجی چھوڑ آیا تھا اور وہی سنبھا کو باپ پاس لایا تھا اُسنے اپنے علم وفضل سے اُسکو اُلو بنایا جو وہ کہتا سو کرتا۔ غرض سنبھاجی کے ان سب کاموں کا نتیجہ یہ تھا کہ سیواجی کا سارا انتظام کیا کرایا بگڑ گیا۔ اوّل سپاہ جو قواعد اور آئین کی پابند تھی اسمیں خلل آیا جب میدان جنگ میں سوار آتے تو اُنکے ساتھ آوارہ گرد بھی ہوجاتے جس سپاہ کا پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جو شخص عورت کو ساتھ لے جائے تو وہ گردن مارا جائے۔ اب اسمیں یہ دستور پڑگیا کہ وہ دشمنوں کے خیموں میں سے عورتوں کو پکڑلاتے اور ان سے ہمبستر ہوتے یا بیچڈالتے گویا عورتیں بھی منجملہ اور اسباب غنیمت کے ہونے لگیں۔ غنیمت کے مال کو چھپاتے جس سپاہ کو تنخواہ ایک دستور قاعدہ کے موافق ہمیشہ ملا کرتی تھی اب اسکی تنخواہ کا مدار لوٹ پر تھا جب لوٹ سے تنخواہ پوری ہوسکتی تو افسر اس حکم کے منتظر رہتے کہ ان کو اور لوٹ سے تنخواہ کے پورا کرنیکا حکم ملجائے۔ غرض جیسی فوج باقاعدہ تھی ویسی ہی اب حریص خونخوار اور غارت گر ہوگئی۔ سنبھاجی ایسا فضول خرچ تھا کہ باپ کی دولت کثیر کو تھوڑے دنوں میں اُڑاکر برابر کیا۔ رگھوناتھ کے مرنیکے بعد کرناٹک کی جاگیر سے بھی خراج نہ وصول ہوا۔ اہل کرناٹک خود اپنی حکمرانی کرنے لگے۔ پنڈت کلوشا نے جب خزانہ خالی

کیا تو اُسکے معمور کرنیکے لئے زمین اور رعایا پر اور نئے محصول لگائے۔ اس سے خزانہ تو خاک سے بھی نہ بھرا۔ مگر رعایا کا دل ناراضی سے بھر گیا۔ جب وصول محصول میں سختی ہونے لگی تو وہ گھروں کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور ملک برباد اور بے چراغ ہونے لگا۔ سیواجی نے جو سلطنت کی عمارت کھڑی کی تھی وہ اب خود بخود مسمار ہوتی جاتی تھی۔ مگر اب اسپر اور یہ زلزلے آئے سیواجی اپنی ہمت اور شجاعت کے گھمنڈ میں ایسا آیا کہ اُسنے یہ نہیں خیال کیا کہ میرے دشمن بھی ہیں اور ان میں ایک عالمگیر بادشاہ بھی ہے۔ پُرانے دشمنوں کو چھوڑ کر اور نئے دشمن پیدا کئے کہ اپنے وزیر کلوشاہ کی صلاح اور مشورہ سے نہایت شوق سے ۱۶۸۹ء میں جنجیرا والوں سے لڑائی شروع کردی۔ اس غرض سے کہ یہ جزیرہ ہندوستان کے براعظم سے شامل ہوجائے۔ سمندر کے اس ٹکڑے کو مٹی سے بھروانا جو درمیان میں حائل تھا پھر اسکے بعد کشتیوں کے ذریعہ سے دھاوا کیا اس مہم میں بھی ناکام رہا جس سے وہ دل شکستہ ہوا۔ پھر اُس نے پرتگیزوں اور انگریزوں سے لڑائی۔ غرض وہ ان بے سود کاموں میں مصروف رہا اور اُسنے اورنگزیب کی خبر نہ لی نہ والیان بیجاپور اور گولکنڈہ سے باپ کی طرح رفاقت پیدا کی۔

واقعات سال بست و پنجم ۱۶۹۲ء

بادشاہ نے ۲ رمضان کو اجمیر سے برہانپور کی طرف کوچ کیا۔ ۷ رمضان کو دارالخلافہ میں یہ خبر آئی کہ مکہ معظمہ میں بانو بیگم نے ۳ رمضان کو انتقال عالم میں چہرہ چھپایا۔ اُسنے شیخ نظام الدین اولیا کے صحن روضہ میں اپنے ایام دولت میں حیات خانۂ آخرت بنایا تھا اسمیں مدفون ہوئی بادشاہ کو اس اپنی بڑی بہن کے مرنیکا بہت رنج ہوا اور تین روز تک حکم ہوا کہ نوبت نہ بجائی جائے۔ اس بیگم میں ساری خوبیاں جو عورت میں ہونی چاہیئے موجود تھیں حُسن صورت و حسن سیرت دونو کمال درجہ کے تھے۔ اپنے باپ شاہجہاں سے ۱۶ برس بعد مری۔ وہ اورنگ زیب سے نفرت رکھتی تھی جسکا سبب بیان ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ آیندہ بیگم مرحومہ کا خطاب نواب جنت مآب

صاحبۃ الزمانی بیگم لکھا جایا کرے۔ دسویں ذی قعدہ کو بادشاہ برہانپور میں داخل ہوا۔ میر تھا میں راٹھور راجپوت تین ہزار کے قریب جمع ہوئے تھے۔ اعتقاد خاں اُنسے لڑا اور فتحیاب ہوا۔ پانسو آدمی مخالفوں کے جنمیں بعض عمدہ امیر بھی تھے کُشتہ و زخمی ہوئے بادشاہی آدمی بھی اسمیں مارے گئے۔ اعتقاد خاں کو اس فتح کا صلا ملا۔

راجپوتوں سے لڑائی بارود خانہ کا اڑنا

۲۲ ذی قعدہ کو برہانپور کے قلعہ ارک میں دو حجرے بارود سے بھرے ہوئے اُڑ گئے جس سے بہت آدمی جل کر مر گئے۔ خافی خاں اس واقعہ میں یہ اور شتا لگاتا ہے کہ اس ضمن میں بادشاہ سے عرض ہوا کہ بادشاہ کی خوابگاہ کے نیچے تیس گز بارود کے اُس زمانہ کے رکھے ہوئے ہیں کہ بادشاہ یہاں سے پادشاہ ہونے گیا تھا۔ بعد تحقیق توپخانہ کے داروغہ اور متصدیوں کو سزا ملی اور بادشاہ نے کہا کہ اگر جہانگیر ہوتا تو سب کو گل دیتا۔

بارود خانہ کا برہانپور سے اورنگ آباد جانا

بادشاہ برہانپور میں تین چار مہینے رہکر غرہ ربیع الاول ۱۰۹۳ھ کو یہاں سے اورنگ آباد روانہ ہوا۔ میر عبدالکریم امین جزیہ نے عرض کیا کہ سال گذشتہ میں ۲۶ ہزار روپیہ جزیہ کی بابت وصول ہوا تھا میں نے تین مہینے کے عرصہ میں برہانپور کے نصف پور جات سے ایک لاکھ آٹھ ہزار روپیہ وصول کیا۔ اب میں امیدوار ہوں کہ حضور کی ہمراہ چلوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جزیہ کا کام اپنے نائب کو سپرد کرکے میری ہمراہ ہو۔ جب بادشاہ اورنگ آباد میں آیا تو اُس نے شاہزادہ محمد معظم کو رام درہ کے قلعوں کے تسخیر کے لئے اور یہانکے ہنود کی تنبیہ کیلئے اور شاہزادہ محمد اعظم کو قلعہ سالیر کی فتح کیلئے رخصت کیا۔ قلعہ ملہر سرکار بگلانہ کے متصل قلعہ سالیر ہے اور وہ کئی سال سیواجی کے تصرف میں تھا جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

سوانح سال بست و ششم سنہ ۱۰۹۳ھ ۱۶۸۲ء

شاہزادہ محمد اعظم جو قلعہ سالیر کی تسخیر کے لئے مقرر ہوا تھا۔ اگرچہ یہ قلعہ ایسا ہے کہ اسکا محاصرہ ہو سکتا ہے لیکن اسکے اطراف میں دریا شور کے قریب ہونیسے اس قدر

یں کہ اگر لاکھوں سوار اُن اونچے پہاڑوں کے اطراف میں محاصرہ کریں تو بھی کچھ کام نہ کر سکیں
یم خان قلعہ دار ملہیر اور فوجدار سرکار بگلانہ خوب بندوبست یہاں کرتے تھے اور ان دنوں
ھوں میں چہ کروہ سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے محمد اعظم کے تقرر کی خبر کے مشہور ہونے سے قلعہ
یم کو نامے اور پیغام التیام آمیز اور تحفے اور ہدیے بھیجے گئے تھے اور بہت روپیہ نقد
یس دیگر منصب چار ہزاری کا وعدہ کیا گیا تھا اسلئے اُس نے محمد اعظم کے محاصرہ کے بغیر بادشاہی
یوں کو قلعہ دیدیا۔ اگرچہ یہ بات بادشاہزادہ کی مرضی کے خلاف تھی۔ اُسنے بادشاہ سے
یم خاں کی شکایت کی۔ مگر وہ بادشاہ کی مرضی کے موافق کام تھا اُسمیں جنگ اور مردم کشی نہ
تھی اسلئے شاہزادہ کی شکایت نیکنام خاں کے حق میں سفارش ہو گئی۔

قلعہ رام سیج پر دوسرا

جب دوسری دفعہ دکن میں شاہجہاں آیا ہے اور اُسنے گلشن آباد اور کونکن نظام الملکی
ھوں کی تسخیر کے لئے سپاہ متعین کی ہے تو قلعہ رام سیج تھوڑی تردد سے بادشاہی تصرف
یا گیا تھا۔ ان دنوں میں اسی پر عالمگیر نے قیاس کیا۔ شہاب الدین خاں تو قلعہ رام
یج کی تسخیر کے لئے تعین فرمایا۔ شہاب الدین خاں نے محاصرہ کیا۔ سرنگیں لگائیں
ور چالوں کو بڑھایا۔ دمدموں کو بلند کیا۔ لیکن قلعہ رام سیج کا قلعہ دار ایک مرہٹہ ایسا
آزمودہ کار اور تجربہ دیدہ روزگار تھا کہ اُسکی خبرداری اور ہوشیاری کے آگے لشکر
شاہی کی کچھ پیش نہ گئی۔ اس قلعہ میں توپ نہ تھی۔ چمڑا بہت تھا۔ چوب سے توپ بنائی
سکو چمڑے سے منڈھا۔ ہر وقت یہ توپ چھوڑی جاتی تو دس توپوں کا کام دیتی
شاہ نے بہ تقاضاء مصلحت شہاب الدین خاں کو حضور میں طلب کیا اور اس قلعہ
کی تسخیر کے لئے خان جہان بہادر کو کلتاش کو تعین کیا تو اُسنے محاصرہ کا کام اچھی
طرح کیا مگر کچھ کام نہ ہوا۔ ایک روز اُسنے رات کو فرمایا کہ قلعہ کی ایک طرف یورش کی
جائے اس طرح دیجائے کہ توپ خانہ کے آدمی مصالح آتش بازی ساتھ لیں اور توپ خانہ
یک جماعت اور بازار کا عمل و فعل بہت عمل میں لاتے ہوئے اور شور مچاتے ہوئے

اِس طرف جائیں تاکہ قلعہ کے آدمی اِسطرف ہجوم کریں اور اسطرف قلعہ داری اور احتیاط جو
کرنی چاہیئے وہ کریں اور دوسری سمت سے سو دو سو آدمی جانباز جو فن قلعہ گیری میں مینار پر
امینٹ رکھتے ہوں اور قلعہ کشائی میں یدبیضا خفیہ بدوں شور وشر کے مصالح یورش
اور روشنی اصلا اپنے پاس نہ رکھ کر یار کی مانند کمند پر اور اور تدبیروں سے قلعہ کے اوپر چڑھ
جائیں قلعہ دار کو خان جہاں کی اس تدبیر پر اطلاع ہوئی تو اُسنے اُسکے دفعیہ کی تدبیر
کرنی ۔ خان جہاں کی فوج جسطرف غل مچاتی ہوئی گئی تھی اُسنے بازاری آدمیوں کو
بہادروں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا نفیری ونقارہ ساتھ کیا اُنہوں نے دفعیہ کے لئے
بڑا غل شور مچایا ۔ بڑے بڑے پتھر اور چیزوں میں آگ لگا کے اور پرانے لحاف چکنے کر کے
نیم سوختہ پھینکے اور خفیہ یورش کی جانب جو خان جہاں نے مقرر کی تھی ۔ وہاں قلعہ دار نے
چند آدمی جانباز آہنی پنجے دیکر چپ چاپ بٹھا دئے ۔ وہ ناخواندہ مہمانوں کے انتظار
میں بیٹھے تھے ۔ جوہی پہلی دفعہ دو آدمیوں نے چڑھ کر اوپر سر نکالا تو خفیہ جوانوں نے
بگہہ نگہہ یعنی پنجہ آہنی سے انکی سروصورت پر نوازش کی کہ پوست سر کو آنکھوں سمیت
اُنکے کاسۂ سر سے جُدا کیا اور پھر ان کو ایسا دھکیلا کہ پیشرو پیروؤں کو ساتھ لیکر زمین
پر سر خرد اور شکستہ بازو پہونچے چند روز بعد خان جہاں بہادر کے طویلہ کے سائیس نے
التماس کیا کہ میں جن کے تسخیر کے فن میں بڑی قدرت رکھتا ہوں ایک سونیکا سانپ سو تولہ
کا بنوا کر میرے ہاتھ میں دیجیے اور یورش کا پیش آہنگ بنائیے اُمید ہے کہ جنوں کی مدد سے
قلعہ کے دروازہ تک میں نہیں رکونگا ۔ خان جہاں نے اس سائیس کے کہنے پر عمل کر کے
یورش کی ۔ ابھی آدھی راہ طے نہ ہوئی تھی کہ سلیمان سن کا ایک گولہ سائیس کے سینہ پر لگا کہ
مار ملا اسکے ہاتھ سے اُڑ گیا اور لڑکتا ہوا نیچے آیا ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خان جہاں نے بہت تردد
کیا مگر قلعہ فتح نہ ہوا ۔ اُسنے بھی بادشاہ کے حکم سے محاصرہ چھوڑا ۔ اُسنے کوچ کے روز فرمایا کہ لکڑیاں
جو مورچالوں کے باندھنے کے لئے زمین سنگ لاخ کے اندر بہت روپیہ خرچ کر کے

گئی ہیں ان کو جلا دیں تو قلعہ والوں نے شوخی سے کنگروں پر آنکر بلا کر کہا کہ ان کنگروں
تو بیل لیسنے دو انکی راکھ منہ پر ملکے جانا کہ کوئی نہ پہچانے بعد اسکے قاسم خاں کرمانی کہ سپہ سالاری
کار طبیعی میں بڑی شہرت رکھتا تھا اس خدمت پر مامور ہوا اس سے بھی کام کا سرانجام
نہ ہوا تو پادشاہ نے اُسے اور خدمت پر مقرر کر دیا اور قلعہ کی تسخیر کو اور وقت پر موقوف
کیا۔ قلعہ دار رام سیج کا حال جب بہمانے سُنا تو اسکو سونیکے کڑے اور زر نقد بھجوایا اور قلعداروں
سے اسکو ممتاز کیا اور کسی بڑے نامی قلعہ میں بدل دیا۔ عبدالکریم رام سیج کی نواح میں ایک
جاگیر رکھتا اسکی معرفت قلعہ دار جدید سے نیکنام خاں قلعہ دار طہیر نے یہ قلعہ لے لیا۔

ربیع الاوّل ۱۰۹۴ھ کو شاہزادہ کام بخش کا نکاح آرزم بانو دختر سعادت خاں صفوی
سے ہوا اس شادی میں سات لاکھ چھبیس ہزار روپیہ خرچ ہوا۔

منصوبات

پادشاہ نے حکم دیا کہ ملازمان سرکار جو دو ہزاری سے منصب کم رکھتے ہیں وقت رخصت فاتحہ
پڑھنے کے مترصد نہ ہوں۔ مگر ہاں حضرت خود فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھائیں تو فاتحہ پڑھیں۔
جو خدمات سے معزول ہوں تو وہ پھر خدمت قضا پر منصوب نہ ہوں۔ احمد آباد
سے حضور میں حافظ محمد امین خان مرحوم کا اسباب خسرو جیلہ لایا اسکی تفصیل یہ ہے
نقد روپیہ ۳۵ ہزار اشرفی ..... دابر ابیسی ۷۶ ہاتھی ۴۳۲ گھوڑے ۱۷۰ اونٹ ۱۱۴
پانچ صندوق چینی ۶۰ لاکھ ایک من سیسہ ۵۴ من باروت۔

حکم مرہٹے نیرا سے جریدہ پادشاہ پاس آتا تھا کہ اثنار راہ میں ایک ہاتھی فتح جنگ نامی
دست ہوا اور فوج پر دوڑ کر شاہزادہ پاس آیا اُسنے ایک تیر اسکے لگایا وہ اور نزدیک آیا
گھوڑے سے اُترا شاہزادہ گھوڑے سے اُترا اور ہاتھی کے مقابل ہوا اور ہاتھی کی سونڈ پر
تلوار ماری اس اثنار میں اور آدمی آگئے اور ہاتھی کو مار ڈالا۔

سوانح سال بست و ہفتم جلوس سنہ ۱۰۹۴ / ۱۶۸۳

خانخاناں مدتوں سے شدید بیمار تھا وہ جاوید سرا کو گیا۔ اکثر معارک میں بذات خود

اُسنے تردوات نمایاں کئے تھے۔ وہ قوی ہیکل وزورمند تھا۔ قوت اشتہا غریب تھی۔ ابتدا
عمر سے انتہا تک اپنے الوس پر ضابط تھا۔ مآثر الامرا میں یہ لکھا ہے کہ خافی خاں نے قسم
کھائی ہے کہ کوئی کام عہد عالمگیر کا نہ لکھوں گا۔ جسمیں جھوٹھ سچ تزویر کو دخل نہ دونگا
وہ لکھتا ہے کہ دلیر خاں جو شجاعان کار طلب اور افغانان صاحب غیرت سے بانام ونشان
تھا۔ دفعۃً بغیر کسی عارضۂ بدنی کے مرگیا اور عوام میں یہ شہرت ہوئی کہ رات کے وقت
دلیر خاں کے دیکھنے کے لئے خفیہ اعظم شاہ گیا تھا۔ بہادر شاہ نے اسکی اطلاع پاکر
پادشاہ سے عرض کیا۔ اسلئے دلیر خاں نے خود اپنے تئیں مسموم کیا۔ غرۂ ذی قعدہ ۱۱۱۹ھ
پادشاہ اورنگ آباد سے احمد نگر کی طرف راہی ہوا۔ اوائل ۲۷ جلوس میں احمد نگر سے
پادشاہزادہ محمد معظم کو رام درہ کی طرف قلعوں کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ یہ قلعے سنبھا
کے پاس تھے۔ ان اطراف میں پادشاہی سپاہ کبھی نہیں آئی تھی اسکے ساتھ ان آدمیوں
کو بھیجا۔ آتش خاں داروغہ توپ خانہ اور لطیف شاہ دکنی مخاطب بہ سرافراز خاں اور
اخلاص خاں برادر بہلول خاں اور ناگو کہ مرہٹوں میں تھا۔ اور اسطرف سے خوب واقف
کار تھا۔ خواجہ مکارم پادشاہزادہ محمد معظم کا نوکر تھا۔ اسکا خطاب جان نثار خاں ہیں
ہزار سوار شاہزادہ کے ساتھ تھے۔ سعادت خاں عرف محمد مراد کر شاہزادہ کی فوج کا واقعہ
نگار تھا۔ راہ کے مابین پادشاہزادہ کے ہراول کی سنبھا کی فوج سے لڑائیاں درہار
تنگ میں ہوئیں۔ پادشاہی آدمیوں کو مار کر غنیم بھاگ گیا۔ جب موضع سانپ گانوں
میں کہ قلعہ قلب ہے شاہزادہ کا لشکر پہنچا تو اسکا محاصرہ کیا۔ قلعہ کشا سرداروں نے بڑی
جانفشانی کی۔ جان نثار خاں اور دو تین اور امیر زخمی ہوئے۔ آخر ایام معدودہ
میں قلعہ فتح ہوگیا۔ ملک رام درہ نہایت قلب۔ وہاں کی ہوا لشکر کو موافق نہ آئی اور
سنبھا کے لشکروں نے ہر طرف سے ہجوم کرکے شورش کی اور ہر طرف سے رسد غلہ مسدود
ہوئی اسکے ایک طرف دریا رشور تھا۔ اور دو طرف پہاڑ تھے جو زہر دار اشجار اور

دلیر خاں کا مرنا

سانپوں سے بھرے ہوئے تھے۔ کہیں پر غنیم گرتا تھا۔ چارپائے اور آدم کمتر بلا آفت کہیں سے پھرتے تھے۔ چارپایوں اور انسان کے لئے کوئی غذا سوائے نارجیل اور کودوں کے کوئی اور قسم کا غلہ نہ تھا اُنکے کھانے سے سمیت کا اثر ظاہر ہوتا تھا۔ بہت گھوڑے اور آدمیونکی ہڈیاں یہیں کی خاک نہیں۔ غلہ کی گرانی اور کمیابی اس مرتبہ پر پہنچی کہ کچھ دنوں تک بیسوں کا آٹا تین چار روپیہ سیر بھی نہیں ملتا تھا جن آدمیوں کو موت کے پنجے سے نجات ملی تھی وہ نیمجان تھے۔ جو دم لیتے اسکو غنیمت گنتے۔ کسی امیر کے طویلہ میں گھوڑا نہیں باقی رہا کہ سواری کے کام آئے۔ جب پادشاہ کو اس لشکر کی مصیبت کا حال معلوم ہوا تو بندر سورت کو اُس نے حکم بھیجا کہ جسقدر غلہ بہم پہنچا سکو اسکو جہازوں پر لاد کر پادشاہزادہ کے لشکر میں دریا کی راہ سے پہنچا دو۔ بندر سورت سے جو جہازات غلہ کے روانہ ہوئے ہمیر کو ان کی خبر ہوئی راہ کے مابین سب جگہ دریا میں سنبھا کے نئے قلعے بنے ہوئے تھے سر راہ اُسنے غلہ کی کشتیوں پر حملہ کیا۔ چند کشتیاں لوٹ لے بچکر سلامت پہنچیں۔ لشکر نے بازار میں غلہ کے تیس چالیس پلّوں سے غلہ زیادہ نہ بھیجا۔ اب پادشاہزادہ کی مراجعت کا حکم پہنچا۔ شاہزادہ ہر جگہ دشمن سے لڑتا ہوا احمد نگر میں پادشاہ کی خدمت میں آیا۔

ابوالحسن قطب الملک و برخورداری اسکی

عبداللہ قطب الملک کے مرنے کے بعد اسکا داماد ابوالحسن قطب الملک حیدرآباد میں تاجدار ہوا تھا اُسکا حال ہمنے آگے لکھا ہے اُسکے افعال قبیح میں سے یہ کام تھا کہ اُسنے سلطنت کا سارا اختیار مدنا اور آکنا برہمنوں کو دیدیا تھا۔ یہ دونوں شدید العداوت تھے اور مسلمانوں پر ظلم و سختی زیادہ کرتے تھے۔ فسق و فجور اور منکرات اور لہو و لعب کا علانیہ رواج تھا اور علاوہ اسکے ابوالحسن نے سنبھا کے ملک کی ولایت اور قلعوں کی تسخیر میں امداد کی تھی اور ایک بہن اسکو دیا تھا۔ ان باتوں نے اسکو خلق میں بدنام کر رکھا تھا اس ضمن میں میر ہاشم پسر مظفر حضور میں آیا۔ ابوالحسن کے امرائے مقرب میں سے سید مظفر تھا اور اُسی کی اعانت سے ابوالحسن سلطنت

پانے میں کامیاب ہوا تھا۔ اُسنے اسکو وزیر اپنا بنایا تھا۔ لیکن پھر اسنے بسبب عدم موافقت کے مادنا
اور آکنا کی رہنمائی سے معزول کیا اور منصب وکالت و اختیار سلطنت ان دونوں ہندوں کو دیدیا
میر ہاشم نے مقربان درگاہ کے وسیلے طرح طرح کی نالشیں کرکے تسخیر حیدرآباد کی مہم کی طرف رہنمائی
کی اور اپنے باپ سید مظفر کی جو ابوالحسن کی قید میں تھا خلاصی چاہی۔ معاً اس عرض کے یہ بھی معروض
ہوا کہ چند سیر حاصل پرگنے سرکار گلکندہ و راجگیر تعلقہ صوبہ مظفرنگر کے اس دعوی سے کہ وہ پہلے تلنگانہ
سے متعلق تھے ابوالحسن کے امرا نے اپنے تصرف میں کرلئے ہیں۔ پادشاہ کو یہ فکر ہوئی کہ حیدرآباد
کو تسخیر کیجئے اور ابوالحسن کو استیصال۔ ابتدا میں خان جہاں بہادر کوکلتاش کو اُسکے بیٹوں
کے ساتھ بھیجا۔ اسکے بیٹے بہادر تھے خصوصاً ہمت خاں۔ راجہ رام سنگھ کو بھی اسکے ساتھ کیا
اور اُمرا کو ابوالحسن کے منصوبوں کی تنبیہ و تادیب کے لئے اور پرگنات کو اسکے تصرف سے نکالنے
کیواسطے مقرر کیا اور شاہزادہ محمد معظم کو ایک فوج گراں اور امیرونکے ساتھ ملک تلنگانہ کی تسخیر کیلئے روانہ کیا
اِن ہی ایام میں مرزا محمد شرف عسلخانہ کو ابوالحسن کے پاس بھجوایا کہ جاکر اسکو یہ پیام دے کہ
ہمنے سُنا ہے کہ تیرے پاس دو الماس مرصع خوش قطع شفاف بوزن ایک پچاس سُرخ کے
ہیں اِنکو اور تحائف کے تھے قیمت لگاکے باقی پیشکش میں مُجرا دیکے بھیجے اور خلوت میں اسے
ارشاد کیا کہ ہمکو الماسوں کی اصلا احتیاج نہیں ہی ہم اُنکے لئے تجھے نہیں بھیجتے بلکہ اس بات کے
شہرت دینے سے غرض یہ ہی کہ ابوالحسن کے ان افعال قبیحہ کی جو ہمنے سُنے ہیں تحقیقات کرکے ہمسے
عرض کرے ہم تجھے اپنا خانہ زاد جان نثار جانتے ہیں اسلئے چاہتے ہیں کہ اور ونکی طرح تو مال کی
طمع میں آنکر ابوالحسن پر فریفتہ نہ ہو۔ اور اسکی مرضی کے موافق خوشامد نہ کرے۔ بلکہ کلمہ کلام میں
ایسا بے محابا اور درشت پیش آئے کہ وہ بھی تیرے ساتھ درشتی کرے اور ہمکو وہ ایک بہانہ
اور حجت اسکی تنبیہ اور استیصال کے واسطے ہو جاے تا مقدور اسکو خفا کرا اور اصلا خلاو
ملا میں ہمکلامی کے اندر اسکا ادب ملحوظ نہ رکھ۔ مرزا محمد نے جاکر الماس مذکور طلب کئے
ابوالحسن نے سخت قسمیں کھاکر جواب دیا کہ میرے پاس وہ الماس نہیں ہیں اگر میرے پاس ہوتے

تو میں اپنی سعادت جان کر صدور حکم بغیر حضور میں بھیجدیتا۔ بادشاہ کے ارشاد کے موافق ابوالحسن سے
مرزا محمد گفتگو بڑی بیباکی سے کرتا تھا اور اُسکی بات میں جرح و قدح کرتا۔ ایکدن گفتگو میں ابوالحسن نے
کہا کہ اس محضر ملک میں ہم بھی بادشاہ ہیں تو مرزا محمد نے آشفتہ ہوکر تشنیع کے طور پر کہا کہ تمکو زیبا
نہیں ہے کہ اپنے تئیں بادشاہ کہو۔ ان ہی کلمات کے سُننے سے بادشاہ کی گرانی خاطر کا مادہ یاد
ہوتا ہی۔ ابوالحسن نے جواب میں کہا کہ مرزا محمد یہ اعتراض تمہارا غلط ہی۔ جبتک ہم اپنے تئیں بادشاہ نہ
کہیں تو حضرت عالمگیر بادشاہ بادشاہان کبھی نہیں ہوسکتے اس جواب کو سُنکر مرزا لاجواب ہوا۔ مرزا
محمد نے ابوالحسن کے پاس سے بادشاہ پاس مراجعت کی اور ابوالحسن پاس خبر آئی کہ افواج شاہی
سرداری بادشاہزادہ محمد معظم اور خانِ جہاں بہادر کوکلتاش روانہ ہوئی ہے تو اُسنے پادشاہی
لشکر کے مقابلہ میں ان امرار کو روانہ کیا۔ ابراہیم خاں عرف حسینی بیگ کو جو حیدرآباد کا عمدہ سپہ سالار
تھا خلیل اللہ خاں اسکا خطاب تھا اور شیخ منہاج اور رستم راؤ کو کہ برہمن صاحب السیف والقلم اور ابوالحسن
کا مشیر اور وزیر ماونا کا چچازاد بھائی تھا اور اور امرار رزم جوکار زار دیدہ کو اور تیس چالیس ہزار سپاہ
کو سرحد بیجاپور اور حیدرآباد کے مابین طرفین کی فوجیں نزدیک ہوئیں شاہزادہ محمد معظم یہ چاہتا تھا کہ
صلح ہو جنگ نہ ہو۔ اُسنے خلیل اللہ خاں کو پیغام بھیجا اول اگر ابوالحسن اپنی ندامت کا اظہار کرے
اور عفو تقصیرات کا خواستگار ہو اور اُمور ملکی میں ماونا اور اُنکا دست اختیار کوتاہ کرے اور اُنکو مقید
کرے۔ دوم پرگنات سیرم و رامگیر وغیرہ کو جو بندائی بادشاہی سے پُرعوی کرکے غصب کئے ہیں کہ وہ پہلے
بیجاپور سے متعلق تھے وہ چھوڑدے اور منصوبان بادشاہی کو حوالہ کرے۔ سوم پیشکش سابق کی باقی اور
پیشکش لاحق بلا توقف بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرے تو ہم اُسکی عفو تقصیرات کیلئے بادشاہ سے عرض کریں
گے اگر ابوالحسن نے بادشاہی غضب کو اپنے جوابوں سے دور نہیں کیا۔ طرفین سے جنگ و صف کشی شروع ہوئی
اور جہاں سے جو لڑائیاں ہوئیں اُن سب کا بیان تو بہت طول طویل ہی۔ انمیں سے بعض بیان
کرتا ہوں۔ ایک دن خلیل اللہ خاں سے محاربہ ہوا۔ خان جہاں بہادر کی ہمراہ دس گیارہ ہزار
سوار تھے کچھ زیادہ تھے اور امرار ابوالحسن پاس تیس ہزار سوار بادشاہی لشکر کی ہراولی پر۔

ہمت خاں مقرر تھا۔ صبح کو کوس کرنائے رزم بلند آوازہ ہوا۔ توپوں کی دھوں دھوں اور بان کی غرش زمین و آسمان کے درمیان پھیلی۔ اور آپس میں جنگ عظیم ہوئی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور زمین گلنار ہو گئی۔ طرفین کے اکثر سردار زخمی ہوئے۔ اور بادشاہی فوج چاروں طرف سے نگینہ کی طرح گھر گئی ہمت خاں جو ہراول تھا اُسپر عرصۂ تردد ایسا تنگ ہوا کہ ہر گھڑی کمک کی طلب کا اور غلبۂ غنیم کی نالش کا پیغام بھیجتا تھا مگر خانِ جہاں بہادر کو افواج دکن نے ایسا مغلوب کر رکھا تھا کہ اسکو اپنے تئیں خلاص کرنا دشوار دکھلائی دیتا تھا ہر ساعت اُسپر دکن کی لشکر کا ہجوم بڑھتا تھا اس ضمن میں بری خاں جسکا لقب ہاٹ بھڑ تھا اور وہ جانباز مشہور تھا۔ اور اُسکے ہاتھ سے پتھر اتنی دور جاتا تھا کہ بندوق سے گولی اتنی دور نہیں جا سکتی وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا بھالا ہاتھ میں لئے خانِ جہاں کے فیل خاصہ کے روبرو آیا اور غل مچایا کہ سردار کی سواری فیل خاصہ کونسی ہے چاہتا تھا کہ خان جہاں بہادر کی طرف نیزہ چلائے۔ کہ خانِ جہاں نے چلا کر کہا خاصہ میں ہوں اور اسکو بھالا مارنے کی فرصت نہ دی اور تیر اسکے ایسا لگایا کہ وہ گھوڑے پر سے اوندھے مُنہ گرا۔ تمام فوج شاہی پر عرصہ تنگ ہوا اور ہر گھڑی ہراول اور چنداول سے غلبۂ غنیم کے پیغام آتے تھے کچھ باقی نہ تھا کہ خان جہاں کی فوج کو ہزیمت ہوتی۔ اس حالت میں راجہ رام سنگھ کا فیل مست فیلخانہ میں بندھا ہوا اُسکے مُنہ میں تین چار من کی زنجیر ڈالکر فیلبان ہمت خاں کی ہراول کی فوج میں لایا۔ ابوالحسن کے نامی راوت اور بہادر فوج ہمت خاں کے مقابل میں گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے آئے تھے۔ اب ہاتھی جسکے مقابل حملہ کرتا زنجیر کے صدمہ سے دشمن کے لشکر میں ہل چل ڈالدیتا۔ دو تین نامی سرداروں کے گھوڑے چراغ پا ہوئے اور سوار خود زین کے اوپر سے زمین پر سر نگوں کے نیچے آئے۔ دکن کی فوج کو ہزیمت ہوئی۔ خان جہاں بہادر نے یہیں خیمے لگا کے شادیانے بجوانے شروع کئے۔ بہت غنیمت اور گھوڑے اور ہاتھی بیشمار مع توپخانہ کے بادشاہی لشکر کو ہاتھ آئے۔ اس سرزمین میں چند روز توقف کیا کہ شہزادہ کی اور سرداروں کی سپاہیں جو پیچھے رہگئی ہیں آجائیں جان نثار خاں عرف خواجہ مکارم کو گڈھی سیرم کی تسخیر کے لئے مقرر کیا۔ وہ منصوبان ابوالحسن کی قبضہ میں تھی۔ اس گڈھی پر تردد خاں نمایاں کی بعد

اُس نے تصرف کیا اور تھانہ بٹھایا۔ افواج دکن نے گڈھی کا محاصرہ کرکے دھاوا کیا۔ جاں نثار خاں نے مکر گڈھی سے نکلکر ابوالحسن کے سرداروں کو شکست دی اور گڈھی کی محافظت میں استقامت کی۔ دس ہزار سوار اور افواج خاصہ مادنا اور رستم راؤ کہ اطراف پرگنات میں تھیں وہ خلیل اللہ خاں کی مدد کو آئیں۔ شاہزادہ کے مقابل میں فوجیں آئیں۔ چند روز عذر آمیز پیغام سلاموں میں بسر کیے آخر کار سخت مقابلہ ہوا اور تین روز تک جنگ عظیم رہی۔ ہر جنگ میں دونوں طرف سے ایک جمع کثیر کشتہ و زخمی ہوئی۔ چوتھے روز تو وہ گھمسان لڑائی ہوئی کہ ہمت خاں بہادر و سید عبداللہ خاں و سعادت خاں دیوان فوج خانجہاں بہادر زخمی ہوئے۔ آخر کو لشکر شاہی سے فوج دکن کو شکست ہوئی اور وہ فرار ہوا پادشاہزادہ اور خانجہاں بہادر نے تعاقب میں مصلحت نہ دیکھی اور یہیں خیمے لگا کے پادشاہ کو فتح کی عرضداشت بھیجی اخبار نویسوں کے نوشتوں سے بھی پادشاہزادہ کے تعاقب نہ کرنیکا سبب پادشاہ کو معلوم ہوا۔ پادشاہ کو پادشاہزادہ سے کچھ کدورت تھی خانجہاں بہادر سے بھی کئی سببوں سے پادشاہ ناراض تھا۔ اول اُس کے لشکر میں فسق و فجور کے بازار کی بڑی رونق تھی مگر پادشاہ نے اس باب میں فرمان اعتراض صادر کیے مگر وہ موثر نہ ہوئے۔ دوم محمد اکبر کے تعاقب میں وہ پائے کوہ سلطان پور میں بہت قریب پہنچ گیا تھا مگر اسکی گرفتاری میں اغماض کیا میر میران فوجدار پرگنہ تھال بنیر کے بیٹے میر نوراللہ کی تحریر سے پادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا۔ سوم بعض اور سلوک بھی بعض مقدمات ملکی و مالی میں پادشاہ کو معلوم ہوئے تھے جب اس کو فرمان نصیحت آمیز بھیجے جاتے اس کا جواب گستاخانہ دیتا اور سر دیوان بھیجکر برادر رضاعی ہونے کی نسبت کے سبب سے ناگفتنی باتیں کہتا۔ ان وجہوں سے ملال خاطر کا ذخیرہ خانجہاں کی طرف سے پادشاہ رکھتا تھا اور بعض اور الوار ناہموار اسکے غبار مزاج کو بڑھاتے تھے۔

سوانح سال بست و ہشتم جلوس سنہ ۱۰۹۵

جب پادشاہ پاس عرضداشت فتح شاہی اور فوج دکن کی ہزیمت کی پہنچی تو پادشاہ کی مرضی کے خلاف یہ بات تھی کہ فوج کی ہزیمت کے بعد اس کا تعاقب اس کے نگاہ تک

نہ کیا گیا۔ بجائے آفریں کے اعتراض ہوا اور اس باب میں غضب کا فرمان بادشاہزادہ اور خانجہاں بہادر کے نام صادر ہوا جو شاہزادہ کے ملال خاطر کا سبب ہوا۔ اگرچہ روز شکست سے ابوالحسن کے سردار مقابلہ و محاربہ کے قصد سے سوار نہیں ہوئے۔ اور بادشاہزادہ کے مقابلہ نہیں آئے۔ مگر کبھی کبھی بوقت شب بطریق قزاقوں کے اطراف لشکر کو اپنے سیاہی دکھلا کر بان مار جاتے تھے۔ بعض اوقات دن کو بھی دور سے نمودار ہوتے تھے اور بطور طلایہ گشت کر کے خود اپنی بنگاہ کو چلے جاتے بادشاہزادہ اور خانجہاں بہادر ایسے آزردہ خاطر تھے کہ انکی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ چار پانچ مہینے تک یونہیں بے تردد پڑے رہے کبھی سوار نہ ہوئے اس سے بادشاہ کو اور زیادہ ملال ہوا اور اُس نے اپنے ہاتھ سے کمال سرزنش کا فرمان خانجہاں بہادر کو یہ لکھا ؎

اے بادصبا ایں ہمہ آوردۂ تست + شاہزادہ محمد معظم نے سب امرا کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ حیدرآباد کے سردار جانتے تھے کہ شہزادہ کی مرضی صلح اور دفع فساد پر مائل ہے دلفریب پیغام اور رسل و رسائل بھیجتے رہتے۔ خانجہاں بہادر بھی بادشاہ کی افسردگی خاطر کے سبب اور سپاہ خصم کی کثرت کی وجہ سے محاربہ میں مصلحت نہیں جانتا تھا اور بعض امرا اس باب میں اسکے ہم رائے تھے۔ رائیں مختلف تھیں اس لیے آج مصلحت ناتمام رہی دوسرے روز سید عبداللہ خاں بارہ نے خلوت میں التماس کیا کہ اگرچہ خانجہاں خاں بہادر کہنہ کار آزمودۂ روزگار اور ہوا خواہ جہاں پناہ ہے لیکن صلاح دولت اس میں ہے کہ اب آپ بادشاہ کی برخلاف مرضی کے کوئی عمل نہ کریں اور اس طائفہ محیل کی گوشمالی کے لیے سوار ہونا چاہیئے جو صلح کی التماس کر کے دفع الوقت کر رہی ہے۔ اگر خانجہاں بہادر ہراولی قبول کرے تو فدوی کو چندادل مقرر کریں ورنہ بندہ ہراولی میں جانفشانی کرنے کو موجود ہے شاہزادہ محمد معظم نے حیدرآباد کے سرلشکر محمد ابراہیم کو پیغام دیا کہ میں تمھارے ساتھ اغماض و رعایت کر رہا ہوں اس کے سبب سے عتاب شاہی میں مغلوب ہو رہا ہوں۔ طرفین کی صلاح کار اور تمھاری اور ابوالحسن کی دولت و آبرو باقی رہنے کے لیے یہ صلاح جانتا ہوں کہ اگر

تم پرگنہ وگڈھی سیرم وکیراور محال سرحدی سے کہ بادشاہی تصرف میں آئے ہیں دست بردار ہو تو اس بات کو ابوالحسن کے عفو تقصیرات و شفاعت کی دستاویز بنا کے بادشاہ سے عرض کریں۔ یہ پیغام زمرد نام ناظر محل شاہ کے ہاتھ ابراہیم سر فوج کے پاس بھیجا اُس نے اور سرداروں سے اس باب میں مصلحت پوچھی۔ شیخ منہاج اور رستم راؤ زنار دار نے متفق اللفظ ہو کر دکنی زبان میں کہا کہ قلعہ سرحد سیرم ہمارے نوک سنان و دم شمشیر سے وابستہ ہے ہم جنگ کو آمادہ ہیں۔ چنانچہ اُس دن مرہٹوں نے اس قدر بان مارے کہ سراچہ محل شاہی میں شاہزادہ کے خاص بردار کے سر پر سے طعام کا خوان اُڑ گیا۔ اُس روز ابوالحسن کے پاس توپخانہ زیادہ تازہ فوج کے ساتھ آیا تھا۔ خالی توپیں چھوڑ کر پے در پے شلک کی آواز شاہزادہ اور لشکر شاہی کو سُنائیں۔ اور کئی فوج شاہی پر دست اندازی کی۔ دکنیوں کی ان شوخیوں سے بادشاہزادہ کی رگ غیرت حرکت میں آئی۔ شاہزادہ معزالدین کے ساتھ خانجہاں بہادر کو بدستور سابق ہراول بنایا اور صفدر خاں دہمت خاں اور دلاوروں کو راجاؤں کی رفاقت میں برانغار و جرانغار و ملتمش مقرر کیا۔ عبداللہ خاں کو چنداول ملتفت خاں خوانی وراجہ مان سنگھ و سمندر بیگ و خواجہ ابوالمکارم کو قول میں اپنے ساتھ لیا اور مقابلہ و مقاتلہ کے قصد سے معرکہ کارزار میں پاؤں رکھا۔ اس طرف سرداران ابوالحسن نے آپس میں مصلحت کر کے صلاح کار اس میں دیکھی کہ تین چار کردہ پر بہیر کو اس طرف بھیجدیا اور جنگ میں توپخانہ کا صرف نہ جانا۔ بڑی بڑی توپوں کو گڈھوں میں ڈالدیا اور چند توپوں کو زیر خاک کیا۔ دو تین فوجیں بنائیں ایک فوج کو ہراول شاہی کے مقابل اور دوم کو ملتمش کے لئے یک فوج سنگین کو ایک دو سرداروں کے ساتھ چنداول سید عبداللہ خاں کے مقابلہ کے لئے مقرر کیا یکبارگی دکنیوں نے جوشان و خروشان جلو ریز سیلاب بلا کی طرح فوج بادشاہزادہ پر تاخت کی اُسطرف سے لشکر شاہی کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہوا چقلشہار رستمانہ بر روئے کار آئیں۔ عرصہ کارزار میں ہر طرف سے کوشش و کشش بہادرانہ ظہور میں آئیں۔ دکن کے سرداروں نے ہراول و چنداول شاہی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سید عبداللہ خاں اپنے سامنے کی فوج کو ہٹا کر دائیں بائیں طرف گیا دوپہر تک معرکہ کارزار

گرم رہا پھر دکنیوں نے فرار کیا۔ شاہزادہ کی فوج نے ان کا تعاقب انکی بنگاہ تک کیا جس سے لشکر دکن میں غلغلہ عظیم پڑا۔ شیخ منہاج نے دو سوار زبان داں پادشاہزادہ اور ہراول فوج پادشاہی پاس بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ محاربہ اور دعوی قتال وجدال ہمارے اور تمہارے درمیان ہی۔ اسلام کے پادشاہان سلف مسلمانوں کے ناموس و عیال کو تاخت و تاراج سے محفوظ رکھتے تھے۔ یہ امر مروت سے دور نہ ہوگا کہ ہم کو تین چار گھڑی کی فرصت دو کہ قبائل کی طرف سے ہماری خاطر جمع ہو تو پھر ہم مقابلہ کے لیے تیار ہوں۔ شاہزادہ مغزالدین نے باپ سے اجازت حاصل کرکے مال و عیال پر دست اندازی کے منع کرنے کے لیے فوج کو مقرر کردیا۔ دکنیوں نے قبائل کو ہاتھیوں اور گھوڑوں پر سوار کرکے گڈھی میں جو پاس تھی روانہ کیا اور سہ پہر کو ہر طرف سے فوج دکن کا سیلاب نمودار ہوا۔ اور پہلے روز سے بھی زیادہ تر میدان کارزار گرم ہوا۔ تردوات رستمانہ دونوں طرف سے ظہور میں آئے اور طرفین کی جمع کثیر اور سواری کے دو شاہی فیل مارے گئے۔ دکنیوں کی طرف سے شیخ منہا اور رستم راؤ زخمی ہوئے۔ بندرابن دیوان شاہ کو دکنیوں نے زخمی کیا اور اسکی سواری کے ہاتھی کو آگے رکھکر روانہ ہوئے۔ سید عبداللہ بارہہ نے ایک راجہ کو ساتھ لیجاکر بندرابن کو چھڑایا باوجودیکہ اُسکے خود دھن پربان کے چھترے کا صدمہ پہنچا ہوا تھا غیرت خاں بخشی شاہ کی بیوی بان کی ضرب سے ہاتھی کے حوضہ میں ایک سہیلی سمیت کشتہ ہوئی۔ طرفین کے اور چار پانچ سردار زخمی ہوئے اور بہت سے بے نام و نشان آدمی فنا ہوئے شام تک کنی لڑتے رہے۔ پھر فرار ہوئے۔ پادشاہزادہ کو پیغام دیا کہ جنگ مغلوبہ صف میں طرفین سے مسلمان کشتہ ہوتے ہیں بہتر یہ ہی کہ دو سردار ہمارے اور تین چار تمہارے بغیر فوجوں کے میدان میں آنکر سپاہ گری کے فن اور تردد میں اپنے زور بازو کا امتحان کریں۔ پھر دیکھیں کہ خدا کس کی یاوری کرتا ہی۔ شاہ عالم نے یہ سنکر اُن سے کہا کہ تم کو اپنی شمشیر بازی پر بڑا غرور ہی جس کا رواج تمہارے ہاں بہت ہی اسکے سبب سے اس درخواست پر جرأت کرتے ہو۔ مگر ہم یہ ملاحظہ کرتے ہیں کہ آخر کار جب دکنیوں پر عرصہ

ہوتا ہے تو وہ ننگ فرار کو اپنے اوپر سوار کرتے ہیں بلکہ اسکو سپاہ گری میں ہنر سمجھتے ہیں
ہمارے نزدیک اس سے بدتر کوئی عار نہیں بس بہتر یہ ہے کہ سید عبداللہ اور ایک اور دو سردار ہمارے
لشکر کے ہاتھی پر سوار ہو کر آئیں اور ہاتھی کے پاؤں میں زنجیر ڈالدیں اور تم بھی اسی طرح سرداران
کو ہاتھی پر اسکے پاؤں میں زنجیر ڈالکر مقابلہ کے لیئے کھڑا کرو اور اس طرح شجاعت اور تہوری کا
امتحان کرو۔ تو دکنیوں نے کہا کہ ہم فیل سوارہ یا بزنجیر جنگ نہیں کرتے۔ تو شاہزادہ نے کہا کہ ہم
بھی جنگ بگریز نہیں کرتے اور دوسرے روز ہرکاروں نے خبر دی کہ ابوالحسن کے سردار
ملک کر حیدرآباد میں گئے۔ شاہ عالم نے حکم دیا کہ فتح کا شادیانہ بلند آوازہ کرتے ہوئے اُن کے
تعاقب میں حیدرآباد کی طرف کوچ ہو۔ جب کوچ بکوچ حیدرآباد کے نزدیک لشکر شاہی آیا۔
لشکر اور اُس کے ہمدموں نے خلیل اللہ خاں عرف محمد ابراہیم کی طرف سے ابوالحسن کو بھڑکایا
کہ شاہزادہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس قدر اُس کو بدظن کیا کہ اُس نے اُس کے دستگیر
کرنے بلکہ قتل کرنے کا فکر کیا اسکی خبر محمد ابراہیم کو ہوئی تو وہ شاہزادہ پاس جاکر مورد عنایات
ہوا جب محمد ابراہیم سرفوج کی شاہ عالم سے ملجانے کی حیدرآباد میں خبر پھیلی تو ابوالحسن حوصلہ باختہ
ہوکر اس کے کہ ارکان دولت سے مصلحت کرے یا اپنی اور رعایا کے مال و عیال و ناموس کا
انتظام کرے پھر رات گئے خدمہ محل کی ایک جماعت کو اور جواہر اور ہون کے صندوقچے اور جو کچھ
میسر آسکا ساتھ لیکر قلعہ گلکنڈہ میں چلا گیا اس خبر کی شہرت سے ابوالحسن کے تمام کارخانے
حیدرآباد کا مال جو پانچ چار کروڑ روپیہ کا تھا تاراج میں آیا۔ ناموس سپاہ اور رعایا پر آفت
ایک عجیب قیامت برپا ہوئی کئی ہزار اشراف جن کو سواری اور مال اُٹھانے کی فرصت
نہیں ملی اپنے زن و فرزند کا ہاتھ پکڑے قلعہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بہت سی عورتوں کو
پردہ اور چادر بھی نصیب نہ ہوئے۔ شاہزادہ کے لشکر میں اسکی خبر پہنچنے سے پہلے شہر
کے اوباشوں اور غارت گروں نے مال خوب لوٹا۔ امراء و تجار و غربا میں جو زور و بازو
رکھتا تھا اور زر خرچ کر سکتا تھا وہ رات میں جس قدر مال قلعہ میں لے جا سکا لے گیا۔

صبح ابھی نہ ہوئی تھی کہ لشکر شاہی نے شہر پر تاخت کی ہر محلہ و راستہ و بازار میں لاکھوں زر نقد و اقسام مال و اقمشہ و امرار و تجار کے چینی خانے اور اسکے ارکان دولت کے فراشخانوں کے قالین گھوڑے ہاتھی لٹنے لگے جس سے ہول قیامت و نمونۂ حشر ظاہر ہوا۔ اسقدر مسلمانوں اور ہنود کے زن و فرزند اسیری میں آئے اور شرفا و غرباء و ضعفار کی ناموس برباد و فنا ہوئیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ جو قالین گراں بہا کہ اُٹھ نہیں سکتے تھے اُن کے خنجر و شمشیر سے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ایک دوسرے کے ہاتھ سے لے جاتے تھے۔ شاہ عالم نے سزاولوں کو مقرر کیا کہ دوسرے لوٹ سے لوگوں کو منع کریں مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کوتوال کو مقرر کیا کہ دیوان شاہی کو چار پانچسو سواروں کے ساتھ لیجا کر اس مال کو ضبط کرلے جو تاراج سے باقی رہا ہے ابوالحسن کے فرستادے نہایت عجز و انکسار سے جرائم کردہ و ناکردہ کے عفو کے لیئے پیغام لائے اور شاہ عالم کے سزاولوں نے بھی ایک جماعت کو آگ لگانے سے روکا تو کچھ فتنہ کم ہوا مگر لوٹ بالکل نہیں موقوف ہوئی۔ خلق خدا پر جو گزرنا تھا سو گزر گیا۔ ابوالحسن کی التجا کے پیغام آئے تو پادشاہزادہ کو اس برگشتہ بخت اور یہاں کے رہنے والوں پر رحم آیا۔ اُس کی التماس ان شرائط پر منظور ہوئی کہ پیشکش میں سے ایک کروڑ بیس لاکھ سوار وجہ مقرری سالانہ کے ادا کرے اور دونوں بھائیوں مادنا اور آکنا (انکنا) کو بیدخل کرے اور گڈھی سیرم اور پرگنہ کھیر اور اور محالات مفتوحہ سے جو تصرف شاہی میں آئی ہیں دستبرداری قبول کرے تو پادشاہ سے عرض کرکے اسکے جرائم کی شفاعت کی جائے اس پیغام آمد و رفت کے درمیان ابوالحسن کو ان دو بھائیوں کے قید کرنے میں تامل ہوا تو بعض عمدہ سرداروں و محل کے صاحب اختیار خدمتی ان دونوں بھائیوں کو قتل کروا دیا۔ دونوں کا سر کاٹ کے پادشاہزادہ پاس ایک فہمیدہ کارآدمی کے ہاتھ بھیجدیا۔ عبداللہ قطب شاہ نے پچاس سال فرمانروائی کی اسکے بیٹا کوئی نہ تھا دو تین لڑکیاں تھیں ان میں سے ایک لڑکی کی شادی میر احمد سے کی وہ سادات اور فضلار موروثی عرب سے تھا اور اسکو امیر کردیا اور اکثر امور ملکی میں اسکی طرف رجوع کرتا کچھ دنوں کے بعد سید سلطان آیا جو میر احمد کے باپ کا شاگرد تھا

ابوالحسن کا حال

نسب میں میراحمد کے خاندان پر شرف رکھتا تھا۔ تو عبداللہ قطب الملک نے دوسری بیٹی کو
سے منسوب کیا جس پر میراحمد کو نہایت رشک و حسد ہوا۔ جب جشن خیر کا وقت آیا تو میراحمد نے قسم
قطب شاہ کو پیغام دیا کہ آپ سید سلطان کو بیٹی دیتے ہیں تو مجھے رخصت کیجیے۔ اُس نے
جانے کا ارادہ کیا سر دھا کہ مدار علیہ محل تھا۔ اور محرمان حرم میراحمد کے ہم اور معاون
عبداللہ شاہ کو میراحمد اور بڑی بیٹی کی خاطر زیادہ منظور تھی۔ ناچار ہو کر چارہ کار کی فکر ہوئی
باہر کے محرموں کی یہ مصلحت ٹھیری کہ ابوالحسن سے یہ نسبت قرار دیجائے۔ وہ سلسلہ
میں عبداللہ قطب شاہ سے قرابت بعیدہ رکھتا تھا اور وہ شروع ایام شباب سے فقرائے خراب
صحبت میں رہتا تھا اور اطوار نامحمود کے اختیار کرنے سے قطب شاہ کے ہمدم اسکو مطعون کرتے
عبداللہ شاہ اس پر توجہ نہیں کرتا تھا۔ اس لیے ابوالحسن درویشوں میں خانقاہ سید راجو میں
مردود خلائق منظور نظر خالق ہوتا ہے۔ اُس سے قطب شاہ کی لڑکی کا نکاح اُسی ساعت عقد
سلطان سے ٹھیرا تھا ہو گیا۔ سید سلطان فقیر ہو کر رنجیدہ خاطر محمد امین خاں پاس چلا گیا
عبداللہ قطب شاہ کی رحلت اور سید سلطان کے ناکام کرنے کے تلافی انتظام کا وقت آیا میراحمد
کے سب امرا سے خصوص سید مظفر اور موسیٰ خاں مخلد ارسے سلوک نہیں کرتا تھا اور کل
قطب شاہیہ کو اپنے آگے ہیچ جانتا تھا بعض خدمہ محل بھی اس سے نفرت کرتی تھیں۔
بازندران کے خلیفہ سلطان کے سلسلہ میں تھا۔ اور حیدرآباد کے امرا میں صاحب فوج تھا
ابوالحسن سے رفق و مدارا سے سلوک برادرانہ کرتا تھا۔ عبداللہ قطب شاہ کے واقعہ کے
تعین سلطنت میں اختلاف واقع ہوا اور گفتگو کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ باہر میراحمد اپنی سپاہ کے
پر مستعد ہوا اور اندر میراحمد کی بیوی کہ مان صاحب کلاں کہلاتی تھی شمشیر برہنہ ہاتھ میں
حبشی و ترکی کنیزوں کے ساتھ فتنہ و فساد پر آمادہ ہوئی۔ ہر گوشہ و کنار
شروع ہوئی۔ آخر کو سید مظفر و موسیٰ خاں مخلد ارا ور مادنا و آکنا کی سعی و تردد
عمدہ نوکر ابوالحسن کے رفیق ہوئے۔ دونوں بھائی مادنا و آکنا و سید مظفر کے

نوکر و پیشکار معتمد تھے ان سب نے لیکر میر احمد کو مغلوب اور بے اختیار و منزوی کیا اور ابوالحسن کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور سید مظفر وزارت پر مقرر ہوا اُس نے ابتدا سے خطاب نہیں قبول کیا تھا۔ منتقم حقیقی کے حکم سے میر احمد نے جو سید سلطان کے ساتھ حسد کی تھی اس کا مزہ چکھا اور سید مظفر نے جو میر کی بناء دولت کے ڈھانے میں سعی کی تھی اُس کا پھل بھی سوا ر ندامت کے کچھ اور نہ حاصل ہوا اسکا بیان یہ ہے کہ اکثر ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ جو امیر بادشاہ کی جلوس سلطنت میں کوشش کرتا ہوا و صاحب مدار امور ملکی ہوتا ہے تو اُسکے دماغ میں یہ خلل پیدا ہوتا ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تمام مقدمات جزئی اور کلی میں اپنے آقا پر تسلط پیدا کروں اور سلاطین کے مزاج میں بردباشت اسکی دشوار ہوتی ہے یا وہ فساد پر آمادہ ہوتا ہے آخر کو ایک دوسرے کے استیصال کے درپے ہوتے ہیں۔ اس سبب ابوالحسن اور سید مظفر میں نزاع پیدا ہوا۔ روز بروز خشونت زیادہ ہوئی۔ اور یہانتک نوبت آئی کہ ابوالحسن اس فکر میں پڑا کہ سید مظفر کے دست اقتدار کو امور ملکی میں کوتاہ کرے۔ ہر چند تدبیر و منصوبہ کو کام میں لاتا۔ مگر بغیر اسکے کہ ہنگامۂ فساد و خونریزی برپا ہو اسکو وزارت سے معزول نہیں کر سکتا تھا۔ آخر الامر مادنا پنڈت (مدن پنڈت) جو سید مظفر کے گھر کا مستقل پیشکار اور صاحب مدار تھا۔ ابوالحسن کے ساتھ دمساز اور ہمراز ہوا اور مرور ایام میں ایسا منصوبہ کام میں لایا۔ کہ سید مظفر کے عمدہ جماعت کو انواع رعایت کا امیدوار کرکے استمالت کی اور ابوالحسن کا ہوادار بنایا اور اپنا رفیق ملکی کے لیئے صاحب فوج نوکروں کو باہر بھجوایا۔ سید مظفر کو بے پر و بال کیا اور قلمدان وزارت اُس سے چھین لیا اور منصب اصلی اسکا بحال رکھ گوشہ نشین بنایا۔ خلعت و قلمدان وزارت پنڈت جی کو ملا اور پنڈت جی کا عہدہ اسکے بھائی آگنا (انگنا) کو عنایت ہوا۔ ان دونوں پنڈتوں نے سید مظفر کے ساتھ جو نمک حرامی کی اسکی سزائیں ان ایام میں ملگئیں کہ میر ہاشم پسر سید مظفر نے بادشاہ سے اپنے باپ کے لیئے نالش کی جو بطریق مجوسوں کے منزوی تھا بادشاہ بادشاہزادہ پاس حکم بھیجا تو اُس نے نصرت خاں پسر خان جہاں بہادر کو اس کے لانے کے واسطے تعین کیا۔ اُس نے ابوالحسن پاس قصبہ کوہر میں یہ حکم پہنچایا۔ ابوالحسن نے اسکو رستہ

ابوالحسن کی صلح کی درخواست قبول ہونا اور خانجہاں بہادر و بادشاہ کی بے لطفی

حضرت خاں پاس پہنچایا۔ جب بادشاہ پاس سید مظفر آیا مور دعنایات شاہی ہوا بادشاہ نے
سے سب دینا چاہا۔ مگر اُس نے خاندان قطب الملک کا پاس نمک کا لحاظ کر کے اُس کو قبول کرنے
سے انکار کیا اور کعبۃ اللہ جانے کے لیے رخصت مانگی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ لشکر شاہی میں مر گیا۔ اب
داستان شروع کرتے ہیں۔

حضرت شاہ عالم کی عرضداشت ابوالحسن کے ساتھ صلح کی بادشاہ سے عرض ہوئی اگرچہ بحسب ظاہر
منظور فرمائی۔ مگر خفیہ شاہ عالم اور خانجہاں کو مطعون و مغضوب کیا۔ سعادت خاں کو کہ خانجہاں بہادر
کا دیوان تھا اور بادشاہ کا تربیت کردہ تھا وہ حجابت پر مقرر ہوا اور اُس کو پیشکش باقی و سابق
کے نذر کے وصول کے لیے تاکید کر کے بھیجا۔ خانجہاں بہادر و بادشاہ کے درمیان طرفین سے
لکھی تھی۔ ان ایام میں اعتقاد خاں خلف اسد خاں نے شجاعت و جانفشانی میں علم شہرت بلند کیا
تہور خاں پسر صلابت خاں خواجہ ابوالمکارم وغیرہ دو تین خان زادوں نے اپنے جوہر
دکھائے تھے۔ بادشاہ انکی تربیت میں کوشش کرتا تھا۔ خانجہاں کی عرضہ داشت کے
جواب کے فرمان اعتراض آمیز میں اعتقاد خاں و تہور خاں کی تعریف اس عبارت میں لکھی تھی کہ وہ
بچے ہیں کے منہ سے دودھ کی بُو آتی ہے نسبت تجھ پیر سال خوردہ کے زیادہ شرط فدویت و
جانثاری بجا لاتے ہیں شاہ عالم کی فوج میں اعتقاد خاں متعین تھا خانجہاں بہادر اُس سے دلمیں
کدورت رکھتا تھا اُس نے خفیہ سنبھا کے ان سرداروں کو جو ظاہر اور پوشیدہ بیجاپوری و حیدرآبادی
دولت میں کوشش کرتے تھے اس مضمون کا خط لکھا کہ عسرت گرانی لشکر کو بادشاہ سے عرض
کرے اعتقاد خاں و خواجہ ابوالمکارم اور تہور خاں وغیرہ کو غلہ لانے کے لیے بھیجونگا۔
چاہیے کہ ایک بڑی فوج سے اُنپر اس طرح حملہ کرو کہ وہ اسیر یا قتل ہو جائیں۔ اتفاقات
سے سعادت خاں دیوان فوج خان جہاں بہادر کے ہاتھ لگا وہ ہرکاروں کا داروغہ
تھا سعادت خاں کل دکن کا واقعہ نگار تھا۔ گو خان جہاں سے رفاقت رکھتا تھا۔ مگر
کے حق نمک اور جدۃ الملک کی خاطرداری کو زیادہ منظور رکھتا تھا اُس نے افشائے

راز کو مناسب نہ جانا۔ خفیہ اعتقاد خاں پاس گیا اور اس کے اخفار کی قسم لیکر حقیقت کار
اطلاع دی۔ اعتقاد نہایت متوہم ہوا مصلحت یہ قرار پائی کہ خلوت میں پادشاہزادہ کی
میں سعادت خاں اس امر کو ظاہر کرے۔ جب شاہ عالم سے اُس نے عرض کیا تو
وسعت خلق کے سبب سے جواب میں فرمایا کہ خان جہاں پر اس امر کا ظاہر کرنا مصلحت
ہی جس وقت خان جہاں بہادر اعتقاد خاں کے بھیجنے کے باب میں ہم سے عرض کریگا
منظور کرینگے تم اعتقاد خاں سے کہدو کہ وہ وہاں جانے سے انکار کرے۔ لشکر پادشاہی
گرانی اور کمیابی غلہ بہت تھی۔ لشکر کو ہیر میں چلا گیا کہ وہاں پادشاہ کے حکم کا انتظار کرے
میر ہاشم پسر سید مظفر کچھ جواہر اور خلعت مصلحتہً ابوالحسن کے لیے پادشاہزادہ کی
التماس کے موافق لیکر حیدرآباد کے نزدیک آیا۔ خاص و عام میں یہ شہرت ہوئی کہ جو
خلعت کا بھیجنا ابوالحسن کی تسلی اور ابلہ فریبی کے لیے ہی اور میر ہاشم پسر سید مظفر
ہی فوج پادشاہ کی مدد اور قلعہ حیدرآباد کی تسخیر کے لیے آیا ہی۔ ابوالحسن کی فوج
بسرداری شرزہ خاں لاری وغیرہ نکل کر پادشاہی تازہ فوج پر دھاوا کیا۔ یہ
غافل تھا اور پادشاہ کی طرف سے کومک نہیں آئی میر ہاشم اور ایک دو سردار زخمی ہو
دستگیر ہوئے اور باقی فوج غارت ہوئی۔ شاہ عالم گرانی غلہ کی شہرت دیکر حیدرآباد
کے کنارہ سے اُٹھ کر کھیر میں آکر ٹھیرا۔ ان دنوں میں بموجب حکم شاہی قلیچ خاں بہا
عرف عابد خاں شائستہ فوج کے ساتھ شاہزادہ کے پاس آیا۔ شہرت تو یہ دی کہ وہ
زرپیشکش کے وصول کرنے کے لیے بھیجا گیا ہی مگر مرکوز خاطر کچھ اور مقدمات تھے اور شاہزادہ
کو پادشاہ نے بلایا۔ اکبرآباد کے پاس جاٹ نے گڈھی سنسی بنا کے تاخت و تاراج
شروع کی تھی اسکی تنبیہ کے لیے خان جہاں کو بھیجا۔

بیجاپور پر لشکرکشی

سکندر عادل شاہ بیجاپور میں پادشاہ تھا وہ مرہٹوں کی مدد کرتا تھا۔ باوجود یکہ
پادشاہ نے مکرر فرمان نصیحت آمیز از راہ تہدید و وعدہ و وعید صادر کیے مگر کچھ فائدہ

تو پادشاہزادہ محمد اعظم شاہ کو امرا رزم دیدہ اور فوج شائستہ کے ساتھ بیجاپور کی تسخیر کے لیے رخصت کیا۔ جب شاہزادہ بیجاپور کے نزدیک آیا تو اُس نے دیکھا کہ سب جگہ فوج ہے سرداری عبدالرؤف اور شرزہ خاں افواج پادشاہی کی اطراف میں پھیری ہے اس سال رعیت پر ایسی آفت آئی تھی کہ سب بلاد میں گرانی تھی اور دکنیوں کے ہر طرف سے ہجوم کے رسد بیجاپور کی راہ کو بند کر دیا تھا جس کے سبب سے لشکر میں غلہ کی گرانی اور کمیابی اس حد پر پہنچی کہ جان کے بدلہ میں نان کا ملنا دشوار ہو گیا۔ کہی کے لیے جو فوج جاتی سالم پھر کر آتی اور شاہزادہ کو چاروں طرف سے دکنیوں نے ایسا گھیرا کہ محمد اعظم اور اسکے ہمراہیان لشکر کو تنگ ہوا۔ جب پادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو اسکے مجاہد خاں اور تیراندار خاں و خنجر خاں اور امرا رکابدار زار دیدہ کو شاہزادہ کے لشکر میں غلہ پہنچانے کے واسطے متعین کیا۔ غازی الدین خاں بہادر اُنیس بیس ہزار غلہ کے بیل لیکر بیجاپور کی بندی میں پہنچا جو بیجاپور سے پندرہ سولہ کروہ پر ہے تو بیجاپور کے سرداروں نے چند ہزار سوار و محمد اعظم شاہ کے محاصرہ کے لیے بھیجے جنمیں فاقوں کے مارے سوار اور سواری میں پوست و ہڈی کے سوا کچھ باقی نہ تھا اور یہ مشہور بات ہے کہ جانی بیگم محل خاص شاہزادہ دارا شکوہ کی بیٹی اس لشکر میں پردہ سے باہر ہو کر تیر چلاتی اور امرا رکی دلداری اور تسلی میں کوشش کرتی۔ چالیس پچاس ہزار سوار اور قریب دو لاکھ کے جنگی پیادے کرناٹکی غازی الدین خاں سے لڑنے آئے۔ بعد اسکے فوجیں مقابل ہوئیں۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی سوائے تیر و سنان کچھ اور نظر نہ آتا تھا۔ سپاہ دکن میں سوار و پیادوں کا ہجوم وہ تھا کہ زمین نہ دکھائی دیتی۔ پادشاہی لشکر دکنیوں کے لشکر کے دسویں حصہ کی برابر تھا اس کا سردار غازی الدین خاں تھا جنگ عظیم ہوئی۔ مجاہد خاں نے بڑے کارنمایاں سے محمد اعظم شاہ کو محاصرہ میں سے نکال لائے اور اس آفت جانی سے نجات دی اُس نے بسیار غازی الدین خاں کو گلے لگایا۔ جب پادشاہ کو ان واقعات کی خبر ہوئی

تو اُس نے فرمایا کہ جیسی حق سبحانہ تعالیٰ نے فیروز جنگ کے تردد سے اولاد تیموریہ کی شرم رکھی ہے۔ ایسی اس کی اولاد کی آبرو قیامت تک خدا نگاہ رکھے۔

اس ضمن میں کہ قلعہ بیجاپور کے محاصرہ کو امتداد ہوا۔ اور شاہزادہ کے ہمراہی اور اُمرائے لگی کے نفاق کا حال معلوم ہوا۔ تو بادشاہ خود اوائل شعبان ۱۰۹۵ھ میں شولاپور سے بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔ اور ۲۱ کو سواد قلعہ مذکور میں پہنچا۔ محصوروں کے عقل ہوش و حواس اُڑے اور ایک تہلکہ ان میں پڑ گیا۔ شاہ عالم و روح اللہ خاں بہادر فیروز جنگ و سید عبداللہ خاں بارہ اور امرار کارطلب کو چند کلمات غیرت افزا کہہ کر شاہزادہ محمد اعظم کی کمک کے لیے اور بیجاپور کے محاصرہ اور تسخیر کے واسطے رخصت کیا۔ ہر یک اپنی فدویت و حسن عقیدت کے اظہار کے لیے قلعہ کی تسخیر میں کوشش کرتا تھا۔ شاہ عالم یہ چاہتا تھا کہ قلعہ میرے نام سے مفتوح ہو۔ اسلیے وہ امرائے بیجاپور کی تالیف قلوب میں مصروف ہوا اور اپنے معتمد کو شاہ قلی ایرج خانی کو سکندر عادل شاہ پاس قلعہ بیجاپور میں بھیجا اور اس طرف بھی کبھی کبھی سید عالم بادشاہزادہ پاس پیام التیام آمیز لاتا تھا ؎

نہان کے ماند آں رازے کزو سازند مخفلہا۔

خصوصاً جب شاہزادہ محمد اعظم معاند اور وارث ملک موجود ہو یہ راز کب چھپ سکتا تھا کہ قلعہ کی فتح کی کنجی شاہ عالم کے ہاتھ آئے۔ شاہ قلی ایک جوان اوباش مشرب تھا منہ میں لگام نہ تھی۔ جس وقت قلعہ کے نیچے مورچالوں میں سپاہیوں کا تغیر و تبدل ہوا تو محصوروں کی طرف مخاطب ہو کر بہ آواز بلند کہتا کہ یہ آدمی تمہارے ہیں توپ و تفنگ و سنگ سمجھکر پھینکنا۔ اور وہاں کے آدمی تسلی دیتے تھے کہ قلعہ کی جانب سے کوئی آفت تم پر نہیں آئیگی جب یہ گفتگو لوگوں کی زبانی مشہور ہوئی تو اعظم خاں کو خبر ہوئی اور واقعہ طلب فتنہ جو آدمیوں نے بادشاہ کے کان تک اُسے پہنچایا۔ کہ یورش کے وقت قلعہ کے اندر سکندر کے پاس شاہ قلی تھا اور سید عالم رات کے وقت قلعہ سے باہر شاہزادہ پاس آتا ہے اور خلوت میں ہمکلام

[illegible] روح اللہ خاں کوتوال کی تحقیق سے اس امر کی تصدیق ہوئی۔ سیادت خاں صدر کوتوال کو حکم ہوا کہ خفیہ سعی و جاسوسی کرکے سید عالم کو جب وہ شاہ عالم پاس آئے پکڑ لائے اور شاہ قلی کی گرفتاری کا بھی حکم ہوا مگر وہ کوتوال کے ہاتھ نہ آیا ایک شخص سے قاضی کی عدالت میں شاہ قلی پر استغاثہ کرایا۔ اعلام کرکے اسکو دستگیر کیا۔ بادشاہ کے روبرو اسکو لائے اس نے راز سے پردہ اُٹھا دیا اور کہہ دیا کہ مومن خاں نجم ثانی و سید عبداللہ بارہ وغیرہ بھی میرے ساتھ شریک ہیں اور بادشاہ نے شاہ عالم کو خلوت میں بلا کر یہ باتیں بیان کرکے اس کو شرمندہ کیا اور سید عبداللہ خاں بارہ کو مقید اور باقی سب کو لشکر سے خارج کیا۔ بادشاہ پہلے ہی سے مقدمہ حیدرآباد میں شاہ عالم سے مشتبہ تھا۔ اب یہ ظن یقین سے بدل گیا۔ ہرچند ظاہر میں مراتب و مناصب و لوازم ولی عہدی شاہ عالم میں کسی بات کو کم نہیں کیا مگر اپنی کم توجہی کے آثار روز بروز زیادہ کیے۔ عبداللہ کے جرائم کا شفیع روح اللہ تھا بادشاہ نے عبداللہ خاں کو اسکے حوالہ کیا کہ اپنے پاس نظر بند رکھے۔ پھر خلاصی کا حکم دیدیا۔

غرہ صفر کو شیخ الاسلام مکہ معظمہ و مدینہ منورہ مشرفہ کو جانے لگا ہے تو بادشاہ نے صندوقچہ عرضہ نیاز بجناب رسالت مآب اس کو دیا کہ خانہ مطہرہ کے باب سباک کے محاذی جاکر صندوقچہ کو کھولنا اور خریطہ کو نکال کر مشبک میں داخل کرنا کہ وہ عتبہ علیہ کے نیچے گذرے۔

ربیع الاول کو نجتاور خاں داروغہ خواصان نے انتقال کیا وہ بادشاہ کا مصاحب عاقل اور مزاجدان تھا اسکی سی سالہ خدمت کے حقوق پر نظر کرکے اسکے جنازہ کی نماز کی بادشاہ نے خود کی اور چند قدم اسکے جنازہ کے ساتھ گیا۔ اسکے لیے خیرات کی ختمات کیے نجتاور خاں علماء و فقراء و شعراء کے ساتھ توجہ مفرط رکھتا تھا اور ان کی کامیابی میں کوشش کرتا تھا۔ مربوط نویسی و تاریخ دانی میں ماہر تھا۔ اسکی مولفات و مصنفات میں سے عالم یادگار ہے دوم شہر ربیع الآخر کو دربار خاں ناظر محل اس دار بے مدار سے دار جاوید برقرار میں گیا۔ بادشاہ کا وہ بڑا قدیمی خیر خواہ تھا۔ اسکے جنازہ کی

نماز کی امامت بادشاہ نے خود کی۔

دوم جمادی الآخر کو بادشاہ احمد نگر سے شولاپور کی طرف چلتا ہوا اس کے لشکر کا حال انگریزی تاریخوں میں اس طرح لکھا جاتا ہے کہ اس کی فوج کی تعداد اگرچہ صحیح صحیح نہیں معلوم مگر اس سپاہ کی شان و شوکت ایسی تھی کہ اسکے بیان میں تاریخ کے صفحے کے صفحے سیاہ ہوئے ہیں۔ سواروں کے ہزاروں پرے انمیں غیر ملکوں کے نوجوانوں کے سوار بادشاہ کی خود سلطنت وسیع کے کابلی قندھاری ملتانی لاہوری راجپوت بھی موجود تھے۔ اور یہی سوار افواج کے گلدستہ میں گل سرسبد تھے۔ وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ انکی صورت سے بہادری اور شجاعت ایسی برستی تھی کہ دکن کے سپاہی نازک اور ہلکے پھلکے ہتیار باندھنے والے انکے مقابلہ کے قابل نہ معلوم ہوتے تھے۔ پیادے بھی بے شمار تھے۔ ان میں سے کسی پلٹن پاس توڑے دار بندوق اور کسی پلٹن پاس تیر و کمان۔ سوار انکے میواتیوں اور بندیلوں کی بھی پلٹنیں تھیں۔ وہ پہاڑوں پر اُترنا چڑھنا اور لڑنا بھڑنا خوب جانتے تھے۔ مادلی مرہٹوں کا مقابلہ وہ خوب کرتے تھے۔ پھر ان پیادوں میں کرناٹک کے ہزاروں سپاہی تازہ بھرتی کیے ہوئے تھے۔ ہر بادشاہی خیموں کے ساتھ ہلکی توپوں کے توپخانے سیکڑوں توپیں انکے توپچی ہندوستانی اور انکے افسر فرنگستانی ہزاروں بیلدار اور لوہار بڑھئی اور کاریگر انکے ساتھ۔ جنگی ہاتھیوں کی قطار در قطار۔ انکے پیچھے خاصے کے ہزاروں ہاتھی ہودج و عماریوں سے سجے ہوئے۔ انمیں بعض میں بیگمات سوار اور بعض ہاتھیوں پر بادشاہی جھنڈے لدے ہوئے۔ جو اونٹوں پر نہ چل سکتے تھے۔ بادشاہ کے خاص گھوڑوں کا اصطبل اسمیں عربی۔ ترکی۔ عراقی۔ یمنی۔ کاٹھیاواڑی گھوڑے۔ اپنر بھاری بھاری ساز پڑے ہوئے۔ جڑاؤ زین دھرے ہوئے۔ خوش بیگی ساتھ جنکے اہتمام میں دنیا کے منتخب عمدہ عمدہ جانور۔ جرہ باز۔ بیری شکرہ۔ شکاری۔ کتے۔ چیتے۔ سیکڑوں ساتھ ان سے لشکرگاہ کی عجب رونق تھی۔ بادشاہی خیموں کی آرائش اور زیبائش زربفت و کمخواب سے ہوتی تھی۔ ان کا احاطہ بارہ سو گز کا ہوتا تھا۔ قصر شاہانہ میں جو مکانات ہوتے ہیں

سب خیموں میں ہوتے تھے۔ دربار۔ خلوت خانہ۔ اور سب کارخانوں کے خیمے جدا جدا
تھے۔ اُن کے بیچ میں بادشاہ کے بیٹھنے کے لیے ایک تخت گاہ ہوتا۔ یا کرسی ہوتی۔
قلعی خانہ۔ چاندماری۔ کشتی کے لیے اور اور ورزشوں کے واسطے الگ الگ خیمے۔ یہ خیمے
کی قرمزی اور زربفت گجراتی قاقم۔ سمور۔ سنجاب ایرانی۔ دمشقی قالینوں اور چینی ریشمی کپڑوں
سے ساری دنیا کے عمدہ عمدہ اقمشہ سے آراستہ ہوتے تھے۔ وہ روپہلی۔ سنہری ستونوں
سے استادہ ہوتے۔ بادشاہی خیموں پر سونے چاندی کے کلس لگائے جاتے اور خیموں کے گرد
قناتیں کھڑی ہوتیں۔ بورچیخانے اور آبدارخانے کا سامان سیکڑوں طرح کا ہوتا۔ نمک خانہ
شیرینی خانہ۔ اچار خانہ۔ برف خانہ۔ شورہ خانہ۔ غرض سیکڑوں خانے اسی قسم کے ہوتے
تھے۔ ان سب پر یہ اور تکلف زیادہ تھا کہ سارا سامان دوہرا ہوتا تھا ایک آگے منزل پر جاتا تھا
جب بادشاہ اپنے خیمہ میں داخل ہوتا تھا تو پچاس ساٹھ توپیں سلامی کی چھوٹتیں۔ غرض اس
لشکر و عشرت کے سامان نے فوج کا رنگ ڈھنگ بدل دیا۔

سوانح سال بست و نہم وسی ام ۱۰۹۷ھ

علی عادل خاں بہادر فیروز جنگ کی سعی و تردد سے بیجاپور کے محصوروں و سرداروں
پر تنگ ہوا اور غلہ نہ پہنچا اور گھاس کمیاب ہوئی تو قلعہ کے اندر گھوڑے بہت دکنی
ہوئے۔ ۵ رمضان ۱۰۹۷ھ کو بادشاہ خود اس دمدمہ کو دیکھنے گیا جو بیجاپور کے
برجوں کی برابر بنایا گیا تھا۔ گھوڑے پر سوار تھا۔ کنار خندق تک گیا۔ سواری کی
توپ کا اور قلعہ کی جانب سے بان و تفنگ کے شور و شغب کا ایک عجب ہنگامہ ہوا
بادشاہ کے سر پر سے گولے جاتے تھے۔ میر عبدالکریم نے سرمہ کی قلم سے لکھکر یہ
بادشاہ پاس بھیجی ع فتح بیجاپور زدد تی می شود ۱۰۹۹ھ بادشاہ نے اُسے پڑھکر فرمایا
انشاء اللہ تعالیٰ باشد قلعہ اسی ہفتہ میں فتح ہو گیا شاہی لشکر نے دو مہینے بارہ
دن میں دشمن کی جان ستانی کے سارے اسباب جمع کر لیے تھے۔

بیجاپور کا فتح ہونا

اہل قلعہ کو اپنی موت نظر آتی تھی۔ سکندر کی زبان سے اُس کے رفیقوں نے پناہ مانگی۔
چوتھی ۱۰۹۷ھ کو قلعہ کی کنجیاں پادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ اور پادشاہ کی خدمت میں
سکندر عادل شاہ آیا۔ پادشاہ نے ایک دربار عام کیا اور اسکو خلعت خاصہ عنایت کیا اور سکندر
کا خطاب دیا اور ایک لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کیا۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ اس کو دولت آباد بھیجدیا
قلعہ بیجاپور کی تاریخ کی فتح (سد سکندر گرفت) ہوئی کہتے ہیں کہ پادشاہ نے کہا اور کہا
کہ بدستیاری فرزند ارجمند بے ریورنگ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ مفتوح گردید
عبدالرؤف اور شرزہ امرائے سکندری کو پادشاہ نے خلعت عنایت کیا اور
شش ہزاری شش ہزار سوار کا منصب دیا اور ادل کو دلیر خاں کا اور دوسرے
کو رستم خاں کا خطاب دیا اور بندھا حضور کا اضافہ کیا اور نواح بیجاپور کا بندوبست
کیا۔ ۲۲ ذی الحجہ کو ۱۰۹۷ھ کو شولاپور کی طرف کوچ کیا اور ۲۲ محرم کو شولاپور سے حضرت
بندہ نواز سید محمد گیسو دراز کی درگاہ کی زیارت کے لیے گلبرگہ کی طرف کوچ کیا
اور ابوالحسن اور سعادت خاں حاجب حیدرآباد کے نام فرامین لکھے جن میں مضامین
بیم و رجا کے تسلی آمیز تھے اور زرپیشکش کے وصول کی تاکید بھی اور خفیہ سعادت خاں
کے نام حکم صادر کیا کہ مابدولت کا عزم جزم حیدرآباد کی تسخیر کا ہے تا مقدور وصول
زر میں تقید کرے۔ سعادت خاں نے ابوالحسن کو توجہات و عنایات پادشاہی
کا امیدوار کرکے زرپیش کش کے وصول میں زیادہ تقید کی۔ ابوالحسن ماموں
ہونے کی امید میں اطاعت کا اظہار کرکے سعادت خاں سے یہ عذر کرتا کہ زر نقد
پیش کش کا میسر ہونا متعذر ہے۔ خواجہ سرائے خرد سال کو بھیجدو کہ میں اس کے
روبرو زیور اور جنس مرصع جو گھر میں موجود ہو جدا کرکے اُسکے حوالہ کروں سعادت خاں
نے خواجہ سرا بھیجنے سے انکار کیا اس چند روز کی گفتگو کے بعد بادشاہ کے گلبرگہ میں آنے
کی خبر مشہور ہوئی۔ ابوالحسن خوف و رجا کے درمیان تھا حاجب کے آدمیوں کو طلب

پادشاہ کی حیدرآباد کی فتح کی تیاری

کچھ جواہر اور زیور اور مرصع آلات بطریق امانت کے مہریں لگا کے بھیجے اور ان کی
فہرستیں کی مگر تعداد اور فردیں انکے ساتھ کیں۔ اور یہ قرار دیا کہ خواجوں کو سعادت خاں
کے حوالے رکھے اور دو تین روز میں زر نقد بھی جتنا میسر ہو سکتا ہے بھیجا جاتا ہے اس کو بھی وہ داخل
کرے جواہرات کی قیمت انکوا کے لکھے اور قبض الوصول پیش کش پر مہر لگا کے مع عرضداشت
ابوالحسن کی فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار اور عفو جرائم کی التماس ہو حضور میں
بھیجے۔ یہ اتفاقات سے ہے کہ ابوالحسن نے میووں کی چند بھینگیاں بادشاہ پاس بھیجی
تھیں دو روز بعد ابوالحسن پاس یہ خبر آئی کہ بادشاہ گلبرگہ سے گلکنڈہ کی تسخیر کے
واسطے آتا ہے تو اُس نے سعادت خاں سے کہلا بھیجا کہ میرا مطلب جواہر اور زیور ناموس
سے یہ تھا کہ بادشاہ میرے حال پر ترحم کریگا اب یہ سنا گیا کہ بادشاہ گلکنڈہ
کو آتا ہے۔ خواجہا رامانت کو واپس بھیجو۔ سعادت خاں نے جواب میں لکھا کہ مجھے
پہلے معلوم تھا کہ بادشاہ ادھر آتا ہے میں نے وہ جواہر کے خواجے سر بہ مہر
اپنوں کے ساتھ بھیجدیئے۔ وہ بادشاہ پاس ہیں۔ اس مقدمہ میں گفتگو
و فساد انگیز درمیان آئی۔ ابوالحسن نے حاجب کے گھر پر فوج چڑھائی اور
ہنگامہ پرخاش گرم رہا۔ تو سعادت خاں نے ابوالحسن کو پیغام دیا کہ
اس مادہ میں حق تمھاری جانب ہے۔ میں نے خواجوں کے بھیجنے میں بادشاہ کی مرضی
پر نظر کرکے اپنی خلاصی جانی۔ اب مجھے ولینعمت کے کام کے لیے
نثار اور کشتہ ہونا چاہیے۔ بادشاہ مدت سے تمھارے استیصال کے لیے درپے
تھا اب حاجب کے مارنے کی حجت اس کو ہاتھ آجائیگی۔ جب تک میں زندہ ہوں
تمھارے جرائم کا احتمال باقی ہے اور بشرط حیات میں بھی تمھاری خدمتگاری اور
خیرخواہی میں بحد مقدور کوشش کرونگا۔ ابوالحسن نے عاقبت بینی کرکے سعادت خاں
کا مقدمہ سن لیا اور اُس کو پاس بلا کر اور زیادہ عزت کی۔

ان ہی دنوں میں ابوالحسن کی مجلس فضلاء حیدرآباد میں عمداً کسی تقریب سے بادشاہ کی خوبیوں کا ذکر کیا گیا اور یہ بیان ہوا کہ جب بادشاہ اور شاہ ایران کے درمیان لشکر کشیاں ہو رہی تھیں تو شاہ عباس کے بھیجے ہوئے گھوڑے عالمگیر پاس آئے تو اُس نے ان سب کو ذبح کرواڈالا۔ باوجود اس تمام تبیعت شرع و ادعا تقویٰ ایسا اسراف کرنا شرع کے برخلاف طریقہ پر اقدام کرنا ہے یہ حرکت نفس سرکش کی اطاعت کے سوائے کسی اور بات پر حمل نہیں ہوسکتی بادشاہ کو چاہیئے تھا کہ وہ فضلاء صلحاء مستحقوں کو یہ گھوڑے قسمت کر دیتا جس سے ایک جمع کثیر فیضیاب ہوتی۔ سعادت خاں نے کہا کہ یہ بات محض غلط ہے حقیقت حال یہ ہے کہ گھوڑے جب آئے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ بوقت معین گھوڑے دکھائے جائیں۔ یہ اتفاقات وقت سے ہے کہ اختہ بیگی جسوقت گھوڑوں کو دکھانے لایا۔ بادشاہ تلاوت قرآن میں مصروف تھا اسکے دلمیں آیا کہ تلاوت قرآن کو دوسرے روز پر موقوف رکھکر گھوڑوں کا ملاحظہ کروں اس خیال ہی میں تھا کہ اسکی نظر قرآن کی اس آیت پر پڑی کہ حضرت سلیمان نے پیشکش کے ہزار گھوڑوں میں سے نو سو گھوڑے دیکھے تھے کہ نماز سنت یا نماز فرض قضا ہوئی تو اُسکے کفارہ میں اُن گھوڑوں کو اُنھوں نے ذبح کیا اسی لیئے بادشاہ نے بھی یہ کیا علماء حیدرآباد نے اس جواب کے سُننے کے بعد یہ کہا کہ اس صورت میں یہ کیا ضرور تھا کہ امراء ایران کے گھروں پر گھوڑوں کو ذبح کرنے کے لیے بھیجا تو سعادت خاں نے کہا کہ یہ بھی غلط ہے۔ ان ایام میں شاہجہان آباد تازہ آباد ہوا تھا۔ ہر محلہ ایران کے ایک امیر کے نام آباد تھا کوئی محلہ نہ تھا کہ جسمیں کسی ایرانی امیر کی حویلی نہ ہو۔ گھوڑے ایک جگہ ذبح کیئے جاتے تو ازدحام بہت ہوتا اور فقراء تکلیف اُٹھاکے اُس سے متمتع ہوتے اس لیے اُس نے حکم دیا کہ ہر محلہ میں ایک دو گھوڑے ذبح کیئے جائیں۔ جب عالمگیر نے یہ حال سُنا تو سعادت خاں پر آفریں کی۔ بادشاہ گلبرگہ شریف میں زیارت کرکے اور وہاں کے مجاوروں کو بیس ہزار روپیہ دیکے اور ایک ہفتہ قیام کرکے ظفرآباد بندر کی طرف آیا بیس روز یہاں قیام کیا پھر بیس خیمہ کو حیدرآباد روانہ کیا

اس خبر کے سُننے سے ابوالحسن کی جان نکلی۔ اُس نے سخن دان نوکروں کے ساتھ اطاعت و قصور جرائم کی التماس کے عریضے اور تحائف و ہدیے روانہ کیے۔ یہ نہ جانا ع باراں بحیل ندہد نفع کشت را۔ پادشاہ نے اسکے عریضہ کا جواب سپاہ کی زبان شمشیر کے حوالہ کیا۔ اور سعادت خاں پاس جو فرمان بھیجا اسمیں ابوالحسن کی تقصیرات کی بابت لکھا کہ اس بدعاقبت کے افعال قبیح احاطۂ تحریر سے باہر ہیں انمیں سے سو میں ایک دربست میں سے تھوڑے شمار کیے جاتے ہیں۔ اول ملک و سلطنت کا اختیار کافر فاجر ظالم کو دینا اور سادات و مشائخ و فضلاء کو منکوب و مغلوب کرنا اور فسق و فجور کا افراط سے علانیہ رواج دینے میں کوشش کرنا اور خود ریاست کی بادہ پرستی اور دولت کی بدمستی میں انواع کبائر میں شب و روز مستغرق ہونا بلکہ کفر و اسلام میں اور ظلم و عدل میں اور فسق و عبادت میں فرق نہ کرنا اور کفار حربی کی اعانت میں اصرار کرنا اور اپنے تئیں عدم اطاعت اوامر و نواہی الٰہی میں خصوص مادہ منع معاونت دار الحربی میں کہ نص جلی کلام مجید میں تاکید واقع ہے۔ حق و خالق کے نزدیک مطعون ہونا۔ چنانچہ مکرر اس باب میں مینے فرامین نصیحت آمیز آداب داں قاصدوں کے ہاتھ بھیجے تو بھی پنبہ غفلت گوش سے نہ نکالا۔ بلکہ اسپر طرہ یہ ہوا کہ سنبھا کو لاکھ ہوں بھیجے جس کا حال ہم نے سُنا۔ باوجود اس غرور مستی بادۂ ناکامی اپنے افعال اور زشتی اعمال پر نظر نہ کرنی اور دونوں جہاں میں رستگاری کا امیدوار ہونا ع زہے تصور باطل زہے خیال محال۔ جب ابوالحسن بالکل مایوس ہوا تو پادشاہی لشکر سے لڑنے کے لیے شیخ منہاج و شرزہ خاں مصطفیٰ خاں لاری اور سرداروں کو بھیجا اور رخصت کے وقت یہ ارشاد کیا کہ تا مقدور پادشاہ کو زندہ گرفتار کریں اور اعزاز کے ساتھ لائیں تو امراء نے کہا کہ عالمگیر کی طرف سے ہمارا دل دھڑکا لگا رہا ہے فتح پانے کے بعد ہم سے اسکی عزت نہیں ہوسکیگی۔ جب پادشاہ حیدرآباد سے دو منزل پر آیا تو بعض دکن کے سردار چالیس پچاس ہزار سوار لشکر شاہی سے علیحدہ دور پڑے رہے۔ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ بیجاپور کی تسخیر کے بعد امیر سیم گڈھ کے محاصرہ کے لیے مامور ہوا تھا۔ اسکی عرضداشت مع قلعہ کی طلائی کنجی کے

مژدہ فتح کے ساتھ آئی اور اُس نے لکھا کہ میں ایلغار کر کے حضور پاس روانہ ہوا۔
۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۷ھ کو پادشاہ قلعہ گلکنڈہ سے ایک پرخیمہ زن ہوا جس سے اُس سر زمین میں ایک تہلکۂ عظیم پڑ گیا۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ مورچال تقسیم ہوں اور اسباب قلعہ گیری فراہم ہوں۔ قلعہ کے برج و بارہ توپوں کے گولوں سے ڈھائے جائیں اور دمدمے بنائے جائیں۔ پادشاہ نے پے ہم سُنا کہ لشکر کی اطراف میں ابوالحسن کی فوج شوخی سے پیش آتی ہے اسکی تنبیہ کے لیئے امراء مامور ہوئے دونوں فوجوں میں مقابلہ و مقاتلہ کا مصافحہ و معانقہ ہوا قلعہ کے اوپر سے بھی گولے اور بان برسنے شروع ہوئے۔ خواجہ ابوالمکارم شاہ عالم کے لشکر میں زخمی ہوا۔ دونوں طرف کے آدمی مارے گئے۔ پادشاہی لشکر نے بہادری کر کے دکنیوں کو بھگا دیا۔ جب فیروز جنگ آگیا تو مورچالوں اور دمدموں اور تقسیم اخراج کا اور مصالح کی گرد آوری کا انتظام خوب ہو گیا۔ قلیج خاں بہادر پدر فیروز جنگ کے دائیں ہاتھ میں گولہ لگا۔ دو تین روز بعد اس کا انتقال ہوا۔

بیجاپور کے محاصرہ میں شاہ عالم سے پادشاہ بدگمان ہوا تھا اب گول کنڈہ کے محاصرہ میں شاہ عالم سے جانب راست کا تعلق تھا۔ ابوالحسن محبت آمیز خفت انگیز پیغام اور تحفے دہدیئے اس پاس بھیجتا کہ وہ کسی طرح سے پادشاہ سے اسکی عفو تقصیرات کرادے۔ شاہ عالم یہ جانتا تھا کہ دونوں صورتوں صلح و جنگ میں میرے استصواب سے انفصال ہوا اور بحد مقدور میں ابوالحسن کو ناکام ہون احسان کروں۔ فتنہ جو واقعہ طلب آدمیوں نے اس پیام سے اطلاع پاکر پادشاہ کے کان میں اس کو بہت آب و تاب سے پہنچایا اور شاہ عالم اپنی بیوی نوازالنسا بیگم پر بسبب اس کی حسن و صورت و لیاقت کے فریفتہ تھا جس سے اسکی سوکنین جلتی تھیں۔ اُنھوں نے اُسکی نسبت پادشاہ سے کہدیا کہ وہ ابوالحسن اور شاہ عالم کے درمیان پیغام و سلام کا واسطہ ہے اور لباس بدل کر قلعہ گلکنڈہ میں عہد و پیمان کے لیے جاتی ہے۔ یہ ٹھیرا ہے کہ ابوالحسن کے بارہ

شاہزادہ کی التماس پر بادشاہ صلح کو منظور نہ کرے تو ابوالحسن کی رفاقت شاہزادہ
اعظم شاہ کے بعض ہمدموں نے بادشاہ کو خبر پہنچائی کہ شاہ عالم قلعہ کے جانے کے
رفتہ رفتہ قلعہ گلکنڈہ میں بوساطت خفیہ نویس مورچال کے جو نوشتجات بھیجے
تھے وہ فیروز جنگ کے ہاتھ میں پڑے۔ ان امارات بے اخلاصی نے اثبات مدعا
دی۔ خان ایک رات کو اپنے مرحلہ سے حضور میں آیا اُس نے ان نوشتوں کو
دکھایا۔ بادشاہ نے حیات خاں وخواجہ ابوالمکارم سے جو شاہ عالم کے بڑے
تھے۔ اصل حال پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ شاہزادہ کا ارادہ کوئی فاسد نہیں ہے۔
ہے کہ اسکی التماس سے ابوالحسن کا قصور معاف۔ یا اسکی سعی سے قلعہ فتح کیا جائے
خاں نے بہت دلائل سے بادشاہزادہ کی بے تقصیری ظاہر کی مگر بادشاہ کے دل
سے ابوالحسن اسکی طرف سے نہیں دور ہوا۔ ۱۸ ربیع الثانی ۱۰۹۷ھ کو شاہ عالم اور اُسکے
حکیم کو ایک مکان میں بلاکر مقید کیا۔ ہتیار لے لیے اور سارے کارخانے شاہزادہ محمد معظم
میں ضبط ہوگئے اُس کا منصب چھن گیا اسکی جاگیر اور جاگیرداروں کو دی گئی۔
حکیم مقید ہوئی کہتے ہیں کہ جب بادشاہ نے یہ کلام کیا تو محل میں کہا کہ میں چالیس
بخت کو خاک میں ملاتا ہوں۔ اب شاہزادہ کی حبس خلاصی کا حال آیندہ لکھا جائیگا۔
گولکنڈہ کا خاتمہ
گولکنڈہ میں ہر روز اور ہر ہفتہ میں مورچال بڑھتے جاتے تھے ایک دن
سے شیخ نظام و مصطفےٰ خاں لاری عرف عبدالرزاق بڑی شوخی سے
اور عجب زد و خورد ہوئی اور کشور سنگھ ہاڈہ کے زخم کاری لگا اور گھوڑے
راجپوتوں کی ایک جماعت کشتہ ہوئی اور چند نامور دکنی بھی قتل و زخمی
اس قدر دکنیوں نے لشکر شاہی پر ہجوم کیا کہ اُس کو اپنے مردوں کی
کو نہ اُٹھانے دیا۔ مگر آخر کو لشکر شاہی کی کوشش سے دکنی فرار ہوگئے
سناج اور شیخ نظام اور اکثر ملازم ابوالحسن کے بادشاہ پاس چلے آئے۔

اور ان کو عمدہ خطاب اور منصب مل گئے محمد ابراہیم کہ شاہزادہ سے آنکر ملا تھا اس کو مہابت خان
کا خطاب اور ہفت ہزاری شش ہزار سوار کا منصب ملا! وہ سب سے زیادہ قلعہ کی فتح میں
کوشش کرتا تھا۔ شیخ نظام کو تقرب خاں کا خطاب اور شش ہزار پنجہزار سوار کا منصب ملا
ابوالحسن کا اول سے آخر تک خیر خواہ اور ہمراہ مصطفےٰ خاں لاری عرف عبدالرزاق رہا۔
محاصرہ کا استمرار ہوا قلعہ میں بہت سا ذخیرہ و باروت و اسباب توپخانہ تھا شبانہ روز بیر
قلعہ کے در و دیوار اور برج و بارہ سے گولہ توپ گلولہ تفنگ بان و حقہ آتشبار برس
تھا۔ بہت آتشباری اور دھوئیں کے اُٹھنے سے رات دن میں فرق نہیں معلوم ہوتا تھا اور
بادشاہی لشکر کے نامی آدمی زخمی اور کشتہ ہوتے۔ فیروز جنگ اور صف شکن خاں و عزت
و مہابت خاں سب سے زیادہ جانفشانی کرتے تھے مورچال کو خندق کے کنارہ تک پہنچایا۔ یہ کام
ایک سال میں ہونا مشکل تھا۔ اُنھوں نے ایک ماہ چند روز میں کر دیا۔ اور خندق کے پُر کرنے کا حکم
دیا کہتے ہیں کہ اول خود عالمگیر نے دھوکر کے کیسہ کر پاس کو خاک کے پُر کرنے کے لیے اپنے ہاتھ
سے سیا۔ بڑے بڑے اونچے دمدمے بنائے گئے اور ان پر بڑی بڑی توپیں قلعہ کے برابر
چڑھائی گئیں۔ جنھوں نے حصار کے ارکان کو ہلا دیا لیکن غلہ کی گرانی اور کمیابی اس مرتبہ
پر ہوئی کہ اکثر صاحب ثروتوں کے حوصلے بگڑ گئے اور جو بیچارے بے بضاعتوں پر گزری
وہ بیان نہیں ہو سکتا۔ اس سال کی ابتدا میں گلزار دکن میں بارانی کی کمی کے سبب سے خوشہ
جوار و باجرہ کہ خریف کی عمدہ جنس ہے اور اس ملک کے غربا کی قوت کا مدار اسی پر
ہے۔ ابھی اطفال نبات کے گلو سے نکلے نہ تھے کہ خشک ہو گئے۔ اور فوج کشی اور
کمی باران کے سبب سے شالی کی کشت و کار نہ ہوئی۔ جس پر حیدرآباد کے
آدمیوں کی زیست کا مدار ہے۔ دوم یہ کہ دکنیوں و سنبھا کی فوج جو حیدرآباد
کی مدد کے لیے اطراف لشکر میں تاخت کرتی تھی وہ رسد غلہ کے پہنچنے کی
مانع ہوئی اور وبا کا اثر بھی بندہائے خدا کے ہلاک کرنے میں معاون ہوا ان

حوادث سے ایک عالم تلف ہوا۔ بہت سی گرسنگی و بے برگی کی تاب نہ لاکر ابوالحسن پاس چلے گئے۔ بعض نے خفیہ نفاق کر کے محصوروں کی معاونت کی۔ جب ایام محاصرہ پر امتداد ہوا شاہزادہ محمد اعظم کو جو شاہ عالم کے نفاق کے سبب سے اُجین اور اکبرآباد کے انتظام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ وہ برہان پور میں پہنچا تھا کہ بادشاہ نے اُسے بلا لیا۔ محمد اعظم کے آنے کے بعد غلہ زیادہ ہوئی تو میرزا یار علی رسد غلہ کا داروغہ مقرر ہوا اُس نے یہ سمجھ کر کہ مجھ سے اہتمام نہ ہوگا انکار کیا اسپر شاہزادہ محمد اعظم نے کہا کہ اس باجی کا کیا یارا ہے کہ ولی نعمت کے حکم سے انکار کرے اس کو بادشاہ نے دیوان سے خارج کر دیا۔ عبدالکریم کو یہ کام سپرد ہوا۔ گرانی کی صعوبات یہ تھیں کہ باد و باران پانی کی طغیانی کے سبب اور مصائب کا اضافہ ہوا۔

سوانح سال بست و یکم ۱۰۹۸ھ

ماہ محرم ذیقعدہ شروع سال بست و یکم ۱۰۹۸ھ کو روح اللہ خاں نے نصرت خاں افغان کے وساطت سے عبداللہ خاں سے پیغام سلام شروع کیے ابوالحسن کا بڑا معتبر نوکر عبداللہ خاں کے پاس دروازہ پر صاحب اختیار تھا جس کو کھڑکی کہتے ہیں۔ ایک پہر رات باقی تھی کہ روح اللہ خاں و مختار خاں و نصرت خاں و صف شکن خاں و خواجہ مکارم زینوں پر دو مسہ کے اوپر سے اور ان راہوں سے جو توپوں کی ضرب سے شکستہ ہو گئیں تھیں۔ عبداللہ خاں کے اشارہ سے حصار میں داخل ہوئے۔ بادشاہزادہ محمد اعظم اپنی فوج کے ساتھ ہاتھی دروازہ کی طرف آ کر فتح الباب کا منتظر رہا۔ ان لوگوں نے قلعہ کے اندر جا کر دروازہ قلعہ کے مفتوح ہونے کا آوازہ بلند ہوا۔ عبدالرزاق لاری نے حق نمک ادا کیا۔ تھوڑے آدمیوں سے بادشاہی لشکر سے خوب لڑا۔ اور زخموں سے چور چور ہوا۔ موت نہ آئی تھی اس کو حسین بیگ کے گھر میں لوگوں نے پہنچا دیا۔

ابوالحسن کو اسکی خبر ہوئی اور اندر اور باہر سے جزع و فزع کی آواز بلند ہوئی۔ تو نے خدمہ محل کی تسلی میں کوشش کی اور ان سے رخصت ہو کر اپنے مکان خاص میں

آیا اور مسند پر مہانہائے ناخواندہ کے انتظار میں بیٹھا کھانے کا وقت اس کا آگیا تھا اس لیے اُس نے بکاول پر تاکید کی۔ روح اللہ خاں و بختیار خاں اور نامبردہ آئے تو زبانی سلام علیک میں سبقت کی۔ وقار سلطنت کو ہاتھ سے نہیں دیا سب کے سلام کا جواب خودداری اور تعظیم کے ساتھ دیا اور ہر ایک سے گرمجوشی و فصاحت کلام سے متکلم ہوا۔ عقلاء تجربہ کار نے کہا ہے کہ جب برگشتہ اختر صاحب شروتوں کو خیل حوادث سے لیل و نہار سرد کار پیکار و نما ہوتا ہے تو وہ حوصلہ برداری کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ رضا و تسلیم کو اختیار کرتے ہیں۔ صبح تک باہم صحبت بے نفاق رہی۔ بکاول نے دسترخوان بچھایا۔ اُس نے امراء کی صلا رکی۔ ایک و اُس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے۔ روح اللہ خاں نے عرض کیا۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ سے اس تشویش میں کھانا کس طرح کھایا جاتا ہے۔ ابوالحسن نے جواب دیا کہ تم نے جو بات کہی وہ جمہور کا طریقہ ہے لیکن میرا اعتقاد اس خدا سے یہ ہے جس نے تجھے اور شاہ و گدا کو پیدا کیا ہے کہ وہ کسی وقت و حالت میں اپنی نظر لطف کو بندہ سے باز نہیں رکھتا ہے اور رزق مقسوم اسکو پہنچاتا ہے اگرچہ میرے بزرگوں کے جد پدری مادری نے ہمیشہ رفاہ اور آبرو کے ساتھ زندگی بسر کی ہے مگر کچھ دنوں مصلحت پروردگار کا اقتضاء یہ تھا کہ پندرہ سولہ برس تک میں فقیری کے لباس میں رہا پھر خدا نے مجھ عاجز پر وہ فضل کیا کہ جس کا مجھے یا دوسرے کو شان گمان بھی نہ تھا۔ ایک ساعت واحد میں میرے لیے بادشاہی کا سامان تیار کر دیا۔ الحمد للہ کہ میرے دل میں کوئی ہوس اور آرزو باقی نہیں لاکھوں روپے بخشے کروڑں خرچ کیے۔ اب سلطنت میں بعض اعمال ناشائستہ مجھ سے ایسے سرزد ہوئے کہ اس کے مکافات میں خدا نے نظر لطف کو مجھ سے اُٹھا لیا پھر بھی میں شکر کرتا ہوں کہ چند سال کی زیست کے لیے عالمگیر دنیا دار کے ہاتھ میں میرے اختیار کی عناں دی ہے۔ پھر وہ مالہائے مروارید گردن میں ڈال کر امراء کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوا۔ شاہزادہ محمد اعظم دروازہ پر ایک چھوٹے خیمے میں اُترا ہوا تھا اس کے پاس ابوالحسن گیا اور خوشی سے مالۂ مروارید کہ اسکی گردن میں تھی اُتار کر نذر دی۔ شاہزادہ نے

[illegible] کی اور پیٹھ پر ہات رکھکر اس کو تسلی دی اور اُس کو پادشاہ کی خدمت میں لایا پادشاہ
[illegible] نے بھی اسکی عزت کی اور دولت آباد میں بھیجدیا اور اسکے احوال ضروری کے لائق خوراک
[illegible] پوشاک و خوشبوئیں مقرر کردیں کہ وہ فراغ بالی سے اپنی زندگی بسر کرے بعد اسکے ابوالحسن
[illegible] اسکے امیروں کے مال کے ضبط میں متصدیاں شاہی مشغول ہوئے۔ عبدالرزاق بالکل
[illegible] بیہوش تھا کہ اس کو روح اللہ خاں کے پاس لائے جب صف شکن خاں کی نظر اسپر پڑی
[illegible] اس نے کہا کہ یہ وہی لاری ناپاک بے ادب ہی اس کا سر کاٹ کے دروازہ پر لٹکانا چاہیے
[illegible] روح اللہ خاں نے کہا کہ مردہ کا سر جسکی امید حیات اصلا نہیں ہی بے حکم کاٹنا مروت سے
[illegible] ہی اسکی حقیقت پادشاہ سے عرض کی گئی۔ پادشاہ نے اسکے علاج کے لیے فرنگی اور
[illegible] ہندوستانی جراح مقرر کیے اور پادشاہ نے روح اللہ خاں سے کہا کہ اگر ابوالحسن پاس کوئی
[illegible] نمک حلال نوکر عبدالرزاق جیسا ہوتا تو قلعہ کی فتح میں بڑا عرصہ لگتا۔ جب کچھ عبدالرزاق
[illegible] کو جان آئی تو پادشاہ نے اُسکو کہلا بھیجا یا کہ میں نے تمھاری ساری تقصیرات معاف کیں اور
[illegible] تمھارے عبدالقادر کو اور بیٹوں کو جو لائق نوکری ہوں بھیجدو کہ منصب سے سرافراز ہوں اور
[illegible] اپنی طرف سے تقصیرات کی تسلیمات بجالائیں۔ جب یہ پیغام اس بہادر نمک حلال پاس پہنچا
[illegible] زبان میں لکنت تھی اس حال میں بھی اُس نے جواب دیا۔ کہ میں قدردانی کے آداب شکر
[illegible] تعظیم کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں میری سخت جان ابھی تک نہیں نکلی ہی اس حال
[illegible] حیات کی امید رکھنا خیال محال ہی۔ اگر خدا تعالیٰ نے مجھے دوبارہ زندگی عطا کی تو
[illegible] مراسم نوکری کی تقدیم مجھ سے متعذر ہے اور اگر نوکری بھی کرسکوں تو جس شخص کے
[illegible] نمک و پوست نے ابوالحسن کے نمک سے پرورش پائی ہو وہ عالمگیر کی نوکری نہیں
[illegible] کرتا عالمگیر نے یہ سنکر فرمایا کہ جب وہ اچھا ہو جائے تو اس کا حال عرض کیا جائے۔
[illegible] وہ اچھا ہوگیا۔ پادشاہ نے اسے نوکری کے لیے کہا۔ انکار کیا۔ پادشاہ نے
[illegible] اور اس کے بیٹے کو قید کرنے کا حکم دیا تو نوکری قبول کی۔

ابوالحسن کا جو مال ضبط ہوا اسکی تفصیل یہ ہے ۶۸ لاکھ ۵۱ ہزار ہون اور ۲ کروڑ ۵۳ ہزار روپیہ کل تخمیناً چھ کروڑ اسّی لاکھ دس ہزار روپیہ اور اس کے سوا جواہر مرصع آلات ظروف طلا و نقرہ۔ جمع اسکے ملک کی ایک ارب ۱۵ کروڑ تیرہ لاکھ دام دفتر میں لکھے تھے۔ تاریخ فتح عبدالکریم نے (فتح قلعہ گولکنڈہ مبارک باد) کہی۔ بادشاہ کو پسند آئی۔

جب بادشاہ نے حیدرآباد کی ولایت وسیع کو ضبط کر لیا اور اسکے تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا اور اطراف و جوانب میں ناظم و ضابطہ بھیجدیے۔ حیدرآباد کے نوکر تسلیم بجا لائے۔ اور انکو بقدر حالت سرفراز کیا۔ تو ولایت سکھر کی تسخیر کا قصد کیا جو بیجاپور اور حیدرآباد کے درمیان واقع ہے۔ وہاں پدیا پر یہ نائک قوم دھیڈہ کئی پیڑھی سے حکومت رکھتا تھا اور بارہ ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادہ کا سردار تھا۔ بڑے بڑے مضبوط قلعے اس پاس تھے اس کا مسکن حصانت میں بڑا مشہور تھا۔ بیجاپور اور حیدرآباد کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ رکھتا تھا کوئی سلطان اس کا استیصال نہیں کر سکا۔ بلکہ سلطانوں نے اس کو اپنا معاون اور روز بد میں کام آنے والا جانا جب بیجاپور کا محاصرہ ہو رہا تھا تو رسد کے مارنے کے لیے چھ ہزار جنگی پیادوں کا لشکر بھیجا تھا جسکو فیروز جنگ نے قتل اور اسیر کیا تھا اور جب حیدرآباد کا محاصرہ ہوا تو پھر اُس نے مکرر وہی حرکت کی جو پہلے کر چکا تھا۔ غرض بارہ ہزار سپاہ وہ بادشاہ کی رسد کے روکنے کے لیے بھیج چکا تھا تو بادشاہ نے ایک لشکر بسرکردگی خاں مراد خاں خلف روح اللہ خاں تعین کیا کہ اُسکے ملک کو تاخت و تاراج و خراب کرے خانہ زاد خاں اسکے ملک میں آیا اور اور لشکر کے اطراف کے معمورہ کو ویران کیا۔ اور قلعہ گولکنڈہ کی تسخیر کی خبر نے انتشار پایا تو وہ خواب پندار سے بیدار ہوا اور اُس نے کہا کہ ملک الملک کو سپرد کرتا ہوں اور بادشاہ سلاطین پناہ کی اطاعت کرتا ہوں میری عزت میں فرق نہ آئے اور میری جان بچ جائے۔ خان مذکور نے بادشاہ کے حکم سے اسکے خان و مان کی حفاظت کی اور پرگانہ اس کا ضائع نہ ہونے دیا وہ قلعہ سے باہر خاں سے ملنے آیا دوم صفر ۱۰۹۹ھ / ۳۱ کو اولیائے اسلام کو قلعہ سپرد کیا۔ خانہ زاد خاں

ولایت سکھر کی تسخیر کی فتح

بادشاہ کا دارالجہاد حیدرآباد سے دارالظفر بیجاپور کو جانا۔

جس کسی نے اذان کی آواز نہیں سُنی تھی بانگ صلوٰۃ اور اذان کو بلند کیا اور قلعہ
پر ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور بادشاہ کے حکم سے یہاں کی قلعہ داری ایک بندۂ شاہی
اور پریہ کو ساتھ لیکر حضور میں آیا ۲ ربیع الاول سنہ ۱۰۹۹ھ کو پریہ بادشاہ کا
ہوا اور بہ تقاضا مصلحت اس کو پنجہزاری چار ہزار کا منصب ملا تھوڑے دنوں کے
بعد بڑا بدصورت تھا۔ بادشاہ نے اسکے بیٹوں اور اقربا کو مناسب مناصب پر
سکھر کا نام نصرت آباد رکھا اور اسکو ممالک محروسہ میں داخل کیا۔

حیدرآباد کی آب و ہوا بادشاہ کے مزاج کے ناموافق تھی مگر بادشاہ وہاں گیا
تھا اس کو منظور تھا کہ سنبھا کو سزا دے۔ سکندر اور ابوالحسن کے
موافقت رکھتا تھا۔ غرہ شہر ربیع الاول سنہ ۳۱ جلوس کو بیجاپور کی طرف چلا خان بہادر
کو ۲۵ ہزار سواروں کے ساتھ مامور کیا کہ وہ مسعود حبشی سے قلعہ ادونی کو تسخیر کرے
عادل شاہ کے باپ کا غلام تھا۔ جب عادل شاہی دولت میں خلل پڑا تو اُس نے
شاہزادہ کے ساتھ کافر نعمتی کی برائے نام اس کو حاکم بنائے رکھا۔ اور عمدہ خزائن
گزیدہ و جواہر نفیسہ خود قلعۂ مذکور میں لیجا کر متحصن ہوا۔ بادشاہ نے شاہزادہ محمد اعظم
استیصال کے لیے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا اور خود بادشاہ ۱۴ ربیع الآخر
میں آیا۔ ابوالحسن جس نے پندرہ برس کی حکومت میں کبھی سفر نہ کیا تھا اسکو ہر روز
خوار تھی وہ اس عرصہ ایک کروہ مسافت طے کرکے محمد نگر میں آیا تھا اُس نے
اس کی حکم ہوا کہ خان بہادر خاں اس کو دولت آباد میں پہنچا دے اور کارپرداز
کا اسباب دنیا جو نازپروردوں کے لیے ضرور ہے مہیا کردیں اور پچاس ہزار روپیہ
ضروری اسباب کے لیے مقرر کیا۔ سویم جمادی الاولیٰ کو بادشاہ گلبرگہ
روز قیام کیا اور ۲۲ ماہ مذکور کو بادشاہ بیجاپور میں آیا ہر صنف
اور فقراء و گوشہ نشین جو شہر اور اُس کے نواحی کی بزرگی سے

نہایت محتاج ہو گئے وہ اس کم بخت حالت سے نکلے اور دلخواہ جمعیت ان کو حاصل ہوئی بادشاہ نے بہت سے خستہ دلوں کو آسودہ کیا۔

نعمت خاں عرف میرزا محمد جس کا آخر کو خطاب دانشمند خاں ہوا۔ وہ اس عہد عالمگیر کے مستعدوں میں سے ایک تھا۔ نظم و نثر و اکثر علوم عقلی اور نقلی سے بہرۂ تمام رکھتا تھا اُس نے محاصرہ حیدرآباد کا حال لکھا ہے جس کا نام وقائع نعمت خاں عالی مشہور ہے شوخی طبع کے سبب سے اس کا کلام ہجو ملیح و مذلہ گوئی سے خالی نہیں۔ ضلع جگت پھبتی۔ بھگوت اس میں بڑا مزہ ہے کہتے ہیں کہ جب عالمگیر کو اسکی خبر ہوئی کہ اس طرح کے وقائع روزانہ نعمت خاں لکھتا ہے تو اسکے خیمے کو گھیر لیا اور ان صندوقوں کو بادشاہ نے بھگوا دیا جس میں وقائع تھے۔ چند وقائع جو یاران جلسہ نقل کر کے لے گئے تھے وہ باقی رہے۔ خافی خاں نے بھی اس لڑائی کو بڑی آب و تاب سے لکھا ہے اور نعمت خاں عالی کے وقائع کی عبارتوں کو بہت نقل کیا ہے جس سے وہ نعمت خاں کا بھائی بنا ہے۔ گو اس کا بیان نعمت خاں جیسا فصیح نہیں ہے مگر پھر بھی پایۂ تاریخی سے ساقط ہے۔ یہ دونوں ابوالحسن کی قابلیتوں اور لیاقتوں کی بڑی تعریف کرتے ہیں کہیں لکھا ہے کہ ابوالحسن تاناشاہ نے بادشاہ سے کہلا بھیجا کہ پانچ چھ تھیلے غلہ کے مجھ سے لے لیجیے اور فوج کو بھوکا نہ مرنے دیجیے۔ بادشاہ نے اسکے جواب میں کلمات ناصواب کہے۔ کہیں لکھا ہے کہ قاضی شیخ الاسلام سے بادشاہ نے حیدرآباد اور بیجاپور کی مہم کے جواز کا استفسار کیا تو اُس نے خلاف مرضی جواب دیا اس لیے حج کو جس کا مدت سے اس کا ارادہ تھا چلا گیا۔ عبداللہ اس خدمت پر مقرر ہوا اُس نے عرض کیا کہ ابوالحسن مسلمان ہے اور حکم کی اطاعت کرتا ہے۔ محاصرہ اور جنگ کے سبب دونوں طرف مسلمانوں کی ایک جماعت کشتہ ہوتی ہے اگر اس کے جریدہ اعمال پر قلم عفو کھینچی جائے۔ تو بکم الصلح خیر۔ قتال و جدال موقوف ہو جائے۔ شریعت کے مطابق مسلمانوں کے حال پر ترحم بیجا نہیں ہوگا۔ اس بیجا عرض کے جواب میں اُس کو

نعمت خاں عالی کا وقائع دانشمند خاں

یہ کہ چند روز مجرے کو نہ آئے خافی خاں و نعمت خاں دونوں سخت شیعہ ہیں مذہب
ان کو سنت جماعتوں کے کاموں کے بُرے رخ کو دکھاتا ہے اور اچھی رخ کو چھپاتا ہے
سے اگر اہل سنت کا وہ کوئی بھلا کام بھی لکھتے ہیں تو اس میں ایک رخنہ نکال دیتے ہیں
خاں نے قسم کھائی ہے کہ عالمگیر کا کوئی کام ایسا نہ لکھے جس میں تزویر و مکر و فریب نہ ہو
بیکار شاہی اس کا ہم مذہب ہوتا ہے تو اس کی ستائش کا طومار باندھتا ہے۔ آگے ہم
اور بادشاہ کے معاملات اور بعض اور مقدمات کو انگریزی تاریخوں سے نقل کرتے ہیں
سے بالاجمال حال معلوم ہو جائیگا۔ پھر اس کی تفصیل فارسی تاریخوں سے کرتے ہیں۔ ان
سے اورنگ زیب کا گل مراد شگفتہ ہوا مگر اس کے مرتے ہی پژمردہ ہو گیا بیجاپور اور
کنڈہ کی ریاستوں کو یوں خاک میں ملانا اور اس کو ممالک محروسہ میں شامل کرنا عقل و دور
کا کام نہ تھا کہ ان سلطنتوں کے سبب سے دکن میں مسلمانوں کی حکومت قائم تھی اور ان کے
سے امن امان اور خاصہ انتظام رہتا تھا۔ مرہٹوں پر اسلام کا رعب اب تھا جب وہ برباد
کے متعلقین خواہ خواص خواہ عوام پراگندہ اور منتشر ہو گئے۔ پٹھانوں اور بیگانہ
سپاہ نے تو بادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور جو افسروں میں سے اپنے آقاؤں
بیکار یا بیکار ہو کر بادشاہ کی خدمت اور ملازمت میں آئے اُن کے دل بڑھانے
بڑھانے کے لیے بادشاہ کو اپنے موروثی کار پردازوں موقوف کرنے پڑے اور
سپاہ اور افسر کیا تو سنبھاجی سے جا کر مل گئے یا بجائے خود قزاقی اور راہ زنی کا پیشہ اختیار
فساد اور نزاعوں کا دکن گھر بنگیا دور دور کے زمیندار اپنی خود مختاری کے لیے موقع
رہتے اور مرہٹے جو جو لڑائیاں اور قزاقیاں کرتے اُن میں انکے رفیق بننے کو تیار رہتے
مرہٹوں ہی کو اپنے ان افعالوں کا حامی اور مددگار جانتے۔ اُن ہی کی ذات کو سرکشی
کہتے تھے اب یہ کیفیت تو دور کے زمینداروں کی تھی اور جو زمیندار کہ زیر طناب ہی
تھے وہ بادشاہ کی حکومت سے ناراض تھے۔ اور بادشاہ کے تعصب مذہبی نے

ان فتوحات کا اثر اور دکن کی بے انتظامی۔

ہندوؤں میں بھی ایک جوش مذہبی پیدا کر دیا۔ ان وجوہ سے دکن کی فتح کا سہرہ کیا بادشاہ کے
سر پر چڑھا تھا کٹاروں کا ہار اُسکے گلے میں پڑا تھا جسنے آخر اپنے زخموں سے گور میں اس کو
حال میں جو فتوحات نصیب ہوئیں اُن سے بادشاہ نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ ۱۶۸۸ء میں
اور گول کنڈہ کی ساری قلمرو بلکہ اُن ریاستوں پر بھی جو جنوب میں اُنھوں نے فتح کر
قبضہ کیا اور ساہوجی کی جاگیر واقع میسور کو بھی دبا لیا۔ اور دن کاجی کے علاقہ کو تنجور تک
محدود رکھا۔ اور سیواجی نے جو اپنے آخر وقت میں ملک فتح کیے تھے ان میں سے سب مرہٹوں
کو مجبور کر کے نکال دیا۔ وہ اپنی پہاڑی قلعوں میں جا بیٹھے۔ اگرچہ بادشاہ نے سپاہیانہ
اس ملک کو فتح کر لیا۔ مگر اس کے بندوبست اور انتظام کا نقشہ خوب نہ جما۔ چنانچہ
اضلاع میں محاصل کا ٹھیکہ دیسی مکھیوں اور زمینداروں کو دیا جاتا اور اُن کی حکومت
افسران جنگی کی سپرد ہوتی اور ان کو چوتھ محاصل خرچ تحصیل کے لیے دیجاتی۔ جو
روپیہ وصول ہوتا تھا اُس میں سے یہ افسر اپنی فوج کی تنخواہ منہا دیکر باقی روپیہ بادشاہ
پاس بھیجتے تھے اور اگر یہ اضلاع بعض اور افسروں کی تنخواہ میں کسی میعاد مقررہ تک جاگیر
میں دیدیے جاتے تو وہ روپیہ بھی بادشاہ پاس نہ بھیجا جاتا۔ یہ افسر لے لیتے اور اکثر ایسی
ہوتا سیواجی کے پوت سنبھاجی اپنے محلوں میں پڑے اینڈ گیے۔ اور اورنگ زیب کی ان
فتوحات کو دیکھا کیے مرہٹے تو اُس کی کاہلی اور سستی کا سبب یہ بتلاتے ہیں کہ اُس کے
وزیر پنڈت کلوشا نے اسپر سحر کر دیا تھا مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ مغربی ساحل کے چھوٹی
چھوٹی ریاستوں کی حسد اور سازشوں اور فسادوں سے نہایت عاجز اور پریشان تھا
عیاشی اور مے نوشی کی کثرت سے اُس کے قوا جسمانی ضعیف ہو گئے تھے۔ ایک نامرد
اور بیہودہ وزیر کے رایوں کا ایسا غلام بن رہا تھا کہ اُسے اُسکی اور اُسکے تمام قوم کی چستی
اور چالاکی تیزی پھرتی یہ سب ٹھنڈی ہو گئی تھیں اگر ایسے وقت میں سیواجی زندہ ہوتا تو وہ
دس بارہ گھنٹے میں سارے دکن کو مغلوں کے مقابل میں کھڑا کر دیتا۔ کیا وہ بیجاپور اور گول کنڈہ

فتوحات دکن سے جو فائدہ بادشاہ کو ہوئے

سنبھاجی کی بداطواری اور بادشاہ کا اس کو قید کرنا

...ستوں کے ساتھ نہوتا کیا وہ انگیز اور پرتگیزوں سے مدد نہ لیتا۔ کیا وہ سیدی کو اپنا رفیق ...کیا وہ میسور کے ہندو راجہ جگ دیو جس کا آجکل اقبال چمکنے کو تھا اس کام میں شریک ...کیا وہ اصلی آزاد باشندوں کو لڑائی کے لیے نہ کھڑا کرتا۔ یہ سب وہ ضرور کرتا۔ مگر ...نالائق کیا کرتا اُس کے تو خیال میں یہ ایک بات بھی نہ آئی اُس نے دکن کی ...گھر آئی آوائی جان بوجھ کر گنوائی۔ شاہزادہ اکبر اسکے گھر آئے اور بار بار اپنے باپ کے ...کرنے کی تدبیریں بتلائے۔ اور اسکے ساتھ سنبھاجی وہ طرز و طریقہ برتے کہ جسکے سبب وہ ...سے چھوڑ کر ۱۶۸۸ء میں ایران کو جائے اس سے زیادہ کیا نالائقی اور کاہلی سنبھاجی کی ہوسکتی ہے ...شہزادہ ایران میں ۱۷۰۶ء میں مرگیا۔ شاہ ایران نے اُسکی بڑی آؤ بھگت کی)

سیوجی نے جو جنگی اور ملکی انتظاموں کی کل بنائی تھی اب اُسکے سب پرزے ٹوٹ پھوٹکر ...گئے تھے۔ ایک قلعوں کا پرزہ باقی تھا اور وہ بیکار نہ ہوا تھا۔ مرہٹوں کے پاس ...ملک تھا اُسپر بادشاہ کا قبضہ ہوگیا تھا اور قلعوں پر محاصرے پڑے تھے۔ ...سے چھن بھی گئے تھے۔ اگر سب قلعے چھن جاتے تو مرہٹوں کی سلطنت کا نام بھی ...ان سب کے نہ چھننے کا یہ سبب تھا کہ باوجود سنبھاجی کی کاہلی اور سستی کے بعض اُسکے سردار ...جاتے تھے۔ اور بادشاہی لشکروں کے مقابل میں تلوار چلائی جاتی تھی۔

...بڑے تعجب کی ہے کہ اس اولوالعزم اور اکھڑ قوم مرہٹوں نے اپنی بہبود اور فلاح ...سنبھاجی کو باوجود ان حرکات اور سکنات کے مار کیوں نہ ڈالا۔ اور ایک آدمی ...سے اپنی قومی ترقی کو کیوں روکا مگر جو کام اُن کو خود کرنا چاہیے تھا ...مرہٹوں کی خوش نصیبی سے بادشاہ کے ہاتھ سے ہوا اور یہ راجہ کہ مرہٹوں کے ...پیر کہلاتا تھا مسلمان بادشاہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تو ہندوؤں کا تعصب اور ...بڑے جوش میں آیا اور اُسنے مسلمانوں کو مزہ چکھایا اب اُسکے مارے جانے ...یہ ہے کہ شیخ نظام حیدرآبادی مخاطب بہ مقرب خاں بادشاہ کا سردار مغربی

بالا گھاٹ پر کولاپور میں رہتا تھا وہ نہایت دلاور اور چست و چالاک اور فنون سپہ گری اور
جگہ داری سے ماہر تھا اُسنے سنبھاجی کا عشرت کدہ سنگ میشور کو تحقیق کیا اور ساری
اُسکی پیچدار کوہستانی راہوں سے آگاہ ہوا اور دفعتہً جانباز سپاہیوں کا گروہ لیکر
چپ چاپ سنگمیشر کے باغ میں کہ پچاس کوس اُسکے دار القرار سے تھا جا پہنچا۔ یہاں راجہ
مع اپنے مصاحبوں کے باغ کی گلگشت فرما رہے تھے اور شراب کے نشہ میں چور بیٹھے تھے
جب ملازموں نے دیکھا کہ یہ آفت سر پر آگئی تو راجہ صاحب کے ہرکاروں نے عرض کیا
وہ نشہ کے عالم میں مست تھا ایسی کب سنتا تھا اُلٹا ہرکاروں ہی کو للکارا۔ اور اس گستاخی
میں اُن کی زبان نکلوائی۔ سر کو تن سے جدا کیا۔ کلوشاہ پنڈت لڑنے گئے۔ جاتے
ہی تیر لگا۔ زخمی ہو کر پکڑے آئے۔ غرض مقرب خاں راجہ اور منتری دونوں کو اونٹ
کی پیٹھ پر کس کر گاجے باجے سے بادشاہی لشکر میں لایا۔ چاروں طرف تماشائیوں کا
ازدحام تھا اور لعنت ملامت کا غل شور تھا۔ بادشاہ کے سامنے راجہ آیا اور قید خانہ
میں بھجوایا گیا۔ بادشاہ اسکو جبتک زندہ رکھنا چاہتا تھا کہ اُسکے ذریعہ سے تمام کوہستانی قلعوں
پر قبضہ ہو جائے۔ مگر جب اُسکو بادشاہ نے مسلمان ہونے کا پیغام بھیجا تو سنبھاجی بھی آخر سیواجی
کا بیٹا تھا۔ باپ کے قدیمی دشمن کے ہاتھ سے یہ نوبت ذلت و خواری کی جب پہنچی جس سے مرنا بہتر تھا
تو وہ جوش میں بھر آیا اور یہ جواب لیرا نہ دیا۔ کہ بادشاہ سے کہدو کہ اگر وہ اپنی بیٹی بیاہے
تو مسلمان ہو جاؤنگا۔ اور اُسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ دو چار صلواتیں خدا اور رسول کو سنا دیں یہ
جواب تلخ جب بادشاہ کے کانوں میں پہنچا تو اُسنے مصلحت ملکی سلام بھیجا اور حرارت اسلامی
میں آنکر سنبھاجی کو ایسی بُری گت سے مارا کہ اول اسکی زبان کٹوائی۔ پھر اُس کی آنکھوں
میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروائیں اور گردن اوڑائی۔
کلوشاجی کا بھی کام تمام کیا اگرچہ مرہٹوں کا دل سنبھاجی سے نفرت کرنے لگا تھا
مگر اپنے دیوتا کے بیٹے کا اس بری گت سے مارا جانا وہ دیکھ نہ سکے اور اُنکے غیظ و غضب

[illegible] جوش کی کوئی حد باقی نہیں رہی۔ غرض اس جان کے جانے سے انکے عزم کردہ میں [illegible] آئی۔ اور جوش و خروش اور مذہبی ولولے انکے دلوں میں ایسے پیدا ہوئے کہ پہلے کبھی نہیں پیدا [illegible] تھے۔ مگر اب ان میں جان باقی نہیں رہی تھی۔ سپاہ کا انتظام بگڑ گیا تھا وہ فقط لوٹنا جانتے تھے۔ قواعد [illegible] ہو گئے تھے میدانی ملک سارا چھن گیا تھا۔ قلعے جو باقی تھے وہ سامان قلعداری سے خالی تھے نہ بارود [illegible] نہ گھاس۔ قلعہ دار نالائق۔ سوا اسکے بادشاہ کی شجاعت اور اسکی کثرت سپاہ اور تدابیر اور قتل کی [illegible] کے دل میں ایسی ہیبت بٹھادی تھی کہ مغلوں کی فوج کے سامنے میدان جنگ میں آنے سے بدن لرزتا [illegible] سنبھاجی کی وفات کے بعد بڑے بڑے افسر رائے گڈھ میں جمع ہوئے ان میں سنبھاجی کی بی بی جیسو بائی اور [illegible] راجہ رام جو جیم قیدی بھائی کی مخالفت سے ہوا تھا موجود تھے سب نے بالاتفاق سنبھاجی کے پسر شیر [illegible] کو راج گدی پر بٹھایا۔ اور راجہ رام کو اسکا نائب بنایا۔ اب مرہٹوں نے اپنے سب کارخانو [illegible] کا شروع کیا۔ قلعوں میں کھانے پینے کے ذخیرے بھرے۔ قلعہ دار لائق مقرر کئے [illegible] کا انتظام تھا۔ سپاہ میں پھر جاری ہوا اگرچہ اس وقت خزانہ کا حال ایسا ابتر تھا [illegible] سپاہ کو تنخواہ دار سپاہ بنانا مشکل تھا۔ رفتہ رفتہ ایسی تدبیریں کی گئیں کہ یہ مشکل [illegible] ایک افسر نے سلحداروں کو سارے ملک میں پھیلا دیا اور پھر ایسا انتظام کر دیا کہ جسوقت [illegible] جمع ہو جائیں۔ غرض ایک عزت قومی کا جوش جو بعض افسروں میں پیدا ہوا تھا [illegible] کی طرح سارے ان کے پیروؤں میں پھیل گیا۔

سنبھاجی کی بی بی اور بیٹے نے رائے گڈھ میں اقامت اختیار کی اور اس کو خوب مستحکم کیا اور [illegible] اور اور سامان جمع کیا۔ اعتقاد خاں نے جس کا اب لقب ذوالفقار خاں ہو گیا تھا [illegible] کا محاصرہ کیا اور ایک ملولی سردار نے اس کو قلعہ کی راہ ایسی بتلادی کہ قلعہ فتح ہو گیا [illegible] محرم ۱۱۰۰ھ ۱۶۸۹ء کو شیر خوار راجہ پکڑا گیا اور ماں بھی اس کے ساتھ گرفتار ہوئی مگر اس [illegible] سے کچھ مرہٹوں کے دل افسردہ نہ ہوئے۔ ان قیدیوں کی بادشاہ کے بیٹے نے بڑی [illegible] سوا اس کے کوئی اور ان پر قید نہ رکھی کہ وہ مرہٹوں سے نہ ملنے پاویں قلعے پنالہ اور

اور میرج بھی ذوالفقار خاں نے فتح کرلئے۔

راجہ رام کا جنجی گڑھ اور دوسرے علاقے

اب راجہ رام پہلے ہی سے چاروں طرف ایسے مقامات مستحکم اور استوار کی تلاش میں پڑا پھرتا تھا کہ جہاں سے دشمنوں کا مقابلہ ہو سکے اس نے کیا کیا کہ اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ہو کہ کرناٹکی پائیں گھاٹ میں چلا جائے۔ چنانچہ اس نے مہاراشٹر میں جو اضلاع ابتک باقی تھے ان میں دورہ کیا اور وہاں کے حاکموں کی دلاسی اور تشفی کی اور ملک کی حفاظت اور حراست کا اچھی طرح انتظام کیا۔ اور کنارہ کنارہ بھاگ کر اور دشمنوں کے تعاقب سے نہایت چالاکی سے جان بچا کر جنجی میں داخل ہوا اس کے ساتھ ایک گروہ جوانمرد صاحب ہمت الوالعزم مرہٹوں کا بھی تھا۔ یہاں داخل ہوتے ہی موافق دستور اور رسم کے راج گدی پر بیٹھا امراء کا دربار مقرر کیا۔ اور جاہ اور منصب اور جاگیر امیروں کو عطا کئے۔ اور جاگیروں کے بانٹنے میں یہاں تک فضول اختیار کی کہ جو بادشاہی ملک کبھی مرہٹوں کے ہاتھ نہیں آئے تھے وہ بھی تقسیم کر دئے یہ اس کے نصیبوں کی یاوری تھی کہ اس کو ایک صلاح کار اور خیر خواہ پنڈت بہلا دہاتھ لگ گیا اس کی بڑی لیاقت یہ تھی کہ وہ ان کاموں کو اختیار کرتا تھا کہ جن کے انصرام کرنے میں سارے اور افسردل وجان سے متفق ہو کر مصروف ہو جاتے تھے۔

سچ یہ ہے کہ اگر سیواجی نہ پیدا ہوتا تو مرہٹوں کا نام بھی کبھی تاریخ میں نہ سنا جاتا اس نے طبیعت میں ایک ایسا جوش پیدا کر دیا کہ گویا ساری اپنی قوم کو از سر نو ایک ہی طبیعت کا بنا دیا فقط اس بات کی ضرورت تھی کہ خاص آدمی ایسے پیدا ہوں کہ اس نئی طبیعت سے کام لیں ان کا اخلاق اور عادات اور لڑائی کا طور طریق ایسا ہو گیا تھا کہ وہ اپنی مصلحت کے کاموں میں متفق اور متحد ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس وقت اپنی مصلحت اس میں دیکھی کہ اپنے زبردست دشمن کے سامنے کان نہ ہلائیں۔ اور سامان بھی اپنے پاس ایسے نہ رکھیں کہ جس سے دشمن کا دل ان پر حملہ کرنے کے لئے چاہے۔ اور تاک میں بیٹھے رہیں جب کوئی موقع ہاتھ آئے تو دشمنوں پر حملہ کرنے میں بھی نہ چوکیں۔ جن سرداروں پاس ریاستیں تھیں اُن سب نے ظاہر میں بادشاہ کی اطاعت اختیار کر لی

...ر یہ اور طرہ تھا کہ وہ خدمت گزاری اور جان نثاری کے اظہار میں اور سبوں سے سبقت لیگئے
...گر پردہ باغیوں سے ملے ہوئے تھے اُن سے آمد و رفت رکھتے تھے۔ انکی لوٹ مار کی مہموں میں
...کروں کو انکے ساتھ شامل ہونے دیتے تھے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ گروہ کے گروہ انہیں داخل
...کے لئے بھیجدیتے تھے۔ غرض ان کے اس نفاق اور جاسوسانہ حکمتوں نے جو نقصان دشمنوں
...علانیہ دشمنی سے نہ پہنچ سکتا تھا۔ جب یہاں کے سپاہیوں نے دیکھا نہ کوئی خزانہ ایسا معمور ہی
...سے انکو تنخواہ باقاعدہ ملے۔ نہ کوئی حکومت ایسی ہے کہ جس کا کچھ اثر ہو تو انہوں نے اپنی نفر رسانی کیلئے
...کمال۔ لوٹنا کسوٹنا۔ قزاقی۔ راہزنی ابتدا ہی سے اس قوم کو پسند تھی۔ انکے یہاں فتح کے یہی
...دشمن کو لوٹ لینا۔ سیواجی کی ابتدائی قزاقی سے آخر اس قوم کے عروج تک اسکا یہی وتیرہ
...اس قوم میں سے ہر متنفس کو اپنی لوٹ کا لالچ ایسا تھا کہ وہ جب کسی اپنے مطلب براری کیلئے
...تے تو گورنمنٹ کی طرف سے ایک ادنیٰ تحریک اور ترغیب پر وہ ایک سپاہ جرار
...اور شائستہ سے زیادہ خوفناک اور پرخطر ہو جاتے تھے۔

...اورنگ زیب ان چوٹوں اور پنڈاروں کو ان کے کوہستانی وطن میں تلاش کر رہا تھا
...ان کو مجتمع نہ ہونے دیتا تھا اس لئے اپنے سردار ذوالفقار خاں کو اس قلعہ کے فتح کرنے
...سیجا کہ نام و نشان مرہٹوں کا باقی نہ رہے۔ مگر جب وہ ۱۶۹۱ء میں اس قلعہ کے پاس
...معلوم ہوا کہ یہ قلعہ ایسا مستحکم ہے کہ اس کا فتح کرنا تو درکنار اس کا محاصرہ بھی نہیں
...اس لئے بادشاہ سے کمک مانگی اور اضلاع سیرا اور شاہ اب ترچناپلی اور تنجور کی طرف
...ضروری کے بہم پہنچانے کے لئے چلا گیا اس کمک کا مانگنا آسان تھا۔ مگر ملنا مشکل تھا۔ اب
...نے ایک طوفان برپا کر دیا۔ ایسا انہوں نے جو طریقہ اپنی لڑائی کا اور دشمنوں سے
...کا کام۔ وہ سیواجی کے طریقہ سے بھی زیادہ کامیابی کا سبب ہوا بادشاہ نے
...مرزا کام بخش کو قلعہ واکن کھیڑہ کی فتح کے لئے بھیجا تھا۔ یہ قلعہ بیجاپور کے
...ہے۔ اس میں کوئی سرداران لٹیرے مرہٹوں میں سے تھا وہ ایسا مضبوط قلعہ تھا کہ مرزا

کام بخش کی سعی اور محنت سے کچھ کام نہ نکلا تو اب بادشاہی فوج کی چاروں طرف ضرورت یوں پڑی کہ مرہٹے میدان میں لڑنے بھڑنے کے لئے پھر تیار ہوئے۔ جب راجہ رام جنجی میں راجہ ہوا تو اُس نے ستاجی گھورپوری اور دہناجی دو چالاک سرداروں کو تفریح طبع کے لئے اپنے ملک میں بھیجا تاکہ اثنا راہ میں اُسے بیجاپور کی فوج ملی۔ یہ فوج ریاست کے برباد ہونے سے معزول ہو گئی تھی اُسکے گروہ کے گروہ ملک کو لوٹتے پھرتے تھے۔ جب انہوں نے ان نامور دلاور سرداروں کو دیکھا تو تمام دہات سے نکلے اور انکے نشانوں کے نیچے بیشمار جمع ہو گئے مرہٹوں کا جو رہا سہا ملک تھا اسکے انتظام کیواسطے رامچندر پنتھ کو راجا رام نے مقرر کیا تھا اس نے بھی ۱۶۹۷ء میں لوٹ مار کی ترغیب تحریص سے ایک لشکر کا لشکر اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر لیا اور یہ اُس نے تدبیر اور تجویز کی کہ جو سپاہیوں میں سرگروہ تھے ان کو یہ اختیار دیا کہ جو ملک مرہٹوں کی سلطنت سے خارج ہیں ان سے چوتھ وصول کریں اور سوا اس کے اور حقوق مرہٹوں کے جتلاتے رہیں۔ اور جو ملک اس چوتھ کو ادا کریں ان کو خوب لوٹیں اور ماریں اور اس محاصل سے فوج کی تنخواہ ادا کریں۔ اور جو لوٹ ہاتھ لگے وہ لوٹنے والوں پاس رہے۔ سوا اس کے ہر سرگروہ کو اختیار ہے کہ وہ اپنے فائدہ کے واسطے ایک اور خراج دانہ گھاس کے نام سے وصول کیا کریں۔ یہ ترغیبیں ایسی تھیں کہ جتنے مرہٹے سوار تھے وہ سب کے سب باہر نکل پڑے۔ ان لوٹنے والوں گروہوں کے مختلف سرگروہ مشہور اور نامور ہوئے۔ کبھی وہ علٰحدہ علٰحدہ ملکوں پر ہاتھ پھینکتے تھے اور بادشاہی رعایا کے مال اور دولت سے اپنے دامن پُر کرتے تھے کبھی سب شریک ہو کر صلاح اور مشورہ کرتے۔ پھر یورش اور غارتگری پر قدم بڑھاتے۔ ستاجی اور دہناجی بڑی سپاہ رکھتے تھے اور ان لٹیروں میں بڑے نامور ہوئے غرض سارا دکن اس لوٹ مار سے برباد اور تباہ ہو گیا۔

مرہٹوں اور مغلوں کی فوجوں کا طرز و انداز

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ بادشاہ کے لشکر کی کیا شان و شوکت تھی۔ اس شان اور شوکت کے سبب سے فوج کا بھی رنگ ڈھنگ عجیب و غریب ہو گیا تھا۔ اکبر کے شائستہ اور نرم آئینوں سے اور ملک کی مدت کے امن چین نے ہندو مسلمانوں کے میل جول نے مغلوں کی سپاہ کو نرم اور آرام طلب بنا دیا۔ زمانہ میں انقلاب ضرور ہے ادنیٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ سے ادنیٰ ہو جاتا ہے

سنسوں اور وحشیوں کو حوصلہ ہوتا ہی تو بڑے بہادر بنجاتے ہیں اور جو چاہتے ہیں سو کر ڈالتے ہیں۔ جب
موروثی دولت اور عشرت نصیب ہوتی ہی تو کاہل اور آرام طلب ہو جاتے ہیں پھر انکی جاں کے لئے ویسے ہی دشمن
پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے وہ خود اوروں کے لئے ہوئے تھے۔ اب یہ طبلانوں میں سے فن سپہ گری مٹ گیا تھا
نہ وہ نشان تیموری اور نہ بابری کا کوئی نشان باقی رہا تھا۔ کیا وہ سواروں کے بگٹٹ ایلغار ہوتے تھے
کہ سالدار جو اپنا رسالہ لیکر چلتا تو یہ معلوم ہوتا کہ کسی برات کا دولہ ساتھ لئے جاتا ہی۔ سوا اسکے سردار و نکی
سرکو دیکھو تو چاندی سونے کے بھاری بھاری ساز کسی پر جڑاؤ زین دہرا کسی پر زربفت کی چار جامہ کسا
ہوا اور پاکرین پٹھوں پر پڑیں جنمیں قاقم اور سنجور کی جھالر۔ کلابتون کے بندنے۔ دم و ایال تمام
گندھے ہیں سر اگاڈ کی جوہر ہاں ٹکیں۔ سر پر کلغیاں دہریں۔ اور پانوں میں جھانجن پڑے۔ ریشمی
باگیں سانیس ہاتھ میں لی۔ یہ تو گھوڑوں کی کیفیت تھی۔ ایسان گھوڑوں کے سواروں کا حال یہ تھا
کہ بدن پر ریشم اور پشم کے دگلے روئی کے گالوں سے بھرے اور اُن پر زرہ بکتر پہنے چار آئینہ لگائے۔ غرض نہ یہ
گھوڑے لڑائی کے کام کے ہوتے تھے۔ موٹے تازے خوب ہوتے تھے۔ مگر دشمنوں پر حملہ کرنے اور
منزلوں کے سفر کرنے میں اُنکا دم آخر ہو جاتا تھا یہ تکلفات بیجا کی وبا گو ساری سپاہ میں پھیلی ہوئی
تھی مگر ایک آفت اور سب سے زیادہ یہ تھی کہ انتظام سپاہ میں کوئی نظم و آئین نہ تھا۔ باوجودیکہ عالمگیر
خود ذرا کام دیکھتا۔ اور سب کارخانوں کو تفتیش کرتا۔ مگر منصب داروں نے اس کی یہ دغا کی
کہ سپاہ تو سپاہ رکھی اور باقی آخور کی بھرتی اپنے خدمتگاروں اور چوڑے چماروں سے پوری
کی بڑی صحبت سے بھلے مانسوں کا ستیاناس گیا۔ غرض فوج نہ اوروں کی نگہبانی کرتی اور نہ
اپنے تئیں چوکی دیتی۔ اپنے اور اپنے گھوڑوں کی کنگھی چوٹی میں وقت ضائع کرتی۔ ایک فرانسیس اس
کی بیان لکھتا ہی کہ اس فوج کی تنخواہیں بڑی بڑی ہیں۔ مگر کچھ کام کاج نہیں نہ پہرہ کوئی
دیتی نہ چوکی۔ نہ دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہے۔ غرض یہ سب تحریر مورخوں کے مبالغہ آمیز ہیں۔ مگر اس
شک نہیں کہ اس بادشاہ کے عہد میں وہ چستی اور چالاکی باقی نہ رہی جو بابر اور اکبر کے
عہد میں تھی۔ عیش دوست اور آرام طلب سب سردار ہو گئے۔ قاعدہ ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ کی تقلید

کرتے ہیں۔ افسروں کے ساتھ سپاہی بھی آرام جو ہو گئے۔ اب انکے سامنے دشمن (مرہٹے) آئے تو وہ جنھوں نے کبھی عیش کی صورت بھی نہ دیکھی تھی فقط ایک انگرکھا جانگیا پہنتے۔ ایک پیچی پگڑی باندھتے کمر کسی ہاتھ میں تلوار بھالا لئے گھوڑوں پر سوار بیس کوس ہوا کھانے جائیں۔ اور ضرورت پیش آئے تو سو کوس اڑ جائیں اور باجرہ پیاز خوشی خوشی کھائیں خیمہ لگائیں نہ بچھونا بچھائیں۔ زمین پر لیٹ جائیں۔ گھوڑے کے باندھنے کی کھونٹی بازو کو بنائیں۔ انکا طریقہ لڑنے کا یہ تھا کہ بادشاہی فوج کے بھاری حملوں کے سامنے انکے پیر نہ جمتے تھے۔ اور ایک ایک ہو کر تتر بتر ہو جاتے۔ اور قریب کے پہاڑوں میں یا ادھر اُدھر گڈھوں میں گھس بیٹھتے تھے اور جب مخالف اپنی صف بندی کو چھوڑ کر انکے پیچھے جاتے تو ایکلے دوکیلے کو سنگوا لیتے یا کسی کو بیچ کی اوٹ آڑ میں یا کسی ایسے مقام میں جہاں چھوٹی چھوٹی گروہوں کے ان پر حملہ کرنا جان جوکھوں سے خالی نہ ہوتا۔ چھپ کر اکٹھے ہوتے تھے۔ اور جب تعاقب کرنیوالے دل شکستہ ہو کر اپنے ہارے تھکے گھوڑوں کو لیکر واپس لوٹتے تھے تو آناً فاناً وہ ادھر اُدھر سے اکٹھے ہو کر اُنپر گرتے۔ اور اگر انکی صفیں ٹوٹی ہوئی دیکھتے تھے تو بے ساختہ حملہ کرتے تھے۔ غرض اُن کا یہ کام تھا کہ دشمن کی پشت اور بازوؤں پر متفق ہو کر جھپٹتے پھرتے تھے۔ گاہ گاہ ایک ایک کر کے تعاقب کرنیوالوں میں گرتے تھے۔ غرض ان کی یہ ہوتی کہ دشمن کے تول پر توڑہ دار بندوقیں ماریں یا متفرق سپاہیوں کو بھالے کی انی پر رکھ کر ہلاک کریں رسدوں کے لوٹنے اور باربرداریوں کے تباہ کرنے کا ان کو بڑا شوق تھا۔ وہ بادشاہی فوج کی رسد کی خبر رکھا کرتے تھے۔ اور اُن کے لوٹنے میں آنکھوں میں گھر کرتے تھے۔ بادشاہی سپاہ کو خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ کہ وہ یہاں چھپے ہوئے ان کی رسدوں کی تاک میں بیٹھے ہیں۔ دفعتہً وہ رسد پر گرے اور سائے بیل اونٹ جو خوب ترست سے آتے تھے پکڑ لیگئے اور اگر خزانہ شاہی کا پتا لگا تو پھر جھگڑے کے جھگٹ اکٹھے ہوتے اور خوب داؤں گھات لگاتے اور جان توڑ کر پھر لڑتے تھے مغلوں کی سپاہ منزل بمنزل چلتی تھی۔ تو وہ ان کے خطوں کی ڈاک اور کبھی کبھی پانی کی رسد کو بند کر دیتے تھے اور جب مغل لاچار ہو کر انکی اطاعت اختیار کرتے تھے تو سواروں کے گھوڑے اور بھاری بھاری چیزیں چھینتے اور سرداروں سے بہت سا روپیہ لیکر قید سے رہا کیا کرتے

دکن سے بادشاہ پاس سپاہ کی تازی کمک اور خزانہ آیا کرتا تھا اس لئے سنتاجی اور دھناجی
کی فوج اور ہندوستان کے درمیان میں ۱۶۹۳ء میں آن پڑے۔ کئی دفعہ اُنہوں نے
شاہی سپاہ کو شکست دیکر خزانہ چھین لیا۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ مغل ان مرہٹوں کی
کچھ نہ سمجھتے تھے یا اب ان سے خائف رہنے لگے۔

جنجی ایک قلعہ بیجاپور کے پاس تھا۔ اُس کے محاصرہ میں مرزا کام بخش بادشاہ کا بیٹا اور نجبی الملک
اسدخاں دونوں مدت سے مصروف تھے۔ مگر کوئی نتیجہ انکی کوشش کا نہ نمایاں ہوا تھا۔ بادشاہ نے نجبی الملک
اسدخاں کو وہاں بھیجدیا۔ اور شاہزادہ کو حکم دیا کہ وہ جدۃ الملک اسدخاں پاس جو ایک اور قلعہ
جنجی سرحد کرناٹک پر معروف تھا چلے۔ جب وہ یہاں آیا تو بادشاہ نے حکم اپنی عادت کے موافق دیا
کہ جدۃ الملک و نوجنجی جاکر ذوالفقار خاں کی کمک کریں۔ وہاں دشمنوں کی کثرت اور سامان رسد
کی قلت سے بادشاہی فوج پر بُری بن رہی ہے۔ اب یہ شاہزادہ منزل بمنزل جنجی کیطرف
اسدخاں نے جب اس شاہزادہ کی خودسری دیکھی تو چرب نرم باتیں بناکر اُس سے
رخصت حاصل کی اور بادشاہ پاس چلا گیا۔ جدۃ الملک پیرانہ سالی میں شاہزادہ کی رفاقت
کے گھوڑے پر سوار ہونے سے رنجیدہ تھا غرض راہ میں رنجش کا آغاز ہوا۔ اب بعض مورخ لکھتے ہیں کہ
اسدخاں کو اس قدر اس مہم میں کام بخش کا مقرر ہونا ناگوار ہوا کہ اس نے دشمنوں کی خبریں
محاصرہ کے کام کو ایسا دشوار کر دیا کہ تین برس تک آیندہ کچھ کام نہ ہوسکا اور محصورین بخوبی
رسد پہنچتے رہے (جدۃ الملک ذوالفقار خاں کا باپ تھا) جنجی کے محاصرہ پر پانچ برس گذر گئے اور وہ
قلعہ ایک آفت عظیم اس کی دیواروں کے نیچے بادشاہی لشکر کے سر پر یہ آئی کہ سنتاجی
بھونسلہ جو ایک عالی حوصلہ اور اولوالعزم مرہٹوں کا سردار دکن میں تھا ۱۶۹۶ء میں وہ جنجی کے
چھڑانے کے واسطے چلا۔ اور ایک مرہٹوں کا سردار دھناجی تھا وہ بھی آفت روزگار
اور فتنہ دور کی باتیں سوچتا تھا۔ بادشاہی لشکر پر جو محاصرہ کے ارادہ سے متفرق مقامات
تھا بے خبر آنکر اُن پر حملہ آور ہوا اور ان کو نقصان عظیم پہنچایا۔ سنتاجی نے یہ ایک فتح

سے پادشاہ پاس سپاہ کی تازی کمک اور خزانہ آیا کرتا تھا اس لئے سنتاجی اور دھناجی
فوج اور ہندوستان کے درمیان میں ۱۶۹۳ء میں آن پڑے۔ کئی دفعہ انہوں نے
سپاہ کو شکست دیکر خزانہ چھین لیا۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ مغل ان مرہٹوں کی
کہتے تھے یا اب ان سے خائف رہنے لگے۔

کیٹر ایک قلعہ بیجاپور کے پاس تھا۔ اس کے محاصرہ میں مرزا کام بخش پادشاہ کا بیٹا اور نجبی الملک
خاں دونوں مدت سے مصروف تھے۔ مگر کوئی نتیجہ انکی کوشش کا نہ نمایاں ہوا تھا۔ پادشاہ نے نجبی الملک
خاں کو وہاں بھیجدیا۔ اور شاہزادہ کو حکم دیا کہ وہ جدۃ الملک اسدخاں پاس جو ایک اور قلعہ
پر جس سرحد کرناٹک پر معروف تھا جائے۔ جب وہ یہاں آیا تو پادشاہ نے حکم اپنی عادت کے موافق دیا
جدۃ الملک و نوجی جاکر ذوالفقار خاں کی کمک کریں۔ وہاں دشمنوں کی کثرت اور سامان رسد
کی قلت سے پادشاہی فوج پر بُری بن رہی ہے۔ اب یہ شاہزادہ منزل بمنزل جنجی کیطرف
خاں نے جب اس شاہزادہ کی خودسری دیکھی تو چرب نرم باتیں بناکر اس سے
لی اور پادشاہ پاس چلا گیا۔ جدۃ الملک پیرانہ سالی میں شاہزادہ کی رفاقت
پر سوار ہونے سے رنجیدہ تھا غرض راہ میں رنجش کا آغاز ہوا۔ اب بعض مورخ لکھتے ہیں کہ
خاں کو اس قدر اس مہم میں کام بخش کا مقرر ہونا ناگوار ہوا کہ اس نے دشمنوں کی خبریں
کے کام کو ایسا دشوار کر دیا کہ تین برس تک آیندہ کچھ کام نہ ہوسکا اور محصورین بخوبی
جدۃ الملک و الفقار خاں کا باپ تھا) جنجی کے محاصرہ پر پانچ برس گذر گئے اور وہ
ایک آفت عظیم اس کی دیواروں کے نیچے پادشاہی لشکر کے سر پر یہ آئی کہ سنتاجی
جو ایک عالی حوصلہ اور اولوالعزم مرہٹوں کا سردار دکن میں تھا ۱۶۹۶ء میں وجنجی کے
کے واسطے چلا۔ اور ایک مرہٹوں کا سردار دھناجی تھا وہ بھی آفت روزگار
کی باتیں سوچتا تھا۔ پادشاہی لشکر پر جو محاصرہ کے ارادہ سے متفرق مقامات
تھا آکر ان پر حملہ آور ہوا اور ان کو نقصان عظیم پہنچایا۔ سنتاجی نے یہ ایک فتح

نجبی الملک اور مرزا کام بخش

راہ میں پانی کہ ضلع کوربا کہ میں علی مردانخاں حاکم تھا اس پر اس نے حملہ کیا اور تمام خیموں
اسباب کو چھین لیا۔ اور پھر اس حاکم کو بھی گرفتار کر لیا۔
فتحات حاصل کرتا ہوا یہ محاصرین کے قریب گیا۔ اور یہ سپاہیانہ پیچ کھیلا کہ مرزا کامبخش کو خفیہ
پیغام بھیجا کہ اب بادشاہ مر گیا ہے۔ میں آپ کی تخت نشینی کے واسطے ہر طرح کی کوشش اور سعی کرنیکے لئے موجود
ہوں۔ یوں ان دونوں میں خط و کتابت شروع ہوئی۔ ذوالفقار خاں چاروں طرف کان لگائے رکھتا تھا
اس نے ایک ہزار روپیہ جاسوسوں کو دیکر سارا حال اس سازش کا دریافت کر لیا اور بادشاہ کو لکھکر بھیجا
اس کے انتظام کا اختیار حاصل کر لیا اور مرزا کامبخش کے خیمے پر خفیہ پہرہ بٹھا دیا۔ مگر جب جاسوسوں کے
زبانی یہ معلوم ہوا کہ آج کی رات کو شاہزادہ دشمنوں سے مل جائیگا تو سب امرا میں باہم مشورہ ہو کر یہ
قرار پایا کہ علانیہ شاہزادہ کے خیمے کے گرد چوکیدار اور پہرے بٹھا دئے جائیں۔ غرض اس کو بالکل قید کر لیا
قلعہ کے گرد سے تمام تھانہ داروں کو بلا لیا۔ جب دشمنوں کو پادشاہی لشکر میں اس اتفاقی کی خبر پہنچی تو
اس حال میں انہوں نے شاداں فرحاں تازاں نازاں بیس ہزار سواروں سے پادشاہی لشکر
پر حملہ کیا۔ اس وقت کیا بُرا حال پادشاہی لشکر کا تھا۔ جملۃ الملک تو لشکر گاہ میں
فقط مرزا کامبخش کی حراست کر رہا تھا۔ ذوالفقار خاں باہر اپنے مورچوں کو بنا رہا تھا
اور بھاری توپوں کو جب ساتھ نہ لے سکا تو ان میں میخیں ٹھوک کر بیکار کر گیا۔ اور دوسری
جگہ جا کر مورچے جمائے اور گرد انکے خندقیں کھودیں۔ یوں کیا محاصرین تھے یا محصورین
بن گئے۔ اگرچہ ذوالفقار خاں میدان میں نکلا اور دو ہزار آدمیوں سے ایسا مقابلہ کیا کہ
دشمنوں کو شکست دی اور بہت سی غنیمت ہاتھ لگی۔ مگر بعد چند لڑائیوں کے اس بات پر صلح
ہوئی کہ وہ بیس میل کے قریب وندیا ویش میں جا کر مقیم ہو اور وہاں بادشاہی حکم کا
منتظر رہے بادشاہ کا یہ حکم آیا کہ جملۃ الملک اور شاہزادہ چلے آئیں۔ ذوالفقار خاں
وہاں رہے اور اسی کو بالکل اختیار اس مہم کا رہے۔ اب ذوالفقار خاں نے پھر محاصرہ نہ کیا
بلکہ وہ جنوب کی طرف چلا گیا۔ بعض مورخ اس حرکت کو اس پر حمل کرتے ہیں کہ وہ دشمنوں سے

رکھتا تھا اور وہ دانستہ لڑائی کو طول دیتا تھا اور اس میں اس کا مقصود یہ تھا کہ سپاہ
کی سپہ سالاری اور مدار المہامی پادشاہ کے مرتے دم حاصل رہے کہ نیا پادشاہ اوس کو
دے۔ پادشاہ اب چند روز کا مہمان معلوم ہوتا تھا (سب سازشوں کا حال جو لکھا گیا ہے
مورخوں کے خیالات اور قیاسات ہیں قابل اعتبار نہیں) اب اس فرصت دینے کا نتیجہ یہ
ہوا کہ ذوالفقار خاں جو ایک ممتاز افسر پادشاہ کا تھا۔ جب وہ سنتاجی کے روکنے کے لئے ایک بڑا حصہ
لشکر کا لایا تو اس نے جنجی ورک واقع میسور میں بھاری شکستیں پائیں۔ اور جب وہ مجبور ہو کر ایک قصبہ کی
طرف بھاگا تو وہاں کے باشندوں نے اُسے پناہ نہ دی غرض ایک قلعہ میں وہ محصور ہوا۔ اور یہاں تک اُسکا
حال ہوا کہ زہر کھا کر اس دنیا کی مذمت سے چھوٹا اور ساری سپاہ نے جو ایک چوتھائی سے بھی کم باقی
تھی اپنے تئیں دشمنوں کے حوالہ کیا۔ دشمنوں نے انکو روٹی اور پانی دیا۔ پھر ایک اور فوج شاہی کو سنتاجی
نے شکست دی۔ اگرچہ ذوالفقار خاں اپنی حکمتیں کیا کیا مگر اورنگ زیب جیسے بادشاہ دانشمند کے دربار ان
حکمتوں کا مدت تک چلنا دشوار تھا۔ اب وہ سوچا کہ اگر جنجی نہ فتح ہو گی تو بڑی مذمت سے بادشاہ پاس
ہو گا۔ اسلئے اُسنے شعبان ۱۱۰۸ھ ۱۶۹۷ء میں جنجی پر حملہ کر کے فتح کر لیا۔

جنجی کا راجہ رام کو مع اہل و عیال خیر و عافیت سے نکلنے دیا۔ وہ چار رانیاں اور تین بیٹے اور دو
بیٹیاں اور اپنے دوست آشناؤں کو کشتی میں بٹھا کر لے گیا اس فتح پر عالمگیر نے حیدر علی خاں
کو لکھا ہے کہ جنجی فتح شد و سامان حربی بگرفت گر تنش چنداں کار نہ بود اما از اغماض کہنہ
بدست رفت۔ اس فتح سے سوا اور قلعے جو عبارت ملک کرناٹک سے ہے اور کئی بنادر
ملک محروسہ میں بڑھے۔

اس قلعے کے چھن جانے کے دو اور باتیں ایسی پیش آئیں کہ پیش قدمی کی وہ مانع
تھیں سنتاجی اور اُس کے نائب دہناجی میں قضیے شروع ہوئے اور انجام اُسکا
یہ ہوا کہ سنتاجی جس نے سات برس سے مغلوں کو ڈرا رکھا تھا اور کیسے بڑے بڑے کام کئے
تھے اس کو مار ڈالا۔ راجا رام تو اس کے کمالات اور کامیابیوں کو دیکھ کر جیتا تھا

مرہٹوں کی آپس کی نا اتفاقی

اور فوج اس سبب سے ناراض تھی کہ وہ انکی آزادی کا مانع تھا اور آئین قوانین کا پابند ان کو کرتا تھا۔ اس بات پر اس کے تمام خاندان نے راجا رام کی نوکری چھوڑ دی اور بطور خود مسلمانوں سے لڑنا شروع کیا دوم یہ کہ بادشاہ نے سپاہ کا ایسا انتظام کیا کہ اگر وہ پہلے سے کرتا تو ان پنڈاریوں کے ہاتھوں سے یہ تکلیفیں نہ اٹھاتا۔ یعنی اس نے سپاہ دو قسم کی مقرر کی ایک فوج رواں۔ اس کا کام یہ تھا کہ جہاں مرہٹے کھلے میدانوں میں آئیں تو ان سے لڑنے جائیں۔ اس فوج کا سپہ سالار ذوالفقار خاں کو مقرر کیا۔ دوسری فوج محاصر۔ اس کا کام یہ کہ وہ قلعوں کو محاصرہ کر کے فتح کرے اس سپاہ کی افسری خود بادشاہ نے اختیار کی۔ گو ساری فوج یوں کام میں لگی اور بادشاہ نے پیرانہ سالی میں جفاکشی اور محنت کا بوجھ لیا۔ مگر اب فسادوں کا دریا ایسی طغیانی پر پہنچ گیا تھا کہ صرف جنگی انتظاموں کے ذریعے روک تھام اس کی ممکن نہ تھی۔ اگرچہ ذوالفقار خاں نے راجا رام کو بھگا کر اور بعد اس کے مرہٹوں کو شکستوں پر شکستیں دیکر مسلمانوں کی دلیری اور دلاوری پر آمادہ کیا۔ مگر آخر کار اس نے اپنا مآل پہلے حال سے بھی بدتر دیکھا وہ سمجھ گیا کہ مرہٹوں کو شکست کا صدمہ پہنچانا دریا پر لاٹھیوں کا مارنا ہے۔ یعنی جیسا لاٹھی کا اثر پانی پر نقش برآب ہے ایسا ہی مرہٹوں پر اس کی شکست کا اثر بے اثر ہے۔ مرہٹوں کی فوجیں شکست کھا کر ایک دن منتشر ہوتی ہیں اور دوسرے روز پھر ویسی ہی جمع ہو جاتی ہیں اور بادشاہی فوج کی یہ صورت تھی کہ شکست کی صورت میں نقصان اور ندامت اور فتح کی حالت میں خسارہ خرچ ہونا محاصل ملک میں فرق آتا۔ یہ کیفیت تو ذوالفقار خاں کی سپاہ کی تھی اور جس سپاہ کو لیکر بادشاہ خود لڑائی پر معروف ہوا تھا البتہ اسے فائدوں کی زیادہ توقع تھی۔ بادشاہ اپنی اقامت گاہ سے روانہ ہوا۔ امراء کو افسوس تھا کہ وہ اس بڑھاپے میں ایسے سخت کاموں کے واسطے جاتا ہے۔ اور جو مکان انہوں نے اس کی آسایش اور آرام کے واسطے بنایا ہے اور ایک شہر کی بنیاد ڈالی ہے اسے چھوڑتا ہے غرض یہ بادشاہ والا ہمت چند قلعوں کو فتح کر کے ستارہ کے رویہ

راجارام کا حال

قلعوں کی فتوحات کے لئے بادشاہ کا جانا

جسکو راجارام نے اپنا دارالسلطنت بنایا تھا اور ایسے وقت میں ایسی حکمت سے
بہت جلد اس کو فتح کیا کہ محصور اُس کے مقابلہ کے لئے باسامان تیار نہ تھے مگر اس پر بھی
حصین نے مقابلہ کیا۔ اور وہ کئی مہینہ میں ۱۷۰۰ء میں فتح ہوا۔

راجارام جنجی سے بھاگ کر دکن میں آیا۔ اور ایک ایسی سپاہ کثیر جمع کی کہ پہلے کسی مرہٹے
سردار کے پاس نہ جمع ہوئی تھی اور اس سپاہ کے ذریعہ سے چوتھ لینے کا بھی خوب انتظام کیا جہاں سے
محصول ہوتی تو تمسک اور اقرار نامے لکھاتا۔ یہ تحریریں آیندہ زمانہ میں بہت کام آئیں۔ مگر وہ
جس وقت نربدا کے پاس سے گذرتا تھا تو ذوالفقار خاں نے اس کو ایک سخت شکست دی اور
اس کے تعاقب میں بڑھ کر ایسا حیران اور دق کیا کہ وہ بیمار ہو گیا اور ایک مہینہ کے اندر ۱۷۰۰ء میں
یہ راجارام نے اپنے خاندان کے نام کو رکھ لیا۔ سنبھاجی کے مارنے کا الزام اُس کے ذمے
تو ہے مگر ثابت نہیں ہوتا۔ اُس کے مرنے سے گو مغلوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ مگر کوئی فائدہ حاصل
نہ ہوا۔ اس کی جگہ سیواجی اس کا بیٹا گدی پر بیٹھا اور تارا بائی اس کی نائب مقرر ہوئی یہ عورت
بڑی ہمت اور شجاعت اور لیاقت اور قوت میں جوانمردوں سے کم نہ تھی۔ وہ ایک مقام سے دوسرے
مقام میں دشمنوں کے تعاقب سے بچتی پڑی پھری اور دشمنوں کو خوب گھٹاتی رہی۔ اور
مرہٹوں کی ہمت بڑھاتی رہی۔

قلعوں کی فتوحات کا حال بادشاہ کا نہایت طول طویل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ
بادشاہ چار سال سے برہم پوری جس کا نام اسلام پوری رکھا تھا قیام پذیر تھا
وہاں سے قلعوں کی فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ جس ترتیب سے ان کو فتح کیا اسی ترتیب
سے ان کے نام لکھے ہیں۔ پرلیپ گڈھ۔ سنت گڈھ۔ ستارا۔ پرلی۔ بھوسان گڈھ
پرسیا در گڈھ۔ راج گڈھ۔ داکن کیرا۔ ان میں سے بعض قلعوں کے محاصرے مدت
تک رہے ہے اور بہت خونریزیاں ہوئیں اور ان کی فتح میں رنگا رنگ کی تدبیریں
اور مختلف اقسام کی تجویزیں کام آئیں۔ قلعہ کھیلنا کی فتح میں بادشاہ جان پر

کھیل گیا اور جو مصائب اُس نے اس قلعہ کی فتح میں اُٹھائیں وہ بادشاہ کے رقعہ سے جو
اس نے اپنے بیٹے کے نام لکھا ہے معلوم ہوتی ہیں تفصیل مصائب سفر علیل کیلئے۔ از وکیل و
جو اسیں شنیدہ باشند کہ حالت نا دیدنی و محنت ناشنیدنی بر اسلامیان گذشت۔ ان قلعوں کی
فتوحات کا تفصیل وار بیان نہایت دشوار اور مشکل ہے ان سب فتوحات کا انجام یہ تھا کہ بادشاہ
ادہر قلعے فتح کرتا ادہر دشمن پھر لے لیتے۔

اوپر جو مضامین لکھے ہیں۔ انگریزی کتابوں سے لکھے ہیں ان ہی مضامین کو ہم فارسی
تاریخوں سے لکھتے ہیں۔ مقابلہ کرکے دونو بیانوں کا فرق طلبہ جان لیں۔

سوانح سال سی و دوم ۱۰۹۹ھ و ۱۱۰۰ھ

جب شاہزادہ محمد اعظم بھاگ کی تنبیہ کے لئے رخصت ہوا تو قلعہ بالگانوں (بلگانوں۔ بلگام
کی فتح پر وہ متوجہ ہوا۔ ولایت بیجاپور کے توابع کے مضبوط قلعوں میں سے یہ ایک قلعہ تھا۔ تھوڑے
دنوں میں مورچالوں کے لگانے اور توپخانوں کے چلانے نے محصورین کو تنگ کیا۔ یہاں بیجاپور
کی طرف سے جو حاکم مقرر تھا چند روز ہوئے تھے ایک طفل خرد سال کو اپنا سردار محصورین نے بنالیا تھا
محصورین نے چند روز ہاتھ پاؤں مارے۔ جب اپنی کوشش کو نارسا دیکھا تو امان چاہی۔ اور
قلعہ مع مضافات کے فتح ہوا اسکا نام اعظم نگر رکھا گیا۔ برسات کے آجانے شہزادہ نے یہیں چھاؤنی
ڈالی۔ طفل مذکور کو بادشاہ پاس لے گئے۔ اُسنے اُسکو منصب عطا کیا۔

بالگانوں کی فتح

خان فیروز جنگ قلعہ اودنی کے پاس پہنچا۔ اول یہاں کے حاکم مسعود کو جو بیجاپور کا ایک
کہن سال حبشی تھا۔ اطاعت کے لئے پیغام بھیجا گیا۔ اس بڈھے نے اس امر کو قبول نہیں
کیا تو فیروز جنگ نے اس ولایت کی تاخت و تاراج شروع کی۔ مورچالوں کو بڑھایا
سرنگیں لگائیں۔ قلعہ سے جو جماعت شوخی کرکے باہر آئی اُسے قتل و دستگیر کیا۔ بہت کوشش
کشش اور نبرد ہائے نمایاں اور یورش ہائے بہادرانہ ظہور میں آئیں تو مسعود نے اپنے
فرزندوں کو بادشاہ پاس بھیجا۔ بادشاہ نے ہر ایک کو لایق منصب دیا اور خود اس سبب سے

قلعہ اودنی کی فتح

...یا کہ برس سے اُسکا چہرہ سفید تھا اُسکا سالانہ مقرر کیا۔ قلعہ اودنی کا نام امتیاز گڈھ رکھا گیا ...تاریخ یہ ہوئی ع اودنی نمود پادشاہ دین پناہ ۔ خان فیروز جنگ یہاں بندوبست ...نجم صفر کو پادشاہ کی خدمت میں آیا۔

خان فیروز جنگ چند روز پادشاہ کی خدمت میں رہا۔ پادشاہ نے اسکو سنبھا کی استیصال ...رخصت کیا اور خود اسکے استظہار کے لئے سفر کا ارادہ کیا۔

محرم کے مہینہ میں ایک آفت کیا قیامت برپا ہوئی کہ طاعون وبا شروع ہوئی عناب ...دانہ نغل یا بن گوش یا کش ران میں نمودار ہوتا اور آنکھوں میں سرخی حرارت دکھائی دیتی ...دارثوں کو کفن ودفن کا فکر واجب ہوتا۔ اس سبب سے شادی کی رسم اٹھی۔ زمانہ سوگ میں بیٹھا ...چاہتی تھی کہ میں آدمی کا بیج نہ چھوڑوں اور عصر فنا ارادہ کرتی تھی کہ کسی کے نخل حیات کو ...بنے دوں۔ اطبا کی تدبیر کا اثر کچھ نہ ہوتا۔ جسکو یہ مرض ہوتا اکثر دو تین روز میں مرجاتا۔ بہت ...دیتے۔ جو لوگ زندہ تھے وہ بھی اپنے تئیں مُردہ سمجھتے تھے۔ ایک دوسرے کے حال پر ...کرتا۔ نفسا نفسی کی آواز ہر طرف بلند تھی۔ نیم جانوں نے دنیا کے کاروبار سے ہاتھ ...تھا۔ مرنے کے منتظر تھے۔ اورنگ آبادی محل و محمدی راج پسر مہاراجہ جسونت سنگھ ...محل میں پرورش پائی تھی اور تیرہ برس کی عمر تھی اور فاضل خاں حیدر اور بڑے بڑے ...آدمی مرگئے اور ادنیٰ اور متوسط ہندو مسلمان ایک لاکھ کے قریب مرے۔ بعض کو ...کا مرض ایسا ہوا کہ چشم وگوش وزبان کام سے گئے۔ فیروز جنگ کی آنکھ میں مرض ...ہوا۔ دو مہینے تک اس وبا کا زور رہا ؎ قیامت بود یا شور و بلا بود ۔ اس ...تاریخ ہے۔ سنہ ۱۱۱۱ھ اس میں نکلتے ہیں۔

شاہزادہ محمد اعظم کو بہادر گڈھ و گلشن آباد کی طرف اور فیروز جنگ راج گڈھ وغیرہ ...گئے ہوئے تھے۔ پادشاہ نے مقرب خاں عرف شیخ نظام حیدر آبادی کا سنبھا ...کے لئے بھیجا تھا۔ ان میں سے ہر یک اپنے جوہر تردد کے ظاہر کرنے سے مذلت امورہ

وبا کا زور اور بادشاہ کا سنبھاجی کے مُلک کو تنبیہ کے لئے جانا

سنبھاجی کا سیر و قتل ہونا

میں تقدیم کرتا تھا۔ دکن میں مقرب خاں فنون سپہ گری اور کار طلبی میں مبارز پیشوں میں مشہور تھا۔
قلعہ پرنالہ کی تسخیر کے لئے کولاپور کے نزدیک گیا تھا اس نے جاسوسوں کو بھیجا کہ وہ سنبھا کی خبر لائیں
وہ اپنے باپ سے بھی زیادہ تکلیف رسانی میں مشہور تھا۔ اتفاقات کی بات ہے کہ اس نے اپنے اس
مقام راہیری میں تورہنا چھوڑ دیا تھا۔ کیلنا میں رہتا تھا۔ یہاں اس نے ذخائر جمع کر لئے تھے اور
اطراف کا بندوبست کر لیا تھا اس کو افواج پادشاہی کا خوف کچھ نہ تھا۔ وہ خاطر جمعی سے دریا بان
گنگا پر نہانے گیا تھا یہ دریا سرحد پرگنہ منگیر کے نزدیک ایک منزل پر دریا شور پر تھا سنبھا دشوار گذار
دروں میں آیا۔ جن میں اس کے وزیر کب کلس (جو شلا) نے بڑی بڑی عمارتیں بنائی تھیں
میں نقش و نگار بنائے تھے اور اشجار ثمردار اور لالہ زار لگائے تھے۔ یہاں کب کلس
وعیال اور بیٹا سا ہو اور ہواخواہوں کی جماعت اور دو تین ہزار سوار اس کے ساتھ تھے
یہاں سے فارغ ہو کر اس نے قلب مکان پر تعب سراپا نشیب و فراز راہوں پر اور تراکم اشجار
خاردار پر نظر کر کے توقف کیا وہ اپنے باپ کے طریقہ کے خلاف شراب پیتا تھا
مہ جبینوں کے ساتھ مزے اڑاتا تھا۔ عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا تھا۔ تیز پاہر کاروں نے
مقرب خاں کو خبر دی کہ وہ اس طرح غفلت اور لہو و لعب میں پڑا ہے۔ مقرب خاں نے
اپنی جان کا اندیشہ کیا اور نہ قلب مکان کا خوف وہ اپنی بنگاہ کولاپور سے سنبھا کے
مکان تک جو ۴۵ کروہ تھا دو ہزار سوار اور ایک ہزار پیادے لیکر روانہ ہوا باوجودیکہ
ہمراہیوں نے منع کیا کہ راہ بڑی قلب ہے اور راہ کے مابین چند گتل اونچے ہیں۔ جیسے
انبا گھاٹ وغیرہ اور دریا قلب ایسے واقع ہیں کہ اگر تیس چالیس پیادے بن ہتھیار کے
سر راہ کو گھیر کر بیٹھیں اور پتھر پھینکیں تو فوج کلاں کا عبور خیال محال ہے مگر مقرب خاں
کو جاہ کا خیال تھا کہ اگر میں اس کافر پر غالب ہوا تو غازیوں کے جرگہ میں داخل ہو جاؤں گا
اور اگر مارا گیا تو درجہ شہادت ملا۔ وہ سوار ہوا یلغار کر کے مسافت دشوار گذار کو
طے کرتا جہاں کوئی مکان قلب آتا اول خود پیادہ ہوتا پھر اس کے ہمراہی قافلہ کرتے

سریکی کی طرح ان پر اشجار تنگناؤں سے گذر جاتے۔ اس طرح سنجھا کے نزدیک وہ پہنچا۔ جب سنجھا کے ہرکاروں نے فوج بادشاہی کے آنے سے اطلاع دی جس کو مرہٹوں کی اصطلاح میں غنیم یا لشکر مغل کہتے ہیں۔ تو اس بدمست نے اس گمان سے کہ اس مکان میں افواج مغل کا تو ہم محض تصور ہی ہے۔ نشے میں اس نے حکم دیا کہ ان ہرکاروں کی زبانیں کاٹ لیجائیں۔ اور ہم لاسوار ہونے اور بھاگ جانے کا فکر نہ کیا۔ مقرب خاں اپنے بیٹے اور برادر زادوں اور دس بارہ خویشوں اور دو تین سو سواروں کو لیکر سنجھا کے سر پر جا پڑا تو وہ بے خود سرمست ایک فوج کو ہمراہ لیکر لڑنے کھڑا ہوا۔ اسکی سپاہ کے مست آدمی کرباند ہنے اور ہتھیار لگانے کا بہانہ بنا کے روپوش ہو گئے اس کا وزیر کلوشا جس کا ہمدم و ندیم و فدوی تھا سنجھا کو اپنی پشت پر رکھ کر نامی مرہٹوں کی ایک ایک جماعت لے کر مقابلہ میں آیا۔ دار و گیر کی شروع میں ایک تیر اس وزیر کی بازو میں لگا اور وہ گھوڑے سے گرا تو اس نے فریاد کی کہ میں رہا۔ سنجھا نے کہ فرار کی فکر میں تھا گھوڑے سے کود کر کہا کہ پا پیادہ ہی میں بھی رہا۔ پانچ چار مرہٹے مارے گئے ہوں گے کہ سب فرار ہو گئے۔ سنجھا ایک بت خانہ کی پناہ میں گیا یا شلوکا کی حویلی میں گھسا اور وہاں محصور و خستہ محصور ہوا۔ بادشاہی لشکر نے اس کا سراغ لگایا۔ اس نے لاچار ہاتھ پاؤں ڈالے۔ وہ مع عیال اور پسر خرد سال ہفت ہشت سالہ ساہو نام اور دو اس کی بیوباں اور اس کے ہمدم صاحب مدار گرفتار ہوئے۔ اس کا چھوٹا بھائی راجہ رام نام کہ ایک قلعہ میں محصور تھا بچ رہا ان سب کو دست بستہ موکشان مقرب خاں کی سواری کے نیچے لائے سنجھا نے ڈاڑھی منڈا کے خاکستر منہ پر ملی تھی اور تغیر لباس کیا تھا لیکن اس نشانی سے کہ مروارید کی مالا اس کے رخت کے نیچے سے نکلی اور اس کی سواری کے گھوڑے کے پاؤں میں پڑی جانچ لی تھے وہ پہچانا گیا۔ اس کو مقرب خاں نے اپنے ہاتھی پر ردیف بنایا۔ اور اس کو طوق و زنجیر سنجھا کے ہاتھی پر بٹھایا اور ایک جماعت کو گھوڑے پر سوار کیا اور فتح کا نقارہ بجاتا ہوا اپنی لشکاہ کولاپور میں آیا۔ حقیقت حال کو بادشاہ سے عرض کیا

پادشاہ پہلے سے یہ حال سن چکا تھا۔ یہ مژدہ روح پرور ایک عالم کی فرحت شادی کا سبب ہوا
پادشاہ اکلوج میں تھا کہ یہ قیدی اس پاس آئے۔ لاکھوں آدمی سیر کو آئے ان بدبختوں کو ایسے
ایران کے دستور پر تختہ کلاہ کیا اور ان کو لباس جس پر ہنسی آتی ہے پہنایا۔ طرح طرح کے شکنجۂ عذاب
میں ان کو کھچوایا خواری کے ساتھ اونٹوں پر سوار کر کے ڈھول اور تفیرین بجاتے ہوئے انبوہ خلائق
میں تشہیر کرتے ہوئے لائے۔ مقرب خاں کے آنے میں چار پانچ روز لگے۔ اس خوش وقتی میں لاکھوں
مسلمان ایسے تھے کہ ان کو خوشی کے مارے نیند نہیں آئی۔ جس قریہ گانوں میں یہ خبر پہنچی وہاں سے
خوشی خوشی سیر و تماشے کے لئے لوگ دوڑے آئے کئی دن تک ایک عالم کو دن رات شب برات
تھی۔ غرض جس وقت یہ قیدی پادشاہ کے تخت کے نیچے آئے تو پادشاہ نے تخت سے اتر کر دو رکعت
شکرانہ ادا کی۔ کب کلش نے جو خود مقید تھا۔ اور ہندی شعر خوب کہتا تھا۔ چشم و زبان سے بخاکیہ
مخاطب ہو کر یہ شعر ہندی کہا جس کا مضمون یہ تھا کہ۔ اے راجہ تجھے دیکھ کر عالمگیر میں باوجود اس قدر
حشمت کے تخت نشینی کی طاقت نہ رہی اور بے اختیار ہو کر تیری تعظیم کے لئے تخت سے اٹھ کر نیچے
اترا۔ اس کو زنداں خانہ میں بھیجا۔ اگرچہ بعض ہواخوان کی مصلحت یہ تھی کہ ان تیرہ بختوں کو
جان کی امان دیکر قلعوں کی کنجیاں سنبھا کے منصوبوں سے طلب کر کے جا بجا اپنے قلعوں
کو متعین کریں اور سنبھا کو قلعہ میں دائم الحبس کریں۔ مگر مقید یہ جانتے تھے
کہ آخر کار ان کا سر دار پر چڑھے گا۔ اگر خواری و ذلت کے ساتھ محبوس و مایوس و محروم
لذت زندگانی سے رہے تو ہر روز ان کے واسطے ایک مرگ تازہ ہوگا۔ دونو راجہ اور
پادشاہ کو ناشائستہ باتیں کہتے۔ خدا کو منظور یہ تھا کہ رشتۂ فساد کندہ نہ ہو۔ اور
پادشاہ کی باقی عمر عزیز اس مہم اور قلعہ گیری میں ختم ہو۔ اسلئے پادشاہ نے یہ چاہا کہ
نخل حیات کو قطع کیجئے۔ قلعے اندک کوشش سے فتح ہو جائینگے اس لئے وہ امان دینے پر
قلعوں کے لینے پر راضی نہیں ہوا۔ حکم دیا کہ دونو سنبھا اور کلس (کلوشا) کی زبانیں
نکالیں کہ وہ منہ سے ناسزا باتیں نہ کہہ سکیں۔ پھر ان کی آنکھیں نکالیں اور دس گیدڑ

قیدیوں کو عقوبت سے مارا۔ سنبھا اونٹ کلس کے کلوں کے پوست کو گھاس سے بھرا اور انکی تشہیر ہل نفیر کے ساتھ کس کی تمام شہر بلاد میں کرائی۔ سنبھا کے مارے جانے کی تاریخ کا درجہ جنمی رفت ہوئی۔ مآثر عالمگیری میں لکھا ہے کہ سنبھاجی کے گرفتار ہونے کی بشارت بادشاہ کو سید بدیع اللہ سجادہ نشین گلبرگہ نے پہلے سے دی تھی۔ گو وہ بظاہر ممنوعات سے معلوم ہوتی تھی۔

سنبھاجی کی بدچلنی

جب سیواجی نے قلعہ راہیری بنایا۔ وہاں آواخر تابستان میں پانی بہت کمیاب ہوجاتا تھا تو سیواجی نے اپنے مکان کے نشیمن پاس سنگ خارا میں کھدوا کے ایک باولی بنوائی تھی اور وہاں بیٹھنے کے لئے اپنا ایک تکیہ گا بنایا تھا وہاں وہ بیٹھتا۔ اور ساہوکاروں اور غریبوں کی عورتیں جب پانی بھرنے آتیں تو ان کی عورتوں کو فصل کا میوہ تقسیم کرتا اور عورتوں سے اس طرح باتیں کرتا کہ جیسے کوئی ماں بہنوں سے کرتا اس کے خلاف سنبھاجی نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب عورت پانی سے مٹکا بھر کے سر پر رکھتی۔ اور ایک ہاتھ سے مٹکا تھامتی اور دوسرے ہاتھ کو کمر پر رکھ کے چڑھتی اور اس کے چبوترہ کے پاس آتی تو وہ اسکی چھاتی پر بیٹھتا اور ایک گھڑی دو گھڑی اسے حیران کرتا وہ عورت عاجز ہو کر مٹکے کو سر سے پھینکتی اور خصومت کے ساتھ اس کے ہاتھ سے نجات پاتی۔ باپ کے زمانہ میں جو رعایا آباد ہوئی تھی وہ بیچارہ فرنگیوں کی عملداری میں جا بسے۔

راجہ رام کا راہیری سے بھاگنا

سنبھاجی کا چھوٹا بھائی راجہ رام مقید تھا جب سنبھاجی مارا گیا تو مرہٹوں نے راجہ رام کو اپنا سردار بنایا۔ پہلے اس سے کہ ذوالفقار نے راہیری کا محاصرہ کرکے محصوروں کو تنگ کیا ہو وہ جوگیوں کے لباس میں کہ کوئی پہچانے نہیں قلعہ سے بھاگ گیا۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر مخبروں نے دی تو عبداللہ خاں بارہ کو حکم ہوا کہ وہ اس گمراہ کو گرفتار کرے اس کو جاسوسوں نے یہ خبر تحقیق پہنچائی کہ مدتوں تک تو راجہ رام گمنامی میں رہا۔ اب اس نے تین سو سردار جمع کئے ہیں اور رانی بدہنور کے زمینداری کے علاقہ میں آیا ہے تاں مذکور نے قلاع کے انتزاع کو اور وقت پر موقوف رکھ کر اپنے بڑے بیٹے حسن علی کو

اس طرف روانہ کیا۔ اور خود تین رات دن ایلغار کرکے زمینداری کی حدیں متصل سجان گڑھ وجرائے گیا۔ جو دریا تم بھدرہ کے کنارہ پر اس کے علاقہ میں واقع ہے یہاں اُسنے جنگ اور سرداروں ہندو راؤ و ایلکوجی برادر سنبھاجی و بھرجی و نانغیا گھورپڑہ کو قریب آدمیوں کے گرفتار کیا اور راجہ رام ہتیا۔ کیا بلکہ چیرہ و جامہ و جوتیاں چھوڑ کر بھاگو ایسا بھاگا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی۔ اگرچہ اس بہادر نے یہ کارنمایاں کیا مگر اس پر یہ شبہ اُس نے راجہ رام کی گرفتاری میں اغماض کیا اور رانی کی نسبت یہ مظنہ تھا کہ اُس کو چھپا کر چھوڑ دیا۔ قیدی ارک بیجاپور میں مقید ہوئے اور جان نثار خاں نے رانی کو تنگ کرکے اُس سے پیشکش جرمانہ میں لی۔ تعجب یہ ہے کہ ہندو راؤ و بھرجی اور چند اور سردار بھاگ گئے اور باقی اسی آدمی قتل کئے گئے۔

سوانح سال سی وسوم ۱۱۳۰ھ

۲۔ شوال ۱۱۳۰ھ کو بادشاہ نے بخشی الملک روح اللہ خاں کو مرہٹوں کے قلعہ رائچور کی تسخیر کیلئے رخصت کیا۔ ۱۵۔ محرم ۱۱۳۱ھ کو اعتقاد خاں نے قلعہ راہیری فتح کرلیا اور سنبھا اور رایہ رام کے تمام ماؤں اور عورتوں اور بیٹوں اور بیٹیوں کو قید کرلیا جس پر شادیانے فتح بلند ہوا۔ عبدالرحیم خاں مامور ہوا کہ وہ قلعہ راہیری میں ضبط اموال کرے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مادر سنبھاجی سیوا اور انکے متعلقوں کے محلات باری میں خیمے بقدر گنجائش لگائے جائیں اور انکو اعزاز و احترام سے ان میں اُتاریں۔ ہر ایک کا ماہانہ مقرر کیا گیا۔ بڑے بیٹے ساہو نہ سالہ کو منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار اور راجگی کا خطاب وخلعت و غیرہ عنایت کیا اور اس کے چھوٹے بھائیوں مدن سنگھ اور اودے سنگھ کو حکم دیا کہ وہ اپنی ماں اور دادی پاس رہیں ان کی ہر ایک سرکار کے واسطے ایک تصدی مقرر کیا۔ اس سے مار کشتن و بچہ مار نگاہداشتن و آتش افروختن و اخگر گذاشتن کا نتیجہ بادشاہ کے مرنے کے بعد ظاہر ہوا جس کا بیان آگے ہوگا۔

قلعہ راہیری کی فتح سنبھاجی کے بیٹے کی مراجعت

فتح رائچور

۲۔ شوال ۱۱۳۰ھ کو بخشی الملک روح اللہ خاں دشمنوں سے قلعہ رائچور کی فتح کیلئے

ایک آدمی بادشاہ پاس مرید ہونے کے لئے آیا

عالمگیر کے دیانت شعار اعلی ملازم

تھا اس نے ۲۶ صفر ۱۱۰۰ھ کو اس قلعہ کو فتح کر لیا فیروز نگر بھی اسکا نام تھا۔

ایک دن دیوان عدالت العالیہ صلابت خاں میر توزک نے اول ہی دفعہ ایک شخص کو بادشاہ کو دکھایا کہ وہ بنگالہ سے اس سے مرید ہونے کے لئے آیا ہے۔ بادشاہ نے جیب خاص سے ایک سو روپئے اور چرن طلا و نقرہ خان مذکور کو دئے کہ اس شخص کو دیدے۔ اور کہدے کہ ہم سے جس فیض کا تصور ہو سکتا ہے وہ یہی ہے۔ جب خان نے اس شخص کو یہ چیزیں دیں تو اس نے ان کو اطراف میں پھینک دیا اور خود دریا میں جا گرا۔ خان نے فریاد کر کے اس دھتے کو نکلوایا۔ بادشاہ نے توجہ باطنی سے سردار خاں سے فرمایا کہ ایک شخص بنگالہ سے آیا ہے اسکے دل میں یہ خیال باطل سمایا ہے کہ ہمارا مرید ہو۔

ٹوپے لنیدی باورہ دیندی کہ ری نج　　چو ہا کمندن باولی تو گل باندی جیج

اس ہندی فقرہ کے الفاظ مشکوک ہیں۔ تذکرہ چغتائیہ میں لکھا ہے کہ ایں ہر دو فقرہ بر زبان گوہر بار آور دند ہر کہ می فہمید بر کمالات صورت و معنی آن خداوند شیفتہ دوالی گردد۔

سعادت خاں عرف محمد مراد حاجب حیدر آباد اگرچہ بادشاہ کے خانہ زادوں و عقیدت نشانوں اور جان نثار فدویوں میں تھا لیکن ایام حجابت میں وہ یہ چاہتا تھا کہ بادشاہ ابوالحسن کی عفو تقصیرات میں اس کے حال پر ترحم کرے۔ بعض مقدمات میں وہ آتش افروزی زیادہ نہیں چاہتا تھا اور بادشاہ کی مرضی کے خلاف اسنے دو تین مقدموں کو طے کیا تھا۔ ایک ان مقدموں میں سے یہ تھا کہ ابوالحسن نے جو سنھا کو روپیہ دیا تھا اسکی اطلاع بادشاہ کو نہیں دی۔ اور ایسے ہی اور دو تین مقدمے تھے جن کے سبب سے گلکنڈہ کی فتح کے بعد اس کا منصب کم کیا گیا اور اسی ہزار روپیہ جو ایام حجابت میں اسکو دیا گیا تھا وہ باز یافت کیا۔ نو عدد خوانچہ جن میں دس لاکھ روپیہ کا جواہر تھا اور جن کو اس نے اپنی حسن تدبیر سے ابوالحسن سے لیا تھا بعض ہمدموں نے سمجھایا کہ اس کے جواہر کو کم قیمت جواہر سے بدل لو مگر اسنے بغیر کسی خیانت کے بادشاہی خزانچیوں کے حوالہ ان خوانچوں کو کیا تو جواہر خانے کے متصدیوں نے

عرض کیا کہ تو عدد خوانچہ جواہر جنکے اوپر موم کی مہر کا نقش نہیں ہے اور نہ ابوالحسن کے متصد
کی سیاہہ مہری ہے وہ ہمارے سپرد کئے گئے ہیں۔ پادشاہ نے فرمایا کہ اس مہم میں ہم کو اسکی
دیانت پر پورا اعتبار ہے۔ وہ واقعی ہمارا خانہ زاد ہے۔ ہماری گودیوں اور کندھوں کا کھیلا
ہوا ہے۔ حجابت میں چند کام ہماری مرضی کے خلاف کئے تھے چشم نمائی ضرور تھی۔ اس کو پھر بحال
کر دیا۔ اور مرشد علی خاں کا خطاب دیا۔ جو اُس کے باپ کا خطاب تھا تو اُس نے عرض کیا کہ میں
اپنے تئیں باپ کے خطاب کے قابل نہیں جانتا خانہ زاد کا خطاب عطا ہو۔ پادشاہ نے مسکرا کر یہی
خطاب اس کو دیدیا۔ دیانت کا حال اس زمانہ میں یہ تھا کہ بہت سے متصدی پیشہ صاحب غرض
نفس پروری کر کے کسی کو متدین نہیں جانتے۔ دیانت امانت داری کو لغو فعل سمجھتے ہیں لیکن عاقل
صلاح شعار عاقبت اندیش پر ظاہر ہے کہ آسمان کے نیچے انسان کیواسطے کوئی محمود خصلت بہتر امانت
دیانت سے نہیں ہے۔ برکت عزت آبرو ترقی پائداری دولت و خلاصی باز خواست دارین
عاقبت بخیری اپنی اور اولاد کی دیانت و کم آزاری خلق اللہ میں ہے۔ بشرطیکہ یہ امانت
داری خدا کی رضا کے لئے ہو۔ جس میں خلق اللہ کو مضرت و ایذا نہ پہنچانے کا قصد ہو
اور آبادکاری ملک پر نظر ہو نہ خوشنودی مخلوق کے لئے خلق اللہ کی گردن مارے
جو جماعت کہ اپنی نفس پروری اور امیر و وزیر کی خوشنودی کے لئے رعایا پر ظلم و تعدی
کرتے ہیں۔ خدا تعالی اسی مخلوق کو ان کی ہلاکت کے واسطے مقرر کرتا ہے اس پادشاہ کے
عہد میں بعض عمدہ ملازم دیانت میں مشہور ہیں۔ عاقل خاں خافی کے بعد امانت خاں ہے
باوجودیکہ وہ روزگار کا کاروبار کرتا ہے مگر فقیر وضع زیست کرتا ہے وہ زیردستوں کی تالیف
قلوب کرتا مستمندوں کے حال پر رعایت کرنے کو پادشاہ کے لئے مال جمع کرنے پر ترجیح دیتا تھا
ایام دیوانی دکن میں اورنگ آباد و خاندیس وغیرہ کی رعایا مالگزار پر اس نے بڑا احسان
کیا کہ بارہ لاکھ روپئے کہ بابت باقی سنوات کے رعایائے سقیم حال سے سرکار طلب کرتی تھی
اور ہر سال منصبداران اہل دیوان کے احدی مقرر ہو کر اُنکے وصول کرنیکے لئے جاتے تھے

کرتے تھے اور اپنی مٹھی گرم کرکے چلے آتے تھے اور طومار مذارد و تقریبیں
کرتے تھے اور ایسے ہی ناوار زمینداروں کے ذمے پیش کش کا روپیہ ہوتا تھا اور اہلکار اس سے تمتع
کرتے تھے۔ یک قلم صاف کردیا ایک دن بادشاہ نے جب امانت خاں کی دیانت امانت کی تعریف کی تو امانت خاں
نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میری برابر خانہ زاد سرانہ ہوگا کہ ہر سال اپنے ولی نعمت کے کئی لاکھ روپیہ
عاملیہ و عمال کو کہ باقی دار ہوتے ہیں معاف کردیتا ہوں میں بادشاہ سے امید عفو رکھتا ہوں۔ بادشاہ
نے فرمایا کہ ہمنے معاف کیا اور ہم جانتے ہیں کہ تو دنیا و آخرت کا خزانہ ہمارے لئے جمع کرتا ہے۔ امانت خاں
نے صدہا دستاویزوں پر ہنود کو معافی جزیہ کے پروانے لکھ دیتا تھا اور بادشاہ اجرائے جزیہ میں نہایت
تاکید کرتا تھا۔ رشید خاں دیوان خالصہ نے یہ پروانے بادشاہ کو دکھائے اور عرض کیا کہ نصف سے
زیادہ ہنود کو امانت خاں نے جزیہ کی عدم مزاحمت کی سند حضور کی مرضی کے خلاف دیدی ہے تو بادشاہ نے
امانت خاں سے فرمایا کہ مقدمات ملکی اور مالی میں معافی کے تم مختار ہو مگر جزیہ ہزار دشواری سے کفار پر
جاری کیا ہے اسکے معاف کرنے سے بدعت اور بندوبست جزیہ کی برہم خوردگی پیدا ہوگی امانت خاں
نے جزیہ معاف کرنے سے دست کشی کی اور ساری عمر سوا غریبانہ زہد اور موٹے کپڑے کے
پیجامے کے نہ پہنا۔ لونڈی کبھی نہیں رکھی۔ چار نسل تک بلافصل اسکے خاندان میں دیوانی دکن رہی
مرتضیٰ علی کی دیانت اس مرتبہ پر تھی کہ بادشاہ اسکو پیار سے اضافے اور خطاب عنایت کرتا تھا مگر
وہ انکار کرتا تھا۔ بادشاہ سے عرض کرنے میں وہ گستاخ تھا ایک امرد کو منصب کے لئے کھڑا کیا
بادشاہ نے کہا کہ وہ کم عمر ہے تو اس نے عرض کیا کہ جاگیر پانے تک وہ بندہ لائے بادشاہی میں
ریش سفید ہو جائیگا۔ بادشاہ نے ایک دفعہ اس کو میوہ بھیجا دوسرے روز جو وہ آیا تو اس میوہ کی
رسمی تسلیمات بجالانی بھول گیا۔ بادشاہ نے اس میوہ کا مزہ اس سے پوچھا تو وہ پائین میں
گیا۔ چار تسلیم مقرری اور اور چار تسلیم بجالایا اور عرض کیا کہ یہ تسلیمات سجدۂ سہو ہے
ایک مقدمہ شرعی میں کہہ دیا کہ تو رانی کی شہادت اعتبار کے قابل نہیں ہے تو بادشاہ
نے فرمایا کہ تو نے پاس ادب نہیں کیا کہ ہم بھی تو رانی ہیں۔

شیخ الاسلام پسر قاضی عبدالوہاب قاضی القضات تھا۔ جھوٹی شہادتوں کا بازار رواج تھا۔ وہ گواہوں کے گذرنے کے بعد بہت کترا اثبات حق کرتا تا مقدور اس میں کوشش کرتا کہ مدعی اور مدعا علیہ آپس میں صلح کریں۔

اعتماد خاں عرف ملا طاہر دیوان احمد آباد تھا۔ اس کا حقیقی بھائی آقا محمد زماں جو تجارت کرتا تھا اعتماد خاں کے گھر میں اترا اس نے بھائی سے مال کی بابت دو سو روپے طلب کئے اور چاہا کہ خود ادا کرے مگر بھائی نے یہ روپیہ دیدیا اور ناراض ہو کر بھائی کے گھر سے احمد آباد چلا گیا۔ اور کبھی بھائی کی صورت نہ دیکھی اور بہت سے ملازم دیانت دار تھے اگر سب کا حال لکھا جائے تو پھر تاریخ لکھنے کے لئے جگہ باقی نہ رہے۔

آغر خاں کابل سے بادشاہ پاس آتا تھا۔ اکبر آباد کے نزدیک جاٹوں نے ایک قافلہ کو لوٹا۔ اور اسکو اور اسکی عورتوں کو اسیر کر کے لیگئے۔ آغر خاں کو جب اسکی خبر ہوئی تو انکی گڈھی کے نزدیک پہنچا اور آدمیوں کو پٹایا اور گڈھی کی تسخیر میں مصروف ہوا کہ بندوق کی گولی سے وہ اور اسکا داماد دونو کشتہ ہوئے۔ خانجہاں بہادر کوکلتاش گڈھی سنسنی کے مسمار کرنے کے لئے مقرر ہوا تھا مگر اسکی سعی ناکام رہی۔ بادشاہ نے شاہزادہ محمد بیدار بخت کو اس گڈھی پر بھیجا جسنے حسب مدعا کام کیا۔

گڈھی سنسنی

سوانح سال سی وچہارم سنہ ۱۱۰۱

۱۹۔ صفر سنہ ۱۱۰۲ کو جدۃ الملک اسد خاں دریا رکشنا کے پار بھیجا گیا۔

سوانح سال سی وپنجم سنہ ۱۱۰۲

۹۔ رمضان سنہ ۱۱۰۲ کو پادشاہزادہ محمد کام بخش کو ولایت بیجی کے مفاسد کی اصلاح اور غنیم کے استیصال کے لئے بھیجا۔ بخشی الملک بہرہ مند خاں اور بڑے بڑے امیر شاہزادہ کے ساتھ بھیجے گئے۔

شاہزادہ محمد معظم کی روانگی

جب پادشاہزادہ محمد معظم مقید ہوا تو عتاب شاہی ایسا تھا کہ اسکو حکم تھا کہ وہ حجامت و اصلاح نہ بنوائے۔ ناظر خدمت خاں کی سفارش سے اس کو ایک مدت کے بعد

[illegible] بنوانے کی اجازت ہوئی تو پادشاہ کا غضب بتدریج کم ہوتا گیا۔

سردار خاں محافظ کو پادشاہ ادعیۂ ماثورہ دیتا اور کہتا کہ ان کو اُس یوسف زندانی پاس پہنچا دی [illegible] سے کہ وہ انکے ورد سے شغل رکھے کہ ہمارا دل اسکی اخلاص پر متوجہ ہوا ہیں ایک بڑا نادر لطیفہ ہے [illegible] مذکور نے کہا کہ حضور کے اختیار میں چھوڑتا ہے پھر کیوں دعائیں پڑھواتے ہیں۔ اسکا جواب [illegible] نے یہ دیا کہ ہاں۔ لیکن حضرت مالک الملک نے اپنی حکمت سے ہمکو ریخ سکون کا فرمان فرما [illegible] ہے جس جگہ مظلوم پر کوئی ظالم ظلم کرتا ہے تو وہ امیدوار ہوتا ہے کہ اس ظلم کی فریاد ہم سے کرکے [illegible] داد پالے۔ بعض عوارض دنیاوی کے سبب سے اس شاہزادہ پر ہم سے ظلم ہوا ہے اور ابھی [illegible] نہیں آیا کہ اُس کو خلاص کریں اس کا مفر بجز درگاہ ما و را نہیں ہے اس لئے اس کو [illegible] دار رکھنا چاہئے کہ وہ ہم سے قطع امید نہ کرے اور خدا کے آگے نالش نہ کرے اور [illegible] وہ نالش کرے تو ہمارے بچنے کی کونسی جگہ ہے؟

خافی خاں لکھتا ہے کہ پادشاہ نے خواجہ سرائے محرم کے ہاتھ ایک قلمدان مع ساز اور [illegible] تراش بھیجا۔ صاحب عزت محبوسوں کے پاس کاغذ اور حربہ خورد و کلاں بھیجنا منع ہے [illegible] سرائے پادشاہ نے کہدیا ہے کہ اگر شاہزادہ اس قلم تراش کے رکھنے میں تامل کرے [illegible] سے کہ دینا کہ وہ عمداً بھیجا گیا ہے۔ اور اگر اس کو وہ بلا مضائقہ رکھ لے تو اس کا [illegible] ہم سے کہدینا۔ پادشاہزادہ نے قلمدان میں جب قلم تراش دیکھا تو کہا کہ یہ غلطی [illegible] آیا ہے۔ خواجہ سرا نے کہا کہ عمداً بھیجا گیا ہے تو اس نے تسلیمات بجا لاکر اس کو [illegible] لیا۔ پادشاہ سے یہ حال عرض کیا گیا تو اس نے کہا کہ ہم اپنے فرزندوں کی غیرت [illegible] ہیں۔ چند روز گذرے تھے کہ پادشاہ نے ایک حدیث اپنے ہاتھ سے لکھ کر [illegible] جس کا مضمون یہ تھا کہ حافظ کلام اللہ کو ہرچند وہ سزاوار حبس ہو محبوس ابدی نہیں [illegible] سکتے۔ شاہزادہ کو ہزار سے زیادہ حدیثیں حفظ تھیں اس نے جواب میں لکھا کہ اگرچہ [illegible] حدیث میں حافظ قرآن کا حبس ابدی کرنا نہیں آیا۔ مگر باپ بیٹے کو باوجود

احترام حفظ کلام اللہ حبس ابدی کر سکتا ہے۔ بادشاہ اس جواب سے بڑا خوش ہوا
حبس میں تخفیف ہوئی اور پھر رہائی۔

ابوالخیر خاں و قلعہ راجگڈہ

ان دنوں بادشاہ پاس خبر آئی کہ قلعہ راجگڈہ جو بنھا و سیوا کا حاکم نشین تھا اور
بادشاہ کے ہاتھ بہت محنت سے ہاتھ آیا تھا۔ ابوالخیر وہاں بادشاہ کی طرف سے
قلعہ دار تھا۔ بنھا کے مقید ہونے کی خبر سے پہلے مرہٹوں نے اپنے غلبہ اور تسلط کے
اظہار کے لئے ابوالخیر خاں سے کہا کہ قلعہ خالی کر دو۔ اس قلعہ دار نے جان و مال و عیال
کی امان کا قول لیا اور رات کو دو تین زنانہ سواریوں کو دو تین ڈولیوں میں بٹھایا
اور باقی مستورات کو پیادہ پا ساتھ لیا اور اسباب کے چند پٹارے و صندوق و
زر نقد و زیور وغیرہ ہمراہ لیکر قلعہ سے نکلا۔ مرہٹوں نے باوجود قول امان سارا
اس کا اسباب لوٹ لیا اور بڑی بے عزتی سے ابوالخیر خاں اور اس کے ناموس کو چھوڑ
وہ فیروز جنگ کے لشکر میں چلا آیا۔ بادشاہ نے اس کو منصب و جاگیر سے معزول کیا اور بند
سورت میں حج کیلئے بھجوایا۔ مگر ایک پیر کی سفارش سے وہ پھر اپنے منصب پر بحال ہو گیا۔

احکام شاہی

ان دنوں میں سال حال کے آخر تک کل بلاد میں جا بجا نرخی مقرر تھے۔ علما و
فضلا نے بادشاہ کے خاطر نشان کیا کہ تعین نرخ خلاف شرع ہے۔ ہر فروشندہ
کو اپنے مال کا اختیار ہے کہ جس نرخ و قیمت پر چاہے بیچے اس لئے بادشاہ نے
حکم دیا کہ کل بلاد میں سے نرخی موقوف کئے جائیں اور کسی کو نرخ کی خدمت نہ دی جائے
ایک اور حکم یہ ہوا کہ بند ہائے بادشاہی کے منصب کی یادداشت مرتب ہونے
بعد منصب داروں کے پاس رہتی ہے وہ بخشیوں کے دفتر میں رہے اور سرشتہ چہرہ
دفتر کا جو جدا ہے وہ اس یادداشت میں لکھا جائے۔ محاسبہ جاگیرداروں کی طرف
رجوع کرے اکثر طلب سرکار منصب داروں پر نکلتی اور اس سبب سے رجوع محاسبہ
کے لئے سزاول تعین ہوتے اور منصب دار روپیہ خرچ کر کے رجوع محاسبہ کی راہ سے

کا دفعیہ کرنے پائے۔ باقی کی قلت اور منصب داروں کی کثرت سی خصوص بے شمار مرہٹوں اور دکنیوں
کے عہدہ منصبوں پر مقرر ہونے سے خانہ زادوں کو اکثر چار پانچ سال جاگیر میسر نہیں ہوتی تھی جب
موسوی خاں دیوان تن ہوا تو یہ مقرر ہوا کہ نو ملازم منصب داروں سے مچلکا لیا جائے۔ کہ
یادداشت کی تیاری کے بعد جاگیر پانے تک وہ ایام مابین کی طلب کا دعوی نہ کریں۔ جب
جاگیر ملجائے اور اس میں کوئی تغیر ہو تو اس تاریخ تک کہ پھر جاگیر تنخواہ ملے ایام مابین محاسبہ میں
منسوب ہوں۔ پہلے جو شخص ملازم ہوتا تھا وہ تعینات کیا جاتا تھا۔ اب موسوی خاں نے یہ مقرر کیا
کہ تک وہ جاگیر نہ پائے کہیں تعینات نہ کیا جائے۔ مگر وہ اپنے اختیار سے کہیں تعینات ہو جائے۔

سوانح سال سی و ششم ۱۱۰۳ھ

اس سال کے اواسط یا اوائل میں پادشاہ گورگانوں و شکارپور سے کوچ کر کے ظفر آباد بیدر
میں آیا۔ کچھ دنوں ٹھیر کر گلکہ میں کہ توابع بیجاپور سے ہے۔ اور ایک روزہ اس سے مسافت
رکھتا تھا کوچ اور چھاؤنی کا حکم دیا۔

فضل خاں جو دارالانشا کی خدمت پر مامور تھا۔ پادشاہ سے عرض کیا کہ بعض بلاد معموری و قلعہ جیسے کہ مالوہ
و بنگالہ و پرنالہ میں۔ انکے آخر میں بموجب رسم خط و زبان ہندی کے بجائے ھ کے الف لکھنا مناسب
معلوم ہوتا ہے۔ پادشاہ نے اسکو پسند کیا اور حکم دیا کہ بجائے ھ کے الف لکھا جایا کرے۔ پادشاہ کو معلوم ہوا کہ سنبھا
کے بھائی راجہ رام کو بعض قصبوں کے سرداروں نے بھائی اور باپ کی جگہ راجہ بنایا ہے اور اسکے لئے بہت لشکر فراہم کیا ہے
اس کو قلعہ سے نکالا ہے اور اس نے فوج کی استمالت کر کے عمدہ فوجیں بھائی اور باپ کی طرح جا بجا
اپنے نوکروں کے ساتھ تاخت و تاراج کے لئے بھیجی ہیں۔

شاہجہاں کے عہد سلطنت میں نصاریٰ کا حال بیان ہو چکا ہے کہ سمندر کے کنارہ پر بنادر ہند
میں رہتے تھے۔ پادشاہ پرتگال کے منصوبوں نے اکثر پاس کے بنادر و بلاد کنار دریائے اشور پر پہاڑوں
کے قلعہ بنا کر ان کی پناہ میں قلعے بنائے ہیں اور دوبارہ آباد کئے ہیں۔ اکثر امور میں اپنی آبادی ہوئی
رعایا کے ساتھ کمال رعیت پروری کرتے ہیں۔ کوئی تکالیف شاقہ نہیں پہنچاتے اور

مسلمانوں کے واسطے ایک جدا پورہ آباد کیا ہی۔ اور ایک مسلمان کو اس میں قاضی مقرر کیا ہے
معاملات جزئی اور نکاح کی تنقیح اس کے حوالہ کئے ہیں لیکن وہاں رواج بانگ و صلوٰۃ کی اصلا نہیں۔
کوئی نامراد مسافر انکے تعلقہ میں وارد ہوتا ہی۔ اگرچہ انکو خبر نہیں پہنچاتے لیکن وہ نماز بلا تشویش نہیں
سکتا دریا میں برخلاف انگریزوں کے جہازوں پر دست تعدی نہیں دراز کرتے مگر اس جہاز پر جسکا قول
موافق اور دستور مقرری کے حاصل نہ ہوا ہو۔ یا عرب و مسقط کا جہاز ہو کہ ان دونو فرقوں سے انکو قدیم عداوت
ہی اور قابو پاکر ایک دوسرے کے جہاز پر تاخت کرتے ہیں۔ یا بندر و دردست کا کوئی جہاز معیوب ہو
ہو کر ان کے ہاتھ میں آیا ہو تو اسکو وہ اپنا شکار سمجھتے ہیں۔ پر ان امراو کا ظلم یہ ہی کہ انکے تعلقہ کی
میں کوئی مرجائے۔ اور اسکا کوئی فرزند نابالغ ہو اور پسر کلاں نہ ہو اسکے اطفال کو اپنے بادشاہ کے
سرکار کا بیت المال جان کر اپنے کلیسا کے معبد خانہ میں لیجاتے ہیں پادری ان کا اسکو احکام مذہب
عیسائی سکھاتا ہی خواہ وہ سید مسلمان کا یا برہمن کا لڑکا ہو اسکو اپنے مذہب میں لاتے ہیں اور غلام
کی اس سے خدمت لیتے ہیں۔ کوکن عادل شاہی میں دریا کے متصل ان کا قلعہ معمورہ گوہ مشہور ہے
وہ پرتگیزوں کا حاکم نشین ہے اور پرتگال کی طرف سے مستقل کپتان وہاں رہتا ہے۔ اور
بنادر اور دہات سیر حاصل آباد کئے ہیں سوا ان کے چودہ پندرہ کوس سورت سے مائل جنوبی
طرف سرحد بمبئی تک تعلقہ انگریز و سرحد حبشیوں کی ہے جس کو کوکن نظام شاہی لکھتے ہیں
پرگنات بگلانہ کے عقب کے پہاڑوں کی پناہ میں اور گلشن آباد کے جال و شوارگذار
کے جوار میں۔ آٹھ سات قلعے چھوٹے بڑے بنائے ہیں۔ ان میں سے دو قلعوں کا نام دمن
بسی ہے جن کو سلطان بہادر گجرات کے قول اور اذن کے بہانہ سے بنایا ہے اور ان کو
کمال مستحکم کیا ہے اور اس میں دہات آباد کئے ہیں اگرچہ یہ ملک جو انکے تصرف میں ہی چالیس
پچاس کوس طول میں ہے مگر عرض میں ڈیڑھ کروہ سے زیادہ نہیں وہ پہاڑ کی ترائی میں
جنس اعلیٰ مثل نے شکر و اناس و بیج کی کاشت کرتے ہیں اور انکی زمین میں اشجار نارجیل
فوفل بہت ہیں اور بہت محصول کا روپیہ حاصل کرتے ہیں اور ایک سکہ فرنگ قیمتی

کا ان میں مروج ہی۔ اور سوا اس سکہ کے جسکو اشرفی کہتے ہیں ایکا اور تانبے کا سکہ ہی جس کو
کہتے ہیں۔ ایک فلوس کے چار بزرگ ہوتے ہیں۔ اضلاع دکن میں پادشاہ کا حکم انکے ملک میں چلا
اور لڑکی کی شادی کرنے کے وقت دہات کو اسکے جہیز میں دیدیتے ہیں۔ گھر کے اندر باہر کا کل اختیار
کے ہاتھ میں ہوتا ہی۔ بیویاں شوہر پر تسلط رکھتی ہیں۔ انکے مذہب میں ایک بیوی کے سوا دوسری
کرنی جائز نہیں۔ پرتگیزوں کا سب سے بڑا کپتان گووہ میں رہتا ہی اور سب کپتان اسکے محکوم ہوتے
جب پادشاہ کو پرتگیزوں کی زشتی اعمال پر اطلاع ہوئی تو ابتدا میں معتبر خاں نوجدار گلشن آباد کے
حکم صادر ہوا کہ دما در فوجداروں وحبشیوں کی مدد لیکر اس ضلع کے بحال سے اس طائفہ کی
استیصال اور اخراج میں کوشش کرے۔ معتبر خاں اوروں کی کمک ومدد کا محتاج نہ ہوا چھیت
رکھتا تھا۔ قلعہ گیری کا سامان جمع کرکے پرتگیزوں کے دہات پر تاخت وتاراج
شروع کی اور ایک دو چھوٹے قلعوں پر کہ مصالح جنگ نہیں رکھتے تھے۔ تاخت ویورش کی
میدان میں یہ جماعت عاجز ہے اور بندوق اور شمشیر کو جو پنجہ کی صورت رکھتی
ہے اور ہتھیار نہیں رکھتے۔ اور ان پاس گھوڑے نہیں ہوتے ہیں۔ وہ پہلے حملہ میں بھاگ
گئے اور بہت سے پرتگیز قلعہ دمن اور بسی میں چلے گئے۔ اور ایک جماعت فرنگیوں کی
زن وفرزند اسیر ہوئے۔ دو قلعے چھوڑ کر وہ بھاگے وہ معتبر خاں کے قبضہ میں آئے۔ اور اس
میں ایک تہلکہ پڑ گیا اور قلعہ دمن اور بسی میں آنکر ان کے برج وبارہ کو مستحکم کرنے لگے
عادل شاہی کے تعلقہ کے کپتان گووہ کو اس کی اطلاع ہوئی وہ بجائے صوبہ دار
اور نائب مستقل پرتگال کا ہے۔ یہ جماعت اپنے تئیں دریا کا صاحب اختیار
ہے اور روے دریا پر جنگ جہاز میں جیسا وہ تردد کرتے ہیں ایسا کسی اور
سے نہیں ہوسکتا اس نے عرضداشت کمال تضرع اور عجز کے ساتھ پادشاہ کی
آستان حضور کی خدمت میں بھیجے جس میں مندرج تھا کہ ہم تمہاری طرف سے
بے تنخواہ کے نوکر ہیں جو روے دریا کے مفسدوں کے شر کو دور کرتے رہتے ہیں

زمانہ دایان سلف سے نے ہمارے بزرگوں کو زمین کا ایک پارچہ ناکارہ کنارہ دریا پر دیا تھا اسکو آپ کر کے آپ کی خدمت بجالاتے ہیں اگر ہمارا رہنا حضور کی مرضی کے خلاف ہو تو ہم خانہ بدوش ہیں ہمارا اصلی گھر اور مکان روئے دریا ہے۔ جہازوں میں سوار ہو کر محافظت دریا میں مشغول ہونگے۔ ہمارے بادشاہ کا حکم ہے کہ ہندوستان کے بادشاہ سے مقابلہ و پرخاش نہ کرنا۔ انہوں نے بادشاہ کے حواشی و صاحب اداروں کے لئے تحفے وہدیے بھی بھیجے تھے۔ مقربان شاہی نے بادشاہ کی خاطر نشان کیا کہ جب تک خشکی کے بندوبست سے اور مرہٹوں کے قلع سے بالکل خاطر جمع نہ ہو پرتگیزوں سے بگاڑ کر زنبور خانہ دریا کو شورش میں نہیں لانا چاہئے۔ اس لئے بادشاہ نے پرتگیزوں کی تقصیر معاف کردی اور اسیران فرنگ کے چھوڑنے کا حکم معتبر خاں بھیجدیا۔

بیجاپور کی سرکشی

مرزبانان جنجی وجنجاور توابع بیجاپور مشہور سرکش تھے۔ اور خزانہ اُن کا معمور تھا وہ سب مقتول کے منصوبوں میں سے تھے اور قدیم سے رام راجائے بیجانگر کے ملک میں کہ وہ کہی جاتے تھے اور ہمیشہ بیجاپور کے زمانروایوں سے مخالفت کرتے تھے۔ دو تین مضبوط قلعے باہم پیوستہ اُن پاس تھے وہ زیادہ شوخی کرتے تھے۔ شاہزادہ کام بخش ان کی تنبیہ کے لئے مقرر ہوا۔ جملۃ الملک اسد اللہ خاں اتالیق اور اعتقاد خاں جسکو خطاب فوالفقار خاں نصرت جنگ کا ملا تھا۔ ہراول مقرر ہوا اور عبدالرزاق خاں لاری کوکن عادل شاہی کا فوجدار مقرر ہوا۔

خربوزہ پر محصول

ابتدا سے کہ تیموریہ کے تصرف میں ملک دکن آیا۔ خربوزہ گرما کا محصول معاف تھا دریا کے کناروں ریتی میں غریب غربا خربوزہ بوتے ہیں ان کے محصول سے عمال بادشاہی اور جاگیرداروں کے تصرف میں کوئی دام ودرم نہیں آتا تھا اور سررشتہ زمینداری اور تنخواہ اہل دیوان میں وہ داخل نہ تھا اندنوں میں کہ محرم خاں عرف خواجہ یاقوت کل باغات شاہی کا داروغہ مقرر ہوا اور اس کو معلوم ہوا کہ دریا کے کناروں پر خربوزوں کا کچھ بندوبست نہیں ہے اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ خربوزوں کا محصول نہیں لیا جاتا اس سبب سے بہت روپیہ رائگاں جاتا ہے۔ بادشاہ نے

ابوالحسن کی چار لڑکیاں

دیوان کو حکم دیدیا کہ اس کا بندوبست کیا جائے۔ خربوزہ کا محصول از روئے
ترتیب مقرر ہوا۔ پہلے پادشاہی باغوں کے دروازے کھلے رہتے تھے خلقت اُس سے
منتفع ہوتی تھی۔ مگر محرم خاں نے حکم دیا کہ سب باغات کے دروازے مقفل رہیں اور خاص
وقتوں میں وہ کھولے جائیں۔

ابوالحسن کی چار لڑکیاں ناکدخدا تھیں۔ بڑی لڑکی نے شادی سے انکار کیا۔ اور یہ
درخواست کی کہ میں پادشاہ کے ہاتھوں پر وضو میں پانی ڈالنے پر مقرر ہوجاؤں مجھے اس پر
فخر ہے۔ ورنہ باقی لذات دنیا سے مجھے اجتناب ہے۔ پادشاہ نے اس کا یہ مدعا مقرر کردیا اور اسکو
اپنے پاس رہنے دیا ایک بیٹی کی شادی سکندر بیجاپور سے کرکے اس کو وہیں اسکا ہمدم بنایا
تیسری لڑکی کا عنایت خاں پسر اسد خاں سے عقد باندھا۔ اور چوتھی لڑکی کو نقشبندیہ
خاندان میں بیاہ دیا جسکو ابوالحسن نے پسند نہیں کیا۔

روح اللہ خاں میر بخشی کہ امرائے مورونثی میں تھا اور پادشاہ کے مزاج سے آشنا
تھا اور خلق کی برآمد کاریں کوشش کرتا تھا وہ مرگیا تاریخ وفات اُس کی
(روح در تن ملک نہ ماند) ہوئی پادشاہ اس کی عیادت کو گیا اور اسکی مغفرت کیلئے
دعا پڑھی۔ اسنے یہ شعر پڑھا ؎

روح اللہ خاں کی وفات

چہ بازرفتہ باشد زجہاں نیازمندے کہ بوقت جاں سپردن برسش رسیدہ باشے

تھانہ حاکم بندر سورت کسی قصور کے سبب سے سورت سے بدلا گیا۔

سید سعد اللہ کی سفارش

صدر پناہ سید سعد اللہ نے جو بڑا عالم متبحر تھا اور اس کی تحریر پادشاہ پر پورا اثر
رکھتی تھی اور پادشاہ اپنے دستخط خاص سے اس کو خطوط لکھا کرتا تھا۔ وہ ارباب حاجت
کی سفارش میں زیادہ جرأت کرتا تھا۔ اس نے محمد باقر اور ایک اور حکیم کی سفارش
کی۔ پادشاہ نے دونوں کے قصور معاف کردئے مگر سید صاحب کو لکھا کہ بجواد یا کہ
آپ تحریر اور فاضل ہیں علماء و فقراء کے باب میں لکھا کیجے لیکن ایسے آدمیوں کے بارہ میں

جو ظلم کا پیشہ اختیار کرتے ہیں کچھ نہ لکھا کیجئے اس لئے کہ نص کلام اللہ ہے کہ ظالم کی اعانت کرنی ظلم میں شریک ہونا ہے۔

مہم دکن کو بڑا امتداد ہوا۔ تیموریہ خزانہ اندوختہ خالی ہوا پائے باقی کی قلت اور ارباب طلب کی کثرت حد سے گذری۔ روح اللہ خاں کو نئے ملازموں کی مشق پیش کرنے کا شوق تھا بادشاہ نے ایک دفعہ بید ماغی سے اس سے کہا کہ ہمنے بار بار کہا ہے کہ نوکر ہمکو درکار نہیں۔ تو کس واسطے آدمیوں کو جواب نہیں دیتا۔ روح اللہ خاں نے جواب عرض کیا کہ ہندوستان کی دولت سلطنت خداداد ہفت اقلیم کی سلاطین کا ملجا ہے۔ ہم خانہ زادوں کی زبان سے ارباب حاجت کے لئے کلمہ یاس نکالنا پاس ادب سے دور ہے۔ عرض کرنا ہمپر واجب ہے۔ قبول کرنے کا اختیار ولی نعمت کو ہے۔ ان ہی دنوں میں مخلص خاں بخشی ہوا وہ چاہتا کہ میں روح اللہ خاں سے بھی زیادہ خلق پر در فیض کھولوں۔ وہ نئے ملازم رکھنے پر زیادہ جرأت کرتا تھا۔ بادشاہ ان بخشیوں پر بہت خفا ہوا کہ ہم نے بار بار حکم دیا کہ ہم کو نوکر درکار نہیں پھر تم کیوں نوکر رکھتے ہو اور اس کی قباحت کو نہیں سمجھتے۔ دونوں بخشی خفا ہو کر گھر جا بیٹھے اور پیشکاروں سے کہدیا کہ آدمیوں کو جواب دیدو۔ نئے ملازموں کی سند واسناد جاری نہ کرو۔ پس ارباب حاجب کے لئے دروازہ بند ہوا۔ ایک جماعت برسوں سے پادوری کر رہی تھی مایوس ہو کر فکر فاسد کرنے لگی۔ خیمہ خیمہ پر پڑی پھرتی تھی ہرکاروں کی زبانی معلوم ہوا کہ راجا رام نے جا بجا ملک کی تاخت کے لئے اور قلعوں کی تسخیر کے واسطے جو پادشاہ کے قبضہ میں آئے ہیں فوجیں بھیجی ہیں چنانچہ تونسی بیجاپور میں بہت بڑا مضبوط قلعہ پرنالہ تھوڑے تردد سے راجہ رام کے منصوبوں کے تصرف میں آگیا ہے۔ قلعہ دار پادشاہی نے اس وقت کہ کار ہاتھ سے جا چکا تھا خبر پاکر لاحاصل دست بازی کی اور زخمی ہو کر اسیر ہوا۔ پادشاہ یہ خبر سنکر بہت متفکر ہوا اور اس نے کہا کہ پرنالہ نہ رفت بیجاپور رفت۔ بہرہ مند خاں کو بھیجنا چاہا تھا

نئے نوکروں کا رکھنا

قلعہ پرنالہ کا ہاتھ سے جانا

شاہزادہ معزالدین پرنالہ کا محاصرہ کر رہا ہے اس نے مصلحت یہ جانا کہ پادشاہ خود
پوری جاکر انتظام کرے۔

سوانح سال سی وہفت ۱۱۰۴ھ

پادشاہ کے حکم کے موافق فیروز جنگ نے بہادر گڈھ میں چھاؤنی ڈالی تھی اسکے نام حکم
جریدہ جاکر مخالفوں کی تنبیہ کرے۔ اور اس ضلع کے قلعوں کو تسخیر کرے۔ سنبھا کے مقتول
کے بعد راجہ رام کی طرف سے ملک قدیم وجدید کی تاخت وتاراج کے لئے مرہٹوں کے
سردار بھیل گئے تھے۔ اور افواج پادشاہی کے اطراف میں شوخی ودست اندازی حد سے زیادہ
کی جسکی تفصیل میں قلم رنجہ کرنا سررشتہ سخن سے دور پڑتا ہے۔ ان سب سرداروں میں دو سردار سنتا
پیر اور دھنا جادو بڑے بیڈھب تھے۔ پندرہ بیس ہزار سوار جنگی ان کے پاس موجود
اور مرہٹے صاحب فوج ان کی اطاعت ورفاقت کے لئے موجود تھے۔ پادشاہی
کے سرداروں کو ان سے زخم عظیم پہنچا سنتاجی نے مشہور معروں کی تاراج میں اور
سرفوج شاہی کے مقابلہ میں ایسی شہرت پائی تھی کہ جس سے کسی کا اس سے
مقابلہ ہوتا اس کو سوا اس کے چارہ نہ تھا کہ کشتہ ہو یا زخمی ہوکر اسیر ہو۔ یا
پاکر فوج وبہیر کو غارت کرا کے جان بچانے کو دوبارہ زندگی جانے جس طرف
کے لئے جاتا۔ لشکر شاہی لڑنے لگتا۔ اور کوئی ذی وقار امیر پادشاہی اسکے
میں کمر نہ باندھتا۔ چنانچہ اسماعیل خاں یکہ تاز جودکن کے مشہور سرداروں
تھا اس کے مقابلہ میں اول ہی حملہ میں اپنی جگہ سے ہل گیا اور تمام فوج اسکی غارت
اور زخمی ہوکر اسیر ہوا۔ بہت روپیہ دیکر چھوٹا۔ اسی دستور پر رستم خاں عرف
خاں ضلع ستارہ میں اس سے لڑا۔ ساری بہیر اور جو کچھ پاس تھا برباد گیا گرفتار
بہت روپیہ دے کر نجات پائی۔ ایسے ہی علی مردان خاں عرف حسین بیگ
آبادی شش ہزاری نے سنتاسے کارزار کرکے بہیر اور فوج کو برباد کیا

وہ خود زخمی ہوا اور ایک جماعت اسکے ساتھ زخمی ہو کر گرفتار ہوئی۔ دو لاکھ روپیہ دیکر اور
ہمراہی اور روپیہ دیکر رہا ہوئے۔ سرحد کرناٹک پر سنتاجی سے جان نثار خاں اور تہور خاں سے
ہوئی۔ جو مرہٹوں کی تنبیہ کے لئے مقرر ہوئے تھے۔ فوج پادشاہی کو بڑی ہزیمت ہوئی۔ تمام فوج
اور بیر غارت ہو گیا۔ جان نثار خاں زخمی ہو کر بہت کوشش کر کے جان کو سلامت لیگیا۔ تہور خاں
اور زخمیوں میں پڑا۔ دوبارہ عمر یانیکو غنیمت سمجھا اور ایسے بڑے بڑے آدمیوں کو جو لڑائی میں شریک
صدمہ پہنچا۔ بہت سے مقید ہوئے۔ بعضوں نے حیلوں سے جان بچائی۔ جب پادشاہ کو یہ خبریں
تو وہ دل میں بڑا رنجیدہ ہوا۔ مگر بظاہر یہ کہا۔ بندہ کا اختیار نہیں ہے۔ سب کچھ خدا کی طرف سے
مراد خاں نے خان جہاں سے پادشاہ کے اس مقولہ کو عرض کیا تو اسنے کہا کہ یہ خبر ہے عالم
میں عرض کرنی نہیں ہوتی کہ دیویں یوں جس کسی کو روز ازل میں دیدیا دیدیا۔

جمدۃ الملک قلعہ نندیال کو فتح کر کے کھریہ میں آیا تھا جو سرحد کرناٹک حیدرآباد پر
چھاؤنی ڈالی تھی۔ شاہزادہ کام بخش کو پادشاہ نے قلعہ واکن کھیرہ کی فتح کے لئے بھیجا تھا
اس مہم کے اہتمام کے لئے بخشی الملک بہرہ مند خاں کو اس کا شریک کیا تھا۔ جب اس خدمت
بخشی الملک روح اللہ خاں مامور ہوا تو پادشاہ کے حکم سے وہ جمدۃ الملک کی کمک کے
ہوا۔ جب وہ کھریہ آیا تو پادشاہ کا حکم آیا کہ وہ جمدۃ الملک کے ہمراہ ذوالفقار خاں نصرت
کی کمک کو جائے۔ وہ قلعہ جنجی کا محاصرہ کر رہا تھا۔ غنیم کے ہجوم سے اور رسد کے نہ پہنچنے سے اسپر کا
ہو رہا تھا پادشاہ رادوجوانی کی قوت رکھتا تھا۔ خوشامد دوستی کے فریب میں آیا ہوا تھا۔ صاحب
تجربہ آخر بیں کی باتوں پر توجہ نہیں کرتا۔ آخر مسافت بعید منزل بمنزل قطع کرتا
اس ضمن میں سیر و شکار بھی ہوتا جاتا تھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اول سے آخر تک
چلتا تھا۔ جمدۃ الملک بڈھا تھا۔ وہ ادب کی رعایت کر کے گھوڑے پر شہزادہ کے ساتھ
تھا۔ مگر گھوڑے پر سوار ہونے سے وہ ناخوش اور آزردہ خاطر ہوتا تھا۔ زمین الفت
گوہ شکوہ کے اندر دانہ کلفت ہوتا ہے اس سے مخالفت پیدا ہوئی اور بد اندیشوں

قلعہ جنجی کا محاصرہ اور شہزادہ کا کرناٹک کی مہم پر مقرر ہونا۔

...وشنودی کو اور بڑھا دیا۔ بہرہ مند خاں نے شہزادہ سے ایسی چکنی چپڑی باتیں بنائیں
...نے بادشاہ پاس جانے کی اس کو اجازت دیدی۔ جنجی میں لشکر آیا۔ خان
...جنگ نے استقبال کیا اور ملازمت حاصل کی۔ دیوان خانہ میں بادشاہزادہ بیٹھا
...ک اور نصرت جنگ سرافراز خاں نے بیٹھنے کی اجازت پائی۔ سید لشکر خاں پسر
...جہاں خاں بارہ جو نصرت جنگ کی ہمچشمی کا متوقع تھا اُس کو بیٹھنے کی اجازت
...وہ دیوان سے رنجیدہ ہو کر چلا گیا اس مقدمہ کو آدمیوں نے پدر و پسر کی سعایت
...بادشاہزادہ کے ساتھ مقدمہ مرتب کیا اور اُن کو یہ سمجھا دیا کہ بادشاہزادہ تمہارے
...متوجہ نہیں ہوا۔ اس اثنا میں شاہزادہ اور راجہ رام کے درمیان مراسلت مخفیہ ہونے
...نصرت جنگ ہر بات سے آگاہ رہتا تھا وہ قلعہ کے اندر ہزار روپیہ روز جاسوسوں
...تھا اس راز و نیاز کی باتوں پر تحقیقی اطلاع اُسکو ہوئی تو باپ بیٹوں نے بادشاہ کو
...دی اور بادشاہ کی اجازت سے وہ مجاز ہوے کہ راؤ دلپت بوندیلہ کو شاہزادہ
...خانہ پر شب و روز حلقہ در بنایا۔ جمدۃ الملک کی بے اجازت سواری اور دیوان
...بیگانہ کی آمد و شد نہوتی۔ اب آزردگی برملا ہوئی۔ قلعہ کے جاسوسوں سے یہ امر
...ہو گیا کہ شاہزادہ اس سبب سے کہ جمدۃ الملک اور نصرت جنگ سے موافقت نہیں رکھتا
...لوگوں کے ساتھ اندھیری رات میں قلعہ جنجی کے اندر جانے کا ارادہ رکھتا ہے
...پسر نے روسا لشکر سے مشورہ کیا سب نے متفق ہو کر چوکی اور داروگیر کو بادشاہزادہ
...دازہ پر زیادہ کیا اور ایک دوسرے کے مشورت سے دور قلعہ کے تھانہ داروں کو طلب
...فتہ واحدۃً جو دور قلعہ سے سپاہ اکٹھی غنیم مطلع ہوا۔ وہ اپنی توزک جمعیت کے ساتھ
...میں آیا۔ لڑائی ہوئی۔ جمدۃ الملک کو بادشاہزادہ کی نگاہ کی محافظت میں اور
...جنگ کو مورچال میں کلاں توپوں کے اور قلعہ گیری کے مصالح اُٹھانے میں ایسی
...آئی کہ وہ تھانہ داروں کی کمک نہ کر سکے۔ ہر ایک نے اپنے لیے آپ تدبیر کی۔

اسمٰعیل خاں نے لکھا ہے کہ ایک عمدہ سردار تھا اور عقب میں اُس کا تھانہ تھا جنگ میں
استقامت کی سنتانے اُسے شکست دیکر مقید کرلیا اور نصرت جنگ نے مورچال اُٹھا
تعجیل کی بڑی بڑی توپوں میں میخیں ٹھونک کر اُنکو بیکار کر دیا اور باقی سب اسباب
بنگاہ میں پہنچا دیا۔ اس ضمن میں غنیم نے اطراف سے خاطر جمع کر کے فرحاں و شاداں و تازاں ایک لاکھ پیادہ و سوار لیکر نصرت جنگ کو گھیر لیا۔ مرہٹوں نے بڑی شوخی کی
مسلمانوں کی موت آئی مگر خان بہادر دو ہزار سواروں سے ایسا لڑا کہ دشمنوں کو
دیا اور ایک ہزار آدمی اُن کے مار ڈالے۔ خود ہاتھی پر سوار ہو کے حصار کے دروازہ پر
اہل حصار نے دروازہ بند کرلیا بادشاہی لشکر کو ایک ہزار گھوڑیاں جن کے سوار قلعہ
جا چھپے اور چار سو گھوڑے اور چار فیل ہاتھ لگے۔ بادشاہی آدمی بھی غنیم کے آدمیوں
کی برابر مارے گئے۔ اور کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو زخمی نہوا ہو آخر روز میں خان
اپنے بنگاہ میں پہنچا اور جمدۃ الملک سے ملا۔ دونو باپ بیٹے شاہزادہ کے دولت خانہ
میں گستاخانہ گئے۔ اور اس کو اپنے اختیار میں کرلیا۔ غلہ مفقود الاثر تھا۔ سپاہ میں
استقامت کی توانائی نہ تھی دشمنوں سے یک گونہ صلح کر کے کوچ کیا اور ملک بادشاہی
میں آگئے۔ اس اثنا میں بادشاہ کا حکم آیا کہ شہزادہ کو محرم خاں کے ساتھ ہمارے
پاس بھیجدو۔ چار مہینے بعد قلعہ فتح ہوا اور اُس کا حال آئندہ آئے گا۔ ۲۰ شوال کو
سے کام بخش بادشاہ پاس آیا۔

شاہزادہ محمد اعظم شاہ کو استسقا ہوا۔ بادشاہ نے شیشہ کی پالکی بھیجی و ربیع
۱۱۱۵ھ کو بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ علاج سے اس مہلک مرض سے اُس نے شفا پائی
بعض نے لکھا کہ حضرت علی مرتضیٰ نے خواب میں آنکر اُسے اچھا کر دیا۔

سادات بارہ نے تمرد اختیار کیا بادشاہ نے اُن کو سزا دیکے ٹھیک بنا

شاہزادہ محمد اعظم

سوانح سال سی و ہشت ۱۵ سنہ ۱

امیر الامراء شائستہ خاں ناظم اکبرآباد کا انتقال ہوا وہ محاسن اخلاق میں شہرۂ آفاق تھا
[illegible] روپیہ خرچ کر کے بہت پل بنائے اور سڑکیں تیار کرائیں۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ حضور میں اور تمام صوبجات میں سوار راجپوت کے کوئی اور ہندو
[illegible] ہاتھی فیل و پالکی و اسپ عراقی و عربی پر سوار نہو۔

جہاز گنج سوائی

ایک بادشاہی جہاز کا نام گنج سوائی تھا کہ بندر سورت میں اُس سے بڑا کوئی جہاز اور
[illegible] ہر سال وہ بیت اللہ کو جاتا تھا مخہ وجدہ میں ہندوستان کی اجناس بیچنے سے ڈھائی
[illegible] روپیہ نقد و زر سرخ و ریال حاصل ہوئے تھے وہ اس مال کو لیے بندر سورت کو آتا تھا۔ محمد
[illegible] ناخدا تھا جس نے آہنی چلکے بنا کے اپنے ساتھ لیے کہ دریا میں غنیم کو اور اس کے جہاز کو
[illegible] اس جہاز میں اسی توپیں تھیں اور سوا اس کے اور چار سو صندوق اور آلات جنگ
[illegible] موجود تھے بندر سورت سے آٹھ نوروز کی راہ پر جہاز تھا کہ مقابل میں ایک انگریزی جہاز
[illegible] ہوا۔ جو بادشاہی جہاز گنج سوائی کی نسبت بہت چھوٹا تھا اور تیسرے چوتھے حصہ کی برابر
[illegible] جنگ رکھتا تھا۔ جب ان میں گولہ رس فاصلہ رہا تو جہاز شاہی سے اول دفعہ ایک
[illegible] غنیم کی طرف چھوڑی گئی۔ نصیبوں کی شامت سے یہ توپ پھٹ گئی اور اُس کے
[illegible] ٹکڑوں کے لگنے سے تین چار آدمی ضائع ہوئے اور اسی اثنا میں دشمن کے جہاز کا گولہ
[illegible] گنج سوائی کے چوب میان پر لگا جس کو دریا نوردوں کی اصطلاح میں ڈول جہاز
[illegible] ہیں اور جہاز کی سلامت روی کا مدار اسی پر ہے جس نے جہاز کو معیوب بنایا۔ انگریزی
[illegible] کے آدمیوں کو اس کی اطلاع ہوئی وہ دلیر ہو کر اپنے جہاز کو بادشاہی جہاز پاس لائے
[illegible] یورش کی اور جہاز کے اندر آ کر شمشیر سے لڑائی شروع ہوئی باوجودیکہ جنگ شمشیر میں نصرانی
[illegible] نہیں رکھتے جب جہاز پر انگریزوں کے غلبہ کا اثر ہوا محمد ابراہیم ناخدا جو بجائے خود جدار
[illegible] ہوتا ہے۔ جہاز کے تختہ خن کے نیچے چھپا اور ترکی کنیز ہیں کہ مخہ میں خرید کر کے اپنی سریت

بنائی تھی اُن کے سر پر چیرہ باندہ اور تلوار ہاتھ میں دیکے جنگ کی ترغیب دینے لگا کہ وہ
نصرانیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں اور انگریز تمام جہاز پر متصرف ہوئے اور جہاز میں جو زر نقد
سُرنج وسفید تھا سکو اور بہت قیدیوں کو اپنی ساتھ جہاز پر لے گئے تو اُن کا جہاز بڑا بھاری ہوگیا
بادشاہی جہاز کو خشکی کے کنارہ پر اپنے تعلقہ کے نزدیک لائے اور قریب ایک ہفتہ کے مال
جستجو میں اور مردم جہاز کے برہنہ کرنے میں اور پیر وجوان کی مستورات کی بے ناموسی میں
کی پھر جہاز اور مردم جہاز سے ہاتھ اُٹھایا بعض باغیرت عورتوں نے اپنی عصمت کا پاس کر
اپنے تئیں سمندر میں ڈبویا اور بعض نے خنجر اور کارد سے اپنا کام تمام کیا۔ جب بادشاہ کو یہ
حال معلوم ہوا اور بندر سورت کے سوانح نگار نے روپیہ سکہ انگریز کا کہ بمبئی میں اپنے بادشاہ
کے نام کے بنائے تھے۔ بادشاہ پاس بھیجا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ بندر سورت میں جو انگریز
کے گماشتے تجارت کرتے ہیں اُنکو پکڑ لیں اور اعتماد خاں متصدی سورت و سیدی یاقوت
کو لکھا کہ وہ بمبئی کی تسخیر کا فکر کریں۔ یہ فساد مدتوں تک رہا انگریزوں نے برج وبارہ کی تعمیر
میں اور دشوار گذار راہوں کے بند کرنے میں پہلے سے زیادہ تردد کیا۔ اعتماد خاں متصدی
بندر سورت قلعہ بمبئی کے استحکام اور بندوبست کو جانتا تھا۔ کہ وہ علاج پذیر نہیں ہے اور کچھ
پوشیدوں کے ساتھ کاوش اور شورش میں سوا اس کے کہ بندر سورت کے محاصل میں خلل
ہو کچھ اور نہیں کھا ہے وہ بادشاہی کفایت شعاروں میں تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ محصول
کا ایک روپیہ تلف ہو۔ ہر چند اُس نے بظاہر انگریزی گماشتوں کو مقید کیا۔ لیکن باطن
میں وہ انگریزوں کی بدنامی کے دفع کی تدبیر کرتا تھا۔ جب انگریزی گماشتے مقید ہوئے تو
دریا یا کنارہ دریا پر کسی منصب دار پادشاہی کے آنے کی خبر سنتے تو وہ اُس کو اپنے گماشتوں
کی عوض میں مقید کرتے اس مقدمہ نے طول پکڑا جزیرہ بمبئی کا محصول دو تین لاکھ روپیہ سے
زیادہ نہ تھا وہ نوفل اور نارجیل سے حاصل ہوتا تھا اور انگریزوں کا سرمایہ تجارت بیس
روپیہ سے زاید نہ تھا۔ باقی دولت کا مدار راہ کعبۃ اللہ کے جہازوں کی دست اندازی

جو سال دو سال میں ہو جاتی تھی وہ ان جہازات سے جو ہندوستان کی اجناس کو
بندر مخہ وجدہ کو جاتے کچھ سروکار نہیں رکھتے لیکن وہ مراجعت کرتے تو اُن میں نقد زر سفید و
سرخ و ابراہیمی و ریال ہوتے اُن کی جاسوسی کر کے جس جہاز کو زیادہ مالیت کا جانتے اُس پر
دست کرتے۔

سوانح سال سی و ششم سنہ ۱۱۰۶

۱۰ شوال سنہ ۱۱۰۶ کو بادشاہ نے نورس پور اور فضل پور سے کوچ کیا۔ اور ۱۷ کو
موضع برہمن پوری میں دریا بھرا (بیاس) کے کنارہ پر آیا اور اس ویرانے کو اپنے آنے سے آباد
کیا اور اس کا نام اسلام پوری رکھا۔ امرا کو عمارات بنانے اور غربا کو چھپر چھاونی ڈالنے
کا حکم دیا۔ اس سال کا بڑا سانحہ قاسم خاں و خانہ زاد خاں مخاطب بہ روح اللہ خاں
نامی و صف شکن خاں اور امرا نامی کا سنتا۔ گھورپرہ کے ہاتھ میں گرفتار ہونا ہے۔ تفصیل اس
سال کی بطریق اختصار یہ ہے۔ جب بادشاہ پاس سنتا کی تاخت و تاراج کی پیہم خبریں
سنیں اور اس کو معلوم ہوا کہ اب سنتا اپنے گھر کو جاتا ہے اور اُس کا عبور لشکر سے اتنی کروہ پر ہو گا
تو قاسم خاں کو جو ضلع دندیری کا فوجدار تھا اور کسی تقریب سے آدونی کے قریب آیا تھا
حکم ہوا کہ اپنی جمعیت کے ساتھ وہ معبر سنتا پر جائے اور خانہ زاد خاں و صف شکن خاں
و سید اصالت خاں و محمد مراد خاں اور اور منصب داران خاص جلو کے اور خاصہ جی کی
کے اور ایک جماعت کثیر مفت چوکی و توپ خانہ کی سنتا کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئی یہ ۲۰
جمادی الآخر اس راہ پر کہ سنتا کا معبر تھا چھ کروہ کے فاصلہ پر لشکر آپس میں مل گئے۔

قاسم خاں کا اثاث البیت آدونی میں تھا اس نے چاہا کہ میں خانہ زاد خاں اور اوروں
کی ضیافت خاطر خواہ کروں بہت سا اپنا اسباب ظروف طلا و نقرہ و مسی و چینی قلعہ سے
نکال کر دوسرے روز اپنے پیش خانہ اور ایک امیر کو تین کروہ کے فاصلہ پر بھیجا۔ غنیم کو پیش
خانہ آنے کی خبر ہوئی اس نے اپنی جمعیت کو تین توپ میں تقسیم کیا۔ ایک جوق کو پیش خانہ

سنتا کی لڑائی

جو سال و سال میں ہو جاتی تھی وہ ان جہازات سے جو ہندوستان کی اجناس کو
بندر تھ وجدہ کو جاتے کچھ سروکار نہیں رکھتے لیکن وہ مراجعت کرتے تو اُن میں نقد زر سفید و
سرخ و ابراہیمی ریال ہوتے اُن کی جاسوسی کر کے جس جہاز کو زیادہ مالیت کا جانتے اُس پر
سختی کرتے۔

سوانح سال سی و ششم سنہ ۱۱۰۶ھ

۱۰ شوال سنہ ۱۱۰۶ھ کو بادشاہ نے نورس پور اور فضل پور سے کوچ کیا۔ اور ۱۷ کو
موضع برہمن پوری میں دریا بھمرا (بیما) کے کنارہ پر آیا اور اس ویرانے کو اپنے آنے سے آباد
کیا اور اس کا نام اسلام پوری رکھا۔ امراء کو عمارات بنانے اور غربار کو چھپر چھاؤنی ڈالنے
کا حکم دیا۔ اس سال کا بڑا سانحہ قاسم خاں خانہ زاد خاں مخاطب بہ روح اللہ خاں
صف شکن خاں اور امرا نامی کا سنتا۔ گھورپرہ کے ہاتھ میں گرفتار ہونا ہے۔ تفصیل اس
سنتا کی بطریق اختصار یہ ہے۔ جب بادشاہ پاس سنتا کی تاخت و تاراج کی پیہم خبریں
سنیں اور اس کو معلوم ہوا کہ اب سنتا اپنے گھر کو جاتا ہے اور اُس کا عبور لشکر سے اسّی کروہ پر ہو گا
قاسم خاں کو جو ضلع دندیری کا فوجدار تھا اور کسی تقریب سے آدونی کے قریب آیا تھا
حکم ہوا کہ اپنی جمعیت کے ساتھ وہ معبر سنتا پر جائے اور خانہ زاد خاں و صف شکن خاں
سید اصالت خاں و محمد مراد خاں اور اور منصب داران خاص جلو کے اور خاصہ جی کی
اور ایک جماعت کثیر مفت چوکی و توپ خانہ کی سنتا کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئی یہ ۲
جمادی الاخر اس راہ پر کہ سنتا کا معبر تھا چھ کروہ کے فاصلہ پر لشکر آپس میں مل گئے۔
حاکم خاں کا اثاث البیت آدونی میں تھا اس نے چاہا کہ میں خانہ زاد خاں اور اوروں
کی ضیافت خاطر خواہ کروں بہت سا اپنا اسباب ظروف طلا و نقرہ و مسی و چینی قلعہ سے
لا کر دوسرے روز اپنے پیش خانہ اور ایک امیر کو تین کروہ کے فاصلہ پر بھیجا۔ غنیم کو پیش
خانہ آنے کی خبر ہوئی اس نے اپنی جمعیت کو تین توپ میں تقسیم کیا۔ ایک جق کو پیش خانہ

سنتا کی سرانجامی

لوٹنے کے لیئے بھیجا اور ایک گروہ کو لشکر شاہی کے مقابلہ کے لیئے اور ایک جمعیت کو علیحدہ مرتب کیا۔ چار گھڑی دن باقی تھا کہ جس جق کو پیش خانہ لوٹنے کے لیئے بھیجا اُس نے پیش خانہ کو خوب لوٹا اور بہت آدمیوں کو مارا اور خستہ کیا اور جب یہ خبر قاسم خاں نے سُنی تو اُس نے خانہ زاد خاں کو خواب سے بیدار نکیا خود مقابلہ کو نہ دوڑا ایک گروہ نہ گیا تھا کہ فوج غنیم مقابلہ کے لیئے مستعد ہوئی جنگ شروع ہوئی خانہ زاد خاں خواب سے بیدار ہوا۔ اور اس نے یہ خبر سنی بھیرو نبگاہ و احمال و اثقال خیموں کو یہیں چھوڑ کے جلد دوڑا دشمن کی طرف کالپہ پیادے بندوقچی بہت تھے وہ نشانہ خوب لگاتے ہیں اور سواروں کی جمعیت بھی بے انتہا تھی۔ محاربہ عظیم ہوا۔ طرفین کے بہت آدمی کشتہ ہوئے باوجود سپاہ اور سرداروں کی ثبات و استقامت کے اور دشمنوں کے مارنے اور زخمی کرنے کے دشمن کے قرار میں ذرا خلل نہ پڑا۔ سنتا نے جو ایک جوق کو علیحدہ رکھا تھا وہ شاہی بھیر پر جو پیچھے چھوڑ گئے تھے حملہ آور ہوا اور سارے اسباب کو لوٹ لیا اور سب آدمیوں کو مار ڈالا۔ جب یہ خوف کی خبر عین گرمی جدال و قتال میں خانہ زاد خاں و قاسم خاں کو پہنچی تو اُن کے ثبات میں تزلزل ہوا اور آپس میں مشورہ کیا کہ جہاں پیش خانہ گیا تھا وہاں ایک قلعہ بزرگ ہے اور اُس کے آگے تالاب ہے وہاں جانا چاہیئے ایک کوس تک وہ لڑتے ہوئے تالاب کے کنارہ پر پہنچے اُس وقت غنیم نے کچھ نہیں کیا اور ایک طرف اپنا ڈیرہ لگایا۔ بادشاہی آدمی جو قلعہ میں تھے اُنہوں نے اور بادشاہی آدمیوں کے واسطے دروازہ نہ کیا خانہ شمار الیہ اور امرا نے جو ماحضر ساتھ رکھتے تھے اُس کو آپس میں قسمت کر کے کھایا اور تمام سپاہ کو سوائے تالاب کے پانی پینے کے کچھ اور کھانے کو نہ ملا۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کے لیے کاہ اور مردانہ کا نام بھی کوئی نہیں لے سکتا تھا۔ جب دن ہوا تو غنیم نے انکا گرد و پیش گھیر الشکریوں نے بھی کمر ہمت جان فدائی میں باندھ کر مقابل کھڑے ہوئے تین روز تک نمودار ہوا اور لڑا انہیں پھر اس پاس کئی ہزار پیادے جیتل ورک سے آگے

تھے روز ابھی صبح کی سفیدی نمودار نہوئی تھی کہ کالیہ پیادوں کے جو پہلے سے وہ چند تھے
جنگ شروع کی۔ توپ خانہ شاہی کا مصالحہ اکثر غارت ہو چکا تھا اور جو کچھ ساتھ تھا وہ صرف
ہو چکا تھا۔ کچھ دیر تک لڑائی کا دنگل مچا آخر کو وہ عاجز ہوئے دشمن کی طرف سے اولوں کی
طرح تفنگ کی گولیاں برستی تھیں بہت سے آدمی تلف ہوئے باقی آدمیوں کی چار و نظر
ہر بند دیکھی تو وہ کام ناکام قلعچہ میں داخل ہوئے ثقات جو اس جنگ میں موجود تھے کہتے
تھے کہ جنگی سپاہ کا سوم حصہ دونو پیش خانہ اور راہ میں اور سرتالاب پر مرہٹوں نے مار ڈالا
قلعچہ کو غنیم نے چار و نظر سے محاصرہ کیا اور اُنکی خاطر جمع ہوئی کہ یہ سب بھوکے مر جائیں گے
جس دن اس قلعچہ میں داخل ہوئے تو اس کے ذخیرہ سے جوار اور جو کی روٹی کل چھوٹے
بڑوں کو ملی اور دواب کو پرانے چھپر کھانے کو ملے۔ دوسرے روز نہ آدمیوں کے لیئے
روٹی تھی نہ گھوڑوں کے لیے دانہ وچارہ اس درد بے درمان سے جانیں جاتی تھیں قاسم خاں
کو تریاک کی تھا اور اسی پر زندگی کا مدار تھا۔ تریاک کے نہ ملنے سے وہ ہلاک ہوا کوئی
کہتا ہے کہ زہر کھا کر مر گیا۔ غرض تیسرے روز وہ زندہ نہ تھا۔ دشمن اس سے اور زیادہ
دلیر ہوا۔ اور محصورین بیدل اور بے جگر تر۔ بزدلوں اور جگرداروں نے ہر چند کہا کہ اس
تباہی کے ساتھ بھوکے کب تک مریں گے ایک مرتبہ دشمنوں پر حملہ کر کے شہادت نصیب
ہو یا فتح نصیب دونو صورتوں میں عذاب سے مجانبت اور ثواب سے مقاربت ہو گی۔ یہ بڑوں نے
قبول نہ کیا۔ اکثر آدمی بھوکے مر گئے۔ گھوڑے ایک دوسرے کی دم کو گھاس کی طرح کھاتے تھے
غنیم نے ایک برج کو بنیاد سے اُڑا دیا۔ اور اطراف میں دروازگیر و دار کو بلند کیا خانہ زاد خاں
بیچارہ ایک جوئی کی پناہ میں گیا اور آخر کار صلح یہ قرار پائی کہ قاسم خاں کے نقد و حبس و
جواہر اور گھوڑے ہاتھی سنتا کو دیے جائیں اور بیس لاکھ روپیہ اور سپر بالکشن و منشی معتمد
صاحب مدار خانہ اُسکا اول ہو۔ اس پر عمل کیا گیا۔ سنتا نے کہلا بھیجا یا کہ آدمی قلعچہ
سے بے وہواس نکل آئیں اور دروازہ کے آگے دو رات رہیں جس شخص کے پاس جو کچھ ہو گا اُسکی مزاحمت

نہیں کی جائے گی اور ہمارے لشکر سے جس چیز کو چاہیں خریدیں قلعہ سے تیسرے روز بعد لشکر شاہی یا غنیم کے آدمی ایک طرف روٹی اور دوسری طرف پانی آدمیوں کو دیتے تھے۔ قلعہ کے دروازہ پر دو رات رہ کر تیسرے روز خانہ زاد خاں مع رفقا کے غنیم سے بدرقہ لیکر بارگاہ والا کو روانہ ہوئے حمید الدین خاں بہادر حضور سے اور رستم دل خاں حیدرآباد سے کومک کے لئے روانہ ہوئے تھے وہ اودنی کے متصل اُن سے ملے۔ انہوں نے لشکر کی خوراک پوشاک نقد اور ضروری اشیا سے امداد کی۔ رعد انداز خاں قلعہ دار نے زیادہ اپنی حالت سے امداد کی اور احتیاج سے زیادہ مایحتاج ہر ایک کے گھر سے اور اطراف و جوانب سے جمع ہوا۔ غنیم اس غنیمت کو لیکر اپنے وطن کو جاتا تھا اُس نے جانا کہ رستہ میں خان بہادر کا بھی جھگڑا چکاتے چلو۔ ہمت خاں کے ہمراہ ایک ہزار سوار تھے وہ دشمن سے لڑنے گیا کہ ناگاہ بندوق کی گولی اُسکے جگر میں لگی اور مرگیا۔ فیلبان چاہتا تھا کہ ہاتھی کو لیجائے، کہ باقی بیگ پسر سردار خاں آگیا۔ اُس نے فیلبان سے کہا کہ خان زندہ ہے ہاتھی کو آگے چلا۔ غنیم کو میں ابھی مار کر بھگاتا ہوں۔ اُس نے خوب مقابلہ کیا مگر سپاہ بے سردار کب تک ٹھیر سکتی ہے۔ قلعہ نزدیک تھا اُس میں وہ گیا غنیم نے پھیر کو لوٹ لیا اور قلعہ کا چند روز محاصرہ کیا اور اس حرکت کو بے نفع دیکھکر محاصرہ چھوڑ دیا باقی بیگ فرصت پاکر حضور میں آیا۔ حکم ہوا کہ خانہ زاد خاں صوبہ ظفرآباد کا انتظام کرے اور صف شکن خاں فوجداری دہامونی کا سید اصالت خاں تنبھور کے قلعہ کا اور محمد مراد خاں فوجداری دوحد و کودر کا باقی لشکر بادشاہی لشکر سے ملگیا۔

ہمت خاں کا شکست پاکر مارا جانا

جن دنوں میں شاہ عالم مقید تھا تو محمد اعظم پر بادشاہ ایسی مہربانی کرتا کہ وہ اپنے تئیں ولیعہد مستقل سمجھتا۔ ان دنوں میں کہ مہین شاہزادہ مطلق العنان ہوا۔ بادشاہ سابق سے زیادہ اُس کے حال پر متوجہ ہوا تو وہ روز بروز محمد اعظم شاہ کی ملال خاطر کا سبب ہوتا گیا نماز عیدالضحیٰ میں بادشاہ نے محمد معظم کو دائیں طرف اور محمد اعظم کو بائیں طرف بٹھایا اس لیے محمد اعظم پیچ و تاب میں آیا۔ بادشاہ نے محمد معظم کو جو مخاطب بہ شاہ عالم تھا بہادر شاہ کا لقب دیا۔

شاہ عالم و محمد اعظم

اکبرآباد کے بندوبست کے لیے بھیجا۔ پھر اُس کے دو بیٹوں معزالدین و محمد عظیم کو بھی بھیجدیا۔ صوبہ
ملتان میں فرقہ بلپی جو لباس فقیری میں فساد کرتے تھے اور بلوچوں نے ایک آشوب اُٹھایا تھا
شہزادہ ولیعہد کو کابل میں مامور کیا اور شاہزادہ معزالدین کو صوبۂ ملتان میں مقرر فرمایا۔

سوانح سال چہلم ۱۱۰۷ھ

بادشاہ شاہزادہ محمد اعظم کو بیرگانوں کے انتظام کے لیے اور نعیم کی تنبیہہ کی واسطے رخصت
کیا۔ جعفرآباد کی مسجد میں نمازیوں کی ایک جماعت پر بجلی گری۔ سوا تین چار آدمیوں کے
سب نمازی مرگئے۔ امام کا رخت بدن بحال تھا لیکن جلنے کا اثر ظاہر نہ تھا۔ مگر اس میں حیرانی ہی

سوانح سال چہل و یکم ۱۱۰۸ھ

دریا بھیرہ (بیاس) کے کنارہ پر لشکر شاہی نے چھاؤنی ڈالی تھی امرا نے بڑی بڑی
عمارات بنالی تھیں۔ ایک عجیب حادثہ لشکریوں پر گزرا کہ آدھی رات کو ایک عالم آسودہ اور
بے خبر خواب میں تھا۔ دریا کا پانی طغیانی میں آیا اور صبح ہونے تک نصف بلکہ زیادہ لشکر
کو پانی نے گھیر لیا۔ اندھیری رات۔ پانی کی طغیانی۔ بارش کی شدت لاوگل کی زیادتی
نے آدمیوں کو باہر جانے سے روکا دس بارہ ہزار آدمی اور بادشاہ اور بادشاہزادوں و
امرا کے کارخانجات اور اسپ و گاؤ و شتر بیشمار اور خیمہ و اسباب بیحساب پانی میں ڈوب گئے
بہت سی عمارتیں خراب ہوئیں بعض عمارتیں تو ایسی بہ گئیں کہ انکا نشان بھی باقی نہیں رہا
تیزی سیل سے اکثر دہات بیخ و بن سے اکھڑ گئے۔ روئے دریا پر انسان و حیوان چھپروں پر
سوار دوان دواں بیچارہ وار محبوس زنداں چلے آتے تھے ضداد متفق ہو گئے تھے کہ گربہ و موش
و سگ و خرگوش ایک دوسرے کے نگراں چلے جاتے تھے اور اپنی جانوں پر لرزاں و نم نہیں
کرتے تھے۔ جو صباد تنگاہ تھے وہ کشتی پر سوار اُفتاں و خیزاں سلامتی کے کنارہ پر آتے
اور غریب درختوں پر چڑھتے۔ اُن کے جان و مال کو مردہ شوؤں نے لیجا کر دریا برد کیا۔ بادشاہ
اور شاہزادہ کام بخش کے خیمے پشتہ کوہ پر تھے جس کا ارتفاع تیس چالیس گز کا تھا۔ تین روز

(اب بھیرہ (بھیر) بیاس کی طغیانی)

خان جہاں بہادر ظفر جنگ کا انتقال

کے اندر پانی اس سے چار گز نیچے تھا۔ بہت سی سواریاں تیار رہتی تھیں بادشاہ خدا سے دعا مانگتا اور تعویذ اپنے ہاتھ سے لکھ لکھ کر پانی میں ڈالتا کہ پانی کم ہو۔ تیسری شب کو پانی کم ہوا اور خلائق نے زندان قید الماء اشد من قید الحدید (پانی کی قید لوہے کی قید سے سخت ہوتی ہے) رہائی پائی۔

خان جہاں بہادر ظفر جنگ کے آزار میں شدت ہوئی۔ جب بادشاہ شولاپور سے بنگاہ کو جاتا تھا تو ۱۰ جمادی الاولیٰ کو اس کے گھر گیا تو خان جہاں بادشاہ کے روبرو زار زار رویا کیا کہ میں یہ چاہتا تھا کہ کسی معرکہ میں جان نثار ہوں اور حضرت کے کام میں آؤں بادشاہ نے فرمایا کہ تمام عمر بندگی و اخلاص میں جان نثار کی ابھی تک اس کی آرزو باقی ہے۔ ۱۹ کو دنیا سے رخصت ہوا۔ اس امیر عالی شان کی محفل شان عالی رکھتی تھی جو وہ چاہتا تھا کہتا تھا کسی تسلیم کے سوا جواب نہ آتا تھا۔ اکثر اسکی مجلس میں نظم و نثر و شمشیر و جواہر و اسپ و فیل و ادویہ مشتہی کا ذکر رہتا تھا

سیدی یاقوت خاں کے قتل کا ارادہ

۲۰ جمادی الآخرہ کو شاہزادہ کام بخش صوبہ برار کے انتظام سے خوش دل ہوا۔ بادشاہ عرض کیا گیا کہ قلعہ جنجی پر لشکر شاہی پر تسلط و استیلا پایا اور دشمنوں کی ایک جماعت کثیر کو قتل کیا۔ اور راجہ رام یہاں کا راجہ محصور ہو کر ایسا خوف میں آیا کہ عیال اطفال و اموال و اثقال کو قلعہ میں چھوڑ سنتا پاس چلا گیا۔ ۲۰ شعبان کو یہ قلعہ جس میں سات قلعے ہیں قہر و جبراً مفتوح ہوا اور بادشاہی قبضہ میں آیا اور چار رانیاں اور تین بیٹے اور دو بیٹیاں راجہ رام کی اور اس کے متعلقوں یاروں اور یاوروں کی مقید ہوئیں اور سو قلعے جو عبارت ہے کرناٹک سے ہیں اُن کے ہاتھ آئے بنادر فرنگ ممالک محروسہ کے ضمیمہ بنے۔ زمیندار جو پر شور و تسلط تھے انہوں نے اطاعت کی و پیش کش دی یہ سارے کام جملہ الملک کے تھے جس کو اس مہم کا سر دیا گیا قلعہ مفتوح کا نام نصرت گڑھ رکھا گیا۔ خیریت خاں کو باری اور پائے قلعہ راہیری کی بندوبست سپرد تھا وہ ۳۹ سنہ جلوس میں مر گیا تو اس کے ضلع کے فوجدار عبدالرزاق خاں کی عرضداشت کے بموجب سیدی خیریت خاں کا اموال سیدی یاقوت کو سپرد ہوا تھا کہ خیریت

...سہ جو طلب سپاہ ہی وہ ادا کردے اس دستاویز پر سیدی یاقوت نے خیریت خاں کے تمام
...قدو جنس کو ضبط کیا اور اُسکے زن و خرد سال فرزندوں کو اپنے تعلقہ میں قلعہ جزیرہ میں لے گیا
...یومیہ بقدر کفاف ضروری بدستور محبوسان مقرر کردیا! اس سال میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ
...قوت خاں کے گھر میں بہت سی عورتیں رات کو ماہ رمضان کے چاند کی مبارکباد دینے گئیں۔
...خیریت خاں کے اشارہ سے ایک جوان مرد نما نے مسلمین کو کن کی عورتوں کا لباس پہنا
...یک جمدہر دگر چوبی لھگرہ و ساڑی کے نیچے پنہاں کیا اور عورتوں کے ہجوم میں گھر میں چلا گیا
...ے ضرور میں جو سیدی یاقوت خاں کے لیے مخصوص تھا جا چھپا۔ سیدی رات کو تیسرے
...کر جائے ضرور میں جایا کرتا تھا۔ جب وہ اس رات کو جائے ضرور میں جانے لگا تو
...لونڈی چراغ کو لیے ہوئے آگے جاتی تھی جون ہی اس نے قدم اندر رکھا تو اس شخص کو
...نے دیکھا بے اختیار فریاد کی چراغ ہاتھ سے گر پڑا اُس آدمی نے حبشی کے سر پر گز چوبی
...مارا اور جمدہر مارنا چاہتا تھا کہ یاقوت خاں نے باوجودیکہ اس کی ازار کھلی ہوئی تھی
...سر سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا حریف کا ہاتھ مع جمدہر پکڑ لیا اور اُس کو زمین پر دے پٹکا
...میں غل شور ہوا حبشی لونڈیاں لکڑیاں اور مشعل لیکر آئیں۔ اس شخص کو مارنا چاہتی تھیں لیکن
...قوت نے اُسکو منع کیا اور اس شخص کو دم دلاسا دیکر اصل حال دریافت کرلیا کہ خیریت خاں
...ن کے اشارہ سے یہ کام کیا ہی یاقوت خاں نے اس عورت کو مدت تک محبوس رکھا مگر
...زندہ جانی نہیں پہنچایا اور اس کا یومیہ بڑھا دیا۔

سوانح سال چہل و دوم سنہ ۱۱۰۹

خواجہ یاقوت محمد کام بخش کا ناظر و آتالیق تھا بہت اعتقادی اور دولت خواہی کے سبب
...دہ سے کبھی حرف درشت و درست کہدیتا۔ بعض باریاب و اوباش شاہزادہ کی خدمت
...تے تھے یہ باتیں تیر کی طرح اُن کے دل میں چبھتی تھیں۔ ناراستوں نے باطل دوستی سے چاہا
...تیر پہلو نشین کو اُسکے سینہ اخلاص خزینہ میں بٹھائیں ۱۸ جمادی الاخرہ کو رات کے وقت

خواجہ یاقوت خواجہ مظفر خاں کے مرنے کا

محرم خاں دولت خانہ شاہزادہ سے اپنے گھر جاتا تھا اثنائے راہ میں کسی بداندیش نے اُسکے تیر
اس کی حیات باقی تھی کہ اُس نے اپنے ہاتھ کو سپر بنایا کہ پردۂ شکم تک تیر نے اثر نہیں کیا جب
بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے کوتوال کو اس مقدمہ کی تحقیق کے لیے مقرر کیا۔ شاہزادہ
کے پانچ عمدہ سرداروں کے گرفتار ہونے کا بادشاہ نے حکم دیا۔ چار آدمی تو خوشی سے گرفتار
ہوگئے مگر بادشاہزادہ کے کوکہ نے خیرہ سری کی تو بادشاہ نے شہزادہ پاس حکم بھیجا کہ اسکو
اپنے لشکر سے نکال دے۔ بادشاہزادہ نے کوکہ کو اپنے پاس طلب کیا اور سوا اشرفی و خیمہ دیا
پان دیکر رخصت کیا اور اس کے جانے سے دلگیر ہوا۔ ابھی وہ دریا سے پار نہ گیا تھا کہ
شاہزادہ کو حکم دیا کہ اسکو وہ خود لیکر حاضر ہو۔ وہ اس کو لیکر آیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ خود
اور کوکہ کو دیوان خاص میں چھوڑنے۔ شاہزادہ نے کہا کہ میں اور وہ دونو ساتھ مجرا کریں گے
اور اپنا بالابند کھولکر اُسکی اور اپنی کمر میں باندھ لیا۔ ان اداہا ناخوش کے سبب سے بادشاہ نے
کہا کہ وہ عدالت میں بیٹھیں۔

حمیدالدین خاں کو حکم ہوا کہ اس جلیس کو بادشاہزادہ سے جدا کرے جب وہ جدا کرنے
آیا تو شاہزادہ نے حمیدالدین خاں کو کٹار لگاکے زخمی کیا۔ لوگوں نے کوکہ کو خوب مارا پیٹا
مگر بادشاہزادہ سے کوئی نہ بولا۔ اس حال کو سنکر بادشاہ نے حکم دیا کہ جواہر خانہ کے متصل
ایک خیمہ لگاکے اس میں شاہزادہ کو تادیب کے لیے رکھیں اور کوکہ کو زندان خانہ میں بھیجیں
اور بابا شاہزادہ کو منصب سے برطرف کیا اور اموال و اسباب و اثاثہ و کوکبۂ دولت سے ضبط کیا۔
سنتاجی گھورپرے کے تسلط و تاخت و تاراج کے آوازہ نے حد سے تجاوز کیا۔ ان دنوں
میں کہ غازی الدین خاں فیروزجنگ سنتاجی کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا تھا وہ بیجاپور سے
چار پانچ منزل پر مقیم تھا۔ خبر آئی کہ سنتا گھورپرے بیس پچیس ہزار سواروں کے ساتھ آٹھ نو
کوس پر آگیا ہے۔ یہ سالار فیروزجنگ کے خلیہ اور شہرت سے اور اپنی فوج کی قلت سے آگاہ تھا
بتقاضاے وقت مصلحت یہ سمجھا کہ شہرت یہ دی کہ سنتا سے لڑنے جاتا ہوں۔ میر منزل

سنتاجی کا سر بادشاہ کے پاس آنا

[illegible] آدمیوں کے ساتھ راہ صاف کرنے کے لیے اور پیش خانہ لیجانے کے لیے تعین کیا اور خود سوار
[illegible] بیجاپور کو راہ اختیار کی جب وہ بیجاپور سے آٹھ نو کوس پر آیا تو جاسوسوں کی زبانی معلوم ہوا
[illegible] سنتاجی اور دہناجی کے درمیان آپس میں فساد ہے یہ دونو سنتاپت یعنی مرہٹوں کے سپہ سالار
[illegible] دہناجادو مرہٹوں نے عمدۂ قدیمی سرداروں میں تھا اور بہ نسبت اور سرداروں اور سنتاجی کے
[illegible] بادشاہی سے سلوک و سلامت کا طریقہ مرعی رکھتا تھا سنتا اس پر تفوق چاہتا تھا اس لیے
[illegible] کے دلوں میں غبار تھا اور ایک دوسرے کے استیصال میں کوشش کرتا تھا۔ راجہ رام
[illegible] دہناجی جنجی لیے جاتا تھا منازعت قدیم کے سبب مقابلہ ہوا۔ سنتا غالب رہا۔ امرت راؤ
[illegible] گوجی کو جو دہنا کا رفیق دیا اور تھا زندہ گرفتار کرکے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈلوادیا اور راجہ رام
[illegible] کیا اور دہنا جان بچاکر نکل گیا دوسرے روز سنتا راجہ کے روبرو دست بستہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا
[illegible] ہی حضور کا غلام ہوں یہ گستاخی اس سبب سے ہوئی کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ دہنا کو میرا روکش بناؤں
[illegible] اس کی اعانت سے جنجی جائیں۔ اب آپ جس خدمت کو کہتے ہیں حاضر ہوں۔ راجہ کو خلاص
[illegible] جنجی میں پہنچادیا ذوالفقار خاں کے مقابلہ میں اور محمد کام بخش کے بہکانے میں اور تسخیر قلعہ کی
[illegible] کی برہمزنی میں اور اسمٰعیل مکھا کے دستگیر کرنے میں شریک غالب رہا جب تک قلعہ جنجی
[illegible] ہوا اور راجہ رام کے ساتھ قلعہ سے باہر ستارا کی جانب دہنا کی مخاصمت کے سبب سے گیا۔ دہنا یہاں
[illegible] مرہٹوں کے اکثر امرا اس سے عداوت رکھتے تھے اور خفیہ دہناجی جادو سے سنتاجی کے
[illegible] نامہ و پیغام بھیجتے تھے۔ ہنونت رائے ایک بڑا نامی سردار تھا دہنا جادو کے اشارہ سے
[illegible] سنتا کے عمدہ نوکروں سے سازش کی اور دہنا جادو کی فوج لیکر اس نے سنتاجی کی بہیر کو
[illegible] اور سنتا کے لشکر کے بڑے نامی راوت اس سے جدا ہوکر ہنونت راؤ سے پیوستہ ہوئے اور ایک
[illegible] کشتہ و زخمی ہوئی سنتا بے پر و بال ہوکر پہاڑوں میں گیا اس خبر کے سننے سے فیروز جنگ کے
[illegible] میں بڑی خوشی ہوئی اور اسی زمانہ میں اورنگ زیب کا فرمان دستخط خاص کا لکھا ہوا آیا کہ مرہٹوں
[illegible] سرداروں میں آپس میں نفاق ہے یقین ہے کہ سنتا جلد اپنے جزائے کردار کو پہنچے گا۔ تم جلد

آدمیوں کے ساتھ راہ صاف کرنے کے لیے اور پیش خانہ لیجانے کے لیے تعین کیا اور خود سوار
بیجاپور کو راہ اختیار کی جب وہ بیجاپور سے آٹھ نو کوس پر آیا تو جاسوسوں کی زبانی معلوم ہوا
سنتاجی اور دہناجی کے درمیان آپس میں فساد ہے یہ دونو سنتاپت یعنی مرہٹوں کے سپہ سالار
دہناجادو مرہٹوں نے عمدہ قدیمی سرداروں میں تھا اور بہ نسبت اور سرداروں اور سنتاجی کے
بادشاہی سے سلوک و سلامت کا طریقہ مرعی رکھتا تھا سنتا اس پر تفوق چاہتا تھا اس لیے
کے دلوں میں غبار تھا اور ایک دوسرے کے استیصال میں کوشش کرتا تھا۔ راجہ رام
سنتاجی جنجی لیے جاتا تھا منازعت قدیم کے سبب مقابلہ ہوا۔ سنتا غالب رہا۔ امرت راؤ
گوجی کو جو دہنا کا رفیق دیا اور تھا زندہ گرفتار کرکے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈلوا دیا اور راجہ رام
کیا اور دہنا جان بچاکر نکل گیا دوسرے روز سنتا راجہ کے روبرو دست بستہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا
میں ہی حضور کا غلام ہوں یہ گستاخی اس سبب سے ہوئی کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ دہنا کو میرا روکنا ہمارے
اس کی اعانت سے جنجی جائیں۔ اب آپ جس خدمت کو کہتے ہیں حاضر ہوں۔ راجہ کو خلاص
جنجی میں پہنچا دیا ذوالفقار خاں کے مقابلہ میں اور محمد کام بخش کے بہکانے میں اور تسخیر قلعہ کی
حالات کی برہمزنی میں اور اسمعیل مکھا کے دستگیر کرنے میں شریک غالب رہا جب تک قلعہ جنجی
رہا اور راجہ رام کے ساتھ قلعہ سے باہر ستارا کی جانب دہنا کی مخاصمت کے سبب سے گیا۔ دہنا یہاں
مرہٹوں کے اکثر امرا اُس سے عداوت رکھتے تھے اور خفیہ دہناجی جادو سے سنتاجی کے
نامہ و پیغام بھیجتے تھے۔ بہونت رائے ایک بڑا نامی سردار تھا دہنا جادو کے اشارہ سے
سنتا کے عمدہ نوکروں سے سازش کی اور دہنا جادو کی فوج لیکر اُس نے سنتاجی کی بہیر کو
اور سنتا کے لشکر کے بڑے نامی راوت اُسے جدا ہوکر بہونت راؤ سے پیوستہ ہوئے اور ایک
سخت کشتہ و زخمی ہوئی سنتا بے پر و بال ہوکر پہاڑوں میں گیا اس خبر کے سننے سے فیروز جنگ کے
دل میں بڑی خوشی ہوئی اور اسی زمانہ میں اورنگ زیب کا فرمان دستخط خاص کا لکھا ہوا آیا کہ مرہٹوں
سرداروں میں آپس میں نفاق ہے یقین ہے کہ سنتا جلد اپنے جزائے کردار کو پہنچے گا۔ تم جلد

جاکر ایسی کوشش کرو کہ اُس کے استیصال کی فتح تمہارے ہی نام ہو اس حکم کے پہنچتے ہی
سنتا کے تعاقب میں مصروف ہوا۔ ایک طرف سے بادشاہی فوج اور دوسری طرف سے دیپ
کی فوج سنتا کے پیچھے پڑی۔ سنتا کی فوج بالکل متفرق اور اُس سے جدا ہو گئی۔ اس حال میں
ناگوجی میانے دیس مکھ مسور جو مرہٹہ سرداروں میں تھا اور بادشاہ کے ملازموں میں کچھ مدت تک
داخل ہو چکا تھا مگر پھر اپنے فرقے سے ملگیا تھا اور اس سرزمین میں وطن رکھتا تھا اور اُس کے بھ
..... کو ہاتھی کے پاؤں تلے سنتا مسلوا چکا تھا۔ عداوت جانی اُس سے رکھتا تھ
اپنی بیوی کی رہنمائی سے اپنے آدمیوں کی جماعت لیکر سنتا کے تعاقب میں گیا اور وہاں پہنچ
جہاں سنتا کو فتہ و ماندہ بے پر و بال ایک نالہ کے کنارہ پر رہتا تھا غافل پاکر اُسکو قتل کر ڈالا
اُس کے سر کو توبرہ میں ڈال گھوڑے کے پیچھے باندھا اور اُس کو لیکر اپنی بیوی پاس یا دہنا
پاس چلا۔ رستے کے اندر توبرہ گر پڑا فیروز جنگ کی فوج کے سواروں اور ہرکاروں نے اُس کے
سر کو پہچانا اُسکو لطف اللہ خاں پاس کہ ہراول تھا لے آئے اور لطف اللہ خاں سر کو فیروز جنگ
لایا۔ اس پر بڑی مبارک سلامت ہوئی۔ شادیانے بجے۔ تشہیر کے بعد سر بادشاہ کے پاس
بابا کے ہاتھ بھیجا۔ بادشاہ نے سر کو دیکھکر شکر الٰہی کیا اور نوبت بجوائی اور خواجہ بابا کو خوشخبر
کا خطاب دیا اور حکم دیا کہ اس سر کی لشکر میں اور بعض بلاد دکن میں تشہیر ہو۔

سوانح سال چہل و سوم سنہ ۱۱۱۱ھ

جب بادشاہ نے پیہم سنا کہ مرہٹوں کا فساد و تسلط بڑھتا جاتا ہے اور وہ بہت شوخی کرتے ہیں
تو اُس کے دل میں آیا کہ اُن کے قلعوں کی تسخیر کے لیے جاوے کیونکہ جب مرہٹوں کے مسکن اور ما
ہیں اور اس طرح اُنکا استیصال کیجئے بادشاہ اسلام پوری میں چار سال سے چھاؤنی ڈ
ہوئے تھا۔ امرا نے اپنے بڑے بڑے مکان بنا لیے تھے۔ ایک نیا شہر معلوم ہوتا تھا۔ ایک
سال پہلے قلیچہ سنگ و گنج بنایا گیا تھا اب بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک خام قلعہ جس کا دور دیوا
کا پیمائش ہو بنایا جائے یہ ایک سال کا کام پندرہ روز کے اندر کارپردازوں نے بنا دیا

بادشاہ کا خود قلعوں کی فتح کے لیے جانا

...نساء بیگم اور والدہ بادشاہزادہ اور خدمہ محل کو اس آرامگاہ میں بٹھایا اور حمدۃ الملک مدار المہام
...خاں کو یہاں کی حراست سپرد کی۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ بادشاہ نے منادی کرائی کہ
...امراء و منصبدار و خلائق اپنے عیال و اطفال کو مع فضول اسباب کے اس بنگاہ میں رکھیں
...بہت تاکید کی کہ کوئی شخص اپنے اہل و عیال کو ہمراہ نہ لے مگر بادشاہ کی مروت کے سبب
...حکم کی تعمیل نہوئی اور خود ۵ جمادی الاولیٰ کو سفر کیا اور ۲۰ روز میں مرتضیٰ آباد عرف مرچ
...یا شاہزادہ محمد اعظم کو پیرگاؤں سے طلب کیا تھا وہ بھی اس منزل میں ملگیا۔ مخبروں کے
...سے تحقیق ہوا کہ راجہ رام برار میں تاخت و تاراج کر رہا ہے اور یہ بھی معروض ہوا کہ زمیندار
...گڑھ جو بہ سبب مناقشہ وطن اور وارثوں کے غلبہ سے بادشاہ پاس آنکر مسلمان ہوا تھا اور
...بخت اس کو خطاب ملا تھا جب اُس نے مدعی وطن کے مرنے کی خبر سُنی تو وہ بادشاہ پاس سے
...کر دیوگڑھ میں چلا گیا اور پیش کش مقرری جو ہر سال دیتا تھا وہ نہیں دیتا اور مفسدی کرتا ہے
...یک کی تاخت و تاراج میں راجہ رام کے ساتھ اتفاق رکھتا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا
...ہ اسکو نگوں بخت لکھا کریں اور بادشاہزادہ بیدار بخت کو حکم دیا کہ شائستہ فوج کے ساتھ
...رام اور نگوں بخت کی تنبیہہ کریں۔ اور بنگاہ اپنا مرتضیٰ آباد میں چھوڑے۔ بطریق
...مسافت طے کرے اور ایسا تعاقب کرے کہ اخگر افسردہ خاکستر کے نیچے شعلہ زد نہو
...فتح اللہ خاں بخشی اور حمید الدین خاں بہادر کو حکم دیا کہ وہ پرتاب گڑھ سے ستارا گڑھ
...آبادی کا نشان نہ چھوڑیں۔ مرتضیٰ آباد سے جب بادشاہ نے پرگنہ کرکی نواحی میں کوچ
...معروض ہوا کہ تھانہ بادشاہی یہاں تھا جس کو دشمنوں نے خراب کیا اور ایک مسجد
...لوگوں کی بنائی ہوئی ہے وہ بے چراغ ہے۔ بادشاہ دو کروہ مسافت طے کرکے اس مسجد
...گیا وہاں شکرانہ ادا کیا۔ یہاں تھانہ آباد کیا۔ جو رعایا فراری تھی وہ یہاں امان
...دینے میں آباد کی گئی بادشاہ نے اسکی حراست کے لیے ایک جماعت مقرر کی یہاں
...تھانہ سوادی میں بادشاہ گیا۔ یہاں سے تین کروہ پر ایک مضبوط قلعہ بسنت گڑھ تھا

وہ غنیم کے تصرف میں تھا اور متانت میں مشہور تھا تربیت خاں میر آتش کو حکم ہوا کہ وہ اس پہاڑ پر جا کر دشمنوں کو نکال دے۔ خان نے دو روز میں توپ خانہ کو قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچا دیا۔ آتش بار توپیں لگا کے دشمن سوزی شروع کی قلعہ نشینوں نے بھی کوہ پر توپوں کا چھوڑنا اور آلات آتشبازی کا چلانا شروع کیا۔ بادشاہ نے دو تین مقام کر کے حکم دیا کہ آب کشا پر جو قلعہ سے ایک کروہ پر تھا اور گولہ رس تھا خیمے لگائے جائیں صبح کو حکم دیا کہ یورش کے لیے لشکر تیار ہو محصوروں نے بادشاہ کی یہ جرات دیکھی تو انھوں نے اپنے عجز کا اظہار کیا اور خان کی امان کا پیغام دیا اور قلعہ سپرد کرنے کو کہا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ سب کے ہتیار لے آؤ اور مضرت جانی نہ پہنچاؤ اور انکو چھوڑ دو رات کو سب اس طرح بھاگ گئے کہ پتا بھی انکا نہ معلوم ہو مصالحہ و ذخیرہ قلعہ قدرے غلہ اور اور اسباب بادشاہی لشکر کو ہاتھ آیا ۱۲ جمادی الآخر سنہ ۱۱۱۱ کو قلعہ سب طرح قبضہ میں آگیا۔ کلید فتح اس قلعہ کا نام ہوا۔

فتح ستارا کی

بسنت گڈھ کی فتح کے بعد بادشاہ قلعہ ستارا کی فتح پر متوجہ ہوا۔ ستارا کا قلعہ ایسے اونچے پہاڑ پر واقع ہے کہ اُس نے ستارا کو اسم بامسمّیٰ بنا دیا ہے۔ ۲۵ جمادی الآخر کو سنہ ۴۳ جلوس کو پائے قلعہ سے آدھ کوس کے فاصلہ پر بادشاہی خیمہ لگا اور دوسری طرف شاہزادہ محمد اعظم شاہ کا خیمہ ایستادہ ہوا اور امرا کے خیمے جا بجا اطراف قلعہ میں تربیت خاں کی تجویز سے نصب ہوئے قلعہ کو مرکز وار گھیر لیا تھوڑے دنوں میں اندک تردد سے قلعہ کے نیچے اور دو موں کے اوپر توپیں لگا دیں۔ لیکن قلعہ دیوار کی صورت ایک پہاڑ ہے جو تیس گز بلند اور اُس کے اوپر چھ گز سنگ چین ہے۔ وہ کوئی دیوار نہیں کہ جس کے ارکان میں توپوں سے تزلزل آئے پھر اسپر اسباب استحکام سب موجود تھے توپ خانہ و ذخیرہ اور فزونی آب کہ عین گرمی کے موسم میں چشمے جاری تھے اور کام کے آدمی نقد جان کو ہاتھ میں لیے ہوئے وہ مستعد و مہیا تھے شب و روز بان و تفنگ و حقہ چادر و مشک اور سنگ پھینکتے تھے اور باہر کی بیشمار افواج رسد کو لوٹتی تھی اور ۲۰ کوس تک گھاس کو اُس نے جلا دیا جو جاندار کا مایۂ عیش ہے کئی بار وہ شوخی

کے لشکر کے نزدیک آئے مگر انہوں نے مالش ایسی پائی کہ بھاگ گئے۔ غلہ وکاہ کی کمال
ارانی ہوگئی باوجود اس دشواری کے دیوار حصار سے تیرہ گز پر برج کے مقابل ایک مدمہ تیار
ہوگیا اُس کے مصالح میں اتنے درخت صرف ہوئے کہ تیس چالیس کوس تک درخت کا
نام نہیں رہا۔ بادشاہزادہ کی طرف سے مورچال پائے قلعہ تک پہنچ گئے اور نقابوں کو
حکم ہوا کہ وہ نقب لگائیں انہوں نے دمدمہ کے قریب چند روز میں ۴۰ گز سنگ خارا
جس کا نام برج تھا خالی کیا۔ بادشاہ کے حکم سے قوم مادلیہ کے کہ قلعہ گیری میں ید طولیٰ
رکھتی ہے دو ہزار آدمی حاضر ہوئے اور تین سال کی طلب کا ایک لاکھ چھتیس ہزار روپیہ اُنکو
دیا گیا اور قلعے کے اوپر چڑھنے کا اسباب زینہ اور مال اور چرمین جامے تیار ہوئے۔ سچ ہے
کہ طالب کو درسے اپنے مطلوب کو ڈھونڈھتا ہے کہ کسی درسے اُس پر راہ کھلجائے کارکنوں
کی نظر میں یہ تمام اسباب قلعہ گیری کے لئے مفید نہ تھا۔ تربیت خاں نے اُسی دمدمہ
کے نیچے جو چوبیس گز بلند تھا ایک زینہ رواں کیا اس کے مصالحہ میں ہزار کجاوے اور
ٹاٹ و کرپاس کے خریطے صرف ہوئے کرپاس کمیابی کے سبب روپیہ کا چار گز ملتا تھا
یہ سحر اصرف ہوا۔ خاکریز کرکے قلعہ کے نیچے نقب لگائی اور اُسکے اُوپر چوبی زینے لگائے
لیکن پیش رفت کار سوا اس کے نہ ہوئی کہ خان مذکور دمدمہ سابق پر رہکلے لایا تھا۔
اس کے سبب محصور دیوار قلعہ سے سر نہیں نکال سکتے تھے اور بندوق نہیں مار سکتے تھے اور
دیوار کے نیچے چھپ کر بیٹھے تھے اور پتھر مارتے تھے اور اس سبب سے یورش کا مقصد کہ دیوار پر
دسادر چڑھیں نہیں حاصل ہوتا تھا بادشاہ نے حکم دیا کہ قلعہ کے دروازہ کی طرف فتح اللہ خاں
اور روح اللہ خاں اور مورچال واں کریں پنجم شوال سنہ ۴۳ جلوس کو خان مذکور نے
اپنے فکر صائب سے ایک ماہ کے عرصہ میں برجی قلعہ کے نیچے مورچہ پہنچائے۔ تربیت خاں نہیں چاہتا تھا
کہ اس کے تردد کے مقابل میں کوئی دوسرا نام آور ہو اُسنے اپنی رائے صائب اور سنگتراشوں
کی مدد سے کمر کوہ میں دو طاق بقدر طول چودہ درعہ اور عرض دو درعہ خالی کیے بردم کارزار دیدہ

کو وہاں چوکی کے لیے بٹھایا کہ کارزار کے وقت اُن سے جانفشانی ظہور میں آئے جب اُس کا منصوبہ جو مرکوز خاطر تھا پیش نہ گیا تو ایک تازہ تدبیر اس کے ذہن میں آئی کہ دونوں طاقوں کو اُس نے باروت سے پر کیا جب اس کا یہ حسن تردد بادشاہ سے عرض ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ سوار پیادے توپ خانہ و خاص چوکی والوں افغان و گکھر اور تعینہ سائر و جماعہ عربی و کرناٹکی جو شب و روز حاضر رہتے ہیں اُن کے علاوہ بخشی الملک مخلص خاں و حمید الدین خاں بہادر چند ہزار سوار لیجا کر انتظار کریں کہ جب نقب اُڑائی جائے اور جاں فروش قلعہ میں داخل ہوں تو وہ اُنکی کمک کریں پنجم ذیقعدہ سال مذکور کو طاق کلاں میں آگ دی اُس کے اوپر کا پشتہ مع دیوار کے اُڑ کر قلعہ کے اندر گیا اور اہل قلعہ کی ایک جماعت جلگئی اور اُڑ گئی۔ بادشاہی لشکر کو جرات ہوئی اور اُس نے قدم آگے رکھا پھر طاق دوم کی باروت میں آگ لگائی اُس کے اوپر کا پارچہ کوہ جس پر یہ گمان تھا کہ وہ قلعہ کے اندر پڑیگا وہ بادشاہی لشکر کے سر پر پڑا اور کئی ہزار آدمی جو مغاکوں اور بناؤں میں یورش کے منتظر تھے۔ پلک مارنے میں پتھروں کے نیچے دب گئے گنج شہیداں کی طرح بے غسل و کفن دفن ایک دوسرے کے اوپر سوئے اس سے دو ہزار کار آمدنی بیکار کام آئے۔ اگرچہ آدمیوں کے لیے راہ وسیع خود بخود کھل گئی اس حشر میں سو آدمی دیوار کے اوپر دوڑے اور غل مچایا کہ آؤ یہاں کوئی نہیں ہے۔ لیکن موچال کے آدمیوں نے ترس و خوف سے اس راہ میں قدم نہ رکھا انتظام جاتا رہا۔ کام کیا نہ کیا برابر ہوا محصورین نے جب دیکھا کہ کوئی متنفس اس طرف سے نمودار نہیں ہوا تو وہ دیوار کے اوپر آئے جا گرم کو گرم تر اور قائم تر کیا۔ اور بندوق زنی کی۔ آتش کو روشن کیا۔ دمدمہ بھی پھٹ گیا تھا۔ رہکلے گر چکے تھے اور کاربرداروں نے کام سے ہاتھ اُٹھا لیا تھا۔ کون مقابلہ میں آتا جب بادشاہ کو اسکی اطلاع ہوئی تو بادشاہ خود گھوڑے پر سوار ہوا اور نوکروں کے سر پر آیا اور حکم دیا کہ مردوں کی لاشوں کو ایک دوسرے پر فراہم کرو اور سینوں کو سپر بنا کے یورش کرو مگر بادشاہ نے اپنی بات کا اثر مشاہدہ نہ کیا تو حکم دیا کہ کرکوہ میں خیمہ برپا ہو تاکہ وہ خود اور بادشاہزادہ اس جگہ تشریف لیجا

رکان سلطنت بہت عجز و انکسار کے ساتھ اُس کے مانع ہوئے اس وقت بھی سواری تھی لیکن
ام کے برہم ہو جانے کے بعد جانے سے کیا فائدہ تھا بعد اس کے بادشاہ نے سپاہ کی تہمالت
دلداری کی اور فرمایا کہ اس مرتبہ تو ہم اور ہر اس کو کسواسطے تم اپنے دلوں میں جگہ دیتے ہو
یں تقصیر نے کوئی دست برد تم پر نہیں کی ہے جس جماعت کی اجل آئی تھی اس نے شہادت کی سعادت
یائی جو اہل دین کی آرزو کا انتہا کا درجہ ہے اور آخرت کی رستگاری کا سرمایہ۔ تم کو چاہئے کہ جہاد پر
مستعد ہو جب تک تن میں جان ہو کوشش کرو۔ سرافراز خاں دکنی کو حکم ہوا کہ سربازہمراہیوں
جو مصالح قلعہ گیری میں اور بہرہ مند خاں بخشی کے آدمیوں کو تربیت خاں کی مدد کے لیے لیجاؤ
اور از سر نو مورچالوں کے بنانے میں مشغول ہو۔ بہت سے بہادروں کو افسوس تھا کہ کار طلب
کیوں کی جماعت یوں مفت رائگاں خاک کے نیچے سوئے اور سنگ و کلوخ سے ہم آغوش ہوئے
چنانچہ لاکھ روپیہ مع محنت و تردد پنج ماہ کے خاک کی برابر ہوا۔ اور پھر مآل کار معلوم نہیں۔
جو آدمی دبے ہوئے تھے اُن میں سے بعض کے وارث وقت پر پہنچے اور مردوں اور زخمیوں
کو نکال لائے۔ باقی مر گئے واقعہ غریب یہ ہے کہ پیادے بہلنیہ اپنے بھائیوں اور فرزندوں اور
یاروں کے مرنے سے بہت بیدل تھے اور میر آتش سے بھی دل تنگی رکھتے تھے جب اُنہوں نے
دیکھا کہ وہ سنگ خاک سے مردوں کا نکالنا مشکل ہے اور اُن کے دین میں مردوں کا جلانا واجب ہے
اُنہوں نے اُسی شب کو مورچال کو جو سراپا چوب سے مرتب تھا بے خبر آگ لگا دی۔ یہ آگ
ساری رات جلتی رہی۔ اتنا پانی کہاں تھا کہ اس صحرائے آتش کو بجھاتا کل ہندو اور بعض مسلمین
جن کے نکالنے کی فرصت نہ ملی تھی وہ بالکل جل گئے۔ دنیا بھی عجب آتش کدہ ہے کہ دوست
دشمن دونوں فنا کی آگ میں جلتے ہیں۔ اس سردار جد کار نے نان کی امید میں اور جان کی بیم میں
شش قلعہ میں بہت کوشش کی مگر العبد یدبر و اللہ یقدر

۲۵ رمضان ۱۱۱۱ھ کو مخبروں نے خبر دی کہ راجہ رام جو برار میں تھا اپنے گھر جاتا تھا وہ
مر گیا اور تین خرد سال بیٹے اور دو بیویاں چھوڑ گیا دہم شوال کو بادشاہ کو یہ اطلاع ہوئی۔

کہ پسر کلاں جو پانچ سال کا تھا اسکو مرہٹوں نے باپ کا جانشین کیا تھا وہ چیچک سے مر گیا رام کی بڑی رانی تارا بائی تھی کہ عقل و فراست میں اور ملک و سپاہ کی پرداخت میں اپنے شوہر حیات میں شہرت تام رکھتی تھی اور اس کے ایک بیٹا تھا۔ اسکو سرداروں نے راجہ رام کو قائم مقام کیا۔ رانی مذکور نے دشوار گذار پہاڑ کی طرف رخ کیا۔ بادشاہ نے یہ خبر سنکر شادیانے بجانے کا حکم دیا اور راجہ کے شر کے دفعہ ہونے کا شکر ادا کیا امیروں نے بھی بادشاہ کو مبارکباد دی مگر وہ کارخانہ الٰہی سے غافل تھے جب بنبھاجی قتل ہوا ہے تو بھی یہ سمجھے تھے کہ دکن کا فساد برطرف ہوا ہے اب بھی سب متفق اللفظ ہو کر خوشوقتیاں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مرہٹوں کی جڑ کٹ گئی اور طفل شیر خوارہ اور ایک بید ست و پا زن ہیں جنکا استیصال کیا بڑی بات ہے یہ خبر نہیں کہ عاقل کہہ گئے ہیں ع دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد۔ تارا بائی زوجہ راجہ رام نے شرط سرداری و تردد بجالائی۔ اور مرہٹوں کا بندوبست کیا اسکا ذکر سال بسال اپنے محل پر ہوگا

قلعہ پرلے قلعہ ستارہ سے سات کوس پر تھا۔ پرسرام اس قلعہ میں راجہ رام کی طرف سے اس ضلع کے بندوبست مالی کے لیئے مقرر ہوا تھا وہ ایسا حواس باختہ ہوا کہ قلعہ دار کی صلح بغیر اُس نے ملازمت کی اس ضمن میں قلعہ دار پرلے نے بھی جان و مال کی امان کے قول کا پیغام بھیجا۔ اس حالت میں سوبھان قلعہ دار ستارہ نے دیکھا کہ قلعہ کی ایک طرف دیوار اُڑ گئی ہے اور ایک جماعت کثیر سوختہ ہو گئی ہے۔

پشتہ کوہ پر بادشاہزادہ کا سر کوب ایسا لگا ہوا ہے کہ وہ عمارات قلعہ کو منہدم کر رہا ہے فتح اللہ خاں کے مورچال حصار کے اوپر پہنچ گئے ہیں وہ ایک پنجہ آہنیں کی ضرب سے دروازہ کو اُکھیڑنا چاہتا ہے۔ راجہ رام کے مرنے کی خبر مشتہر ہو گئی ہے۔ قلعہ دار پرلے جو میرا دشمن تھا وہ التجا کرنے میں اور اپنے کام کے پیش لیجانے میں سبقت لیجاتا ہے اس سبب سے مال کا سراسیمہ ہو کر شاہزادہ محمد اعظم شاہ کو واسطہ بنا کے التماس کی کہ اگر جان و آبرو کی امان پاؤں اور قلعہ دار پرلے کی تقصیر معاف نہ ہو تو قلعہ ستارہ کی کنجیاں حوالہ کرتا ہوں اور یہ قلعہ

شاہزادہ محمد اکبر

شاہزادہ معز الدولت بہادر و قوم لئی

کہ تھوڑے دنوں میں قلعہ پرلے کو بلا قول امان بندہا یا بادشاہی کو تصرف میں لاتا ہوں
اس کی التماس قبول ہوئی۔

۱۵ ذی قعدہ کو قلعہ ستارا کی کنجی حوالہ کردی۔ تین ہزار عورت مرد بچوں کو امن
دیا وہ قلعہ سے باہر آئے۔ قلعہ کی فتح کے شادیانے بجے۔ سوبھان کی گردن اور ہاتھ باندھ کے
حضور پاس لائے اس نے اُس کے ہاتھ کھلوائے اور منصب پنجہزاری دوہزار سوار مع اسپ و
خلعت سرصع و علم و نقارہ اور بیس ہزار روپیہ نقد اُس کو عنایت ہوا چونکہ قلعہ ستارا بادشاہزادہ
محمد اکبر کی وساطت سے فتح ہوا تھا اس لیے اُس کا نام اعظم تارہ رکھا گیا۔ کشائش قلعہ
۲۵ جمادی الاخر ۱۱۱۳ھ سے لغایت ۱۳ ذی قعدہ ۱۱۱۴ھ میں یعنی ۴ ماہ ۱۸ روز میں
ہوئی اس اثنا میں جو اور واقعات پیش آئے اُنہیں لکھتے ہیں۔

شاہزادہ محمد اکبر کے دو ملازم اُسی کی عرضداشت قندہار سے لائے جس میں عفو جرائم کی
درخواست تھی اور ایک صندوقچہ عطر نذر کے لیے بھیجا تھا۔ بادشاہ نے فرستادوں کے ہاتھ
خلعت اور فرمان بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ جب تک تم ہماری سرحد پر نہ آؤ گے عفو جرائم نہیں
ہوگا اور جب ممالک بادشاہی میں داخل ہوگے تو تمہارے لیئے فرمان صوبہ داری بنگالہ کا صادر ہوگا
خلاصہ اخبار نویسوں کے نوشتہ سے بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ بلوچ جن کے دس بارہ
ہزار سوار فراہم ہوگئے تھے۔ اور قوم لئی (لنی) یہ دونو حد سے زیادہ فساد کر رہی ہیں شاہزادہ
معز الدین سے مکرر مقابلہ اور مقاتلہ ہوا ہوا۔ حفیظ اللہ خاں پسر خرد جملۃ الملک حوم نے
صوبہ ٹھٹہ کا نظم تھا اور اس ضلع میں تسلط کلی رکھتا تھا۔ شاہزادہ کی مدد کی لیکن مخالف
کے غلبہ سے شاہزادہ کی فوج کا عرصہ تنگ ہوا اور لطف علی خاں و راجہ سورج مل و بہادر خاں
بندہا بادشاہی کام آئے تو شاہزادہ نے دشمنوں کے ایک ہزار آدمیوں کو مارا اور فتح
پائی چہارم جمادی الاخرہ کو بادشاہ سے عرض ہوا کہ دریا نربدہ کے پار شاہزادہ بیدار بخت
و راجہ رام کے درمیان جنگ ہوئی خان عالم اور سرافراز خاں نے تردد نمایاں کیئے۔

مخالف بند و بار لشکر شاہی کو ذیکر فرار ہوئے بادشاہ نے خان بہادر کو شاہزادہ کی
کے لیئے مامور کیا۔

سوانح سال چہل و چہارم سنہ ۱۱۱۱

قلعہ ستارا (اعظم تارا) کی قلعہ داری پر ستر سال بوندیلہ سرافراز ہوا ۱۴ ذیقعدہ کو
اس حصار میں گیا۔ ایک قدیم مسجد والیان بہمنیہ کی بنائی ہوئی تھی بادشاہ نے اس
پھروائی اور دوگانہ شکر ادا کیا۔

جب بادشاہ قلعہ اعظم تارا کی بست و کشاد سے فارغ ہوا اور قلعہ اور فوجدار وہاں
تو فتح پرلے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کے حکم سے فتح اللہ خاں قلعہ کے محاصرہ میں مصروف
اور جو ستارہ میں مصالح قلعہ گیری جمع ہوا تھا وہ بہت جلد قلعہ پرلے کے نیچے آگیا۔
کو بادشاہ تین روز چلکر دروازہ قلعہ کے سامنے خیمہ زن ہوا اور دولت خانہ کے آگے
کا خیمہ لگا۔ روح اللہ خاں میر مورچال مقرر ہوا۔ قلیچ خاں بہادر اور مردم شاہی
کے اضلاع کوہ کو چند کروہ کے فاصلہ پر مرکز وار گیر لیا اگر ستارا کہتا کہ میں قلعہ آسمان
ہوں تو پرلے نے کہا کہ میں اس کے جوش پر تیغ کار فرما ہوں اگر ستارا کہتا کہ آسمان
میرے کوہ کا پشتہ ہے تو پرلے کہتا کہ آسمان میرے شکوہ کا سایہ ہے۔ محاصرین نے تو
دنوں میں محصورین کو تنگ کیا۔ مگر بارش کی شدت اور غلہ و کاہ کی کمی وہ ہوئی
بادشاہی سپاہ کا بھی دم نکال دیا۔ مگر بادشاہ اس حال میں زر پاشی اور دلدہی سے
دلاوروں کا دل ہاتھ میں لیتا۔ قلعہ نشین کبھی کبھی بیخبر پہاڑ سے نیچے آنکر شوخی کرتے۔
یورش اور فتح اللہ خاں کی بہادری سے محصور دل باختہ ہو کر الامان کی فریاد کرنے
ڈیڑھ مہینے کے محاصرہ کے بعد سوم محرم میں قلعہ مفتوح ہوا اور مردم قلعہ مع عیال
پاکے قلعہ سے باہر نکلے۔ انکے بدن پر سوا پرانے کپڑوں کے کچھ اور نہ تھا۔ قلعہ میں
مسجدیں شاہان بیجاپور کی تعمیر کی ہوئی تھیں اور ہندوؤں نے انکو خراب کر دیا تھا انکی تعمیر کا

بادشاہ کا سفر بھوسان کی طرف

عدل شاہ جو نئی چیز بناتا تھا اس پر نورس کا لفظ لگاتا تھا۔ کتاب نورس۔ شہر نورس پور
نورس۔ یہ قلعہ بھی اُسکا بنایا ہوا تھا اس لیے اُس کا نام نورس تارا رکھا۔ اب بادشاہ نے
قلعہ دار مقرر کیا اور اس سرزمین کا بندوبست ہو گیا تو اُس نے بھوسان گڑھ کی طرف
کا ارادہ کیا۔ مگر کارخانجات بادشاہی وامرا وغیرہ کے باربردار اصلا موجود نہ تھے
کی زیادتی اور آب وہوا کی ناموافقت سے شتر کا نام ونشان باقی نہ تھا اور ارابہ کی
ت رہا دشوار گذار کے قلب ہونے کے سبب اس ضلع میں متعذر تھی اراہ باربردار کے
چھ پانچ مہینے کی برسات میں زندہ رہ سکے تھے ان میں سوار پوست واستخواں کے کچھ باقی نہ تھا
کا حال بھی یہ تھا۔ سرکار بادشاہی اور امیروں کا اسباب اُن ہی ناتوان ہاتھیوں پر
پوست واستخواں کے سوا کچھ نہ تھا اور نیم جان بیلوں پر اور مزدوروں پر اور بلنور خانہ کے
پر جو لد سکا لادا گیا۔ باقی ببکبار ہونے کے لیے کچھ اسباب قلعہ دار کے حوالہ کیا گیا
جلایا گیا۔ اور نامراد بے بضاعت خانہ بدوش ہو کر روانہ ہوئے فیل وگاؤ جن پر انکی
انباری کرتی تھیں۔ درہون میں گرانی بار سے گرے اور جان عزیز کو خیرباد کہا۔
بندہوئیں۔ بڑی سختی سے دریا کشنا کے کنارہ کہ پانچ کروہ پر تھا تین منزلیں کر کے
ہاں پہنچے اب عبور کا فکر ہوا تو سات شکستہ بستہ کشتیوں کے سوا کچھ اور نہ تھا مقام
ہوا شدت بارش سے آب کشنا بہت چڑھا ہوا تھا۔ کثرت لشکر وقلت معبر پر نظر کرنے
سے جان نکلتی تھی جب اُترنا شروع ہوا تو باوجودیکہ بادشاہ نے گرز بردار مقرر کر دیئے
دستوں پر زبردست تعدی نہ کر سکیں اور یہ مقرر تھا کہ ہر روز ایک بادشاہزادہ اور
امیر گزریں مگر دریا کے کنارہ پر اس قدر فساد وتشیر کشی ہوتی تھی کہ کوئی روز نہ ہوتا کہ
کشتہ وزخمی وغرق نہ ہوتے ہوں بعض جو تیر کر پار جانا چاہتے تھے ان میں دس میں ایک
پہنچتا تھا کئی ہزار آدمی جو پیچھے رہ گئے وہ بیابان مرگ ہوئے۔ ۱۹ صفر کو
گڑھ میں لشکر پہنچا۔ بادشاہ نے یہاں ایک ماہ کے قیام کا حکم دیا باران جو ابتک

رفاقت میں تھا وہ بھی جدا ہوا۔ دریاؤں اور ہامون کا شور بھی کم ہوا۔ لشکر کو آرام ملا۔ شاہ
اعظم کو خاندیس کو رخصت کیا کہ برہان پور میں لشکر کے ساتھ آرام کرے۔ لشکر خستہ حال
قدیم کی آباد نواحی میں رخصت کیا صوبجات کے نوابوں کو فرمان گیا کہ تازہ لشکروں
پاس بھیجیں۔ شاہزادہ بیدار بخت کو بلا کر قلعہ پرنالہ کی فتح کے لیے بھیجا اور ذوالفقار
نصرت جنگ کی فوج کو اس کے ساتھ کیا۔ کچھ دنوں بعد تربیت خاں میر آتش کو اس
کیا۔ ۲۶ ربیع الاول کو بادشاہ خواص پور میں آگیا۔ یہاں خلائق کو ایک گونہ آ
یہاں غلہ و کاہ اور اکثر مایحتاج کی ارزانی تھی مگر یہاں ایک اور تازہ حادثہ ناگہانی
مردم لشکر پر واقع ہوا جس کا مجمل حال یہ ہے کہ ایک نالہ کم آب تھا اس پر لشکر پڑا
نالہ کے سب طرف خشک ریت تھی برسات ہو چکی تھی بے ہنگام باراں کا گمان نہ
شدت سے برسے گا۔ ۲۸ ربیع الثانی کو جبال و کوہستان و دشت میں غیر موسم
بارش ہوئی کہ ایک پہر رات گئے۔ سیلاب بلا ایک بارگی لشکر کی طرف آئی۔ او
کی جان پر بلا مبرم بنی ایک جماعت بادۂ عشرت میں مدہوش اور خواب غفلت میں
تھی اس وقت خبردار ہوئی کہ پانی نے سر سے گزر کر بساط خانہ کو مع خیمہ و فرش کے
جو کوئی سراسیمہ ہو کر نجات کی فکر میں دست و پا زنی کر کے اس شب تاریک میں جس
نظر ڈالتا سوائے بے پایاں موج آب کے کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک عالم سر و پا برہنہ
کے واسطے استغفار پڑھتا ہوا ہر طرف دوڑتا تھا۔ اکثر نے اس بحر بے پایاں میں جان با
دی۔ جس وقت اس قیامت کا برپا ہونا شروع ہوا۔ بادشاہ جائے ضرور میں تھا
سمجھکر کہ دشمن کے ناگہاں آجانے سے یہ ہنگامہ تیخیر ہوا ہے۔ عالم اضطراب میں اٹھا
پھسلا اور پاؤں میں ایسی ضرب شدید آئی کہ علاج پذیر نہ ہوئی۔ اور میراث صاحبقرا
لنگی ہاتھ آئی۔ آب سیلاب کی نوبت دولتخانہ بادشاہ تک پہنچی۔ اپنے اور خدم
سواری طلب ہوئی صبح ہوئی تو پانی کم ہونا شروع ہوا۔ بہت سے عمدہ نامی آدمی

اُن اسباب کو برباد کرکے پڑے پھرتے تھے غرض جو کچھ ضرر مالی و کسالہ و تضدیع
بیان نہیں ہوسکتی۔

بادشاہ سے معروض ہوا کہ ہنود قید میں طعام نہیں کھاتے ساہو بن سنبھاجی کے
شیرینی و میوہ و پکوان کھاتا ہے تو بادشاہ نے حمید الدین خاں کی معرفت اس کو
کہلا بھیجا کہ تم قید میں نہیں ہو اپنے گھر میں بیٹھے ہو۔ طعام کھایا کرو۔

حسین خاں حاکم کانشغر فوت ہوا ملک کے بندوبست میں خلل پڑا۔ ارسلاں خاں پسر
عبد الرحمن خاں متوفی بادشاہ کی بندگی سے سرفراز تھا اس کو ارشاد ہوا وطن
اپنے ملک پر قبضہ کرے سردار خاں جو شاہزادہ معظم کی تعینات میں تھا اس کو
ہمراہ اس کی کمک کرے۔

رجب سنہ ۱۱۱۲ کو بادشاہ مرتضیٰ آباد مرچ کی طرف چلا۔ ۲۰ شعبان کو یہاں پہنچ گیا

سوانح سال چہل و پنجم سنہ ۱۱۱۲

مرچ میں توقف ہوا۔ سوم شوال کو قلعہ پرنالہ اور اس کے پاس کے قلعہ بون گڑہ
کے لیے علم اُٹھایا دہم ماہ مذکور کو حصار کے دروازہ کے روبرو بادشاہ آیا اور دریا کے
پار قلعہ کے نیچے جو مقام توپ رس تھا وہ منزل گاہ بنائی۔ دیوان حافظ میں
سے یہ شعر نکلا ؎

بدہ کہ غیب نمائست جام جم دارد ہر خاتمے کہ دہد گم شود چہ غم دارد

یہ قلعہ حکام عادل خانیہ سے لیا تھا پھر اسکو سلطان معظم شاہ نے فتح کیا
اس کو سنبھاجی نے لے لیا۔ بادشاہ نے نصرت جنگ کو بھیجا کہ ہر طرف چور پھر رہے
سر تن سے جدا کرے۔ دونو قلعوں کا دور سات کروہ تھا اسکو لشکر شاہی نے
تربیت خاں کے اہتمام سے مورچال کی پیش رہوئی اور توپیں دشمنوں کے جلانے
لگیں ہوئیں تھوڑے دنوں میں قلعہ کے پانچ برج نصف سے زیادہ گر پڑے اور یہ سردار

کانشغر

قلعہ پرنالہ کی فتح کے لیے بادشاہ کا جانا

جلد کار خارزار زمین کی تنگافت میں اور کوہسار میں کوچے بنانے میں کارنامے
لاتا تھا۔ کئی جریب زمیں مجوف کرکے راہ بنائی کہ جس میں تین مسلح آدمی کام کر
اس میں بیٹھ سکیں اور ہر طرف غرفے جس میں ہوائے اور آفتاب کی روشنی پہنچے
ان مکانوں میں توپ خانہ کے آدمیوں کو بٹھایا کہ بندوقیں مار کر کسی کو دیوار سے
ٹکانے دیں اور اس کوچہ کو اس برج کے نیچے پہنچایا کہ مضرب توپ تھا۔ اسکی
کو اس قدر خالی کیا کہ ایک بہادروں کی جماعت اُس کے اندر چوکی دیتی اور
اَسیب حقہ و متوالیہ غنیم کا انکو نہیں پہنچتا تھا۔ آخر کار اُس کوچہ کو زیر فصیل دیوار
لیکن اس سبب سے کہ پیش رفت کار میں توقف طاری ہوا۔ برسات کا موسم آگیا اور
بارش اور سیلابوں کی طغیانی سے اس میں کچھ خلل پڑا اس اثنار میں فتح اللہ خاں
میں اپنے ہمراہیوں کی شکست کی خبر کے لیے گیا ہوا تھا۔ وہ حضور میں آنکر مامور ہوا کہ
شاہزادہ کی اطراف سے منعم خاں کی ہمدستی کے ساتھ مورچال بالاستقلال رواں
اس فرمان پذیر نے ایک ماہ میں زمین سنگ آگین میں خاک سے زیادہ سہل ترکات
کوچہ پائے دیوار تک پہنچایا کہ عقل حیران رہ گئی۔ محصورین دو نو حصار سے آتش افروزی
کرتے تھے انہوں نے دیکھا کہ ایک طرف سے تربیت خاں چاہتا ہے کہ اُنکی بیخ کنی
دوسری طرف فتح اللہ اُنکو خاک میں ملانا چاہتا ہے محمد مراد خاں اپنے ہمراہیوں سمیت
خواجہ محمود بخشی لشکر شاہزادہ کام بخش لون کہان کے برج و بارہ کو اُڑانا چاہتا ہے لشکر
محاصرہ نے فرار کی راہ کو تنگ کر رکھا ہے۔ بادشاہ عالمگیر ہے کہ برسات کی شدت
حادثات کے نزول سے اُس کے عزم جزم میں خلل نہیں پڑتا اور یہ لشکر ایسا ہے
اپنا کام نہ کریگا پائے کار سے نہیں اُٹھیگا ان باتوں پر لحاظ کرکے محصورین نے
مفر عجز میں دیکھا اور تربیت خاں کے وساطت سے زنہار جوئی کے لیے بادشاہ
کے امان خانوں میں دوڑے۔ ان دونو نے بادشاہ سے اُنکی شفاعت چاہی۔

فتح قلعہ صادق گڑھ و فرار گیر و متعلقین

...ل کیا۔ ٹرنبک حارس کو جان و مال کی امان دی غرہ محرم ۱۱۳۳ھ کو پرنالہ اور پون گڑھ ...ب محروسہ میں آئے بادشاہ نے پرنالہ کا نام نبی شاہ درک رکھا۔ اسمٰعیل نکھا یہاں کا فوجدار ...ر ہوا۔

بادشاہ نے پرنالہ کی اطراف سے گھاٹوں کی طرف جانے کا قصد کیا کہ وہاں علف ...ہ کثرت سے ہے خلق خدا کو اس سے آرام ملے گا اور قلاع داروں گڑھ و نام گیر و چندن ...ت دشمنوں کے ہاتھ سے مخلص ہوں گے اس ثواب کی نیت سے دوم محرم ۱۱۳۳ھ کو بادشاہ ...یج کیا۔ فتح اللہ خاں بہادر کو آگے جانے کے لیے مامور کیا۔ اُنہ نے جاکر چاروں قلعوں ...شینوں کی کمر کو توڑا اور غنیم کی ایک جماعت کو تلوار کا طعمہ بنایا اور بہت مواشی ...ی پکڑ لیے۔ دارون گڑھ کے قلعہ نشینوں کے بازوے دست کوب کا یہ زور دیکھکر ...ن کے پیچھے بادشاہ کے لشکر کے آنیکی خبر سنکر جان کا بچانا غنیمت جانا۔ دسویں ماہ ...و قلعہ خالی کر دیا۔ اور چور بھاگ گئے اس مناسبت سے کہ خان بہادر کا نام محمد ...ق ہے۔ بادشاہ نے اس قلعہ کا نام صادق گڑھ رکھا۔ ۲۰ کو ظاہر قلعہ کو گھاٹوں سے ...وس پر ہے چھاؤنی کے لیئے بادشاہ نے فرمایا اور یہاں خان بہادر کے ساتھ لشکر گراں ...ر کردگی نجشی الملک بہرہ مند خاں ناندگیر و چندن و ندن کی تسخیر کے لیے بھیجا دس بارہ ...ن قلعہ دار ماندگیر نے اپنی جان پر رحم کرکے قلعہ کی کنجی خان بہادر کو حوالہ کی۔ قلعہ کا ...م آوروں کے اتفاقات کے سبب سے نام گیر رکھا گیا پھر حصار چندن کا محاصرہ ہوا تھوڑی ...یں جمادی الاولیٰ کو یہ چوتھا قلعہ بھی بادشاہی قبضہ میں آگیا۔ ان دونوں قلعوں کا ...تاح و مفتوح رکھا گیا۔ قلعہ کھیلنا کو فتح کرنا لڑکوں کا کھیل نہیں تھا۔ اسکا تسخیر کرنا سخت ...شکل تھا۔ ہر دلبستہ کے لیئے ایک کشائش اور ہر محنت کے واسطے ایک آسائش اور ہر معمے ...لیے ایک تفسیر اور ہر امر کے واسطے ایک تعبیر ہوتی ہے۔ سو عالمگیر جس مکان میں بعقدہ ...شکل ہوتا اس کو ناخن کے اشارہ سے کھولتا۔ جس زماں میں طلسم لاینکشف نظر آتا ہے اُسکے

چہرۂ حقیقت کو اپنی رائے زریں سے کھولدیتا ہی اگر قاصد ان آمال کی راہ میں خیال اشکال
ہوتا ہی تو اپنے حکم قاطع سے اسکو کاٹ دیتا ہی اگر تراکم اشجار راہ میں آنے جانے والونکو
تو اس کو اپنے حکم کے تبر سے بیخ و بن سے اکھیڑ ڈالتا ہی۔ اگر عقبات دشوار گذار پیش آئیں
انکو ہموار کردیتا ہی اگر حصول مقاصد کے لیئے بعد شرق و غرب حائل ہو تو اس کو طے کرا دیتا
یہ بادشاہ ۱۶ جمادی الاخر ۱۰۴۵ھ کو صادق گڑھ سے چلا بارہ منزلیں طے کرکے ملکاپور میں
زن ہوا آگے راہیں دشوار گزار تھیں اس لیئے سات روز یہاں قیام کیا۔ شاہزادہ بیدار بخت
بنی شاہ درک سے معاودت کے وقت برسات کے موسم کاٹنے کے لیئے ہوکری اور
اور اس کی حدود کی سمت میں گیا تھا۔ کم مدت میں کئی قلعہ اس نے مرہٹوں کے ہاتھ
چھٹائے۔ وہ بادشاہ کے حکم سے بورگانوں کی راہ سے بادشاہ سے اسی منزل میں آ
بے موسم مینہ برستا تھا یہاں چند روز قیام ہوا فتح خاں نے معبر کو صاف کرکے بادشاہ کو
دی۔ چار کروہ مسافت جو بڑی دشوار تھی آسانی سے طے ہوئی۔ ۱۶ رجب کو بادشا
دامن کوہ میں جو اسکی فرودگاہ کے لیئے کافی تھا خیمہ زن ہوا۔ یہاں سے کیلنا ساڑھے
کروہ تھا کوہسار کی راہ میں سراسر دشوار گزار بیشے اور جنگل انبوہ خاردار واقع تھے کہ آفتاب
کی روشنی نہیں جاسکتی تھی اور ایسے تنومند اشجار بلند کی شاخیں باہم بافتہ تھیں کہ چیونٹی بھی
بدشواری گذر سکتی تھی۔ اگر کوئی بٹیا بھی تھی تو اس پر پیادہ مشکل سے چل سکتا تھا۔ خان
فتح اللہ خاں مامور ہوا کہ ان عوائق و موانع کو راہ کے آگے سے اٹھائے اس فرمان
کی اہتمام وسعی سے بیلداروں سنگ تراشوں نے ایک ہفتہ میں وہ دستکاری دکھائی
سے دیکھکر عقل دنگ رہ گئی اگر پہاڑ آیا تو روئی کے گالوں کی طرح اڑایا اور نشیب فراز
ہوا تو اسکو بسا طنبایا اگر بلند درخت رستے میں کھڑے ہوئے تو انکو خس و خاشاک کی
اڑایا۔ غرض ایسا راستہ ہموار بنادیا کہ سوار برابر آسانی سے چلے جائیں کام میں ہر
دشمنوں سے لڑنا اور ان کے سروں کو سبزہ کی طرح کاٹ کے لالہ زار بنانا پڑتا تھا یوم شنبہ

بادشاہ نے خان بہادر کے ساتھ افواج کو بسر کردگی جمدۃ الملک مدار المہام اور بہادر فاقت
سعد الدین خان بہادر و منعم خاں و اخلاص خاں و راجہ جے سنگھ کو رخصت کیا۔ صبح کے وقت خان
بہادر و منعم خاں اور چند یکہ سواروں کے ساتھ درہ میں داخل ہوا قلعہ کا پشتہ سر کوب تھا جس
پر خان بہادر توپوں کو لگانا چاہتا تھا مگر وہاں سے ایک دیوار محکم برجوں کی کھینچکر
ہوئے اسکو اپنے روز بد کا حصار سمجھنے لگے۔ جمید الدین خاں بہادر کمین گاہ ضلع چپ کی
حفاظت کے لیے کھڑا ہوا پانچ چار ہزار مرہٹے لڑنے کے لیے آگے بڑھے۔ درہ کی راہ کو روکا اونچے
ٹیلوں اور سنگھا کوہ کی پناہ میں بندوقیں مارنے اور پتھر لڑھکانے شروع کیئے۔ فتح اللہ خاں نے
کوشش کرکے سینوں کو سپر بنایا اور تلوار سے مرہٹوں کا سر اڑایا۔ پشتہ کو کشتوں سے دو پشتہ کیا
تین سو آدمیوں کی ایک جماعت کام میں آئی آخر کار مرہٹوں کو ایسا تنگ کیا کہ وہ فرار ہوئے
پہاڑوں سے گر گر مر گئے۔ وہ چاہتے تھے کہ قلعہ کی جانب بھاگیں سو خان بہادر نے اپنے
پہنچنے سے پہلے جزائر اندازوں کو دشمنوں کے جلانے کے لیئے قلعہ کی راہ پر بٹھا دیا تھا
طرف بھی آگ نے راہ گریز بند کی۔ ناچار جنگلہ میں بھاگے۔ درخت و بوٹہ میں پنہاں ہوئے
اس اثنا میں کہ افواج شاہی پیچھے پہنچیں اور انہوں نے زندوں کو گرفتار کیا۔ خان بہادر نے
اس کمر میں پتھروں کو باندہ کر بن کے غاروں میں پھینک دیا۔ یہ فتح نمایاں ہوئی اور پشتہ
پر ثبات قدم ہوا۔ بادشاہ نے یہاں اپنے خیمے لگائے۔ مورچال قائم کرنے میں تا جگہ
ہموار ہوئی۔ دوسرے روز دوسرا پشتہ قبضہ میں آیا جہاں سے قلعہ کے اندر بندوق کی گولی پہنچ سکتی
تھی یہاں توپوں کو لگا کر خانہ نشینوں کے گھروں اور عمارتوں کو جلانا شروع کیا کوچہ سقف (کوچہ
سقوف) بنانا شروع کیا۔ وار کھڑی کرکے اس پر مخالفوں کے سروں کو بجائے تاک کے خوشوں
لٹکایا۔ ۲۲ ماہ مذکور کو بادشاہ اس کارنامہ کو دیکھنے آیا اور مورچالوں کو آگے لیجانے
کی ترغیب دی اور لشکر کی پشت گرمی اور پیش رفت کار کے لیئے اپنی منزلگاہ سے اٹھکر
اس میدان میں خیمہ لگایا کہ قلعہ سے آدہ کوس تھا۔

سوانح چہل و شش سنہ ۱۱۴۳

بادشاہ کے حکم کے موافق شاہزادہ محمد بیدار بخت اطراف نبی شاہ درگ میں منزل گزیں ہو
تربیت خاں کتل انبہ کے درہ پر بیٹھا۔ محمد امین خاں نے کوکن دروازہ کا انسداد کیا۔ خان
نے توپ جزائر لے کر بڑی مردمی ہمت سے کوچہ سرغار حائل قلعہ کی یونی تک لے گیا۔ ہر
نے رات دن میں توپ و تفنگ کے چلانے سے لمحہ بھر کا توقف نہیں کیا کوچہ سلامت
ہر نوع کے آدمیوں کو جو کام کرتے تھے جان سے مارتے تھے مگر بہادر اپنا کام بناتے
نے دروازہ قلعہ سے پوشیدہ کوچہ بنایا اور یونی پر مدافعت کے لیے بیٹھا۔ جب اُس نے
دیکھا کہ خان بہادر دہابہ باندہ کے مقابل آیا اور زینہ پر سوار ہونا چاہتا ہے تو اس کے
ہوش اُڑے زینے جو غار میں سے نکالکر دیوار کے نیچے سطح زمین تک لگائے۔ اُنکو دشمنوں
خراب کیا۔ بہادروں نے کجاووں کے زینے ترتیب دیئے اور اُن دہابوں کے اوپر باندھے
اور پیش قدمی کی۔ محمد امین خاں کا حال سنیئے کہ وہ کوکنی دروازہ کے انسداد کے لیے گیا
پہاڑ کو پے بہ پے سر کرکے کھیلنا کے پائے کار میں ایک پشتہ مخاذی دروازہ کے مشرف یونی
اس پر پہنچا۔ مخالفوں نے اس پشتہ کے اوپر سنگین دیواریں بنائی تھیں اور نیچے اس کے گہری
خندق کو حائل کیا تھا ایک مدت تک صعوبت کے سبب سے پیش رفت کار نہ ہوئی۔ ۱۵ شوال
کوشش و کشش کرکے کشتوں کے پشتے لگائے اور قلعہ نشینوں کی راہ اس دروازہ سے بند
کردی محمد امین خاں کو بسبب عرض مرض کے بادشاہ نے اپنے پاس بلالیا اور کوکنی دروازہ
کی طرف سے قلعہ کی تسخیر کے لیے شاہزادہ بیدار بخت راجہ جے سنگھ کو مقرر کیا اور چند ہزار پیادے
یاقوت خاں متصدی و مدار اجپوری نے ان پاس بھیجدیئے اُنہوں نے مورچال لگائے
برج و بارہ پر توپیں چلانی شروع کیں۔ فتح اللہ خاں نے دہابے بنا کے کمر برج تک
انکو پہنچایا اور سب طرح کی تدبیریں کیں لیکن ع سبزہ بر سنگ روید چہ گنہ باراں را
ہر چند شیر دہان اور کڑک بجلی توپوں نے گولے چلائے مگر سوا اس کے کچھ نہوا کہ

چند سنگ اُڑ گئے غنیم نے گولہ اندازی سے ذرا بھی ہاتھ نہیں کھینچا۔ وہ راتوں میں کئی دفعہ قلعہ سے باہر نکلکر مورچال پر حملہ آور ہوا خان بہادر بذاتہ اُس کی مدافعہ میں مشغول ہوا۔ ایک دن دیوار باندھنے میں وہ خود مزدوروں کے ساتھ کام کرتا تھا۔ ایک پتھر اوپر سے آیا کہ ایک تختہ چوبی طسوج عریض پر وہ لگا تختہ شکستہ ہو کر اُڑا اُسکا ایک پارچہ خان بہادر کے سر پر لگا اور اُسکے ساق پائیں میں بھی ایک ٹکڑا لگا پاؤں اُسکا کھڑا اور وہ کجاوہ سمیت جو اس کے ہاتھ میں تھا ایک غار میں گرا۔ جان باقی تھی کہ اس غار میں کچھ تھوڑی دور جاکر کجاوہ جو اس کے ہاتھ میں تھا ایک درخت کی شاخ میں اٹک گیا اور اس میں خان بہادر لٹک گیا لوگوں نے اس کو بڑی نا گہانی سے نکالا اُسکے سر و کمر اور تمام اعضاء پر اس قدر سنگ کے صدمات پہنچے تھے کہ ایک ماہ تک صاحب فراش رہا پھر اچھا ہو گیا وہ زبان دراز بڑا تھا بادشاہ کی مرضی کے خلاف اُس نے ایک مقدمہ فیصلہ کیا تھا اُسکی سرزنش نصیحت آمیز بادشاہ نے خواجہ سرا کی معرفت کی اُس کی عمر اسّی برس سے تجاوز کر گئی تھی وہ بادشاہ کا ہمعمر تھا اُس نے جواب میں خواجہ سرا سے کہا کہ بادشاہ سے عرض کر کہ ہر انسان کامل العقل کی عمر کی نوبت جب اسی نوے برس پر پہنچتی ہے تو اُسکی عقل میں خلل آجاتا ہے اور اُسکے حواس خمسہ بحال نہیں رہتے میں تو سپاہی ہوں عقل سے کوسوں دور پیدا ہوں۔ جب خواجہ سرا چلا گیا تو دوستوں سے اس جواب ناصواب کے ہمراہیوں کو بتلایا اُس نے بادشاہ سے عذر کیا خان بہادر اس فکر میں تھا کہ دوسرے برج کی طرف سے یورش کرے مگر یہ فکر اُس کا غلط تھا۔ دہم ذی الحجہ کو شاہزادہ نے ریونی قلعہ کو لے لیا۔ راجہ جے سنگھ نے بھی اس میں بڑا کام کیا۔ غنیم کو بڑی شکست فاحش ہوئی اُسکی جمعیت میں تفرقہ پڑا۔ شاہزادہ نے حکم دیا کہ توپوں کو آگے لیجائیں اور دیوار قلعہ کو گرائیں پرسرام نے جب دیکھا کہ افواج شاہی اس طرح خانہ اندازی پر مستعد ہے۔ تو اُس نے برہمنوں کو وکلاء بادشاہزادہ پاس بھیجوایا کہ قلعہ حوالہ کرنے کی اور بعض اور ملتمسات کریں بوساطت بخشی الملک روح اللہ خاں کے پیام آورد ہوا

اور پیام بری میں چند روز لگے مگر آخر کو یہ درخواست منظور ہوئی کہ پرسرام مع محصوروں کے قلعہ سے جان سلامت لیجائے۔ ۱۹ محرم کو شاہزادہ کے نشان قلعہ پر قائم ہو گئے اسکی تاریخ فتح (فتح شدہ قلعہ کھیلنا) ہوئی بادشاہ نے اس قلعہ کا نام سخر لنار رکھا۔ اس سرزمین کی بھی عجب کیفیت ہے کہ سبزہ و گل کے سوائے کہیں زمین نہیں دکھائی دیتی اس بستان سرائے میں کوئی درخت نہیں جو کوئی نفع نہ رکھتا ہو کوئی پھول نہیں کہ جس کی بو دماغ کو فیض نہ پہنچاتی ہو ہر دانہ اسکا خراج دیتا ہر خاک اسکی دامنگیر ہے ۲۵ شہر مذکور کو بادشاہ قلعے کے ملاحظہ کے لیئے گیا ضابطہ خاں کو یہاں حاکم مقرر کیا اندر کی عمارتیں اس قلعہ کی دلچسپ نہیں ہیں یہ قلعہ سرحدی ہے اور ملک اعظم بالا گھاٹ و پائیں گھاٹ کو کن اسکی تسخیر کے سبب سے ممالک محروسہ میں داخل ہوا دوسرے روز بادشاہ نے شاہزادہ کو ایک لاکھ روپیہ دیا ہو کری اور رائے باغ میں چھاؤنی ڈالنے کا حکم دیا اور امرا کو جو اس مہم میں شریک تھے بڑے بڑے انعام دئے۔

بادشاہ کا سفر کھیلنا سے بہادر گڑھ کی طرف

پادشاہ پنجم محرم ۱۱۲۴ھ کو کھیلنا سے بہادر گڑھ ناحیہ کی طرف چلا کثرت بارش سے یہ حال ہوا کہ شتر کا نام نہیں رہا ہے گاؤ یہ بجز ات رفت خربہ خراساں شتافت۔ فیل مدہوش سیہ مستی سے بیہوش ہوا۔ لشکر کا بارگراں لیکر چلا۔ کیچک اتنے لگے کہ گدہ کی طرح کیچڑ میں پھنسا۔ غرض سارے احمال و اثقال مرد و زن کے سر کے بوجھ بنے ہے

ایلکہ تو گوئی کہ ہمہ مردم اند بیشتر گاؤ و خرے بے دمند

دولت مند جو بشت آسائش میں آسودہ رہتے ہیں کسی نہ کسی طرح زیر کتل اول اقامت گاہ میں پہنچ گئے اور کارخانجات لشکر کے نہ پہنچنے کے سبب سے متوقف ہوئے حکم ہوا کہ حارص کھیلنا کو یہ کارخانے سپرد ہوں۔ سات روز بعد کوچ کا نقارہ بجا اس منزل میں ایک نالہ تھا اُسنے بادشاہ کی سواری کو توراہ دی لیکن خلائق کے کھانے کے لیئے منہ کھولا۔ کوئی غرقاب فنا ہوا کوئی اپنی قسمت کے زور سے نکل آیا جب دوسری منزل میں کوس مزدہ نے آواز کیا تو وہی نالہ پھر پیش آیا۔ یہ نالہ بھی عجب ارتزویردار تھا کہ پیش خانہ بادشاہی کو اور اور پیش خانہ داروں کو اول حیلہ سے بلایا پھر طریق برابہ وی کے اسطرح اسپ بے روی کو دوڑایا کہ

سب کو صحرا در ماندگی میں بٹھایا۔ اصحاب الفیل نے ہزار سماجت سے مال منصوب کو اُس سے مخلص کیا اور افسوس کرتے اور سر پیٹتے رہ گئے۔ آخر ایک کروہ کے تفاوت سے بادشاہ بیں طرف چلکر ملکاپور میں آیا اس منزل میں نالہ کجروی کرکے سدِ راہ ہوا اور ہرگز کسی کا نالہ اُس نے نہ سُنا اور شب و روز پاؤں دراز کرکے سویا۔ اس شورِ محشر میں روپیہ کا ایک سیر غلہ ملتا تھا۔ کاہ و ہیمہ نام کو نہ تھے۔ بارش کا تیر باران بے نوایوں کے بدن اور جان پر کارگر تھا۔ باد صرصر کا طعن دل ستان قالب کو تہی کرتا تھا۔ خلقت کو اپنی سخت جانی پر تعجب ہوتا تھا۔ ۱۹ر صفر کو بادشاہ ہاتھی پر سوار ہوکر نالہ سے گزرا۔ ایک کوس چلکر خیمہ لگایا حجرۂ عدالت میں بیٹھنے کو جگہ ملی۔ بادشاہزادوں اور دیندیاروں کو اپنے گھر میں کھڑے رہنے کی جگہ ملی۔ کئی روز بعد اس منزل میں آفتاب دکھائی دیا تو نیم جانوں میں جان آئی۔ ۱۲ر ربیع الاول تک لشکر نے چودہ کوس مسافت کو ایک ماہ سترہ روز میں طے کیا اور قلعہ نبی شاہ درک کے نیچے پہنچا۔ اب سورج بدستور نکلنے لگا تو روزی طلبوں نے ہاتھ ہلائے۔ اطراف سے بار بردار دوڑے آئے۔ اُنھوں نے خلایق خدا کا بوجھ سر و گردن پر اُٹھایا۔ پس ماندہ آدمی بھی لنگڑاتے لنگڑاتے آئے۔ ۱۵ر شہر مذکور کو بیرگانوں میں لشکر آیا۔ ایک ماہ بیس روز یہاں توقف ہوا۔

۲۴ر ربیع الاخر کو بہادر گڑھ کی طرف لشکر چلا۔ اگرچہ ابر نے دامن میں پاؤں نہ کھینچے تھے۔ دریا رکشنا کی طغیانی کی خبر آتی تھی مگر شاہانہ عزم کے مقابلہ میں یہ موانع کچھ وقع نہیں رکھتے تھے تو کروہ مسافت کنار دریا تک ۱۲ کوچ و مقام میں طے ہوئی۔ سارا لشکر دریا کے کنارہ پر آیا۔ دریا کیا تھا طوفان قیامت تھا۔ ہر موجہ اس کا بلا قامت۔ لشکر کا شمار امواج دریا سے زیادہ عبور ایسی کشتیوں پر سے کشتی نہ کہ دوزخِ فسردہ ہ یک تابوت و ہزار مردہ ہ اس حال پر اختلال میں دس روز میں آدھا لشکر دریا سے گذرا۔ بادشاہ کشتی میں سوار ہوکر دوسرے کنارہ پر گیا۔ بادشاہی لشکر نے یہاں بیس روز توقف کیا۔ پھر بہادر گڑھ کی سواد میں بادشاہ خیمہ زن ہوا۔ بادشاہ نے غازی الدین خاں کے لشکر کا توزک دیکھا۔ اکثر توپخانہ کو ضبط کیا۔ اور حکم دیا

کہ امراء اس سے زیادہ توپ خانہ نہ رکھا کریں اور یہ فقرہ بیدار بخت کو لکھا کہ محلہ کہ خان فیروز جنگ کہ ہفت ہزاری است در خانۂ خود نمودہ توپ گجنال دشترنال دگھوڑنال دہمہ چیز آں قدر یا بدبل نیابد۔ سوا راچہ کہ از سرکار پادشاہی باو تعین است داشت چرا شما کہ مضاعف او می یابید زر ہا ضائع میکنید و بے مصرف صرف مینمائید ع اچہ در کار بود ساختنش خود سازید ع اندکے ماندہ خواجہ غرہ ہنوز + بیت

ہیچ کس نیست کہ در فکر دل خود باشد　　عمر مردم ہمہ در فکر شکم می گذرد

۲ رجب سنہ ۴۲ جلوس کو لشکر نے قلعہ کندانہ کی فتح کے لیے کوچ کیا۔ ۷ شعبان کو جھانسی کے نیچے آیا۔

سوانح چہل و ہفتم سنہ ۱۱۱۴

بادشاہ کے مراتب قدردانی و دلنوازی

بمبئی میں جب پادشاہ کا لشکر آیا تو اتفاق سے امیر الامراء کا خیمہ پست زمین میں اور عنایت اللہ خاں ناظم خالصہ و تن کا خیمہ مرتفع مقام میں ایستادہ ہوا چند روز گذرنے کے بعد خان مذکور نے محل سرا کا احاطہ بنالیا۔ امیر الامراء کے خواجہ سرا بسنت نے خان سے کہا کہ اس مکان سے اوٹھ جاؤ یہاں نواب کا خیمہ لگے گا۔ خان نے جواب دیا کہ میں اپنے اترنے کے لیے جب تک کوئی اور جگہ نہ تجویز کرلوں نواب صاحب توقف فرمائیں۔ خواجہ سرا نے اسکا جواب سخت دیا۔ خان نے خواہ مخواہ دوسرے مکان میں اپنے خیمے کو منتقل کیا اور امیر الامراء کے خیمے اسکے خیموں کی جگہ آنکر لگے۔ اخبار نویس دلوانی کی فرد سے مقدمہ کا حال پادشاہ کو معلوم ہوا۔ اسی وقت حمید الدین خاں بہادر سے کہا کہ امیر الامراء سے جاکر کہو کہ اس نے خوب نہیں کیا اپنے خیمے پہلی جگہ پر یا کسی اور جگہ پر لگا دے اور جس نے جہاں پہلے خیمے لگائے تھے وہ وہاں اپنے خیمے لگائے۔ خان بہادر پادشاہ کے پاس سے ابلاغ حکم کے لیے امیر الامراء پاس گیا۔ امیر الامراء نے اس حکم کے قبول کرنے میں تامل کیا تو خان بہادر اسکے پاس سے از راہ اخلاص عنایت اللہ خاں پاس آیا اور سرگذشت بیان کی کہ بہتر ہوگا کہ تم امیر الامراء پاس چلکر کہو کہ مجھے خیموں کے لیے جگہ مل گئی ہے آپ کو تبدیل مکان کی ضرورت نہیں ہے عنایت اللہ خاں نے کہا کہ تم کو پادشاہ کے حکم کے موافق امیر الامراء پاس گئے تھے۔

بے بادشاہ کے حکم بغیر کیسے امیر الامرا کے پاس جا سکتا ہوں۔ خان بہادر نے یہ حال بادشاہ سے عرض کیا۔ دوسرے روز امیر الامرا دیوان میں آیا تو اہتمام خاں قول کو حکم ہوا کہ وہ امیر الامرا کو عنایت اللہ خاں کے گھر معذرت کے لیے لیجائے۔ خان کے گھر میں امیر الامرا آیا وہ حمام میں نہاتا تھا جلد حمام سے نکلکر آیا۔ امیر الامرا اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لایا اور ایک تقوز پارچہ خان مذکور کو دیا پھر کبھی ان دونوں میں ساری عمر ایک نے دوسرے کا گلہ و شکوہ نہیں کیا۔ مدت تک صحبت و محبت رہی

قلعہ کندانہ کی فتح

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ۱۷ شعبان کو قلعہ کندانہ کے نیچے لشکر شاہی پہنچ گیا۔ بادشاہ کے حکم سے تربیت خاں اور اور بہادروں نے مورچال کے آگے لیجانے میں اور نقب کے کھودنے میں مدد کے لینے میں کوشش کی دشمنوں نے بھی کوٹ کے اوپر نمایاں دست بردیں کیں۔ دوم ذالحجہ کو یہ حصن اور حصوں کے ساتھ فتح ہو گیا اس قلعہ کا نام بخشندہ بخش رکھا گیا۔ اس لیے کہ جبتک اس قلعہ کو بخشندہ نہ بخشے کوئی اسکو نہیں لے سکتا۔

خافی خاں لکھتا ہے کہ ساڑھے تین مہینے کے تردد میں بہت آدمی مارے گئے اور حضور کے کارفرما اور صاحب مدار تنگ ہوئے۔ تو قلعہ دار کو روپیہ دیکر قلعہ خرید لیا۔ یوں قلعہ ہاتھ آیا اور بخشندہ بخش اس کا نام رکھا گیا۔

بادشاہ کا مقام و کوچ

بعد اس فتح کے بادشاہ نے کوچ فرمایا۔ لشکروں کے آرام کے لیے ایام برسات کا ایک مہینہ اور اسکے حوالی کے مقامات میں صرف کیا۔ یہ مقام سیواجی کا آباد کیا ہوا ہے اور یہیں حویلی کے اندر اس نے امیر الامرا شائستہ خاں کو شب خون مار کر چشم زخم پہنچایا تھا یہاں محمد محی الدین المتصدق بادشاہزادہ محمد کام بخش نے جورائی منوہر پوری کے بطن سے تھا دس برس کی عمر میں وفات پائی تھی۔ شیخ صلاح الدین کے مزار میں وہ مدفون ہوا تھا۔ اسلیے پونے کو محی آباد سے موسوم کیا۔

سفر کے مصائب

اس سال میں باوجود بروقت و بیوقت بارش کی شدت کے خریف پر آب زدگی کی آفت پہنچی اور زراعت گندم اور جنس ربیع پر چند روز بڑا کہر پڑا کہ گیہوں سرخ ہو گیا اور دکن کے دو تین صوبوں میں دس من کی جگہ ایک من غلہ پیدا ہوا۔ بہت سی چیزیں اور جنسیں برسات کی کثرت

بارش سے پوشیدہ اور ضائع ہوگئیں سپاہ کو جو امید تھی کہ ارزانی ہوگی اور اچھی طرح زندگی بسر ہوگی اُسکی جگہ گرانی ہوئی۔

۱۲ رجب کو بادشاہ نے قلعہ راجگڈہ کی فتح کے لیے کوچ کیا اس قلعہ سے سیواجی کی ترقی کی ابتدا ہوئی تھی۔ بادشاہ نے جو اس ضلع میں کسالہ سفر اُٹھایا تھا اور خلق کو تکلیف دی تھی اس سے مقصود اس قلعہ کا اور دو تین قلعوں کا فتح کرنا تھا۔ پونا سے چار کروہ پر ایک بڑا اونچا پہاڑ تھا جسمیں کہیں اوکا نام و نشاں پیدا نہ تھا رہٹوں اور اس ضلع کے کوہ نوردوں کے سوا رجو گھوڑے سے اُتر کر پیادہ ہوتے اور بحسب ضرورت اس سے عبور کرتے اونٹ کا اور لدے ہوئے بیل کا چلنا متعذر تھا گاڑی چھکڑے کا تو کیا ذکر ہے۔ بہت سے آدمیوں نے رنج سفر اُٹھایا تھا۔ اپنے اطفال و عیال سے دور اور مہجور تھے۔ اُنھوں نے کچھ مدت کے قیام میں آرام کے لیے اپنے قبائل کو دور اور نزدیک سے بلایا تھا اور بعض نے یہیں تاہل اختیار کیا تھا وہ کوچ کے صدمہ اور کوہوں کے عبور سے خاطر کو فارغ رکھتے تھے۔ اب اس کوہ کے نیچے وہ آئے باوجودیکہ ایک مہینہ پیشتر کئی ہزار سنگ تراش و بیلدار آزمودہ کار آدمیوں کے ماتحت راہ کے درست کرنے کے لیے مقرر ہوئے تھے وہ اسقدر بھی کام نہ کرسکے کہ توپخانوں اور کارخانجات کے ارابوں کے لیے پل صراط کی برابر بھی رستہ بناتے۔ جب کتل کے نیچے لشکر آیا۔ ناچار بہیر کو پہاڑ میں چھوڑا۔ بھل در تھومیں گاؤدشتر پر جو عورات و مستورات سوار تھیں اُنھوں نے برقع اوڑھا اور سر پر چادر رکھی اور ارابوں میں رسیاں باندھیں اور درختوں کو کاٹکر ہزار کسالہ اور خون جگر سے صبح سے شام تک بان کے پٹہ کی برابر راہ طے کی۔ اونٹوں اور ارابوں سے بوجھ کو نیچے اُتارا اور آدمیوں کے سر پر رکھا اور اوپر چڑھے اس تصدیع و کسالہ سے بہت باربردار اور آدمی غاروں میں گر کر درندوں کے لقمے بنے۔ ڈیڑھ کروہ مسافت راہ طے ہوئی دو ہفتہ میں (ایک ہفتہ) اس پہاڑ سے نیچے آئے۔ اوائل ماہ شعبان میں قلعہ کے نزدیک پہنچے۔ قلعہ بڑا پرشکوہ اور رفیع تھا۔ دامن کوہ میں غار بڑے وحشت ناک تھے۔ سانپ اور طرح طرح کے درندے وہاں رہتے تھے اُسے ایک عالم فریاد کرتا تھا دورہ بارہ کروہ

پیش ہوا اس کا واقعی ایسا محاصرہ متعذر ہوا کہ محصوروں کو غلہ نہ پہنچ سکے تربیت خاں اور
حمید الدین خاں نجشیان عظام اور بہادران قلعہ کشا مامور ہوئے کہ محاصرہ کریں اور مورچال باندھیں
کوچہ سلامت کھودیں۔ تجربہ کار دلاوروں نے قلعہ گیری کے سرانجام میں کمر ہمت باندھی اور تھوڑی
مدت میں کمر کوہ میں توپوں کو پہنچایا اور محصوروں کے حصار کے نیچے تک مورچال پہنچائے۔
اس جگہ سے دور اور پہاڑ متصل تھے اُن پر بڑی بڑی عمارتیں سیواجی نے بنائی تھیں بصالح
وقت بھی انہیں موجود رکھا تھا اور برج و بارہ کو استحکام دیا تھا۔ (انکے نام سہیلی و پدماوت و
سرجوئی تھے) تینوں پہاڑوں کے محصوروں نے گولہ توپ و تفنگ کے چلانے میں اور سنگیں پتھروں کے
پھینکنے اور غلہ کے لیجانے کے لیے کمین میں بیٹھنے میں کمی نہیں کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ محاصرہ دو مہینے چند روز رہا۔
آخر شوال کو بہادروں اور قلعہ شکن توپوں کی ضربوں سے اول دروازۂ قلعہ پر لشکر شاہی
کے نشان قائم ہوئے۔ محصورین کچھ بھاگ گئے کچھ مارے گئے لیکن ہاجی اس قلعہ کا
حکمران تھا اور دوسروں کے ساتھ جو نامی دونوں پہاڑوں میں تھے بارہ روز
تک بے حاصل دست و پا زنی کرتے رہے آخر کو روح اللہ خاں کو میانجی بنا کر جان کی امان
لی اور اس شرط سے امان دیا گیا کہ قلعہ دار خود دروازہ پر آن کر نشان کو قلعہ کے اندر
لیجائے اور دوسرے روز اس قلعہ کو خالی کرے۔ نشان کے داخل ہونے کے بعد رات
ہوئی۔ اُس تاریکی پردہ میں محصورین جو اُٹھا سکے اپنے ساتھ لے گئے۔ جب صبح ہوئی اور قلعہ
کے فرار ہونے کا حال معلوم ہوا تو شادیانہ فتح کا آوازہ بلند ہوا قلعہ کے اندر لشکر شاہی
داخل ہوا۔ باقی اہل قلعہ سروپا برہنہ نکالے گئے۔ حمید الدین خاں کو نقارہ عنایت ہوا جسکی
آواز اس کو مدت سے تھی۔ قلعہ کا نام نبی شاہ گڈھ رکھا گیا۔

لشکر میں غلہ کی کمیابی اور گرانی ایسی تھی کہ گیہوں و چنا دو کا ہ روپیہ کے دو سیر اور کبھی
اس سے بھی گراں ملتے تھے۔ دندار اجپوری کا نوجدار یاقوت خاں ۳۵ کوس کے فاصلہ پر
تھا اسکے نام حکم صادر ہوا کہ بقدر مقدور رسد غلہ کا سرانجام کر کے مع مصالح قلعہ گیری

نجف کی اور سیدی یاقوت خاں سے اسکی طلب

خود حضور میں آئے۔ سیدی یاقوت خاں کا ذکر پہلے کئی دفعہ آچکا ہے وہ کسی باب میں بادشاہ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتا تھا اپنے قلعہ کے اطراف میں مرہٹوں کو خوب تنبیہ کرتا تھا۔ سمندر میں بیت اللہ کے لیے راہ کو خوب جاری رکھتا تھا اور تین لاکھ روپیہ کا حق فوجداری دریا کا یعنی خرد و کلاں کشتی و جہازوں کا اسکے تعلق میں تھا خشکی اور دریا میں مرہٹوں کا علاج جیسا وہ کرتا تھا ایسا کسی اور سے نہیں ہو سکتا تھا۔ جب راہیری تسخیر ہوا تو اسکو بادشاہ نے اپنے پاس بلایا تھا وہ دبدبہ سلطنت اور شان و تجمل سلطنت دیکھ کے ہوش باختہ ہوا۔ امرائے نامدار کے قرب میں بے آبروئی اور خفت کے ساتھ رہنا پسند نہیں کیا۔ تمارض کا بہانہ بنا کے وہ اُردوئے معلیٰ سے اپنے وطن و مسکن کی جبل پناہ میں گیا۔ ان ایام میں کہ بادشاہ نے دوبارہ سیدی یاقوت خاں کو طلب کیا تو اس نے اپنے تئیں ملازمت کے قابل نہ جانا کہ میں کس منہ سے بادشاہ کے روبرو جاؤنگا کارسازی کرکے چند لاکھ روپیہ پیشکش کا مع دو تین ہزار پیادہ مصالح قلعہ گیری حضور میں ارسال کیے اور عرضداشت بھیجی کہ غلام کے آنے میں یہاں رسد غلہ کا سرانجام اچھی طرح نہیں ہوگا اس صلع میں بندوبست قائم نہیں رہیگا۔ بادشاہ نے اسکے عذر کو قبول کر لیا ان ہی دنوں اسکے مرنے کی خبر آئی اسکے کوئی بیٹا نہ تھا۔ سیدی عنبر کو اپنا قائم مقام کیا اور وصیت کی کہ ہر تدبیر سے کہ چل سکے پیشکش کے قبول کرنے میں اور دربار میں خرچ کرنے میں جان و جا کر گریز نہ رکھنا مگر وطن سے ہاتھ نہ اُٹھانا اور کسی طرح اس سرزمین کو دوسرے کے نام پر مقرر نہ ہونے دینا۔ یہاں کوئی اور شخص سیدی یاقوت خاں کا قائم مقام مقرر ہو چکا تھا۔ مگر بادشاہ کے کارکنوں نے عرض کیا کہ حبشیوں اور سیدی یاقوت خاں کے تربیت یافتوں کے سوا کسی اور سے اس کوہستان کا بندوبست اور راہیری کی قلعہ داری اور راہ کعبۃ اللہ کا اجزا دریا میں بجا نہ رہ سکے گا۔ بادشاہ نے بھی غور کرکے بہ تقاضا مصلحت وقت سیدی عنبر کو مقرر کیا اور اس کو سیدی یاقوت کا خطاب۔ یاراجہ رام کے مرنے کے بعد اسکی دو بیویاں اور دو فرزند خرد سال

ہے تھے تو آدمیوں کا خیال یہ تھا کہ الحال زن بیوہ اور طفلہائے شیر خوار باقی رہے ہیں مرہٹوں
ست تعدی ملک کن ہیں کو تباہ ہو گا اور ان کا استیصال کرنا کوئی بڑا کام نہ ہو گا لیکن
ل کہ گئے ہیں مع دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد + جب تک خدا کا ارادہ نہ ہو انسان
ر سے کسی کا قلع قمع نہیں ہو سکتا۔ راجہ رام کی زن کلاں تارا بائی تھی اُس نے بطن کے
سالہ کو پدر کا قائم مقام قرار دیا اور کاروبار حکومت اور سرداروں کا تغیر و تبدل اور اپنے
ں کی آبادی کی اور ملک بادشاہ کی خرابی کی عنان کو اپنے ہاتھ میں لیا اور دکن کے چھ
یں کی سرحد سرونج و مندسور و صوبہ مالوہ تک تاخت و تاراج کے لیے فوجوں کو تعین کیا اور
ے سرداروں کا جذب قلوب ایسا کیا کہ عالمگیر کی بقائے سلطنت تک اسکے کل تردد و منصوبہ و
ی و قلعہ گیری کے مقابل میں مرہٹے یا وہ سرکشی کو روز بروز زیادہ کرتے گئے۔ ہر چند بادشاہ
ے اور اُس کے ملک میں آنکر تلوار چلائی۔ اور بہت روپیہ خرچ کیا کئی ہزار آدمی مارے گئے اور بڑے
ے قلعے فتح کیے اور مرہٹوں کو بے خان و مان کیا مگر مرہٹوں نے زیادہ شوخی کی۔ بڑی بڑی
یں لیکر ملک قدیم بادشاہی میں آنکر تاخت و تاراج کی۔ بادشاہ تو تمام فوج اور امرا
ب کے ساتھ ان دور دست پہاڑوں میں موجود تھا۔ تارا بائی کے منصوب جس مکان
ے تھے اقامت کرتے تھے اور بندوبست میں کمائش دار مشغول ہوتے تھے۔ اور
ر زندہ خیمہ فیل کے ساتھ خاطر جمعی سے برسوں اور مہینوں رہتے تھے۔ اور حد سے
شوخی کرتے تھے اور سب پرگنوں کو آپس میں تقسیم کر لیتے تھے اور حکام بادشاہی
ستور کے موافق صوبہ دار و کمائش دار اور راہدار مقرر کرتے تھے ان کے
دار کا صیغہ یہ تھا کہ صاحب فوج ہوتا تھا جس جگہ قافلہ سنگین سنتا تو سات ہزار
ے ساتھ وہاں جاکر تاخت کرتا اور کمائش دار کو چوتھ وصول کرنے کے لیے
کرتا۔ جہاں کمائش دار زمیندار اور فوجدار شاہی کی سختی سے چوتھ نہ وصول کر سکتا
اس کی مدد کو خود جاتا اور اس معمورہ کی خرابی اور محاصرہ میں کوشش کرتا۔

راہدار کا کام یہ تھا کہ جو متفرق بیوپاری یہ چاہتے کہ ان کی آفت سے بسالم گزر جائیں
وہ حق ارابہ وگاؤ وجہ مقرری لیتا۔ جو سہ چند بادشاہ کے فوجداروں کی راہداری سے
ہوتا اور شریک غالب جاگیردار اور فوجدار کا ہو کر راہ کو اُن کے لیے جاری کر دیتا ہر
میں ایک دو گڈھی مرہٹوں نے بنا کر ان کو اپنا ملجا رنبایا تھا اور وہاں اور وہاں سے ہر
تاخت کرتے۔ بعض دیہات کے مقدمان صاحب سرانجام ان گڈھیوں کے مرہٹہ
کے ساتھ اتفاق کر کے حکام بادشاہی سے ادائے محصول میں دار و مدار کرتے تھے
احمد آباد و پرگنات صوبہ مالوہ تک مرہٹے تاخت کر کے خاک کی برابر کرتے تھے
دکن احمد اباد اور اطراف اجین میں خرابیاں پہنچاتے تھے۔ بڑے بڑے قافلوں
سے دس بارہ کروہ پر بلکہ گنج بادشاہی تک لوٹ لیتے اسکا ذکر کہاں تک کیا جائے
کی قلعہ گیری نے مرہٹوں کے فساد دور کرنے میں کچھ فائدہ نہیں دیا۔ سرحد بندر سورت
احمد آباد کے مابین بابا پیارے کے معبر پر دریائے نربدا پر جو مرہٹوں نے کام کیا
کیا جاتا ہے۔ شجاعت خاں کے واقعہ کے بعد بادشاہ نے صوبہ احمد آباد بادشاہ
محمد اعظم شاہ کے نام مقرر فرمایا۔ پہلے اس سے کہ بادشاہزادہ وہاں پہنچے
نائب مستقل مقرر کرے۔ نیابت کی سند خواجہ عبدالحمید خاں دیوان احمد آباد
پاس بھیجی اس ضمن میں غنیم کی فوج پندرہ سولہ ہزار سواروں کی بندر سورت
نواح میں پھیلیں۔ چند پرگنوں میں بہت خرابی پھیلائی۔ اب وہ دریا نربدا سے
پار جانے کے ارادہ سے روانہ ہوئی۔ نربدا سرحد احمد آباد اور اور بندر سورت
کے مابین واقع ہے۔ نائب بادشاہزادہ اور فوجداران صوبہ احمد آباد سے
باہم مصلحت و اتفاق کیا۔ ان کے پاس شائستہ فوج تھی جن کے سردار
محمد بیگ خاں و حافظ نظر علی خاں پسر خواندہ شجاعت خاں اور التفات
فوجدار تھا۔ نیرد گودرہ تھے اور احمد آباد کے دس بارہ کے قریب

اور تیرہ چودہ ہزار سوار تھے اور سات آٹھ ہزار کولی جنگی تھے جو اس سرزمین کے جمع
تھے۔ ان سب نے دریا نربدا کے کنارے خیمے ڈیرے ڈالے۔ سب کے سب مرہٹوں کے دفع
کے مستعد ہوئے صبح وہاں فوج مرہٹہ بھی سات آٹھ کروہ پر آئی انمیں سے ایک طرف
تین ہزار سوار خوش اسپہ قزاق پیشہ نمودار ہوئے احمد آباد کی فوج خبر پاکے ان کے
گئی۔ زد و خورد کے بعد مرہٹے فرار ہوئے۔ بادشاہی سرداران فوج نے دو تین
تک انکا تعاقب کیا۔ کئی گھوڑیاں اور بھالے و چھتریاں انکے ہاتھ آئیں۔ نقارہ فتح بلند
کرکے فوج پھر آئی۔ سپاہ نے خوش دلی اور خاطر جمعی سے کہ فوج غنیم کو ہزیمت
دیئے ہیں۔ کمریں کھولیں۔ گھوڑوں پر سے زین اُتارے۔ بعض سو رہے۔ بعض کھانے پکانے
لگے۔ اس حالت میں سات آٹھ ہزار سوار جنگی انتخابی مرہٹوں کے جو آب کنوں اور کنار دریا کی
جھاڑ کے مغاک میں پوشیدہ بیٹھے تھے اور جاسوسوں کو خبر کے لیے بھیجکر قابو طلب تھے وہ غافل
پر سیلاب بلا کی مانند لشکر شاہی پر جا پہنچے۔ احمد آباد کے ناآزمودہ کار آدمی جنھوں نے
کبھی کی دست برد نہیں دیکھی تھی۔ ہوش و عقل باختہ ہوئے۔ گھوڑے پر زین رکھنے کی
باندھنے کی فرصت نہ پائی ان کے درمیان کوئی مستقل سردار نہ تھا۔ دکنیوں نے لشکر
کو گھیر لیا تو کل لشکر میں تزلزل ہو گیا۔ دریا کی ایک طرف میں سمندر کی رو آگئی تھی
بیابان یاب تھا دوسری طرف سے فوج بلا فوج آموجود ہوئی۔ بہت آدمی کشتہ
ہوئے اور کثرت سے آدمی دریا میں ڈوب کر مر گئے نظر علیخاں و خواجہ عبدالمجید خاں اور
سردار اُن کے ساتھ دست و پا زنی لاحاصل کرکے گرفتار ہوئے۔ اتفاق خاں گھوڑے
ہو کر دریا سے پار جان سلامت لے گیا۔ پانی کی بڑی شدت تھی۔ غنیم نے تمام
بادشاہی کو گھیر لیا۔ دھناجا دو نے سب صاحب اختیار سرداروں سے صلاح کرکے
اس نبار پر قرار دیا کہ بادشاہ کی طرف سے تارا بائی کے سب عمدہ نوکروں
زبان تسلی بھیجا جائے کہ وہ حضور میں آئیں۔ بعدہٗ کہ وہ اُردوئے معلی کے پاس پہنچیں تو

راجہ ساہو کو بادشاہزادہ کام بخش کی خدمت میں دیکر لشکر میں چار پانچ کوس پر
کہ مرہٹوں کے سردار ابتدا میں راجہ ساہو سے ملاقات کریں بعدہ راجہ ساہو کے استصواب
بادشاہزادہ کی ملازمت کریں اور پھر شاہزادہ کی دستگیری سے بادشاہ کی خدمت میں
چنانچہ شرف فرمان سرداروں کے پاس بھیجنے کے لیے تیار ہوئے۔ آخر کو یہ مصلحت بادشاہ کو
بادشاہ کے دل میں یہ وسوسہ آیا کہ اگر مرہٹے چالیس پچاس ہزار سوار فراہم کر کے اردو
نزدیک آئے اور اس تزویر سے راجہ ساہو اور بادشاہزادہ کو ہمراہ لیکر دشوار گذار جبال
چلے گئے تو ؎ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی + وکیل رانی کو جواب دیا۔ سلطان
حضور میں طلب کیا اسکو راہ میں مرہٹوں نے گھیرا۔ وہ ان سے لڑتا بھڑتا ان ایام میں بادشاہ
آپہنچا کہ قلعہ ٹورنا کے محاصرہ کے لیے کوچ کی خبر تھی اسکو حکم ہوا کہ وہ بغیر ملے قلعہ ٹورنا کے نیچے
مورچے قائم کرے۔

سوانح سال چہل و ہشت ۱۱۱۵ھ

قلعہ بنی شاہ گڈھ کی تسخیر کے بعد بادشاہ نے لشکر کے آرام کے لیے مقام کیا۔
کو قلعہ ٹورنا کی فتح کے لیے کوچ کیا۔ جو راجگڈھ سے چار کروہ پر تھا۔ دو کوچ دو مقام
کیے کہ بار بردار میسر نہ آنے سے تمام لشکر خانہ بدوش تھا۔ اکثر امرا اپنے اسباب
اور مزدوروں اور بلہور خانہ کے فقیروں پر رکھکر منزل پہ پہنچاتے تھے ایک دو کروہ
ٹورنا کے نیچے پہنچے۔ بادشاہ نے محاصرہ اور مورچال کے آگے بڑھانے کا حکم دیا۔ سلطان
ملازمت کے لیے مکرر التماس کیا تو اُس کو از روئے اعتراض لطف آمیز جو خانہ زاد
ساتھ مخصوص تھے حکم ہوا کہ بغیر ملازمت وہ قلعہ ٹورنا کے نیچے جا کر مورچال باندھے
کے بعد ملازمت کرے۔ تربیت خاں اور اور بہادر اور دلاور سرگرم خدمت مامور ہوئے
خصوص محمد امین خاں بہادر اور امان اللہ خاں نبیرہ الہ وردی خاں نے اس
میں شائستہ تردد کیا۔ بادشاہ کو ہر کاروں کی زبانی معلوم ہوا کہ سلطان حسین

اپنے مورچے قائم کیے تھے وہاں سے بیس گز آگے بڑھائے ہیں باوجودیکہ اسپر دن رات
اور آتشباری کا مینہ برستا تھا اور اسی آدمیوں کو اسیر کیا جو غلہ کو قلعہ کے اوپر لیجاتے
شاہ نے حکم دیا کہ وہ غلہ کو اپنے آدمیوں میں تقسیم کرے اور اس کو اپنے پاس
منصب کیا۔ یہ قلعہ بغیر اسکے فتح ہو گیا کہ پیغام و پیام وعدہ و وعید تہدید انگیز ورسل و
پیام آمیز درمیان میں آئیں۔ ۱۵ ذیقعدہ کو جو بادشاہ کی عمر کے نواسی سال کا
تھا امان اللہ خاں نے جو اس محاصرہ میں عمدہ شریک تھے و محاصرہ گنا جاتا تھا بادلیہ
جماعت کو شریک کیا۔ یہ قوم فن قلعہ گیری میں بڑی مشہور تھی۔ اس نے کمر ہمت
زینوں اور کمندوں کے ذریعہ سے رات کو کہ چاندنی نہیں نکلی تھی اور طرفین کی توپوں
پھیلا اور آدمیوں کی آمد و رفت کا غبار چڑھا ہوا تھا دو آدمی کوہ پر چڑھ گئے اور
نے اپنے مقرری اشاروں کے موافق اوروں کو بلایا پچیس آدمی مسلح مع ایک نفیر نواز
پاس پہنچ گئے۔ اور اس جماعت کے پیچھے امان اللہ خاں مع اپنے بھائی عطاء اللہ خاں
چند اور ہمدم جانبازوں کے پاشنہ کوب پہنچا نفیر بجائی اور محصوروں پر حملہ کر کے بیدست
اس ضمن میں حمید الدین خاں بہادر کہ گھات لگائے ہوئے تھا۔ زینہ در یسمان کی مدد سے
لوں کی دستگیری سے پہنچا۔ سب نے متفق ہو کر محصوروں کو تہ تیغ کیا۔ بہت آدمی
امان پکارتے ہوئے فرار ہوئے۔ ایک جماعت گوشہ و کنار میں چھپی اوپر سے صدائے نفیر نے
کیا۔ نیچے شادیانہ فتح نوازش میں آیا۔ بعض نے جس طرف سے راہ پائی ننگے سر
جان بچا کر لے گئے اور بہت نے جان و مال کی محافظت کو غنیمت جانا۔ عجز کیا۔
ہوئے۔ قلعہ فتوح النصیب کے نام سے موسوم ہوا۔

ت کا موسم آگیا تھا بادشاہ نے چھاؤنی ڈالنے کا ارادہ کیا قلعہ جنیر کی طرف پیش خیمہ بھیجا
آباد۔ گلشن آباد میں بادشاہی آدمیوں کے تصرف میں تھا اور آخر ماہ ذیقعدہ (۲۳ ذی الحجہ) کو
میر (کیدم میں متصل دریا رگنگ بادشاہ آیا۔ روح اللہ خاں ثانی شاہ کے آزار سے اس دنیا سے رخصت ہوا

سابق میں فتح لشکر کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے کہ پیم نائک ایک زمیندار کم اصل قوم کا بیڈر تھا اصل اسکی ذات ڈھیر تھی جو دکن میں نجس ترین قوم گنی جاتی ہے وہ مفسد پیشگان مقرر گنا جاتا تھا۔ حیدر آباد کی شورش ایام میں اُس نے ابوالحسن کی کمک کے لیے اپنی فوج بھی بادشاہ نے خان زادہ خان پسر روح اللہ خاں کو تعلقہ سکر اور مکانہائے قلب اور اسکے تسخیر کے لیے تعین کیا تھا اُس نے افواج شاہی کے صدمات سے امان مانگی اور حضور میں آیا جلدی سے اپنے مقر اصلی میں چلا گیا۔ پھر ان دنوں میں کہ ۳۲ جلوس میں رائچور کی تسخیر روح اللہ خاں مامور ہوا تو اُس نے پریہ نائک برادر زادہ پیم نائک کو جو بادشاہ پاس اپنی مصالح کار کے لیے اپنے ہمراہ لیا وہ حسن خدمت بجا لایا۔ رائچور کی فتح ہونے کے اُس نے ظاہر کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں واکنکیرا میں جاؤں وہ میرے باپ دادا کا اور وہاں سروسامان درست کروں پھر مجھے جس جگہ طلب کیجیے گا فوج شائستہ کے حاضر ہونگا۔ حصول رخصت کے بعد پریہ واکنکیرا میں آیا وہ تو ابع سکر میں کوہ پر ایک آباد تھا جب پیم کے تصرف سے سکر نکل گیا تو پریا نے حیلہ و روباہ بازی کر کے اپنے فرزند دعیال کے رہنے کا مقر مقرر کیا۔ یہاں سے بازگشت کا ارادہ نہ کیا اور احاطہ سابق ایک حصار کی بنیاد ڈالی اور اُس کو مستحکم کیا اور مصالح جنگ کو جمع کر کے بغاوت کے کو بڑھایا اُس نے چودہ پندرہ ہزار پیادے کہ قدر اندازی میں شہرت رکھتے تھے جمع کیے اس پشتہ کو سد سکندر بنا لیا اور تھوڑے دنوں میں چار پانچ ہزار سوار بہم پہنچا کر مشہور معمورہ تاخت و تاراج دور و نزدیک نواح میں شروع کی اور قافلوں کو لوٹنا شروع کیا وہ پناہ استظہار رکھتا تھا وہ دربار کے ساخت و ساز کے طریقے سے واقف کار ہو گیا تھا۔ اسکو رشوت مقدور رکھتا تھا ہون اور جواہر اور اقسام جنس کے خریطہ بھیجکر رخنہ گفتگو کو مسدود کرتا تھا اور عرضداشت بھیجکر اپنے تئیں زمیندار ان مال گزار کے جرگہ میں مطیع محسوب کرتا تھا اور ہر ماہ و سال پر افزونی عمارت اور استحکام برج و بارہ میں اور فوج اور چھوٹی بڑی توپوں سے

جمع کرنے میں کوشش کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اب قلعہ واکنکیرا مشہور ہو گیا۔ اور وہ دکن کے مرہٹوں کے ساتھ ہمدستاں ہوا۔ جگنا پسر بیم نائک اُس ملک کا وارث تھا وہ حضور میں آیا منصب سے سرفرازی پائی۔ اس ولایت کی سند زمینداری بطریق ارث حاصل کی۔ مع فوج کے پریا کے سر پر گیا دخل نہ پایا۔ ہزیمت پائی۔ بعدہٗ کہ پادشاہزادہ محمد اعظم شاہ کو پریا کی گوشمالی کے لیے مقرر کیا اور افواج نے اُسکے تعلقہ کو تاخت کیا۔ قابوئے وقت پاکر شاہزادہ کی خدمت میں آیا اور عجز و ندامت ظاہر کی اور لطائف الحیل سے شاہزادہ کو سات لاکھ روپیہ کی پیشکش پر اور دو لاکھ روپیہ نقد شاہزادہ کو دیکر راضی کر لیا اور متصدیوں کو کچھ رشوت دی۔ اس طرح غضب سلطانی کے پنجہ سے رہائی پائی۔ جوہیں محمد شاہ نے پادشاہ پاس مراجعت کی وہیں اُس نے اپنا پرانا طریقہ اختیار کیا اور پہلے سے زیادہ آتش فساد کو روشن کیا۔ اسکے بعد پادشاہ کے حکم سے غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ نے یہاں آنکر اسکا عرصہ تنگ کیا تو وہی قدیمی روباہ بازی پیشتر سے بیشتر کام میں لاکر خسارہ افسوس کے پیغام دیکر اور اطاعت اظہار کرکے نو لاکھ روپیہ پیشکش دیکر اپنی جان و آبرو کو آفت سے محفوظ رکھا جب پادشاہ قلعہ جات پونا کی تسخیر کے لیے آیا اور جنیر میں ساڑھے سات مہینے مقیم رہا۔ اور اس ضمن میں اس ضلع میں دو تین قلعے غیر مشہور بہادروں کی سعی سے فتح ہوئے۔ روز بروز پریا کے تمرد و فساد کی خبریں شاہ پاس آئیں اسلیے پادشاہ نے واکنکیرا کی تسخیر کے لیے پیش خیمہ روانہ کیا۔

سوانح سال چہل و نہ سنہ ۱۱۲۶

آغاز سنہ ۴۹ جلوس میں پادشاہ واکنکیرا کی طرف چلا۔ قلیچ خاں خلف فیروز جنگ جو بیجاپور کی صوبہ داری پر مامور تھا اور مدبران کارطلب میں سے تھا اور اس کی جاگیر سے پرگنات واکنکیرا تعلق رکھتے تھے اور پریا کے مفسدوں کے سبب سے ان پر اس کا قبضہ نہ تھا پادشاہ نے اس کو اپنے پاس بلایا اور بخشی الملک ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ کو اورنگ آباد کی حراست سپرد تھی اسکے نام بھی حکم آیا کہ واکنکیرا میں آئے۔ اسی طرح سے

گزر برداروں کے ہاتھ اکثر عمدہ صاحب فوج فوجداروں کے پاس ایسے ہی حکم بھیجے گئے
او آخر شوال میں حوالی قلعہ مذکور میں بادشاہ آیا۔ قلیچ خاں بادشاہ پاس بہت جلد آگیا
وہ تربیت خاں و محمد امین خاں اور توپخانہ کے ساتھ مامور ہوا کہ محاصرہ کرے مورچے
باندھے۔ مصالح قلعہ گیری جمع کرے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ خود اس کا خیمہ ایک کروہ کے
فصل پر لگایا جائے۔ ادھر بادشاہ نے اپنے آدمیوں کو جانفشانی و کافرکشی میں مصروف
کیا اُدھر پریا برج و بارہ کے استحکام میں اور فوج متفرقہ کے جمع کرنے میں مشغول ہوا مرہٹوں
کے سرداروں نے تارا بائی کے پاس سے کومک کی طلب میں رسل و رسائل شروع کی
اس کو چند ہزار سواروں کا استظہار تھا جنمیں تمام قومیں خصوص مسلمان یہاں تک کہ سادات
موجود تھے اور کالیہ پیادوں کا جوش و خروش تھا اور توپخانہ آتشبار تھا۔ ان سب کے
بڑی خوشی سے وہ آیا اور لشکر شاہی نے مقابلہ میں اقدام کیا۔ ہمیشہ چھوٹے بڑے توپوں کے
گولے اور کئی ہزار بان رات دن برستے اور آن واحد کی فرصت نہ دیتے۔ محاربات عظیم
ہوتے دونوں طرف سے ایک جمع کثیر کشتہ و زخمی ہوتی۔ ایک دن صبح کے وقت محمد امین خاں
و تربیت خاں و چین قلیچ خاں بہادر و عزیز خاں روہیلہ و اخلاص خاں میانہ بطریق طلایہ
اطراف کی سیر کرتے تھے۔ ایک پشتہ کو جو لال ٹیکری مشہور تھا اور تھوڑا سا قلعہ بھی سر کوب تھا
وہاں جلو رنہ وہ پہنچے۔ اور اس مکان کی جو جو جماعت نگہبان تھی اس کو تلوار سے مار ڈالا
اور اس پشتہ پر مورچال قائم کرنے کے لیے بڑا تردد کیا۔ اس ضمن میں دشمن حصار کے اندر
اور باہر سے نکلے اور ہر طرف سیل بلا کی طرح بالا اور پائیں سے پہنچے اور ہجوم کرکے مردم بادشاہی
کو گھیر لیا۔ اور کئی ہزار سنگ فلاخن اور توپ و تفنگ کے گولے مار کر غالب ہوئے پاؤں جمانے کی
فرصت نہ دی۔ جب بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے بادشاہزادہ محمد کام بخش کو مع امیر الامرا
اسد خاں اور رزم جو آدمیوں کی کومک کے لیے حکم دیا کہ ہر شخص جسقدر جلد ممکن ہو کمر زیادہ قوی
لیکر پہنچے۔ چین قلیچ خاں بہادر نے بہادری کی شرط کو ادا کیا مگر کوئی فائدہ بڑے کار نہیں آیا۔

یان ستاں گولوں کے اولے برس رہے تھے اور بہت آدمی مارے گئے تھے۔ اور گولہ کی ضرب سے اور
یان کے صدمہ سے محمد امین خاں کے گھوڑے کے دونوں پاؤں اور چین قلیچ خاں کے گھوڑے کا
یک پاؤں اڑ گیا۔ دونوں بہادروں نے پیادہ ہو کر خدا کا شکر بجا لایا کہ جان کو کچھ آسیب نہ پہنچا اور
صہ محفوظ رہے۔ ایک حشر برپا ہو رہا تھا ان امیروں کے کوتل کے گھوڑے ان پاس نہ پہنچ سکے
وہ پیادہ پا اس بلا سے نکلے یہ خبر بادشاہ کو ہوئی تو اس نے اپنے دو کوتل گھوڑے خاصہ
وں سرداروں پاس بھیجدیئے قلیچ خاں کو ہول دل کا مرض تھا جو ایسی حالت میں زیادہ
ہو جاتا تھا اسکے لیے چالیس تولہ عنبر امیر خاں کے ہمراہ بھیجا۔ دوسرے تیسرے روز حمید الدین خاں
ساتھ مع ایک جماعت لاوروں کے دوسرے پشتہ پر کہ محاذی پیٹھ کے اور ڈھیروں کے
یب پہنچ کے تھا چڑھ گیا اور ایک جماعت کو مار کر وہاں اپنے قدم جائے۔ اس حالت میں ایک
جماعت مخالفوں کی جو لال ٹیکری کے پشتہ پر منتشر تھی وہ حمید الدین خاں سے لڑنے آئی
محمد امین خاں جو گرسنہ باز کی طرح قابو ڈھونڈ رہا تھا۔ لال ٹیکری کے پشتہ پر چڑھ گیا اور وہاں
اقامت کی۔ اسی حال میں سلطان حسین خاں عرف میر ملنگ شاہزادہ کام بخش کی فوج میں سے
یک جماعت کو لیجا کر رفیق و شریک اس تردد میں ہو گیا جس سے وہاں خوب پاؤں جم گئے
یسے ہی دوسرے پشتہ پر باقر خاں پسر روح اللہ خاں پہنچا اور اس جگہ کی نگہبانی کی۔ ان بہادروں
کے مقابلہ میں علی الاتصال گولہ اور اقسام آتشباری و سنگ دست و فلاخن برستے تھے۔ قریب
تھا کہ لشکر شاہی کا کام بنجاتا کہ اس ضمن میں مرہٹوں کی سنگین فوج مخالف کی کمک کو آگئی دوسرے
روز دھنا جادو اور ہندو راؤ اور دو تین نامی سردار جنہیں سے اکثر کے قبیلے اور فرزند اس حصار
کنیرہ میں تھے۔ آٹھ نو ہزار سوار اور پیادے بیشمار لیکر دور سے نمودار ہوئے۔ دھنا جادو کمتر
فوج بادشاہی کے مقابلہ میں آتا۔ مگر ملک بادشاہی کو تاخت و تاراج کرتا وہ اس قصد سے یہاں آیا
اپنے قبیلہ و مال و عیال کو اس حصار سے جس سے زیادہ کوئی اور جائے مامون نہ تھی نکالکر لیجائے۔
پر بار لگ کا احسان بھی رکھے۔ ایک طرف سے انکی سنگین فوج افواج شاہی کے مقابل میں

شوخی زیادہ کرکے سرداران پادشاہی کو اپنی طرف کھینچکر زد و خورد میں مشغول کیا۔ اور دوسری طرف سے دو تین ہزار سوار تازہ رسیدہ اپنے قبائل کو گھوڑیوں پر سوار کرکے اس حصار کی پناہ سے باہر لے گئے۔ ابدالسکے تارابائی کے سرداروں نے پریا سے کہا کہ ہم اور تم آپسمیں رفیق ہوکر افواج شاہی کے مقابل میں دست و پا زنی خواہ کیسی ہی کریں جانبر نہیں ہوسکتے مصلحت یہ ہے کہ اطاعت کر اور ملک موروثی کو عجز و فرمانبرداری سے نگاہ رکھ۔ مگر اس مغرور نے انکا کہنا نہ مانا بمبلغ نقد اور جنس ماکولات و مشروبات بطریق ضیافت انکے پاس بھیجے اور ہر روز سرداروں کو خرچ مقرری جبتک کہ محاصرہ کے ایام کا انقضا ہوا اور رفاقت و معاونت کے لیے انکی بڑی منت وسماجت کی۔ مرہٹوں کے سرداروں نے یوں مفت زر رہا تھ لگنے کو غنیمت گنا اور انھوں نے اقامت کی۔ ہر روز وہ جس طرف شوخی شروع کرتے تھے ایک جماعت کو کشتہ و زخمی کرتے تھے ہر روز مرہٹوں کی فوج زیادہ ہوتی جاتی تھی اور پادشاہی آدمی کام میں آتے جاتے تھے لشکر شاہی میں ایک تزلزل پڑا ہوا تھا۔ آخر کار روباہ بازی اور مکاری سے پریا نے ایک تازہ منصوبہ باندھا۔ ابتداءً عبدالغنی کشمیری نے دست فروشی اور داد و ستد کے وسیلے سرمایۂ نجات بہم پہنچایا۔ سب قوموں سے سودا اور معاملہ کرتا تھا اور انکے ساتھ اختلاط اور آمد و رفت رکھتا تھا۔ افواج پادشاہی سے حصار کے اندر اُس نے آمد و رفت کی راہ نکالی۔ پریا کے ساتھ وہ ہمداستاں ہوا کہ اُس نے ایک پرچہ کاغذ جو التماس مصالح اور اظہار ندامت و عجز و پرمشتمل تھا۔ عبدالغنی کے ہاتھ بھیجا۔ عبدالغنی نے اس پرچہ کو ہدایت کیش واقعہ نگار کل کو دیا جسکے ہاتھ میں سررشتہ واقعہ نگاری تمام مقدمات ملکی و مالی قلمرو ہند کا تھا اور خود حاضر ہوکر کہا کہ میں پائے حصار میں تفرج اور نماز پڑھنے کے لیے گیا تھا محصوروں نے غافل مجھے پکڑ لیا اور قلعہ کے اندر پریا پاس لے گئے۔ اس نے لشکر کا احوال پوچھکر یہ پرچہ کاغذ مجھے دیا ہے کہ تمھارے پاس پہنچاؤں کہ خلق اور پادشاہ کے خیر خواہ ہو۔ ہدایت کیش نے کاغذ مرسولہ کو پادشاہ کی خدمت میں لے جاکر عرض کیا۔ پادشاہ نے بعد تامل کے تقاضا روقت اور غلبہ

تعمیم پر خیال کرکے حکم فرمایا کہ پریا اپنی حالت کو شاہزادہ کامبخش اور ہدایت کیش سے عرض
کرے۔ اس التماس کا خلاصہ یہ تھا کہ پریا کا بھائی سوم سنکر قلعہ سے نکلکر ملازمت کرے اور خلعت
سرپیچ جواہر و منصب سے سرافرازی پاکر بطور یرغمال گلال باری میں رہے۔ بعد اسکے درخواست پر
رستم خاں پسر شیخ امیر خاں خوانی کہ ان ایام میں بے منصب منزوی تھا اور اس کشمیری کا مدیون
تھا بھیجا جائے۔ اور واکنکیرا کا قلعہ دار قلعہ کے خالی ہونے تک جس کا ایک ہفتہ کا وعدہ ہے چند نفر
سپاہ کے ساتھ نشان پادشاہی لیکر قلعہ کے اندر جائے۔ اور بندوبست کرے۔ اختصار کلام
یہ ہے کہ اسکے التماس کے بموجب سوم سنکر اس کا بھائی قلعہ سے نکلا اور نذر و نیاز کے ساتھ ملازمت کی
خلعت و سرپیچ جواہر و منصب سے سرافرازی پائی۔ آداب تسلیمات عنایات شاہی اور عفو تقصیرات
پر بجالایا۔ عجز و الحاح سے وعدہ اور مہلت ایک ہفتہ کی لی کہ اس ماہین پریا محتشم خاں حصار میں
سب کو رسیات اور اس پیغام کی آمد و رفت میں گزاری کہ کل بدستگیری قلعہ دار پریا ملازمت کرے
جب قلعہ دار قلعہ میں داخل ہوا تو صدائے شادیانہ بلند آوازہ ہوئی دوسرے روز ارکان سلطنت
تسلیمات تہنیت بجالائے ہدایت کیش نوکر کو حسن خدمت کے صلہ میں ہادی خاں کے خطاب سے
سرافراز کیا۔ مورچال سرد ہوئے۔ جنگ جو طلب حضور ہوئے۔ عبدالغنی کشمیری کو اس دلالی کی عوض
میں منصب صدی عنایت فرمایا۔ مردم قلعہ نے قلعہ دار کی تسکین کے لیئے اسباب کارہ اور عورات
پیرزالوں کو قلعہ سے باہر نکالنا شروع کیا۔ سہ پہر تک قلعہ دار پاس پریا کے حاضر ہونے کی
خبر کو گرم رکھا۔ آخر روز میں عارضہ تپ شدید کا عذر کرکے اس دن کو ٹالا تیسرے روز کہا کہ
اس کو سرسام ہوگیا ہے۔ تپ و ہذیاں ہے۔ دوسرے روز یہ شہرت دی کہ اس کو جنون ہوگیا
ہے۔ آخر شب کو قلعہ سے باہر بھاگ گیا ہے اور کچھ تحقیق نہیں کہ قلعہ سے نیچے ہلاک ہونے کے
لیے وہ گرا ہو۔ یا دیوانگی کے اثر سے وہ مرہٹوں کے لشکر سے ملگیا ہو۔ اس مکار کی ماں
نے واویلا شروع کیا۔ پادشاہ پاس پیغام بھیجا کہ بیٹے کے مفقود الاثر ہونے سے خاطر جمعی
نہیں کرکے قلعہ کو خالی کرتی ہوں امیدوار ہوں کہ سوم سنکر میرے پسر کو بجائے برادر کے خلعت

زمینداری مرحمت کیا جائے اور محتشم خاں پاس بھیجدیا جائے۔ کہ بعض جگہ خزانے مدفون ہیں جسکی اطلاع
اس کو ہو وہ قلعہ دار کو بتلادے۔ باقی مال اور عیال کے ساتھ میں قلعہ سے باہر آؤں بادشاہ
اس مکر و منصوبہ سے غافل تھا۔ اُس نے سوم سنگھ کو قلعہ میں اُسکی ماں پاس بھیجدیا بعد اسکے جانے
کے بھی حیلے اور آجکل کے وعدے کرکے دفع الوقت کیا اور بادشاہی آدمیوں کے لیے آمد و رفت
بند کی اور محتشم خاں کو گنتی کے آدمیوں کے ساتھ بطور محبوسوں کے قلعہ میں ایک جگہ بٹھادیا اب بادشاہ
اور اسکے ہوا خواہوں کو پریا کا منصوبہ و غدر و تزویر تحقیق ہوا۔ مگر بادشاہ نے بردباری اور
حوصلہ کو کار فرما کر پہلے ہی سا سلوک مرعی رکھا۔ ان دنوں میں ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ
داؤد خاں وغیرہ چند سردار صاحب فوج قریب آ گئے تھے انکو اور زیادہ جلد آنے کا حکم دیا۔
دشمنوں نے شوخی کی۔ بادشاہ نے پائے قلعہ میں استقامت کی۔ لوگ ہنستے تھے کہ ایسا بادشاہ
سراپا تدبیر ایسی نجس قوم کے دم میں آگیا اب دشمنوں نے اُس سے شوخیاں کیں کہ بادشاہ کو محصور کرلیا مگر
اور امراء فوجیں لیکر قریب آگئے تھے۔ بادشاہ نے نصرت جنگ کو شقہ اپنے ہاتھ سے اس مختصر مضمون
کا لکھا کہ اے یاری دہ بیکساں زود خود را برساں۔ جب یہ لشکر تازہ آگئے تو ابتدائے جنگ اس
پشتہ سے شروع ہوئی کہ جسپر محمد امین خاں اور سلطان حسین نے مورچال قائم کر رکھے تھے اور اب وہ
مرکز کی طرح محاصرہ میں آگئے تھے۔ اور کئی خاتے اپنر گزر چکے تھے۔ پھر ہر طرف سے لشکر شاہی نے
دشمنوں کو گھیر لیا۔ چاروں طرف خوب لڑائی ہوئی۔ حمید الدین خاں اور قلیچ خاں بہادر و داؤد خاں
و جمشید خاں اور راجپوتوں نے خوب اپنی بہادریاں دکھائیں چار پانچ روز تک ہنگامہ کارزار
خوب گرم رہا۔ جمشید خاں اور روشناس راجپوتوں کی ایک جماعت جو راؤ دلپت کے ہمراہ تھی
اور کئی اور خان زادوں میں سے کام آئے۔ بعدہٗ چین قلیچ خاں محمد امین خاں اور بعض اور پردلوں
کو حکم ہوا کہ بطریق طلایہ کے اطراف قلعہ میں آکر جسجگہ قلعہ کی کمک کا اثر دیکھیں اسکی تنبیہ کریں اور
کسی طرح سے مرہٹہ وغیرہ کی مدد کو محصوروں پاس نہ پہنچنے دیں۔ ذوالفقار خاں نے چند بادلیوں کو
پر قبضہ کیا کہ ان ہی پر اس قوم کے آدمیوں اور چارپایوں کے پانی پینے کا مدار تھا۔ اس سبب سے کیا فوج

شاہی پر پانی کی تنگی رہتی تھی یا اب دشمنوں پر وہ رہنے لگی روز بروز درختوں عمارتوں کی چوبوں
مٹی کو جمع کر کے مورچالوں کو بڑھاتے جاتے تھے۔ یہانتک کہ قلعہ کی دیوار تک انکو پہنچایا۔
سرداروں نے بھی پائے حصار تک مورچالوں کو پہنچایا جس روز یورش قرار پائی بادشاہ
خود سوار ہوا اور شریک یورش ہوا اور مکان گولہ رس میں عمداً استقامت کی۔ اس بادشاہ کے
دل میں یہ آرزو ہمیشہ رہتی تھی کہ میں کسی جہاد میں شہید ہوں۔ ایک طرف سے ذوالفقار خاں
اور دوسری جانب سے تربیت خاں نے صف بائی کی۔ مخالفوں نے بھی اوپر اور اطراف سے ہجوم
اور زور کیا۔ بادشاہی جانباز بہادروں نے سینہ کو سپر بنا کے پیادہ ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔
عجب خورد و خورد ہوئی ایک قیامت برپا ہوئی۔ ایک جماعت دونوں طرف سے زخمی و کشتہ ہوئی۔
دشمن مغلوب ہوئے اور دو تین حملوں میں وہ پشتے کہ جنپر بازار بیٹھا آباد تھا۔ بادشاہ کے قبضہ میں آئے
سب جگہ کی نسبت زیادہ یہاں آلات جان ستاں بلا افروز کام کرتے تھے۔ اور لشکر شاہی نے
ایک کروہ سے زیادہ مخالفوں کا تعاقب کیا۔ اور بہت آدمیوں کو مارا اور زخمی کیا۔ فراز کوہ
پر دروازہ کے نزدیک علم ثبات اور نشان فتح کھڑا کیا۔ اہل قلعہ نے دو تین ہزار بندوقچی دروازہ
اور اطراف کی پناہ کے لیئے بہادران قلعہ گیر کے سر راہ کھڑے کیے اور سراسیمہ وار زن اور
فرزند اور زیور کو کہ ہمراہ لے سکتے تھے اپنے ساتھ لیا اور معبد خانہ میں اکثر جگہ اپنے ہاتھ سے آگ لگا کے
دوسرے دروازہ سے اور مختلف راہوں سے بھاگ کر مرہٹے کی فوج سے جا ملے۔ اور انکے
ساتھ متفق ہو کر فرار ہو گئے۔ حصار کے اندر شعلۂ آتش بلند ہوئے۔ اور آلات شہر یار کے برسنے
کے آثار کم ہوئے۔ اور اہل قلعہ کے فرار پر اطلاع ہوئی تو داؤد خاں و منصور خاں قلعہ کے
اندر گئے اور اہل قلعہ کا نشان نہ پایا۔ مگر چند آدمی زخمی پڑے تھے جو بھاگ نہیں سکتے تھے۔
اور محتشم خاں تھا اگر ایک لحہ اور بادشاہی آدمی اُس پاس نہ پہنچتے تو دشمن اُس کا کام تمام کر دیتے
غرہ محرم ۱۱۱۷ھ کو قلعہ بادشاہی تصرف میں آیا اور صدائے شادیانہ بلند ہوئی۔ امیروں کو
بڑے بڑے منصب و صلے ملے۔ قلعہ دار کا نام رحمن بخش رکھا گیا۔ اور خواجہ مسعود مخلی کے

اہتمام سے قلعہ اور مسجد دونوں تعمیر ہوئے۔ یہاں کے انتظام کے بعد برسات کا موسم کاٹنے کے لیے بادشاہ دیوگاؤں میں آیا۔ جو دریا کرشنا سے پانچ چار کروہ تھا۔ یہاں لشکر کے آرام کے لیے چھاؤنی ڈالی اور جا بجا حکام فہمیدہ کار مالی اور ملکی بندوبست وضبط کے لیے تعین کیے۔ اس ضلع کے مفسد وسرکش زمینداروں کی تنبیہ کے لیے ذوالفقار خاں کو مقرر کیا ملک نو مفتوح سے کل روپیہ اور زمینداروں سے پیشکش وصول ہوئی۔ رعایا اپنے وطنوں میں آباد ہوئی۔

ان دنوں میں خبر آئی کہ قلعہ بخشندہ بخش عرف کندنا قلعہ دار کی بےخبری سے اور غنیم کی حیلہ پردازی سے مرہٹہ کے تصرف میں آگیا ہے اسی روز حمید الدین خاں بہادر کو مع ترپتی کے اس کے محاصرہ اور تسخیر کے لیے روانہ کیا۔

قلعہ بخشندہ بخش

اس زمانہ میں بادشاہ کے تمام اعضا میں درد مفاصل بشدت ہوا جس سے ایک عالم کے احوال میں اختلال پیدا ہوا۔ ہر چند ہر روز خود داری کر کے بادشاہ بیٹھکر دیوان داری میں مشغول ہوتا اور خلق اللہ کی تسلی کا سبب ہوتا۔ مگر آخر کو مرض بڑھتا گیا غشی و بیخودی کی نوبت آئی ایک دو دفعہ خبریں ناخوش آئند فساد انگیز واقعہ طلبوں کی زبان زد ہوئیں۔ دس بارہ روز تک لشکر اور امرا کے آدمیوں میں ایک عجیب ہنگامہ برپا رہا۔ مگر آخر کو فضل الٰہی ہوا کہ بادشاہ کا مزاج بحال ہوا۔ کبھی کبھی دیوانی کرتا۔ یہ خبر ہوئی۔ ورنہ اس دارالحرب میں کہ سارا غنیم کا ملک تھا۔ اگر واقعہ ناگزیر پیش آتا تو اس کوہستان اور سرزمین پر شور شر سے ایک آدمی کا نجات پانا مشکل ہوتا۔ امیر خاں نقل کرتا ہے۔ بادشاہ ایک دن نہایت ضعف میں زیر لب یہ اشعار پڑھتا تھا۔

بادشاہ کی علالت

ابیات

بہشتا دونو د چوں در رسیدی — بسا سختی کہ از دوران کشیدی

دراں جا چوں بصد منزل رسانی — بود مرگے بصورت زندگانی

جب میں نے یہ شعر سنے تو عرض کیا کہ نظامی گنجوی نے ان ابیات کی تمہید میں یہ بیت

ہی ہے ؎ بس آں بہتر کہ خود را شاد داری + دراں شادی خدارا یاد داری +
بادشاہ نے اس شعر کو کئی بار سُنا اور لکھوایا اور مدت تک پڑھا۔ حکیم حاذق خاں
(صادق خاں) معالج تھا اس خدمت کے جلد دیں بادشاہ نے اپنے تئیں سونے سے تول کر
اس کو زر وزن اور سر پیچ دیا اُس نے چوب چینی کا استعمال کرایا جس سے نفع عظیم ہوا۔
۲۰ رجب ۱۱۴۹ھ کو بادشاہ نے بہادر گڑھ عرف بھیر کا عزم کیا اور شعبان میں وہاں آگیا۔
سپاہ کے آرام و ایام صیام کے لیئے چالیس روز کے قیام کا حکم صادر کیا۔

سوانح سال پنجاہم ۱۱۱۷ھ

ماہ رمضان کو اس مقام میں بسر کیا ہر سال کے دستور کے موافق روزے رکھے۔
تراویح پڑھیں۔ صلوٰۃ وسنت بدستور ادا کیے۔ ایام صیام کے اہتمام کے بعد بلا ناغہ
دیوان میں امور مالی و ملکی میں توجہ کی۔ ذوالفقار خاں کو قلعہ بخشندہ بخش کو رخصت کیا اور خود احمد نگر
کی طرف متوجہ ہوا۔

ابے چند سال پہلے ساہو پسر سنبھا جی سیوا منصب ہفت ہزاری دو ہزار سوار سے اور خطاب
راجہ و جاگیر سیر حاصل سے سرافراز ہوا تھا۔ دیوان و خانساماں اور متصدی اسکے علٰحدہ بادشاہ نے
مقرر کیے تھے۔ کہ اسکی تربیت پر متوجہ ہوں۔ ابتدا رقید سے لغایت حال رکاب عالی سے اسکو جدا
نہ کیا تھا۔ احاطہ گلال باریں اپنے ظل عاطفت میں اسکو رکھتا تھا۔ کوچ کے وقت اس کو سواری کا
حکم اپنے ساتھ دیتا تھا۔ ان دنوں میں کہ ذوالفقار خاں اسکے پرداخت حال پر متوجہ تھا اور یہ نہیں
جانتا تھا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ مارکشتن و بچہ در آستین پرورش دادن نہ کار خردمندان است وہ
بادشاہ کی خدمت میں التماس کر کے اس کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ بائیس سال بعد وسط ماہ شوال میں
بادشاہ سوا احمد نگر میں دوبارہ آیا جس روز بادشاہ یہاں اترا تو اُس نے کہا کہ احمد نگر
سے ہمارا اختتام سفر است۔ ماہ ذی الحجہ کو بادشاہ پاس خبر آئی کہ نصرت جنگ کی
زور بازو سے قلعہ بخشندہ بخش تسخیر ہوا اور قلعہ کے حوالہ داروں کو اُس نے مار مار کر

ساہو پسر سنبھا

بادشاہ کا سفر

حصار سے ہتیار لیکر نکال دیا۔

شاہزادہ محمد اعظم شاہ صوبہ احمد آباد میں تھا۔ باپ کے عارضہ جسمانی کی خبر سنکر حضور کے پاس آنے کا ارادہ کیا اور بہت اضطرار کا اظہار کیا اور احمد آباد کی آب و ہوا کی ناموافقت کا عذر کیا بادشاہ کی مرضی کے خلاف یہ امر تھا ان مضمون کا فرمان صادر کیا۔ کہ ماہم در ایام انحراف مزاج اعلیٰ حضرت عرضہ داشت بہ ہمیں مضمون بحضور ارسال داشتہ بودیم در جواب فرمان کہ ہوائے ہمہ جا بایشان سازگار است مگر ہوائے نفس امارہ۔ بعدہٗ محمد اعظم شاہ نے مکرر عرض کیا تو صوبہ مالوہ اُسکے لیئے مقرر کیا بادشاہزادہ ابھی اُجین میں نہیں پہنچا تھا کہ اُس نے عرض کی کہ بادشاہ نے طوعاً و کرہاً اُس کو حضور میں طلب فرمایا۔ ۲۱ ذی الحجہ کو وہ بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ صوبہ احمد آباد سے جب بادشاہزادہ محمد اعظم شاہ کا تغیر ہوا تو یہاں محمد ابراہیم خاں جو صوبہ بنگالہ بھی تھا مقرر کیا۔ فاصلہ بہت دور کا تھا اسلیے شاہزادہ بیدار بخت کو جو برہان پور میں تھا حکم صادر کیا کہ محمد ابراہیم کے آنے تک احمد آباد میں جاکر وہاں کے بندوبست سے خبردار رہے۔ محمد اعظم بادشاہ کی خدمت میں موجود تھا۔ اسے اپنی شجاعت کا غرہ تھا اُس نے لشکر کی گردآوری کی تھی۔ احمد آباد میں کچھ خزانہ بھی جمع کر لیا تھا۔ بادشاہ کی رکاب میں جو خزانہ اور فوج تھی اس کی تاک میں تھا۔ ان سببوں سے برادر کلاں کی ہستی کچھ نہیں جانتا تھا۔ بلکہ سب باب میں اپنے تئیں بزرگ سمجھتا تھا۔ شاہزادہ کام بخش یہ جانتا تھا کہ وہ عدم سے وجود ہی میں نہیں آیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ باپ کی طبیعت اکثر بحال نہیں رہتی تو اُس کو یہ فکر ہوئی کہ شاہزادہ محمد عظیم کو کہ عظیم آباد عرف بہار بہت مدت سے صوبہ دار بالاستقلال تھا اور خزانہ کے جمع کرنے میں بہت مشہور تھا اس کو بیجا کر کے حضور میں طلب کرے اس کی طرف سے بادشاہ سے وقوعی اور غیر وقوعی باتیں لگا کے اور بہت منت کر کے اس کو حضور میں طلب کرایا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ محمد عظیم کی حرکت اس کی جان کے لیے ایک بلائے عظیم ہوگی۔ محمد عظیم نے باپ کی خدمت میں آنے کا

شاہزادہ محمد عظیم کا کام بخش

شاہزادہ محمد اکبر کی ایک سال سے یہ خبر مشہور تھی کہ وہ حوالی گرم سیر خراسان کے
کے حوالی میں مرگیا۔ اس خبر کے جھوٹ سچ کے معلوم کرنے کے لیے ملتان واطراف
سرحدی کے حکام کو فرمان لکھے گئے۔ اندنوں میں محمد اعظم شاہ کی زبانی تصدیق
وہ مرگیا۔

سوانح سال پنجاہ ویک سنہ ۱۱۱۸ھ

محمد اعظم شاہ نے حضور میں رہ کر عمدۃ الملک اسد خاں کو اور ایک جماعت اکبر کو اپنا رفیق
بادشاہ کا مزاج کچھ بحال ہوگیا تھا اور چند روز وہ دیوان عدالت بلاناغہ کرتا تھا۔ مگر
قوت کا ضعف اس کے چہرہ پر پیدا تھا اس مابین میں روز بروز پادشاہزادہ محمد اعظم
سے محمد کام بخش کی نسبت بے اعتدالیاں ظہور میں آتی تھیں وہ اُس سے پرخاش
سے بہانے بلاکش کیا کرتا تھا۔ کام بخش حافظ کلام اللہ تھا۔ اور علم عقلی ونقلی سے
بہرہ رکھتا تھا۔ پادشاہ اسکی رعایت خاطر کرتا تھا۔ قاعدہ ہے کہ چھوٹے بیٹے سے
محبت زیادہ ہوتی ہے۔ پادشاہ کام بخش سے بہت محبت رکھتا تھا سلطان حسین عرف
مخاطب حسن خاں کو کام بخش کا بخشی مقرر کیا حسن خاں بڑا ہوشیار وعاقل تھا۔
حسن عقیدت وکارطلبی کے سبب سے تقاضا وقت کو دیکھکر پادشاہزادہ کام بخش کو
بلاتا۔ تو اسکے ساتھ مسلح ومکمل ایک جماعت مردم خاص کی سوا رہنے رفیق نوکر دل
اسکی شکایت کئی دفعہ پادشاہ سے محمد اعظم نے کی۔ کچھ جواب ملا تو ایک دفعہ نواب بیٹ بیگم
بیبی کو لکھا جسمیں حسن خاں کی بے ادبی کا شکوہ لکھا کہ وہ اپنے حد کے دائرہ سے باہر قدم
رکھیں یہ بھی درج کیا کہ اگرچہ اس بے ادب کی شوخی کی تادیب کوئی کام نہیں ہے مگر
مصلحت دفع ہے اسمیں مصلحت یہ تھی کہ پاس رہنے میں یہ اندیشہ تھا کہ وہ شاہزادہ محمد اعظم کے
ساتھ گرفتار ہو جائے۔ یہ رقعہ پادشاہ کے پاس گیا اسپر اپنے دستخط خاص سے پادشاہ
نے وجود حسن خاں معلوم کہ از طرف او این ہمہ مغلوب وسواس وہراس گردد۔

ما محمد کام بخش را جائے مرخص می نمائیم ۔ اگرچہ محمد اعظم نے اس جواب طعن آمیز کے مضمون
پیچ و تاب کھائے ۔ مگر سوائے صبر کے کوئی اور چارۂ کار نہ تھا اور برادر خورد کا جد
جانا ۔ بادشاہ نے اپنے مزاج کو خلل سے خالی نہیں دیکھتا تھا ۔ اور بادشاہزادہ اعظم کے
کی گرمی بازار روز بروز زیادہ مشاہدہ کرتا تھا اسلیئے اُس نے دو شیر زنجیر گسیختہ کا اپنے
کے بعد لشکر میں ہنا خلق اللہ کے حق میں فساد عظیم کا مادہ جانا ۔ محمد کام بخش کی رعایت
ضرور تھی اس کو مع کل اسباب سلطنت کے اکرام احترام کے ساتھ بیجاپور رخصت کیا
کہ حضور کے پاس سے نوبت بجاتا ہوا روانہ ہو ۔ اسمیں مصلحت یہ تھی کہ پاس رہنے میں یہ
تھا کہ وہ شاہزادہ محمد اعظم کے ہاتھ میں فوراً گرفتار ہو جائے ۔ محمد اعظم شاہ یہ دیکھکر سانپ
بل کھاتا تھا مگر پھنکار نہیں مار سکتا تھا ۔ دو تین روز کے اندر محمد اعظم کو صوبہ مالوہ
رخصت کیا اور حکم دیا کہ پانچ پانچ کوس کی منزل طے کرکے اور ہر منزل میں دو
قیام کرکے تیسرے روز سفر کرے اس سے غرض یہ تھی کہ شاہزادہ اس سے بہت
چلا جائے جس کے سبب سے لشکر میں عذر مچ جائے ۔ اور پاس رہنے میں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں شامت
معاملہ نہ پیش آئے ۔ ان دونوں شاہزادوں کی روانگی کے بعد مرض کی شدت ہوئی
بڑی شدت سے چڑھی ۔ چار روز تک باوجود اشتداد مرض بہ سبب کمال تقوی کے
وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی ۔ اس حالت میں حمید الدین خاں نے منجموں کی
سے ایک فیل اور ایک دانہ الماس بیش قیمت کے صدقہ کے لیئے عرضی بھیجی ۔ بادشاہ نے
دستخط کیے کہ فیل تصدق برآورد ۔ اس طریقہ ہنود و اختر پرستان است چار ہزار روپیہ
قاضی القضات بفرستید کہ بمستحقان رسانیدہ اور اس عرضی پر دستخط کیے کہ ایں خاک
زود بمنزل اول رسانیدہ بخاک سپارند و بہ تربیت تابوت نہ پردازند کہتے ہیں کہ
کے نام ملک کی تقسیم کا وصیت نامہ لکھکر حمید الدین خاں کو دیا تھا بعض کہتے ہیں
اُسکے تکیہ کے نیچے سے نکلا تھا جسمیں لکھا تھا کہ معظم شاہ شمالی اور شمال شرقی صوبے

بادشاہ کا انتقال کرنا

ے اور دلی کو دارالسلطنت بنائے۔ اور اعظم شاہ آگرہ اور جنوب مغرب کے ملکوں پر ساری ذکن
بض ہوا اور آگرہ کو دارالسلطنت ٹھیرائے۔ مگر گول کندہ اور بیجاپور کی دو ریاستیں کام بخش
سکے سوا ایک اور وصیت نامہ تھا کہ جسمیں اُس نے اپنی تجہیز و تکفین کی نسبت یہ لکھا تھا
ے چار روپیہ جو میرے ہاتھ کی محنت کی ٹوپیوں کی سلائی سے بچے ہیں اسمیں تجہیز و تکفین ہو
سو پانچ روپئے جو قران نویسی کی اجرت سے حاصل ہوئے ہیں مساکین میں تقسیم ہوں روز
ذی القعدہ ۵۱ جلوس مطابق ۱۱۱۷ ہجری کو بادشاہ نے صبح کی نماز پڑھ کے کلمہ توحید کا
شروع کیا ایک پہر دن چڑھے اس دار فنا سے روضۂ جناں کو تشریف فرما ہوا۔ قاضی و علما
موافق وصیت کے تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔ جنازہ کی نماز پڑھی نعش کو خواب گاہ
کہ نواب زینت النسا بیگم اور شاہزادہ محمد اعظم جوار دوئے معلی سے پیش کردہ پر تھے روز شنبہ
محمد اعظم روز دوشنبہ کو نعش کو کندھے پر دیوان عدالت تک لے گیا اور آگے اس کو روانہ کیا
زین الدین کے مقبرہ میں بادشاہ نے اپنی عین حیات میں قبر بنائی تھی وہاں وصیت کے موافق
کیا۔ اور کئی سیر حاصل دیہات پرگنات اورنگ آباد کے منجملہ سرکار دولت آباد کے جدا کیے گئے
خلد آباد کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور وہ مزار خلد آرامگاہ کے خرچ کے لیے مقرر ہوئے
کی قبر کا چبوترہ سنگ سرخ کا ہی جس کا طول ۳ گز اور عرض ڈھائی گز ہی اور ارتفاع چند انگشت
زیادہ نہیں ہی۔ تعویذ مجوف ہی کہ اسکو خاک سے پر کر کے ریحاں کو اسمیں بوتے ہیں۔ بادشاہ کا نام
کے بجہ خلد مکاں لکھا گیا۔ مدت عمر کی نوے سال تیرہ یوم اور ایام سلطنت پچاس سال دو ماہ ۲۷ یوم تھی۔
آخر وقت میں اُس نے یہ خطوط ایسے لکھے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ بڑا خدا پرست اور
دیندار تھا۔ اس کو خوف الٰہی آخر وقت میں ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک سچے دیندار کو ہوتا ہی۔
شاہ کو یہ رقعہ تحریر کیا۔ السلام علیکم وعلی من یدیکم۔ پیری رسید ضعف قوی شد و
از اعضا رفت۔ یگانہ آمدم و بیگانہ می روم۔ خبر از خود نیست کہ کیستم و چکارہ
کہ بے ریاضت رفت افسوس آں باقیماندہ ملک داری و پاسبانی خلائق ہیچ از من نیاید

عمر عزیز مفت رفت. خداوند در خانه دارم و روشنائی آن در چشم تاریک خوبی نمی بینم حیات
نیست و از نفس رفته نشانے پدیدار نه. و از استقبال توقع مفقود. تپ مفارقت کرد و چه
پوست تنها گذاشت. فرزند کام بخش اگرچه به بیجاپور رفت مانند یکی است و آن حال
ازاں هم نزدیکتر. عزیز القدر شاه عالم از همه دورتر. فرزندزاده محمد عظیم بحکم الله
هندوستان رسیده. لشکریاں همه بیدست و پا سراسیمه همچو من مضطرب از خداوند تنهائی
در حالت اضطراب است و چوں سیماب بیقرار. نمی فهمند که صاحب نعمتے داریم هیچ باخود
و ثمرهٔ گناهان همراه می برم. نمیدانم که در چه عقوبت گرفتار خواهم شد. هرچند نظر
در رحمت امید قوی است. اما نظر بر اعمال و افعال تفکر نمی گذارد و چوں از خود گذشتم دیگر
ع هرچه بادا باد ما کشتی در آب انداختیم + اگرچه از خود رفته را فکر نمی ماند
نیست همه را بخدا می سپارم. وصیانت بندگاں اگرچه پروردگار خواهد کرد لیکن نظر
بر فرزندان هم ضرور است که خلق و مسلمین ناحق کشته نشوند. فرزندزادهٔ بهادر دعا
بگویند وقت رخصت ندیدم اشتیاق باقی ماند. بیگم بظاهر اگرچه ملول است لیکن مالک
کوته اندیشی و ثبات جز ناکامی ثمره ندارد. الوداع الوداع آخری وقت میں
محمد کام بخش کے نام یہ رقعہ لکھا ہے۔ فرزند جگر بند من در عالم اختیار هرچند بر رضاء الهی نفسیت
و زیاده از امکان وصایا کردم چوں خواست الٰہی نه بود بگوش رضا کسے نه شنیده. حالانکه
بیگانه میردم بر بے بضاعتی شما ترحم دارم اما چه فائده عذاب گناه هرچه کردم ثمره آں
می برم عجب قدرت است که آمدم تنها و می روم با ایں قافله اگرچه تپ از ده روز مفارقت
لیکن تاب نیاورده گذاشت هر جا نظر کنم جز خدا به نظر نمی آید. اندیشه لشکر و لشکریاں نظر
آخرت موجب ملالت خاطر شد. از خود خبرم نیست. گناه بسیار کردم نمیدانم بچه عذاب
خواهم شد. حراست بندگاں اگرچه رب العالمین خواهد کرد اما بر مسلمانان و فرزندان
حفظ و احتیاط بندها بحسب ظاهر ضرور عالیجاه هم نزدیک است آنچه لازم بود در حق شما گفته

دل قبول داشته شود و نشود که مسلمانان کشته شوند و وبال برگردن ایں ناکاره بماند شما را بخدا می
حضور رخصت میخواهم حالت اضطراب است بهادر شاه جائیکه بود هست و فرزندزاده عظیم الشان
ب هندوستان آمده فرزندزاده بهادر نواحی گجرات حیات النسار چیزے از روزگار ندیده ملول است
یم دانم دادے پوری والده شما در بیماری با من بوده ارادهٔ رفاقت دارد. خانه زادان
حضور چند گندم نما جو فروش اند باید برفق و مدارا آدمی پروائے کار گیرد و پا باندازه و از
شهزاده محمد معظم کے نام خط. مین پور خلافت منعم خاں از حضور رخصت یافت تا جلد رسیده انچه
حواله خواهد شد ابلاغ نماید. از خود خبرم نیست که کیستم و کجامی روم و برسر ایں عاصی پر معاصی
گذشت. حالا از همه مرخص میشوم و همه را بخدامی سپارم. فرزندان نامدار کامگار را باید که
کنند و مجوز کشت و خون خلق که بندگان خدایند نشوند انچه به نظر می آید طرفه هنگامه برپا
ست یزد مقلب القلوب توفیق حفاظت خلق الله کرده و ودائع بدائع خلق الله اند. چراغ
طریق ریاست و ملکداری کناد. اس رقعے کے اس فقرہ میں کہ اودی پوری والدہ شما
ی با من بوده. لفظ اودی پوری نے بڑے تماشے دکھائے ہیں. کوئی تو یہ کہتا ہے.
ے پور کے خاندان میں سے کوئی لڑکی اس کے نکاح میں آئی تھی. کوئی کہتا ہے کہ اودی پوری
وجود ہو پوری ہے. سب سے زیادہ لطیفہ یہ ہے جو فرنگستانی تاریخوں میں
ہے. کہ اودے پوری ایک عیسائی عورت کا نام تھا وہ گوری بہت تھی. وہ
ہنے والی تھی. ایک بردہ فروش سے داراشکوہ نے اسکو خریدا تھا وہ دارا
ی تھی. یہی مخفی سبب تھا کہ دارا نے عیسائی مذہب اختیار کیا تھا. جب دارا مارا گیا تو
نے بڑے بھائی کی دو بیویوں سے شادی کرنی چاہی. اُن میں ایک اچھوتن تھی وہ
ر خانے کو موجود ہو گئی. عالمگیر سے نکاح نہ کیا. مگر اس کرسچن لیڈی نے اس سے
کر لیا. فرنگستانی تاریخوں میں بہت سی ایسی دل لگی کی کہانیاں ہیں.

انچہ شاہان ہمہ دارند تو تنہا داری

عالمگیر کی خلقت وجبلت میں دین یوں راسخ ہونا داخل تھا۔ وہ امام اعظم ابوحنیفہ
مذہب پر چلتا تھا اس کے سارے اعمال و افعال و عقائد اس حنفی مذہب کے مطابق تھے۔ وہ فرض
اسلام کی جیسی چاہیے تاسیس کرتا تھا۔ اول صلوٰۃ مفروضہ کو اول وقت مسجد میں یا غیر مسجد میں
کے ساتھ پڑھتا تھا۔ اور کل سنن و نوافل و مستحبات کو حضور و خشوع کے ساتھ ادا کرتا تھا
جامع میں جمعہ کی نماز سب مسلمانوں اور مومنوں کے ساتھ پڑھتا تھا اس کو اس نماز جمعہ
ایسا خیال تھا کہ اگر وہ شاہجہاں آباد یا کسی اور بڑے شہر سے شکار کے لیے چلا جاتا تو
کو شہر میں آجاتا کہ نماز جمعہ جامع مسجد میں ناغہ نہو۔ اگر شکار کے لیے زیادہ دنوں کے
جاتا تو ضرور نزدیک کے قصبہ میں جاکر جمعہ کی نماز پڑھتا تھا۔ عیدین کی نماز سفر و حضر میں
کے ساتھ پڑھتا تھا۔ دوم رمضان کے روزے رکھتا تھا۔ خواہ موسم کیسا ہی سخت ہو تر
ختم کلام اللہ میں آدھی رات تک صلحا و فضلا کی جماعت کے ساتھ مشغول رہتا اور
آخیر میں مسجد غسلخانہ میں معتکف ہوتا تھا۔ ہر ہفتہ میں تین دن پیر و جمعرات و جمعہ کو روزہ
تھا۔ سوم زکوٰۃ شرعی قبل از جلوس جو مآکل و ملبوس خاص کے لیے مقرر کی تھی اور ایام سلطنت
میں صرف خاص کے لیے جو مواضع دار الخلافہ اور دو تین محل نمکسار جدا کیے گئے انکی زکوٰۃ
ارباب استحقاق کو دیتا تھا اپنی اولاد کی طرف سے بھی زکوٰۃ کا حساب کرکے دیتا تھا
حج۔ ادائے مناسک حج کی حد سے زیادہ تمنا اس کو تھی مگر بعض موانع و عوائق کے سبب
حج کو نہ جاسکا اُس کے بدلے میں حرمین محترمین کے حاجیوں کے ساتھ اسقدر رعایت
کہ اسکا حج بمنزلہ حج کبریٰ کے ہوجاتا تھا اتنی مدت سلطنت میں کبھی ہر سال کبھی دو سال
روپیہ بھیجتا تھا اور بقیع شریف میں طواف حج اور سلام رسانی کی نیابت کے لیے اور
جو اُسنے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے بھیجے تھے۔ انکی تلاوت کے لیے اور تسبیح و تہلیل اوراد
کے ادا کے لیے بہت آدمیوں کو وظیفہ دیتا تھا۔ پنجم جہاد جسکا حال اسکی تاریخ سے معلوم

ہمیشہ باوضو رہتا اور کلمہ طیبہ اوراذکار اوراد عیہ ماثورہ کو پڑھتا رہتا اور لیالی متبرکہ میں شب بیدار
راتوں کو حق طلبی کے واسطے مسجد دولت خانہ میں اہل اللہ سے صحبت رکھتا۔ وہ سن شعور کی ابتدا
سے کل ملاہی ومناہی مسکرات ومحرمات سے محترز تھا۔ کبھی اُسنے شراب کو لب سے نہیں لگایا
مسکرات ومغیرات کی بو تک کو دماغ پاس نہیں آنے دیا اور سوا ازدواجات حلال کے کسی حرم سے
قربت نہیں کی۔ باوجودیکہ مطربان خوش آواز اور سازندہا ودلنواز پائے تخت میں مجتمع تھے
اوائل جلوس میں کبھی کبھی سامعہ افروز طرب ہوتا تھا اور اسمیں دقیقہ یاب تھا لیکن کمال تورع
وپرہیزگاری کے سبب سرود کے استماع سے کلی پرہیز کرتا تھا۔ اور جو کوئی گویا دنغمہ سرا ومطرب
طلب ہوتا تو روزانہ وزمین مدد معاش سے اسکو خوشنود کرتا تھا۔ مرزا مکرم خاں صفوی نے
فن موسیقی کے ماہروں میں تھا۔ بادشاہ سے پوچھا کہ آپ سرود کے حق میں کیا فرماتے ہیں تو
اُسنے فرمایا کہ لاہلہ مباح۔ پھر اُسنے عرض کیا کہ حضرت سے زیادہ کون استماع کے لیے
اہل ہوگا فرمایا کہ میں مزامیر خصوصاً پکھاوج کے ساتھ گانا سن نہیں سکتا وہ بالاتفاق حرام ہے
اسلیے میں نے سرود بھی چھوڑ دیا۔ ایک حکایت سرود کے جنازہ بنانے کی مشہور ہے جس کو ہم نے
پہلے لکھا ہے۔ بادشاہ نے اصلا لباس نامشروع نہیں پہنا اور ظرف نقرہ وطلا مطلقاً وہ کام میں نہیں
لیا اور زردوزی لباس رنگین اور جواہر نگار خود بھی چھوڑا اور امیروں کو بھی منع کر دیا کہ زنانہ لباس
سنا چھوڑ دیں۔ انکا لباس ہمیشہ شرعی ہوتا۔ جواہر جنکے پہننے سے زیب وزینت وافر ہوتی ہے انکے
عوض سنگ نیشب کے بجائے چاندی سونے کے بنوائے کہ وہ مشروع ومباح ہوں۔ وہ تقلیل نوم
رات میں عبادت خدا کے لیے کرتا۔ اس کی مجلس میں غیبت وخبث وکذب کی ناشائستہ باتیں مذکور
نہیں ہوتیں اُسنے ندیمہائے حضور کو تلقین کر رکھی تھی کہ عرض کے وقت معیوب لفظ عبارت حسنہ
سے تعبیر کیا جائے۔ ترویج قواعد دین اور تنفیذ احکام دین میں اور ضلالت وجہالت کے رسوم مٹانے
اور بدعتوں ومناہی وملاہی کے اُٹھانے میں ایسی کوشش کی جو پہلے کسی بادشاہ کے عہد میں
نہیں ہوئی تھی بادشاہ نے ۱۰۶۹ھ میں یہ تجویز کیا کہ کوئی فاضل محتسب مقرر ہو کہ وہ تمام

تمام منہیات و محرمات خصوصاً شراب بنگ بوزہ کے کھانے پینے کو اور تمام مسکرات اور نشہ
کو منع کرے اول اس عہدہ پر بلا عوض مقرر ہوا پندرہ ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ مقرر ہوئی
اور ہزاری صد سوار کا منصب ملا اور تمام ممالک محروسہ میں صوبہ داروں کے نام احکام صادر
ہوئے کہ وہ اپنے علاقہ میں ایسا ہی ایک محتسب مقرر کریں اور اسکے ساتھ احدی اور سوار بھی
ساتھ رہیں کہ اگر کوئی شرع کے پابند ہونے میں حجت کرے تو اسکی تنبیہ و تاکید وہ کریں۔ بعض
مورخوں نے اس احتساب میں یہ بھی داخل کیا ہے کہ بتوں کی سواریاں اور نمائشیں بھی نہ ہوں
دیں غرض امور احتساب کافہ انام اور خواص و عوام پر بغایت جاری تھے۔ طوائفوں کو
کو دار الخلافہ سے باہر نکال دیا اور تمام ممالک محروسہ میں یہ حکم جاری کیا کہ شہر سے باہر کسبیاں
کریں۔ اس طائفہ کے معدوم کرنے میں اور بدکاریوں کے پھیلنے کا احتمال تھا اسلیے اُسنے شہر
آبادیوں سے دور بسنے کا حکم دیا۔ اور پہچان کے لیے ان کو لال کپڑے پہننے کا حکم دیا اسی
فرنگیوں میں انکا نام لال بیوی مشہور ہوا مملکت میں باوجود اس وسعت کے سوا حد سیاسات
کے کوئی اور سیاست کام میں نہیں آتی۔ ہرگز باقتضاء قوت غضبی و تہیلا نفس کسی فرد انسان
کی حیات کی بنا کے خراب کرنے کا حکم دینے کا کسی کو یارا نہ تھا۔ بادشاہ قتل کا حکم خود دیتے

ہندوؤں کا مسلمان ہونا اور انکو نوازش کرنا

عالمگیر نے کسی ایک ہندو کو بھی زبردستی مسلمان نہیں کیا مگر اسکے عہد کی تاثیر ایسی تھی کہ
دار الخلافہ اور اطراف میں ہنود مسلمان ہوتے جاتے تھے۔ جو ہندو مسلمان ہوتا۔ اسکو حاضر
کے ناظم بادشاہ کی بارگاہ میں لاتے اور اس کو اشارہ سے کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے اور بادشاہ
ان کو خلعت و انعام و نقود دیتا اور بقدر حال اسکے عطایا سے نوازش کرتا۔ اور جو تنہا
مسلمان ہوتے وہ بے واسطہ بادشاہ پاس آتے اور بادشاہ ان کو خود اپنی زبان سے
کی تلقین کرتا۔ خلاع اور عنایات سے ان کو کامیاب کرتا اوائل ایام سلطنت میں
ہندوؤں پر شریعت کے موافق جزیہ مقرر کیا جس سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام کے مطیع ہو
ہیں وہ اکبر کے عہد میں موقوف ہو گیا تھا جس کے سبب سے مسلمانوں کے دلی خیر خواہ

ہو گئے تھے۔ مگر اب پھر اس کے جاری ہونے سے ہندوؤں کا دل دکھا اور وہ بادشاہ سے بیری بن گئے۔ اُس نے ایک حکم گشتی تمام حکام پاس بھیجا کہ ہندو اہل قلم یک قلم بندہ نوکر نہ رکھے جائیں اور حکام کے ماتحت جو عہدے خالی ہوں تو ان کی جگہ مسلمان رکھے جائیں مگر یہ حکم صرف کاغذی تھا اس پر عمل نہ ہوا۔ وہ فقط ہندوؤں کے دل ناراض کرنے کے لیے کام آیا اورنگ زیب کے عہد میں ہندو نوکروں کی کچھ کمی نہیں ہوئی۔ اس نے یہ احکام بے ضرورت جاری کر کے ہندوؤں کو شکستہ خاطر کیا کہ سوائے راجپوتوں کے کوئی گھوڑے اور پالکی اور ہاتھی پر بغیر حکم سوار نہ ہو۔ عالمگیر کا تعصب مذہبی بھی عجب ہندوؤں کا دل دکھانے والا تھا۔ گو کبھی اُس نے کسی ہندو کو تلوار اس سبب سے نہیں لگائی کہ وہ ہندو تھا۔ کبھی اُس نے کسی ہندو کو زبردستی مسلمان نہیں کیا۔ ہندوؤں کی جو مذہبی عبادات رسومات قدیم سے چلی آتی تھیں ان کو نہیں روکا مگر باتیں وہ کیں کہ جن سے ہندوؤں کا دل ناراض ہو گیا۔ بنارس میں بشیشور اور بندو مادھو کے عالی شان مندروں کو خاک میں ملوایا۔ متھرا میں گوبند دیو کا مندر توڑ پھوڑ برابر کیا جزیہ جاری کیا۔ نوکری کی بات میں فقط کاغذی حکم دل دُکھانے والا دیا۔ گو مسلمانوں نے اپنی عہد سلطنت میں بتوں کو توڑا اور مندروں کو ڈھایا۔ مگر اس سے ہندوؤں کے دلوں میں بت پرستی کا اثر کم نہیں ہوا جیسا کہ تعلیم انگریزی اور مشنریوں کے مواعظ سے ہوا ان دونوں باتوں سے ہندوؤں کے دلوں میں بت پرستی کی جگہ خدا پرستی یا لامذہبی نے لے لی وہ پکار پکار کہنے لگے کہ بت پرستی حماقت و گناہ ہے یا ہمارے انجیل مذہب میں نہیں ہے۔ غرض جو سلطنت اسلامیہ میں ظاہر بتوں اور بت خانوں کی کمی ہوئی۔ مگر باطن میں ہندوؤں کے دل بت خانے بنے رہے۔ مگر اب اس کے خلاف حال ہوا کہ گو ظاہری بت اور بتخانے نہیں دکھائی دیتے ہیں مگر تعلیم یافتہ ہنود کے دلوں سے بت پرستی کوسوں دور بھاگ گئی یہی تعلیم یافتہ ہنود آج کل اپنی قوم میں سربرآوردہ ہیں۔

عطایا عام و خیرات وجود انسان

اُس کی عطایا عام میں سے یہ ایک ہے کہ غلات وجنسیات اور وجوہ راہداری اور محصول فقط
اور اور اموال سائر کو معاف کر دیا خصوصاً محصول تنباکو کو کہ جسکی آمدنی مبلغ خطیر تھی اور
اس کا عملہ ان لوگوں کی ناموس کی بے ستری کرتا جن پر اس کو احتمال تنباکو کے چھپا کر
لیجانیکا ہوتا۔ کل ممالک محروسہ میں ہندو مسلمان پر تیس لاکھ روپیہ سالانہ کا محصول معاف کیا
دویم یہ ہے کہ اجداد دنیا گان کے مطالبات کو اولاد پر معاف کر دیا پہلے دستور تھا کہ اولاد
کی تنخواہ اور مناصب وجہ مواجب میں سے باپ دادا کے مطالبات کی بابت اہل دیوان
عظام اور مستوفیان ممالک بہ سبیل تدریج وضع کرتے اور ہر سال مبلغ کلی اس جہت سے
خزانہ عامرہ میں داخل کرتے جسکے سبب بادشاہ کے منتسب پریشان حال ہوتے بادشاہ
نے دفاتر مطالبات پر قلم عفو کھینچا اور ناظمان دیوانی کو حکم دیا کہ کل بندہائے درگاہ میں سے
منصبدار دوہزاری سے ہفت ہزاری امیر تک اس مطالبہ سے جو انکے اجداد دنیا گان کی
واجب الادا ہو معاف کریں اور مطالبات کی بابت کچھ تعرض اور مزاحمت نہ کریں اور منصب
دوہزاری سے چہارصدی تک کی منصب کے سبب سے جو انکے باپوں پر مطالبہ ہو وہ معاف کیا جائے
اور پانصدی سے ہفت ہزاری تک جو مطالبہ اُنکے باپوں کی بابت ہو اس کو انکی دست
حال اور استطاعت وجوہ کے موافق لازم الادا جانیں اگر اُنھوں نے مطالبات کی
میراث پائی ہو تو مہینوں اور سالوں میں بہ تدریج مطالبہ کو وصول کریں اور اگر اس
میراث نہ پائی ہو تو وہ مطالبہ بقدر ترکہ وصول کریں۔ اور اگر یہ تحقیق ہو
کہ متروکہ مطلقاً نہیں پہنچا ہو تو اس کو بالکلیہ وجہ مطالبہ کی ادا سے معاف
مرفوع القلم کریں۔ یہ عطا اسکی کروڑوں روپیے سے زیادہ کی تھی۔ اسکی مبرات
عام میں سے ایک یہ ہے کہ اس مملکت میں بہت سی راہیں اور سڑکیں ایسی تھیں کہ ان
مسافر خانے اور سرائیں نہ تھیں۔ مسافروں کو اُن میں راحت اور آسائش
ملتی تھی بعض راہوں میں خاص کر اورنگ آباد سے اکبرآباد تک اور لاہور سے

تک خلائق کو سفر کرنے میں سخت تکلیف و اذیت ہوتی تھی۔ اسلئے بادشاہ نے حکم دیا کہ ان
کثیر المسالک میں جسجگہ سرا اور رباط نہ ہو سرکار خالصہ سے سرائے وسیع سنگ و خشت و آہک و گچ سے
مضبوط اور مستحکم بنائی جائے۔ جسمیں بازار و مسجد و چاہ پختہ و حمام بنایا جائے اور ہر منزل میں مسافروں کے لئے
منزل گاہ بنائیں جسمیں وہ اپنی سواری و اشیاء و اموال کو رکھیں اور یہ بھی حکم دیا کہ جو پرانی سرائیں مرمت
طلب ہوں انکی مرمت کیجائے اور جہاں پل کی ضرورت ہو وہاں پل بنایا جائے ایسے کاموں میں
شاہی خزانہ کا بہت روپیہ خرچ ہوتا ہے ایسے حکموں سے ہندوستان کی راہوں میں وہ امن آبادی
اس و منازل جبال و صحرا معموری اور ایمنی کے سبب سے شہروں کا حکم رکھتے ہیں۔ جب بادشاہ کو اول
جلوس میں معلوم ہوا کہ بعض مساجد و معابد اسلام کہنگی کے سبب سے بے رونق ہو گئی ہیں تو بادشاہ نے
حکم کیا کہ تمام ممالک محروسہ میں جہاں کوئی مسجد پرانی شکستہ ہو گئی ہو تو سرکار خالصہ سے اسکی مرمت کیجائے
اور نو بنائی جائے۔ امام موذن خادم اور سائر خرچ مسجد مثل فرش و چراغ وغیرہ سرکار سے مقرر کیا جائے
اس کام میں بھی بہت روپیہ خرچ ہوتا۔ اور بلغور خانے (محتاج خانے) متعدد الخلافہ اور اور شہروں
میں فقرا و مساکین کے لئے مقرر تھے۔ مراۃ عالم میں لکھا ہے کہ اسکے باپ کے عہد میں ۹۰ ہزار روپیہ صدر الصدور
کے حکم سے ہر سال پانچ مہینے میں اس طرح تقسیم ہوتا تھا کہ محرم و ربیع الاول کے ہر ایک مہینے میں بارہ
ہزار رجب میں دس ہزار اور شعبان میں پندرہ ہزار اور رمضان تیس ہزار باقی سات مہینوں
میں کچھ تقسیم ہوتا تھا تو اس نے حکم دیدیا کہ ان مہینوں میں بھی ہر مہینہ میں دس ہزار روپیہ خیرات
کرے کل سال میں ایک لاکھ ۹۴ ہزار روپیہ خیرات ہوتا تھا۔

بادشاہ نے اپنی کشور وسیع میں تمام بلاد و قصبات میں فضلاء و مدرسوں کو لائق وظیفے و روزانہ
وظیفہ مقرر کئے تھے اور طلبہ علم کی وجہ معیشت درخور حالت و استعداد مقرر کی۔

چونکہ بادشاہ دل سے یہ چاہتا تھا کہ کافہ اہل اسلام فقہی بہا مسائل علماء مذہب حنفی پر عمل کریں اور
مسائل مذکورہ کتب فقہ میں قضات کا اختلاف ہے اور فقیہوں نے روایات ضعیفہ گڑھی ہیں اور
مسائل مختلفہ کتابوں میں مخلوط ہیں اور معہذا ان کے مجموع پر ایک کتاب حاوی نہیں۔ اور

اور جب تک بہت کتابیں جمع نہ کی جاویں اور کسی کو استحضار وافی اور دستگاہ وسیع و تتبع کافی علم فقہ میں
استنباط مسئلہ نہیں کرسکتا اسلئے بادشاہ کا عزم مصمم یہ ہوا کہ ہندوستان کا ایک گروہ مشہور علماء اور معروف فقہا
کا اس فن کی کتب مطولہ معتبرہ پر جو کتاب خانہ سرکار شاہی میں فراہم ہیں انظار تتبع ڈالکر استخراج مسائل
مفتی بہا کرے اور اسکے مجموعہ کو ایک نسخہ جامعہ میں ترتیب دے تاکہ سب کو استکشاف مسائل معمول بہا
سہولت کے ساتھ قدرت حاصل ہو۔ اس کام کی سرکردگی شیخ نظام کو تفویض ہوئی اور علماء کے فریق کو
شائستہ دیئے گئے۔ چنانچہ دو لاکھ روپیہ صرف اس کتاب کے لوازم میں خرچ ہوا اس کا نام فتاوی
عالمگیری رکھا گیا اُسنے اور کتابوں سے مستغنی کردیا۔

بادشاہ کے کمالات کسبیہ یہ ہیں کہ علوم دینیہ تفسیر و حدیث و فقہ سے واقف تھا
تصانیف محمد غزالی اور انتخاب مکتوب شیخ شرف یحیٰی منیری و شیخ زین الدین منیری
و قطب محی الدین شیرازی اور اس قبیل کی اور کتابیں ہمیشہ زیر مطالعہ رکھتا وہ حافظ قرآن
تھا ابتداء حال میں اس کو کچھ سورتیں یاد تھیں مگر بادشاہ ہونے کے بعد کل کلام اللہ حفظ کیا
تاریخ شروع حفظ سنقرئک فلا تنسیٰ اور تاریخ اتمام لوح محفوظ ہے۔ خط
نسخ لکھتے میں اس کو کمال قدرت تھی۔ شاہزادگی میں ایک قرآن اپنے ہاتھ سے لکھ کر
معظمہ بھجوایا۔ اور ایام شاہی میں دوسرا قرآن شریف لکھ کر مدینہ منورہ میں بھجوایا۔ جسکی جدول
اور لوح اور جلد میں سات ہزار روپیہ خرچ کیا۔ سوا ان دو قرآنوں کے پنج سورہ
سور قرآنی لکھیں۔ وہ خط نستعلیق اور شکستہ بھی خوب لکھتا تھا۔ قطعے لکھا کرتا تھا۔
بعض اوقات بادشاہزادوں اور امراء کو خطوط اور فرمان و رقعات اپنے ہاتھ سے لکھتا
کوئی دن ایسا نہ ہوتا ہوگا کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے دو چار سطریں نہ لکھتا ہوگا۔ اس
فارسی کی انشاپردازی میں ملکہ تھا اور نظم میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ فارسی زبان بڑی
سلاست و ملاحت سے بولتا تھا۔ ترکی چغتائی خوب جانتا تھا ان ہندوں سے جو فارسی
نہیں جانتے تھے۔ ہندی خوب بولتا تھا۔ شعر کے باب میں یہ آیت الشعراء

سے بھی الغا و وٹ اسکے ذہن نشین تھی اس پر متمسک ہوکر وہ استماع شعر پر بیفائدہ توجہ
نہیں کرتا تھا۔ اشعار مدح تو کیا سنتا۔ ہاں کسی شعر میں موعظت کا مضمون ہوتا تو اسکو سنتا۔

نکرد بہر رضائے خدائے عزوجل نہ چشم سوئے غزال و نہ گوش سوئے غزل

سے ملک الشعرا کا عہدہ تخفیف کردیا مگر موزوں طبع اور عالی دماغ شاعروں سے دربار خالی نہ تھا بعض
شعرا ایسے شعرا اور قصیدے شعرا رکھ کر لاتے کہ پادشاہ سلامت کو سر دھنا ہی پڑتا مگر جب شاعر پڑھ چکتے تو اُن کو
کہتا ہوتا کہ آیندہ ایسے بے سود کام میں اپنی اوقات ضائع نہ کریں جن مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ اُسنے شعر
کہنے اور پڑھنے کی ممانعت کی وہ مبالغہ ہے۔ اسکی خود رقعات عالمگیری میں استادوں کے شعر لکھے
ہیں بعض اوقات وہ خود شعر کہتا چنانچہ یہ کا یہ شعر مشہور ہے بیت

غم عالم فراواں است و من یک غنچہ دل دارم چساں در شیشۂ ساعت کنم ریگ بیاباں را

اپنے بیٹوں کو بیاضوں میں اشعار لکھاتا تھا۔ علم نجوم و رمل و جفر کو اپنے مذہب کے موافق
حل جانتا تھا۔ اس لئے اس کے عہد میں نجومیوں کا ستارا اور رمالوں کا بھی پاسہ پلٹ گیا ہندو
رسوم کے موافق جو نجومیوں سے کام کرنے کی ساعت پوچھی جاتی تھی وہ موقوف کردی۔
نجومیں جو پہلے دفتر میں کام آتی تھیں ان کو دفتر سے خارج کیا۔

اولاد کی تعلیم

وہ اپنے اولاد کو قواعد و آداب سپاہ گری و علم صید و شکار و کمانداری و تفنگ اندازی و اسپ
تازی اور علوم دینی و دنیوی میں تعلیم کرتا اور حرم سرا میں تو لڑکیوں کو بھی اکتساب عقائد حقہ دینیہ و
احکام ضروریہ و تحصیل خط و سواد کی تعلیم کرتا تھا۔

عدالت و انصاف و رحم

پادشاہ نے یہ منصفانہ حکم جاری کیا کہ اگر پادشاہ نے کوئی شرعی حق تلفی کی ہو تو اسپر عدالت
میں گوشمالی کی جاوے اور اس لئے اس نے ساری ممالک کی کل عدالتوں میں وکیل شرعی مقرر
کئے کہ وہ عدالت میں مقدمہ دائر کرکے شریعت کے موافق اسکی تحقیقات کرائیں۔ غربا کو ایسی رسائی
نہیں ہوتی کہ وہ پادشاہ تک پہنچکر اپنی حق رسی کی داد فریاد کریں اس لئے یہ وکیل شرعی مقرر
کئے کہ ان کی معرفت یہ مقدمات دائر ہوا کریں یہ اسی پادشاہ کی عدالت تھی کہ اس نے

یہ جائز رکھا کہ پادشاہ پر نالش ہوا کرے غلائق کی داد رسی اور رعایا و زیر دستوں کے حال کی پرسش کے لئے ہر روز بلا ناغہ دیوان عدالت میں اپنی اوقات کو صرف کرنا میر عدل اور داروغہ عدالت تعین کئے ہیں کہ وہ مظلموں اور داد خواہوں کو اپنے ساتھ لائیں۔ اور انکے مطالب و مقاصد کو عرض میں پہنچائیں۔ اور ایک معتمد کو تعین کیا ہے کہ متصدیان عدالت جن ضعیفوں کے عرض مدعا اور انجاح مطالب میں بہ سبب اغراض نفسانی کے تاخیر کریں تو مستغیث اس معتمد کی طرف رجوع کرکے اپنی حقیقت حال کی عرائض اسکو دیں تاکہ وہ ان عرائض کو نظر شاہی کے روبرو لائے۔ پادشاہ ان عرائض کو خلوت میں پڑھتا ہے اور عرائض کے حاشیوں پر مستغیثوں کے مطالب کا جواب اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے مملکت کا نظم و نسق باوجود اس وسعت کے اور دولت کی حفظ و حراست باوجود اس عظمت کے ایسے ہیں کہ سوائے صدر و سیاسات شرعیہ کے جنکا اجراء عمدہ داروں کو ناگزیر ہے کوئی اور سیاست نہیں کرسکتا۔ کوئی شاہزادہ اور امیر زادہ جو کسی ولایت و صوبہ میں منتظم مہام ہے اسکا مقدور نہیں ہے کہ وہ پادشاہانہ باز پرس اور قہر و عتاب کے سبب سے کسی کے قتل کی جرأت کرسکے جو جماعت کہ تعزیرات اور عقوبات کی مستحق ہوتی ہے حکام و صوبہ داروں کی عرائض سے اور وقائع نگاروں کے نوشتوں سے اسکی حقیقت حال پر پادشاہ کو اطلاع ہوتی ہے پادشاہ شریعت کے موافق خود حکم سیاست صدور کرتا ہے تو مجرم قتل ہوتے ہیں۔ پادشاہ کی عدالت کے سامنے وضیع و شریف اولی اعلی باز پرس و مواخذہ کے لئے یکساں ہیں۔ حدود شرعیہ کے اجرا میں اعیان و امرا و اغنیا و فقرا و بے نوا آپس میں تمیز نہیں ہوتے۔ جب کوئی عمائد شاہی میں سے مراتب خدمت و مراسم عبودیت میں کسی فعل زشت کا مرتکب ہوتا ہے تو بحکم آئین شاہی قوانین فرمانروائی اسکی گوشمالی واجب ہوتی ہے اسکی جزا تقصیر کے موافق تعزیر ہوتی۔ خدمت سے معزول ہوتا ہے یا رتبہ عزت و اعتبار اس سے لیلیا جاتا ہے یا منصب و جاگیر سے برطرف کردیا جاتا ہے اگر چند روز کے بعد اسکا جرم عفو کے قابل ہوتا ہے تو وہ فضل و کرم و بخشائش و نوازش کا مورد ہوتا ہے۔ کل بندہائے پادشاہی اسی طرح تعزیر و متادیب ہوتے ہیں اسی طرح بندہا، تاجنبار کے اطوار و اخلاق کی تہذیب ہوتی ہے پادشاہ عفو و تقصیرات میں مصداق عفو لذت است کہ در انتقام نیست پر عمل کرتا ہے۔ جو امرا اور سردار پادشاہ سے برسر جنگ ہوتے

سے تصور معاف کردے۔ تمام تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسنے کیسے کیسے تقصیر واروں کے
کردے وہ سزا دینے میں نہایت تحمل و متانت تھا۔ حیا و شرم و مروت اسقدر اس میں تھی کہ کبھی کلمہ
زبان پر نہ لایا۔ کوئی بات کسی کے منہ پر ایسی نہیں کہتا کہ جس سے دوسرا آدمی شرمندہ ہوتا۔ یا اسکی
ذلت کا باعث ہوتا اور اسکے حال کی تقبیح ہوتی۔ اگر کسی کو زجر و ملامت کے کلمے لکھتا تو اسکے
لفظ آمیز اور عنایت خیز فقرے بھی تحریر کرتا۔

بادشاہ عدل و داد ایسی کشادہ پیشانی و نرم خوئی سے کرتا کہ ہر روز دو تین دفعہ استادہ
طلبوں کو بلاتا۔ وہ بے ممانعت بارگاہ معدلت میں جوق جوق آتے اور بادشاہ
ہیبت تمہ کے سبب سے بغیر کسی خوف و ہراس و ہیبت و دہشت کے اپنا عرض مطلب
اپنا انصاف پاتے۔ اگر وہ اپنے بیان کو بہت بڑھاتے اور خارجی باتیں بہت بناتے
شروع کرتے تو بادشاہ اصلا بے دماغ چیں بہ جبیں نہیں ہوتا۔ بارہا باریافتوں نے حضور سے
کیا کہ ایسی مستغیثوں کو جسارت نہیں دینی چاہئے تو فرمایا کہ ایسے کلمات کے سننے سے
ہے کی اشال کے واقع ہونے سے ہمارے نفس کو ملکہ تحمل حاصل ہوتا ہے۔

ہے راد ہماری اس صفت سے ہے جس کے سبب سے آدمی اور آدمیوں پر بے جا اعتبار
کرتا۔ اورنگ زیب نے جو باپ سے سلوک کیا تھا اس کو وہ زندگی بھر میں ایک لمحہ بھی نہیں بھولا
حزم و احتیاط کے سبب یہ اندیشہ رہا کہ کہیں میری اولاد بھی میرا حال وہی نہ کرے جو
نے باپ کا کیا اس لئے وہ سارا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھتا۔ ہمیشہ اپنے افسروں کو ایک مقام
سرے مقام میں بدلتا رہتا کہ وہ ایک جگہ اپنی اقامت کے سبب سے اپنا تعلق ایسا نہ
کہ پھر اس کا توڑنا مشکل پڑے۔ سب سے زیادہ وہ اپنے بیٹوں کے حال احوال چال ڈھال
بڑی احتیاط کرتا۔ آٹھوں پہر خفیہ نویس اور جاسوس انکے پیچھے لگائے رکھتا۔ جب
فرج کے ساتھ روانہ کرتا تو ان کے ساتھ اتالیق مقرر کرتا ان کے سب کاموں کو اپنے قابو
رکھتا مگر اس کے ساتھ ہی اپنے رقعات نصیحت آمیز اور شفقت انگیز تحائف کے ساتھ بھیجتا۔

بیٹوں میں شاہزادہ معظم کو قید کیا اور قید سے چھوڑا تو کابل کی صوبہ داری پر اپنے سے بہت
ذوالفقار کی تحریر سے بادشاہزادہ کامبخش سے آشفتہ خاطر ہوا مگر اُس سے اُسکا دل بہت
ہوگیا اپنے لاڈلے بیٹے مرزا اعظم شاہ کا اُسنے اسطرح امتحان کیا کہ اسکو شکار میں ساتھ لے گیا اور
ساتھ کے آدمیوں کو راہ میں روکتا گیا جب اسکے ساتھ آدمی نہ رہے تو اپنی بہری بندوق اسکے ہاتھ
پھر ایک خیمہ میں لیجا کر ایک عجیب و غریب تلوار اسکو دکھائی جو خاندان میں بطور یادگار چلی آتی تھی
اسکے جوہر دکھائے۔ آپ خودگرمی کا بہانہ کر کے ننگا ہوگیا۔ غرض اسطرح خوب اسکا امتحان کر لیا اور
اعتبار اسکے دل میں بٹھا دیا۔ تو اسکو رخصت کیا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ بعد اس معاملہ کے شاہزادہ
باپ سے ایسا ڈرتا تھا کہ جب اسکا خط آتا تو اسکا چہرہ زرد ہو جاتا۔

کوئی سرکار و صوبہ نہ تھا جس میں سوانح نگار جا بجا مقرر نہ ہوں وہ روزنامچے لکھتے
اور یہ روزنامچے بادشاہ کی نظر سے گذرتے تھے۔ وہ جزئیات اور کلیات اور
وطریقہ صوبہ داروں اور حکام و عمال کے اوّل سے اعلےٰ تک بالکل حضور میں
تھے۔ اور عدالت کے موافق وہ اپنے حسن عمل کے پاداش اور سوء کردار کے کیفر پا
ان واقعہ نویسوں کے سوا ایک معتمد خفیہ مقرر تھا۔ سوانح و حقائق ملک دوسرے شخص
اطلاع بغیر لکھتا۔ اگر واقعہ نگار اپنی کسی غرض کے سبب سے بعض امور کی نگارش میں نفس
سے تجاوز کرتا تو معتمد مذکور کے نوشتے سے اصل حقیقت حال کھل جاتی اس طرح کسی
کی بدوضعی اور بدکرداری چھپ نہیں سکتی تھی۔ شاید کوئی خیال کرے کہ بادشاہ کو ایسی جزئیات
کی طرف متوجہ ہونا اس کو کلیات پر نظر کرنے سے محروم کرتا ہوگا۔ مگر اس بادشاہ
کا یہ جوہر ہمیشہ زمانہ کو تعجب و حیرت دلائیگا کہ اسکی نظر جیسی جزئیات پر تھی ایسی
اعاظم امور ملکی اور کلیات مہمات پر توجہ تھی وہ جزئیات کی تہ پر ایسا جھٹ پٹ
جاتا تھا کہ اس کو کچھ توجہ ہی کرنی نہیں پڑتی تھی۔ ہر سرکار اور صوبہ سے سوانح نگار
جو واقعات لکھ بھیجتے تھے ان پر بے تکلف ہدایتیں لکھاتا چلا جاتا تھا۔ امرا اور بادشاہ

بادشاہ کی جزئیات پر نظر

سرداران کے معاملات ملکی کے باب کی تحریرات جو دیوان سلطنت پیش کرتے تھے انکی اصلاح دیتا اور اپنی قلم سے کسی فقرہ کو لکھ دینا کچھ بات ہی اسکے نزدیک نہ تھی۔

ہمت و استقلال

بادشاہ فنون رزم آزمائی و سپہ آرائی و مراتب لشکر کشی و جہاں کشائی میں مہارت رکھتا تھا حسن توکل و ثبات و استقلال ایسا تھا کہ اپنے اعوان و انصار کی قلت اور دشمنوں کی کثرت پر خیال نہ کرتا خدا کی عنایت کے بھروسہ پر اعتماد کرتا خواہ دشمنوں کا کیسا ہی ہجوم ہو وہ میدان رزم عرصہ کارزار سے منہ پھیرنا نہیں جانتا تھا۔ بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ اسکے لشکر کی جمعیت پراگندہ ہوئی اور تھوڑے آدمی اس پاس رہ گئے۔ اور دشمنوں کی افواج جمعیت و شوکت سے ہنگامہ آرائے کارزار ہوئی مگر اس پادشاہ خصم افگن و دشمن شکن نے استقامت و پائداری ایسی اختیار کی کہ کوہ کی طرح سیلاب لشکر انبوہ سے اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ حسن صبر و ثبات و نیروے ہمت و پردلی سے رایت غلبہ و استیلا کو بلند کیا اور مظفر و منصور ہوا۔ یہ اس کی عادت میں داخل ہے کہ رزم و جنگ میں جب نماز کا وقت آتا ہے تو وہ اپنی سواری سے اتر کر طمانیت سے اس کو پڑھتا ہے پادشاہ کا لشکر بلخ میں تھا اور عبدالعزیز خاں سے مقابلہ آرائے صف کارزار ہوا اور بلخ کی فوج جو مور و مار سے زیادہ تھی لشکر شاہی کو حلقہ میں کر لیا۔ عین ہنگامہ پیکار کی گرمی میں ظہر کی نماز کا وقت آیا باوجودیکہ بند ہائے ظاہر بیں نے منع کیا مگر وہ گھوڑے سے اترا اور بجماعت کا صف آرا ہوا اور فرض و سنت و نوافل کو کمال اطمینان سے ادا کیا۔ عبدالعزیز خاں نے جب یہ خبر شجاعت اثر سنی تو وہ اس استقلال پر ایسا متحیر ہوا کہ اس نے جنگ سے ہاتھ اٹھایا اور زبان سے کہا کہ باچنیں کسے در افتاد ن نتواند است من استانس بالدلم لیستوحش من غیر اللہ (جو شخص خدا سے مانوس ہو وہ غیر سے موحش نہیں ہوتا) یہ ایک سعادت خداداد اس میں تھی کہ ناملائم امور کے وقوع سے اس کے چہرۂ احوال پر ملال نہ ظاہر ہوتا اور سوانح مسرت بخش اور حصول مقصد سے اسکے چہرہ سے فرح و انبساط کے آثار نہیں ظاہر ہوتے۔ چنانچہ محاربات عظیمہ میں

جب اس کو فتوحات ہوئیں اور امرا اس کو مبارکباد دینے آتے تو وہ اس پر کچھ توجہ نہیں کرتا اور
شگفتگی جو اس قسم کی فتوحات سے چہرہ پر ظاہر ہونی چاہیئے وہ نہ ظاہر ہوتی۔ حاصل یہ کہ اوقات
شدت و رخاو رنج و راحت و اندوہ و شادی میں اس کا حال ایک تیرہ پرہیزا امور مرغوبہ کی وقوع پر
حقیقی کا شکر و سپاس بجالاتا۔ اور مکروہات پر صبر سکون ثبات نفس فرماتا۔ بشاشت و انبساط میں
خندہ حد تبسم سے نہیں گذرتا اور قہر و شورش جبلی کو وقت ہوائے نفس بجبر بھی زیادہ عتاب نکرتا۔

اس کی تاریخ کو اول سے آخر تک پڑھیئے تو معلوم نہیں ہوتا کہ خدا نے اس کو کیا استقلال
کہ کبھی اپنی جگہ سے نہ ہلا اور ارادہ سے نہ ٹلا۔ چودہ برس کی عمر میں جب ہاتھی نے اپنی سو
سے اس پر کمند ڈالی تو اس نے اپنے گھوڑے سے ایسا پنجہ بند ڈالا کہ فیل کو مات کیا جب
شاہجہاں نے کہا کہ بیٹا ایسی جگہ اڑا نہیں کرتے ہٹ جاتے ہیں۔ تو اوقت بیٹے نے ہاتھ جوڑ
عرض کیا غلام کو خدا نے ہٹنے کے لئے نہیں پیدا کیا۔

اکیاسی برس کی عمر میں اسکی ہمت و استقلال کو دیکھیئے کہ قلعوں کے فتح کرنیکا اور دشمنوں
کرنے کا شوق ان پہاڑوں میں پیدا ہوا جن کی راہیں کاٹنا پہاڑ کاٹنے سے زیادہ مشکل
ان میں جیٹھوں کے اندر گرمی اور برسات کے دنوں کا کاٹنا۔ کبھی فقط آسمان ہی کے نیچے
کے نیچے رات بسر کرنا اور اپنے شاہانہ مکانوں اور آرامگاہوں کا چھوڑنا اور پھر دشمنوں
سے سینہ بسینہ لڑنا۔ چالیس چالیس اور روز فوج کشی کرنا اس صاحب کمال بادشاہ کا کام تھا
ان کوچوں اور منزلوں میں جن سے پیرانہ سالی میں اس نے بے تکان و بے تکلف اٹھائیں جوانے
جوان اور طاقتور سپاہیوں سے نہیں اٹھ سکتیں جن برساتوں میں وہ ان گرم ملکوں میں
ان میں طوفانوں نے کیا کیا تکلیفیں اسکو پہنچائیں جب وہ برسات میں کوچ کرتا تو شوار گذار
اور غرقاب وادیوں اور دلدلی ریتوں اور تنگ تاریک و باریک راہوں میں گذرنے سے
کیا دشواریاں پیش آتیں ایسے مقاموں میں اقامت کرنی پڑتی کہ جہاں کھانے پینے
مشکل سے میسر ہوتا تھا اکثر حادثات ایسے واقع ہوئے کہ بار برداری کے سارے

مشکلات کی بھیٹ ہوتے جن کے سبب سے فوج لنگڑی ہو جاتی۔ خیموں کے اندر کوچ اور مقاموں
میں گرمی کی شدت سے نہایت تکلیف ہوتی تھی۔ گرمی کا موسم پانی کی کمیابی۔ پیاس کی شدت
پانی کی قلت سمجھ لو کہ کیا مصیبت دکھاتی ہوگی ان سب آفتوں پر ایک اور آفت وبا کی تھی۔
بعض اوقات وہ لشکر میں پھیل کر بادشاہی سپاہ پر ایسی دست اندازی و صفائی کرتی تھی
کہ دشمنوں کا مقدور نہ تھا کہ وہ کرتے وہ ہزاروں کی جان کا کملیان کرتی اور دشمنوں کا بال
بیکا نہ کرتی۔ مگر واہ عالمگیر تیرے اس استقلال پر قربان جائیے کہ آب و ہوا قحط و وبا
سب نے تجھ پر وار کئے مگر تیری ہمت و استقلال نے سب کو ٹال دیا کوئی محنت تجھکو
درماندہ اور کوئی شغت تجھ کو افسردہ نہ کر سکی۔ ترس و بیم و خوف و ہراس تیرے آس پاس ہو کر
نہ گزرے۔ ان مصائب کے اوقات میں کوئی کارخانہ ایسا نہ تھا کہ جس پر تیری توجہ نہ تھی۔ کوئی
لشکر سپاہ کا اس کے حکم بغیر قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ جس وقت کسی فوج کے کوچ کا حکم دیتا
تو فرد اس کی منزلیں اور سفر کی ہدایتیں بھی خود لکھ کر یا لکھوا کر بھیجتا۔ اپنے افسروں سے قلعوں
کے نقشے منگاتا اور انکے وہ مقامات بتلاتا جہاں وہ حملہ کر کے فتح پاتے۔ دکن میں بیٹھا تھا۔ مگر اتر
اور پورب کی خبر رکھتا تھا وہاں کے حاکموں کے نام خطوط لکھتا اور فرمان جاری کرتا۔ پٹھانوں
اور ہموار ملکوں میں سڑکوں کے بنانے کے نقشے بتلاتا۔ ملتان اور آگرہ کے فسادوں کے
مٹانے کی اور قندھار دوبارہ تسخیر کرنیکی تدابیر سوچ سوچ کر بتلاتا۔

بادشاہ صبح صادق سے پہلے اٹھتا ہے اور وضو کر کے مسجد غسلخانہ میں جاتا ہے اور
وقت نماز کا انتظار کرتا ہے جب اس کا وقت آتا ہے تو نماز پڑھتا ہے۔ نماز کے بعد کلام
مجید کی تلاوت کرتا ہے اور ادعیہ ماثورہ و اوراد و وظائف معہودہ جو اسکو حق پرستوں
نے بتائے ہیں پڑھتا ہے پھر وہ اپنی خلوت گاہ میں جو ایک نشیمن خاص ہے آتا ہے۔ اور
اپنے مقربوں کو بلاتا ہے اور سریر معدلت و دادخواہی پر بیٹھتا ہے۔ عدالت کے منتظم داروغہ
دادخواہوں کو لاتے ہیں۔ خواہ وہ اہل دارالخلافہ مردم حضور ہوں یا دور دست بلاد

تقسیم اوقات

وصولوں کے تم رسیدہ ہوں اور وہ اپنے وطنوں اور مسکنوں سے بادشاہ کے پاس عدالت
آئے ہوں۔ غرض ان کا استغاثہ وہ خود سنتا ہے۔ قضایا شرعیہ موافق شریعت کے فیصل کرتا
اور مراتب عرفیہ کی تنقیح و تشخیص موافق قوانین سلطنت کرتا ہے جنکا استغاثہ مسکینی و فقیری کا
ہی ان کو خزانہ سے روپیہ دیا جاتا ہی بعد اس کے اکثر اوقات بادشاہ اپنے شبستان میں اور
اوقات منظر جھروکہ میں بیٹھتا ہے۔ جھروکہ درشن کے نیچے کے میدان میں ایک خلقت انبوہ
صنف و گروہ کی جمع ہوتی ہے۔ بے مانع و مزاحم بادشاہ کو دیکھتی ہی (اس درشن کو بادشاہ نے
موقوف کر دیا) اسی میدان میں بادشاہ لشکر کو دیکھتا ہی۔ جمعہ کو وہ جامع مسجد میں جاتا ہی تو قلعہ کے نیچے میدان
میں بعض امرا اپنے تابینیوں کا ملاحظہ کراتے ہیں اور سرکار خاصہ کے فیلخانہ کے متصدی مست ہاتھی
کو جن کا دیوان خاص و عام میں لانا دشوار ہے بادشاہ کو جھروکہ کے نیچے دکھاتے ہیں اور
بعض ہاتھیوں کو گھوڑوں کے پیچھے دوڑاتے ہیں تاکہ میدان جنگ میں گھوڑوں اور سواروں
پر دوڑنے کی مشق ہو۔ کبھی بادشاہ ہاتھیوں کی کشتی بھی دیکھتا ہے۔ غرض اس جھروکہ
میں دو گھڑی اور کبھی اس سے بھی کم بیٹھتا ہے اور یہاں سے اٹھکر ایوان چہل ستون خاص و
عام کے جھروکہ میں بیٹھتا ہے اور اس میں امور عظیم ملکی و کلیات مہمات مالی میں مشغول
ہے اور بخشیان عظام کی وساطت سے امرا و منصبداروں کے لئے مراتب معاملات
اور مہام عرض کئے جاتے ہیں اور ایک جماعت تفویض خدمات و اضافہ مناصب اور عطیہ
مراتب سے کامیاب ہوتی ہے یا بعض آدمی اس کی بندگی سے تازہ سربلندی پاتے ہیں
تسلیم کی تقدیم کرتے ہیں۔ ایک گروہ صوبوں اور بیرونی خدمتوں پر تعین ہوتا ہے خلعت
ہیں اور رخصت ہوتے ہیں اور دولت خدمت اور اضافہ منصب کے امیدوار روبرو
ہیں اور اپنی شائستگی کے موافق اپنے مطالب پر فائز ہوتے ہیں گروہ برقنداز جو عبارت
سوار تفنگچیوں سے ہے۔ خواہ منصبدار خواہ احدی اور فرقہ احدیان تیرانداز بوساطت
وبخشی احدیوں کے موقف عرض میں پہنچتے ہیں اور بادشاہ ان کو دیکھتا ہے اور مقرر

درگاہ کے وسیلہ سے صوبہ داروں کی اور ہر صوبہ و سرکار کے متصدیوں کی عرائض اور پیش کشیں محل عرض میں آتی ہیں۔ خدمت عرض مکرر کا متصدی احکام شاہی جو در باب منصب و جاگیر اور مراتب مہمات اور اقسام معاملات میں صدور ہوتے ہیں مکرر عرض کرتا ہے اور ہر روز کچھ گھوڑے و ہاتھیوں کا داروغہ کچھ ہاتھی آراستہ کرکے روبرو کرتا ہے اگر کوئی گھوڑا یا ہاتھی ناکارہ اور لاغر ہوتا ہے تو اسکے متکفل معرض عتاب اور باز خواست میں آتے ہیں اسپان وافی اور فیلبان اور منصبداروں کو داروغہ عدد داغ و تصحیح دکھاتا ہے اگر کوئی گھوڑا اور سوار نظر میں ناموزوں معلوم ہوتا ہے اس کو رد کرتا ہے تا بین ہاشی معرض عتاب میں آتا ہے اس ایوان میں عرض کلیات نظام مطالب جمہور کا انتظام ہوتا ہے چار پانچ گھڑی اس کام میں پادشاہ مشغول رہتا ہے دوپہر سے پہلے پادشاہ اس ایوان سے اٹھ کر خاص غسل خانہ میں جاتا ہے یہاں دوپہر تک وہ رہتا ہے اکثر اعیان دولت و ارکان سلطنت متصدیان خدمت اور اہل خدمات اور ایک گروہ گرز برداروں کا اور اہل خاص چوکی اور ایک جماعت چیلوں اور توپچیلوں کی اور ان آدمیوں کی جن کا ہونا ضروری ہے۔ شرف بار پاتے ہیں اور دیوانیاں عظام اور بخشیان ممالک نظام و متصدیان تمام بیوتات کارخانجات کے داروغے اور اور ارباب خدمات جن کو عرض کی اجازت ہوتی ہے مناصب و مہمات کلی و جزوی نوبت بنوبت معروض کرتے ہیں اور ان کے جواب پادشاہ مرحمت کرتا ہے صدر الصدور اہل استحقاق و نیازمندوں کو جوق جوق پادشاہ کی خدمت کے سامنے لاتا ہے اور ان کے احوال کو عرض کرتا ہے اور یہ گروہ اپنے نصیبہ کیموافق خلعت خاصہ اور عطائے آراضی مدد معاش اور انعام نقود سے کامیاب ہوتے اور صوبجاروں حکام اطراف کی عرائض اس محفل باریافتگان قرب کی وساطت سے پادشاہ کی خدمت سے گذرتیں بعض کو پادشاہ خود پڑھتا اور بعض کو اوروں سے سنتا۔ جو شاہی احکام ہوتے ان کو دستور منشیوں کو لکھنے کے لئے کہتا ان کے مسودے پادشاہ کی

نظر سے گذرتے وہ ان کو اصلاح دیتا۔ جب مناشیر جلیل القدر لکھے جاتے تو دستور اعظم ان
سے پہلے گذرانتا۔ بعض فرمانوں پر وہ اپنے ہاتھ سے کچھ سطریں لکھ دیتا۔ ہر صوبہ سرکار کے
بگار اطراف کے نوشتے بھیجتے پادشاہ انکو سنتا۔ بعض اوقات جانوران شکاری باز وجرہ وشا
وچرغ وبحری وپوز وغیرہ خوش بیگی وقراول بیگی ملاحظہ کراتے بعض اوقات اصطبل سرکاری کے
بعض پری چہرہ گھوڑوں کو آراستہ کرکے ملاحظہ کراتے اور ان کو صحن غسلخانہ میں چابک کرا
اسی مجلس میں داروغہ عدالت مستغیثوں اور دادخواہوں کو حاضر کرتا اور عرض احوال
ومطالب گذارش کرتا۔ پادشاہ ان کی داد دہی کرتا۔ ایام ہفتہ میں سے چار شنبہ
خاص عدالت کے لئے مقرر کیا تھا۔ جس میں وہ دیوان خاص وعام میں نہیں بیٹھتے
متصدیان عدالت وقاضی عسکر ومفتی وفضلا وعلما وارباب عمائم وشمنگان شہ
محفل میں غسلخانہ میں حاضر ہوتے اور پادشاہ تمام وقت عدل پروری وداد گستری
مصروف ہوتا۔ جن آدمیوں کی یہاں ضرورت نہ ہوتی وہ بار نہ پاتے۔ دوپہر تک
پادشاہ ان شغلوں میں مصروف رہتا۔ پھر یہاں سے اُٹھ کر محل میں جاتا۔ اور وہا
قلیل کھانا کھاتا اور قیلولہ کرتا۔ ظہر کی نماز سے پہلے اُٹھتا اور مسجد میں جاتا
نفل پڑھتا اور جانماز پر بعد اُس کے بیٹھا رہتا۔ تسبیح پڑھتا رہتا۔ جب نماز کا وقت
تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا۔ پھر خلوت خانہ خاص میں جاتا اور عصر کے وقت
تک وہیں رہتا۔ قرآن شریف کی تلاوت وکتابت کرتا اور مسائل دینی ومطا
کتب اور عارفوں کے رسالوں کو پڑھتا۔ کبھی کبھی بڑے امیروں کو مصلحت
ضروریہ کے لئے بلا لیتا۔ اور بعض دادخواہوں کی اور مظلوموں کی التماس
ان کا جواب دیدیتا۔ کبھی کبھی پادشاہ کے حرم سرائے میں سے بیگمیں آ
اور مستورات محنت زدہ وبیووں ویتیموں کا حال عرض کرتیں۔ ہر ایک اپنے
حال کے موافق عطاء شاہی سے کامیاب ہوتا جب عصر کی نماز کا وقت

پادشاہ کے عہد میں بھی منشی محمد کاظم بن محمد امین نے عالمگیر نامہ لکھا جسمیں دس سال کی سلطنت کا حال بالتفصیل لکھا ہے اور یہی معتبر تاریخ سلطنت وہ سالہ کی ہے۔ مگر پادشاہ نے اس کے بعد اپنے زمانہ کی تاریخ لکھنے کی سخت ممانعت کردی کہ کوئی شخص نہ لکھے اب اسکا سبب مآثر عالمگیری میں تو یہ لکھا ہے کہ پادشاہ بناء باطن کی تاسیس کو آثار ظاہر کے اظہار پر مقدم جانتا تھا اس لئے اسنے اپنی عہد سلطنت کی تاریخ نویسی کی ممانعت کردی۔ کوئی سبب اسکا یہ بیان کرتے کہ عالمگیر ایک معجون مرکب شجاعت وفطنت وعناد وعصبیت کا تھا۔ شجاعت اور فطنت کے سبب سے تو اسے وہ کام صادر ہوتے تھے جو پادشاہان عالی مقدار کو شایاں ہیں مگر عناد اور عصبیت کی وجہ سے وہ افعال ظہور میں آتے تھے جو عظیم الشان پادشاہوں کو زیبا نہیں ہیں اس لئے اس نے عقلمندی سے تاریخ لکھنی بند کردی کہ اسکے یہ کام تاریخ میں یادگار نہ رہیں مگر باوجود اس ممانعت کے اسکی سلطنت کے حالات میں پندرہ تاریخیں لکھی گئیں۔ جنمیں سے ایک خافی خاں کی تاریخ ہے جو اہل یورپ کے ہاتھ میں اورنگ زیب کی بدکاریاں بیان کرنے کے لئے دستاویز ہے۔

ہمیشہ سے سنی وشیعوں کے درمیان معاندت ومخالفت چلی آتی ہے جسکے سبب سے وہ ایک دوسرے کی نیکیوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ یا ان کو وہ نیکیاں دکھائی نہیں دیتیں۔ غرض دونو فریق ایک دوسرے کے حالات کو معاندت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ نیکیوں کے بیان کرنے میں کنجوسی کرتے ہیں اور بدیاں کھود کھود کر نکالتے ہیں۔ ان دونو فریق کے طرز وتحریر میں یہ فرق ہے کہ اہل سنت کی تحریر میں تقیہ نہیں ہوگا اور شیعوں کی تحریر میں تقیہ ہوگا۔ خافی خاں شیعہ ہے اس کی تحریر عجب تقیہ آمیز ہے اس کی تاریخ کوئی بغور پڑھے تو کسی مغلیہ پادشاہ کی نسبت نیک خیالات پیدا نہ ہوں وہ ان کے نیک کاموں کی تعریف کرکے ایک بات ایسی لکھ دیگا جس سے وہ نیکیاں خاک میں ملجاتی ہیں اگر کسی پادشاہ نے کوئی اچھا قانون جاری کیا تو اس کو لکھ کر تعریف کریگا مگر یہ لکھے گا کہ وہ عمل میں نہیں آیا۔ اورنگ زیب بہت سے

معاف کئے۔ مگر دارالخلافہ میں اور اسکے گرد انکی تعمیل ہوئی اور باقی اور مقاموں میں انکے سبب سے زیادہ ظلم وستم ہونے لگا وہ ایسا متعصب شیعہ ہے کہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایران کے صفوی خاندان کے بادشاہ جو دائم الخمر رہتے تھے انہوں نے بھی دشمنوں سے وہ سلوک نہیں کیا جو اس بادشاہ دیندار اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں اور بیٹوں کے ساتھ سلوک کیا۔ وہ طعن وتشنیع وتبرا کرنے میں ایسا کمال رکھتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرانسیسی بان پڑھا ہوا ہے جسمیں ایسے مضامین بڑی لطافت وظرافت سے ادا کئے جاتے ہیں یہ فرانسیسی طرز اس نے اپنی فارسی زبان میں خرچ کی ہے۔

مملکت جسپر بادشاہ بلاواسطہ سلطنت کرتا تھا اسکی شمال سرحد اوزبکوں کی سلطنت تک یعنی خیوا وبخارا کے خانات تک تھی جنوب میں اسکی سرحد وہی تھی جو اب برٹش گورنمنٹ کے احاطہ بمبئی اور مدراس کی ہے۔ مشرق میں پوری تک جو اڑیسہ میں ہے اور مغرب میں سومنات تک جو گجرات میں ہے۔

وسعت مملکت

محصول کی

اس زمانہ میں انگریزی تاریخوں میں اور اخباروں میں بڑی بحثیں اس بات پر ہوتی ہیں کہ کیا سے محصولات برٹش گورنمنٹ میں زیادہ کئے جاتے ہیں یا سلطنت اسلامیہ میں لئے جاتے تھے۔ اس میں انگریزی محققین تمام حسابوں کو لگاکے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ سلطنت اسلامیہ کے رعایا کی گردن پر محصولات کا زیادہ بار تھا۔ برٹش گورنمنٹ سے محصول کم لینے والی سلطنت ہندوستان میں اب تک نہیں ہوئی اس کے مخالفت میں یہ کہا جاتا ہے کہ سلطنت اسلامیہ جو رعایا سے محصول لیتی تھی کنوے سے پانی نکال کر کھیت اور باغ میں دیدیتی تھی کسی دوسرے ملک کو لیجاتی تھی نہ اپنے خزانوں میں جوڑکر رکھتی تھی۔ غرض یہ ایک بحث ہے جسکا طول طویل ہے جسکے موافق اور مخالف دلائل سے ہزاروں صفحوں کے منہ کالے ہوئے ہیں اسکے نزدیک مغربی اور مشرقی سلطنتوں کی آمدنی اور خرچوں کے طور اور طریقے سے جداگانہ کرکے کا حساب لگاکے مقابلہ کرنا اور اس کا نتیجہ نکالنا محقق کی میلان طبع پر موقوف ہے جو نتیجہ نکالتے ہیں اس کے برعکس ہندوستانی اس تحقیق میں اب سلطنت اسلامیہ کے

محاصل سلطنت کے حساب میں دو دقتیں پیش آتی ہیں۔ اول سکون کی قیمت کی تشخیص میں دوم محاصل کی تفصیل میں کہ کسقدر یہ محاصل زمین کی جمع سے لیا جاتا تھا اور کتنا سائر ابواب سے۔ وہ بالاجمال تو ہندوستانی اور انگریزی تواریخ میں تحریر ہیں اور بالتفصیل دونوں کی تحقیق و تشخیص کیگئی ہے سنہ ۱۵۹۴ء سے سنہ ۱۷۰۷ء تک روپیہ کی قیمت انگریزی سکوں میں بحساب ۲ شلنگ اور ۳ پنس تحقیق ہوئی ہے جو ہندوستان کے ایک روپیہ ۲ر کی برابر ہے۔ جو بہت گس گسا گیا ہو اس کی قیمت ایک روپیہ اور جو پورا وزن میں سنا روپیہ ہو وہ ایک روپیہ ۳ر کا اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ پہلے حساب دام میں ہوتا تھا اور وہ روپیہ کا ایک چالیسواں حصہ یعنی چالیس دام کا ایک روپیہ ہوتا تھا۔ غرض اس حساب سے تحصیل مالگزاری کی تفصیل یہ ہے اس روپیہ کی قیمت وہ سمجھنی چاہئے جو اوپر بیان ہو چکی

نام پادشاہ	سنہ	روپیہ	سند
اکبر	سنہ ۱۵۹۴	۱۸۶۴۰۰۰۰۰	ابوالفضل
〃	۱۶۰۵	۱۹۶۳۰۰۰۰۰	دی لایٹ
جہانگیر	۱۶۲۷	۱۹۶۸۰۰۰۰۰	پادشاہ نامہ
شاہجہاں	۱۶۲۸	۱۸۷۵۰۰۰۰۰	محمد شریف
〃	۱۶۴۸	۲۴۷۵۰۰۰۰۰	پادشاہ نامہ
〃	۱۶۵۵	۳۰۰۸۰۰۰۰۰	سرکاری نقشہ
اورنگ زیب	۱۶۶۰	۲۵۴۱۰۰۰۰۰	برنیر
〃	۱۶۶۶	۲۶۷۰۰۰۰۰۰	تھیونوٹ
〃	۱۶۶۷	۳۰۸۵۰۰۰۰۰	بختاور خاں
〃	〃	۴۰۱۰۰۰۰۰۰	نقشہ جات سرکاری
〃	۱۶۹۷	۴۳۵۵۰۰۰۰۰	منکی
〃	۱۷۰۷	۳۳۹۵۰۰۰۰۰	رومیو سیو

ن دو آخر سنوں کی تفصیل صوبہ وار یہ ہے۔

ملک کی جمع دلعنی زمین کی پیداوار سے آمدنی — زمین کی جمع

جو بادشاہ کو دی جائے، ۱۶۹۷ء — ۱۷۰۷ء

نمبر	نام صوبہ	آمدنی روپیہ	نمبر	نام صوبہ	آمدنی روپیہ
۱	دہلی	۱۲۵۵۰۰۰۰	۱	دہلی	۳۰۵۴۸۷۵۳
۲	آگرہ	۲۲۲۰۳۵۵۰	۲	آگرہ	۲۸۶۶۹۰۰۳
۳	لاہور	۲۳۳۰۵۰۰۰	۳	اجمیر	۱۶۳۰۸۶۳۴
۴	اجمیر	۲۱۹۰۰۰۰۰	۴	الہ آباد	۱۱۴۱۳۵۸۱
۵	گجرات	۲۳۳۹۵۰۰۰	۵	پنجاب	۲۰۶۵۳۳۰۲
۶	مالوہ	۹۹۰۶۲۵۰۵	۶	اودہ	۸۰۵۸۱۹۵
۷	بہار	۱۲۱۵۰۰۰۰	۷	ملتان	۵۳۶۱۰۷۳
۸	ملتان	۵۰۲۵۰۰۰	۸	گجرات	۱۵۱۹۶۲۲۸
۹	ٹھٹہ (سند)	۶۰۰۲۰۰۰	۹	بہار	۱۰۱۷۹۰۲۵
۱۰	مکر	۲۴۰۰۰۰۰	۱۰	سند	۲۲۹۵۴۲۰
۱۱	اڑیسہ	۵۷۰۷۵۰۰	۱۱	دولت آباد	۲۵۸۷۳۶۲۷
۱۲	الہ آباد	۷۷۳۸۰۰۰	۱۲	مالوہ	۱۰۰۰۹۷۵۴۱
۱۳	دکن	۱۶۲۰۴۷۵۰	۱۳	برار	۱۵۳۵۰۶۰۲۵
۱۴	برار	۱۵۸۰۷۵۰۰	۱۴	خاندیس	۱۱۲۱۵۷۵۰
۱۵	خاندیس	۱۱۱۰۵۰۰۰	۱۵	بیدر	۹۳۲۴۳۵۹
۱۶	بگلانہ	۶۸۸۵۰۰۰	۱۶	بنگال	۱۳۱۱۵۹۰۶
۱۷	تندی (مانڈیو)	۷۲۰۰۰۰۰	۱۷	اڑیسہ	۳۵۷۰۵۰۰

نمبر	نام صوبہ	آمدنی روپیہ
۱۸	بنگال	۴۰۰۰۰۰۰۰
۱۹	اجمین	۲۰۰۰۰۰۰۰
۲۰	راج محال	۱۰۰۵۰۰۰۰
۲۱	بیجاپور	۵۰۰۰۰۰۰۰
۲۲	گول گنڈہ	۵۰۰۰۰۰۰۰
	میزانکل	۳۷۹۵۳۴۵۵۲
۲۳	کاشمیر	۳۵۰۵۰۰۰
۲۴	کابل	۳۲۰۷۲۵۰
	میزانکل	۳۸۶۲۴۶۸۰۲

نمبر	نام صوبہ	آمدنی روپیہ
۱۸	حیدرآباد	۲۷۸۳۴۰۰۰
۱۹	بیجاپور	۲۶۹۵۷۶۲۵
	میزانکل	۲۹۲۰۲۳۱۴۷
۲۰	کاشمیر	۵۷۴۷۷۳۴
۲۱	کابل	۴۰۲۵۹۸۳
	میزانکل	۳۰۱۷۹۸۸۶۴

ان رقموں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کی آمدنی ترقی پر تھی ۱۶۵۵ء میں افزائش جمع کی وجہ ممالک محروسہ کی آمدنی تھی اور ۱۶۶۰ء اور ۱۶۸۰ء میں آمدنی محاصل زمین کی کمی کی وجہ وہ فسادات ہیں جو ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب کی تخت نشینی کی بابت ہوئے اور بعد اسکے قحط ہوا اور دکن کی لڑائیوں کے نقصان ہیں جو اورنگ زیب کی موت سے پہلے ۱۷۰۰ء میں ہوئے۔

سلاطین مغلیہ کی آمدنی زمین کے نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بالاستقلال افزائش ہوتی رہی۔ اکبر کے آخر عہد میں اونیس کروڑ کی آمدنی تھی اور اورنگ زیب کے عہد میں وہ چالیس کروڑ روپیہ کے قریب ہوگئی۔ اسمیں شبہ نہیں ہے کہ یہ آمدنی محاصل زمین کی پیداوار سے تھی اور اس آمدنی میں وہ خراج بھی داخل ہے جو سلاطین مغلیہ ۱۶۰۰ء میں اونیس کروڑ اور ۱۷۰۰ء میں ۳۴ کروڑ کے قریب فی زمین کا محصول لیتے تھے۔ بادشاہ اگرچہ کل زمین کا مالک تھا مگر وہ زمین کی پیداوار کا تہائی حصہ لیتا تھا۔ اکبر نے جو سررشتہ زراعت کا قائم کیا اور معاوی بندوبست جدید کیا اور زمین کی پیمایش کی اور اس کے پیداوار کے موافق جمع شاہی مقرر کی یہی قوانین اورنگ زیب کے آخر زمانہ تک جاری رہے

عالم میں بختاور خاں یا محمد نقا نے لکھا ہے کہ جمع ۹۲۴۱۷۱۶۰۸۲ دام تھی۔ جس میں سے
۱۷۲۷۹۸۱۳۴۵ دام خالصہ کے تھے یعنی خزانہ شاہی میں داخل ہوتے تھے اور باقی ۷۵۱۳۷۳۴۷۳۱
جاگیرداروں اور منصبداروں وغیرہ کو دے جاتے تھے۔ زمین کے محصول کی آمدنی کا حساب تو
آسان ہے مگر سائر ابواب کے محصول کا حساب کرنا نہایت دشواری سے کیونکہ یہ ابواب ہمیشہ بدلتے رہتے تھے
سو طرح کے جو محصول اکبر نے معاف کر دئے تھے جنکی تفصیل آئین اکبری میں لکھی ہے اور ہر اورنگ زیب نے
نئے محصول معاف کئے نئے مقرر کئے۔ جزیہ پانچ فیصدی ہندوں پر اور زکاۃ ڈھائی فیصدی
مسلمانوں پر مقرر کی جس سے آمدنی بہت بڑھ گئی ہوگی ۱۶۷۵ء میں ۲۲ ہزار روپیہ جزیہ کا صرف شہر
برہان پور سے وصول ہوا مگر یہ امر نہایت مشتبہ ہے کہ یہ جزیہ اور زکاۃ وصول بھی کی گئی
اور بڑی بڑی نذریں دیتے تھے اور بیش بہا خلعت پاتے تھے اس کا حساب بھی کچھ نہیں
ہو سکتا کہ بادشاہ کو ان نذروں کے لینے اور خلعت دینے میں کچھ بچتا تھا یا خرچ ہوتا
تھا۔ کل آمدنی کی تفصیل ہندوستانی تاریخوں میں نہیں ہے۔ مگر فرنگیوں نے قیاس سے
حساب شتاب بیان کیا ہے۔ ولیم ہاکنس جو ۱۶۰۹ء سے ۱۶۱۱ء تک ہندوستان میں رہا وہ لکھتا ہے کہ
بادشاہ کی آمدنی پچاس کروڑ روپیہ سالانہ تھی کیٹ رویان کرتا ہے کہ ۱۶۹۱ء بادشاہ کی
آمدنی فقط زمین کی پیداوار سے ساڑھے تینتالیس کروڑ روپیہ کی تھی اور اسکے علاوہ اور
آمدنیاں محصولوں کی تھیں۔ بندر سورت کے محصول کی آمدنی تیس لاکھ روپیہ اور ٹکسال
وغیرہ کی آمدنی گیارہ لاکھ روپیہ کی تھی۔ ڈاکٹر جیمبلی کیری جس نے اورنگ زیب سے ۱۶۹۵ء
میں ملاقات کی وہ بیان کرتا ہے کہ بادشاہ کو اپنی موروثی ملک کی آمدنی اسی کروڑ
روپیہ کی ہے اس حساب سے سائر ابواب کی آمدنی زمین کی جمع سے بھی زیادہ تھی
ان بادشاہوں کی آمدنیاں ساری ایک ہاتھ میں آتی تھیں اور دوسرے ہاتھ میں خرچ
ہو جاتی تھیں لاکھوں سپاہی تھے ان کے افسروں اور منصبداروں اور جاگیرداروں
اور صدہا طرح کے ملازموں میں یہ آمدنیاں خرچ ہوتیں۔ اگر امیروں کی تنخواہوں کا

حساب لگاؤ تو وہ کروڑوں روپیہ کا ہوگا۔ سلاطین مغلیہ میں شاہجہاں کے خزانہ میں کچھ
کروڑ روپیہ سے زیادہ نہ جمع ہوا اور اورنگ زیب تیرہ لاکھ روپیہ خزانہ میں چھوڑ مرا اسلاف
مغلیہ میں تیمور سے لے کر آخر تک کسی کو روپیہ جمع کرنے کا شوق نہیں ہوا۔ آمدنی خرچ برابر کرتے
تھے۔ اور طامسن صاحب پادشاہوں کی آمدنی کا نقشہ یہ لکھتے ہیں۔

نمبر	نام پادشاہ	زمین کا محصول	کل آمدنی
۱	فیروز شاہ تغلق ۱۳۵۱ء سے ۱۳۸۸ء	۰	۶۸۵ .....
۲	بابر ۱۵۲۶ء سے ۱۵۳۰ء	۲۶	۰
۳	اکبر ۱۵۹۳ء	۰	۳۲ .....
۴	اکبر ۱۵۹۴ء	۱۶۵۷۴۳۸۸	۰
۵	اکبر ۱۶۰۵ء	۱۷۴۵	۰
۶	جہانگیر ۱۶۰۹ء ۱۶۱۱ء	۰	۵ .....
۷	جہانگیر ۱۶۲۸ء	۱۷۵	۰
۸	شاہجہاں کا اول زمانہ	۲۲۰	۰
۹	شاہجہاں کا پچھلا زمانہ	۳۶۰	۰
۱۰	اورنگ زیب	۳۸۷۱۹	۴۳۸۸ ...

شہنشاہ عالمگیر

ہمنے عالمگیر کی خصائل کا بیان عالمگیر نامہ اور مآثر عالمگیری سے نقل کیا ہی جو بالکل سچا معلوم ہوتا ہی خافی
کے بیان کو پایۂ اعتبار سی ساقط جانتا ہوں جسکا سبب میں نے اوپر بیان کر دیا ہی وہ لکھتا ہی۔
کہ اولاد تیمور میں بلکہ دہلی کے پادشاہان سلف میں بحسب ظاہر ایسا پادشاہ کہ عبارت دیانت
و عدالت گستری میں ممتاز ہو۔ سکندر لودی پادشاہ کے بعد جس کی صفات حمیدہ
جلد اول میں گذارش ہوئی ہیں کمتر دوسرا پادشاہ سریر آرا ہوا ہے وہ شجاعت

...ری ورائے صائب میں بے نظیر تھا لیکن اس سبب سے کہ رعایت شرع کی پاسداری کرتا تھا
...ت کو کام میں نہیں لاتا تھا اور ملک کا بندوبست بے سیاست صورت نہیں پکڑتا تھا اور امراء اس سبب
...کے نفاق تھا جو تدبیر و منصوبہ کام میں آتا کمتر پیش رفت ہوتا ہر مہم کو طول ہوتا اور آخر نہ ہوتی
...یکہ تو سے برس کی عمر ہوئی مگر اس کے حواس خمسہ میں فرق نہیں آیا۔ سماعت میں خلل کچھ
...یا تھا مگر وہ دوسرے کو معلوم نہیں ہوتا تھا۔ شب اکثر بیداری عبادت میں بسر ہوتی۔ اکثر لذات
...م و ملزوم بشریت ہیں ان کو چھوڑ دیا تھا۔

اس مورخ کی تعریف کرنی ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی کے حسن کی بڑی تعریف کرے
...یدہ اس کے تلوار سے گلا کاٹ ڈالے۔ یہ جو اس نے لکھا ہے کہ وہ سیاست نہیں رکھتا تھا
...نے اس کے کام ادھورے رہتے تھے بالکل غلط ہے۔ کیا اس نے گول کنڈہ بیجاپور کو
...فتح کیا؟ کیا اس نے بگڑے ہوئے راجپوتوں کو اپنے عہد میں دبائے نہیں رکھا؟ مرہٹوں
...ایک دفعہ کیا اس نے ستیاناس نہیں کر دیا؟ اگر وہ زندہ رہتا تو کیا مرہٹوں کا سر نہ کچلتا
...تام کے راجہ سے کیا اس نے پیشکش نہیں لی اور اس کے ملک کا حصہ نہیں لیا اسکے بعد جو سلطنت
...خرابی پھیلی اس کا سبب یہ تھا کہ وہ سلطنت کو ایسا وسیع کر گیا تھا کہ کوئی اسی جیسا جانشین
...ہوتا تو اس کو سنبھالتا۔ ہم اس کے خیالات جو بادشاہ کے ذہن کے اور اولاد کی تعلیم اور نفس
...تعلیم کے باب میں تھے۔ ڈاکٹر برنیر کے سیاحت نامہ کے ترجمہ سے اصل سے مقابلہ کر کے لکھتے ہیں

اپنے تیسرے بیٹے اکبر کو ولیعہد بنانا چاہتا تھا اس کے واسطے اتالیق مقرر کرنیکے لئے اپنے
...ین سلطنت اور علماء کو جمع کیا اور انکے سامنے اپنی بڑی آرزو یہ ظاہر کی کہ میں اس نو عمر
...کی تعلیم و تربیت ایسی چاہتا ہوں کہ وہ بڑا لائق فائق ہو۔ بادشاہ سے زیادہ کوئی اس
...کو نہیں جانتا تھا کہ یہ امر ضروری ہے کہ شاہزادوں کے دلوں میں وہ مخازن مفید علوم کے
...ہوں جس سے وہ قوموں پر حکمرانی اور فرمانروائی کے قابل ہوں۔

اس کا قول ہے کہ جیسے وہ بلند مرتبگی اور قدرت میں اوروں پر فضیلت رکھتے ہیں ایسی ہی وہ

اولاد کی تعلیم کے باب میں عالمگیر کے خیالات

فرزانگی اور نکوکاری میں افضل ہوں وہ خوب واقف ہے کہ ایشیا کی سلطنتوں پر جو آفتیں اور بلائیں
اور انہیں بدعملی اور بے انتظامی پاؤں پھیلاتی ہے اور جس سے وہ آخر کار برباد اور تباہ ہو جاتی ہیں
یہی دریافت ہو گا کہ بادشاہوں کی اولاد کی تعلیم مضر اور ناقص ہوتی ہے۔ وہ بچپنے ہی سے روس
منگ یلیا (منغولستان) اور گرجستان (جارجیا) اور حبش کی عورتوں اور خواجہ سراؤں کی صحبت
پاتے ہیں۔ وہ اپنے سے بڑوں کے آگے فروتنی اور چاپلوسی کرتے ہیں۔ اپنے سے چھوٹوں کے اوپر تحکم
ہیں اور غرور سے پیش آتے ہیں۔ جب یہ شاہزادے تخت نشین ہوتے ہیں اور محلوں کی چار دیواری سے
باہر آتے ہیں تو وہ اپنے فرائض منصبی سے جو اس حالت کے لازم ہیں بالکل جاہل ہوتے ہیں وہ
حیات کی تماشا گاہ میں ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ کسی اور ہی دنیا سے آئے ہیں یا اول ہی اول کسی
نکلے ہیں جو احمقوں کی طرح اپنے گرد کی ہر چیز کو حیرت سے دیکھتے ہیں یا تو وہ بچوں کی طرح ہر بات
کو یقین کر لیتے ہیں یا ہر چیز سے ڈرتے ہیں حماقت کے سبب ایسے ہٹیلے اور بے احتیاط
ہیں کہ وہ نیک صلاح کے سننے سے بہرے ہوتے ہیں اور برے کاموں کے کرنے میں بیدھڑک
ہوتے۔ جب انکے سر پر تاج رکھا جاتا ہے تو وہ اپنی جبلی طبیعت کے سبب یا ان خیالات
کی وجہ سے جو ابتدائی سے انکے خاطر نشان کئے گئے ہیں اپنی تمکنت اور وقار دکھاتے
مگر آسانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظاہری تمکنت و وقار ان کی اصل خصلت نہیں ہے
ان صفات کا ایک ظاہری تصنع ان کی کسی بری تعلیم کا اثر ہے بلکہ حقیقت میں انکی ان صفات
کا دوسرا نام وحشی پن اور خالی نمایش ہے۔ انکی خوش اخلاقی طفلانہ ہوتی ہے اس سبب
کہ وہ اصلی اور بے تکلف نہیں ہوتی ایشیا کی تاریخ سے جو شخص آگاہ ہے وہ میرے اس
کا منکر نہ ہو گا یہ سنے شاہزادوں کے حال کی ہو بہو تصویر کھینچی ہے۔ کیا ایشیا کے
سلاطین آنکھیں بند کر کے ظلم و ستم نہیں کرتے؟ کیا وہ ظالم بے رحم و بے انصاف تھے
کیا وہ شراب خواری کے ذلیل و کمینہ عادات میں ایسے پدست نہ ہوتے تھے کہ جس سے
ان کی تندرستی غارت ہو جاتی تھی اور شہوت پرستی میں ایسے مستغرق نہ ہوتے تھے

سلامت نہ رہتی تھی ؟ کیا وہ سلطنت کے کاروبار کرنے کی جگہ سیر و شکار ہی میں اپنا تمام
کرتے تھے ؟ کتوں کی جوڑیوں کا خیال ان کو بہت رہتا ہے۔ اور ان سے بہت
گران بیچارے غریبوں کی تکلیفوں کی پروا نہیں کرتے جو شکار میں ان کر بادشاہوں
جانے کی بیگار میں مجبور کئے جاتے ہیں۔ اور گرمی سردی کی شدت اٹھانے سے اور
کان سے مرجاتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ایشیا کے سلاطین شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں
یاں انکی بوقلموں ہوتی ہیں اور یہ تلون ان میں طبعی میلان کے سبب سے یا انکے ابتدائی
کی وجہ سے ہوتا ہے جو انکے دلنشین ہوتے ہیں کہ تر ایسا بادشاہ کوئی ہوتا ہے کہ جو اپنے ملک
مالی و ملکی حالت سے نہایت ناواقف نہ ہو وہ اپنی سلطنت کی عنان کسی وزیر کے ہاتھ
دیتے ہیں جو اپنی مطلق العنانی کے لئے کہ کوئی اس کے کسی کام کا مزاحم نہ ہو ایسی
رہتا ہے کہ بادشاہ کسی طرح سے اپنی بد آشنائی سے فرصت نہ پائے۔ اور
سلطنت پر علم نہ ہو اگر وزیر اعظم اعضاء سلطنت کو استحکام کے ساتھ اپنے ہاتھ
کر سکتا تو بادشاہ کی ماں جو اصل میں کوئی لونڈی باندی ہوتی ہے اور کوئی
سراؤں کا اور ایسے آدمیوں کا حکمرانی کرتے ہیں جن کی تدابیر ملکی
آزادانہ خیالات پر مبنی نہیں ہوتیں بلکہ ہمیشہ سازشوں کے جوڑ توڑ کی ادھیڑ بن
رہتے ہیں کہ کسی اپنے ہمجنس کو جلا وطن کریں یا قید کریں یا پھانسی
اکثر یہ سلوک امیر الامراؤں اور وزیروں سے بھی کرتے ہیں انکی ایسی شرمناک
میں کوئی شخص جو کچھ بھی مال رکھتا ہو ایک دن کے لئے بھی اپنی حیات کو یقینی
تا۔ پھر ایک دوسری جگہ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے استاد
سے کہا کہ ملا صالح بدخشاں کا رہنے والا تھا اور داراشکوہ کا پیر و مرشد
یہاں اس کی بہت تعظیم کرتا تھا وہ ۱۶۶۰ء میں کاشمیر میں مرگیا۔ برنیر کا
ہوگا جس نے کچھ عالمگیر کو بھی سکھایا ہوگا۔ ملا جی مجھے آپ یہ تو

بتلائے کہ آپ مجھ سے بخوشی کیا چاہتے ہیں کیا آپ یہ دعوی کرتے ہیں کہ میں آپ کو
اعلےٰ درجہ کے امراء میں داخل کروں؟ تو مجھے اول یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ آپ کس درجہ کی عزت
میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ اگر آپ میری نوعمری میں میرے دل کو شائستہ تعلیم سے
آپ اس عزت کے مستحق ہوتے۔ آپ کسی عمدہ تعلیم یافتہ نوجوان کو دکھلائے تو میں کہوں گا
کہ اسکا باپ یا استاد کون زیادہ شکرگزاری کا مستحق ہے۔ مجھے آپ بتلائے کہ آپ کی تعلیم
سونسا علم حاصل ہوا؟ آپنے مجھے سکھایا کہ سارا فرنگستان (یوروپ) ایک جزیرہ ہے
جس میں سب سے زیادہ طاقتور پہلے پادشاہ پرتگال تھا اور اس کے بعد شاہ ہالینڈ
بعد شاہ انگلنڈ اور فرنگستان کے اور پادشاہوں کی نسبت جیسے کہ شاہ فرانس
اندولیشیا ہیں۔ یہ بتلایا کہ یہ پادشاہ مثل ہماری چھوٹے چھوٹے راجاؤں
ہندوستان کے زبردست پادشاہ جنھوں نے سارے پادشاہوں کو گرہن
ہمایوں۔ اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہاں ہیں جو اقبال مند عظیم الشان۔ کشور
جہاں کے پادشاہ ہیں اور ایران وازبک۔ کاشغر۔ تاتار۔ خطا۔ پیگو
ماچین (ماچین متقدمین کی کتابوں میں بطور تابع محل کے چین کے نام کے
تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ مہاچین جو چین کو ہند و کہتے ہیں اس کا ماچین مسلمانوں
کے پادشاہ تو سلاطین ہند کے نام سے کانپتے ہیں۔ آفرین ہے آپ کی
اور تاریخ دانی پر۔ میرے استاد کو یہ لازم تھا کہ وہ مجھے دنیا کی ہر قوم کے
مطلع کرتا کہ اس کی وسائل آمدنی کیا ہیں؟ چین کی قوت کیسی ہے؟ طرز
کیا ہیں؟ اسکی رسم ورواج ومذہب اور روش حکمرانی کیا ہیں۔ کن باتوں کو
میں مفید سمجھتے ہیں؟ ان سب باتوں کی سلسلہ وار کیفیت تواریخ میں پڑھ
میں ہر ایک سلطنت کی اصل اور اس کے اسباب ترقی وتنزل سے اور حادثات
واقف ہونا اور ان غلطیوں کو جانتا کہ جن کے سبب سے ایسے انقلابات

قطع نظر اس سے کہ اب مجھکو بنی آدم کی وسیع اور کامل تواریخ سے آگاہ کرتے۔ آپنے تو ہمارے
بزرگوں کے نام بھی خوب طرح نہیں بتائے۔ جو اس سلطنت کے بانی مبانی تھے۔ آپ نے
ان کی سوانح عمری سے اور ان واقعات سے جو اس سے پہلے گزرے اور انکی عجیب باتوں سے
انھوں نے پہلے فتوحات عظیمہ حاصل کیں بالکل جہالت میں رکھا۔ بادشاہ کو ضرور ہے کہ وہ اپنے
قوموں کی زبانوں سے ماہر ہو انکی بجائے مجھے آپنے عربی لکھنا پڑھنا سکھایا اور آپ یہ سمجھے کہ
بیحد احسان کرتے ہیں کہ میری عمر کا بڑا حصہ اس زبان کے سیکھنے میں ضائع کیا جو دس
برس میں برابر محنت کرنے سے حاصل ہوتی ہے آپ اس بات کو بھول گئے کہ بادشاہزادہ کی تعلیم میں
علوم کے سکھانے کی ضرورت ہے آپنے مجھے علم صرف ونحو سکھایا اور اس علم کا سکھانا جو قاضی کے
واجب جانا جس میں میری نوعمری کا بیش قیمت وقت بے سود۔ بے لطف۔ الفاظ کے
میں ضائع گیا۔ کیا آپ کو معلوم نہ تھا کہ نوعمری کا وقت ایسا ہوتا ہے کہ حافظہ قوی ہوتا ہے اور
ہزاروں عقلی احکام ذہن نشین ہو سکتے ہیں اور ایسی مفید تعلیم ہو سکتی ہے کہ دل ودماغ میں اعلیٰ درجہ کے
پیدا ہوں اور بڑے بڑے کاموں کے کرنے کی قابلیت پیدا ہو۔ کیا اپنی نماز پڑھنی اور فقہ اور
عربی زبان ہی کے ذریعہ سے سیکھ سکتے ہیں؟ کیا ہم اپنی مادری زبان میں نماز پڑھیں تو
نہیں قبول کریگا اور مسائل شریعہ ہم آسانی سے اپنی مادری زبان میں نہیں سیکھ سکتے؟
میرے باپ شاہجہاں سے کہہ دیا کہ مجھے فلسفہ سکھاتے ہیں اور مجھے خوب یاد ہے کہ آپنے رسول
سے لاطائل ولغو مسائل سے میرا دماغ پریشان کیا جنکے حل ہو جانیکے بعد بھی میری خاطر کو تشفی
ہوئی اور وہ دنیاوی معاملات میں کارآمد نہ ہوئے۔ اور صرف ایسے غیر معین اور فضول خیالات
میں جو بڑی مشکل سے سمجھ میں آتے ہیں مگر فوراً بھول جاتے ہیں اور جسکا نتیجہ صرف یہ ہے کہ
پراگندہ ہو اور عقل چکر میں آئے۔ اور آدمی منہ پھٹ زبان دراز اور ہٹ دھرم ہو جائے
اس سے دق ہو جائیں۔ بے شک آپ نے میری اوقات گرامی کئی سال تک ایسے مسائل
کی تعلیم میں جو آپ کو مرغوب تھے صرف کرائے۔ مگر جب میں آپ کی تعلیم سے علحدہ ہوا تو

کسی بڑے علم کے جاننے کا فخر نہیں کرسکتا تھا بجز اسکے کہ اس سے چند عجیب اور غیر معمولی
واقف تھا جو ایک عمدہ فہم کے نوجوان شخص کی ہمت کو شکستہ۔ دماغ کو مختل۔ طبیعت کو
اور جو فلسفہ کے مدعیوں کے جھوٹے دعوؤں اور جہالت کے چھپانے کی خاطر جو آپ
کو یہ ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ وہ عقل و دانش میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں اور یہ
اور مشتبہ المفہوم حق حق و بق بق ایسے بہت سے دقائق ہیں جو بجز انکے اور کسی کو معلوم
گئی ہیں اگر آپ مجھکو فلسفہ سکھاتے جس سے ذہن اس قابل ہوجاتا ہے کہ بغیر برہان
کسی بات کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ یا آپ مجھکو ایسا سبق پڑھاتے جس سے انسان کے
شرف و علو حاصل ہوجاتا ہے کہ دنیا کے انقلابات سے متاثر نہیں ہوتا اور ترقی و تنزل
میں ایک ہی سا رہتا ہے یا آپ مجھے انسان کی لوازم فطرت اور مقتضیات نیچر (فطرت
کرتے مجھے ان سے طریق استدلال کا عادی بناتے کہ تصورات اور تخیلات کو
اصول صادقہ بدیہہ کی طرف رجوع کیا کرتا۔ اور عالم و مافیہا کے حقائق واقعیہ اور
کے ترتیب نظام کے معارف قطعیہ سے مجھے مطلع کرتے اور جو فلسفہ آپ نے مجھے تعلیم
مسائل پر مشتمل ہوتا تو میں اس سے بھی زیادہ آپ کا احسان مانتا جیسا کہ سکندر نے ارسطو
اور ارسطو سے بھی زیادہ آپ کو انعام عطا کرتا۔ ملا جی ناقدردانی کا جھوٹا الزام خود
نہ لگائے کیا آپ یہ نہیں جانتے تھے کہ شاہزادوں کو اتنی بات ضروری سکھانی چاہیے
سے اور رعایا کو انکے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا لازم ہے۔ اور کیا تم کو اول ہی یہ خیال
تھا کہ میں کسی وقت میں تاج کی خاطر بلکہ اپنی جان بچانے کے لیے تلوار پکڑ کر
لڑنے پر مجبور ہونگا کیونکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ سلاطین ہند کی اولاد کو ہمیشہ یہ
پیش آتے رہتے ہیں بس آپ نے کبھی لڑائی کا فن یا کسی شہر کا محاصرہ کرنا یا خو
کا طریقہ سکھایا تھا؟ مگر میری خوش طالعی تھی کہ میں نے ان معاملات میں ایسے
کچھ سیکھ لیا تھا جو آپ سے زیادہ عقلمند تھے۔ آپ اپنے گاؤں کو چلے جایئے ایک

بادشاہی ذرائض کی نسبت عالمگیر کے خیالات بلند

...تیب سے عرض کیا کہ حضور جو کام میں اس قدر محنت و مشقت اُٹھاتے ہیں۔ اس سے خوف ...ہ صحت جسمانی بلکہ قوائے دماغی کے اعتدال اور طاقت کو کچھ نقصان پہنچے۔ اس کو سُنکر ...نے اس ناصح عقلمند کی طرف سے تو مُنہ پھیر لیا گویا سُنا ہی نہیں اور ذرا ٹھیر کر ایک اور بہت بڑی ...طرف جو نہایت دانا اور ذی علم تھا متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ تمام اہل علم اس باب میں متفق الرائے ...ہیں اور خوف کے زمانہ میں بادشاہ کو جان جوکھوں میں پڑ جانا اور ضرورت کے وقت ...بہتری کے لیئے جو خدا نے اسکے سپرد کی ہے تلوار پکڑ کر میدان جنگ میں جان دیدینا ...واجب ہے۔ مگر اسکے برعکس یہ نیک اور باتمیز شخص یہ چاہتا ہے کہ رعایا کے آرام اور آسائش ...کے لیے مجھے ذرا بھی تکلیف اُٹھانی نہ پڑی اور بغیر اسکے کہ انکی رفاہ و فلاح کی تدبیروں کے سوچنے ...میں ایک رات بھی بے آرام رہنا پڑے۔ یا ایک دن بھی بے عیش و عشرت اور لہو و لعب کے ...یہ رعایوں ہی حاصل ہو جائے اور اسکی یہ رائے ہے کہ میں اپنی تندرستی کو مقدم جانوں ...دہ تر عیش و عشرت اور آرام و آسائش ہی کے امور میں مصروف رہوں اور اسکا نتیجہ ...ہو سکتا ہے کہ میں اس وسیع سلطنت کے کام کو کسی وزیر کے بھروسہ پر چھوڑ بیٹھوں مگر معلوم ...ہے کہ اُس نے اس امر پر غور نہیں کیا جس حالت میں مجھے خدا نے بادشاہی خاندان میں ...کے تخت پر بٹھایا ہے تو دنیا میں اپنے ذاتی فائدے کے لیے نہیں بھیجا بلکہ اوروں کے ...کے لیئے محنت کرنا فرض کیا گیا ہے بس میرا کام یہ نہیں ہے کہ اپنی ہی آسائش کی فکر کروں ...ان ہی کی رفاہ کی غرض سے جس قدر آرام لینا ضروری ہے اس کا مضائقہ نہیں ہے۔ ...بجز اس حالت کے کہ انصاف اور عدالت اسکی مقتضی ہو یا اقتدار سلطنت کے قائم ...یا ملک کی حفاظت کے لیے ضروری ہو اور کسی صورت میں رعایا کے آرام و آسائش ...اندار کرنا جائز نہیں ہے اور رعیت کی آسائش اور بہبودی ہی ایک ایسی چیز ہے کہ ...کا فکر مجھے ہونا چاہیے مگر یہ شخص اس بات کی تہ کو نہ پہنچا کہ اس آرام سے جو یہ میرے ...تجویز کرتا ہے کیا کیا قباحتیں پیدا ہونگی اور یہ اس کو معلوم نہیں کہ دوسرے کے ہاتھ میں

حکومت کا دیدنا کیسی بات ہی اور سعدی نے جو یہ لکھا ہی کہ بادشاہوں کو چاہیے کہ بذات
کاروبار سلطنت کا بوجھ اپنے اوپر لیں ورنہ بہتر ہی کہ بادشاہ کہلانا چھوڑ دیں تو کیا اس
یہ قول لغو ہی پس اپنی دانست سے کہدیجیے کہ اگر ہم سے تحسین و آفرین حاصل کرنا چاہتا ہی تو
اسکے سپرد ہی اُس کو اچھے طور سے کرتا ہے اور خبردار ایسی صلاح جو بادشاہوں کے
لائق نہیں ہی پھر کبھی نہ دے اور افسوس ہی کہ تن پروری اور آرام طلبی اور ایسے خیالات
دوسروں کی بہبودی کے فکر و تردد میں آدمی کو گھلا ڈالتے ہیں انسان کا طبعی اور جبلی امر
ایسے فضول صلاح کاروں کی ہم کو حاجت نہیں اور عیش و آرام کی صلاحیں ہماری بیگمیں
دے سکتی ہیں۔ یہ تو برنیر کے بیان سے نقل کیا گیا ہی۔ العلم عند اللہ۔ مگر عالمگیر نے جو رقعات
باپ پاس اسکی قید کی حالت میں لکھے ہیں ان میں اس نے یہ صاف صاف بیان کیا ہی کہ
صرف آپ کو بار سلطنت سے سبکدوش کرنے کے لیے جسکے اُٹھانے کی طاقت آپ میں
رہی یہ کام کرتا ہوں میں آپسے محبت کرنے پر خلقت کی آسائش اور آرام کو ترجیح دیتا ہوں
ہی زائض سلطنت بیان کیے تھے کہ اوپر لکھے گئے۔ ان رقعوں کو ظفر نامہ شاہجہاں کے
نکالکر پڑھو تو تم کو سب حال باپ کے قید کرنے کا اور بھائیوں کے مارنے کا معلوم ہو

عالمگیر کی سلطنت کا خلاصہ اور اُسکا مآل

سنہ ۱۶۵۴ء میں اورنگ زیب تخت پر بیٹھا اسکا باپ قید میں تھا اسنے اپنا لقب عالمگیر
ایک بے نظیر تلوار کا نام تھا۔ جو شاہجہاں نے اپنے قید کی حالت میں اس پاس بھیجی
سنہ ۱۷۰۷ء تک سلطنت کی۔ ہندوستان میں جتنے مسلمان بادشاہ گزرے ان سب
وہ زیادہ دیندار اور صاحب قدرت اور قوت تھا اسکی سلطنت کو وہ وسعت
دنیا میں بڑی بڑی سلطنتوں کو ہوئی ہی۔ اسکے عہد میں خاندان تیموریہ کی سلطنت
معراج پر پہنچی اُس نے پچاس برس تک بڑے کروفر شان و شوکت سے سلطنت
اول اسکو مجبوری باپ سے سرتابی کرنی پڑی اگر وہ یہ نہ کرتا تو دارا شکوہ بھلا اسکو

نے دیتا اور جیتا چھوڑتا بھائیوں کو بھی اُس کو ضرور مارنا پڑا۔ وہ مدعیان سلطنت تھے۔ دنیا کا
دستور یہی ہے کہ جو شخص سلطنت کا دعویٰ کرے اس کو پادشاہ مارے یا قید کرے یا ملک سے
خارج۔ اسکو بھی یہی کام بھائیوں کا خون گردن پر لیا۔ وہ انصاف نہیں کرتے۔ در سلطنت
خویشی نیست کے مقولہ کو نہیں سمجھتے۔ اگر وہ باپ اور بھائیوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا تو
تخت سلطنت پر ایک دم کے لیے قدم نہیں رکھ سکتا تھا اور اپنی جان نہیں بچا سکتا۔ جو اُس نے
بھائیوں کا حال کیا وہ حال اُسکا بھائی کرتے ایسے فسادات تو اُس خاندان میں ارث میں
ملے تھے انکی شکایت کیا۔ اسکی برابر کوئی پادشاہ مدبر نہیں ہوا۔ اُس نے اپنی حسن تدبیر سے
کابل اور قندھار کے پٹھانوں کو سر نہیں اُٹھانے دیا ان کو تابع رکھا شاہِ ایران اُس کے
ساتھ اتحاد رکھنے کا خواستگار رہا۔ اور بڑے بڑے شاہان اسلام غیر ملکوں نے اُس کے
دربار میں سفیر اور تحفے تحائف بھیجتے تھے۔ اور دوستانہ خط و کتابت رکھتے تھے۔ راجپوت
بگڑے۔ مگر پھر اُس نے ان کو اپنے عہد میں مطیع رکھا۔ پادشاہ دکن میں اپنے زمانہ میں بڑے
بڑے کارنمایاں کر چکا تھا اس کو فتح دکن کی ایسی دھن تھی۔ کہ اپنی سلطنت کے آدھے زمانہ
میں اپنے سپہ سالاروں کو بھیج بھیجکر اہل دکن سے لڑتا رہا اور آدھی مدت سلطنت میں خود
دکن میں جاکر معرکہ آرا ہوا۔ دکن میں مسلمانوں کی پانچ سلطنتیں تھیں۔ جن میں سے تین
بیدر۔ احمد نگر۔ ایلچ پور۔ (برار) تو پہلے ہی اسکی تخت نشینی سے سلطنت مغلیہ میں داخل
ہو چکی تھیں۔ اب اُس نے باقی دو بیجاپور اور گول کنڈہ کو بہت محنت شاقہ اُٹھا کر فتح کیا اور
اپنی سلطنت میں بلایا اور وسعت سلطنت کو کمال پر پہنچایا۔ مشرق میں آسام پر میر جملہ
نے معرکہ آرائیاں کیں جنمیں فتحیابی اور ناکامیابی دونوں ہوئیں۔ ساحل مالابار فرنگیوں
کی گھٹا کا ٹکڑا اُٹھا اور گھاٹوں پر جا۔ امید تھی کہ اُسے عالمگیر کی ہوا یوں ہی اُڑا کر بے نشان
کر دیگی مگر امید کے برخلاف اس سے وہ طوفان بلاخیز اُٹھا کہ ہندوستان میں سلطنت اسلامیہ
پر اُس نے پانی پھیر دیا۔ اسکا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بیجاپور اور گول کنڈہ کے مسلمانوں

کی سلطنتوں کے سبب سے دکن میں مسلمانوں کی حکومت قائم اور غالب تھی اور انکے سبب سے
اور انتظام رہتا تھا۔ اور مرہٹوں پر خوب اس کا رعب داب رہتا تھا جب وہ برباد ہو
محروسہ شاہی میں شامل ہوئیں تو اسکے متعلقین خواہ خواص خواہ عام پراگندہ اور منتشر ہو
پٹھانوں اور بیگانہ ملکوں کی سپاہ نے تو پادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور جو افسران میں سے
اپنے آقاؤں سے بیوفا بنکر یا بیکار رہو کر پادشاہ کی خدمت اور ملازمت میں آئے
بڑھانے اور درجہ چڑھانے کے لیے پادشاہ کو اپنے موروثی کاریرداز موقوف کرنے
باقی سپاہ اور اسکے افسر کیا تو سنبھاجی سے جا کر مل گئے یا بجائے خود قزاقی اور
کا پیشہ کرنے لگے اس طرح دکن فسادوں اور فتنوں کا گھر بنگیا اور دور کے زمیندار اپنی
خود مختاری کے لیے موقع تکتے رہتے اور مرہٹے جو لڑائیاں اور قزاقیاں کرتے ان میں
رفیق بننے کو تیار رہتے۔ کیونکہ وہ مرہٹوں ہی کو ان افعال غارتگری کا حامی اور مد
اور مائی باپ جانتے تھے اب یہ کیفیت تو دور کے زمینداروں کی تھی اور جو زمیندار زیر
بستے تھے وہ بھی پادشاہ کی حکومت سے خوش نہ تھے دکن کا فتح کا سہرہ کیا سر
چڑھا تھا۔ ایک کٹاروں کا ہار گلے میں پڑا تھا۔ سلطنت کے واقعات عظیم ۱۶۵۸ء شاہجہاں
کی مغرولی اور اورنگ زیب کی تخت نشینی۔

۱۶۵۹ء اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں دارا اور شجاع کو شکست دی۔ دارا پکڑا
اور پادشاہ کے حکم سے مارا گیا۔

۱۶۶۰ء شجاع سے معرکہ آرائی جاری رہی اور وہ شکست پاکر اراکان میں گیا اور

۱۶۶۱ء مراد کو قید خانہ میں اورنگ زیب نے قتل کرایا۔

۱۶۶۲ء میر جملہ کا آسام پر حملہ آوری فتحیابی و ناکامی۔ دکن میں فسادوں کا پیدا ہونا
بیجاپور اور سیواجی کی لڑائی۔ بعد بہت سی دولت کے انقلابات کے سیواجی نے
مرہٹوں کی سلطنت کو قائم کیا اور دکن کے ایک حصہ پر قبضہ کیا۔

۱۶۶۵ء سیواجی نے سلطنت مغلیہ سے بغاوت کی ۱۶۶۴ء اس نے اپنے تئیں راجہ بنایا۔
اپنے تئیں آزاد کیا۔ بادشاہ نے ۱۶۶۵ء میں اس سے لڑنے کے لیے ایک بڑی سپاہ بھیجی اُس نے
صلح کیا وہ دہلی میں آیا کچھ مقید رہا اور پھر بھاگ گیا۔
۱۶۶۶ء شاہجہاں اس دنیا سے سدھارا۔ دکن میں لڑائی اور والی بیجاپور سے معرکہ آرائی۔
۱۶۶۶ء اورنگ زیب اور سیواجی کی مصالحت اور سیواجی کی وسعت مملکت اور گولکنڈہ
بیجاپور سے پہلی دفعہ خراج لینا۔
۱۶۷۰ء سیواجی کا خاندیس اور دکن کا لوٹنا اور چوتھ لینے کا ڈول ڈالنا۔
۱۶۷۰ء بادشاہ اور سیواجی کی معرکہ آرائیاں۔
۱۶۷۹ء غیر مسلمانوں پر بادشاہ کا جزیہ مقرر کرنا۔
۱۶۸۰ء بادشاہ کی راجپوتوں سے لڑائی۔ شاہزادہ اکبر کی بغاوت جو راجپوتوں سے
ملا اور اسکی سپاہ جو بھاگ گئی۔ شاہزادہ بہ مجبوری مرہٹوں سے جا ملا۔
۱۶۸۱ء راجپوتوں کے ساتھ بادشاہ کا لڑائی جاری رکھنا۔
۱۶۸۰-۱۶۸۱ء دکن میں مرہٹوں کی ترقی ۱۶۷۴ء سیواجی نے رائے گڈھ میں تاج سلطنت سر پر
رکھا۔ بادشاہ اور بیجاپور سے لڑائی ۱۶۸۰ء میں سیواجی مرا۔ اسکا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا۔
۱۶۸۱ء میں اورنگ زیب نے خود دکن پر حملہ کیا اور لشکر عظیم ساتھ لے گیا۔
۱۶۸۸-۱۶۸۸ء اورنگ زیب نے بیجاپور اور گول کنڈہ فتح کر لیا۔
۱۶۸۸ء میں ان کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔
۱۶۸۹ء میں اورنگ زیب نے سنبھاجی کو گرفتار کیا اور مار ڈالا۔
۱۶۹۰ء مرہٹوں کے مختلف سرداروں سے لڑائیاں۔
۱۶۹۰ء مرہٹوں سے جنجی کو اورنگ زیب نے لے لیا۔
۱۶۹۰-۱۷۰۱ء مرہٹوں سے لڑائیاں۔ ستارا اور مرہٹوں کے اور قلعوں کا مفتوح ہونا مرہٹوں کی ظاہری بربادی۔

۱۷۰۵-۱۷۰۶ء - مرہٹوں کی فتوح۔
۱۷۰۶ء - بادشاہ کا احمد نگر میں آنا۔
۱۷۰۷ء اورنگ زیب کا مرنا۔

عالمگیر کی اولاد

عالمگیر کے اوراد اوصاف میں سے یہ بھی ایک وصف تھا کہ اُس نے اپنے بیٹوں کی طاعت و صلاح پرہیزگاری و قواعد اطوار سروری و سرداری اور بہت طرح کے ہنر سکھائے تھے۔ حافظ کلام اللہ بقدر معتد بہ آگاہ۔ اقسام خطوط لکھنے سے ماہر زبان ترکی و فارسی خوب جاننے والے تھے بیٹیاں بھی عقائد حقہ اور احکام ضروریہ دینیہ سے واقف اور تلاوت و کتابت قرآن میں مشغول بادشاہ کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں اگرچہ ان شاہزادوں کا حال تاریخ میں بیان ہے مگر یہاں دونوں شاہزادوں اور شہزادیوں کی لیاقت علمی کا بیان کیا جاتا ہے۔

نام	سنہ ولادت	تاریخ وفات	نام	سنہ ولادت	تاریخ
زیب النساء	۱۰۴۸ھ / ۱۶۳۹ء	۱۱۰۳ھ / ۱۷۰۱ء	زبدۃ النساء	۱۰۶۱ھ / ۱۶۵۱ء	
محمد سلطان	۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء	۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۶ء	اعظم شاہ	۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۳ء	
معظم شاہ عالم بہادر شاہ	۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء	۱۷۱۲ء	اکبر شاہ	۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء	
زینت النساء	۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء	۱۱۱۰ھ / ۱۷۰۸ء	مہر النساء	۱۰۷۲ھ / ۱۶۶۱ء	
بدر النساء	۱۰۵۷ھ / ۱۶۴۷ء	۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۱ء	کام بخش	۱۰۷۷ھ / ۱۶۶۷ء	

بیٹوں کا حال یہ ہے کہ سب سے بڑا بیٹا محمد سلطان تھا۔ نواب بائی اسکی ماں تھی۔ کلام مجید حافظ تھا۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ کے لکھنے پڑھنے میں بہرہ کافی رکھتا تھا محاربات شجاعت و دلیری دکھائی ۲۱ سنہ جلوس میں وفات پائی۔

دوم پسر محمد شاہ عالم بہادر بھی نواب بائی کے بطن سے پیدا ہوا۔ حافظ قرآن علم قرأت سے آگاہ۔ اس طرح ترتیل و ترسیل سے قرآن پڑھتا تھا کہ اس کے سننے سے سامع کا

ایام شباب کو زیادہ تر تحصیل علمی میں صرف کیا۔ علم حدیث میں اُسکو ندوۃ المحدثین کہتے تھے۔ قرآن و حدیث سے استخراج مسائل کرلیتا تھا۔ عربی زبان ایسی بولتا تھا کہ عرب پسند کرتے تھے۔ فارسی ترکی میں بھی خوب استعداد تھی۔ اقسام خطوط لکھنے میں استاد تھا۔ مرتب کو نوافل کو ادا کرتا۔ وظائف کی تقدیم اور قرآن مجید کی قرأت اور حدیث و تفسیر و فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتا۔ وقت پر فجر کی نماز پڑھتا۔ جب ایک دو نیزہ آفتاب بلند ہوتا جھروکے پر سے اُٹھتا بعد اسکے غرفہ میں بیٹھتا۔ اور ستم رسیدوں کی ملتمسات کو سنتا اور بقدر وقت یہاں توقف کرتا۔ بعد ازاں دیوان خاص کو دیوان عام کے ساتھ آرائش دیتا مقدمات ملکی بوساطت دیوانوں اور بخشیوں اور متصدیوں کے معروض ہوتے اور لوگوں کے مقصد حاصل ہوتے۔ ظہر کی نماز کے بعد محل میں جاتا۔ تناول طعام اور قیلولہ کرتا۔ بعد اسکے عصر کی نماز پڑھتا اور مخلوقوں کے درد کی دوا کرتا۔ مغرب کی نماز سے پہلے تورک ملازموں کا مجرا لیتا۔ مغرب کی نماز پڑھتا اور عشا کی نماز تہائی رات گئے پڑھتا اور مغرب و عشا کے مابین میں عبادت کرتا اور پھر شبستاں میں جاکر آرام کرتا۔ یہ بادشاہ کا بیٹا سیدھا سادھا تھا اور باپ کی اطاعت کرتا تھا کہ غلام آقا کی تابعداری کیا کریگا۔ کبھی کوئی بات بلند نظری کی منہ سے نہیں نکالتا اور باپ کا کہا ساری باتوں میں مانتا۔ اورنگ زیب کا حال بھی نوجوانی میں ایسا تھا کہ وہ بالکل اولوالعزمی سے خالی تھا اسلئے وہ اسکی سادگی کو اپنی سادگی سمجھتا۔ اسکا حال تاریخ میں پڑھو۔

تیسویں محمد اعظم دلرس بانو بیگم سے پیدا ہوا جو شاہ نواز خاں صفوی کی بیٹی تھی سب بیٹوں میں بادشاہ اس بیٹے کو بہت پیار کرتا تھا۔ اکثر بادشاہ اسکو صاحب بے بدل بدل کر ایک کہتا۔ باپ سے تین مہینے بیس یوم بعد معرکہ آرائی میں مارا گیا۔

چھتیس میں محمد اکبر دلرس بانو بیگم کے بطن سے پیدا ہوا ۱۱۱۶ھ میں مرگیا۔

عالمگیر اسمیں دو خوبیاں بتاتا تھا۔ ایک نماز جماعت پڑھتا ہے۔ کوئی جمعہ ترک نہیں کرتا اور

مخلص تھا نہ دین سے کچھ باک نہیں رکھتا۔ دوم مشہد مقدس میں امام موسیٰ رضا کے مرقد کی زیارت
پنجمین کام بخش بائی اودیپور سے پیدا ہوا اور حافظ قران تھا۔ کتب متداولہ میں اور بھی
زیادہ ماہر تھا۔ زبان ترکی میں اور اقسام خط کے لکھنے میں مہارت تھی شجاعت و سخاوت بھی
اسمیں تھی۔ باپ سے دو سال بعد مر گیا۔

اب بیٹوں کا حال یہ ہے کہ زیب النساء بیگم بطن بیگم سے پیدا ہوئی۔ حافظ کلام مجید تھی
جسکی عوض میں باپنے تیس ہزار اشرفیاں دی تھیں وہ علوم عربی و فارسی سے بہرہ تمام رکھتی
اقسام خطوط نستعلیق و شکستہ میں خوشنویس تھی۔ وہ علم کی قدرشناس تھی۔ کتابیں جمع کرنے
تصنیف و تالیف میں مصروف رہتی۔ ارباب فضل و کمال کی ترفیہ حال میں توجہ کرتی سرکار
شاہی کے کتب خانہ میں جتنی کتابیں اُس نے پڑھی تھیں اتنی کسی اور نے نہیں پڑھیں۔ بہت
سے علماء و فضلاء و صلحاء و شعراء و منشیان بلاغت دثار و خوشنویسان سحر نگار سے
انعام سے بہرہ ور ہوتے ملا صفی الدین اردبیلی کشمیر میں رہتا تھا اس کے حکم سے تفسیر کبیر کا
کیا اسکا نام زیب التفاسیر ہے اور اسکے نام پر اور کتابیں اور رسالے بھی تصنیف ہوئے
۱۱۴۶ھ جلوس میں انتقال ہوا۔ دوم زینت النساء بھی بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی حفظ
و احکام ضروریہ دینیہ سے آگاہ تھی بہت سخی تھی۔ سوئیں بدر النساء بیگم۔ نواب بائی
کے پیٹ سے پیدا ہوئی۔ حافظ قران مجید تھی۔ علم دینی سے واقف ہوئی۔ پسر شکوہ پسر
دارا شکوہ سے نکاح ہوا جس مہینہ میں باپ مرا اس مہینہ میں وہ مر گئی۔

پنجمین مہر النساء بیگم بطن اورنگ آبادی محل سے پیدا ہوئی۔ اینده بخش پسر مراد بخش سے
بیاہی گئی ۱۱۱۶ھ میں وفات پائی فقط

تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد نہم

زوال سلطنت تیموریہ

جلد دہم

مضامین مختلفہ

مصنفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ کالج میں طبع ہوئی ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء

(جملہ حقوق بحق بک ڈپو کالج علیگڑھ محفوظ ہیں)

بار سوم ایک ہزار جلد

قیمت فی جلد ۶

شامِ سلطنتِ تیموریہ

یعنی

زوالِ سلطنتِ تیموریہ

دیباچہ

مضمون	نمبر صفحہ
...ہ سنگھ کا خط اورنگ زیب کے نام	۳
...شاہ کا سکہ لگانا اور خطبہ پڑھوانا	
...ئی مراد پر نہ پہنچنا اور شاہ عالم	
...شاہ ہونا۔	۱۳
...ش کا کچھ حال	۱۴
...ہ کا کوچ	۱۵
...م بہادر شاہ کا حال	〃
...کی سلطنت کا استقلال ہونا	۲۲
...ا اسد خاں اور دواب کا خرچ	۲۴
...ا سید بننا	۲۶
...ل اول ۱۱۱۹ھ اجیت سنگھ اور اور براہ	۲۷
...ل دوم ۱۱۱۹ھ ۱۷۰۷ء شاہزادہ	۲۸
...س	

مضمون	نمبر صفحہ
کام بخش کا حال	۲۸
سیف خاں کی کارستانی	۳۱
مرہٹوں کے ساتھ بادشاہ کے تعلقات	۳۳
بنیاجی سیندھیا	۳۴
راجہ ساہو کا چھوٹنا	۳۵
سر رشتہ مکھی کے باب میں ذوالفقار خاں اور	〃
جملۃ الملک کا اختلاف آرا ہونا	
خطابات بہادر شاہ کی دریادلی و نرمی مہابت شاہ	۳۶
کے خصائل اور دربار کا حال جواہرات خانی لکھا	۳۹
پاپ راے لیڈرے کا ذکر	۴۰
قندھار کا معاملہ	۴۴

4583

شامِ سلطنتِ تیموریہ

یعنی

زوالِ سلطنتِ تیموریہ

دیباچہ

مضمون	نمبر صفحہ
...تاج سنگھ کا خط اورنگ زیب کے نام	۳
...عظم شاہ کا سکہ لگانا اور خطبہ پڑھوانا	
...دل کی مراد پر نہ پہنچنا اور شاہ عالم ...شاہ ہونا۔	۱۳
...یم بخش کا کچھ حال	۱۴
...عظم شاہ کا کوچ	۱۵
...عالم بہادر شاہ کا حال	″
...شاہ کی سلطنت کا استقلال ہونا	۲۲
...مرا اسد خاں اور دواب کا خرچ	۲۴
...شاہ کا سید بننا	۲۶
...سال اول ۱۱۱۹ھ اجیت سنگھ اور اودے پور ...ت	۲۷
...سال دوم ۱۱۱۹ھ ۱۷۰۷ء شاہزادہ ...م بخش	۲۸

مضمون	نمبر صفحہ
کام بخش کا حال	۲۸
سیف خاں کی کارستانی	۳۱
مرہٹوں کے ساتھ بادشاہ کے تعلقات	۳۳
بنیاجی سیندھیا	۳۴
راجہ ساہو کا چھوٹنا	۳۵
سرڈیس مکھی کے باب میں ذوالفقار خاں اور ″ جملۃ الملک کا اختلاف آرا ہونا	
خطابات بہادر شاہ کی دریادلی و نرمی مہاراشٹر کے خصائل اور دربار کا حال جو اودت خانے لکھا	۳۶ ۳۹
پاپ راے لیڈے کا ذکر	۴۰
قندھار کا معاملہ	۴۴

مضمون	صفحہ
سوانح سال سوم سنہ ۱۱۲۰ھ	۴۵
بادشاہ کا سفر	۴۵
گورو نانک شاہ	۴۶
گورو انگد	۴۸
گورو امرداس صاحب بادشاہی سوم	″
گورو رام داس صاحب بادشاہی چہارم	۴۹
گورو ارجن بادشاہی پنجم	۵۰
گورو ہرگوبند بادشاہی ششم	۵۳
گورو ہررائے بادشاہی ہفتم	۵۵
ہرکرشن بادشاہی ہشتم	″
گورو تیغ بہادر بادشاہی نہم	″
بابا بندہ بہادر	۵۷
سکھوں کے حال کا خلاصہ دسویں گورو تک	″
بہادر شاہ اور بابا بندہ کی لڑائیاں	۵۹
راجپوتوں سے لڑائیاں	۶۴
سوانح سال چہارم سنہ ۱۱۲۱ھ ۱۷۰۹-۱۷۱۰	۶۶
مرہٹوں کی برہان پور پر لڑائی	۶۷
سکھ	۶۸
چین قلیچ خاں	۷۰
منعم خان خانان کی وفات اور خصائل	″
وزارت کے باب میں اختلاف رائے	۷۲
غازی الدین خاں فیروز جنگ کی وفات	″

مضمون	صفحہ
خطبہ	
سوانح سال پنجم سنہ ۱۱۲۲ھ ۱۷۱۰	
اعظم شاہ	
شاہ عالم بہادر شاہ کا سفر	
حکایت	
بہادر شاہ کے بیٹے	
ذکر سلطنت جہاندار شاہ بن بہادر شاہ بادشاہ	
عظیم الشان کی شکست و موت	
رفیع الشان کا مرنا	
معزالدین کا بادشاہ ہونا	
فرخ سیر کا بنگالہ سے کوچ کرنا	
عبداللہ خاں اور سید عبدالغفار خاں کا محاصرہ	
اور سادات بارہہ سے سید عبدالغفار خاں کی	
امانت خاں صوبہ دار مالوہ اور اسلام خاں	
رتن سنگھ کی لڑائی	
فرخ سیر کا سفر	
ذکر سلطنت محمد فرخ سیر	
فرخ سیر کی ولادت سے تخت نشینی تک	
محمد رضا علی قلعہ دار رہتاس پر فرخ سیر کی	
سوانح سال اوّل فرخ سیر	
وزرا و امرا کا تقرر	

مضمون	صفحہ
...شاہ و وزیر کی ناموافقت ...	۱۰۸
...ل در سزائیں ...	۱۱۰
...م شاہی ...	۱۱۱
...ام الملک بہادر فتح جنگ ...	〃
...سوانح سال دوم جلوس بادشاہ فرخ سیر ۱۱۲۴ھ ۱۷۱۲ء	۱۱۲
...سین علی خاں کا مہاراجہ اجیت سنگھ ...ھور سے لڑنے کے لئے جانا اور اُس کا ...غور اطاعت کرنا ...	۱۱۲
...خ سیر اور سادات کے درمیان نزاش ...ہ نزعات ...	۱۱۲
...یروں کا مکحول ہونا ...	۱۱۳
...شاہ کی سادات کے ساتھ تجدید عہود	۱۱۴
...ام الملک بہادر فتح جنگ کی صوبہ داری ...کن میں ...	۱۱۵
...ام الملک کا حال ...	۱۱۸
...سین علی خاں کی صوبہ داری دکن و ...دو خاں پر فتحیابی ...	۱۱۹
...سوانح سال سوم جلوس ۱۱۲۵ھ ۱۷۱۳ء	۱۲۰
...ندو مسلمانوں اور شیعہ سنیوں کا جھگڑا	〃
...سوانح سال چہارم جلوس ۱۱۲۶ھ	۱۲۲
...عبداللہ خاں و امیر خنگ کا سکھوں پر فتح پانا	

مضمون	نمبر صفحہ
...اور اُن کے سردار بابا بندہ کا قتل ہونا	۱۲۲
سوانح سال پنجم ۱۱۲۷ھ ۱۷۱۵ء	۱۲۷
فرخ سیر کی شادی راجہ اجیت سنگھ کی بیٹی سے	〃
علیلی خاں کی سرکشی	〃
سوانح سال ششم ۱۱۲۹ھ ۱۷۱۷ء	
بادشاہ کی کدورت کا وزیر سے زیادہ ہونا	۱۳۰
جزیہ و عنایت اللہ خاں و رتن چند کی رنجشیں	〃
چوڑامن جاٹ سے صلح ...	۱۳۱
سوانح سال ہفتم ۱۱۲۹ھ ۱۷۱۷ء	۱۳۲
ذکر سوانح سال ہشتم ۱۱۳۰ھ ۱۷۱۸ء	۱۳۳
رکن الدولہ اعتقاد خاں کا اقتدار اور امرائے عظام کا اجتماع ...	۱۳۹
حسین علی خاں کا دہلی میں آنا ...	۱۴۳
ذکر سلطنت محمد شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات	۱۴۹
ابوالبرکات کا بادشاہ ہونا ...	〃
جزیہ کی موقوفی اور امراء کے گھروں کی ضبطی	۱۵۰
فرخ سیر کا مارا جانا اور دفن ہونا ...	۱۵۱
بھائی بھائیوں میں نااتفاقی ...	۱۵۲
اکبرآباد میں نیکوسیر کا بادشاہ ہونا	۱۵۳
رفیع الدرجات مرنا ...	۱۵۴

مضمون	نمبر صفحہ
ذکر سلطنت رفیع الدولہ ملقب بہ شاہجہانِ ثانی	۱۵۴
ذکر سلطنت مرزا روشن اختر ابوالفتح ناصر الدین محمد شاہ	۱۵۷
چھبیلہ رام ناگر صوبہ الہ آباد کا مرنا اور اس کے بھتیجے گردھر بہادر کا سیدوں سے لڑنا اور اس مہم کا آخری فیصلہ	۱۵۹
سادات کا تنزل اور نظام الملک بہادر فتح جنگ کی ترقی	۱۶۲
نظام الملک کا حسن اخلاق	۱۶۸
عبدالصمد خاں امیر جنگ کی حسین خان افغان سے لڑائی اور حسین خاں کا کشتہ ہونا	۱۶۹
نظام الملک کی خبر دں کا سیدوں کے پاس آنا	۱۷۰
کشمیر کا مذہبی فساد	″
نظام الملک اور دلاور علی خاں بخشی امیر الامرا کی لڑائی	۱۷۳
زلزلہ	۱۷۵
بادشاہ اور سید حسین کا ارادہ	″
عالم علی خاں کی شکست اور کشتہ ہونا	۱۷۶
تدابیر وزرا	۱۷۹
امیر الامرا سید حسین علی خاں کا مارا جانا	۱۸۱
غرت خاں کا بادشاہ پر چڑھنا اور مارا جانا	۱۸۴

مضمون	نمبر صفحہ
امرا کے خطاب	
سید عبداللہ خاں کے مرنے کی خبر پہنچنا	
سلطان ابراہیم کا بادشاہ بننا	
سلطان ابراہیم کی چند روزہ سلطنت اور اس کی شکست	
اس کی لڑائی محمد شاہ سے اور اس کا پانا اور سید عبداللہ کا قید ہونا	
بادشاہ کا شاہجہان آباد میں آنا	
جزیہ کی معافی	
راجہ اجیت سنگھ کی سرکشی	
بزم آرائی	
نظام الملک کی وزارت	
سید عبداللہ خاں کی وفات	
سید عبداللہ خاں و سید حسین علی خاں کے خصائل	
جاٹوں سے لڑائی	
میر محمد حسین معروف بہ نمود و نمود کا جدید حیدر قلی خاں	
نظام الملک کا دوبارہ دکن جانا	
مبارز خاں اور نظام الملک بہادر کی لڑائی	
احمد نگر کا ذکر	
سربلند خاں کا احمد آباد کا صوبہ دار ہونا	
حیدر آباد میں آصف جاہ کے بندوبست کا بیان	
آصف جاہ کی تدبیر مرہٹوں کے باب میں	

مضمون	نمبر صفحہ
مرہٹوں کی سلطنت کے استقلال کی حالت	۲۱۸
[illegible] و سوماتھ پیشوا	″
[illegible] کی خصلت اور پیشوا کی لیاقت	۲۲۲
[illegible] کا مرہٹوں سے مدد طلب کرنا اور [illegible] دینا	۲۲۴
[illegible] شاہی کی کیفیت اور راجہ ابھے سنگھ [illegible] صوبہ گجرات میں مقرر ہونا	۲۲۵
[illegible] جاہ کا مرہٹوں میں فساد ڈلوانا اور [illegible] سلطنت جمانا	۲۲۶
[illegible] راؤ	۲۲۹
[illegible] خاں اور مرہٹوں کی شرائط صلح اور [illegible] کا نتیجہ	۲۳۰
[illegible] جاہ اور باجی راؤ کی مصالحت	۲۳۱
[illegible] کر اور سیندھیا	″
[illegible] ابھے سنگھ کا حال اور اُس کی صوبہ داری [illegible] گجرات	″
[illegible] کی صوبہ داری پر باجی راؤ کا مقرر ہونا	۲۳۲
[illegible] ظفر اور بندیلوں کی لڑائی اور مرہٹوں [illegible] دخل	۲۳۴
[illegible] پر بادشاہ کا عتاب	۲۳۵
متفرق حالات	۲۳۵
بادشاہ کا سیر و شکار کو جانا	۲۳۶
منعم خاں کا مرہٹوں کی تنبیہ کے لئے جانا	″
نواب امان الملک کی جنگ راجہ بھگونت کھچار سے	۲۳۷
امیر الامرا صمصام الدولہ وزیر الملک اعتماد الدولہ کا باجی راؤ مرہٹہ کے لئے جانا اور اس مہم کا انجام	۲۳۹
برہان الملک کا مرہٹوں سے لڑنا اور اُن کو سکت دینا	۲۴۱
برہان الملک کو صمصام الدولہ کا باجی راؤ سے لڑنے کے لئے منع کرنا اور شاہجہان آباد پر باجی راؤ کا تاخت کرنا	۲۴۲
نادر شاہ کا دور	۲۴۷
ایران پر افغانوں کا قبضہ	″
نادر شاہ کا حملہ ہندوستان پر	۲۵۱
محمد علی وردی خاں اور شجاع الدولہ داماد جعفر خاں بیان	۲۶۲
شجاع الدولہ کا مرنا اور محمد علی وردی خاں کی لڑائی سرافراز خاں سے اور اُس کا انجام	۲۶۳
مرہٹوں کا ملک بنگال میں غدر مچانا	۲۶۵
مصطفےٰ خاں سے مہابت جنگ علی وردی خاں کا بگاڑ اور اس کا انجام	۲۶۷

مضمون	نمبر صفحہ
ہیبت جنگ اور مصطفےٰ خاں کی لڑائی اور	
اُس کا انجام - - - - - -	۲۶۷
علی وردی خاں کی مرہٹوں سے پھر لڑائی	۲۶۸
علی وردی خاں کے برخلاف سرکشیاں	۲۶۹
محمد علی وردی کی وفات وخصائل - -	۲۷۱
نادرشاہ کے جانے کے بعد شاہجہان آباد	
کا حال - - - - - - -	۲۷۲
مرہٹوں کے معاملات - - - - -	۲۷۲
آصف جاہ کے ملک پر باجے راؤ کا حملہ کرنا	
اور شکست کھانا اور اس کے مصائب...	۲۷۳
کانکن کی لڑائیاں - - - - -	〃
باجے راؤ کے دشمن - - - - -	۲۷۴
بالاجی کی جانشینی کے خلاف شازشیں	۲۷۵
متفرقات حالات - - - - - -	〃
بالاجی کا مالوہ پر قبضہ ہونا اور بعض اور معاملات	۲۲۶
مرہٹوں کا ملکی انتظام - - - - -	〃
آصف جاہ کی وفات - - - - -	۲۷۷
آصف جاہ اور باجے راؤ پیشوا - - -	〃
راجہ ساہو کا مرنا اور جانشینی کے لئے جھگڑا ہونا	۲۷۸
تارا بائی کا فساد - - - - -	۲۷۸
دلی کا حال - - - - - -	۲۸۰
رُہیلوں کا عروج - - - - -	۲۸۱

مضمون	نمبر صفحہ
احمد شاہ درانی کا حملہ ہندوستان پر	
احمد شاہ کی سلطنت	
روہیلوں کی لڑائیاں - - - -	
حاکم اجمیر کا شکست پانا - - -	
احمد شاہ درانی کا حملہ - - - -	
صفدر جنگ کی ناراضی - - - -	
صفدر جنگ اور غازی الدین خان -	
عماد الملک کا حال اور خاص دار الخلافہ کے	
غازی الدین خاں کی لڑائی جاٹوں سے	
احمد شاہ کا قید ہونا - - - -	
عالمگیر ثانی کی سلطنت کا بیان	
غازی الدین خاں کی مہم لاہور پر -	
احمد شاہ ابدالی کا شاہجہان آباد میں آنا	
وزیر کا دلی میں آنا اور مرہٹوں کا ساتھ لانا	
شاہزادۂ ولی عہد حال گوہر کا حال - -	
ملک پنجاب پر رگھوناتھ کا قبضہ - - -	
مرہٹوں کا ارادہ کل ہندوستان کے فتح کرنے	
مسلمانوں کا متفق ہو کر اُن کا مقابلہ کرنا -	
احمد شاہ درانی کا ہندوستان میں آنا -	
عالمگیر ثانی کا قتل - - - - -	
ہندوستان خاص میں مرہٹوں کی فوج کا	

مضمون	نمبر صفحہ
...کے ہاتھ سے پراگندہ ہونا	۳۰۳
...شجاع الدولہ کا ملنا	۳۰۳
...ل	〃
...معروف بھاؤ اور سبھاس راؤ ...دکن سے آنا اور شاہ ابدالی سے ...نا	۳۰۴
...کا واپس جانا	۳۰۹
...کی سلطنت کا بیان	۳۱۰
...ست و لیاقت	۳۱۱
...ی	۳۱۲
...وزیر کا دلی سے آنا اور بادشاہ ...ں	۳۱۳
...گریزوں کی صلح	۳۱۴
...آباد میں رہنا	۳۱۵
...الدولہ کے معاملات	〃
...نجف الدولہ کی لڑائی ..	۳۱۶
...اور سکھوں کو شکست دینا	۳۱۸
...ر تور اور دوآبہ کا لینا ..	۳۱۹
...ل سے مرہٹوں کا نکالنا ..	۳۲۰
...ل میں آنا	〃
...ل کا حملہ ضابطہ خاں پر ..	۳۲۱
...ل کا حال	〃

مضمون	نمبر صفحہ
رہیلوں اور شجاع الدولہ کی صلح	۳۲۲
دلی کے قریب لڑائی اور ضابطہ خاں کا امیر الامرا ہونا	〃
مرہٹوں اور نجف خاں کا ملاپ	۳۲۳
رہیلوں سے لڑائیاں	〃
مرزا نجف خاں کا دلی میں بحال ہونا ..	۳۲۳
جاٹوں سے مرزا نجف خاں کی لڑائیاں	۳۲۴
عبدالاحد خاں کی سازشیں اور سکھوں سے لڑائی	۳۲۷
نجف خاں کا دلی میں آنا اور سکھوں کو شکست دینا	۳۲۸
شمرو کا مرنا اور اس کی بیگم کو ریاست ملنا	〃
مرزا نجف کی وفات اور مرزا شفیع اور افراسیاب کا آپس میں لڑنا	۳۲۸
مرزا جواں بخت کا دلی سے انگریزوں پاس جانا	۳۳۰
مادھوجی سیندھیا کا دلی پر قابض ہونا	۳۳۱
غلام قادر کا باپ کی جگہ بیٹھنا	۳۳۲
مرزا جواں بخت کا لکھنؤ چھوڑنا اور انگریزوں کو اپنا اختیار جتلانا	〃
سیندھیا کے ملکی اور جنگی انتظام	۳۳۲
رجپوتوں کا اتفاق اور لال سوت کی لڑائی	۳۳۳

مضمون	نمبر صفحہ
راجپوتوں کی امداد کے لئے بادشاہ کا جانا	۳۳۵
مرزا جوان بخت کا دلی میں آنا اور بنارس میں مرنا	۳۳۶
رانا خاں اور اسمٰعیل بیگ کی لڑائی	۳۳۸
مغلوں کی سرکشی اور ہندو فوج کا بھاگنا اور غلام قادر کا تسلط	۳۳۸
غلام قادر کا شاہ عالم کی آنکھیں نکالنی	۳۳۹
مرہٹوں کا غلام قادر سے لڑنا اور اُس کو پکڑ کر مارنا	۳۴۱
محمد سراج الدین ابو ظفر بہادر شاہ	۳۴۶
خاتمہ	
مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور بالفعل اُن کا کیا حال ہے	
سلطان روم کی فرمان روائی ایشیا میں	
سلطنت ایران	
افغانستان اور بلوچستان	

فہرست مضامین جلد دہم

مضامین مختلف

مضمون
ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچا یا نقصان ہوا
دہلی میں مسلمان بادشاہوں کا پایہ تخت کا بدلنا اور اُن کی عمارات کا بننا
سکوں کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شامِ سلطنتِ تیموریہ

یعنی

زوال سلطنت تیموریہ

دیباچہ

تم روز دیکھتے ہو کہ صبح، دوپہر شام ہوتی ہے کچھ وقت فجر اور دوپہر کے درمیان اور وقت دوپہر اور شام کے مابین گزرتا ہے۔ اسی طرح سلطنت تیموریہ کی صبح و دوپہر و شام ہوئی [illegible] کارد نشور فرزانہ شہریار بابر فرغانہ سے ہندوستان میں آیا یہ سلطنت تیموریہ کی صبح ہوئی [illegible] آفتاب اُس کا مشرق سے طلوع ہوا۔ اور اونچا ہوتا گیا اور اپنی گرمی کو بڑھاتا اور روشنی [illegible] تا گیا۔ اہلِ فرنگ کے نزدیک شاہ جہاں کے عہد میں اور اہلِ اسلام کے نزدیک اورنگ زیب [illegible] عہد میں وہ اپنے نصف النہار پر پہنچا اور پھر وہ مغرب کی طرف ڈھلنا شروع ہوا اپنی تیزی [illegible] روشنی کو کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ نامبنا شہنشاہ شاہ عالم کے زمانہ میں شام ہوگئی وہ غروب [illegible] اُس کی روشنی باقی نہیں رہی ایک زمانہ اُس کا ابتدا سے انتہا عروج تک گزرا جس کا حال گئی [illegible] میں مرقوم ہوا۔ دوسرا زمانہ انتہا عروج سے انتہا زوال تک گزرا حال اس جلد میں تحریر ہوتا ہے زمانہ کا دستور چلا آتا ہے کہ جن اقوام اور سلطنتوں کی ترقی ہوئی اُن کا تنزل ہوا۔ اس

اقبال اور زوال کے اسباب کو مُسبّب الاسباب ہی خوب جانتا ہے۔ مُسلمان یہ یقین کرتے
یہ خدائی کارخانے ہیں ان کو کون سمجھ اور جان سکتا ہے۔ یہ محض خدا کی مرضی پر موقوف ہے کہ
کی ترقی و تنزل کا تار بندھا رہتا ہے کہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں

یہاں ہر ترقی کی غایت یہی ہے — سرانجام ہر قوم و ملت یہی ہے
صدائے زمانہ کی عادت یہی ہے — طلسمِ جہاں کی حقیقت یہی ہے

بہت یہاں ہوئے خشک چشمے اُبل کر
بہت باغ چھانٹے گئے پھُول پھل کر

ابھی بشر کی عقل و دانش کی ایسی ترقی نہیں ہوئی کہ وہ ان اسباب کو بالکل صحیح
دریافت کرلے۔ مگر دانشمند ارباب الرائے اِن اسباب کی عالمانہ تحقیق اور حکیمانہ تدقیق کر
اور دلچسپ خرد فروز مباحثے اور دل آویز دانش آموز گفتگوئیں ارقام فرماتے ہیں۔ اس
اُن کو باقی شاہان تیموریہ کے عہدوں میں بیان کروں گا کہ کیوں ہند کی سلطنت مغلیہ کے
ریخیں اندر ہی اندر ایسی ہل گئیں کہ وہ دھڑام سے گر پڑا جس کے بُرج و مینار آسمان سے
تھے اور اُس کے سونے اور چاندی کے روپہلی سُنہری کلس اپنی چمک دمک ایک عالم کو
تھے اوس کے ستونوں میں ساری دنیا کے جواہر جڑے جاتے تھے گو اس کے کلس
اِس خاک کے ملنے پر بھی کہیں کہیں اپنی درخشانی دکھاتے رہے اور کیوں اورنگ زیب
مرنے کے بعد سلطنتِ مغلیہ کی آنکھیں اندھی کان بہرے دانت ٹوٹے پوپلے ٹانگیں
کمر ٹوٹی، ہاتھ لنجے ہوگئے کوئی کل سیدھی نہ رہی جیتے جی مرگئی۔ کیوں اس کا حال یہ ہوگیا
کوئی مُردہ زمین سے نکل آئے کہ زیور پہنے ہوئے اور ہتیار لگائے ہوئے ہو مگر اس
یہ ہو کہ اُس پر پھونک مارو تو اُس کی خاک اُڑنے لگے۔ اگرچہ شہنشاہی کا سرچشمہ
رہی مگر اُسے میلا گدلا پانی ان باغوں میں جاری رہا جو خس و خاشاک سے پرتے
کے زمانہ تنزل کی ابتدا مقرر کرنی بڑی مشکل بات ہے جو موتمخ کہ اورنگ زیب کے

ٹھیراتے ہیں وہ اپنے فرض کو نہیں ادا کرتے بہت سی تہمتیں اورنگ زیب پر بغیر تحقیق و تفتیش
لگاتے ہیں میں اس بادشاہ کی ان باتوں کو بہ ترتیب بیان کرتا ہوں جس کو اسباب تنزل
سلطنت مغلیہ ٹھیراتے ہیں بتاتا ہوں کہ وہ کیسی بے اصل ہیں اول سلطنت مغلیہ کے تنزل کا سبب
مسلمانوں کے اور سب اورنگ زیب کے تعصب مذہبی کو بتاتے ہیں۔ اورنگ زیب نہایت
متشرع بادشاہ تھا وہ ساری عمر میں ایک کام بھی ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا جسکو شریعت مصطفوی عدالت
سے خلاف بتلائے وہ شریعت اسلام کا پورا پابند تھا۔ بہت سے عیسائی جو اپنے مذہب کے تعصب کی
وجہ سے گرفتار ہیں وہ شریعت مصطفوی کی نسبت یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس میں یہ صلاحیت و قابلیت ہی
نہیں ہے کہ اس کی پابندی سے کوئی قوم مہذب و شائستہ ہو یا کوئی سلطنت اس پر عمل کرکے ظلم و ستم
سے خالی ہو سکے مسلمانوں میں انہیں بادشاہوں کی سلطنت کا عروج ہوا جنھوں نے اپنی شریعت
اسلام کو بالائے طاق رکھا۔ اکبر اور عالمگیر کا مقابلہ اس طرح کرکے اپنے دعوی کی دلیل پیش کرتے
ہیں۔ اکبر شریعت اسلام کا پابند نہ تھا اس کے عہد میں سلطنت کا عروج ہوا۔ اورنگ زیب شریعت
اسلام کا پابند تھا اس کی سلطنت کا زوال شروع ہوا۔ اکبر نے شریعت کے برخلاف جزیہ ہندوؤں
سے معاف کیا۔ عالمگیر نے شریعت کے موافق جزیہ غیر اسلام قوموں پر مقرر کیا۔ اس جزیہ کے باب میں
راجستان میں اورنگ زیب کے نام کے خط کا ذکر ہے جس کو اورم صاحب نے تو یہ تحقیق کیا تھا کہ وہ
مارواڑ کے راجہ جے سنگھ نے اورنگ زیب کو لکھا ہے مگر یہ راجہ جزیہ کے حکم سے پہلے مر چکا تھا ٹوڈ
صاحب نے یہ تحقیق کیا کہ وہ رانا راج سنگھ نے اورنگ زیب کو لکھا تھا۔ اُدے پور سے اِن کا منشی
اس کی نقل اُن پاس لایا تھا اُنھوں نے اس کا ترجمۂ انگریزی لکھا ہے میں اس انگریزی ترجمہ کا ماحصل
تحریر کرکے لکھتا ہوں۔

رانا راج سنگھ کا خط اورنگ زیب کے نام

ساری حمد قادرِ مطلق کے لیے ہے اور تمام ستایش بادشاہ کے لیے ہے جو شمس و قمر کی طرح تاباں

ودرخشاں ہے۔ بندہ گو حضور پُرنور سے دُور ہے مگر دل سے خیرخواہ ہے۔ اطاعت اور دولت
کاموں کے کرنے میں ساعی اور مصروف ہے میری عین تمنا دلی یہ ہے کہ میں ایسی خدمات
کہ جنسے بادشاہوں امیروں مرزاؤں راجاؤں رایوں اور ایران توران شام کے امیر
ہفت اقلیم کے باشندوں اور تری وخشکی کے مسافروں کی بہبودی اور فلاح ہو۔ یہ میرا
مشہور ہے۔ حضور کو بھی اس میں ذرا شک نہوگا۔ میں اپنی خدمات سابقہ پر اور حضور کے
کرکے جناب عالی کی خدمتِ مبارک میں حضور کے اور خاص وعام کی صلاح وفلاح کے
التماس کرتا ہوں۔

مجھے اطلاع ہوئی ہے کہ اس بندۂ خیرخواہ کے استیصال کے لیے اتنی دولت خرچ
ہے کہ خزانہ شاہی خالی ہوگیا ہے اُس کے معمور کرنے کے لیے جزیہ لینا قرار پایا ہے۔

حضور کے جدِ اعلیٰ محمد جلال الدین اکبر عرش آشیانی نے باون برس سلطنت عدالت
شفقت کے ساتھ کی جس سے رعیت نے آسایش اور آرام پایا اور وہ خوش خرم رہی اُس
موسوی۔ داؤدی۔ محمدی۔ برہمن۔ لامذہب۔ دہریہ کو ایک ہی نگاہ سے دیکھا سب پر
مہربانی شفقت عاطفت فرمائی۔ اِس لطف وکرم کا معاوضہ یہ ملا کہ جگت گرو اُس کا خطاب
اِسی طرح نورالدین جہانگیر جنت مکانی نے بائیس برس تک شاہنشائی کی اور رعیت کو اپنے
میں رکھا اور اپنے دوستوں کی نیک خواہی اور خیرخواہی کی وجہ سے فخمند رہا۔

شاہجہاں نے بھی اپنی ۳۲ برس کی فرمانروائی میں کچھ پہلے بادشاہوں سے نیک
کم نہیں حاصل کی رحم دلی اور نکوکاری سے نیک نامی دوام پائی۔

یہ حضور کے باپ دادا کے رافت وکرم وعدالت کا حال تھا جب وہ اِن اُصول عدالت
وبزرگی کے پیرو ہوئے تو جہاں اُنھوں نے قدم رکھا وہاں فتح وظفر ہمرکاب رہیں۔ بہت
اور ملک اُن قبضہ وتصرف میں آئے۔ مگر حضور عالی کے مملکت میں سے بہت سا ملک نکل
آیندہ نکلنے والا ہے۔ سارے ملک میں تباہی اور غارت گری وقزاقی کا بازار گرم ہے اور

ک نوک نہیں۔ رعایا ویران و برباد ہوگئی۔ سارا ملک بھوکا مرتا ہی۔ روز بروز دشواریاں اور
شکایت جمع ہوتی جاتی ہیں۔ جب بادشاہ اور بادشاہزادوں کے گھروں میں افلاس آگیا ہو تو وائے
حال ایراں۔ سپاہ واویلا مچا رہی ہی سوداگر شکایت کر رہے ہیں، مسلمان ناراض بیٹھے ہیں۔
بے نوا بے دست و پا ہو رہے ہیں۔ بدنصیب خلقت کو رات کو روٹی میسر نہیں ہوتی۔ دن کو
دھکے کھاتے ہیں اور رنج کے مارے سر کو دے دے مارتے ہیں۔

کس طرح اس بادشاہ کا جاہ و حشم باقی رہ سکتا ہی کہ وہ ایسی رعایا سے جس کا افلاس
نہایت کو پہنچ گیا ہی۔ سخت محصول وصول کرے۔ اس زمانہ میں مشرق سے مغرب تک یہ شہرت
ہو رہی ہی کہ بادشاہ ہندوؤں سے جلکر برہمنوں۔ سناروں جوگیوں۔ بیراگیوں سناسیوں سے
جزیہ لیگا۔ اپنے خاندان تیموریہ کے ننگ و نام و عزت و احتشام کا خیال کچھ نہیں کریگا بے گناہ
تمام دنیا آدمیوں پر زبردستی کریگا۔ جناب عالی کو کتب الہامی پر ایمان و اعتقاد ہو تو آپ کو
یہ ہدایت ہو سکتی ہی کہ خدا رب العالمین ہی فقط رب المسلمین نہیں ہی۔ ہندو مسلمان خدا کے نزدیک سب
برابر ہیں اس نے ان کے رنگ اپنے حکم سے مختلف بنائے ہیں۔ وہی سب کو پیدا کرتا ہی۔ مساجد میں
اذان ہوتی ہی بت خانوں میں گھنٹہ بجتا ہی مگر دونوں جگہ ایک ہی خدا کی عبادت ہوتی ہی۔ کسی غیر
مذہب رسم و رواج میں دست اندازی کرنا اور اس کو بے عزت کرنا خدا کو ناراض کرنا ہی۔ اگر
کسی تصویر کو بگاڑیئے تو مصور کے دل میں کینہ خود بخود بے اختیار پیدا ہوتا ہی کسی شاعر نے سچ کہا
ہی کہ قدرت کے مختلف کاموں کی عیب جوئی نہ کرو۔

القصہ جو ہندوؤں سے جزیہ مانگا جاتا ہی وہ عدالت کے برخلاف ہی اور حضور کی صلاح دولت کے
لیے مضر ہی۔ وہ ملک کو مفلس بنائیگا وہ ایک بدعت ہی اور ہندوستان کے قوانین و آئین کے
خلاف اگر حضور کو اپنی شریعت کی پابندی اس جزیہ لینے پر مجبور کرتی تھی تو عدالت کا مقتضا یہ تھا
کہ راجہ رام سنگھ جیسے ہندوؤں کا منڈھی جزیہ طلب کرتے۔ بعد اس کے اس خیر خواہ سے مانگتے
جس کا مقابلہ حضور آسانی سے کر سکتے ہیں۔ بہادر جوانمردوں کو چیونٹیوں اور مکھیوں کا ستانا زیبا نہیں

یہ تعجب کی بات ہی کہ ارا کین سلطنت نے غفلت کی کہ حضور کو ثواب دبزرگی کے قواعد
نہیں کی۔

کوئی تاریخ اور سنہ اس خط پر نہیں لکھا معلوم نہیں کہ اورنگ زیب کی زندگی میں
گیا یا اُس کے مرنے کے بعد اگر مان لیا جائے کہ وہ اُس کی زندگی میں تحریر ہوا تو یقینی اس
بھیجا گیا۔ اگر یہ عرضداشت اس پاس آتی تو اس کا جواب ضرور دیتا۔ اِس کے فرامین و
درقعات میں کہیں اس کا جواب نہیں اور مسلمانوں کی تاریخوں میں مذکور نہیں۔ ہندوستان
قاعدہ ہی کہ کسی معزز و محترم انگریز کو کسی چیز کا شوق ہوتا ہی تو بہت سا ہندوستانی اسباب
غیر اصلی اِس کے میلان خاطر کے موافق جمع کر دیتے ہیں مثلاً بعض انگریزوں کو قدیم سکوں
جمع کرنے کا شوق ہوا۔ ہزاروں جعلی سکے بنا کر اس کو لائے۔ ایسے ہی صالوڈ صاحب
اور بہت سے نوشتے ہندوستانیوں نے جعلی بنا بنا کے دے دیے ہونگے وہ راجپوتوں کے
سرپرست تھے۔ جب تک کسی نوشتہ کی سند معتبر نہو وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہوتا ہی۔

مسلمانوں کا جزیہ۔ مہذب قوموں میں ایک وحشیانہ ٹیکس سمجھی جاتی ہی اُن کو اور غیر قو
کو یہ خیال ہی کہ اسلام یہ ٹیکس متعصبانہ اِس لیے مقرر کرتا ہی کہ مسلمانوں کی عزت عظمت اور
قوموں پر ظاہر ہو اور یہ بھی وہ خیال کرتے ہیں کہ جزیہ مسلمان بنانے کا ذریعہ جبراً ہی۔ جب
دینے والا جانتا ہی کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤنگا تو اس محصول سے بچ جاؤنگا۔ وہ لالچ میں
مسلمان ہو جاتا ہی۔ مگر اس جزیہ کو ایسا خیال کرنا اور شریعت مصطفوی کو ایسا سمجھنا جیسا
نے بیان کیا فقط غیر قوموں کا تعصب مذہبی ہی۔ میں ان مباحثوں کو یہاں نہیں لکھتا جس
دیکھنا ہو تو سر ڈاکٹر سید احمد خاں اور مولوی چراغ علی مرحوم اور نواب محسن الملک
مولوی شبلی اور شمس العلماء حافظ مولوی نذیر احمد کی تصنیفات میں دیکھے کہ کن براہین متین
عیسائی متعصبین کے اِن خیالات کا غلط و باطل ثابت کیا ہی عالمگیر نامہ میں لکھا ہی کہ جب
اِسلام کے موافق ہندوؤں پر جزیہ لگایا ہی تو مسلمانوں پر زکوٰۃ بھی لگائی تھی۔ شہاب الدین

شام میں لکھتا ہی کہ بنگالہ میں قحط میں اس زکوٰۃ نے افلاس کی مصیبت کو اور بڑھا دیا تھا۔
یہ قاعدہ ہی کہ جب بادشاہ کوئی نئی ٹیکس رعایا پر لگاتا ہی تو وہ ناراض ہوتی ہی اور واویلا
کہ ہم پہلے ہی بھوکے مرے جاتے ہے یہ ٹیکس کس گھر سے دینگے۔ اس سے سارے ملک
میں برپا ہوگا۔ خلقت برباد ہو جائیگی، اورنگ زیب نے جب جزیہ لگایا تو ہندو اس کے پاس واویلا
کیے جیسے ایسے موقعوں پر بادشاہوں پاس جایا کرتے ہیں دہلی میں قلعہ کے نیچے گئے۔ بادشاہ
نے بھیڑ بھاڑ میں دو ایک آدمی بھی پس گئے۔ یہ ایسا واقعہ عظیم نہ تھا جیسا کہ ڈرانونا دکھایا جاتا ہے
دوم بعض مورخ مسلمانوں کی تذلیل کے لیے اس بات کے دکھانے کا قصد کرتے ہیں کہ
سلطنت مغلیہ کا تخت سلطنت راجپوتوں کے کندھے پر قایم تھا۔ اکبر نے راجپوتوں سے ناتے رشتے
کیے کہ ان کے دل میں وہ مسلمانوں کی محبت و موانست پیدا کی کہ اس خاندان کے بادشاہوں
کے راجپوت جان و مال اور اولاد کو قربان کرنے لگے۔ ان کے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑنے لگے
اورنگزیب نے اس کے برخلاف عمل یہ کیا تو وہ اس کے دشمنوں کے معاون ہو گئے اس لیے سلطنت
زوال ہوا۔ یہ بیان غلط ہی۔ اوّل تو خود عالمگیر نے راجپوتوں سے رشتے کیے اپنے بیٹے کو راجپوتوں
میں پالا۔ دوم مسلمان اس قسم کی رشتہ مندی کو اپنے حق میں سمجھتے تھے کہ گیا راجپوت محکوم
ہے یا اس رشتہ مندی کے سبب برابری کا دعویٰ کرنے لگے اور گستاخ ہو گئے۔ وہ ان راجپوتوں
کی معاونت کو اپنی سلطنت کا استحکام نہیں جانتے۔ اور اکبر کی رشتہ مندی کو پسند نہیں کرتے۔
صاحب لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے جودھ پور میں آدمی بھیجکر بت خانہ ڈھوائے اور بت توڑوا کر منگائے
جودھ پور میں بتیس بجاریوں کا خون کیا۔ غرض سارے راجپوتانہ میں تین سو بت خانے و
مندر عالمگیر نے مسمار کرائے۔ یہ تعداد کا تعین تو صاحب ممدوح کی تحقیق کا نتیجہ ہوگا۔ مگر اس میں
شک نہیں کہ اس نے راجپوتانہ میں بت خانے ڈھوائے اور ان کے سوائے ہندوؤں کے مقدس
شہر بنارس میں بشیشور اور بندا دھو کے مندر توڑے۔ متھرا کا مندر کیشو رائے کو مسمار کرایا
اور اس کی جگہ مسجد بنوائی۔ ملتان میں بھی ایک مندر توڑا۔ ہند میں تین دریا۔ جمنا۔ گنگا سندھ

ہندوؤں کی بڑی پرستش گاہیں ہیں جن کے کناروں پر یہ مندر اس نے تعمیر کیے۔

دنیا کا یہ دستور چلا آتا ہے کہ جب کوئی فاتح کسی شہر اور ملک کو اپنی جان پر کھیل ہے تو وہ اُس کی جان و مال کا مالک ہوتا ہے وہ انتقام کو اس طرح بھی دکھاتا ہے کہ مفتوح کو مقدس جان کر اُن کے آگے سر جھکاتا ہے وہ اُن کو ناپاک و نجس سمجھکر پامال کرتا ہے۔ کا توڑنا بت خانوں کا ڈھانا ہندوؤں کی سرکشی کی سزا تھی۔ قاعدہ ہے کہ رعایا کے دل کے سو ظلم و ستم وہ نفرت و عداوت پیدا نہیں کرتے جو ذرا سا مذہبی بغض قلبی عداوت نفرت پیدا کرتا ہے۔ اِس لیے ہندو راجپوتوں کے دل نارام ہوئے مگر یہ لکھنا کہ راجپوت اس ناراضی سے مسلمانوں کی سلطنت میں زوال آیا غلط ہے۔ کوئی مہم اس کی ایسی نہ تھی راجپوت اس کے ساتھ شریک نہوں۔ مآثر عالمگیری میں ہر سال کے جشن میں دیکھو کہ راجہ و رائے اور منصب دار بنائے جاتے تھے۔ رقعاتِ عالمگیری کو پڑھو کہ اُس نے کتنے ہندوؤں کی سفارش کی۔ اصل حال یہ ہے کہ اورنگ زیب کی یہ پابندی مذہب اُس کے سر پر تاج رکھا اور پاؤں تلے تختِ سلطنت بچھایا۔ اُس کی کئی پیڑھی سے سلطنت ہندوؤں کا عروج ہوتا جاتا تھا۔ تورانی، ایرانی، افغانی، ماوراالنہری اور غیر ملکوں کے اپنے تنزل سے اور ہندوؤں کی ترقی سے زہر کھائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے کو دیکھا کہ وہ سچا دیندار مسلمان ہے۔ سارے مسلمان اُمرا اُس کے دلی خیر خواہ بے بادشاہ بنایا۔ شاہجہاں جیسا بادشاہ سات برس تک قید خانہ میں پڑا رہا کسی نے اُس کی پیروی نہ کی۔ دارا۔ شجاع مراد برابر کے مدعیانِ سلطنت کو خاک میں ملا دیا وہ تھا۔ اپنے دین کی پابندی سے خواہ اُس کا دنیا کا نقصان کیسا ہی ہو اُس کو وہ فائدہ وہ مسلمانوں کی خاطر داری کے لیے جن کی عنایت سے اُس کو بادشاہی میسر ہوئی تھی احکام جاری کرتا تھا کہ ہندو اہلِ قلم موقوف ہوں اور اُن کی جگہ مسلمان مقرر ہوں۔ احکام پر اُس کی تعمیل نہیں ہوتی تھی مگر مسلمان خوش اور ہندو ناخوش ہوتے تھے۔

ہیں اُس کو متعصب کہتے ہیں اور جو کام اُس کے ایسے ہیں کہ بالکل تعصب سے خالی ہیں اُن کو مکروہ سے منسوب کرتے ہیں۔ اور شیعہ مورخ عالمگیر کو سراپا مکر و تزویر و باتدبیر بتاتے ہیں اور عیسائی بھی اُن کی اس تحریر کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور یہی جانتے ہیں

عیسائی مورخوں کو سُنی مسلمانوں کی تذلیل و تضحیک کے واسطے ہمیشہ شیعہ مورخوں کی کتابوں سے بہت دلائل و شہادتیں ملجاتی ہیں وہ محض بے اصل ہوتی ہیں وہ صرف باہمی عداوت کی وجہ سے گھڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اورنگ زیب جو لمبی چوڑی نماز پڑھتا تھا اور رمضان میں روزے رکھتا تھا تراویح پڑھتا تھا اور اعتکاف میں بیٹھتا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ وہ عابد تھا جو عبادت الٰہی کرتا تھا بلکہ وہ اس مذہب کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتا تھا۔ بھائیوں کے خون کو اور باپ کی قید کو مذہبی چادر میں چھپانا چاہتا تھا۔ دُنیا پرستوں کی نزدیک یہ بیچارہ نہ ایک سنہی کی بات ہے وہ اورنگ زیب کی حق پرستی اور خدا شناسی کو ریاکاری سے خالی گنتے ہیں۔ وہ اس زاہد بادشاہی کو زہد کے سبب سلطنت کی قابلیت سے خالی سمجھتے ہیں۔ اہل فرنگ جو اس بادشاہ کی نسبت برے خیالات ظاہر کرتے ہیں اس کے کئی سبب ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ یہاں کے عیب و صواب و نیک و بد کو اپنے ملک کے عیب و صواب کے پیمانے سے ناپتے ہیں۔ مثلاً وہ اورنگ زیب کو غاصب سلطنت کہتے ہیں کیونکہ اُن کے دستور کے موافق پسر اکبر مستحق سلطنت ہوتا ہے۔ یہاں کچھ پسر اکبر کی قید میں باپ کے مرنے کے بعد جو بیٹا لڑ بھڑ کر کامیاب ہوا وہ سلطنت کا مستحق سمجھا گیا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ یہاں کی بعض تحریروں کی طرز کو پوری طرح سمجھتے نہیں اور جو سمجھتے ہیں وہ غلط سمجھتے ہیں اورنگ زیب نے جو اپنے آخری وقت میں شاہزادوں اعظم اور کام بخش و معظم شاہ کو خطوط لکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اورنگ زیب ایسی حالت میں مرا جیسے کہ بدآدمی مرا کرتے ہیں۔

مگر جو اُن کو سمجھتے ہیں وہ اُن ہی سے جانتے ہیں کہ اورنگ زیب خدا پرست و ولی اللہ کی موت مرا۔ وہ اپنے افعال پر بھروسہ نہیں رکھتا تھا بلکہ خدا کے لطف و کرم پر۔ اِس کو کہتے ہیں کہ وہ

ہر دل عزیز نہ تھا دنیا میں نیک نیت بادشاہ تھوڑے ہوتے ہیں اور اُن میں بھی جو
نیک ہوتے ہوں کچھ ضرور نہیں کہ ہر دل عزیز بھی ہوں یعنی یہ کہ بادشاہ جن کاموں کو حق
رعایا بھی اِس لیے حق جانے کہ بادشاہ اُن کو حق جانتا ہے۔ اورنگ زیب جس کام کو اپنے
مُوافق حق جانتا تھا اُس کو کرتا تھا خواہ اِس سے کسی کا دل دُکھے یا خوش ہو۔ گو بادشاہ کو
کرنی لازم نہیں ہے اُس کو جیسا کہ ملک پر حکومت کرنے کا خیال ہوا ایسا ہی اُس کو رعایا
میں محبت پیدا کرنے کا بھی خیال ہونا چاہیئے۔ یہ سچ ہے اُس نے اپنے مذہب کی پیروی سے
ملک پر سلطنت کی لیکن دلوں پر حکمرانی کرنے کی پرواہ نہیں کی۔ جو مورخ اُس کو یہ کہتے
وہ زبردستی مُسلمان کرتا تھا بڑا جھوٹ بولتے ہیں۔

پروفیسر ارنلڈ نے اپنی کتاب دعوتِ اسلام میں لکھا ہے کہ اورنگ زیب کے فرامین اور خطوط
کا مجموعہ جو طبع نہیں ہوا ایک صاحب کے پاس موجود ہے اِس مجموعہ کو میں نے دیکھا ہے اور اُس میں
فرمان میں مذہبی آزادی کا وہ جامع اُصول درج ہے جو ہر بادشاہ کو غیر مذہب رعایا کے ساتھ برتنا
ہے واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ ایک شخص نے بادشاہ کو اِس مضمون کی عرضی دی کہ دو شاہی
کو جو تنخواہ تقسیم کرنے پر مقرر ہیں بادشاہ اِس بنا پر برخاست کر دے کہ وہ کافر آتش پرست ہیں
اور اُن کی جگہ تجربہ کار معتمد مُسلمانوں کو مقرر کر دے کیونکہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ
لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ (اے مومنو! مت سمجھو میرے اور اپنے دشمن کو دوست)
نے جواب لکھا کہ مذہب کو دُنیا کے کاروبار میں دخل نہ دینا چاہیئے اور اِن میں معاملات تجھ
کو جگہ نہیں مل سکتی۔ اور میں اپنی قول کی تائید میں۔ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ (تمکو تمھاری راہ
میری راہ)۔ نقل کرتا ہوں اور لکھتا ہوں کہ جو آیت عرضی نویس نے نقل کی ہے اگر وہی سلطنت
کا دستور العمل بنایا جائے تو ہم کو اِس ملت کے سب اجاؤں اور اُن کی رعیت کو غارت
چاہیئے تھا۔ لیکن یہ کب ہو سکتا ہے۔ بادشاہی نوکریاں لوگوں کو ان کی لیاقت اور قابلیت
موافق ملینگی اور کسی طرح کا لحاظ نہیں ہو سکتا فقط اِس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اِس شریعت

کے رعیت کا انصاف کرتا تھا جس کو رعایا مانتی نہ تھی۔ ایسی عدالت کو رعیت اپنے حق میں
ستم سمجھتی ہے۔ یہ بات بھی اُس کی عدالت کے بیان میں دیکھ لو کہ وہ بعض معاملات کو شریعت
اور بعض کو آئین و قوانین سلطنت کے موافق فیصلہ کیا کرتا تھا۔

اس کی ساری تاریخ شہادت دیتی ہے کہ کبھی اُس نے یہ نہیں کیا کہ کسی ہندو کو اس کے مذہب
سے مارا ہو یا پکڑا، جکڑا، لوٹا، کھسوٹا ہو، کسی اس کی آبائی رسوم علانیہ عبادت کی روک
اس کا سبب یہ نہیں کہتے ہیں کہ اُسکی دادی ہندنی تھی اُس کا اثر یہ تھا کہ کسی ہندو کو نہیں مارا
ہوئی آنکھ۔ وہ اپنے اس اُصول کا پابند تھا جس کو فرمان مذکور میں خود اُس نے بیان کیا۔
اس کے ذمہ یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ اُس کی سلطنت بدگمانیوں کا ایک متواتر سلسلہ
رہتا تھا۔ پیچھے جاسوس لگے رہتے تھے۔ ایک مہم میں کئی شریک کیے جاتے تھے۔ یہ
نہ تھی بلکہ یہ اُسکے پڑدادا اکبر کا ضابطہ تھا کہ ایک مہم میں دو مہتمم کار اس سبب سے جایا
کہ اگر ایک مرجائے یا بیمار ہوجائے تو اُس کی جگہ دوسرا مہتمم موجود ہو۔ اور یہ بھی کہ اگر
نیت میں فساد آئے تو دوسرا اُس کا علاج کردے۔ اس پر اس کا عمل تھا۔

عالمگیر میں ایک ملکہ خداداد تھا کہ وہ مردم شناس بڑا تھا وہ خوب سمجھتا تھا کہ سیمائے آدم
اطن ست + جب وہ کسی نوکر کی نیت بگڑتی ہوئی دیکھتا اُسی وقت تاڑ جاتا اور اس کا
کرتا۔ وہ معتمد آدمیوں کا قدرشناس بڑا تھا۔ عبدالرزاق لاری کی کیسی خاطرداری فقط
سبب سے کی کہ وہ قابلِ اعتماد تھا۔ جو مورخ یہ کہتا ہے کہ نوکروں نے اس سبب سے کہ اورنگ زیب
اعتبار کسی پر نہیں کرتا تھا۔ اُس کی بُری طرح خدمت گزاری کی وہ اپنے اوپر ہنسواتا ہے اگر
نوکر خدمت گزار نہ ہوتے تو کیسے اُس کو بادشاہ بناتے اور سلطنت کی وسعت ایسی
کسی بادشاہ کو میسر نہیں ہوئی۔ انسان کے اعتماد اور اعتبار کی تکمیل کا اندازہ یہ عالمگیر کر
اس سے وہ آدمیوں کے اعتبار کو ناپتا تھا۔ اسلئے وہ اُن کو بتاتا تھا اور لکھتا تھا۔
من لا درکا لمعدوم ؎

انچہ بر جستیم و کم دیدیم و بسیار ست و نیست نیست جز انسان دریں عالم کہ بسیار ست نیست

اُس نے لکھا ہی کہ ہر چند جوہر دیانت و امانت و خلقتِ انسانی جبلی ست بہر کہ حق تعالیٰ کردہ باشد اما ہمت و انصاف آثار انیز دخلے ہست کہ نوکر را مرفہ الحال و ازوجہ معاش احوال فارغ البال دارد تا خاطر و ریات عالم تعلق خلل انداز اعتقاد او نشود ع

کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

اوُنگ ٹن صاحب لکھتا ہی کہ اورنگ زیب عدالت کا سمندر تھا۔ ذلیل سے ذلیل آدمی اِس طرح سنتا جسطرح کہ ایک بڑے امیر کی۔ سب امیر اُس سے خایف رہتے تھے کہ اپنے کو احتیاط سے کرتے ہیں اور اُن کو جس کمی کا دینا ہو ادا کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہی کہ مسلمانونکے نزدیک تو اورنگ زیب بادشاہ کے افعال سلطنت سبب نہیں ہو سکتے۔ وہ تو اسکو سب بادشاہوں میں اعلیٰ اور اکبر سے بہتر جانتے ہیں۔ اب بھی وہ خلد آباد اورنگ آباد میں قبر میں ایسا پڑا ہی جیسا کہ تختِ سلطنت پر بیٹھا ہی اُسکی میں جو لوازم تسلیم و کورنش تخت کے آگے ادا کیے جاتے تھے اب اُسکی قبر پر ادا کیے جاتے ہیں و شیعہ مورخ اپنے خیال کے موافق اُسکی نسبت جو باتیں بیان کرتے ہیں وہ اوپر کے بیان سے ثابت ہو گا کہ صحیح استناد و اشتہار پر مبنی نہیں ہیں اصل سبب سلطنتِ مغلیہ کے زوال کا یہ تھا کہ کوئی خاندانِ تیموریہ کا اُسکے بعد سلطنت کے لایق نہیں پیدا ہوا۔ اس کے بعد جو شاہ عالم جانشین ہوا اول تو ایسے سُنی باپ کا بیٹا شیعہ ہو۔ پھر اُسکی عقل و لیاقت باوجودیکہ اُس نے باپ دادا کی سلطنت کا زمانہ ایسی نہ تھی کہ وہ اس سلطنت وسیع کا انتظام کرتا جسکو اکبر جہانگیر شاہجہاں عالمگیر جیسے دانشمند بادشاہوں اُسکے عاقل فرزانہ امیروں وزیروں نے قایم کیا ہو۔ سلطنت عالمگیری کا انتظام تو وہی بادشاہ کر سکتا جو دوسرا عالمگیر ہوتا۔ اُسکے نالایق دیوانے بیٹوں سے سلطنت نہ سنبھل سکی جسکا ناحق الزام باپ پر لوگ لگے عالمگیر کے مرنے کے بعد خاندانِ تیموریہ میں ایک متنفس بھی ایسا پیدا نہوا کہ اُسکی طبیعت امورِ سلطنت رکھتی اور دل و دماغ شاہانہ رکھتا شاہی کے اعتبار سے وہ بالکل بانجھ ہو گیا۔

محمد اعظم شاہ کا سکہ لگانا اور خطبہ پڑھوانا اور دل کی مراد پر پہنچنا اور شاہ عالم کا بادشاہ ہونا

ہم نے بیان کیا ہے کہ محمد اعظم شاہ مالوہ کی صوبہ داری پر بادشاہ سے رخصت لیکر گیا تھا وہ بیس کوس تھا کہ باپ کا انتقال ہوا اسکی سگی بہن زیب النسا نے قاصد کو دوڑا کر شاہزادہ کو بادشاہ کے انتقال کی شاہزادہ یہ خبر سنتے ہی راتوں رات لشکر میں آیا۔ اُمرا نے مراسم تعزیت و تعزیت کو ادا کیا تجہیز و تکفین سے فراغت ہوئی تو شاہزادہ نے امرا و حاضرین و خدمۂ محل کی تسلی اور تالیف قلوب کی طرف توجہ کی خزانہ و جواہر خانہ و توپخانہ اور اور کارخانجات کی خبر کی۔ باربردار اور مایحتاج سفر کے سرانجام کا حکم دیا۔ منجموں کے کہنے سے جلوس کے لیے ۱۰ ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ مقرر ہوئی۔ شاہزادہ بیدار بخت کو جو احمد آباد میں تھا اُسکو اپنی نیابت میں مقرر کیا۔ اور جب ابراہیم خاں صوبہ دار گجرات آگیا تو شاہزادہ کو یہ سرحد مالوہ پر پہنچکر حکم کا منتظر رہے۔ ابراہیم خاں نے احمد آباد میں پہنچکر مراد خاں کی معرفت محمد اعظم بیدار بخت پاس پہنچایا تو اُس نے کہا کہ محمد مراد خاں تم تحقیق جانو کہ ہندوستان کی سلطنت کا کام عالمگیر بادشاہ کی قدر خلقت نہیں جانتی تھی اب اُس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ چند روز میرے باپ سے نصیب ہو اور خوں ریزی ہو۔ اب عید الفتح آئی ابراہیم خان ناظم کو یہ فکر ہوئی کہ خطبہ کس کے نام پڑھوایا جائے۔ مگر آخر کو یہ فیصلہ ہوا کہ اس سبب سے کہ عالمگیر کے واقعہ کی خبر عالمگیر نہیں۔ اسی کے نام پڑھا گیا۔ ابراہیم خاں اعظم خانی کہلاتا تھا وہ چاہتا تھا کہ بیدار بخت کو حکم ہو کہ وہ آگرہ سے میں اُس کے ساتھ جاؤں۔ اگر اعظم شاہ کو بیدار بخت سے دل میں وسوسہ نہ ہوتا اور اُسکو اکبر آباد بیدار بخت کا خسر ممتاز خاں صوبہ دار تھا اور وہاں نو کروڑ روپیہ سوا اشرفی و روپیہ غریب نواز سو تولہ وزن میں تھا و طلا و نقرہ آلات غیر مسکوک کے موجود تھا وہ ہاتھ آتا۔ قلعہ دار اختر ممالک میں سے جو پیشتر آئے اُسکو خزانہ و قلعہ حوالہ کرے۔ یہ کام مصلحت عقل اور رائے کے موافق تھا مگر تقدیر الٰہی میں کچھ اور تھا +

کام بخش باپ سے رخصت ہوکر قلعہ پرینڈہ میں کہ چالیس پچاس کوس کی مسافت پر
بادشاہ کے واقعہ ناگزیر کی خبر اُسکو ہوئی۔ محمد امین خاں ایک جماعت کو ہمراہ لیکر اعظم شاہ کی
آیا۔ اُس سے کام بخش کے لشکر میں تفرقہ و فساد پیدا ہوا۔ احسن خاں باقی ہمراہی لشکر کو
قلعہ بیجاپور پر تصرف کرنے کے لیے روانہ ہوا جب قلعہ کے پاس آیا تو نیاز خاں قلعہ دار نے
حسن سعی و تدبیر سے قلعہ کی کنجیاں بھیجدیں اور کام بخش کی خدمت میں آیا۔ دو مہینے بعد یہاں
سے خاطر جمع کرکے احسن خاں کو منصب پنجہزاری سے سربلند کیا اور بخشگری پر مستقل اور
قلمدان وزارت عطا کیا اور تقرب خاں کا خطاب دیا اور اُمرا کو خطاب و منصب عطا کیے
کیا۔ خطبہ میں اپنا لقب دین پناہ پڑھوایا اور سکہ میں یہ شعر مشکوک کرایا ؎

در دکن زد سکہ برخورشید و ماہ　　بادشاہِ کام بخش دین پناہ

جب سات آٹھ ہزار سوار جمع ہوگئے تو قلعہ دا الکنکیرہ کی تسخیر کی طرف کام بخش
سید نیاز خاں ایک دو منزل ساتھ گیا اور بعد ازاں وہ اعظم شاہ کی خدمت میں چلا گیا
گلبرگہ میں آیا اور قلعہ پر تصرف کیا گیا اور سید جعفر کو قلعہ دار کیا۔ اور پھر قلعہ دا الکنکیرہ پر
عالمگیر کی وفات کے بعد پریاناییک کے قبضہ میں آگیا تھا۔ احسن خاں نے قلعہ کا پندرہ بیس
رکھا اور اُسکو تسخیر کرلیا قلعہ دار قلعہ چھوڑ کر ملک گیری میں مصروف ہوا، تقرب خاں
ہمچشمی کے سبب سوء مزاج باہم ہوا تقرب خاں نے گلبرگہ کی قلعہ داری پر سید جعفر کی بجگہ
کی تجویز سے ہوا تھا دوسرا آدمی بھیجا اُس نے عمل دخل نہ دیا۔ کام بخش یہاں گلبرگہ میں آیا
نے قلعہ کے حوالہ کرنے میں چند روز ایستادگی کی جسکے سبب سے احسن خاں کی بدنامی ہوئی
ایک بازار تھا جس میں محصول کی معافی کا قول دیکر رسید جمع ہوتی تھی تقرب خاں نے کام بخش
بازار گنج احسن خاں سے بازار گنج بادشاہی کی کساد بازاری ہوتی ہے تو کام بخش بازار
آبادی کا مانع ہوا تو احسن خاں نے اپنے بازار کا جھنڈ توڑ کے تقرب خاں پاس بھیجدیا۔
احسن خاں کی تسلی کرکے قلعہ کرنول کی تسخیر کے لیے معین کیا۔ یہاں یوسف خاں

کام بخش کا گلبرگہ میں آنا

اور اپنے چھوٹے بیٹے کو بطور تورہ کے اُس کے ہمراہ کیا۔ یوسف خاں نے احسن خاں کو سرکار
کے لیے تین لاکھ روپیہ دے کر راضی کیا۔ اور بلا کو سر پر سے ٹالا۔ پھر وہ ارکاٹ کی طرف ملک
گیری کے لیے تعین ہوا اِس ضلع کا داؤد خاں افغان فوجدار تھا مگر احسن خاں نے یہاں بڑی
مستانی کی گو لشکر پر عسرت کے سبب فاقہ کی نوبت تھی۔ باقی حال کام بخش کا اپنے محل پر بیان ہوگا
اعظم شاہ نے تخت پر جلوس کیا اور سکہ کو اِس شعر سے رونق دی ؎

سکہ زد در جہاں بدولت و جاہ　　بادشاہ ممالک اعظم شاہ

اُمرائے بادشاہی اور اکثر امیرانِ ہمرکاب کی خلعت و جواہر و اضافہ و وعدہ و عید لطف آمیز
سے نوازش کی گئی۔ وسط ذی الحجہ میں جدۃ الملک امیر الامرا اسد اللہ خاں ذوالفقار خاں بہادر نصرت
جنگ اور اُمرائے نامی جو بادشاہ مغفور کے رکاب میں تھے اِن سب کو اعظم شاہ ہمراہ لیکر شاہ عالم
کے مقابلہ کے قصد سے چلا۔ محمد امین خاں اور چین قلیچ خاں مخاطب بہ خاندوران خاں نے اعظم شاہ
کے بعض وضع و سلوک سے افسردہ خاطر ہو کر ترک رفاقت کی اور اورنگ آباد میں وہ آئے اور اکثر
ولایت میں قابض و متصرف ہوئے۔

شاہ عالم پاس منعم خاں کو بادشاہ مرحوم نے بھیجا تھا اُس نے شاہزادہ کی خدمت میں ایسی رسوخت
پیدا کی کہ شاہزادہ نے لاہور میں اپنی جاگیرات کی دیوانی بھی اُسکو عنایت کی جب عالمگیر کی علالت
اور استداد کی خبر منعم خاں کو معلوم ہوئی تو اُس نے بار بردار و اسباب سفر مہیا کیا اور جنگ سلطانی
کے لیے اونٹوں کی قطاریں اور توپ کشی کے لیے بیل اور ضروری ما یحتاج براہ لاہور اور پشاور
سے چھپے چھپے جمع کیے کہ بروقت کام آئیں پشاور میں ۲۷۔ ذی الحجہ کو بادشاہ کے مرنے کی
شاہ عالم کو معلوم ہوئی۔ وہ اُسی روز کوچ کی فکر میں ہوا۔ اور امیروں تابینوں کی طلب میں فرمان
بھیجے اور کوچ کیا۔ لاہور کے نزدیک منعم خاں چالیس لاکھ روپیہ لے کر شاہ عالم کی خدمت
میں اور تسلیمات سلطنت بجا لایا۔ شاہ عالم نے بھی اُس کو وزارت کی بہار کبا دی۔ سلخ محرم
۱۱۲۳ھ کو نواح لاہور میں مقام کر کے اپنے خطبہ اور سکہ کا حکم دیا اور اُمرا نذر نیاز کے ساتھ

تسلیمات مبارکباد بجالائے۔ شاہ عالم نے حکم دیا کہ روپئے کے وزن میں نیم ماشہ بڑھا کر
نام کا سکہ لگایا جائے۔ مگر ارباب طلب کی تنخواہ میں دو دستہ پہلے ہی سکے کے وزن کے
ہوتی اِس لیے یہ سکہ رائج نہ ہوا۔ یہاں اِس کا بیٹا محمد معزالدین صوبہ دار ملتان بھی آگیا
بست و پنجہزار پانزدہ سوار کا منصب عنایت ہوا۔ اور محمد عظیم کی ہیجدہ ہزاری پانزدہ سو
خاصبانہ عطا کیا اور اُس کو حکم دیا کہ وہ اکبرآباد میں بنگالہ سے آئے۔ بہت امیروں کو منصب عنایت
اور خزانہ لاہور سے چالیس لاکھ روپیہ لیکر کوچ کیا سہرند میں اٹھائیس لاکھ روپیہ وزیر خاں صوبہ
سہرند نے پیشکش میں دیئے۔ شاہ عالم اواخر صفر میں شاہجہان آباد کے حوالی میں آیا۔ بادشاہ
محمد عظیم عظیم الشان بیس ہزار سوار لے کر محمد بیدار بخت کے پہنچنے سے پہلے اکبرآباد میں آگیا
مختار خاں صوبہ دار کو مغلوب و بے دخل و محصور کر کے اِس کا مال ضبط کیا۔ باقی خاں تحویل
خزانوں کی کنجیاں کے سپرد کرنے کا حکم دیا۔ قلعہ دار نے خزانے کے سپرد کرنے میں یہ عذر
اگرچہ قلعہ اور خزانے دونوں وارث تاج و تخت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن جو پہلے آجائیگا
خزانے کی کنجیاں اور قلعہ سپرد کردونگا۔

جب شاہزادہ کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ مختار خاں قید ہوا اور باقی خاں
تسخیر تو شاہ عالم نے شادیانے بجانے کا حکم دیا۔ شاہجہاں آباد سے تیس لاکھ روپیہ لے کر
ربیع الاوّل میں اکبرآباد کی طرف کوچ کیا اور وسط ماہ مذکور میں وہ باغ دہرہ نواح اکبرآباد
باقی خاں قلعہ دار نے قلعہ اور خزانوں کی کنجیاں۔ بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیں
نے خزانہ میں یہاں چوبیس کروڑ روپیہ جمع کیا تھا جس میں سے مہم دکن میں
نے بہت روپیہ خرچ کیا بعد اِس خرچ کے نو کروڑ روپیہ سوائے طلا آلات و نقرہ
کے باقی تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ تیرہ کروڑ روپیہ تھا اس میں اشرفی
کہ سو تولہ سے پانچ سو تولہ تک مخصوص انعام مسکوک سے تھا اور بارہ سو
اشرفیاں محمد اکبر شاہ کی بھی موجود تھیں۔ شاہ عالم نے حکم دیا کہ چار کروڑ

[illegible] خزانہ سے نکالی جائیں۔ تین شاہزادوں میں سے ہر ایک کو جو ہمرکاب ہیں تین تین [illegible] دیا جائے۔ تین لاکھ روپیہ خاں زمان بہادر کو مع پسروں کے اور ایک لاکھ روپیہ سادات [illegible] ایک لاکھ روپیہ آغرخاں اور اُس کے ہمراہی مغلوں کو اور اسی طرح اور بندہ ہائے بادشاہی [illegible] رکاب ہیں اور نوکران سابق کو آٹھ نو مہینے کی طلب اور نئے ملازموں کو دو ماہہ اور توپ خانہ [illegible] کارخانوں کے ملازموں اور خدمۃ محل کو سہ ماہہ دیا جائے۔ اور ایسے ارباب طلب اور صاحب [illegible] درویشوں کو بہت روپیہ دیا گیا۔ یوں دو کروڑ روپیہ تقسیم کیا گیا۔ خاں زماں کو پنج ہزاری [illegible] سوار کا منصب ملا اور وزارت حوالہ کی اور صاحب السیف والقلم وزیر با فرہنگ جملۃ الملک بہادر [illegible] کا خطاب دیا۔ فوج کا ہراول مقرر کیا۔ اور فوج بندی کی ترتیب دی۔ جرانغار و برانغار و قلب [illegible] قول میں امرائے کارزار نامور مقرر کئے۔ آغرخاں کو قراول مقرر کیا۔ بادشاہزادہ محمد عظیم [illegible] کروڑ روپیہ اور ایک قول کے موافق گیارہ کروڑ روپیہ صوبہ بنگالہ کا زر فراہم شدہ ساتھ لایا تھا [illegible] تیس ہزار سوار کی موجودات باپ کو دکھائی۔ قیاساً اسی ہزار سوار تھے۔

محمد اعظم شاہ توپخانہ اور پینتیس ہزار سوار موجودی کو بحساب فوج بندی اسی نوے ہزار سوار [illegible] ہمراہ لے کر بھائی سے لڑنے چلا۔ اگرچہ وہ عطائے اضافہ و ترقی مراتب اور عنایات سے [illegible] قلوب کرتا تھا لیکن تقسیم دادنی و طلب سپاہ و عطائے مساعدۃ و انعام نقد میں بسبب [illegible] کے امساک کو کارفرما ہوتا۔ اُس کو اپنی تنوری کا غرور اتنا تھا کہ وہ عدم احتیاج لشکر [illegible] ثانی کی نامردی کے باب میں کلمات درشت زبان پر لاتا۔ فی الحقیقت اس قدر خزانہ بھی اس [illegible] تھا کہ وہ کشادہ پیشانی سے خرچ کرتا۔ علاوہ اس کے درشت گوئی اور کج خلقی کا رویہ اس کا [illegible] جس سے ہمراہیوں کی خواہش خاطر اور دل افسردگی ہوتی۔ محمد اعظم گوالیار میں آیا۔ یہاں [illegible] معلوم ہوا کہ شاہ عالم اور محمد عظیم بڑے لشکر کے ساتھ اکبرآباد میں موجود ہیں۔ اپنی سگی بہن زینب النسا [illegible] حاصل اسباب کو قلعہ گوالیار میں چھوڑا۔ کچھ روپیہ پیادہ میں تقسیم کیا اور شاہزادہ بیدار بخت کو ہراول [illegible] پچیس ہزار سوار لے کر اکبرآباد کی طرف متوجہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ محمد اعظم کے ساتھ پچاس ہزار

سوار تھے لیکن یہاں خزانہ کی تنگی کے سبب سپاہیوں کے زر دینے میں امساک ہوتا تھا
ثانی میں زر پاشی اور گنج بخشی کی شہرت تھی۔ اکثر سپاہ اور تمن دار بانام ونشان متفرق ہو کر
محمد عظیم الشان کی طرف چلے گئے۔

کہتے ہیں کہ محمد اعظم شاہ کے گوالیار میں آنے کی خبر جب شاہ عالم کو ہوئی۔ اُس نے
یہ نامہ نصیحت آمیز بھیجا کہ پدر بزرگوار نے اپنے خط مبارک سے وصیت نامہ تقسیم ملک کے باب میں
دکن کے کل چھ صوبوں میں چار صوبے مع صوبہ احمد آباد کے تم کو دیئے جائیں۔ ان کے
ایک دو اور صوبے تمہاری تواضع کرتا ہوں اور یہ نہیں چاہتا کہ مسلمانوں کی خوں ریزی ہو
کے نزدیک ایک ایک مسلمان کے ناحق خون کے کفارہ میں خراج ملکی دیں تو اُس کی
باپ کی وصیت کے موافق راضی ہو کر فساد و آشوب کے دفع میں کوشش کرو اور یہ بھی کہتے ہیں
یہ پیغام دیا کہ اگر زیادہ طلبی اور بے انصافی سے ہاتھ نہ اٹھاؤ گے اور باپ کے ارشاد کے موافق
مجازی ہے اور جس نے خداوند حقیقی کے حکم کے موافق وصیت کی ہے اس پر راضی نہ ہو گے
تہوری کے اظہار کے لئے شمشیر خلاف غلاف سے نکالو گے تو کیا لازم ہے کہ ملک فانی کے
باہم نزاع ہے ہم تم اپنی شامت سے ایک عالم کو زیر تیغ لائیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم تم بہ نفس
معین میں مقابلے میں آئیں ؎

بہ بینیم کز ما بلندی کراست

بادشاہ حقیقی کس کی اعانت کرتا ہے۔ تم اپنی تلوار کے مقابل میں کسی دوسرے کی حقیقت
تمہارے لئے اس کارزار میں فائدہ ہے۔ پھر دیکھئے واہب بے منت کس کی یاوری کرتا ہے

محمد اعظم کی شجاعت مشہور تھی۔ شاہ عالم تا بمقدور جنگ میں اقدام نہیں کرتا تھا اور
خوں ریزی پر راضی نہیں ہوتا تھا لیکن دشمن کے ساتھ کارزار اور مقابلے میں اُس کی
اور حوصلہ میں خلل نہیں پڑتا تھا۔ کبھی کبھی وہ یہ کہا کرتا تھا کہ ہمارا بھائی شجاعت و پردلی میں
رکھتا ہے کہ شاید حملہ اول میں تیز جلوی سے اپنے تئیں تہلکہ میں ڈالے اور اغلب ہے

[illegible] آرزوے سلطنت اپنے ساتھ لے جائے۔

[illegible] جب بڑے بھائی کا یہ نامہ و پیغام اعظم شاہ پاس پہنچا تو برآشفتہ ہوکر اُس نے [illegible] عقل و ہوش باختہ نے گلستاں بھی نہیں پڑھی جس میں شیخ سعدی شیرازی نے لکھا ہے کہ [illegible] ہے دو اقلیم نہ گنجند دو درویش در گلیم بہ خسپند۔ اور آستین چڑھا کر یہ شعر پڑھا ؎

چو فردا بر آید بلند آفتاب
من و گرز و میدان و افراسیاب

جب بہادر شاہ کے جاسوسوں نے خبر دی کہ محمد اعظم شاہ کی فوج کا ہراول آب چنبل پر جو [illegible] ٹھارہ کوس ہو آگیا ہے اور وہ اس دریا پر تصرف کرنا چاہتا ہے تو اُس نے حکم دیا [illegible] خاں و صف شکن خاں داروغہ توپ خانہ اور آغر خاں قراول جاکر معبر آب پر تصرف کریں [illegible] کی فوج کو دریا سے نہ اُترنے دیں۔ ان دنوں میں شاہ عالم سے عرض ہوا کہ محمد اعظم شاہ چاہتا [illegible] کی طرف کے گھاٹ سے اُتر کر آئے اور اکبرآباد کو پشت کی طرف چھوڑ کر مقابلہ کرے [illegible] نے حکم دیا کہ سراے حاجو کے نزدیک پیش خیمہ کھڑا کیا جائے۔ رستم دل خاں اور دو تین امیروں [illegible] غیم کی فوج کی خبر متواتر پہنچاتے رہیں اور آپ شکار کے لئے سوار ہوا۔ شاہزادہ محمد عظیم [illegible] یہ کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ مستعد جنگ رہے اور فوج خصم کے ساتھ مقابلہ میں مشغول ہو [illegible] کو مامور کیا کہ فوج بندی میں مشغول ہو اور ہر وقت محمد عظیم کی کمک کرے اور ایسی باتی [illegible] کو جرانغار و برانغار و ملتمش مقرر کیا اور ہر ایک کو ایک ایک طرف بھیجدیا کہ وہ [illegible] سے کارزار کے لئے مستعد رہے۔

محمد اعظم خاں نے اپنی فوج کی آرائش کی اور از راہ تہوری جیسے شیر غراں گوسفندوں کے [illegible] طرف جاتا ہے وہ شاہ عالم کی فوج کی طرف چلا۔ شاہزادہ بیدار بخت نے سبقت کرکے [illegible] بہادر شاہی پر حملہ کیا اور اُس کو آگ لگا کے جلا دیا۔ تھوڑی سی فوج جو مقابل آئی اُسکو [illegible] عظیم الشان کہ مقدمۃ الجیش پر تھا وہ کچھ آگے چلا اور باپ کا انتظار کیا جو شکار [illegible]

میں مشغول تھا۔ جب باپ کو یہ خبر ہوئی تو وہ مع شاہزادہ محمد معزالدین اور تمام ارکان دولت
فرزند کی مدد کو آیا۔ مخالفوں کے دفع کرنے میں جرأت کی۔ اعظم شاہ نے بڑے بیٹے
مقدمۃ الجیش بنایا اور بادشاہزادہ والاجاہ کو دست راست پر تعین کیا۔ شاہزادہ صغ
کہ خردسال تھا اپنے ساتھ ہاتھی پر بٹھایا۔ مقدر یہی تھا کہ ہندوستان کی سلطنت بہادر شاہ کو ملے
اس اثنا میں ایسی تند ہوا اعظم شاہ کی فوج کے منہ پر اور مخالف کی پشت پر چلنی شروع ہوئی
گویا دولاتی تھی۔ ذوالفقار خاں نصرت جنگ نے ازراہ دولت خواہی عرض کیا کہ اب دوپہر
ہوا بھی تند چل رہی ہے اور آصف الدولہ اسد خاں اور آتش خانہ گراں گوالیار میں ہیں
جنگ میں قدم رکھنا صلاح وقت نہیں ہے اور اسی قدر غلبہ کو کہ خصم کے پیش خیمے کو بھگا
آدمی کو منہزم کیا ہے۔ فتح سمجھ کر اپنے خیمے میں نزول فرمائیں۔ کہ کل لشکر اور اسباب
خاطر جمع سے مخالف پر تاخت کرینگے۔ اعظم شاہ کو شجاعت اور رفقاے قدیم پر
اُس کے جواب پر ملتفت نہیں ہوا اور جب دوبارہ اُس نے کہا تو خشونت سے یہ جواب
تم اپنی جان بچاکر جہاں چاہو چلے جاؤ۔ ہم تو اس گل زمین سے ہل نہیں سکتے۔ بادشاہ
لئے تخت ہے یا تختہ۔ سپہ سالار نے کہا کہ جب حضور بندہ کی سنتے نہیں تو میں رخصت
اعظم شاہ نے اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ ذوالفقار خاں اپنے باپ آصف الدولہ اسد خاں
بنگاہ میں پیچھے تھا چلا گیا۔ اعظم شاہ نے اپنی پہلی طرح ستیز و آویز میں اصرار کیا۔ دوڑتا
چڑھا۔ مقابلہ سے مقاتلہ پر نوبت آئی۔ طرفین کے پردلوں نے مردی اور مردانگی کی
مقابل کی ہوا کی شدت نے اور گرد و غبار کی کثرت نے عرصۂ کارزار کو آدمیوں کی آنکھ
تیرتا۔ یک گیا کہ قریب سے بھی حریف و رفیق میں تمیز نہیں ہوتی تھی۔ جو تیر اعظم شاہ
آتا تھا وہ ہوا کی مدد سے محمد اعظم کے لشکر کے زرد و بکتر کے پار جاتا تھا۔ اور سنگ ریزہ
سے اڑکر اس لشکر میں آتا تھا وہ چھرّہ کی طرح چہرہ پر لگتا تھا۔ اور برخلاف اس کے
لشکر محمد اعظم شاہ سے پھینکا جاتا تھا ہوا کی مخالفت سے فوج خصم میں پہنچتا ہی نہ تھا

...تا تھا۔ اس گرد و باد نے اعظم شاہ کے لشکر کی آنکھوں کے آگے جہان کو سیاہ کر دیا تھا۔ باوجود
...فوج کے غلبہ کے اولاد مغلیہ میں محمد اعظم شاہ کے حملہائے رستمانہ نے کارنامۂ بہادری پر زخمہائے
...سے سکہ دہر تستم بہادری کو لگایا۔ ایسی کوشش کی کہ آج کے دن تک یہ جنگ ہندوستان
...ضرب المثل کے ساتھ مشہور ہے۔ اس اثنار میں منور خاں بہادر اور خان عالم بہادر دکھنی نے کہ
...کے رئیس اور شجاعت و قوت میں جمہور میں مشہور تھے یہ کہا کہ ہم میدانِ رزم کو مجلس شادی
...تصور کی جانتے ہیں اور لباس زرتار پہنتے ہیں ہمارے پانچ ہزار سوار اپنے سرداروں کے
...دستار زرتار بادلہ سر پر پہنے ہوئے اپنی خوں فشانی پر اور اعدا کی جاں ستانی پر مستعد
...ہیں۔ اعظم شاہ پاس آن کر انہوں نے عرض کیا کہ ہم کو سواری اسپ کا حکم ہو کہ ہم اپنے
...کو لے جا کر میدان داری کی راہ و رسم اور گھوڑوں کی جولانی اور اعدا کی جاں ستانی اور ولی نعمت
...سر بازی دوست دشمن کو دکھلائیں۔ اعظم شاہ اُن کے مخالفوں کی بدگوئی کے سبب سے
...بد گمان تھا اُس نے قبول نہیں کیا۔ اُس نے اُن کو ہاتھیوں پر جن کے فیل بان سرکاری
...بٹھائے رکھا۔ مجبور سواری فیل مع ہمراہیوں کے لشکر محمد اعظیم کے ہراول سے لڑے۔
...علی خاں وغیرہ اولاد سید میاں مخاطب عبداللہ خاں اپنی جمعیت کے ساتھ اُن کے روبرو آئے۔
...کے بہت رفیق کشتہ و زخمی ہوئے۔ حسن علی خاں اور اُس کے بھائی اور اکثر ملازم زخمہائے کاری
...خوں میں غلطاں ہوئے۔ خان عالم چند آدمیوں کے ساتھ عظیم الشان کے ہاتھی کے مقابل
...جس کو ہندی میں تلم کہتے ہیں ایسا مارا کہ اُس کی اَنی ہاتھی کے ہودہ کے پیچھے کے تختہ
...ہوئی۔ عظیم الشان پہلو تہی کر کے بچ گیا۔ خان عالم کو عظیم الشان کے رفقا نے مار ڈالا۔ اس حال
...بیدار بخت جو اعظم شاہ کا مقدمۃ الجیش تھا اس جہان فانی سے گزرا اور اُس کے بعد والاجاہ
...جاودانی کو دوڑا۔ اعظم شاہ نے اپنے بیٹوں کے مرنے کی خبر سن کر علی الخصوص بیدار بخت کی
...کو وہ بہت ہی عزیز رکھتا تھا آہِ سرد دلِ پُر درد سے کھینچی اور کہا کہ اب مجھے زندگی و فتح و ظفر کا
...ہے۔ میرے ہاتھی کو بھائی کے ہاتھی کے مقابل لاؤ۔ دوسری طرف سے کامگار اعظم شاہ پر تیر اندازی

کیا کرتے تھے۔ مینہ برساتے تھے۔ اس سبب سے اعظم شاہ کے اکثر ملازم مقتول و مجروح ہوئے
باوجود اس کے اعظم شاہ اپنی شجاعت و استقلال کو نہیں چھوڑتا تھا۔ مخالف کے سر پر حملہ
بڑی جرأت سے تیر چھوڑتا تھا۔ اور شاہزادہ عالی تبار کو کہ ہمراہ تھا شفقت اور مہربانی سے
نیچے سلام رکھا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ دن سے کم دن باقی تھا کہ اعظم شاہ کے رفقائے معتبر مثل
قطب خاں و تربیت خاں و منور خاں و راجہ رام سنگھ و راجہ دلیپ سنگھ وغیرہ کشتہ ہوئے
کے لشکر کو شکستِ فاش ہوئی اور وہ خود بھی زخموں سے چور ہوا سکرات کی حالت میں گر پڑا
رستم دل خاں نے اعظم شاہ کے ہاتھی پر سوار ہو کر اُس کا سر جدا کیا۔

جب رستم دل خاں محمد اعظم کا سر بہادر شاہ پاس لایا تو اُس کو اپنے دامن سے
اُس کے رخسارہ خون آلود پر غضب سے چکنہ بھرا۔ اور شاہ عالم کے ہاتھی کے پاؤں تلے
اور مبارک باد دی۔ بہادر شاہ نے اُس کی طرف تند نگاہ سے دیکھا اور آنکھوں میں
پیچھے چاروں شاہزادے و خان خانان مع بیٹوں اور امیروں کے دست و زبان سے تعظیم
بجالائے۔ آصف الدولہ اور اُس کے بیٹے ذوالفقار خاں کے ہاتھ دست مال سے بندھے
تھے۔ بہادر شاہ نے مہربانی کر کے آگے بلایا اور خود اپنی جگہ سے اُٹھ کر آصف الدولہ
اپنے ہاتھ سے کھولے اور ذوالفقار کے ہاتھ اپنے بیٹے معزالدین سے کھلوائے۔ پدرانہ
تسلی خاطر کی خلعت ملبوس خاص عنایت کیا۔ آصف الدولہ اسد خاں سے معانقہ کیا
کی اجازت دی منصب نہ ہزاری ہفت ہزار سوار دیا۔ اور اجازت دی کہ اُس کی سواری
پالکی غسل خانہ کے دروازہ تک وہاں آیا کرے جہاں شاہزادہ کی نالکی آتی ہے
کے روبرو وہ اپنی نوبت بجوائے۔ اور وکالت کل کا عہدۂ جلیل القدر عنایت کیا
نے خطاب جملۃ الملک اور وزارتِ اعظم کا عہدہ پایا۔ اور اکبرآباد کی صوبہ داری ضمیمہ
ہوئی۔ اور حکم ہوا کہ وہ کچہری میں آصف الدولہ کے دائیں طرف بیٹھا کرے اور کاغذات
اپنی مُہر آصف الدولہ کی مُہر کے نیچے لگایا کرے۔

بہادر شاہ کی سلطنت کا استقلال

شہزادہ عالی تبار پر ترحم کیا۔ اور مادام الحیات اپنے بیٹوں کی طرح رکھا۔ اور عزت و احترام کے
ساتھ خان کیا۔ بیٹوں نے مصلحتاً ممانعت کی تو جواب دیا کہ اگر سلطنت کے لئے اندیشہ
ہے تو تم میرے بڑے دشمن ہو۔ اور وہ میری سلامتی کا خواہاں ہے۔

شاہ عالم نے ایک مختصر سا خیمہ کھڑا کیا۔ اور دو رکعت نماز شکر ادا کی۔ پھر عالی تبار اور محمد بیدار بخت
بیدار دل وغیرہ کو بلایا اور سب کو گلے لگایا۔ پدرانہ دست شفقت اُن کے سر پر رکھا اور
کی طرح پالنے کا قصہ اُن کو سنایا۔ پردگیان مغموم کو پیغام تسلی دیا و پرسہ ماتم کیا۔ خانخانان
سے ملایا اور فرمایا کہ جو کچھ مجھکو ملا وہ آپ کی سعی و تردد و جانفشانی سے ہاتھ آیا۔ حکم دیا کہ محمد اعظم اور
عزت پناہ آراجاہ کی لاشوں کو غسل و کفن کے بعد ہمایوں کے مقبرہ میں مدفون کریں۔ دوسرے روز
خانخانان کی عیادت کو جس کے زخم لگا تھا تشریف لے گیا اور اُس کو خان خانان بہادر ظفر جنگ
سے مخاطب کیا۔ ایک کروڑ روپیہ نقد و جنس انعام دیا کہ ابتدا عہد تیموریہ سے کسی بادشاہ
نے کسی لشکر کے ساتھ ایسی رعایت و بخشش نہیں کی اور ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کا منصب دیا
خانخانان نے جو دس لاکھ روپیہ کی پیش کش دی تھی اُس میں سے ایک لاکھ روپیہ
اور منعم خاں پسر کلاں خانخانان کو خان زمان بہادر سے مخاطب کیا۔ پنج ہزاری پنج ہزار سوار
منصب اور بخشی سوم کا خلعت دیا۔ اور چھوٹے بیٹے کو خانہ زاد خاں بہادر کا خطاب دیا اور چار ہزار
سہ ہزار سوار کا منصب دیا۔ اور چاروں شاہزادوں میں سے ہر ایک کو سی سی ہزاری ہشت ہزار سوار
منصب دیا۔ محمد معز الدین سب سے بڑے بیٹے کو جہاندار شاہ کا اور محمد عظیم کو عظیم الشان بہادر اور
قدر کو رفیع الشان اور نجبتہ اختر کو جہان شاہ بہادر کا خطاب دیا۔

بہادر شاہ کی فتح کی اور محمد اعظم شاہ کے کشتہ ہونے کی خبر جب گوالیار میں آئی تو خیمے
میں ایک ماتم حشر برپا ہوا۔ امیر الامرا اسد خاں نے اعظم شاہ کی سگی بہن زیب النسا بیگم کی خدمت
میں تعزیت کی مراسم ادا کیں۔ اور اُس کو اور سب کارخانوں کو لے کر گوالیار سے بادشاہ کی خدمت
میں آیا۔ زیب النسا بھائی کے ماتم کا لباس پہنے رہی اور آداب تعزیت نہیں بجا لائی۔ یہ امر بادشاہ

کو ناگوار تو ہوا مگر چشم پوشی کی اور بیگم کا سالیانہ مقررہ مضاعف کیا اور خدمہ محل محمد اعظم
ہر ایک کے فراخور حال یومیہ مقرر ہوا۔ اور شاہجہان آباد روانہ کیا۔

بہادر شاہ نے عہد کیا تھا کہ اگر خدا اُس کو بادشاہی دے گا تو وہ کسی سائل کا سوال
کرے گا۔ اُس نے چھوٹے بڑوں کو لاکھوں روپیوں کے انعام سے اور بڑے بڑے
اور مراتب کے سہ چند و چہار چند کرنے سے اور جواہر و فیل کے عطا سے کام روا کیا۔ اُس نے
مامور اور مختار کیا تھا کہ ہر کام کے حسن و قبح کو سمجھ کر انتظام سلطنت کے لئے جو بہتر جانے
میں لائے۔ اُس کے عہد میں عمدہ خطاب و مناصب عظیمہ مبتذل ہو گئے! اور ہر کس و ناکس کو
اُن کا اعتبار جاتا رہا۔

ایک نقل دل لگی کی مشہور ہے کہ کسی پیشکار نے داروغہ کی معرفت راے کی درخواست
عظیم الشان باپ کی طرف سے صاحب دستخط تھا اُس نے توقیع کیا کہ خانے یہ ہر خانہ رائی
بپاکس خاطر شما ایں گیدی ہم راے باشد۔ اس کا خطاب گیدی راے مشہور ہو گیا جس کے
وہ بڑا جز بز ہوا پیش کش میں روپیہ دے کر اس فضیحت سے رستگاری چاہتا تھا لیکن کچھ خانہ
مرتے دم تک یہی خطاب رہا

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ بادشاہ نے اسد خاں کو وکیل مطلق اور منعم خاں کو وزیر مقرر کیا
بادشاہوں کے زمانہ میں وکیل مطلق کو وزیر کے عزل و نصب کا اختیار ہوتا تھا اور ارکان سلطنت
وکیل کے قبضۂ اقتدار میں ہوتے تھے۔ بعض مفتریوں نے خلوت میں بادشاہ کی خاطر نشان کیا کہ
اعظم شاہ کا رفیق شفیق اور مصلحت میں شریک۔ امیر الامرا تھا تو اُس کے جواب میں
کہ اگر دکن میں میرے بیٹے بھی ہوتے تو تقاضائے مصلحت یہ تھا کہ اپنے عموی کی رفاقت
کرتے۔

گو اسد خاں وکیل اور منعم خاں وزیر تھا مگر ان دونوں میں مراتب وکالت اور وزارت
تعلقات نہیں۔ چاہیئے تھا کہ آصف الدولہ جب دیوان کرتا تو خان خانان اور امرائے

امیر الامرا اسد خاں اور وزیر کا خطاب

[illegible] آنکر مجرا کرتا اور کھڑے ہو کر کاغذوں پر دستخط کراتا۔ ایسا کرنا منعم خاں کو ناگوار تھا۔ آصف الدولہ [illegible] آرام طلب تھا۔ اور عالمگیر کے سفر دائمی سے زندگانی کی لذات سے متمتع نہیں ہوتا تھا تو [illegible] یہ ٹھہری کہ پدر کی نیابت وکالت صمصام الدولہ سرانجام دے اور آصف الدولہ نواب [illegible] بیگم کو اپنے ساتھ لے کر دارالخلافہ شاہجہاں آباد کو آجائے اور ایام پیرانہ سالی کو بغیر سفر دائمی [illegible] کے فراغ خاطر سے بسر کرے۔ آصف الدولہ کی مہر پر وانوں و اسناد مالی و ملکی پر صدر وزارت [illegible] گئی تھی۔ مگر اس کے سوا، کوئی اور دخل امور سلطنت میں اس کو اصلا نہ تھا۔ خان خانان نے [illegible] وزارت کو بہت نیک نامی اور نیک نفسی و بے طمعی و استقلال سے سرانجام دیا۔ اجرائے کار [illegible] میں اس درجہ کوشش کی کہ دیوان میں بیٹھنے کے وقت سزاول تعین کئے کہ آج کے ارباب [illegible] کے کاغذ اور دستخط دوسرے روز کے لئے باقی نہ رہیں اس نے بڑی نیک نامی اور ثواب [illegible] حاصل کیا کہ اورنگ زیب کے عہد میں اختہ بیگی اور متصدیوں نے یہ مقرر کر رکھا تھا کہ خوراک دوآب [illegible] تمام کرنا منصب داروں کے ذمے لازمی تھا۔ منصب داروں کا یہ حال تھا کہ مشکل سے ان کو [illegible] تھی۔ یک انار صد بیمار۔ بادشاہ نے خود ان کے لئے دستخط کئے تھے۔ جب ان کے [illegible] کو تعہد کر کے خرچ دوآب طلب کرتے تھے تو وہ بادشاہ سے فریاد کرتے تھے تو داروغہ [illegible] اختہ بیگی بادشاہ سے ایسی باتیں لگا دیتے تھے کہ وہ ان کی سنتا نہ تھا۔ اس بدعت [illegible] تک نوبت آئی کہ وکیل وکالت سے استعفا دینے لگے۔ شاہ عالم کے عہد میں خانخانان [illegible] کیا کہ تنخواہ (نقد) جاگیر کے منصب داروں کو دی جائے اور دوآب کی خوراک کے [illegible] کل آمدنی میں سے منہا کئے جائیں اور باقی کو تنخواہ میں محسوب کریں۔ اس صورت [illegible] کا مسالہ منصب داروں کے سر سے اٹھ گیا۔ فی الحقیقت خوراک دوآب کے معاف [illegible] ہو گیا۔

[illegible] خان کے مزاج میں تصوف غالب تھا۔ علم سے بھی بہرہ تھا اس نے ایک کتاب [illegible] تصوف میں تالیف کی اس کا نام الہامیہ رکھا۔ بعض مقدمات و فقرات اس کے

متکلمین کے نزدیک شرع کے خلاف تھے۔

خافی خاں لکھتا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ روپیہ و اشرفی کے سکہ میں نظم نہ ہو نثر عبارت میں شاہ عالم بادشاہ اور نام بلدہ لکھا جائے اور خطبہ میں حکم دیا کہ نام نامی شاہ عالم لفظ سید کے پڑھا جائے۔ اگرچہ از روئے تاریخ ابتدار سلسلہ صاحبقران سے بلکہ شروع سلطنت غوریوں سے اسم سیادت بادشاہانِ سلف میں سے کسی کے نام کے ساتھ خطبہ میں اور حسب و نسب کے ذکر میں نہیں ہوا۔ ہاں خضر خاں جب وہ دہلی کی سلطنت پر کام روا ہوا تو روایت ضعیف کی دلیل سے اُس کے عہد کے مورخوں نے اُس کو سید بنایا۔ مگر اُس کے جد و آباے کی اصل اور اُن کے ملک سے اُس کی قوم افغان معلوم ہوتی ہے۔ اس مورخ کے نزدیک خضر خاں سید نہ تھا۔ لیکن نے ایک اور ہی دلیل سے اپنے تئیں سید بنایا۔ اگرچہ اس میں اختلاف اقوال سُنا گیا۔ لیکن مجمل خامہ صدق بیان کرتا ہے کہ سید میر حضرت غوث الاعظم کی اولاد میں تھا اور جد مادری اور پہاڑوں میں جو توابع کشمیر سے تھے گوشہ نشین ہوا تھا۔ راجہ کشمیر اُس کا مرید و معتقد ہو بیٹی کو سید شاہ میر کی خدمت میں بھیجا۔ سید نے اُس کو مسلمان کر کے نکاح کیا۔ اُس سے ایک ایک بیٹا پیدا ہوا۔ سید بیت اللہ چلا گیا۔ پھر اُس کا پتا نہ لگا کہ کیا ہوا۔ اسی پہاڑ میں اُس کی پرورش میں راجہ نے بھی کوشش کی۔ اہل اسلام سے اُن کو پیوند نہ دیا۔ جب شاہجہان سے اُس کی لڑکی کی باج و خراج کے ساتھ درخواست کی تو راجہ نے اُسی سید کی دختر کو سیرت و ذکا میں موصوف تھی تحف و پیش کش کو اُس کا جہیز بنا کے روانہ کیا۔ شاہجہان نے معلمانیاں اُس کے واسطے مقرر کیں اور زبانوں سے آشنا کیا۔ اورنگ زیب شاہزادہ نے نکاح کیا۔ نواب بائی بیگم اُس کا خطاب ہوا۔ اُس کے بطن سے شاہ عالم بہادر شاہ پیدا ہوا۔ میں طرح طرح کی خوبیاں اور وصف تھے اور سرائے فرد اپور وسط سرحد خاندیس میں کہ پاے واقع ہے اُس کو جاگیر ملی تھی۔ اورنگ آباد میں بائی جے پورہ اُس کا آباد کیا ہوا ہے۔ پس صورت سے شاہ عالم کی سیادت ماں کی طرف سے ثابت ہوتی ہے۔

اجیت سنگھ اور دوسرا راجپوت جلوس سال اول ۱۱۱۷ھ

اکبرآباد میں ۱۱۱۹ھ میں سلخ رجب کو بادشاہ کا وزن قمری ہوا۔

بادشاہ نے اودے پور و جودھ پور کی طرف کوچ کیا۔ صوبۂ اجمیر و پرگنات و اطراف جودھ پور کے اخبار نویسوں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ راجہ اجیت سنگھ پسر راجہ جسونت سنگھ جو درگاداس کے بہکانے سے اورنگ زیب سے برگشتہ ہوگیا تھا اُس نے بادشاہ کے مرنے کے بعد از سرِ نو سرکشی اور سرکشی کا طریقہ اختیار کیا۔ مسلمانوں کو ایذا پہنچائی اور گاؤکشی کو منع کیا اذان دینے کی ممانعت کی۔ اُن مساجد کو ڈھایا جو اورنگ زیب کے عہد میں بت خانوں کو مسمار کرکے بنی تھیں اور نئے نئے معبد خانے بنانے شروع کئے۔ رانائے اودیپور کی فوج اور اپنے خسر جے سنگھ راجہ کی طاقت کے زوروں سے ایسا مغرور ہوا کہ قبل از فتح اور بعد از جلوس بادشاہ نہ آیا۔ اس لئے شعبان ۱۱۱۹ھ راجپوتوں کی گوشمالی پر بادشاہ متوجہ ہوا۔ اور انیرو وطن جے سنگھ کی راہ سے چلا ہوا۔ اجمیر اور چتوڑ کے درمیان خیمہ زن ہوا کہ رمضان شریف آگیا۔ مقامات کا حکم دیا۔ جو کہ پائمال و غارت کرنے کے لئے فوج کو بسر فوجی شاہزادہ عظیم الشان اور ہراول جملۃ الملک خانخانان بہادر و صمصام الدولہ مقرر کیا۔ جب لشکر شاہی نے ملک و مال و جان و عیال کی خرابی کی اور راجپوتوں اور رعایا کے زن و فرزند کو اسیر کیا اور آباد قصبات و دہات کو جلایا لوٹا اور راجپوتوں کے صاحب فوج سردار مال و عیال و اطفال کے ساتھ دشوار گزار پہاڑوں میں داخل ہوئے جو اشجار خاردار سے پُر تھے۔ اجیت سنگھ اور اُس کے معاونوں نے جانا کہ جان سلامتی اور مال و عیال امان انقیاد اور اطاعت میں ہے تو اُنہوں نے خان خانان اور راجہ سبھا سنگھ کے ذریعہ سے خان زمان کی طرف رجوع کی اپنی عاجزی ظاہر کرکے امان چاہی اور عبودیت قبول کی اور التماس کیا کہ خان زمان و قاضی القضات قاضی خاں جودھپور میں آکر مساجد کی تعمیر اور بت خانوں کی تخریب اور احکام شرعی کا اجرا کریں نمازیں پڑھیں۔ اذانیں دیں گائیں ذبح کریں۔ ارباب عدالت مقرر کریں جزیہ کے احکام مقرر کریں اور ہمارے اعمال کو معاف کریں اور جودھپور اور اُس کے معمورہ میں ارباب عدالت قاضی و مفتی اور مساجد میں امام و موذن مقرر کریں

اجیت سنگھ وجے سنگھ باتفاق درگا داس بادشاہ پاس آئے اُن کے قصور معاف ہوئے خلعت و فیل و شمشیر و یدم عنایت ہوئے۔

جشن سال دوم ۱۱۱۹ھ شہزادہ کام بخش

۱۸ ذی الحجہ کو جلوس کے سال دوم کا جشن بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ محمد کام بخش کو نامۂ محبت افزا اور فرمان نصیحت و تسلی آمیز اس مضمون کا لکھا جائے پدر بزرگوار نے صوبۂ بیجاپور کی حکومت تم کو دی تھی۔ ہم برادرانِ عالی قدر کو دونوں صوبوں اور حیدرآباد کو مع ان کے توابع و لواحق کے دیتے ہیں بشرطیکہ فرمانیان سابق دکن کے موافق ہمارا سکہ اور خطبہ جاری کرو اور زمان قدیم سے ان دونوں صوبوں کے حکام جو سرکار شاہی میں داخل کرتے ہیں وہ بھی نور الابصار کو معاف کرتے ہیں چاہیئے کہ اس رعایت اور عنایت کا شکریہ دل اور زبان سے ادا کرو اور طریقہ سلوک و عدالت پروری و دادگستری باپ دادا کے رویہ کے موافق رعایا و ضعفا و کافۂ انام کے لئے جاری رکھو۔ اور سرکشوں کی تنبیہ راہ زنوں اور ظالموں کا استیصال پیش نہاد خاطر رکھو۔ حافظ محمد مفتی مخاطب بہ معتبر خاں کو یہ خدمت بادشاہ ۱۲ آخر ذی الحجہ میں اجمیر کو چلا گیا۔

کام بخش کا حال

کام بخش کا حال کچھ بیان کیا جاتا ہے کہ احسن خاں عرف میر منیگا نے حق میں مدعی بادشاہ سے باتیں لگاتے تھے جس سے بادشاہ کی توجہ اُس کی طرف کم ہوتی جاتی تھی وہ خفیف ہوتا جاتا تھا۔ مگر وہ سوائے طریقہ فدویت و خیر خواہی کے کوئی اور ارادہ نہ کرتا تھا۔ اور حیدرآباد کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔ حیدرآباد سے تین چار منزل پر پہنچکر رستم دل خاں صوبہ حیدرآباد سے نامہ پیغام استیام افزائے اور قلعہ گولکنڈہ کے حوالہ کرنے میں رسل و رسائل رہے قلعہ دار نے بہادر شاہ کے فرمان کا عذر کر کے قلعہ نہ سپرد کیا مگر رستم دل خاں چار پانچ ہزار سوار کام بخش پاس آیا اور احسن خاں اور اُس نے اتفاق کر کے یہ ٹھیرائی کہ قلعہ کی تسخیر میں صرف نہ کی جائے۔ حکام و عمال مقرر کر کے ملک کا بندوبست و محصول اطراف کی گرداوری کی جائے اور مداخل جاگیر کی راہ اور رسد غلہ قلعہ دار پر مسدود کی جائے۔ کام بخش کے تمام کاموں کا

حسن خاں پر تھا حکیم محمد حسن وزیر اور امیر اُس کے بگاڑنے کے درپے تھے مگر احسن خاں اپنے
صلاح کے بھروسہ اور نشۂ جوانی اور آقا کے کار میں تردد و جانفشانی کی وجود سے مدعیوں کے
سد کی اصلاح پر اصلا خیال نہ کرتا تھا۔ کبھی کبھی احسن خاں و یوسف خاں جو کام بخش کا تیر اندازی میں
شاگرد تھا اور ارشد خاں و ناصر خاں و احمد خاں و رستم دل خاں ہم داستان اور ہم دم ہو کر کار سرکار
کے مشورت کے لئے خلوت کرتے تھے اور آپس میں ضیافتیں اور تحفہ تحائف کی تواضع کرتے
محمد کام بخش کے مزاج میں ابتدا سے سودا کا اثر تھا۔ بدخواہوں کے افسوں کے پھونکنے
سے اس قدر اُس کا سودا بڑھ گیا کہ اُس نے اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی ماری۔ جس کی تفصیل
یہ ہے کہ تقرب خاں و اسد خاں و میر احمد نے محمد کام بخش کے دل نشین کر دیا کہ رستم دل خاں و
احسن خاں و سیف خاں و احمد خاں اتفاق کر کے بادشاہ دیں پناہ کو مسجد جامع میں جمعہ کے دن دستگیر
کیجئے۔ آپ اُن کا علاج جلد کیجئے۔ محمد کام بخش نے صاحب عرض کی باتوں پر غور نہ کی کہ اُس کی
تحقیقات کرتا۔ اپنے ہاتھ سے شقہ لکھ کر رستم دل خاں کو بلایا۔ وہ آیا تو اُس کو مع بیٹوں کے کام بخش
کے آدمیوں نے قید کر لیا۔ تین روز قید رکھکر اُس کو مار ڈالا۔ اور اُس کی بیوی سیدہ معصومہ کو بھی جو
لڑنے کو تیار ہوئی تھی ہلاک کیا اور سیف خاں کے ہاتھ کٹوائے جنہوں نے اُس کو تیر اندازی سکھائی
احمد خاں کو لٹا کر اُس پر گھوڑے دوڑائے۔ مظلومانہ اُس نے جان دی۔ ارشد خاں کی زبان
کاٹی اور مظلوموں کو مارا۔ احسن خاں کو لوگوں نے سمجھایا کہ بھاگ کر بہادر شاہ کی عملداری میں چلا جا
مگر احسن خاں اپنے عقیدت اور فدویت کے سبب خواب غفلت سے نہ بیدار ہوا۔ کام بخش نے
اس کا گھر بار ضبط کیا۔ دو تین مہینے تک اُس کو طرح طرح سے شکنجۂ عذاب میں کھینچا۔ پاؤ سیر کھچڑی
میں نمک زیادہ ہوتا کھانے کو دیتا وہ بھی مر گیا۔ اس کا غلبہ سودا اور وسوسۂ سفاکی اور بڑھا
جب بہادر شاہ کا ایلچی اُس پاس آیا تو بعض بدسرشت ہرزہ گو ہواخواہوں نے اُس کی خاطر
نشان کیا کہ معتبر خاں ایک جماعت سرہنگوں کی ساتھ لایا ہے اور قصد فاسد رکھتا ہے کہ اُن کو
یہاں تک لائے۔ کام بخش نے بے سوچے سمجھے حکم دے دیا کہ ایلچی کے ساتھ جتنے ہمراہی

آئے ہیں اُن کے نام لکھ کر لائیں کہ میں ہر ایک کا یومیہ نقد و خوراک مقرر کردوں۔ اس
شہرت سے حافظوں اور طالب العلموں نے ایلچی پاس آمد و رفت کر کے اپنا نام ایلچی
میں لکھا دیا۔ ان سب کو جو پچھتر آدمیوں کے قریب تھے دعوت میں بُلایا۔ اُن میں سے
آدمیوں کی جماعت کو دست بستہ ہر محلہ اور بازار میں لے جا کر تیغ سے بے دریغ قتل کر
لوگوں نے واویلا مچائی کہ ہم ایلچی کے ہمراہیوں میں سے نہیں ہیں لیکن کسی نے کچھ نہ
سعد الدین مفتی حیدر آباد سے جو ایک فاضل متدین تھا مظلوم مقتولوں کے باب میں فتوے
تو اس خدا پرست حق گو نے بے باکانہ و بے محابا جواب میں کہا کہ موافق شرع محمدی محض
سوءظن و گفتۂ مدعیان جرأت اقدام بر خوں ریزی مسلمانان نمودن باعث ندامت باز خواست
روز جزا ست۔

کام بخش کی خوں ریزی اور ظلم کے سبب سے اکثر فضلا و شرفا نے حیدر آباد کا رہنا
مال و عیال کو لے کر جہاں جان بچا سکے چلے گئے۔ جب کام بخش کو اُن کے فرار ہونے
ہوئی تو اطراف شہر میں چوکی مقرر کی۔ ایلچی کو ذلیل کر کے مقید کیا۔ بہادر شاہ کے نام لطف
جواب میں کلمات خصومت انگیز لکھے۔ جو بہادر شاہ نے اپنی مہربانی کا جواب نامہربانی
تھم کام بخش کے لئے چلا اور جب اجین کے قریب آیا تو راجہ جے سنگھ اور اور راجپوتیہ جو
میں آ کر بادشاہ کے ہمرکاب ہوئے تھے۔ بادشاہ کے قریب شکار کے بہانے سے سوا
اور جو اسباب اُٹھا سکے اُس کو اُٹھایا، پُرانے خیموں کو چھوڑا بعض خیموں کو آگ لگائی
وطن کی راہ لی۔ بادشاہ نے اُن کے اس طرح چلے جانے پر کچھ خیال نہ کیا۔ اوائل جمادی
میں برہان پور میں آیا۔ تمام رات مینھ برستا رہا اور دریائے تاپتی کہ قلعہ کے نیچے بہتی
طغیانی میں آئی کہ تین چار روز بمجبوری مقام کرنا پڑا۔ جب دریا کا پانی اُتر گیا کہ وہ پار
تو برہان پور سے ایک کوچ ایک مقام کر کے آخر شوال میں حیدر آباد سے دو تین منزل پر
باوجودیکہ محمد کام بخش کا لشکر اُس کی سخا کی اور غلبۂ سودا سے متفرق ہو گیا تھا۔ اور پانچ

سیف خاں کی درستی

سے زیادہ سپاہ اس پاس نہ تھی وہ بھی بدسلوکی و خوں ریزی اور گرسنگی سے اور ایک سال
نہ ملنے سے نالاں اور رنجیدہ خاطر تھی۔ اور شاہ عالم بادشاہ کے ساتھ اسی ہزار سوار جمع تھے
کے قتل میں دشمن کے شب خوں مارنے کا خوف و ہراس ایسا آیا کہ رات بھر سوئے نہیں۔
یم میں سیف خاں عرف میر اسد اللہ کہ عالمگیر کے خانہ زادوں میں سے تھا اور ایسا جنون کا
تھا کہ بادشاہ نے اس کو لشکر سے خارج کر کے کعبۃ اللہ بھجوا دیا تھا۔ وہاں سے وہ آ کر کل
ہندوستان کا میر بحری مقرر ہوا۔ ان دنوں میں پھر جنون کی شورش ہوئی۔ ذوالفقار
نے آصف الدولہ سے برہم ہو کر بادشاہ کے لشکر سے فرار ہوا اور راجہ جے سنگھ و اجیت سنگھ
و بانام و نشان راجپوتوں سے موافقت کی اور محمد کام بخش کی وکالت و حجابت کرنے
عہد و پیمان ٹھہرائے کہ محمد کام بخش راہ برار سے سرحد متعینہ راجپوتوں میں آ جائے تو
ہزار سوار راجپوت اس کو شاہجہان آباد میں اس سے پہلے تخت پر بٹھا دیں کہ دکن سے
مراجعت کرے اور ایک دست آویز پر اس جماعت کی مہر نگوانی۔ جو بہادر شاہ سے بغاوت خاطر
تھے۔ حسن خدمت و فدویت کے اظہار کے لئے راہ گونڈوانہ و برار و چاندہ سے حیدرآباد
محمد کام بخش کو پیغام دیا کہ میں راجپوتوں میں اس کو بالا بالا پہنچا دونگا۔ اور سترہ اٹھارہ ہزار
راجپوتوں کے مرہٹا تک استقبال کو آئیں گے۔ پھر حضور راجپوتوں کی فوج سنگین کے ساتھ دار السلطنت
سکہ و خطبہ جاری کیجیے اور امرا غائب و حاضر کی تالیف قلوب فرمائیے۔ بہادر شاہ کو خبر بھی
اس کی مراجعت سے پہلے یہ کام ہو جائیں گے۔ پھر بہادر شاہ کے مقابلہ میں آئیے۔
بہ اس اور سودا اور وسواس نے مغلوب کر رکھا تھا اس نے سیف اللہ خاں کے آنے کو
کے اظہار کو محض بہادر شاہ کی تمہید اور سانتگی جانا اور اصلاً اس کی بات پر کان نہ لگایا اور
کے احوال پر متوجہ نہ ہوا۔ اور اس کو اپنے پاس نہ بلایا۔ اور پیغام کا جواب دیا کہ یہاں سوائے
نے اور اقسام سیاست سے مارنے کے تدبر حسن تردد و تحقیقات کا شجر کوئی اور پھیل
کے۔ بار بار اس نے درخواست کی مگر اس کو کام بخش نے اپنے پاس نہ آنے دیا کچھ دیہ

مقرر کر دیا۔

باوجود اس بے بضاعت ہونے کے کہ اصلاً لشکر و خزانہ پاس نہ تھا فقیروں [illegible] فالوں نے اُس کی فتح مندی کی شہرت اُڑا رکھی تھی دو دو تین کوس حیدر آباد سے تین چار [illegible] کے ساتھ بہادر شاہ کے لشکر کے انتظار میں بیٹھا۔ دہم ذی القعدہ ۱۱۲۰ھ کو بادشاہ کا خیمہ [illegible] تین کروہ پر لگا۔ بادشاہ نے رفیع الشان و جہان شاہ اور خان خانان اور امیروں کو بھیجا اور [illegible] جنگ میں سبقت نہ کریں اور کام بخش کو گھیر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ مارا جائے اور مسلمانوں کی [illegible] غرض دونوں لشکروں میں محاربہ صعب ہوا۔ محمد کام بخش مغلوب ہوا اور میدان دار و گیر میں [illegible] معتبر و عمدہ رفیق کشتہ و زخمی ہوئے اور باقی ماندہ بھاگ گئے۔ محمد کام بخش ایسا مرد [illegible] تیموریہ و بابریہ کو سزاوار ہے اور زخمی ہو کر بیخود ہوا۔ ملازمان بہادر شاہی اُس کو جس حال میں [illegible] مع بیٹوں کے بادشاہ پاس لائے۔ بادشاہ اُس کو دیکھ کر رویا اور اُس کو اپنے خیمہ کے متصل [illegible] اکرام کے ساتھ جگہ دی۔ اور یونانی اور فرنگی جراح اُس کے علاج کے لئے بھیجے مگر کام بخش [illegible] نافع ہوا۔ اُس کو کچھ ہوش آیا اور آنکھیں کھولیں۔ اُس کی حقیقت حال کو جب بادشاہ سے [illegible] تو شاہزادہ جہان شاہ کو اُس نے عیادت کے لئے بھیجا۔ بھتیجے نے چچا سے کہا کہ [illegible] نہ چاہتا تھا کہ جناب ایسے زخمی ہوں۔ تو چچا نے آشفتہ ہو کر کہا کہ تم کو بھی باپ کے مرنے [illegible] معاملہ بھائیوں سے پیش ہونے والا ہے تم اپنی فکر کرو۔ پھر بادشاہ خود بھائی کو دیکھنے [illegible] اُس نے یہ کہا کہ نہ می خواستم کہ بایں حالت شما را ببینم۔ اما مقدر چنیں بود۔ محمد کام بخش نے [illegible] کی حالت میں کہا کہ آں قبلہ بکدام صورت مرا می خواستید کہ بہ بینید مارا تخت ست یا تختہ۔ [illegible] لکھتے ہیں کہ اُس نے کہا کہ من ہم نمی خواستم کہ بشہرت بے جوہری و بے عزتی اولاد تیمور [illegible] شاہ عالم نے اُس کو دو چمچے شوربہ پلایا اور وہ بہت رویا۔ کام بخش ایسا غصہ میں آیا کہ [illegible] کا بخیہ کھل گیا اور اسی تکلیف میں جان آفریں کو جاں سپرد کی۔ اس کا بیٹا فیروز مند بھی مر [illegible] نے دونوں کی لاشوں کو شاہجہان آباد میں ہمایوں کے مقبرہ میں دفن کرنے کے [illegible]

[illegible] خانہ وغیرہ کو مثل جلی تیار مطلق العنان رکھا اور تین روز تک مراسم تعزیت ادا کیں [illegible] نہ بجوائی۔

[illegible] خاں شانزادہ کام بخش کا حال یہ لکھتا ہے کہ اُس کا حافظہ بڑا قوی تھا وہ عالم تھا اور [illegible] خوش خلق اور سخی تھا۔ ظاہری کمالات اعلیٰ درجہ کے رکھتا تھا۔ مگر اس کے مزاج میں وہم و وسوسہ ایسا [illegible] کی نوبت جنون پر پہنچ گئی تھی۔ بہت کم ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اپنے باپ پاس ایک مہینہ [illegible] کوئی بداطواری ایسی نہ کی ہو کہ اُس پر لعنت ملامت نہ ہوئی ہو اور بے عزت یا مقید نہ کیا [illegible] بعض کام اُس نے ایسے بُرے کئے ہیں کہ میں اُن کو بیان کرنے کے لائق نہیں سمجھتا خیالات [illegible] جنون کے سبب سے کوئی حماقت ایسی نہ تھی جو اُس نے نہ کی ہو۔ اُس کے خوشامدیوں نے [illegible] سے کہا کہ کبھی نہ کبھی اُس کا بڑا بیٹا بھی شہنشاہ ہوگا۔ تو وہ حسد کے مارے اس معصوم بچے کے [illegible] کی فکر میں ہوا گو اس گناہ کو اورنگ زیب کے خون نے نہ کر سکا۔ مگر بیٹے کو ہمیشہ قید میں رکھا۔ فقیروں [illegible] بچوں کی طرح اُس کو بُری خوراک کھلائی اور بُری پوشاک پہنائی۔ غرض اُس کو اس طرح رکھا [illegible] زندگی موت سے بدتر تھی۔ اسی جنون کے سبب سے اُس نے ناحق بدگمانیاں کر کے حرم کی بیگموں [illegible] بے رحمی سے بُری طرح مخفی مار ڈالا۔ اُس نے اپنے نوکروں اور مصاحبوں پر وہ ظلم و ستم کئے [illegible] پہلے نہ کبھی دیکھے تھے نہ سنے تھے۔

عالمگیر کے مرنے کے بعد سلطنت کے کاموں میں انقلاب عظیم ہو گئے تھے۔ اور تمام تعلقات کی [illegible] بدل گئی تھی اور مرہٹوں سے جو سلطنت تیموریہ کے تعلقات تھے وہ بالکل کایا پلٹ ہو گئے [illegible] انہوں نے ایک نئی مستقل صورت پیدا کی۔ جب اورنگ زیب بیجاپور کی سلطنت فتح کر رہا [illegible] اُس وقت مرہٹے اُس کے جاں نثار خدمت گزار دوست تھے۔ بعد اُس کے وہ ذات بخت [illegible] بادشاہی اضلاع کے ہمسایہ بد ہو گئے۔ پھر اپنے مذہب و قوم کے آزاد کرنے والے اور [illegible] کی پیش قدمی کے پیچھے ہٹانے والے آخر کو سلطنت مغلیہ سے چوتھ لینے والے یا مالک ہو گئے [illegible] سلطنت مغلیہ کمزور ہو کر قریب المرگ تھی مگر مرتے دم تک اپنی نخوت و تکبر سے ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ اور

مرہٹوں کے ساتھ بادشاہوں کے تعلقات

مرہٹوں کو اپنے آگے کچھ نہ گنا۔

عالمگیر کے مرنے کے بعد کسی مسلمان بادشاہ نے اس قوم کے مطیع کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ مرہٹے بادشاہوں کی اولاد کو آپس میں لڑا لڑا کر اپنی قوت اور سلطنت کو بڑھاتے رہے۔ مرہٹے خواہ لٹیرا سمجھو خواہ قزاق جانو اور کوئی بُرا نام رکھو۔ مگر جو اُنہوں نے اپنی قوم اور مذہب کے آزاد کرنے میں بہادرانہ اور مردانہ کوشش و سعی کی اور قومی ہمدردی کے جوش و ولولے ہندوؤں میں پیدا کیے وہ ایک کارنامہ اُن کا تاریخ میں ہمیشہ قابل ستائش و یادگار رہے گا۔ اب آئندہ حال جو مرہٹوں کو لکھا جائے گا وہ اس بیان کی تصدیق کرے گا۔

نیبا سیندھیا (نیباجی سیندھیا) کہ مرہٹوں کے سرداروں میں نامور سرفوج تھا۔ اور اُس تاخت و تاراج سے صوبۂ مالوہ تک خرابی پھیلائی تھی۔ اس زمانہ میں ذوالفقار خاں کی تجویز و دستگیری سے اُس نے توبہ کی اور بادشاہ کی درگاہ میں آیا اور محمد کام بخش کی جنگ میں شریک ہوا۔ اور اس وسیلہ سے اُس کی مع بیٹوں اور اُس کی اقوام کے شفاعت ہوئی۔ اُس کو ہفت پنج ہزار سوار کا منصب اور دو لاکھ روپیہ نقد اور خلعت وغیرہ مرحمت ہوا اور اُس کے بیٹوں میں ہر ایک کو منصب پنج ہزاری اور چار ہزاری عنایت کیا جن کا مجموعہ چالیس ہزار اور بیس سوار ہوتے ہیں۔ اور اُس کی درخواست اور بخشی الممالک کی التماس سے پہلے کہ اسناد منصب تیار ہوں بلکہ پہلے اس سے کہ عرض مکرر ہو حکم فرمایا کہ صوبہ اورنگ آباد اُس کی تنخواہ میں مقرر جہاں ہزار کے قریب چھوٹے بڑے منصب دار بدلے گئے۔

نیباجی سیندھیا

راجہ ساہو نبیرۂ سیواجی کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اورنگ زیب اُس پر بہت عنایت کرتا یہ نام بھی اُسی کا رکھا ہوا تھا۔ ذوالفقار خاں نصرت جنگ اُس سے رابطہ خاص رکھتا تھا اور قید اُس کے احوال پر متوجہ تھا۔ اُس نے اعظم شاہ سے جب وہ سرحد دوراہہ پر آیا سفارش کر مطلق العنان کرا دیا۔ وہ پچاس ساٹھ آدمیوں کے ساتھ جو اُس کی رفاقت کر سکے ہو پاس آیا۔ یہ زمیندار سرکار بیجاگڈہ و پرگنہ سلطان پور نہ دربار میں مشہور مفسد پیشہ تھا اُس نے

راجہ ساہو کا چھوٹنا

کو سرانجام کارکیا۔ اور اپنے تعلقہ اور سلطان پور سے عزت کے ساتھ باہر کردیا۔ یہاں سے
بنونام مرہٹہ معروف پانڈا پاس گیا وہ ایک مشہور مفسد پیشہ تھا۔ پرگنہ سلطان پور میں گڈھی
رہندہ اس کے تصرف میں تھی۔ بندر سورت سے وہ برہان پور تک تاخت و تاراج کرتا تھا
سلطنت کی اضمحلال میں اورنگ زیب کے فتح کئے ہوئے موروثی قلعے اُس کے ہاتھ آگئے تھے
ان مرہٹوں کے سردار راجہ ساہو کے ساتھ اس سبب سے متفق ہوئے کہ وہ راجا رام کی بیوی تارا بائی
سے مخالف رکھتے تھے۔ راجہ ساہو نے فوج غنیم فراہم کی۔ اوّل نواح احمد نگر میں آیا۔ ایک روایت
ہے کہ دکن کے چلنے کے وقت اس محل زمین کی جہاں اورنگ زیب کا واقعہ ہوا تھا جاکر زیارت کی
تھی۔ طمع وافر فقرا کو تقسیم کیا۔ بیس ہزار سوار مرہٹہ فراہم ہوئے۔ اُس نے اورنگ زیب کی قبر کی
زیارت کا ارادہ کیا۔ خلدآباد کی طرف چلا۔ جب اُس کی فوج پیش آہنگ اورنگ آباد کے قریب
پہنچی سرچند راجہ ساہو اور اُس کے ہمراہی بھائی بند تاخت و تاراج کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ لیکن
مرہٹوں کو لوٹ کا چسکا ایسا منہ کو لگا ہوا تھا کہ وہ کب دست اندازی سے باز رہ سکتے تھے۔
اورنگ آباد سے منصور خاں او۔ادر متعینہ نکلے اور اُنھوں نے برج و بارہ کا بندوبست کیا اور اس
آفت کے رفع شر میں کوشش کی۔ اور راجہ ساہو نے اپنے آدمیوں کو منع کیا۔ راجہ ساہو بزرگوں
کے مزاروں اور اورنگ زیب کی قبر کی زیارت کرکے اپنے قلعوں میں چلا گیا۔

ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ کل دکن کا صوبہ دار تھا اور اُس کی میر بخشی گیری بھی اُس کو
حاصل تھی۔ اُس کی وساطت سے راجہ ساہو کے وکیل نے درخواست کی کہ چھ صوبوں کی سردیسی مکھی
مجھ کو اس شرط سے مل جائے کہ وہ ویران ملک کو آباد کرے۔ اس سبب سے کہ جملۃ الملک
آصف خان نے صوبہ برہان پور اور نصف صوبہ برار کو جو دفاتر میں برار پایاں گھاٹ کے نام
سے موسوم تھا اور یہی نام اُس کا لوگ لیتے تھے موافق سررشتۂ قدیم فاروقی و محمد اکبر بادشاہ
کے چھ صوبوں سے نکال کر شاہجہان آباد کے توابع صوبوں میں داخل کیا تھا جو اصل ہندوستان
میں تھا۔ خاص و عام ہے وہ چاہتا تھا کہ امور ملکی و مالی کا اختیار عزل و نصب حکام اپنے بڑے

سردیسی مکھی کے باب میں ذوالفقار خاں اور جملۃ الملک آصف خاں کے درمیان اختلاف

بیٹے مہابت خاں کو سپرد کرے۔ اس سبب سے ذوالفقار خاں اور معظم خاں کے درمیان
ہوگیا کہ آپس میں سو، مزاجی ہوگئی اور بخشی الملک یہ نہیں چاہتا تھا کہ کل مقدمات ملکی اور مال
دوسرا شخص دخیل اور صاحب اقتدار ہو۔ راجہ رام عموی راجہ ساہو کی زوجہ تارا بائی تھی اُس
سے دو بیٹے راجہ رام کے خرد سال تھے۔ عالمگیر کے عہد میں لشکر کشی اور سرکشی دس تک
بعد اُس نے صلح کی التماس اس شرط سے کی کہ نور دیہ فی صدی سردیس مکھی اُس کو عطا
یہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ عالمگیر نے بہ سبب بعض شرطوں کے اس درخواست کو قبول نہیں
ان دنوں میں اُس نے جملۃ الملک کی وساطت سے یہی درخواست پھر کی کہ نور دیہ
کا فرمان اُس کے بیٹے کے نام عطا ہو جس میں چوتھ کا کچھ نام نہ ہو۔ تاکہ وہ مفسدوں کو دفع کرے
کا بندوبست کرے۔ اس سبب سے کہ صمصام الدولہ ذوالفقار خاں بہادر راجہ ساہو کا طرفدار تھا
بارہ میں گفتگو مخالفانہ دونوں مربیوں کے درمیان واقع ہوئی۔ بادشاہ نے اپنی وسعت
دل میں یہ مقرر کر رکھا تھا کہ ادنےٰ اعلےٰ میں کسی ایک شخص کی التماس کو رد نہ کرے
مدعی و مدعا علیہ اپنے متضاد مدعا عرض کرتے جن میں صبح و شام کا سا تفاوت ہوتا۔ دونوں
قبول ہوتی حکم نافذ فرمایا جاتا۔ مقدمہ سردیس مکھی میں بھی جملۃ الملک اور میر بخشی دونوں کی
کے موافق عطائے فرمان کا حکم دیا۔ مگر آپس کی پرخاش کے موافق مقدمہ سردیس مکھی دونوں
نام ملتوی رہا

خطابات دہبادر شاہی کی دیہادلی و زمی۔

ابتدائے عہد خاندان تیموریہ میں یہ مقرر تھا کہ ایک خطاب دو آدمیوں کو نہ عطا کیا جاتا تھا
دو لفظ کا فرق اس میں کیا جاتا تھا۔ اس عہد میں صفدر خاں بابی متعینہ احمد آباد کا یہ خطاب
وہ دوسرے شخص کو عطا ہوا تو صفدر خاں بابی نے اپنے خطاب کی بحالی کے لئے عرضی
اُس کے اوپر یہ دستخط ہوئے کہ بحال بحال گو دیگرے ہم داشتہ باشد۔ اس روز سے
ایک خطاب کا دو تین آدمیوں کے ملنے کا عیب جاتا رہا۔ اور اسی طرح منصب و نوبت و نقارہ
جیغہ و سرپیچ کے ملنے میں پایہ و مراتب کا اعتبار نہیں رہا۔ ان دنوں میں اخلاص خاں

تحصیلات دیانت سے آراستہ تھا اور متصدی گری میں اور حساب میں بڑی سختی کرنے
مشہور تھا۔ وہ عرض مکرر کی خدمت میں معزز ہوا۔ بادشاہ دریا دل بدون مراتب کے ملاحظہ
منصب و اضافہ میں آب سیل کی طرح ایسا رائگان ہوا تھا کہ اخلاص خاں اجراء
عرض مکرر کا متحمل نہ ہوا۔ اس نے جملۃ الملک سے التماس کی کہ بادشاہ اقلیم بخش کی ہمت کے
طفیل دولت سلطنت ہفت اقلیم کا وفاکرنا خیال محال اور دور از عقل ہے تمام عالم بیش طلب
اس صورت میں بادشاہ عالم نواز کی شجر فیض بخشی کا ثمریہ ہوگا کہ تمام منصب دار اور خانہ زاد
ہندوستان بے چاکر ہونگے۔ اور قلمرو ہندوستان کی دولت عشر عشیر بادشاہ کی اس ہمت کے
مقابلہ نہ کرے گی۔ صلاح دولت و تقاضائے مصلحت یہ ہے کہ اس بارہ میں تدبیر و بندوبست
کرے کہ آب سیل کا سدراہ ہو کہ وسعت ہندوستان کے مدخل کا سربسر ہونا بخشش خرچ
سے کم و بیش ہو سکے۔ اگر اس سے کافۂ انام کے نزدیک اخلاص خاں کے بخل و شرارت
ثابت ہوئی اور نے طواقع مانع چیرہ دستانی رزق خلق اللہ کا ہونا بدترین صفت مذموم
ہے لیکن بعض نکتہ سنج منصف پیشوں کے نزدیک اس کا سخن بہت تلخی آمیز تھا۔ اخلاص خاں
کہتا تھا کہ جس وقت یادداشت منصب وزیر کے نزدیک عرض مکرر کے دستخط کے واسطے
جانا چاہیے کہ بعد تحقیق و غور اصل و نسل و پایہ مراتب صاحب منصب کے دستخط کرے۔
اس نے اس وقت اس رزق خلق کی اسناد کے بند کرنے کی بدنامی اپنے لئے پسند
کی اور اخلاص خاں کو تحقیقات کی تکلیف دی۔ اخلاص خاں نے ملامت و طعنوں کے خیال
سے اس بات کو قبول نہیں کیا اور خدمت سے استعفا دیا۔ اور اس کی جگہ مستعد خاں عرف محمد ساقی
مقرر ہوا اور یہ انتظام ہوا کہ جس وقت یادداشت منصب عرض مکرر کے لئے آئے تو مستعد خاں
سے رجوع کی جائے کہ وہ تحقیق کرے کہ صاحب منصب ملازم بادشاہ کی بندگی کی قابلیت
کہاں تک ہیں اور کس سبب اور وسیلہ سے اس نے منصب و اضافہ پایا ہے۔ کوئی شخص پایہ
سے زیادہ اور قبل از ایام میعاد مقرری کے اضافہ نہ پائے۔ اور اسی طرح یومیہ وجہ معاش

کی تحقیق کی جائے۔ ان امور کے تجسس و تفحص کے بعد جن میں بہت دیر لگے گی۔ [illegible] مستعد خاں یادداشت منصب و اضافہ و یومیہ و وجہ معاش پر کردے۔ زیادہ تر بادشاہ [illegible] دو محل مہر پرور اور امتہ الحبیب اور مقربان حضور سزاول شدید مقرر کرتے کہ یادداشت [illegible] کاوش کے بدوں مستعد خاں کے دستخط ہو جاتے۔ مگر باضابطہ و بے ضابطہ [illegible] تفاوت ہوتا اور بادشاہ کے دستخط کا اعتبار نہیں رہا۔ بادشاہ اپنے متصدیوں سے [illegible] اہل کار آپس میں مل گئے ہیں جو بہتر جانتے ہیں عمل میں لاتے ہیں۔ ہمارا فقط اعتبار رہ گیا [illegible] خلق کے مطلب قبول کرنے کے سوائے ہم کو کوئی اور چارہ نہیں ہے وہ صائب کا شعر رکھتا تھا ؎

ہر کہ اینجا دست رو بر سینہ سائل زند
حاجتِ جنت گزار و چوب پیشش روزباد

ہر چند سخاوت و وسعتِ خلق و عیب پوشی خلق و خطا بخشی میں ایسا بادشاہ زمانہ [illegible] از روے تواریخ خصوص خاندان تیموریہ میں کمتر نظر آتا ہے مگر بے عیب خدا کی ذات ہے [illegible] کار و بار سلطنت اور ملک کی خبر گیری اور امور لابدی کے بندوبست میں مستغنی و بے خبر [illegible] تھا کہ ظریف شوخ طبعوں نے اس کی تاریخ جلوس (شہ بے خبر) کہی ہے۔ راتوں کو جاگتا [illegible] دو پہر دن چڑھے تک سوتا جس کے سبب سے خلق اللہ سفر کے دن تکلیف ہوتی کہ [illegible] خیموں کی مثل نہ ملتی اور دربار معلے کے نقار خانے اور کچہریوں اور بازاروں میں رات [illegible] بسر کرتے۔

بادشاہ کے خصائل و دربار کا حال

ارادت خاں نے بادشاہ کی خصائل اور اس کے دربار کا حال یہ لکھا ہے۔

شاہ عالم سخی، رحم دل۔ عالی دماغ۔ خوش اخلاق و جوہر شناس تھا۔ وہ اپنے باپ [illegible] کی سلطنتوں کو دیکھ چکا تھا کہ سیاست و قدرت شاہانہ کس طرح صحیح صحیح طور پر استعمال میں [illegible] چاہیے۔ آخر پچاس سال سے وہ خود بھی حکومت کرتا تھا جب وہ بادشاہ ہوا تو زمانہ نے ایک [illegible]

رفق پائی۔ سب درجے کے آدمی علی قدر حال اُس کی مہربانی سے مستفید ہوئے۔ اُس کی فیاضی
دریادلی نے خلقت کے دل سے اورنگ زیب کی ساری خوبیوں کو محو کر دیا۔ بعض تنگ دل
بخیل حسد اور احسان فراموشی کے سبب سے اُس کی سخاوت و دریادلی کو کہتے ہیں وہ بے جا اسراف
دولت کو رائگاں کرتا تھا۔ لیکن حقیقت میں ہر فرقہ اور سب درجہ کی لیاقت کے آدمیوں اور
وضع و شریف و عالم و سخنور نے بادشاہ کے تخت سے ایسا فیض پایا جو اس عہد سے پہلے زمانہ
کی آنکھ نے نہ دیکھا تھا اور نہ کان نے سُنا تھا۔ جو کمالات و صفات اُس کی ذات میں تھے وہ بیان
نہیں ہو سکتے بہادر ایسا تھا کہ جنگ میں اعظم شاہ سے جس کی شجاعت کی دھاک تھی تن تنہا
لڑنے کو مستعد تھا۔ اس کے چاروں بیٹے بڑے صاحب قدرت تھے اور بہت فوج اپنے پاس
رکھتے تھے وہ اُن کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ ایک لحہ اُن پر بدظن نہ ہوا۔ اور اُن کو وزراء اعظم کے
اختلاط و تعلقات پیدا کرنے سے منع نہیں کیا۔ خاکسار جیسا کہ اورنگ زیب سے اپنا فرض سمجھ کر
عرض کیا کرتا تھا۔ بادشاہ سے بھی معروض کیا کہ ان صاحب زادوں سے احتیاط کرنی اور خبردار
رہنا ضروری ہے تو اُس نے مجھے جواب باصواب یہ دیا کہ میں نے ان شاہزادوں کے بیٹوں
کو جو اُس کے ساتھ معرکہ جنگ میں مقتول ہوئے اجازت دی کہ وہ اُس کے حضور میں مکمل مسلح
حاضر ہوا کریں۔ چھوٹے بچوں کو میں نے اُن کے ماؤں پاس رکھا اور اُن کو کچھ نہیں ستایا اور
جب وہ بالغ ہوئے تو میرے ساتھ شکار میں اور میری سیر و تفریح میں بے روک ٹوک شریک
جب اوروں کی اولاد کے ساتھ میرا یہ نیک سلوک تھا تو اپنی اولاد کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ شاہ عالم
کا دربار شاہجہاں کے دربار سے بھی ایک درجہ بڑھا ہوا تھا۔ سترہ شاہزادے جن میں اُس کے
بیٹے پوتے بھتیجے ہوتے اُس کے تخت کے گرد اس طرح بیٹھتے۔ اُس کے دائیں طرف بڑا بیٹا
جہاندار شاہ مع اپنے تین بیٹوں کے اور اُس کا تیسرا بیٹا رفیع الشان مع اپنے تین بیٹوں کے
اور بیدار دل جو اُس کے بھتیجے تھے بیدار بخت کا بیٹا تھا اُس کے بائیں طرف عظیم الشان مع اپنے
دونوں بیٹوں کے۔ جہاں شاہ مع اپنے بیٹے کے اور عظم شاہ کا صرف ایک بیٹا عالی تبار

جو زندہ رہا تھا وہ عظیم الشان کے بائیں طرف اور کچھ دائیں طرف سے آگے کام بخش کے وہ بیٹے
ان شاہزادوں کے پیچھے سکندر عادل شاہ بیجاپور اور قطب شاہ گول کنڈہ کے بیٹے بیٹھتے
بادشاہ وہ تھے جن کو اورنگ زیب نے مغلوب کیا تھا۔ چاندی کے کٹہرہ میں ہفت ہزاری سے
سہ ہزاری تک امرا کھڑے ہوتے۔ اس کے دربار کی شان و شکوہ بیان میں نہیں آسکتی
عیدین اور اور جشنوں میں بادشاہ اپنے ہاتھ سے امیروں کو اُن کے درجے کے موافق خلعت
دیتا۔ اُس کے عطیات و انعامات شاہانہ ہوتے۔ جب وہ اپنے گھر میں ہوتا تو دینداروں کی
طرح سادہ لباس میں ہوتا۔ اور جماعت کے ساتھ نماز کبھی قضا نہ کرتا۔ سفر کے اندر اکثر تعطیلوں اور
جمعوں میں وہ خود نماز دربار کے خیمہ میں پڑھاتا۔ اور قرآن مجید کی سورتیں ایسے خوش لہجے اور
قرأت میں پڑھتا کہ بڑے فصیح اہل عرب بھی اُس پر فریفتہ ہو جاتے۔ وہ آخر شب کی عبادت
کبھی ترک نہیں کرتا اور بعض دفعہ ساری رات نمازیں پڑھا کرتا اور دعائیں مانگتا۔ اول شب میں
اُس کے پاس فضلا و علماء دینی کی ایک جماعت جمع ہوتی۔ وہ حدیثوں کو خود بیان کرتا اُس کو
بہت حدیثیں یاد تھیں اور علم فقہ خوب جانتا تھا۔ اُس نے تمام فرقوں کے مذہبوں کی تحقیقات
کی تھی اور آزاد خیالوں کی کتابیں پڑھی تھیں اور ہر ایک فرقہ کے عقائد سے واقف تھا۔ اس
سبب سے متعصب دینداروں نے اُس کے مذہبی رایوں پر بدعتی ہونے کا الزام لگایا۔ اس کا سبب
یہ تھا کہ اُس کی قابلیت پر وہ حسد کرتے تھے۔ اُس کے اوصاف لکھنے کے لئے تو کتابیں
چاہئیں۔ اس لئے میں نے اُس کا ایک جزو بیان کر دیا۔

باپ رائے سیندھی خزوتوں کی نسل میں تھا۔ اُس کی بہن بیوہ صاحب مایہ تھی اُس سے
ملنے وہ گیا۔ پانچ چار روز اُس کے گھر میں رہا۔ اُس کی نقد و جنس کی مالیت کو تاکا۔ چند پیادے
اپنے رفیق کئے اور اپنی بہن کو پکڑ کر طرح طرح کے ظلم و سیاست سے اُس کے تمام اعضا کو جلا کر
جو نقد و زیور اُس پاس تھا لے لیا اور بہت سے پیادے نوکر رکھ لئے اور ایک پلرچہ کوہ
پر جا کر اُس کو اپنا ملجا و پناہ بنایا اور مسافروں اور رعایائے اطراف پر زہ زنی و دست

پنجاب رائے سیندھی کا ذکر

...ور زمیندار اُس کے پکڑنے کی فکر میں ہوئے۔ پاپ راے کو اُس کی خبر ہوئی تو وہ
...ے زمیندار پرگنہ کولاس سرکار ایلکنڈل پاس چلا گیا اور جماعہ داری کی نوکری اُس کی
...روز بعد وہ چنا ہنونت ایک اور زمیندار کے جماعہ دار کا ہم مصلحت ہوا اور اُس کو اپنا
...بنایا۔ پھر ان دونوں نے اس ضلع کے مسافروں پر دست اندازی شروع کی ڈکیت راؤ
...خبر ہوئی تو اُس نے دونوں کو مقید کر کے شکنجۂ سیاست میں رکھا۔ ایک دو مہینے کے بعد
...بیٹا بیمار ہوا۔ اُس کی بیوی نے اپنے بیٹے کی شفا کے لئے تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ پاپ راے
...خلاص ہوا۔ موضع شاہ پور پرگنہ برکنڈا سرکار بھونگری (بھونگری اس خط پر واقع ہے جو
...ور ورنگل کے درمیان کھینچا جائے اور اور مقامات جن کا ذکر آئے گا وہ اس خط کے شمال
...میں) میں چلا گیا اور یہاں ایک بڑے مشہور معتمد سردار کے ساتھ انباز و دمساز ہوا اور
...بڑی جمعیت فراہم کی اور شاہ پور میں ایک پارچہ زمین سنگ لاخ پر گڈھی بنائی اور
...سخت و تاراج کیا۔ جہاں کسی زن معقول و مال ہنود و مسلمین کو سُنتا اُن پر تعدی کر کے
...ہوتا۔ اشرافوں اور بیوپاریوں کی ایک جماعت بادشاہ پاس استغاثہ کے لئے آئی اور
...خاں پاس اُس کی تنبیہ کا حکم لائی۔ حکم پہنچنے کے بعد پرگنہ کلپاک میں جو شاہ پور سے
...کوس تھا رستم دل خاں فوجدار نے قاسم خاں افغان کو شائستہ جمعیت کے ساتھ
...پاپ راے کو پکڑنے۔ وہ پاپ راے کی تادیب اور استیصال کی فکر میں رہتا تھا۔ وہ
...کے ساتھ کبھی کبھی شوخی کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے پرگنہ کلپاک کے ایک موضع پر تاخت
...قاسم خاں اُس کی تنبیہ کو آیا اور ان دونوں کے درمیان ایک جنگ واقع ہوئی۔ جب
...راے کے بہت آدمی مارے گئے تو وہ بھاگ گیا اور پارچہ کوہ قلب میں چلا گیا۔ قاسم خاں
...کے پیچھے گیا کہ ایک گولی اُس کے ایسی لگی کہ وہ مر گیا۔ باقی فوج نے ہزیمت پائی۔ پھر
...خاں نے ایک فوج بھیجی مگر فائدہ مترتب نہ ہوا۔ تو خود اُس نے آ کر شاہ پور کا محاصرہ کیا

پاپ راے اور سردا دو مہینے محاصرہ میں رہے اور جنگ کرتے رہے آخر کو بھاگ
خاں نے گڈھی کو مسمار کیا اور مراجعت کی تو پاپ راے اور سردا نے آنکر خام گڈھی کی
بنالی اور اس میں مصالح جنگ فراہم کیا۔ اس گڈھی کے بننے سے عوام میں یہ مشہور ہوا کہ
اپنی گرمی بازار کے لئے پاپ راے کی تنبیہ و استیصال میں واقعی تن دہی نہیں کرتا
فساد کو طول ہوا اور نوبت یہ آئی کہ شاہ پور سے پندرہ بیس کوس تک کوئی شخص رات کو
نہیں سوتا تھا۔ سردا اور پردل خاں جماعہ دار میں سے ہر ایک کو فن سپہ گری کا دعوی تھا
یکیکی ہوئی اور اس کا انجام یہ ہوا کہ دونوں آپس میں لڑکر فنا ہوئے۔ سردا کے مرنے
پاپ راے کو اور زیادہ استقلال ہوا۔ فوج اور ذخیرہ کو بڑھایا اور اطراف کے قلعوں کی تسخیر
کی درستم دل خاں نے اس پر چڑھائی کی اور شاہ پور کا محاصرہ کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔
کچھ روپیہ لے لیا اور مراجعت کی۔ اب پاپ راے قلعہ ورنگل کی تسخیر کے فکر میں ہوا وہ شہر
سولہ سترہ کروہ تھا۔ قصبۂ مذکور میں بہت تجار مایہ دار رہتے تھے لاکھوں روپیہ کے
قالین تھین۔ بست و دہم محرم ۱۱۲۰ھ کو مسلمان اور ہنود تا بوتوں کے گشت میں مصروف
پاپ راے دو تین ہزار پیادے اور چار پانسو سوار لے کر قلعہ ورنگل پہنچا اور سنگین
کو کاٹ کر دست بدست لیڑے لے گئے۔ بارہ پندرہ ہزار مرد و زن و اطفال اس نے
قصبہ کو ایسا لوٹ لیا کہ اس میں آدمیوں کو خاک پر بٹھا دیا۔ قاضی کی بیوی کو اپنی بیوی
اس کی بیٹی کو رقاصوں کو تعلیم کے لئے دیا۔ قاضی کو کچھ دنوں قید رکھ کے چھوڑ دیا اب
کے ساتھ سات سو بندوقچی چلتے تھے اور بندوق میں دو خزانے تھے دس بارہ ہزار بیل
بنجاروں کے پکڑ کر قلعہ میں ان کا غلہ ذخیرہ کیا اور بیلوں کو قلعہ رانی کے لئے بھیجدیا کہ اس
زراعت کو سرسبز کریں پھر اس نے قلعہ بھونگری پر جو حیدرآباد سے سولہ کروہ پر ہے
کو کہ لوگ فاتحہ درود میں مشغول تھے حملہ کیا اور اس کو فتح کر لیا ہوتا مگر وہ ہاتھ نہ آیا قصبہ
لوٹ لیا اور دو تین ہزار عورت مرد کو پکڑ کر لے گیا اور اس نے یہ مقرر کیا تھا کہ جو کوئی

ے تو پانچ روپیہ انعام پائے اور کسی مشہور خاندان قضات و مشائخ کی عورت کو گرفتار کر کے
ے تو پانچ ہون انعام پائے۔ مارا کنڈا کے قریب شاہ پور سے چار کوس پر ایک قلعہ بنایا اور ذخیرہ
ے محتاج اُس میں جمع کیا۔ جب اُس کے فساد کو امتداد ہوا۔ اس ضلع کے پاس اور دُور کے
ے لوگوں کو خواب و خور کا آرام حرام ہوا اور عروسی و شادی کی رسم اُٹھ گئی جہاں وہ کسی بالغ
ے حسن کو سنتا تو اُس کو راہ میں میانہ سے یا خانہ سے بلوالیتا۔

قاضی جن کی جورو اُس نے چھین لی تھی اور اور مظلوم بہادر شاہ پاس آئے روزانہ مشعلین روشن
ے عرض کیا کہ بادشاہ خود جا کر اس کافر کا استیصال کرے بادشاہ نے فرمایا کہ مناسب نہیں ہے
ے ایک سیندھی فروش کی تنبیہ کے لئے جاؤں۔ یوسف خاں صوبہ دار مقرر ہوا کہ اس مفسد کا استیصال
ے پاپ راے نے فوج آنے سے پہلے قصبہ کلپاک کا محاصرہ کیا جو شاہ پور سے آٹھ کوس تھا۔
ے سپاہ آئی تو وہ شاہ پور کو بھاگ گیا اور اُس کے بہت آدمی مارے گئے قلعہ شاہ پور میں اُس کا
ے حرم تھا فقط اُس کی بیوی کو اجازت تھی کہ آٹھ پہر میں اُس کو ایک دفعہ کھانا کھلائے۔ اُس نے
ے بیوی سے تین چار سو ہن کھانے میں چھپوا کر منگائے اور اُن سے اپنی اور چند اور قیدیوں کی
ے رہائی۔ پاپ راے مچھلی کے شکار کو دو کوس پر گیا تھا کہ ان قیدیوں نے قلعہ کے نگہبانوں کو
ے کلپاک کے زمیندار کو پیلے سے کہلا بھجوایا تھا کہ جب ہم توپ چھوڑیں تو تم آجانا۔ پاپ راے
ے لشکر شاہ پور کے دروازہ پر آیا اور اُس کو جلایا مگر دروازہ اس حکمت سے بنایا گیا تھا کہ دروازہ
ے جل جائے تو ایک پارچہ تختۂ آہن و سنگ اوپر سے گر کر اُس کا قائم مقام ہو جائے اس لئے
ے دروازہ کے جلانے سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس عرصہ میں دلاور خاں کلپاک سے سپاہ لے کر آیا۔
ے پاپ راے سے لڑائی ہوئی۔ دلاور خاں قلعہ میں داخل ہوا۔ پاپ راے کی فوج متفرق ہوئی
ے قصبہ کے ریگنڈا میں آیا۔ نو مہینے اس قلعہ کا محاصرہ لشکر شاہی نے کیا۔ یوسف خاں نے قلعہ کے
ے پاپ راے کے آدمیوں کے ساتھ سازش کی۔ وہ جوق جوق قلعہ سے نکل کر یوسف خاں کے
ے خیمے کے نیچے جمع ہوئے۔ یوسف خاں پٹیہ و پرکوٹہ و بارہ برج اطراف قلعہ کو اپنے تصرف

میں لایا۔ پاپ راے قلعہ سے باہر موضع حسن آباد میں جو اس کا آباد کیا ہوا تھا چلا گیا۔ وہاں
تاڑی فروش نے پہچان کر اُس کو پکڑوا دیا۔ وہ یوسف خاں کے روبرو لایا۔ اُس کے
جدا کئے گئے۔ اُس کے اعضا حیدرآباد کے دروازہ پر لٹکائے گئے اور سر اُس کا بادشاہ
بھیجا گیا۔ ؎

دہقانِ سال خوردہ چہ خوش گفت با پسر
کاے نورِ چشمِ من بجز از کشتہ نہ دروی

فتنہ صاحبہ کا معاملہ

اس سال کا آخر سانحہ یہ ہے کہ قلعہ قندہار کا قلعہ دار ضابطہ سلطان حسین شاہ ایران کی
طرف سے گرگیں خاں تھا۔ اس کا نہایت معتمد نوکر میر اویس افغان تھا قلعے کے ایک
بندوبست اُس کے سپرد تھا۔ کبھی کبھی قلعہ دار اور میر اویس کے درمیان ناخوشی ملال افزا
پھر بحسب ظاہر رفع کدورت ہو جاتی تھی۔ اس کا ذخیرہ افغان کے دل میں جمع ہوتا جاتا تھا
دغا دے کر گرگیں خاں کو مار ڈالا اور قلعہ پر اپنا عمل دخل کر لیا۔ مصلحتہً خطبہ بہادر شاہ
نام کا پڑھوا دیا کہ بدنامی رفع ہو اور بندوبست کا استحکام ہو۔ اور کلید طلائی اور عرضداشت
پاس بھیجدی۔ بہادر شاہ نے شاہ ایران کے ساتھ نامہ و پیغام و تحفہ تحائف بھیج کر
اتحاد و ارسر نو پیدا کر لیا تھا۔ فی الحال تقاضاے مصلحت وقت یہ جانا کہ خلعت و فرمان
اور سند قلعہ داری مع عطاے منصب پنج ہزاری میر اویس پاس ارسال کیا اور خفیہ
زبانی پیغام حسین شاہ ایران کو کہلا بھیجا کہ افغان نے جو نمک حرامی پر جرأت کی ہے اُس
مجھے ملال خاطر ہوا اور اُس نے بہت بُرا کیا۔ آپ کو اس کے فساد کے رفع کرنے کے
جلد کوشش کرنی چاہیئے۔ ہم اُس کی کمک نہیں کرینگے۔ اس سے آپ خاطر جمع رکھئے۔ شاہ
بھی بندوبست سلطنت سے بے خبر تھا۔ اصلا فوج کشی و تعین لشکر و مردم کشی پر راضی نہ
قلعہ قندہار کی تسخیر کی کچھ تلافی نہ ہوئی۔ دو برس بعد لشکر بھیجا جس کا نتیجہ کچھ نہ ہوا۔ محمد شاہ
میں اس کا بیان ہوگا۔

سوانح سال سوم سنہ ۱۱۲۰ھ

جشن سال سوم

ماہ ذی الحجہ کو سال سوم جلوس کا آغاز ہوا جس کے انعامات کی تفصیل بیان نہیں ہو سکتی
کو فرمایا کہ نالکیوں میں جو تخت رواں کی طرح مرتب ہوئی تھیں سوار ہوں اور محمد اعظم شاہ
کام بخش کے بیٹوں کو خلعت دیئے اور دربار میں بیٹھنے کا اور سواری میں گھوڑوں پر سوار
چلنے کا حکم دیا۔ جملۃ الملک خان خانان اور بخشی الملک فوالفقار خاں کو حکم دیا کہ وہ حضور میں
نوبت بجوائیں۔ فوالفقار خاں نے عرض کیا کہ ہم خانہ زادوں اور شاہزادوں میں یہی فرق
نے کا دولی نعمت کی رکاب میں ہے اس لئے میں اس کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔
کو حضور میں نقارہ بجوانے کی آرزو تھی اور اس کی جملۃ الملک سے سوء مزاجی تھی اس لئے
ہوا۔

ابتدائے سال چہارم

بادشاہ نے اول ربیع الاول سنہ ۱۱۲۱ھ میں دار الخلافہ کے قصد سے کوچ کیا۔ وسط جمادی الاول
آباد میں آیا اور آخر مہینے میں یہاں سے کوچ کیا۔ آخر رجب میں بادشاہ برہان پور میں
شکار گاہ اور سیر گاہ ہے یہاں رہنے کا ارادہ تھا کہ راجپوتوں کے فساد کی خبر آئی کہ جب وہ
کی مہم میں مصروف ہوا تو نواح اجمیر میں راجپوت جمع ہو گئے اور انہوں نے شورش کی
اجمیر سے تھانوں اور فوجداروں کو اٹھا دیا سید حسین خاں بارہ صوبہ دار اجمیر ان کی تادیب
ہوا۔ راجپوتوں نے اطراف سے ہجوم کر کے مقابلہ کیا۔ سید حسین خاں نے کارزار صعب کے
راجپوتوں کو مارا اور کئی ہزار زن و فرزند راجپوتوں کے پکڑ لئے۔ بت خانے منہدم کئے۔
طرف سے راجپوت مور و ملخ کی طرح جمع ہوئے۔ سید حسین خاں مع احمد سعید خاں فوجدار میرتھ
و غیرت خاں و فوجدار نارنول جو حسین خاں کے برادر حقیقی تھے اور اور فرزندوں و خویشوں و
اور بندہ ہائے بادشاہی میں سے مارے گئے۔ جب بہادر شاہ نے یہ سنا تو برہان پور
نے توقف مناسب نہ جانا۔ اوائل شعبان سنہ ۱۱۲۱ھ کو یہاں سے کوچ کیا۔ آب نربدا پر

ماہ رمضان میں آیا۔ گزر اکبر پور پر مقام کیا عید فطر کے بعد آب نربدا سے عبور کیا۔ جب [illegible]
پر پہنچا تو اُس نے خبر سُنی کہ اطراف نواح دار الخلافہ اور پنجاب میں سکھوں نے فساد مچایا ہے
میں نے التزام کیا کہ اگر کوئی شاذ و نادر ہندوؤں کی تصنیف کی ہوئی تاریخ [illegible]
تو اس میں سے بعض واقعات تاریخی کو نقل کرتا ہوں کہ جس سے مسلمانوں کے بیان سے [illegible]
مقابلہ ہو جائے۔ اختلاف اور اتفاق اُن کا کھل جائے۔ سکھوں کی کتابیں بہت سی ہیں [illegible]
اُنہوں نے مسلمانوں سے اپنی لڑائیوں کا حال لکھا ہے۔ شمشیر خالصہ ان سب کی جامع [illegible]
مصنف بھائی گیانی سنگھ گیانی نے مسلمانوں کے ساتھ جو سکھوں کو معاملات پیش [illegible]
پیرایہ میں بیان کئے ہیں اور کشف خرق عادت کو دخل دیا ہے جن کو مذہب سے تعلق ہے [illegible]
تعلق نہیں ہے۔ غرض اس میں سے بعض مضامین چند صفحوں میں گھٹا بڑھا کر لکھتا ہوں۔

سِکھوں کا بیان

گورو نانک شاہ

سلطان بہلول لودھی کے زمانہ میں کاتک سدی پورنماشی سمت ۱۵۲۶ مطابق [illegible]
موضع تلوندی تحصیل شرقپور ضلع لاہور میں گورو نانک پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش [illegible]
پختہ عمارت بانکامہ بنی ہوئی ہے جہاں میلا ہوتا ہے اُن کے باپ کا نام کالو چند بیدی [illegible]
کا کھتری تھا۔ اس کے حسب نسب کو راجہ رام چندر جی سے سکھ ملاتے ہیں۔ اُن کے [illegible]
معجزات اور کرامات سکھ بہت بیان کرتے ہیں اور اُن کو اوتار مانتے ہیں۔ یہ باتیں تو [illegible]
کی ہیں مگر یہ سب مانتے ہیں کہ وہ لڑکپن میں وجاہت اور لیاقت رکھتے تھے۔ ہونہار بروا [illegible]
چکنے چکنے پات۔ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ سید حسن درویش نے کہ صاحب کشف و کرامات [illegible]
گورو پر نظر توجہ کی اور اُن کی صحبت کی برکت سے گوروجی باپ دادا کے آئین و رسم [illegible]
برگشتہ ہوئے اور فقرا صوفیہ کے زمرہ میں آئے۔ اور مسلمان فقرا کے اقوال سے اپنی [illegible]
زبان میں گرنتھ کتاب بنائی۔ سکھ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہندو مسلمان فقرا کی صحبت میں رہے

سے خود مستفیض ہوئے اور بعض کو اپنے سے مستفید کیا۔ گرونانک موحد صوفی تھے اور
میں مسلمان و ہندو کی باہم کچھ تمیز نہیں اس میں دونوں ایک ہیں۔ ان کا مذہب ایسا ہی
سائیں کبیر کا۔ اُن کے مذہب کا خاص مطلب صلح کل تھا۔ وہ دونوں ہندو مسلمانوں کو متحد
تھے۔ وہ توحید کے معتقد تھے۔ اُن کے نزدیک جیسا کہ وید و پران ایسا ہی قرآن۔ وہ
سے پرہیز کرنا اپنے مذہب میں کفر جانتے تھے۔ ان کا یہ قول تھا کہ انسان پر خدا کی
فرض ہے مگر پرستش الٰہی کی ظاہری صورت کی پابندی کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان فقرا
خواہ ہندو ہوں یا مسلمان ہوں ایسے ہوتے ہیں کہ مذہبی عناد و فساد کو بالکل دُور
معراج کے باب میں گورو کا یہ دوہرہ ہے ؎

نانک تنھ میں در نہیں بنی گیو کس بار

جیسے چھچھ سے اچھچھ نکس جات ہے پار

اے نانک آسمان میں دروازہ نہیں بنی کیونکر چلا گیا۔ جیسے عینک سے نگاہ پار جاتی ہے۔
مذہب میں کوئی حصہ مسلمانوں کے مذہب سے اخذ کیا ہے۔ کوئی ہندوؤں کے مذہب سے
توحید قرآن و وید سے اخذ کئے ہیں۔ اور گاے کی تعظیم اور بتوں کی تکریم یہ ہندوؤں کے
سے استثنا کی۔ مذہب میں کوئی بات ایجاد نہیں ہوئی۔

گرونانک نے چار بڑے بڑے سفر کئے ہیں اور اُن میں فقرا صوفیہ سے تحقیقات مذہب
سے ۹۹ برس ۱۰ مہینے ۱۰ دن کی عمر میں اسوج بدی دسمی سمت ۱۵۹۶ بکرمی مطابق ۹۹۳ھ/۱۵۳۹ء کو
نے دنیا سے سفر کیا۔ اُن کی پاکبازی اور راستبازی میں دونوں ہندو مسلمانوں کو اتفاق
تشریح خالصہ میں لکھا ہے کہ جب بابر سے گرونانک ملے تو انہوں نے اُس کو ہندوستان کے
نے کی اور اُس کی سات پشت تک ہندوستان میں فرمانروائی رہنے کی دعا دی تھی۔ بابر نے
بھنگ کے قدح اور جواہر وغیرہ کی تواضع کی ان کے قبول کرنے میں انہوں نے انکار کیا۔
نے اُن کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔

نانک شاہ کے دو بیٹے تھے ایک سری چند جس نے اپنی زندگی درویشی میں
نہ جورو کی نہ باپ کی جانشینی کی۔ دوسرا لکھمی چند تھا وہ دنیا کے مال و عزت کو
اُس کی زمینداری تھی۔ ہمیشہ حکمرانی و شکار افگنی اور باغ و راغ کی سیر میں مشغول
اُس کی اولاد کو صاحب زادہ کہتے ہیں۔

گورو انگد

گورو نانک کے جانشین گورو انگد ہوئے۔ وہ سکندر لودہی کے زمانہ میں
میں پیدا ہوئے۔ سمت ۱۵۶۱ میں گورو نانک کے چیلے ہوئے۔ اُنہوں نے اپنے گورو کی
کی۔ گورمکھی حرفوں کو ایجاد کیا اور جنم ساکھی کتاب لکھی۔ ہمایوں بادشاہ جب شیر شاہ
پاکر بھاگا ہے تو وہ اس گورو سے ملنے گیا۔ اُس نے تعظیم نہ کی تو ہمایوں نے اُس
کا ارادہ کیا۔ تو گورو نے کہا کہ یہ شمشیر شیر شاہ پر کیوں نہ چلائی۔ وہاں سے بھاگ آئے
تلوار چلاتے ہو تو بادشاہ نے اُن سے معافی مانگی تو گورو نے کہا کہ چند سال بعد پھر تم
کے بادشاہ ہو جاؤ گے! اور اکبر کے پیدا ہونے کا مژدہ سُنایا۔

یہ گورو سمت ۱۶۰۹ مطابق ۱۵۵۲ء میں بمقام کھنڈوے ۳۵ سال ۲ ماہ ۹ یوم کی عمر
ہوا۔ ۱۲ سال ۹ ماہ ۶ یوم گدی نشینی کی اور ۴۷ سال ۱۱ ماہ ۱۵ یوم کی عمر میں سفر آخرت کیا۔

گورو امرداس صاحب بادشاہی سوم

یہ گرو سکندر لودہی کے وقت میں ۹ بیساکھ بدی سمت ۱۵۳۶ مطابق ۱۴۷۹ء
پرگنہ امرت سر میں تیج بھان بہلے کھتری کے گھر میں پیدا ہوا۔ سمت ۱۶۰۹ میں گورو انگد
گورمائی کی گدی پر سرفراز کیا۔ اس گورو نے قصبہ گوبند وال کو آباد کیا۔

ایک دفعہ گوبند امرداے کھتری کے بیٹے نے حاکم لاہور کے روبرو گورو جی پر
کہ گورو فقیر سمجھ کر اس گانوں میں ٹھیرنے کو مکان دیا تھا مگر اب وہ مالک بن کر بیٹھا ہے
سے نکلتا نہیں۔ گورو جی نے اپنے داماد کو جو اب دہی کے لئے بھیجا مرزا جعفر بیگ حاکم
لاہور میں طلب کر کے ثبوت طلب کیا۔ گورو نے غصہ میں آنکر کہا کہ گردن ٹوٹے زمین
لے۔ حاکم گوبند وال گیا اور تحقیق سے مدعی کا دعویٰ باطل ٹھیرا۔ وہ اُلٹا جاتا تھا کہ گھوڑے

...ن ٹوٹ گئی اور اس کا بیٹا مرزا طاہر بیگ اس واقعہ کو گورو کی بد دعا سمجھ کر اس پاس گیا اور عرض کیا ...پ کا خادم ہوں مجھ پر نظر کرم رکھئے۔ گورو جو گوبند وال میں باولی کھدواتے تھے اس میں طاہر بیگ ...دی اور جب وہ قلعہ چتوڑ کے محاصرہ میں گیا تو اکبر کو صلاح دی کہ آپ گورو کی منت مانیں گے ...ہو جائیگا۔ اکبر بادشاہ نے جیسے بائیس صوبے مقرر کئے تھے۔ گورو جی نے بائیس منجے یعنی ...مقرر کیں۔ سمت ۱۶۰۱ میں گنگا اشنان کے لئے جمنا کے عبور کرنے پر گوروے محصل نے حسب دستور ...کس محصول مانگا۔ گورو جی نے محصول دینے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم فقراے تو دھرم ...محصول نہیں مانگتا تم کیوں کرنے سکتے ہو۔ جب اس کی خبر اکبر بادشاہ کو ہوئی تو اُس نے ...محصول کا حکم بھیجدیا۔ جاتری ہردوار کا اشنان کر کے چلے گئے نہ آنے میں محصول دیا نہ جانے ...لوگ اُن کے ساتھ سکھ بن کر بے محصول چلے گئے۔ اکبر بادشاہ نے بھگوانداس کھتری ...پاس چتوڑ کی دعا کے لئے بھیجا۔ اُنہوں نے کہا کہ جب ہماری باولی کا کڑہ پھوٹے گا تو ...ٹوٹے گا۔ اکبر نے کاریگروں کو بھیج کر ۱۶۱۶ء میں باولی کا کڑہ توڑ دادیا تو اُسی وقت ...ہوگیا۔ تو بادشاہ نے اس پاس تحائف اور نذر نیاز بھیجی۔

جب اکبر بادشاہ سمت ۱۶۲۲ میں لاہور آیا تو قصبہ گوبندوال میں گورو امرداس جی پاس گیا بلکہ ...کے بارہ دہات کی آمدنی گورو جی کو دینی چاہئے مگر وہ اُنہوں نے لینی نامنظور کی۔

...گورو ۶۲ برس کی عمر میں گورو انگد کی خدمت میں آئے۔ بارہ برس اُن کی خدمت ...کے انتقال کے بعد ۲۲ برس گدی نشین رہے۔ ۹۵ سال ۳ ماہ ۱۳ یوم کی عمر میں

گورو رام داس بادشاہی ہمام

گورو رام داس ۲۲ کاتک بدی ۷ سمت ۱۵۹۱ مطابق ۱۵۳۴ء میں لاہور میں شیر شاہ کے ...رام داس سوڈھی کے گھر میں پیدا ہوئے۔ گورو امرداس نے اپنی بیٹی کا بیاہ اُن سے کیا ...سمت ۱۶۳۲ میں جب اکبر بادشاہ لاہور کو جاتا تھا تو گورو سے ملنے آیا اور موضع سلطان ونڈ ...تصبات گرد و نواح کی زمین گورو چک کے ساتھ شامل کر کے گورو جی کو دیدی اور

سندھ ملتانی لکھ دیتی۔ امرت سر اسی زمین پر گورو جی نے آباد کیا۔

گورو رام داس کے تین بیٹے پرتھی چند، مہادیو اور ارجن تھے۔ گورو جی ارجن کو گدی
سنہ ۱۵۸۱ء میں دنیا سے چل بسے۔ عمر ۴۹ برس ۱۰ ماہ ۴ دن کی تھی۔

گورو ارجن بیساکھ سدی ستمی سمت ۱۶۲۰ مطابق ۱۵۶۳ء کو اکبر بادشاہ کے عہد میں
میں گورو رام داس کے گھر میں پیدا ہوئے۔

گورو ارجن بادشاہ بیگم

سمت ۱۶۳۸ کو گورو بائی کی گدی میں انھوں نے اپنے فرقہ کو بہت ترقی دی اور ہزار
فرقہ میں شامل کیا۔ اس گورو کے عہد سے سکھوں میں فقیری کے ساتھ دنیاداری شروع ہوئی
کی اولاد میں مسند گوریائی کے لئے ہمیشہ جھگڑے فساد ہوتے رہے۔ دولت کی محبت بھی پیدا
کی پوتھیوں میں لکھا ہے کہ دنیا کی دولت گورو نانک سے بارہ کوس کے فاصلہ پر اور گورو انگد
پراور گورو امر داس کے دروازہ پر اور گورو رام داس کے قدموں پر اور گورو ارجن کے گھر میں

گورو ارجن سے پہلے کبھی گورو کے عہد میں گوروؤں کے خرچ کے لئے سالانہ یا ششماہی
وصول نہیں ہوتا تھا۔ گورو ارجن نے ہر تعلقہ میں ایک مسند یعنی کارکن مقرر کیا کہ وہ دسوند
حصہ) جمع کیا کرے۔ جب سال ختم ہوتا تو یہ مسند (کارکن) اپنے اپنے علاقہ کے سکھوں سے
(چندۂ مذہبی) لاکھوں روپیہ گورو ارجن پاس لاتے اور سکھوں کے گرو ہا گرو ارجن کی نیاز
اور نقد و جنس نذریں دیتے اور گورو ان کو خلعت و دستار رخصت کے وقت دیتے۔ یہ طریق
گورو تک جاری رہا۔

گورو ارجن نے امرت سر میں تالاب کے اندر جو مندر بنایا اس کی بنیاد میاں میر فقیر
اسی مندر کو احمد شاہ بادشاہ کابل نے سمت ۱۸۱۱ میں ڈھایا تھا۔ شہر امرت سر کو اس گورو نے
بڑی رونق ہوئی۔ ساہلو جی نے ۷۲ ذاتوں کے آدمیوں کو لاکر اس میں بسایا۔ سمت ۱۶۴۹ میں
ترنتارن میں گورو ارجن نے ایک تالاب کھدوایا اس کی اینٹوں کے پزاوے پر تھی چند
بڑے بھائی کے بہکانے سے امیر الدین پسر نور الدین حاکم وقت اپنے مکان کے بنانے

گورو ارجن لاہور میں آیا تو حسن خاں حاکم شہر اُس کی خدمت میں آیا اور معتقد ہوا۔ اس نے اس
کے کھدوانے میں بڑی امداد کی جو گورو جی نے لاہور میں ولی بازار میں کھدوائی تھی۔ پرتھی چند
رام داس کا گدی کے نہ ملنے سے اپنے بھائی گورو ارجن کا بڑا دشمن تھا۔ موضع ہنجیر میں جا کر
رہا۔ یہ موضع اُس کے دوست خلجی خاں نے آباد کیا تھا۔ یہاں اُس نے امرت سر کے تالاب کی
نسبت سنا اور کہا کہ یہی تیرتھ نجات دے گا۔ پرتھی چند نے خلجی خاں کو جو اس ملک کا حاکم تھا بہت
سی رشوت دے کر اپنا مددگار بنایا اور گورو ارجن پر دعویٰ دائر کیا جس کا اکبر شہنشاہ نے یہ فیصلہ کیا کہ
جس کو جو رتبہ دے گیا وہ منسوخ نہیں ہو سکتا۔ پرتھی چند ہمیشہ خلجی خاں کی امداد سے گورو ارجن کو
ستاتا رہتا تھا۔ اس اثنا میں وزیر خاں حاکم لاہور جلندھر کے مرض میں مبتلا ہوا تو وہ حضرت میاں میر کے
توسط سے گورو ارجن پاس آیا اور اُن کے علاج سے وہ اچھا ہو گیا۔ اس سبب سے وہ ان کا معتقد ہو گیا۔
آخر میں خلجی خاں نے پرتھی چند و گورو ارجن کا آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ تمام سکھی سیوکی کا مالک
گورو ارجن کو بنایا اور باقی گورو چک کے کل زمیندارہ وغیرہ کی وراثت مع کچھ حصہ اس شہر کے
بادشاہ سے دیا گیا تھا۔ پرتھی چند کو دیا۔ اس اکبر شاہ کی سند میں چودہ ہزار بیگہ غیر مزروعہ اراضی تسلیخ کے
اندر مندرج تھی۔ پرتھی چند نے اپنی دشمنی نہ چھوڑی۔ وہ چندو لال قوم کھتری بادشاہی دیوان
تھا۔ اُس کی اور گورو ارجن کی اس بات پر عداوت ہو گئی تھی کہ دیوان اپنی بیٹی کی سگائی
گورو ارجن کے بیٹے ہرگوبند سے چاہتا تھا اور گورو ارجن نے کسی خاص وجہ سے اُس کو نامنظور کیا
تھا۔ اس دیوان کے ذریعہ سے اکبر بادشاہ کو یہ شک لایا کہ گورو ارجن ڈاکوؤں اور رہزنوں کو اپنے
پاس رکھتا ہے ہمیشہ ڈاکہ زنی کے مال سے گزارہ کرتا ہے۔ جس کے سبب سے ۱۶۰۷ء میں صلحی خاں
تعینات کیا گیا۔ مگر اُس کو گوبند وال میں ایک نوکر نے مار ڈالا۔ تو دیوان چندو لال نے اکبر بادشاہ
کو سمجھایا کہ گورو ارجن نے سازش کر کے اُس کو قتل کرایا ہے تو بادشاہ نے غصہ میں آ کر صلحی خاں
لاہور کو گورو ارجن کی تنبیہ کے لئے فرمان لکھا صلحی خاں نیچہ میں پرتھی چند پاس آیا۔ دونوں
شکار کھیلنے گئے کہ صلحی خاں کا گھوڑا ایک جانور کے آڑنے سے بھڑک کر جلتی آگ میں جا پڑا

الف 643
۱۰۳ الف

اور صلحی خاں مرگیا۔

سمت ۱۶۶۸ میں اکبر بادشاہ لاہور میں آیا۔ تو قصبہ بٹالہ ضلع گورداس پور میں دیوان چند
بادشاہ سے یہ کہا کہ گورو ارجن نے گرنتھ کو مرتب کیا ہے اور اُس کو کہتا ہے کہ یہ میں نے
سے لکھا ہے۔ اس میں مذہب اسلام کی تحقیر کی ہے اور پیغمبران خدا کی تضحیک اور بت پرستی
بادشاہ نے گورو ارجن کو بلایا کہ وہ گرنتھ لے کر آئے مگر گورو کسی سبب سے خود نہ گئے
بھائی گورودا س جی اور بابا بڈھا کو گرنتھ کے ساتھ بھیجدیا۔ اکبر نے کئی جگہ سے گرنتھ کو
چندو لال کے بیان کو جھوٹا جانا اور اکیاون اشرفیاں گرنتھ پر چڑھائیں اور گورو ارجن کے
کا وعدہ کیا۔ اور اُس کو خلعت بھیجا۔

سمت ۱۶۶۲ میں تو وہ گورو ارجن پاس گیا اور اُس کے کلام سے مستفید ہوا۔ گورو جی کی
سے کل پنجاب کا لگان بوجہ قحط سالی اس سال کے لئے معاف کردیا۔ بلکہ بہت سا غلہ
کو تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔ شہنشاہ اکبر کی اس مہربانی سے گورو ارجن کی بزرگی کا بڑا
جب نورالدین جہانگیر بادشاہ ہوا اور اُس کا سرکش بیٹا خسرو تن تارن میں آیا تو وہ
امداد کا خواہاں ہوا تو گورو نے پانچ ہزار روپیہ اُس کو دیا۔ جس کو دشمنوں نے پچاس
بنا کر بادشاہ سے شکایت کی۔ جب خسرو پکڑا آیا اور قتل ہوا تو دیوان چندو لال نے گورو جی
اُس کے معاونوں میں بیان کیا۔ تو بادشاہ نے گورو جی کو بھی طلب کیا تو وہ اُس کو
سمجھ کر اپنے بیٹے گورو ہرگوبند کو گدی نشین کر کے لاہور آئے۔ اور چندو لال نے گورو کو بادشاہ
پہنچایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ تم نے خسرو کو پچاس ہزار روپیہ دیا تھا اس جرم کا جرمانہ
خزانہ میں داخل کرو ورنہ جان سے مارے جاؤ گے۔ اُس کے جواب میں گورو نے کہا کہ
پاس سوائے خدا کے نام کے کوئی اور دولت نہیں ہے۔ اور نہ خسرو کو پچاس ہزار روپیہ
دیا ہے۔ یہ کسی دشمن نے خلاف واقعہ بیان کیا ہے۔ بادشاہ نے گورو کو کوتوالی میں
چندو لال گورو کو اپنے گھر لے گیا اور کہا کہ میری لڑکی سے اپنے لڑکے کا بیاہ قبول کیجئے

گورو ہرگوبند کی بادشاہت کا زمانہ

...طرح مارے جائینگے۔ گورو نے یہ رشتہ کرنا منظور نہ کیا۔ اُس نے گورو پر گرم ریت ڈلوایا اور ...نے بنی میں بند کیا۔ پھر گائے کی کھال میں گورو کو سینا چاہا۔ گورو نے کہا کہ مجھے دریائے راوی ...کرآنے دے۔ پھر جو تو کہے گا میں قبول کرونگا۔ چندولال نے اپنے آدمیوں کی حوالات ...شنان کو بھیجا۔ وہ اشنان کرکے جیٹھ سدی چوتھ ۱۶۶۳ء مطابق ۱۰۲۵ھ ۱۶۰۶ء پرلوک گون ہوئے ...برس کی عمر تھی۔

گورو نانک کی ولادت سے ۱۲۶ برس بعد سمت ۱۶۵۳ مطابق ۱۰۱۴ھ ۱۵۹۰ء اساڑھ میں گورو ...پیدا ہوئے۔ وہ گورو ارجن کے بیٹے تھے۔ وہ ۱۱ سال کی عمر میں سمت ۱۶۶۳ میں گدی پر بیٹھے ...گورو نے فقیرانہ طریقہ کے خلاف کمر میں دوہری تلواریں باندھیں اور تمام سپاہیانہ کرتبوں میں مہارت ...باپ کے مرتے ہی چندولال سے انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ سکھوں کو فن سپہ گری کی طرف رغبت ...گھوڑوں اور ہتھیاروں کے نذر میں آنے سے بہت خوش ہوتے تھے۔ غرض تھوڑے ...میں ظاہری اسباب درست کرکے اپنے تئیں فقیر سے راجہ بنالیا۔ سمت ۱۶۶۵ میں دربار امرت سر ...سامنے ایک چبوترہ بنواکے اس کا نام اکال بنگاہ رکھا۔ دونوں وقت اُس پر دربار کرنا ...شروع کیا۔ اور یہیں بیٹھ کر دینی و دنیاوی مواعظ سکھوں کو سُناتے اور سکھوں کے مقدمات کا فیصلہ ...کرتے۔ ان کا خطاب سچا بادشاہ ہوا۔ گورو جی کی شاہانہ شان دیکھ کر پرتھی چند سودی کا بڑا بیٹا ...چندولال پاس دہلی گیا اور اُس کے توسل سے بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ گورو ہرگوبند پاس ...اور ڈاکوؤں کا جمگھٹ لگا رہتا ہے اور سکھوں کو سپہ گری سکھاتا ہے کہ بادشاہی ملک میں ...پیدا کریں۔ وزیر خاں کو حکم ہوا کہ وہ گورو کو حاضر کرے۔ وہ گورو گوبند کے پاس امرت سر میں ...گورو اُس کے ساتھ دہلی گیا۔ ایک سو سوار و پیادے سکھوں کے اس کے ہمراہ تھے۔ بادشاہ ...سے باخلاق پیش آیا۔ پانسو روپیہ ان کا یومیہ مقرر کردیا۔ دیوان چندولال نے جہانگیر بادشاہ ...کہ روپیہ جرمانہ جو گورو ارجن پر ہوا تھا اور اب تک ادا نہیں ہوا تھا یاد دلایا۔ گورو جی سے ...طلب ہوا اس کے ادا کرنے سے انکار کیا تو قلعہ گوالیار میں بادشاہ نے گورو کو مقید کیا۔ پھر

بادشاہ نے اُس کو چھوڑ دیا اور اُس کی سپاہیانہ لیاقتیں دیکھ کر سات توپیں اور ایک
و پانسو سواروں کے رکھنے کی اجازت دی اور پنجاب کے تمام بادشاہی حکام کے نام
کر دیئے کہ وہ گورو گوبند سے نیک سلوک کریں اور وہ جو امداد طلب کریں وہ اُن کو دیں
چندو لال کو گورو ارجن کی بالا مروازید کے ہضم کرنے کے جرم میں ماخوذ کرایا اور بادشاہ
چندو لال کو گورو کے حوالہ کیا۔ گورو جی نے اُس سے خوب دل کھول کر باپ کا انتقام لیا
بہت بُری طرح سے مارا۔ جہانگیر کی مہربانی اُن کے حال پر دیکھ کر بہت لوگ گورو
گورو جی۔ نے امرت سر میں قلعہ لوہ گڈھ بنایا۔ جہانگیر کشمیر کے سفر میں گورو سے ملا اور کل
نگرانی کا اختیار اُس کو دیا اور اپنے ہمراہ کشمیر لے گیا۔ جہانگیر کا کشمیر سے مراجعت کرنے میں
ہوا۔ شاہجہاں بادشاہ ہوا۔

پرتھی چند کے بیٹے نے چندو لال دیوان کے بیٹے سے مل کر بادشاہ کے حضور میں
ہرگوبند پر دعویٰ کرایا۔ گورو لاہور میں طلب ہوا۔ بادشاہ نے دعویٰ خارج کیا اور گورو کی
کی اور خلعت فاخرہ دیا۔ اُسی سال گورو نے بندے خان پٹھان پہلوان اور جمال خان اور
عالم خان وغیرہ پٹھانوں کو نوکر رکھا۔

بہرحال ان کے بیجا زاد بھائی کی نالش نے اور بعض اور باتوں کے سبب شاہجہان گورو
مہربان نہیں رہا جیسا کہ جہانگیر تھا۔ شکار میں ایک باز پر گورو اور شاہجہان کی تکرار ہوگئی۔ شاہ
مخلص خاں نائب ناظم کو سات ہزار فوج دے کر گورو کے نکالنے کے لئے بھیجا۔ گورو بھی
سپاہ سے مقابلہ کرنے کے لئے موضع نڈالی میں آیا۔ مخلص خاں اور غلام رسول بادشاہی
ہزار مارے گئے۔ بادشاہی فوج تتر بتر ہوگئی۔ پھر بادشاہ نے پندرہ ہزار سپاہ بسرداری
بھیجی۔ قلعہ لوہ گڈھ پر گورو نے مورچے باندھے اور گورو کی فوج بادشاہی لشکر سے شکست
میں داخل ہوئی۔ جب لشکر شاہی کا غلبہ گورو نے دیکھا تو موضع جھبال پرگنہ گوبندوال میں
کو پہنچایا۔ لوہ گڈھ کو چھوڑ کر وہ موضع جھبال میں چلے گئے۔ پھر گورو کی لڑائی عبداللہ خاں

سے ہوئی جس میں اُن کو فتح ہوئی ایسی اور دو تین لڑائیاں بادشاہی لشکر سے لکھی ہیں
سکھوں کو فتح ہوئی۔

گورو ہرگوبند ۴۸ سال ۹ ماہ ۴ یوم کی عمر میں ۳۷ برس ۱۰ ماہ گوریائی کرکے ۱۵ چیت سمت ۱۷۰۱
اس دنیا سے چل بسا۔

گورو ہرگوبند کا پوتا گورو ہرائے دادا کا جانشین ہوا۔ داراشکوہ اس کا معتقد تھا جب وہ اورنگ زیب
سے شکست پاکر بھاگا ہے تو اس گورو پاس آیا۔ مگر ٹھیر نے نہ پایا تھا کہ لشکر شاہی آن پہنچا تو وہ بھاگ
گورو نے ۳۱ سال کی عمر میں ۱۷ سال ۵ ماہ ۸ یوم گوریائی کرکے ۱۷۱۸ء میں اس سنسار کو چھوڑا

گورو ہرائے کا بیٹا ہرکرشن ۵ سال ۳ ماہ ایک یوم کی عمر میں باپ کا جانشین ہوا۔ رام رائے
بڑا بھائی اورنگ زیب پاس فریادی گیا کہ ہرکرشن میرے چھوٹے بھائی کو جو ابھی ۵ سال کا ہے
سلطنت لوٹ رہے ہیں۔ سات پشت کی دولت بزرگوں کی جمع کی ہوئی خاک میں مل رہی ہے
صغری کے سبب سے وہ گوریائی کے قابل نہیں۔ اورنگ زیب نے راجہ جے سنگھ سوائی والی جے پور کو
ہرکرشن کے بلانے کے لئے قصبہ کیرت پور میں جانے کا حکم دیا۔ جب راجہ کے آدمی گئے۔ تو
ان کے ساتھ دہلی روانہ ہوا۔ دہلی میں وہ چیچک کے مرض میں مبتلا ہوکر مرگیا۔

گورو ہرگوبند کا سب سے چھوٹا بیٹا گورو تیغ بہادر ۱۷۰۸ء میں گدی نشین ہوا۔ اورنگ زیب نے
تیغ بہادر کو دہلی میں بلایا۔ ۱۷۳۱ء میں وہ دہلی میں آیا۔ تو حوالات میں رکھا اور اُن کو قتل کروالا
چاندنی چوک میں رکھدیا۔ لکھی نے اُس کو اپنے گھر میں جلایا اور جہاں سر کٹا تھا وہاں ایک
بنا ہوا ہے جس کو سیس گنج کہتے ہیں۔

گورو تیغ بہادر کا بیٹا گوردگوبند باپ کا جانشین ہوا یہی گورو ہے جس نے سکھوں کو فرماں روا
اور اپنے باپ تیغ بہادر کے انتقام لینے کے درپے ہوا۔ اپنے دادا گورو ہرگوبند کی طرح عمدہ عمدہ
گھوڑے بہم پہنچانے اور ہتھیار تیار کرنے کے لئے سکھوں کو لکھ بھیجا۔

اب اُس نے سب طرح کا سامان جنگ تیار کرکے اپنے تئیں بادشاہ بنایا۔ چاروں طرف سے

اُن کی زیارت کو آدمی آتے اور گھوڑے اور ہتھیار نذر کے لئے لاتے اور کالے خاں
حیات خاں۔ بھیکن خاں کو مع پانسو سواروں کے نوکر رکھا۔ اس گورو کو جیسا کہ سکھوں کو
سپہ گری سکھانے کا شوق تھا ایسا ہی علم کی تعلیم کا بھی خیال تھا۔ سنسکرت طلبہ کو پڑھواتا تھا
بہت سے کوہستانی راجہ دس ہزار سپاہ سے گورو گوبند پر حملہ آور ہوئے اور گورو نے
شکست دیدی۔ اور لوہ گڈھ۔ انند گڈھ۔ پھول گڈھ۔ فتح گڈھ کے ناموں سے قلعے جا بجا تعمیر کرائے
اور تھوڑے دنوں میں اپنا سارا ٹھاٹھ شاہانہ بنالیا۔ جب اورنگ زیب نے کوہستانی راجاؤں کی مدد کے
لئے فوج بھیجی ہے تو گورو گوبند بعض راجاؤں کا طرفدار رہا۔ لشکر شاہی سے لڑ کر کبھی فتح
شکست پائی۔ اس کے ساتھ سپاہی ایسے ہمراہ تھے جو اپنے گورو پر جاں نثار کرنے کو اپنی عزت
سمجھتے تھے۔ خوب جان لڑا کر لڑتے تھے اس سبب فتح زیادہ اور شکست کم ہوتی تھی۔ گورو
اپنی لڑائیوں کا حال خود بچتر ناٹک میں لکھا ہے۔ گورو گوبند نے اورنگ زیب کی فوج سے بڑی شکست
انند پور میں پائی۔ جہاں سے وہ مجبور ہو کر بھاگا۔ اور راہ میں بڑی مصیبتیں اٹھائیں۔ گورو جی کی والدہ
مع گورو کے بیٹے زورآور سنگھ اور اُس کے چھوٹے بھائی کے اپنے قدیمی رسوئیہ برہمن کے گھر میں
چھپیں۔ رسوئیہ نے یہ دیکھ کر کہ ماجی پاس سونا بہت ہے جانی خاں مورنڈہ کو خبر کردی اُس نے
اُن کو جا کر گرفتار کر لیا اور تمام مال اسباب چھین لیا اور دونوں بیٹوں کو دیوار میں زندہ چنوا دیا
کی ماں ایک بُرج سے گر کر مر گئی۔ اورنگ زیب اس گورو کی شجاعت اور کامیابی سے ایسا گھبرا
اُس نے مصالحت کر لی۔ اورنگ زیب کے مرنے کے بعد بہادر شاہ نے گورو گوبند کو اپنا معاون
سکھ کہتے ہیں کہ گورو گوبند کے تیر سے اس کا بھائی اعظم شاہ لڑائی میں مارا گیا تھا۔ بہادر شاہ
کے ساتھ وہ دکن کے سفر میں ہمراہ تھا۔ گورو کے پیٹھ میں اُس کے ایک مسلمان نوکر نے زخم لگایا
وہ جانبر نہ ہوا۔ اور کاتک سدی پنچمی سمت ۱۷۶۵ کو گورو نے اس دنیا سے انتقال کیا۔

گورو گوبند نے دکن میں بابا بندہ بہادر کو اپنا چیلہ بنا کے سرہند میں اپنے بیٹوں کا بدلہ
لینے کے لئے بھیجا۔ بابا بندہ قوم کا راجپوت تھا۔ پہلے اس کا نام لزاین داس بیراگی تھا جب

صوبہ دکن میں گورو گوبند کا چیلہ ہوا تو اپنا نام بندہ رکھا جس کی لڑائیوں کا حال مسلمان بادشاہوں کے تاریخ میں لکھا جائے گا۔

اب سکھوں کے گروؤں کا سلسلہ دسویں گرو گوبند پر ختم ہوا۔ ان کے آخر زمانہ تک سکھوں کے کا خلاصہ یہ ہے کہ چوتھے گورو تک سکھوں کا فرقہ فقیری کے لباس میں رہا تو مسلمان بادشاہوں ان کے گوروؤں پر ہمیشہ مکرمت و عاطفت شاہانہ کی۔ کبھی اُن کے پاس خود جا کر اُن کی قدر و بڑھایا۔ کبھی اُن کو اپنے پاس بلایا۔ پانچواں گورو ارجن کو چندو لال نے قتل کیا جس کا سبب اوپر چھٹے گورو ہرگوبند نے جہانگیر کے بیٹے خسرو پر مہربانی کر کے اپنے تئیں گوالیار میں قید کرایا اُس کا قصور یہ بیان کیا ہے کہ اس گرو نے خسرو کے راج تلک لگایا تھا۔ مگر پھر اس گورو پر اس قصور کے کیسی کیسی مہربانیاں کیں۔ اُن کا ذکر اوپر ہوا۔ شاہجہاں سے گورو کی بے اعتدالیو اور اُس کے بھائی بندوں نے اس قدر شکایتیں کیں کہ وہ اُس سے ناخوش ہو گیا۔ گورو ہرائے نے عنایت کر کے اورنگ زیب کے اپنے سے خفا کرایا۔

تیغ بہادر کو اورنگ زیب نے قتل کرایا۔ گورو گوبند نے تو مسلمانوں سے لڑنے کا بیڑا اٹھایا! دانش نے سکھوں کو ایک فرماں روا قوم کچھ دنوں کے لئے بنایا۔

سکھوں کا فرقہ مدت تک مرنج مرنجاں رہا اور صلح کل کی صورت میں پرورش پاتا رہا۔ مگر اب قوم ہو گئی اور مسلمانوں کی سلطنت میں اُس نے جاہ و جلال کا کمال دکھایا مگر سلطنت میں اُس کا زوال آگیا۔ مذہبی جوش اس کا ٹھنڈا ہو گیا نرا سپاہی پن رہ گیا۔ گورو گوبند نے سپاہیانہ جمہوری سلطنت بنا دیا۔ گورو جی نے اپنے گروہ کی تعداد بڑھانے کے واسطے ہر ذات کو اٹھا دیا۔ مسلمانوں، برہمنوں، بھگتوں، شودروں چوڑھے چماروں بھنگیوں اور سب کے برابر کر دیا اور آپس میں اتحاد اور اتفاق کے لئے سب کا ایک لباس اور وضع و انداز اُن کی امتیاز اور آدمیوں سے ہو اور یہ فرقہ اور قوموں سے جدا معلوم ہو اس نے یہ مقرر کئے کہ ہر شخص روز و لادت یا روز ارادت سے اپنے پاس لوہا رکھے گویا یہ اُس کے

سکھوں کے حال کا خلاصہ دسویں گورو تک

سپاہی ہونے کا تمغہ تھا۔ نیلا باتا مقرر کیا۔ ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو بڑھنے دے اور سارے بالوں میں سے ایک بال کو نہ کترے نہ اُکھیڑے کیس رکھے۔ گائے کی تعظیم و تکریم کرے پینے اور شراب خوری کی قید کو اُٹھا دیا اور ہندوؤں کا پرانا طریقہ پرستش کا چھوڑ دیا۔ ٹیادستور نکالا۔ سلام کا یہ نیا طریقہ اختیار کیا کہ ملاقات کے وقت کہے کہ بول واہ گورو جی کا دوسرا جواب دے سری واہ گورو جی کی فتح۔ اُس نے اس فرقہ کی صورت کو ایسا بدل دیا وہ سب قوموں سے نرالی قوم معلوم ہوتی ہے اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ پچھیل قوموں سے مل کر ایک قوم بنی ہے بلکہ اصلی قوم بجائے خود معلوم ہوتی ہے۔ وہ گورو گوبند کے وقت سے ایسی دین کی حرارت میں بھری کہ اپنے مخالف مذہب والوں سے نفرت کرنے لگی مسلمانوں کی دشمن ہوگئی۔ سکھ جو مسلمانوں سے پادائش اور انتقام لینے کے لئے تدابیر سوچتے تھے اس سبب سے نہیں ہوسکتی تھی کہ اُن کی تعداد کافی نہ تھی۔ آخر کو گورو گوبند کو ناندیر میں بندہ ملا آیا کہ اُس نے سکھوں کو زمین سے آسمان پر بلند کیا گورو گوبند نے اُس کو سرہند میں اپنے بیٹوں کے لئے بھیجا۔ اور کل پنجاب کے سکھوں کے نام پروانے بھیجدیئے کہ بابا بندہ کی وہ اطاعت کریں حکم سے بابا بندہ پاس سارے سکھ جمع ہوگئے۔ ملک مالوہ کے سکھ اُس کے ساتھ ہوئے۔ سکھ قائل ہیں وہ بابا بندہ کو گورو گوبند کا اوتار کہتے ہیں۔ اس نے خرق عادات دکھا کر سکھوں کو سچا بادشاہ اپنا خطاب رکھا اور سرحد پنجاب کی نواح اور سرہند میں تاخت و تاراج کا بازار گرم کیا۔ بہادر شاہ نے حکم دیا کہ سارے ملک کے سکھوں کے نائبوں کو نکال دیں اور اُن کے معبدوں کو خراب کریں۔ بابا بندہ نے دو تین مہینے میں پانچ ہزار سوار اور سات آٹھ ہزار پیادے جمع کرلئے روز بروز اُس کی جمعیت بڑھتی گئی۔ لوٹ کے مال سے مالامال ہوگیا۔ اٹھارہ اُنیس ہزار سپاہی سارا سامان جنگ تیار تھا اُس پاس جمع ہوئے۔ سکھوں نے قزاقی اور مردم آزاری کا علم اور تین فوجدار شاہی جو اُن کی تنبیہ کے لئے کمربستہ ہوکر مقابلہ اور مقاتلہ کے لئے آئے اُن پر غالب آئے۔ اُن کو قتل کیا اور لشکر شاہی کو بہت تاراج کیا۔ تھانہ دار اور تحصیلدار مال اپنے

بہادر شاہ اور بابا بندہ کی لڑائیاں۔

کے۔ اب نوبت یہ آئی کہ تیس چالیس ہزار سکھ بابا بندہ کے رفیق ہو گئے۔ اُنہوں نے حکام
اور عمال جاگیرداروں کے نام احکام لکھ کر بھیجے کہ اطاعت کریں اور اپنے تعلقہ سے ہاتھ
سرکار سہرند میں وزیر خاں فوجدار تھا۔ مدت سے اس ضلع کی حکومت ملکی اور مالی اُس سے
صاحب خزانہ اور فوج گنا جاتا تھا۔ اور اس ضلع کے بندوبست کرنے میں وہ بہت مشہور
اس کو خبر ہوئی کہ اُس کے تعلقہ کے پرگنوں پر سکھ خرابی مچا رہے ہیں تو وہ سپاہ کی گرد آوری
جنگ کے جمع کرنے کی فکر میں ہوا۔ چار پانچ فوجدار اور باقی زمینداروں کو اپنے ساتھ متفق کیا
و یاروت کا سر انجام کر کے پانچ چھ ہزار سوار اور سات آٹھ ہزار پیادے برقنداز و تیر انداز
توپخانہ و جنگی ہاتھیوں کو ہمراہ لے کر سکھوں کی تنبیہ کے قصد سے روانہ ہوا۔ اور سکھوں کے
تین چار کروہ پر جا پہنچا۔ بابا بندہ جو سکھوں کو ہمیشہ فتح کا درس دیتا تھا وزیر خاں سے لڑنے
مقابلہ شروع ہوا۔ سکھوں نے ایسی بہادری کی کہ تلواریں سوت سوت ہاتھیوں پر حملہ کیا
ہاتھیوں کو پاانداز کیا اور بہت مسلمانوں کو کشتہ کیا۔ بہت سکھ بھی مارے گئے۔ وزیر خاں
دق لگی جس سے وہ مر گیا اور اسلام کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور سکھوں کو تمام مال و
گھوڑے اُس کے ہاتھ آئے۔ سپاہ اسلام سوائے جان اور بدن کے کپڑوں کے کچھ اور
اور سوار پیادے سکھوں نے بہت مارے۔ اور بندہ تعاقب کرتا ہوا شہر سرہند میں آیا اور
شہر تجارت کے مال سے بھرا ہوا تھا اور جس کے صراف مال دار اور اہل پیشہ مایہ دار
کے شرفا خصوص اعیان و صلحا و فضلا بہت شہر میں رہتے تھے۔ کسی کو جان و مال باہر
کی فرصت نہ ملی۔ وہ سب وزیر خاں کے مرنے کی اور لشکر اسلام کے غارت ہونے کی خبر
ہوئے اور مجہور ہو گئے۔ ایک دو روز دست و پا زنی لاحاصل کی۔ آخر کو قہر الٰہی میں گرفتار
سکھوں نے مال لوٹا۔ مردوں کو مارا۔ وضیع و شریف کے اطفال و عیال کو اسیر کیا۔ تین چار
سا بیداد و ظلم کیا کہ حاملہ عورتوں کے پیٹوں کو چاک کیا جو بچہ زندہ نکلا تو اُس کو زمین پر پٹک کر
عمارت کو جلایا۔ فقیر و غنی کو ہم صورت بنا دیا۔ جہاں مسجد اور بزرگوں کے مقبرے اور مزار دیکھے

اُن کو توڑا ڈھایا اکھیڑا مزاروں میں سے مُردوں کی ہڈیوں کو نکالا اور مُردوں کی لاشوں سے
عوض یہاں تک لیا کہ اُن کی بوٹیاں کر کے کوّے چیلوں کو کھلائیں۔ سرہند کے تمام
پرگنات میں تحصیل باج و خراج کے لئے اپنے عمال تعین کئے۔ ان کا نوشتہ تہدید آمیز علی محمد خاں
سہارن پور پاس گیا۔ سرہند کے باشندوں کے حال سننے سے اُس کے ہوش و حواس
تھے۔ ہر چند شرفا اور افغانوں نے جمع ہو کر استقامت کے لئے اور بُرج و بارہ کے مستحکم کرنے
واسطے کہا مگر وہ مال و عیال سمیت شاہجہاں آباد کو بھاگ گیا۔ قصبے کے آدمیوں نے باہم
کر کے کل اطراف میں مورچال باندھے۔ سکھوں سے اُنہوں نے بہادرانہ جنگ کی اور قلعہ
کی پناہ میں بیٹھ کر تیر و گولے مار کر بہت سکھوں کو مارا۔ شرفا کی ایک جماعت نے اپنے عیال
مار کر تردد نمایاں کیا اور بہادرانہ جان دی۔ مگر قصبہ کے بڑے حصے میں مال و عیال ضائع ہوئے
عورتوں نے اپنے ناموس کا پاس کر کے اپنے تئیں ہلاک کیا اور قید ہونے سے کنوں میں گر
لیکن بعض شرفاء جلاوت پیشہ نے عیال اور ناموس کو جمع کیا اور سکھوں کے دفع میں کوشش
اُن کی چنداں مضرت جانی و مالی اور بے ناموسی نہیں ہوئی۔ جب سکھوں کو مال وافر تقدیر
سہارن پور سے ہاتھ آئے تو اُنہوں نے اطراف کا بندوبست کیا۔ جلال خاں فوجدار جلال
کے نام تہدید آمیز حکم بھیجے۔ قصبہ جلال آباد کو جلال خاں نے آباد کیا تھا۔ وہاں حصار کا
مایہ دار افغان بہت وہاں سکونت رکھتے تھے۔ اس ضلع میں جلال خاں شجاعت و تہوری
مشہور تھا۔ جب بندہ کا خط اس پاس پہنچا تو خط لانے والوں کو تشہیر کر کے نکال دیا۔ اور
کا بندوبست کیا۔ اسباب جنگ مصالح نام و ننگ کا تہیہ کیا اور سیاہ کو سکھوں سے لڑنے
بھیجنے کا ارادہ کیا۔ اس ضمن میں خبر آئی کہ بندہ کی فوج تین کوس پر آگئی ہے اور سکھوں نے
جلال آباد کے دو مواضع میں گڈھیوں کا محاصرہ کیا جو خوب آباد اور تجارت کے مال سے
ہوئی تھیں۔ جلال خاں اس خبر کو سن کر تین چار سو سوار افغان اور قریب ہزار کے برقند
لبرداری غلام محمد خاں اپنے پوتے کے اور ہنر بر خاں بنی عم کے محصوروں کی کمک کو سکھوں

نے کے لئے بھیجے۔ چار پانچ سو برقنداز تیرانداز اور بہت سی رعایا طرح طرح کے
اور فلاخن لے کر سکھوں سے لڑنے کے لئے نکلی خوب لڑائی ہوئی۔ ہزبر خاں اور ایک
بہت کثیر افغانوں اور رعایا کی کشتہ ہوئی۔ لیکن آخر کو پیا پے حملے کر کے افغانوں اور شرفا
سکھوں کو مار بھگایا۔ پھر کئی دفعہ جلال خاں اور بندہ کی لڑائیاں ہوئیں دو تین دفعہ سکھوں
شکستیں ہوئیں۔ مگر جلال آباد کے محاصرہ میں وہ جمے رہے۔ سب طرفوں سے مور و ملخ کی طرح
قریب ہزار سکھ پیادہ و سوار فراہم ہو گئے اور اپنے ساتھ دو تین سو مورچال رواں ساتھ لائے
جو کے تختوں سے بنائے تھے اور اُن کے پائے مثل ارابہ کے لگائے تھے اور جلال آباد
کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیا۔ افغانوں نے بھی ایسی بہادری دکھائی کہ بیان نہیں
ہو سکتی

محاصرین مورچالوں کے ساتھ پائے دیوار میں دروازے کے نزدیک آئے اور اُنہوں
نے گولہ بندوق و سنگ پھینکے اور فتح درشن پکارتے ہوئے چار پانچ سو کلنڈرا اقسام حربہ
سے پائے حصار کے کھودنے کے لئے آئے اور زینے لگانے اور دروازوں کے جلانے میں
بہت زیادہ شوخی کی۔

افغان دروازوں کو کھول کر ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے ہوئے اور منہ پر سپریں
لیے ہوئے نکلے اور سکھوں پر حملہ کیا اور ہر حملہ میں سو دو سو سکھوں کو کشتہ و زخمی کیا۔ مسلمان بھی
مارے گئے۔ راتوں کو بھی سکھوں پر حملہ کرتے۔ بیس روز رات دن محصوروں پر خورد و خواب و آرام
حرام آخر کو سکھ کئی ہزار قتل ہوئے اور کچھ فائدہ نہ حاصل کر سکے۔ محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے۔
جلال پور اور پرگنہ دوآبہ جالندھر کی تسخیر کے درپے ہوئے اور اپنے دستور کے موافق
اُن کے نام پروانہ لکھا کہ اطاعت قبول کرو بعض فرمائشوں کا سرانجام کرو اور خزانہ موجود
دستنبل کو آؤ۔ یہ پروانہ دو سکھوں کے ہاتھ بھیجا۔

شمس خاں نے شرفا و تمن داروں سے مشورہ کیا۔ سب شرفا نے اُس پر فاتحہ خیر

پڑھی کہ اُس کی رفاقت کرنے کے اور شہادت پانے کی نیت سے رفاقت
کی کلام الٰہی پر قسم کھائی۔ شمس خاں نے بندہ کے فرستادوں کے سامنے باہر خیمہ
اور جواب تہدید آمیز لکھا کہ ہم جلد آتے ہیں۔ بندہ کی فرمائشوں میں ایک یہ بھی تھی کہ
باروت بھیجدو۔ کچھ سرب وباروت بھیجدیا اور لکھا کہ بازار کے تاجروں اور باروت خانہ
میں یہ دونوں چیزیں بہت موجود ہیں مگر باربردار اور سواریاں شرفاور فقا کے
درکار ہیں وخالی نہیں۔ اس لئے زیادہ سرب وباروت نہیں بھیج سکا۔ جس قدر
بھیجدوگے اس قدر وہ بھیجدی جائیگی۔

شمس خاں نے چار پانچ ہزار سوار اور تیس ہزار پیادے برقنداز وتیر انداز
اسلحہ دار پرانے اور نئے اطراف کے زمینداروں کی رفاقت سے جمع کئے اور
کے شرفاورعایا اور اہل کسب سے جن میں زیادہ تر جاہے تھے شہادت کی آرزو میں
خواہش سے کمربستہ ہوئے۔ اور جان ومال عیال سے ہاتھ دھوکر پیمان رفاقت کو
کفالت پر آپس میں باندھا اور خرچ زر میں بھی شریک ہوئے۔ ایک لاکھ آدمیوں سے
جمع ہوئے اور بڑے دبدبہ کے ساتھ سلطان پور سے نکلے۔

سکھوں نے شمس خاں کے جرأت پر اور ایسی فوج ومصالح جنگ کے ساتھ
اطلاع پائی تو وہ بھی ستر اسی ہزار سوار اور پیادوں سے چلے اُن کے ساتھ توپ
جو وہ سرہند سے لائے تھے اور ان پاس مصالح وافر تھا اور تختے اور ریت بھر
مورچال باندھنے کے لئے اور سرب وباروت بہت سالدا ہوا اُن کے ہمراہ تھا۔
قصبہ راہوں (جالندہر کے دوآب میں ہے) میں کہ سلطان پور سے سات کوس
آئے اور لنگر اقامت ڈالا۔ ایک اینٹوں کا پزاوہ تھا اُس کی تمام اینٹوں سے
کی پناہ کے لئے ایک گڈھی بنالی اور اطراف میں مورچال بنا کے کارزار کے
ہوئے اور فوج طلایہ کو روانہ کیا اور اطراف کے پرگنات کے چودہریوں اور قانون

[illegible] عت و تہدید کے احکام بھیجے۔

شمس خاں کے داہیں اور باہیں کی طرف ہزار ہا مسلمان جلادت شعار غزا دور [illegible] جمع تھے اور شہادت کی آرزو میں وہ ایک دوسرے کو ترغیب دیتے تھے کہ [illegible] اور شمس خاں کے کشتہ ہونے کی حالت میں ہم سب کے جان و مال و عیال [illegible] میں آئیں گے۔ بہ ہیئت مجموعی ذوق و شوق و انتعاش کے اظہار میں اللہ اکبر کہتے [illegible] ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے اور مردانہ وار پیش قدم ہوتے تھے۔ جب سکھوں [illegible] فاصلے پر آئے۔ پہر دن چڑھا تھا کہ توپ و بندوق کی آوازیں بلند ہوئیں۔ ایک بار گی [illegible] بارہ ہزار کے گولہ اور سنگ فلاخن اولوں کی طرح لشکر اسلام پر برسے۔ مگر وہ [illegible] اسلام پر کارگر نہ ہوئے کہ کوئی نامی آدمی مارا جاتا۔

شمس خاں تیز جلوئی کو باروت کے بے فائدہ صرف کرنے کو تاکید سے منع کرتا تھا [illegible] قدم آگے جاتا تھا۔ سکھوں کے شلک کے اول اور دوم کے تمام ہونے کے بعد فوج [illegible] کرکے آگے بڑھی۔ پرگنات اطراف سے چالیس پچاس ہزار مسلمان آن کر رفیق [illegible] تھے۔ صدائے تکبیر ہمت افزا بلند کرکے سکھوں پر یورش اور تاخت کی اور پیہم حملہ کرکے [illegible] کو قتل اور زخمی کیا۔ سکھ مغلوب ہوکر قلعہ راہون میں چلے گئے جو جنگ سے پہلے [illegible] تصرف میں آگیا تھا۔ اس میں محصور ہوئے اور بندوق اور بان مارنے لگے۔ اسباب [illegible] سابق ذخیرہ و ماکولات کہ راہون کے پہلے آدمی چھوڑ کر جان سلامت لے کر بھاگ [illegible] میں موجود تھا۔ چند روز اس گڈھی میں استقامت کے ساتھ محصور رہے۔ راتوں [illegible] نکل کر بہ ہیئات مجموعی لشکر اسلام کے اطراف پر حملے کرتے تھے اور گھوڑے اور [illegible] ضائع کرتے تھے۔ طرفین پر خاص کر سکھوں پر کار تنگ ہوا۔ رات کو سکھوں نے [illegible] فرار کیا۔ اور شمس خاں نے کئی کوس تعاقب کیا۔ ایک توپ، چند شتر لدے ہوئے [illegible] اس کو ہاتھ آئے اور اس نے سلطان پور کو مراجعت کی مگر دوسرے روز ہزار کے

قریب سکھوں نے آن کر راہون سے شمس خاں کے تھانہ کو اُٹھا دیا اور اپنا تھانہ
کیا۔ اور پھر اُس کے بعد سکھوں نے حوالی لاہور کے پرگنات کی تاخت و تاراج
کی اطراف میں عجب واویلا اور تزلزل ہوا۔ اسلم خاں کہ دیوان شاہزادہ اور نائب
اُس نے برج دبارہ کا بندوبست کیا اور کاظم خاں دیوان بادشاہی اور حکام کے
کرکے اہل اسلام و ہنود کے انبوہ عام کے ساتھ باہر آیا اور شہر سے تین چار کوس
سکھوں کے لشکر طلایہ کے دفع میں کوشش کی۔ اگرچہ لاہور کے آدمی ضرر جانی
ہے لیکن اطراف لاہور شالامار تک کہ لاہور سے دو کوس پر ہے بہت خراب ہوئے
آٹھ نو مہینے کے عرصہ میں دارالخلافہ شاہجہان آباد سے دو تین منزل تک اور
لاہور میں تمام مشہور قصبات و معموری سکھوں کی تاخت و تاراج سے پامال اور ویران
اور بے شمار آدمی مرے اور ایک خلقت کو سکھوں نے برباد کیا اور بزرگوں کی قبروں
کا نشان نہ چھوڑا۔ قصبہ و دیہات ساڈھورہ و کرنال میں لاہور سے زیادہ خرابی ہوئی
فوجدار نے بقدر حالت سعی کی اور جان دی۔ سو دو سو ہندو مسلمان جو سکھ گرفتار کرتے
ایک جا بٹھا کر قتل کرتے۔ سکھ ہندوؤں سے مذہب میں ایسے جدا ہو گئے تھے کہ
بھی ایذا اور قتل میں کوشش کرتے تھے۔

جب بادشاہ سے ان سکھوں کے فساد کا حال معروض ہوا تو اُس کے چہرۂ حال
ظاہر ہوا لیکن صلاح و صواب دولت اس میں سمجھی گئی کہ سکھوں کا فساد مٹانا راجپوتوں کی
اور شورش کے مقابل میں کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ بہادر شاہ جس وقت اس طرف توجہ کرے
آن پر جھاڑو پھیر دے گا لیکن راجپوتوں کی تنبیہ اور تادیب کو اور فسادوں کے رفع کرنے پر
بادشاہ اجین سے راجپوتانہ کی طرف متوجہ ہوا۔

راجپوتوں کے فسادات

محمد مراد خاں صوبہ دار اجمیر اپنی اجل طبعی سے مر گیا۔ جب بادشاہ اجمیر میں آیا تو
اودے پور و جودھ پور کی طرف افواج بھیجیں کہ ملک و مال کو پائمال اور اغوا و عیال کو

بادیوں اور زراعت کو خراب کریں جب اس فوج نے کوچ کیا تو راجپوت خواب غفلت سے بیدار
سولوں کو۔ درمیان میں ڈال کر خانخان معظم خان بہادر کی معرفت اپنی تقصیرات کو معاف کرایا
سکھوں کی طرف سے اندیشہ تھا اس لئے بہادر شاہ نے راجپوتوں کی بعض شرائط کو جو اس کو
تیں بتقاضاء وقت منظور کرلیا۔ اور یہ فیصلہ ہوا کہ راجہ جے سنگھ و راجہ جیت سنگھ اور رانا اودے پور
راجپوتوں کے وکیل سرسواری ملازمت کریں اور خلعتِ ملازمت و رخصت اسی روز پہن کر بادشاہ
کے بعد سرانجام سفر کرکے بادشاہ پاس آئیں۔ تمام بانام و نشان راجپوتوں کی تیس چالیس ہزار
ں کی جمعیت نے محلہ بنا کے اور اپنے ہاتھوں کو رومال سے باندھ کے سرسواری ملازمت کی اور عطاء
سپ و فیل سے مفتخر ہوئے اور رخصت ہوئے۔

راجپوتوں کا حال ہم نے خافی خاں کی تاریخ سے نقل کیا ہے۔ ٹوڈ راجستان اور انگریزی تواریخ میں
یں کہ کس استناد پر یہ لکھا ہے کہ جس وقت کام بخش سے بہادر شاہ لڑنے کے لئے جانے لگا ہے
سنگھ اودے پور نے ایک مخفی عہدنامہ کرلیا جس کی شرائط ٹوڈ راجستان میں یہ لکھی ہیں:۔

اول شاہجہان کے زمانہ میں جو ریاست چتوڑ کی صورت تھی وہ دوبارہ قائم ہو۔

دوم۔ گاے کشی ممنوع ہو۔

سوم۔ شاہجہان کے زمانہ میں جو اضلاع رانا پاس تھے وہ سب بدستور اس کو دئے جائیں۔

چہارم۔ ساری مذہبی رسوم اور عبادت میں وہی آزادی حاصل ہو جو اکبر کے عہد میں تھی۔

پنجم۔ رانا جس شخص کو برطرف و خارج کریگا تو بادشاہ اس پر مہربانی نہیں کریگا۔

ششم۔ دکن کی خدمت کے لئے جو رانا سے سپاہ لی جاتی تھی وہ نہ لی جائے۔

ان شرائط کو پیش کیا اور بہادر شاہ نے قبول کیا اور کہا کہ خدا کے فضل سے ان میں کبھی انحراف
کریگا۔

مارواڑ کے راجہ اجیت سنگھ سے انھیں شرائط پر عہد و پیمان ہوئے مگر امداد کے لئے فوج دینے کی
ہی۔ جے پور کے راجہ جے سنگھ پر بڑی کڑی شرطیں لگائیں اور اس کی وجہ یہ تھی

کہ اگرچہ اس راجہ نے خود مختاری کا دعویٰ نہیں کیا تھا مگر بادشاہ کی مخالفت میں اعظم شاہ سے
چنانچہ اس کی دارالسلطنت میں سپاہیوں کا ایک بڑا گروہ متعین کیا۔ اور اس امدادی فوج کی حکمرانی
متعلق تو کی جو بادشاہی فوج کے ہمراہ گئی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی خاص ریاست میں تمام
ضبط کیا تھا۔ جب کہ یورش کے زمانہ میں بادشاہی فوج نربدا پر پہنچی تو اجیت سنگھ اور جے سنگھ دونوں
فوجیں لیکر الگ ہو گئے اور اپنے اپنے گھر چلے گئے اور بہادر شاہ کے مخالف ہو گئے۔ جب بہادر شاہ
قصہ تمام کیا تو اس نے ان راجاؤں سے اتفاق توڑنے کا قصد کیا۔ راجپوتوں کی مملکت میں
تھا کہ ناگاہ اس کو یہ پرچہ لگا کہ سکھوں نے سرہند پر قبضہ کیا اور پنجاب کا ایسا حال تھا کہ اس کے
مقدمہ میں تدابیر مجوزہ کی تعمیل و تکمیل کی فرصت نہ ملی۔ بہادر شاہ نے اس سبب سے راجپوتوں سے
مگر راجپوتوں کی فریبی چالوں کا کھٹکا مانع و مزاحم ہوا۔ چنانچہ وہ خود نہ گیا بلکہ اپنے بیٹے عظیم الشان
راجاؤں سے ملاقات کے لئے ایک مقام معین پر روانہ کیا جو بادشاہی فوج کے رستہ پر واقع تھا
فوجوں سمیت آئے۔ غرض کہ ساری درخواستیں راجپوتوں کی منظور ہوئیں یہ صلح ۱۱۲۱ھ/۱۷۰۹ء میں ہوئی

سوانح سال چہارم ۱۱۲۱ھ سنہ ۱۷۰۹ء - ۱۷۱۰ء

سال چہارم کے جشن کے انفراغ کے بعد بادشاہ لاہور کی سمت میں چلا۔ ۶ ربیع الاول کو
کنارے پر آیا اور لاہور میں داخل ہوا۔ شیعہ مورخ لکھتے ہیں کہ بہادر شاہ نے شیعہ مذہب اختیار کیا
بعض علما کو جو باطناً مذہب امامیہ رکھتے تھے بلایا اور ان کی صلاح سے یہ حکم فرمایا کہ خطبہ میں
ذکر میں حضرت علی کے نام کے ساتھ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ داخل کیا جائے اس حکم سے
اہل سنت و جماعت نے اس قدر بلوائے عام کیا کہ حکم جاری نہ ہو سکا اور بادشاہ نے اس کلمہ کے
اصرار کیا کہ بادشاہزادہ عظیم الشان کو جامع مسجد میں بھیجا اور خطیب کو اپنے پاس سے ہمراہ کیا جس
مسجد میں داخل ہوا بے گناہ خطیب کو پہلے اس سے کہ کلمہ معلوم زبان سے نکالے ایک جماعت
ہجوم کر کے مار ڈالا۔ اسی طرح احمد آباد میں ایک خطیب کو مار ڈالا۔ غرض اہل سنت و جماعت نے

کو چلنے نہیں دیا اور بادشاہ کے مرنے کی دعائیں مانگنے لگے۔

تلسی بائی ایک مرہٹن تھی وہ پندرہ سولہ ہزار سوار لے کر اس قصد سے آئی کہ برہان پور سے چوتھے
پورے سات کوس پر قصبہ نانندیر تھا اُس کی سرائے میں بہت سے قافلے اور رعیت کے آدمی پناہ گیر
اس سرائے کو اُس نے محاصرہ کرلیا اور میر احمد خاں صوبہ دار پاس پیغام بھیجا کہ گیارہ لاکھ روپیہ
بھیجدو تو سرائے جس کا محاصرہ ہو رہا ہے اور شہر برہان پور لوٹ مار سے بچ سکتے ہیں۔ میر احمد خاں
پیغام کے آنے سے پہلے اس زن جنگی کے باب میں فکر میں تھا کہ عورتوں کے مقابلہ سے مردوں کا
چھپانا عورت بننے سے بدتر ہے۔ وہ ۹ محرم کو اپنی اور نواح کے فوجداروں کی جمعیت آٹھ نو ہزار سوار
لے کر برہان پور سے برآمد ہوا۔ ظفر خاں فوجدار پرگنہ جامود کو جو سب فوجداروں میں زیادہ بہادر تھا ہراول
تلسی بائی نے یہ خبر سُنکر تین چار ہزار سوار اپنے بھیر بنگاہ کی نگاہ بانی کے لئے چھوڑے اور چار
ہزار میر احمد خاں کے مقابلہ کے لئے بھیجے۔ اور باقی فوج مرہٹہ کو شہر برہان پور کے بوروں کو لوٹنے
کے روانہ کی میر احمد خاں نے دو تین روز تک خوب تردد کیا اور خود اُس کے پوتے زخمی ہوئے۔ بڑھاپے
کا محاصرہ کی خبر سُن کر اس طرف مراجعت کی۔ اس مراجعت میں ہر جگہ اُس کو دشمن نے گھیرا وہ اُن سے
ظفر خاں بھی لڑ کر زخمی ہوا اور آخر شب میں جب اُس نے مرہٹوں کا غلبہ دیکھا تو بتقاضائے
حزم اپنی جان بچانے کے لئے وہ میر احمد خاں کے بیٹے کو ہمراہ لے کر شہر میں چلا گیا۔ چند اول
سے بہت آدمی مارے گئے۔ باقی نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ بہت آدمی قید ہوئے۔ میر احمد خاں
مارا اور زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور درخت کے نیچے اپنے تئیں گھسیٹ کر پہنچایا اور
مر گیا۔ بہت امیر قید ہوئے۔ ان میں شرف الدین نے قوال بن کر اپنے مرہٹی زبان میں
گیت سنائے۔ بارہ سو روپیہ دے کر چھوٹے اور یہ کہا کہ میں مشہور منصب داروں میں تھا یہ اپنے
لئے بارہ سو روپیہ کا صدمہ اُٹھاتا ہوں۔ محمد تقی جو قید ہوئے اُنہوں نے اپنے تئیں نہیں چھپایا
اپنے تئیں منصب دار صاحب اسم و رسم بتایا۔ تیس ہزار روپیہ دے کر چھٹکارا پایا۔

بہادر شاہ دہلی کے قریب آیا۔ اور محمد منعم خاں رستم دل خاں و چورامن جاٹ کے ساتھ

بڑی بھاری فوج روانہ کی کہ سکھوں کا استیصال کریں اور اُن کے تھانوں کو اُٹھا دیں
قائم کریں۔ شاہ آباد (مصطفےٰ آباد) سادھورہ اور قدیم آبادیوں کو جن کو سکھوں نے
کیا ہے آباد کریں۔ باوجودیکہ بادشاہ اس ضلع میں موجود تھا اور سکھ پہلے فرار ہو چکے تھے
شوخی سے باز نہیں آتے تھے۔ دہم شوال ۱۱۲۱ھ کو سادھورہ سے چار پانچ کوس پر
خیمہ آیا۔ رستم دل خاں اور فیروز خاں میواتی کو بھیجا کہ لشکر گاہ کے لئے جگہ تلاش کریں
سکھوں کے تیس چالیس ہزار سوار و پیادے بے شمار دس بارہ کوس سے فتح درشن کئے
سیل کی طرح ناگہاں فوج بادشاہی کے مقابل آئے۔ سکھوں کے حملوں سے لشکر شاہی
حال ہوا۔ بہت آدمی زخمی و کشتہ ہوئے۔ فیروز خاں میواتی کی خاص و عام جماعت
ہاتھی گھوڑوں سے پیادہ ہوئے اور سکھوں کے مقابل ہوئے۔ بہادرانہ حملے کر کے سکھ
دی اس کے بعد بادشاہ سادھورہ میں اس قصد سے گیا کہ سکھوں کی تنبیہ اور اخراج کے
سپاہ مقرر کرے۔ چار پانچ روز مہاوٹ کا مینھ دھواں دھار برسا اور سردی بڑی شدت
پڑی کئی ہزار آدمی خاص کر دکنی جو اس سردی کی تاب نہ لائے مر گئے۔ سواری اور بار
گھوڑے بہت مر گئے جن کی گندہ بو سے زندوں کو رہنا دشوار ہوا۔ لوگ کہتے تھے کہ
جادو کیا اور ایسی بیہودہ باتیں کہتے تھے۔ یہ خبر بھی آئی کہ سکھوں نے کسی اور اطراف کی
فوج پر تاخت کر کے ایک دو نامی فوجدار مار ڈالے۔ جملۃ الملک خان خانان کو ایک
ساتھ، وحید الدین خاں بہادر و رستم دل خاں و راجہ چترسال و فیروز خاں میواتی و چوراسن
باقی سرداروں کو بسرداری شاہزادہ رفیع الشان سکھوں کے استیصال کے لئے بھیجا۔ کئی
ہوئیں اور بادشاہی آدمی اور سکھ بہت سے مارے گئے اور سکھ ہزیمت پا کر لوہ گڈھ میں
جو قلعہ پہاڑوں میں راجہ برفی کے تعلقہ کے نزدیک تھا۔ اور اس میں ساٹھ ستر ہزار سوار
محصور ہو سکتے تھے وہ بُرج بارہ کے درست کرنے میں مشغول ہوئے اور بنجاروں میں
تاخت کر کے حصار میں غلّہ کا ذخیرہ جمع کر لیا۔ بادشاہی لشکر نے اُس کا محاصرہ کیا۔ اور

بندہ اپنے معتقدوں کو یہ سمجھا کر جنگ و محاربہ کی ترغیب و تحریص دیتا کہ جو کوئی تم میں سے اس میں مارا جائے گا وہ بلا فرصت و فاصلہ ایام صورت امرد و دریش دار میں عود کرے گا اور حیات درجات دنیوی میں ترقی پائے گا۔ چیلے اس کی باتوں کو سچ جانتے تھے۔ اور حصار سے نکل کر بادشاہ کی فتح و دشن کا آوازہ لگاتے ہوئے خوب لڑتے تھے۔ اور ہر روز بہت قتل ہوتے اور مسلمان بھی کشتہ ہوتے تھے۔

سکھ سوائے ان ہنود کے جو ان کے ساتھ شریک تھے سارے ہندوؤں کو مسلمانوں کے قریب القتل جانتے تھے۔ مصاف دیدگان رزم پر ظاہر ہے کہ اگر دو تین ہزار سواروں میں سو سوار بھی ایسے ہوتے ہیں کہ جوہر شجاعت و ارادت رکھتے ہیں اور جانفشانی میں حق نمک کی رعایت کرتے ہیں تو اس کی فتح و فخر کا سبب ہوتے ہیں۔ چہ جائے کہ سکھوں میں بہت ہی کم سوار پیادے ایسے ہونگے کہ وہ دل و جان سے اپنے گرو پر گوسفند کی طرح قربان ہونے کو تیار اور آرزوے دل نہ جانتے ہوں ادھر یہ ارادت ادھر طمع زر و اقسام اقمشہ و زیور جو تاراج ہوتا تھا۔ یوں اس فرقہ گداپیشہ کا تسلط و غلبہ بڑھتا گیا۔ محاصرہ میں طرفین نے جلادت و دلیری کی۔ اس کا استداد ہوا قلعہ کا ذخیرہ ختم ہوا۔ سکھوں کا ایسا تنگ حال ہوا کہ وہ قلعے کے اوپر سے سکھوں کے اشاروں سے لشکر شاہی کے بقالوں کو بلاتے اور دو تین روپیہ سیر غلہ خریدتے چادریں پھینک دیتے اور اس میں غلہ بندھوا کے رسیوں سے کھینچ لیتے اور ایک ایک مٹھی آپس میں بانٹ لیتے۔ تین چار ہزار سکھ فاقوں سے مر گئے۔ سواری اور باربرداری کے گھوڑے فوج اور بن فوج کے کھا گئے۔

ایک کھتری جس کا نام کالا بوتھا اور تمباکو فروشی اس کا پیشہ تھا اپنے پیر و مرشد پر جاں نثار کرنے کے لئے بندہ کا لباس فاخرہ پہنا اور بندہ کے مکان میں بیٹھا اور بندہ مع فوج کے لشکر شاہی پر ایک طرف حملہ کر کے کوہستان راجہ برفی کی طرف باہر چلا گیا۔ فوج شاہی نے گدھی پر کالا بو کو زینت کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھکر مقید کیا۔ خوشی خوشی خانخانان پاس لائے۔

چاروں طرف سے صدائے مبارک باد بلند ہوئی۔ جب خانخانان پاس وہ اجل رسیدہ آیا
حال ہوئی تو معلوم ہوا کہ باز آ گیا اور اُس کی جگہ آلو ہاتھ لگا۔ اس سے خانخانان
ہوئی۔ اُس نے اپنے سب ہمراہی سرداروں کو حکم دیا کہ وہ پیادہ ہو کر راجہ برق
میں جائیں اور بندہ کو پکڑ کر لائیں اور اگر وہ نہ ہاتھ آئے تو راجہ برق کو پکڑ لائیں۔ چنا
حضور میں پکڑ آیا۔ اس راجہ اور اس مرید کو پنجرۂ آہنی میں بند کر کے قلعہ شاہجہان آ
بھجوا دیا۔

سکھوں میں ڈاڑھی اور سر کا منڈانا گناہِ عظیم ہے۔ بادشاہ کے دربار و دفتر
مخفی سکھ بھی نوکر تھے۔ اس لئے بادشاہ نے حکم دیا کہ سارے ہندو اپنی ڈاڑھیاں منڈ
سکھوں کو بھی ڈاڑھی منڈانی پڑی۔ چند روز حجاموں کا استرا خوب چلتا رہا۔ بعض عما
رسم ریش داروں کی ڈاڑھی صفاچٹ ہوئی۔

چین قلیچ خاں

چین قلیچ خاں بہادر صوبہ دار اودھ بہادر شاہ کی بعضی وضع سے اور خلق
سے جو ابتدا میں ہوئی تھے اور بادشاہ کے اور سلوکوں سے ملال خاطر رکھتا تھا اور
ساتھ اُس نے اودھ کی صوبہ داری منظور کی تھی۔ اس زمانہ میں اُس نے زمانہ کی سفلہ
اور بادشاہ کی ناقدردانی کے سبب اپنے منصب و خدمت سے استعفا دیا اور گوشہ نشین
اور اپنا نقد و جنس فقرا و مساکین میں تقسیم کیا۔ ایک دن میں پانچ لاکھ روپیہ فقرا
خیرات کر دیا۔

خانخانان خانان کی کرامات اور خصائل

ارادت خاں لکھتا ہے کہ منعم خاں خانخانان نے اس قلعہ کو جس میں سکھ تھے محاصرہ کیا
یہ یقینی سمجھ کر کہ بندہ اس کو ہاتھ لگ گیا سپاہ کو حملہ کرنے سے منع کر دیا کہ وہ صبح کو خود فیصلہ
ساتھ کام کو ختم کرے گا۔ اُس نے اپنی بدنصیبی سے ایک تنگ راہ جو قلعہ سے کوہستان
تھی بند نہ کی تھی یا تو اس کو معلوم ہی نہیں ہوئی یا وہ جانتا تھا کہ وہ راہ بھی اُس کے کسی
کے درمیان جاتی تھی۔ رات کو بندہ نے تبدیل لباس کیا اور نامعلوم قلعہ سے باہر چلا گیا

نے صبح کو حملہ کرنا شروع کیا۔ اور تھوڑی لڑائی کے بعد قلعہ کو لے لیا۔ تلوار اُس کے ہاتھ
بہت خوش تھا کہ بندہ کو زندہ یا مردہ بادشاہ پاس لے جاؤں اور میں نے جو قلعہ پر
باوجود ممانعت کے حملہ کیا ہے جس سے وہ ناخوش ہوا ہے، وہ اس خدمت سے
جائے گا۔ مگر کون اس مایوسی اور غم کو بیان کرسکتا ہے کہ وہ چیز جس پر تمام اُمیدیں
ہاتھ سے ایسی نکل گئی کہ کہیں اُس کا پتا بھی نہیں لگا۔ ایک لمحہ کے لئے تو اُس کے
اس بادشاہ کے خوف سے جاتے رہے۔ یہ خوف بے وجہ نہ تھا۔ یہ دستور ہے کہ بادشاہ
کی طرف فتح نمایاں کے بعد نقارۂ فتح بجتا ہوا چلتا ہے۔ بادشاہی حکم آیا کہ نقارہ نہ بجے
خانخانان بادشاہ کی حضور میں نہ آئے۔ وہ مایوس ہوکر اپنے خیمہ میں گیا۔ مگر بادشاہ عالم اُس کے
حالات پر نظر کرکے چند روز بعد پھر اُس پر مہربانی کرنے لگا۔ مگر یہ وفادار وزیر بادشاہی
بدبختی کے غم سے فارغ نہ ہوا اور اس غم پر یہ اور طرّہ چڑھا کہ اُس کے اُکھیڑنے کے لئے
شاہزادے اور امیر الامرا یہ تدبیریں کرنے لگے۔ یہ زہر آلود تیر اُس کے کلیجے میں چبھتا تھا۔
کوئی چیز اُس کو خوش نہیں کرتی تھی جس کے ہیچ کارہ ہونے کا تجربہ اُس نے خود کرلیا
مذکور سے اُس کی صحت میں خلل آیا۔ چند روز میں صاحب فراش ہوا۔ سنہ ۱۱۲۴ھ ۱۷۱۲ء میں حضرت
کو روح اپنی نذر کی۔

ایسا وزیر مدتوں میں بھی کوئی نہیں پیدا ہوا۔ فقط وہ صوفی مزاج اور فقیر دوست تھا۔ اُس نے
حکومت کے عالم میں خلق کو کوئی ایذا نہیں پہنچائی۔ اس کی وزارت میں کسی مسلمان کو ضرر نہیں
ہر شہر میں اُس نے سرائے اور مسجد و خانقاہ بنوانے کے لئے اور زمین اور تعمیر کے واسطے
روپیہ بھیجدیا۔

اب خانخانان کی وفات کے بعد اس باب میں اختلاف رائے ہوا کہ اُس کے عہدۂ وزارت
سپہ داری دکن پر کون شخص مقرر ہو۔ عظیم الشان جو سلطنت میں صاحب اختیار تھا اور سعد اللہ
دیوان تن اور خالصہ تھا دونوں یہ رائے دیتے تھے کہ ذوالفقار خاں وزارت پر اور خانخانان

وزارت کے باب میں انتخاب رائے

کے دونوں بیٹے بخشی الملکی اور صوبہ داری دکن پر مامور ہوں۔ ذوالفقار خاں صوبہ
کے لئے چھوڑنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اُس نے بادشاہ سے التماس کی کہ جب حضرت
خانخانان سے وزارت کا وعدہ کیا تھا ہم عذر نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اب میرا باپ
عہدۂ وزارت پر بدستور سابق نہ مقرر ہو۔ مجھے وزارت کے قبول کرنے میں کوئی
اس پر عظیم الشان نے کہا کہ ذوالفقار خاں چاہتا ہے کہ باپ کو وزارت ہو اور
مذکور اُس کے نام پر ہوں۔ بادشاہ اِن دونوں درخواستوں میں سے کسی کی
رد نہیں کر سکتا تھا۔ آخر کو وزارت کے باب میں یہ تجویز ہوئی کہ جب تک کوئی
مقرر ہو سعد اللہ خاں پسر عنایت اللہ خاں جو دیوان تن اور خالصہ مقرر ہوا تھا
کا کام شاہزادہ عظیم الشان کی نیابت میں سب کام اُس کو دکھا کر کرے۔

غازی الدین خان فیروز جنگ کی وفات

غازی الدین فیروز جنگ بہادر نے ممالک دکن میں اپنا بڑا اعتبار اور
تھا۔ وہ تورانی مغلوں کا سردار تھا۔ بڑی سپاہ اپنے پاس رکھتا تھا۔ اعظم شاہ سے
تھا معظم شاہ کے انتقام سے اس لئے بہت ڈرتا تھا کہ اُس نے عالمگیر کو اُس سے
کرنے کی اس وقت صلاح دی تھی کہ وہ گول کنڈہ کے سامنے تھا۔ وہ فتح نصیب
پر زیادہ غلبہ پاتا تھا۔ بڑا تجربہ کار مدبر تھا گو آنکھوں سے اندھا تھا مگر وہ آدمی
تھا۔ اُس کی بڑی آرزو تھی کہ میں کسی شہزادہ کو بادشاہ بناؤں۔ کام بخش کی
دیکھ کر جن سے وہ برباد ہوا اُس نے اُس سے کنارہ کشی کی۔ منعم خانخانان نے
سے خط و کتابت کی اور اُس کی بہت تسلی و تشفی کی کہ بہادر شاہ اس پر عنایت
کرے گا۔ اس تجربہ کار مدبر نے زمانہ کے انقلابات کو آنکھیں کھول کر خوب دیکھا
چاہتا تھا کہ بادشاہ پہلے باتوں کو بھول جائے۔ اور مجھے تکلیف نہ دے آئندہ
عبادت الٰہی میں آرام سے بسر کرنے دے۔ اس کا بیٹا چین قلیچ خاں مدت سے
اس کا بھائی چاند خاں جس کو اُس نے سپاہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا وہ اور

سے چھوڑ کر بادشاہ پاس چلے گئے تھے۔ ان واقعات کے سبب اس نے وزیر کے اقرار دل
سے احمد آباد کی صوبہ داری گجرات میں قبول کی۔ بادشاہ پاس خبر آئی کہ غازی الدین خاں فیروز جنگ
میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ متصدیان سرکار نے نولاکھ روپیہ نکال کر روپیوں کی جگہ پیسے
فیروز جنگ اس تغلب پر مطلع ہوا تو اس نے اپنے عمل و تدبیر سے سارا روپیہ لوگوں سے اگلوا کے
میں داخل کر دیا۔ فضلاے لاہور نے ایسی شورش پیدا کی تھی کہ نقطہ وصی لفظ میں نہ داخل ہو سکا
نے فضلاے لاہور کی حاضری کا حکم دیا تو یار محمد و محمد مراد تین چار مشہور فاضلوں کے ساتھ
کی خدمت میں تسبیح خانہ میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے خود حضرت امام اعظمؒ کے قول کے
گستاخوں کی حاجی یار محمد نے بادشاہ کے قول کو بہت گستاخانہ اور بے باکانہ رد کیا۔ بادشاہ نے
ہو کر فرمایا کہ تو بادشاہوں کے غضب سے نہیں ڈرتا۔ حاجی یار محمد نے جواب دیا کہ میں اپنے
سے چار چیزوں کے عطا کی آرزو رکھتا تھا۔ اوّل تحصیل علم۔ دوم حفظ کلام اللہ سیوم حج چہارم
شہادت۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالےٰ نے تین نعمتیں مجھے عطا کیں۔ آرزوے شہادت باقی ہے اُمیدوار
ہوں کہ بادشاہ کی توجہ سے اس میں کامیاب ہوں۔

اس مباحثہ میں کئی روز لگے۔ ایک لاکھ آدمی جن میں بعض افغان تمن دار بھی تھے حاجی
سے متفق ہوئے۔ شاہزادہ عظیم الشان بھی خفیہ اس جماعت کا طرفدار تھا۔ آخر کو جب حیدر نے
کے لئے عرضی دی تو بادشاہ نے اس پر دستخط کئے کہ عالمگیر کے زمانہ کی طرح خطبہ پڑھا جایا کرے
طرح جھگڑا ختم ہوا۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے حاجی یار محمد اور دو اور فاضلوں کو جن سے وہ
خاطر تھا ایک قلعہ میں بھیج دیا۔

سوانح سال پنجم ۱۱۲۲ھ / ۱۷۱۰ء

جلوس کا سال پنجم ۱۸ ذی الحجہ کو منعقد ہوا۔ ۱۴ محرم کو بادشاہ کے مزاج میں خلل پیدا ہوا
کہ شہر کے سارے کتے شہر سے باہر نکالے جائیں۔ اس زمانہ کی خلقت یہ یقین کرتی تھی

کہ بادشاہ کو سوا علما رسنن کے آثار دعوت وسحر سے ہوا ہو۔ اس حکم سے کہیں کتنا نظر نہیں
دُور کے قصبات و دیہات میں وہ تھے۔ دوسرا حکم والا یہ ہوا کہ ہندو اپنی ڈاڑھی منڈائیں
کوئی ہندو ہرگز داڑھی نہ رکھے۔ تیسرا کام اُس نے اپنے آئین کے خلاف یہ کیا کہ علما پر عتاب
کیا اور جابجا محبوس کیا۔ پھر مزاج پرخفقان کا غلبہ ایسا ہوا کہ دار السلطنت لاہور میں ۱۹ محرم
جہان سے رخصت ہوا اور اُس کی نعش شاہجہان آباد میں حضرت قطب صاحب کے احاطہ کے باہر
تاریخ تولد بادشاہ معظم تھی۔ اس حساب سے ۷۳ سال کی عمر ہوئی اور سلطنت کی مدت پانچ سال
میں نے بہادر شاہ کی سلطنت کا بیان زیادہ تر منتخب اللباب خافی خاں اور تاریخ منظر
اور اس میں کچھ اور حالات بھی اور تاریخوں سے بڑھائے ہیں۔ اب میں بطور ضمیمہ کے بعض
تاریخ ارادت خانی سے نقل کرتا ہوں۔ ارادت خاں شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں دوآب
تھا اور وزیر معظم خاں کا دلی دوست تھا وہ فرخ سیر کے زمانہ میں مرا۔ وہ بڑا مشہور شاعر تھا
ہو۔ اس کا نام مبارک اللہ ارادت خاں اور تخلص واضح تھا وہ اپنے دیباچہ میں لکھتا ہو کہ اب
سنہ ۱۱۲۶ھ میں ۶۴ برس کی ہو۔ اس تھوڑے عرصہ میں دنیا کے معاملات میں یہ انقلابات سلطنت
بربادی۔ شاہزادوں کا مرنا۔ پرانے شریف و امیر خاندانوں کا مٹنا۔ لائق آدمیوں کا تنزل اور
ترقی۔ میں نے ایسے دیکھے ہیں کہ تاریخ میں ہزار برس کے اندر بھی اس کثرت سے متواتر
نہیں بیان ہوئے۔ میرا ارادہ یہ نہیں ہو کہ میں تاریخ لکھوں بلکہ میں اُن حادثات و واقعات
ہوں جن کو میں نے بچشم خود دیکھا ہو اور اُن میں شریک رہا ہوں۔ ارادت خاں نہایت
سپاہی دانش مند فرزانہ تھا۔ تاریخ کو بے تکلف عبارت میں سچ سچ لکھتا ہو۔ وہ جہاندار شاہ
کی لڑائی کے باب میں لکھتا ہو کہ ہر ایک شخص جانتا ہو کہ جب کارزار شروع ہوتی ہو تو ایک آدمی
واسطے یہ ناممکن ہو کہ وہ میدان جنگ میں طرفین کا سارا حال دیکھے وہ صرف ایسے مقام کا
ہو جو اُس کے پیش نظر ہو۔ پس میں کس طرح سے کہہ سکتا ہوں میں نے دونوں طرف کی صف
کو دیکھا ہو جو کوسوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایک مصنف نے اورنگ زیب کے روبرو اُس کی ایک

...ہا تو آخر کو بادشاہ نے ارشاد کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی کے وقت تو کسی اونچے پہاڑ کی ...یا ہوا تھا کہ ایسا ذرا ذرا سا جنگ کا حال دیکھا ہے میں خود ہاتھی پر سوار تھا اور فوج پر حکمراں ...نے تو ان حالات کی ایک تہائی بھی نہیں دیکھی جو تو نے بیان کی۔ اب ہم اس سے انتخاب ...بعض واقعات لکھتے ہیں جو پہلے بیانوں سے کچھ اختلاف کچھ اتفاق رکھتے ہیں۔

اعظم شاہ کو اورنگ زیب کے مرنے کی خبر اراکین سلطنت نے دی جو اُس کے خیرخواہ تھے ...گر کے لشکر شاہ گاہ میں ۳ ذی الحجہ کو آیا۔ بہت سے امرا جو اُسکے دلی خیرخواہ تھے اُس پاس آئے ...امرا نہ اُس کے نیک خواہ تھے نہ بدخواہ۔ بعض اُس سے نفرت رکھتے تھے مگر اُس کی حکومت ...نہیں کر سکتے تھے سوائے اطاعت کے کوئی چارہ نہ تھا۔ اُس سے ملنے میں ان تین مغل ...فیروز جنگ و چین قلیچ خاں و محمد امین خاں نے تامل کیا۔

۱۰ ذی الحجہ ۱۱۱۸ھ کو اعظم شاہ نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور مراسم جلوس کی تقدیم ...اس نے امرا کو بقدر اُن کی حالت کے عطائے عطا کئے۔ مگر چند ہی ان میں اس سے خوش ہوئے ...اعظم شاہ شہزادہ تھا تو بہت سے اُمرا اُس کے دلی خیرخواہ تھے اور جانتے تھے کہ اس میں ...حکومت کرنے کی پسندیدہ لیاقتیں سب طرح کی موجود ہیں۔ مگر جب وہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو ...نے کل اوضاع و اطوار کے سبب سے اُس کی نسبت کل اُمرا کی رائیں بدل گئیں۔ وہ بڑے بڑے ...کی عزت نہیں کرتا تھا۔ سپاہ کے خرچ میں خست ایسی کرتا تھا کہ گویا اُس کو سپاہ سے کبھی کچھ ...نہیں پڑے گا۔ یہ خبط اُس کو اپنے اس بیہودہ یقین سے پیدا ہوا تھا کہ کسی شخص کو اس سے ...نے کا حوصلہ نہیں ہے اور اُس کا بڑا بھائی شاہ عالم ہندوستان کی یہ سلطنت عظیم الشان ...سی اور اقلیم میں اپنی جان و عزت بچانے کے لئے چلا جائے گا اور اسی زمانہ میں اُس کو ...بیدار بخت پر حسد اس سبب سے پیدا ہوا کہ داد اُس کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ وہ قدیمی ...سلطنت کی حقارت کرتا تھا اور بر سرِ دربار کہتا تھا کہ وہ اپنی خدمات کے لائق نہیں رہے ...اپنا شاہانہ ٹھاٹھ ساتھ لے کر آگرہ کی طرف باقاعدہ منزل بمنزل تو مری گھاٹ کی طرف

اعظم شاہ

چلا یہ راہ کوہستانی تھی اور درختوں سے بھری ہوئی راہ میں بڑے بڑے فاصلوں
ملتا تھا۔ دو روز کے اندر بہت سے مرد عورت بچے جانور پیاسے مر گئے۔

بیدار بخت کو دادا سے بڑی محبت تھی اور دادا کو اس سے۔ وہ باپ کے حکم
گجرات سے اپنے نوکر تین ہزار سوار لیکر چلا۔ اور اپنے ہی خزانہ کے تیس لاکھ روپیہ
بادشاہی خزانہ کے بیس لاکھ روپیوں کو اس نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اپنی فوج و دولت کو
باوجودیکہ آسانی سے وہ اپنی سپاہ کو بہت بڑھا سکتا تھا اور صرافوں اور مال گزاروں سے
کروڑ روپیہ لے سکتا تھا۔ خزانہ و فوج کے بڑھانے میں اس کو یہ اندیشہ تھا کہ باپ کو اس
اور خیر خواہی میں شبہ پیدا ہوگا۔ بیدار بخت نے اجین سے باہر ایک فاصلہ پر دریا کے
خیمے ڈالے وہ شہر کے اندر نہیں داخل ہوا۔ عبداللہ خاں صوبہ دار مالوہ اس پاس آیا اور
بیدار بخت نے ایک مہینہ چند روز باپ کے آنے کے انتظار میں قیام کیا تو باپ نے
یہ فرمان بھیجا کہ کس واسطے تو نے جلدی کر کے دشمن کے روکنے کے لئے ستلج میں کشتیاں
گو غنیم کا یہ حوصلہ نہیں ہے کہ وہ مقابلہ کرے مگر تو خطا عظیم کا مرتکب ہوا۔ بیدار بخت باپ کے
آگرہ کی طرف چلا۔ ذوالفقار خاں و رام سنگھ ہاڈا زمیندار کوٹہ و دلیپ بندیلہ و امین اللہ خاں
بھیجا کہ وہ شاہزادہ کی حرکات کو بھی دیکھیں اور اس کی مدد بھی کریں۔ یہ سب اعظم شاہ کے پاس
چلن کر بیدار بخت سے ملے مرزا راجہ جے سنگھ اور خان عالم سردار دکنی اور اس کا بھائی
اور امرا۔ چھ ہزار سواروں کے ساتھ اعظم شاہ کے حضور سے بیدار بخت پاس آئے۔

شاہزادہ اعظم شاہ کو اورنگ زیب نے حکم بھیجا تھا کہ وہ بنگالہ سے اس پاس آئے
حوالی آگرہ میں آیا تو اس نے عالمگیر کے مرنے کی خبر سنی تو باپ کے لئے اس شہر کے
واسطے گیا۔ جب چنبل کے کنارہ پر بیدار بخت پہنچا اور اعظم شاہ گوالیار میں آیا۔ خلیل اللہ
محتشم خان کو آگرہ سے بڑی سپاہ کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ بیدار بخت کو دریا سے پار نہ
بیدار بخت اولوالعزم تھا اور باپ کا رقیب تھا۔ سلطنت کا خواہاں تھا۔ اعظم شاہ ایک بیباک

[illegible] وضع میں عاقبت بینی اور دُور اندیشی نہ کرتا تھا اور زمانہ حال کے سوائے کچھ اور آگے نہ دیکھتا [illegible] ستان کے موچھوں کے تاؤ دینے والوں لاف زنوں کی مانند اگر سفر میں بیٹا تاخیر کرتا تو [illegible] ضحیک کرتا اور کہتا کہ تو دشمن سے نامرد ڈرتا ہے۔ اس لئے بیدار بخت نے چنبل سے [illegible] نے کا اور محتشم خاں کے مورچالوں پر حملہ کرنے کا جو ارادہ کیا تو اس تدبیر کو تجربہ کار ہوشیار [illegible] ذوالفقار خاں نے ناپسند کیا۔ بعض امیروں کی رائے تھی کہ ذوالفقار خاں دغابازی کر رہا [illegible] انہوں نے بیدار بخت کو یقین دلایا کہ وہ شاہ عالم سے خط و کتابت رکھتا ہے اور تاخیر [illegible] اس لئے دیتا ہے کہ معظم شاہ نزدیک آجائے تو وہ اپنے منصوبوں کو پورا کر کے اُس سے [illegible]

دوسرے دن یکایک صبح کی نماز سے پہلے جنگ کے لئے کوچ کا نقارہ بجا اور بیدار بخت [illegible] کا پورا سامان کیا۔ اور ہاتھی پر سوار ہوا۔ ہمیشہ وہ لڑائی میں فیل نشین ہوتا۔ میں بھی [illegible] اُس کی ہمراہی کے لئے گیا تو میں نے اُس کو دیکھا کہ چہرہ غصے سے بھرا ہوا ہے اور [illegible] کر ذوالفقار خاں کو دغاباز مکّار جھوٹا اور اسی طرح کے بُرے الفاظ اپنے ہاتھی کے [illegible] نوکروں سے کہہ رہا ہے۔

معظم شاہ اور اُس کے بیٹے بیدار بخت میں جو اختلاف تھا اس میں حق باپ کی جانب میں [illegible] بخت باپ کا رقیب تھا اور اس تاک میں لگا رہتا تھا کہ کسی طرح باپ کو تخت سے اُتار دے [illegible] اُس نے مجھ (ارادت خاں) سے پوچھا کہ اگر باپ بادشاہ ہو اور وہ اپنے بیٹے کی [illegible] چاہے اور بیٹے کو باپ کا یہ ارادہ تحقیق معلوم ہو گیا ہو تو بیٹے کو اپنی حفاظت کے لئے [illegible] چاہیے۔ تم کوئی ایسی مثال پہلے جانتے ہو۔ میں نے کہا کہ سوال کی ضرورت نہیں ہے [illegible] داؤ کا طریقہ اپنے باپ کے ساتھ کافی مثال ہے۔ بادشاہوں کو بہ ضرورت ایسے کام [illegible] ہیں جو اوروں کے لئے جائز نہیں ہیں۔ پھر ایک دن اُس نے مجھ سے یہ پوچھا کہ میں [illegible] طرح گرفتار کروں۔ اس کا جواب بھی میں نے دے دیا۔ بیدار بخت چنبل سے کسی پایاب

مقام سے پار اُتر گیا جو دشمن کو معلوم نہ ہوا۔ عظیم الشان کی افواج دریا کے کنارے پر ایک
مقام میں پڑی ہوئی تھی وہ اپنا توپ خانہ مختلف مورچالوں میں چھوڑ کر آگرہ کو بھاگیں
جان بچانے سے خوش تھیں۔ ذوالفقار خاں جو شاہزادہ کو دریا کے پار جانے کے
تھا وہ بمجبوری شاہزادہ کو ظفر جو سفر سے ہوئی مبارک باد دینے آیا۔ کچھ دنوں بعد عظیم شاہ
آیا۔ بیدار بخت نے ایک کوس سامنے جاکر باپ کے خیموں کے لئے جگہ تجویز کی اور جب
دو کوس اُس کے استقبال کے لئے گیا۔ باپ نے بیٹے کو بہت پیار کیا۔ گو اُس کو وہ
کی محبت کے سبب سے اپنا رقیب جانتا تھا۔ مدتوں کے بعد بیٹے کو دیکھا تھا۔ اب رقابت کی
شفقت نے غلبہ کیا۔ اُس پر بہت عنایت کی اور ایک شاہانہ خلعت عطا کیا۔

تقدیر الٰہی میں تو شاہ عالم کو سلطنت ملنی تھی اعظم شاہ ایسا شیخی و گھمنڈ میں
یقین تھا کہ اگر اُس کے بھائی کے ساتھ لاکھوں تورا اور سلم ہوں تو بھی اُس کو میدان جنگ
اُس کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوگی۔ جو لوگ شاہ عالم کے قریب آنے کی خبر لا
اُن کو نامرد احمق کہہ کر دھتکار بتا دیتا اس کو سچی خبر سُنانے سے بڑے بڑے افسروں
نکلتی تھی۔ اس لئے اعظم شاہ کو شاہ عالم کے نزدیک آنے کی خبر نہ ہوئی۔ جب شاہ عالم
آیا تو اُس نے ایک بڑے مشہور درویش کے ہاتھ اعظم شاہ کے پاس یہ خط بھیجا کہ خدا نے
ہم ایسی موروثی وسیع سلطنت کے وارث ہوئے ہیں جس میں بہت سی مملکتیں ہیں۔
ایک دوسرے پر تلواریں نہ کھینچیں اس میں عدالت اور عزت و شان ہے۔ سلطنت کو
تقسیم کرلیں گو میں بڑا بھائی ہوں مگر میں اُس کا اختیار تم کو سپرد کرتا ہوں۔ اعظم شاہ بڑا
تھا اُس نے جواب دیا کہ میں اپنے بھائی کو کل میدان جنگ میں اس کا جواب دونگا۔ یہ
پیغام بر چلا گیا۔

اعظم شاہ نے صبح کو کوچ کیا جاجو اور آگرہ کے درمیان بنجر زمین میں جہاں پانی
خیمہ زن ہوا جس سے سپاہ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اس دن خبر آئی کہ شاہ عالم سات

سے کل اس کا ارادہ حرکت کرنے کا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ کس طرف کا ارادہ ہے۔
ارادت خاں کہتا ہے کہ ان دو بھائیوں کی لڑائی کا حال جو میری آنکھوں کے سامنے
اس کو بیان کرتا ہوں۔ شاہزادہ بیدار بخت ہراول تھا وہ ضروری احکام دے کر چلا۔
شاہ خول میں تھا۔ اس کا لشکر بھی اس کے بعد روانہ ہوا۔ اب تک اُن کو یہ نہ معلوم ہوا کہ
لشکر کا مقام کہاں ہے اور شاہ عالم کا ارادہ کیا ہے۔ بیدار بخت ایک گاؤں پر پہنچا جس کے نیچے
ندی بہتی تھی اور اس کا پانی صاف تھا اور اس کے گرد کنوے بھی تھے۔ اُس وقت افواج
متفرق تھیں اور کسی سردار کو فوج کی ترتیب کا خیال نہ تھا جس طرف اس کا جی چاہتا تھا
چلتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے شاہزادہ سے کہا کہ بڑا لشکر پیچھے دُور ہے اور سامنے ملک چند
میل تک بے آب ہے اور دن بھی نہایت گرم ہے۔ ترتیب بغیر غنیم کے مقام و حرکت معلوم
ہونے کے اب کہاں چلے جائینگے۔ میں نے اس کو بتلایا کہ آپ کے ملازم کیسے پراگندہ
ہو رہے ہیں۔ ذوالفقار خاں بائیں طرف ایسا تر چھا گیا کہ نظر نہیں آیا۔ آپ کو یہاں مقام
کرنا چاہیئے کہ غنیم کی خبر آئے۔ لشکر کے لئے یہاں پانی کافی ہے۔ توپ خانہ آجائے گا۔ وقت
حاصل ہو جائے گا کہ بادشاہ آجائے گا۔ اور لشکر مرتب ہو جائے گا۔ اگر غنیم چڑھ کر آئے گا تو آپ کو
فائدہ رہے گا کہ آپ اچھی زمین پر اور ترے ہوئے ہیں اور یہاں پانی بکثرت ہے۔ بیدار بخت
نے کہا کہ آپ کی تدبیر درست ہے آپ جاکر میرے باپ سے کہئے میں اس کے حکم کی
تعمیل کرونگا۔ شاہ عالم کو بھی ہمارے لشکر کی راہ پر اطلاع نہ تھی جہاں وہ اُترا تھا وہاں پانی
نہ تھا۔ اُس نے آج صبح کو اپنے بڑے لشکر کو منعم خاں کے ساتھ بھیجا اور خود اپنے بیٹوں کے
ساتھ اپنے نوکروں کو لے کر جمنا کے کنارے پر شکار کھیلنے گیا۔ پیش خیمہ دستور کے موافق پہرہ
چوکی کے ساتھ ستم دل خاں نے ہمراہ روانہ کیا اتفاق سے وہ اسی راہ پر آیا جس پر ہمارا
لشکر پڑا ہوا تھا۔

جب میں نے بیدار بخت کا پیغام اعظم شاہ کو دیا تو اُس نے کہا کہ بیٹے سے کہدو کہ میں

اس پاس آتا ہوں میں اپنے مقام پر آیا تو دیکھا کہ شاہزادہ نے اس گاؤں کو چھوڑ دیا اور
اُس کے پیچھے گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لشکر گاہ میں فتح کی مبارک باد و تہنیت کا غل
نے مجھے دیکھ کر کہا کہ میں آپ کو فتح کی مبارک باد دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ بغیر جنگ
کیسے ہوئی۔ یہ سُن کر شاہزادہ نے ایک ہرکارہ کی طرف اشارہ کیا کہ جو کچھ تو نے دیکھا
سو وہ بیان کر تو اس احمق نے یہ کہا کہ میں نے دیکھا کہ شاہ عالم کا ہاتھی خالی ہے۔ اس کے
آدمی آگرہ کو بھاگے جاتے ہیں۔ شاہزادہ نے کہا کہ ہمارے جرانغار نے دشمن کو شکست
اُس کے تمام خیمے لوٹ لئے۔ اس خیالی فتح کا سبب یہ تھا کہ شاہ عالم کا پیش خیمہ
جرانغار کی طرف آیا اُس کے ساتھ آدمی کم تھے۔ جرانغار نے حملہ کر کے پیش خیمہ چھین لیا
ہوا دیکھا تھا وہ رستم دل خاں کا تھا جو پیش خیمہ کا سردار تھا۔

اب شاہزادہ نے مجھے حکم دیا کہ میرے باپ کو اس فتح کی اطلاع دو میں نے
کہ بھلا یہ بھی کوئی فتح ہے کہ جس کی اطلاع دے کے ہنسی اُڑواؤں۔ اس پر شاہزادہ
ہوا اور چلایا کہ کیا تیری اس کہنے سے مُراد ہے؟ میں نے کہا کہ سپاہیوں کے خیموں
لئے ایسے اتفاق ہوتے ہی رہتے ہیں اور ایسی شیخی کی فتح پھر نہ ہوگی۔ حضور کی فوج
کے پیش خیمے کو لُوٹا ہے اُن کے حال پر افسوس ہے جنہوں نے یہ کام کیا ہے۔ اب
کام پیش آئے گا تو وہ لُوٹ کے مال سے لدے ہوئے ہونگے اور بے کار ہونگے۔ اس
سُن کر غصہ ہو کر وہ چلایا کہ تم ہمیشہ ایسی اندیشہ ناک بدفالی کیا کرتے ہو۔ اُس نے
داروغہ قاسم خاں کو حکم دیا کہ عظیم شاہ کو میری اس فتح کا مژدہ سُنا دو۔ آدھ گھنٹہ
تھا کہ ہماری دائیں طرف بڑی خاک اُڑی میں نے یہ دیکھ کر شہزادہ سے کہا کہ ہماری
نتیجہ اور شاہ عالم کی پرواز دیکھو۔ سامنے گرد کا بادل پچاس ہزار سواروں کا معلوم ہوتا
بات میں کہہ ہی چکا تھا کہ اور گرد اُٹھی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ دوسری سپاہ پاس آتی
شہزادہ سے کہا ابھی دشمن کچھ فاصلہ پر ہے۔ آپ اتنے میں لڑائی کی تیاری کر لیجیے۔

سے کہا کہ تم جاکر میرے باپ کو غنیم کے نزدیک آنے کی خبر کردو۔ میں جلدی سے گھوڑے پر سوار ہوکر اعظم شاہ کی طرف چلا۔ میں نے اپنی راہ میں سپاہ کی بڑی بے ترتیبی دیکھی۔ امان اللہ خاں جو ایک عمدہ نامور سپہ سالار تھا اور شاہزادہ والاجاہ کا ہراول تھا تین سو سواروں کے ساتھ تھا جو پراگندہ تھے۔ اعظم شاہ ڈیڑھ کوس پیچھے تھا۔ اور اُس کی سپاہ تین حصوں میں منقسم تھی مجھے معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اعظم شاہ کس حصہ میں ہے۔ توپ خانے دکن میں چھوڑ آئے تھے۔ جب سپہ سالار نے توپ خانوں کے حکم کی درخواست کی تو اعظم شاہ بہت خفا ہوا اور غصے میں آکر چلایا کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں توپوں کو ایک حیوان پر چلاؤں گا۔ میں تو تلوار بھی میان سے نہیں نکالوں گا اپنے عصا سے اُس کا سر پھوڑ دونگا۔

اعظم شاہ نے جب مجھے دیکھا تو اشارہ سے بلایا۔ میں نے پاس جاکر کہا کہ شاہزادہ حضور کو اطلاع دیتا ہے کہ غنیم پاس آگیا ہے۔ اعظم شاہ ایسا چونکا کہ جیسے کسی بچھو نے اُس کو کاٹا اور چہرہ غضب ناک بنایا اور آنکھیں دکھائیں۔ یہ اُس کی عادت تھی جب غصہ آتا تھا تو وہ اپنی آستین کو کھینچا کرتا تھا۔ اُس کو کھینچ کر چلایا کہ غنیم میرے پاس آئے میں نے کہا کہ ایسا ہی ظہور میں آتا ہے اُس نے اپنا جنگی ہاتھی منگایا اور ایک خمیدہ عصا کو چمکا دے کر غضب ناک اپنے تخت پر بیٹھا اور فرمایا کہ تم ڈرو نہیں میں اپنے بیٹے پاس آتا ہوں۔ میں نے کہا کہ وہ بھی حضور کا بیٹا ہے ڈرنا چاہتا ہی نہیں۔ اُس نے تو فقط دشمن کے قریب آنے کی اطلاع دی ہے۔ حضور اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھیں۔ اور لڑائی کے دن جو بادشاہ کی جگہ ہوتی ہے وہاں کھڑے ہوں کہ سنکر میں بیدار بخت پاس آیا۔ تو اُس کے ملازم کے جو پاس کھڑا تھا گولی لگی اور وہ مرگیا۔

غنیم کی افواج کے دو غول ہماری جگہ سے گولہ رس مقاموں پر کھڑے ہوئے۔ ایک غول کا سردار عظیم الشان تھا اور دوسرے غول کا افسر منعم خاں جس کے ساتھ شاہزادہ معزالدین جہاندار شاہ اور جہان شاہ تھے۔ ہماری سپاہ کی صفیں کھچا کھچ تھیں پیچھے ہاتھیوں کے مویشیوں اور لشکر کا ہجوم اس قدر تھا کہ اُس سے لشکر کی حافیت تنگ تھی اور وہ اُس کو ہے کار کرتی تھیں۔

اب شاہ عالم کے توپ خانہ نے ہمارے لشکر پر برابر باڑیں مارنی شروع کیں جس سے بہت
کشتہ ہوئے۔ اور شاہ عالم کے بیٹوں نے بڑھکر بندوقوں کی گولیوں کا مینہ برسا دیا۔ ہمارا
توپوں کی مار سے طیش میں آیا اور اُس نے باڑیں ماریں۔ خان عالم بہت تیزی و تندی سے
کی طرف بڑھا۔ جتنا وہ دشمن کے قریب ہوتا گیا اُتنے اُس کے ہمراہی پیچھے رہتے گئے
سے زیادہ آدمی اُس کی ہمراہی میں نہ رہے۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو جان لیا کہ اب
یہ بہادر جواں مرد شاہزادہ عظیم الشان کے ہاتھی پاس گیا۔ اور ایک نیزہ شاہزادہ کے لگا
بچ گیا۔ اُس کے نوکر کی ران میں لگا۔ شہزادہ نے ایک تیر اُس کی چھاتی میں ایسا مارا کہ وہ
غنیم کے ایک گروہ نے بسرداری بازخاں افغان ذوالفقارخاں پر حملہ کیا مگر بہت نقصان
گیا اور بازخاں کے زخم کاری لگے۔ تقدیر الٰہی سے رام سنگھ ہاڈا اور دلپت راؤ بندیلہ جنکی
اور بہادری پر ساری جنگ کا مدار تھا توپ کے گولہ سے مر گئے۔ اُن کے ساتھ راجپوتوں
ہوئی اور اپنے مردہ سرداروں کی لاشوں کو ساتھ لیکر چلے گئے۔ ذوالفقارخاں اپنے ہمراہیوں
ساتھ استقلال سے قائم رہا۔ جب عظیم الشان کی کل فوج نے اُس پر حملہ کیا تو وہ سید مظفر کو
دے کر اعظم شاہ کے مقام کے پیچھے حمید الدین خاں کے ساتھ گیا۔ ہاتھی سے نیچے اُتر کر گھوڑے
ہو کر گوالیار اپنے باپ اسد خاں پاس چلا گیا۔ اُس کے بھاگنے سے اعظم شاہ کے لشکر کو شکست

اعظم شاہ کے ہمراہی اور ذاتی ملازم سواریوں سے اُترے اور اُنہوں نے اپنے ترکش زمین
اور دشمن کے حملے کے انتظار میں بیٹھے اور اپنے ولی نعمت پر جاں نثار کرنے کو تیار ہوئے۔ سید حسین
اُس کا بھائی حسین علی خاں سادات بارہ کے نامور جن کی بہادری و کارنامے تمام بادشاہوں کے
میں مشہور رہے اپنے ہاتھیوں سے اُترے اور پیادہ لڑنے کو تیار ہوئے۔ اب لڑائی دست بدست
اور شمشیروں سے شروع ہوئی اور طرفین کے بہت آدمی تلف ہوئے۔ حسین علی خاں کے کئی زخم
لگے اور خون کے نکلنے سے وہ ضعیف ہو گیا۔ آخر کو ایک بندوق کی گولی اور کئی تیر بیدار بخت کے
جس سے وہ فوراً اپنے ہاتھی پر مر گیا۔ اعظم شاہ کے بہت زخم لگے تھے مگر اب تک وہ زندہ تھا

فوج کی طرف سے خاک کا گرد آباد اُس کی طرف آیا اور اُس میں سے شاہزادہ عظیم الشان معزالدین
اور جہان شاہ نمودار ہوئے۔ اعظم شاہ کے زخم کاری ایسا لگا کہ وہ مرگیا اور شاہزادہ والا جاہ
خواب عدم میں سویا۔ رستم دل خاں جو شاہ عالم کے پیش خیمہ کا سردار تھا صبح کو بیدار بخت کے لشکر نے
شکست دے کر راہ بند کردی تھی تو وہ اعظم شاہ کی ملازمت کے لئے اُس کے ہاتھی کے ساتھ اس
میں تھا۔ جب اُس نے اعظم شاہ کو مردہ دیکھا تو اُس نے ہاتھی پر چڑھ کر اعظم شاہ کا سر کاٹ لیا اور
شاہ عالم کے خیمہ گاہ کی طرف بڑے انعام کی اُمید میں دوڑا دوڑا آیا۔ سر کو شاہ عالم کے قدموں تلے
رکھ دیا۔ بھائی کے سر کو خون آلودہ دیکھکر بہت رویا۔ رستم دل کو سوائے گالیوں کے کچھ اور نہ دیا
منعم خاں نے مردہ شاہزادوں کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا اور اہل حرم کا نہایت اعزاز و احترام کیا۔ گو
اس کے ایک زخم کاری لگا تھا جس سے اُس کو بڑی تکلیف تھی مگر اُس نے اُس کو چھپایا اور رات تک
میدان جنگ کا انتظام رکھا۔ اور فوج کو لوٹ سے روکا۔

شاہ عالم بہادر شاہ کا سفر

اب میں کابل سے شاہ عالم کے سفر کا بیان کرتا ہوں اور ان واقعات کا ذکر کرتا ہوں جو لڑائی
تک واقع ہوئے۔

اورنگ زیب نے اپنے مرنے سے کچھ پہلے شاہ عالم کا دیوان منعم خاں کو مقرر کیا تھا اور شاہ عالم
کا حاکم تھا۔ یہ منعم خاں بڑی قابلیت اور لیاقت کا آدمی تھا۔ بڑا مدبر۔ کاموں میں مستقل۔ بڑا دیانت دار
کے کام کرنے سے پہلے نالائق امرا کی ترقی سے شاہزادہ کے سارے کارخانے پریشان اور ابتر
تھے اس نے آکر سب کو جلادی اور درست کردیا۔ فضول سپاہ آخور کی بھرتی جمع ہورہی تھی جن کی
کے لئے ملک کی آمدنی کافی نہ تھی۔ سپاہ کو پوری تنخواہ ملتی نہ تھی اس لئے وہ ناراض ہمیشہ
بغاوت کے لئے پلی بیٹھی رہتی تھی۔ اُس نے شاہزادہ کی سپاہ کو کم کردیا۔ ہمیشہ اُن کو باقاعدہ تنخواہ تقسیم
کرنے کا شروع کی جس کے سبب سے اُس کو ناخوش یا شتربے مہار ہونے کے لئے کوئی عذر نہ رہا جب

اورنگ زیب کی حالات کا حال سُنا تو اعظم شاہ کے حق میں منصوبوں کے روکنے کے لئے
یہ اشتہار دے دیا کہ شاہ عالم سلطنت کے لئے بھائی سے لڑنے کا نہیں بلکہ اُس کے
کے لئے وہ ایران میں چلا جائے گا۔ بہت دنوں پہلے شاہ عالم نے یہ خود شہرت دی تھی
اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا کہ اُس کے بیٹے جو ساتھ رہتے تھے وہ اُس کو یقین کرتے تھے اور
تھے منعم خاں نے مجھ سے اصل حال یہ کہا کہ میں نے بادشاہ سے ایک دن یہ پوچھا کہ یہ
حضور کا ارادہ ایران جانے کا ہے اور یہ امر ایسا یقینی سمجھا گیا ہے کہ شاہزادوں نے جو
بیٹے ہیں مجھ سے قسمیں کھا کھا کر کہا ہے کہ یہ بات سچ ہے۔ تو شاہ عالم نے جواب دیا کہ
میں میرا ایک منصوبہ عظیم مخفی ہے جس کے سبب سے میں نے اس شہرت کو پھیلایا ہے
کی ہے کہ اس پر یقین کیا جائے۔ اوّل میرے باپ نے فقط ذرا سے شبہ پر مجھے نو برس
رکھا۔ اب اگر اُس کو معلوم ہو جائے کہ میں نے ذرا سی بھی اولوالعزمی کی ہے تو وہ فوراً مجھے
برباد کر دے گا۔ دوم میرا بھائی محمد اعظم شاہ میرا بڑا قوی دشمن ہے اور بڑا بے باک بہادر
سارے اپنے زور کو میری بربادی کے لئے کام میں لاتا ہے۔ اس شہرت سے میرے باپ
خوشی اور میرے بھائی کی تسلی ہوگی کہ وہ اپنے تئیں محفوظ سمجھے گا۔ مگر میں اس قادر مطلق
اس قرآن کی جس پر میرا ہاتھ ہے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ ایک دوست بھی نہ ہو
میں اکیلا آکر اعظم شاہ سے لڑوں گا۔ خواہ کچھ ہی ہو۔ اس راز کو میں نے اپنی اولاد سے بھی
ہے۔ اب اس کو تجھ سے کہتا ہوں کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

جب اورنگ زیب کے مرنے کی خبر منعم خاں پاس لاہور میں آئی تو اُس نے ڈاک
کو یہ خبر بھیجی اور لکھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو لاہور کی طرف بے خوف و خطر بغیر کسی تیاری کے
یہاں لاہور میں توپ خانہ اور سارا سامان تیار اُس کو ملے گا۔ اس دانشمند وزیر نے بہت سے
دریاؤں پر پُل بندھوائے جس کے سبب سے شاہ عالم کی سپاہ کو دریاؤں کے پار جانے
ایک روز کا توقف نہیں ہوا۔ لاہور میں اُس کو بڑا توپ خانہ اور سب سامان اس کا تیار

سپاہ کی تنخواہ تقسیم کردی اور پہلی بھرتی کے سپاہیوں کو پیشگی تنخواہ دینے میں بہت روپیہ صرف
ہم بہت جلد دہلی کے نواح میں آیا۔ اور منعم خاں ایک منتخب سپاہ کے ساتھ شہر میں داخل ہوا
جو شاہجہاں آباد کا حاکم تھا۔ وزیر کی بہادری سے اور شاہ عالم کے آنے سے ایسا خائف
کو اپنی سلامتی کے لئے کوئی چارہ سوائے اس کے نہ تھا کہ وہ قلعہ کو چھوڑ دے اُس نے
کیا جس میں اکبر کے عہد سے خزانہ جمع ہو رہا تھا۔ پھر منعم خاں شاہ عالم سے پہلے آگرہ میں
خاں قدیمی بادشاہی ملازم تھا اور یہاں قلعہ دار تھا اور اُس نے عظیم الشان کو قلعہ کے حوالہ
سے انکار کر دیا تھا۔ جب اُس کو یہ تحقیق ہو گیا کہ شاہ عالم نزدیک آگیا ہے تو پھر اُس نے
کو پسند نہیں کیا اور یہ اُس نے پیش کیا کہ اگر منعم خاں اکیلا قلعہ میں آئے گا تو میں اُس کو
کر دونگا۔ منعم خاں نے زرا اُس کے کہنے پر بے اعتباری نہیں کی۔ خندق اور گڑھ کے درمیان
ایک عرض تختہ دھرا ہوا تھا جس پر سے ایک آدمی جا سکتا تھا اُس پر سے قلعہ کے اندر گیا۔ بعد کھانا
کے اُس نے خزانہ پر مہریں لگائیں اور قلعہ میں مختلف مقامات پر اپنے پہرے جمائے اور آدھی
کو عظیم الشان سے ملنے گیا جس کا خیمہ چھ کوس پر تھا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ شاہ عالم کو سلطنت
منعم خاں کی شجاعت اور فرزانگی اور حسن تدابیر سے ملی۔

بہادر شاہ بیمار تھا اُس کے بستر سے جہاندار شاہ عظیم الشان لگے بیٹھے تھے کہ عظیم الشان نے
خنجر میان سے نکالا اور اُس کے لوہے اور جوہر کی تعریف کرنے لگا۔ جہاندار شاہ یہ دیکھ کر
بدحواس ہوا کہ بے تحاشا بھاگا خیمہ کے دروازہ کی ٹکر سے پگڑی گری۔ جوتیاں بھولا۔ رستوں
پڑا۔ نوکروں نے آنکر اس کا لباس درست کیا۔ بھاگا بھاگ اپنے خیمہ میں آیا اس بات کا چرچا خیموں
پھیلا۔ امیر الامرا نے عظیم الشان پاس عنایت اللہ کو بھیجا اور اُس سے پوچھا کہ میں آپ کے
کس موقع پر کیا خدمات بجا لاؤں۔ اس کا جواب ایسا نامعقول دیا کہ امیر الامرا اس سے ناراض
ہو گیا۔ وہ پہلے بھی عظیم الشان سے اس سبب سے ناراض تھا کہ وہ اُس پر خانخانان و مہابت خاں
کو ترجیح دیتا تھا۔ امیر الامرا نے قسم کھائی کہ میں تینوں بھائیوں کی مدد کر کے عظیم الشان کو تباہ کرونگا

اور سلطنت اور دولت کو اُس کے سوائے اور بھائیوں میں تقسیم کرونگا۔

معزالدین جہاندار شاہ سب بیٹوں میں بڑا تھا۔ وہ خفیف العقل اور عیش دوست تھا
کے کاموں کے کرنے میں اپنے اوپر تکلیف نہیں گوارا کرتا تھا اور نہ کسی امیر کو اپنا یار
خیر خواہ بنانے کی پروا کرتا تھا۔ اُس سے چھوٹا بیٹا عظیم الشان تھا وہ مدبر اور خلیق تھا
دل اُس کی طرف کھنچتا تھا۔ اورنگ زیب کی مدبرانہ یہ حکمت تھی کہ وہ پوتوں پر بہت
شفقت کرتا تھا اور سلطنت کے معاملات عظیم اُن کے سپرد کرتا تھا۔ اُس کے بیٹے بادشاہی
کرنے میں اولوالعزمی کرتے تھے۔ اُس کا علاج اورنگ زیب نے نکالا تھا کہ ان ہی کے
میں اُن کا دشمن پیدا کر دیا تھا۔ بیدار بخت اپنے باپ اعظم شاہ کا رقیب اور عظیم الشان
باپ شاہ عالم کا حریف تھا جس کو اورنگ زیب نے تین اضلاع بنگال و بہار اڑیسہ
مقرر کیا تھا جہاں سے وہ بہت سی دولت اور سپاہ لاکر باپ کے ساتھ جنگ میں شریک
تھا۔ گو اُس نے لڑائی میں بڑی بڑی خدمات کیں تھیں مگر باپ اُس کو اپنا رقیب اور حریف
سمجھتا تھا۔ تیسرا بیٹا رفیع الشان تھا جو باپ کے ہمراہ ہمیشہ رہتا تھا اور اُس کا بڑا لاڈلا تھا
ذہین تھا۔ علوم دینیہ میں مہارت رکھتا تھا۔ منشی تھا۔ فقہ خوب جانتا تھا مگر وہ بھی عیش کا
موسیقی کا اور دربار کی شان و شکوہ کا بڑا شوقین تھا۔ نہ وہ سلطنت کے کاموں پر توجہ کرتا
نہ اپنے گھر کے انتظام پر۔ خجستہ اختر جہان شاہ سب میں چھوٹا بیٹا تھا۔ شاہ عالم کی تخت
پہلے وہ معاملات ملکی پر بہت توجہ کرتا تھا۔ اور آخر کو تمام کاروبار و اختیارات سلطنت میں
دخیل تھا۔ وہ منعم خاں سے بہت محبت اور تعلق رکھتا تھا۔

ذکر سلطنت جہاندار شاہ بن بہادر شاہ بادشاہ

شاہ عالم بادشاہ کی وفات سے ایک ہفتہ کے بعد چاروں بھائیوں کے درمیان
ملک و مال کے باب میں پیغام سل و رسائل شروع ہوئے۔

ذوالفقار خاں بہادر فی الحقیقت جہاندار شاہ کا طرف دار تھا۔ وہ چاروں بھائیوں میں سے ہر ایک
کی طرف سے آمد و رفت کرتا تھا۔ جہان شاہ کے مقربوں نے مکرر یہ مصلحت بتلائی کہ ذوالفقار خاں
کو اس آمد و رفت میں گرفتار کر کے مقید کرنا چاہیے جس سے جہاندار شاہ کے پر و بال شکستہ ہوں
مگر جہان شاہ کو اس پر جرأت نہیں ہوئی۔ مخالفوں نے قابو پا کے جہان شاہ کے بارود و توپخانہ
میں آگ لگا دی۔

اول یہ قرار پایا کہ دکن تو جہان شاہ کو ملے۔ ملتان ٹھٹہ و کشمیر رفیع الشان کو دیا جائے اور
باقی صوبے ہندوستان کے عظیم الشان و جہاندار شاہ کے درمیان آپس میں قسمت ہوں۔ مگر
ابھی ملک و خزانہ کی تقسیم نہ ہوئی اور آپس میں نزاع ہو گئی۔ ان ایام آشوب میں میرزا صدرالدین محمد
عرف صفوی بخشی عظیم الشان سے برگشتہ ہو کر جہان شاہ کے روبرو جاتا تھا کہ جہان شاہ کے لشکر
کے آدمیوں نے غلط گمانی و بدظنی سے اس قدر اس کو مارا کہ وہ مر گیا۔ اس مابین میں رفیع الشان
نے حکیم الملک پسر محمد محسن خاں سے جو اس کا ہمدم و ہم مصلحت تھا کسی تقصیر پر ایسا خفا ہوا کہ اسکو
قتل کے نقد و جواہر بے حرمتی کے ساتھ لے لئے۔

عظیم الشان نے کچھ تبدیل مکان کیا موضع بوڈانہ میں جو شہر سے تین چار کوس تھا آیا۔
جہاندار کے لشکر کی ایک طرف راوی پشت پناہ تھا۔ لشکر کے دونوں طرف خندق کھودنے کا حکم دیا
اور سمری طرف عظیم الشان کا لشکر اوترا ہوا تھا۔ وہ بہ سبب نظامت بنگالہ صاحب استطاعت تھا
اور جہاندار شاہ کے عہد میں مدارالمہام صاحب دستخط بادشاہ تھا اور اور اسباب سلطنت اس کے تصرف
میں تھا۔ اب تینوں بھائی بسبب عدم استطاعت و قلت مقدور کے باہم شریک ہوئے۔ اور
اس میں عہود مواثیق ہوئے کہ عظیم الشان پر فتح پانے کے بعد ملک کو برابر تقسیم کرینگے! اور ہر ایک
اپنے ممالک متعلقہ پر فرمان روا ہوگا۔ چار پانچ روز تک تینوں بھائی گھوڑوں پر سوار ہو کر آدھ کوس
سے عظیم الشان کے لشکر پر گولے اور بان مارتے اور عظیم الشان کے توپ خانے سے تینوں بھائیوں
کے لشکروں میں گولے آتے اور گھوڑے اور آدمیوں کو ضائع کرتے۔ ۲۰ صفر کے قریب طبل مخالفت

عظیم الشان کی شکست و موت

بجا اور لڑائی شروع ہوئی۔ عظیم الشان ایک ہاتھی پر سوار تھا وہ آدمیوں کی نظروں سے غائب ہو گیا
کا قول ہے کہ توپ کے گولہ سے اُڑ گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب اُس نے دیکھا کہ اُس کو ہر
طرح گھیر لیا ہے اور افواج کے چار موجہ سے جان بر ہونا ممکن نہیں ہے تو وہ دریا میں گر پڑا
اس کا کوئی نشان نہیں ظاہر ہوا۔

ایک بھائی مراتین بھائی نقارے بجاتے ہوئے اپنے مکانوں میں آئے۔ ایک سو اسی
خزانے کے جن میں اسی ارابے اشرفیوں کے اور سوارابے روپیوں سے بھرے ہوئے تھے
معزالدین جہاندار شاہ کو ہاتھ لگے۔ بھائی چاہتے تھے کہ برابر تقسیم ہوں۔ ذوالفقار خاں نے ثالث
یہ فیصلہ کیا کہ پانچ حصوں میں تین حصے معزالدین اور دو حصے دونوں بھائیوں کو دیئے جائیں
سبب سے آپس میں نفاق ہوا۔

دوسرے روز معزالدین اور جہان شاہ کے درمیان مصالحت کے پیغام سلام ہوئے مگر کچھ
فائدہ اس سے نہیں ہوا آپس میں خونریزی پر آمادہ ہوئے۔ دونوں میں فوج کشی ہوئی
کنارہ کش ہو کر دونوں بھائیوں کے جنگ کے نتیجہ کا منتظر رہا۔ ایک دفعہ جہان شاہ کے لشکر
معزالدین کے لشکر کا عرصہ تنگ کیا اور وہ اپنے معشوق دلرباے جانی لال کنور سے جدا ہو
دشمن کے غلبہ سے اینٹ کے پزاوں میں جا کر چھپا۔ جہان شاہ کی فتح کا غل ایسا مچا کہ بعض
اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا مگر اس اثنا میں ناگاہ جہان شاہ کا بڑا بیٹا فرخندہ اختر کشتہ ہوا
جہان شاہ کو بڑا اضطراب ہوا۔ ہر چند دوستوں نے سمجھایا کہ اب عنقریب حسب دلخواہ فتح ہوگی
مگر اُس نے کہا کہ میں فرخندہ اختر کے لئے سلطنت چاہتا تھا اب مجھے فتح درکار نہیں ہے۔ یہاں
بھی وہی حال ہوا جو اعظم شاہ کا بیدار بخت کے مرنے پر ہوا تھا۔ وہ ہاتھی پر سوار ہوا۔ گولہ کے
سے مارا گیا۔ فوج بھاگ گئی جہان شاہ و فرخندہ اختر کی لاشوں کو بادشاہ پاس ذوالفقار خاں
اور خجستہ اختر زندہ مع چھوٹے بھائی کے گرفتار ہوا۔ معزالدین کے صدائے شادیانہ فتح
بلند ہوئی۔

رفیع الشان کا مرنا

معزالدین کا بادشاہ ہونا

رفیع الشان باوجود قلت سپاہ اور عدم استعداد کارزار پر متوجہ ہوا۔ کمال جرأت و جلادت سے کوشش کرکشتہ ہوا۔ معزالدین نے بعد فتح کے بھائی کی نعش کو شاہجہاں آباد مقبرۂ ہمایوں میں دفن کرنے کے لئے بھیجدیا۔ رفیع الشان کے تین بیٹے زخمی زندہ رہے۔ محمد ابراہیم و رفیع الدولہ نجات۔

معزالدین ۲۰ محرم ۱۱۲۳ھ کو بھائیوں سے فارغ ہوکر باون برس کی عمر میں تخت سلطنت پر جہاندار شاہ اپنا خطاب رکھا۔ محمد کریم و شاہزادہ ہمایوں بخت کہ نو دس برس کے لڑکے تھے جہان شاہ کے دونوں بیٹوں اور رفیع الشان کے بیٹوں کو شاہجہاں آباد کے قلعہ کو بھیجدیا۔ حکم دیا کہ رستم دل خاں والہ دردی خاں اور مخلص خاں کے بند بند جدا کئے جائیں۔ لوگوں کے ظلموں سے خلقت نالاں تھی مگر تیرے کی تقصیر نہیں معلوم ہوئی کہ کیا تھی۔ حیات خاں وغیرہ امیروں کو پابزنجیر قید کرنے کا حکم دیا اور اُن کے گھروں کو ضبط کرلیا۔ عظیم الشان کے شکست ہونے کے بعد محمد کریم بھاگ کر کسی مغلس کے گھر میں جاکر چھپا تھا اُس نے اپنی انگوٹھی کے لئے بھیجی تھی اُس کے سبب سے وہ گرفتار ہوا اور قتل ہوا۔

جہاندار شاہ کے عہدِ ناپائدار میں فسق و فجور کی بنیاد پوری مستحکم ہوئی۔ قوالوں اور رنڈیوں و ڈوم ڈھاریوں کے گانے اور راگ کا بازار گرم ہوا۔ قریب تھا کہ قاضی قرابہ کش اور محتسب پیالہ نوش ہو۔

آصف الدولہ اسد خاں بہادر کو وکالت کے عہدہ پر اور اُس کے بیٹے ذوالفقار خاں کو بخشی گری کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ اور وجہ اس کی یہ تھی کہ ذوالفقار خاں دانشمند فطرتی تھا اور فتنہ اور جوڑ توڑ کرنے کا اُستاد تھا۔ وہ اوّل ہی جہاندار شاہ کے ساتھ ساری مہمات میں رہتا شریک ہوتا تھا کہ وہ سب شاہزادوں میں زیادہ بے وقوف اور احمق تھا۔ سلطنت کی لیاقت نہیں رکھتا تھا۔ وہ اُس کو سمجھتا تھا کہ میرے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح رہے گا۔ جو میں چاہوں گا ناچے گا۔ چنانچہ سارا اختیار سلطنت اسی کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ بادشاہ کی حقیقت

کچھ نہ سمجھتا تھا۔ اب بادشاہ لاہور سے دہلی میں آگیا۔ اگر وہ ذوالفقار خاں کی رائے
مصائب نہ دیکھتا جو اُس کو پیش آئے۔ ایک کسبی لال کنور تھی بادشاہ اُس کے
تھا۔ اب اُس کو امتیاز محل کا خطاب عطا کیا۔ اور بادشاہانہ سواری کا سامان عنایت
کے سگے بھائی خوش حال خاں کو صوبہ داری اکبرآباد اور منصب پنجہزاری سہ ہزار
ہوا۔ اور اُس کے چچیرے بھائی نعمت خاں کو منصب عنایت ہوا۔ ذوالفقار خاں
خطابوں کے اسناد و فرمان چند روز عمداً نہ لکھے تو بادشاہ کی خدمت میں ال کنور
کی شکایت کی۔ جہاں دار شاہ نے ذوالفقار خاں سے سبب پوچھا کہ برادر لال کنور
فرمان لکھنے میں تعویق کا سبب کیا ہے۔ بادشاہ کی خدمت میں ذوالفقار خاں
جواب دیا کہ ہم خانہ زاد رشوت ستاں ہیں بغیر رشوت لینے کے ہم کسی کا کام نہیں کرتے
شاہ نے مسکرا کر پوچھا کہ لال کنور سے کیا رشوت لوگے تو اُس نے عرض کیا ہزار طنبور
استادوں کی نقاشی کا کام کیا ہو بادشاہ نے کہا طنبورے کیا کروگے۔ ذوالفقار خاں
کہا جب قوّال صوبہ داری کا کام کریں تو ہم خانہ زاد بیٹھے کیا کریں طنبورے اور ڈھول
بادشاہ نے ہنس کر اپنا حکم منسوخ کیا۔

عجب عجب حکایتیں مشہور ہیں معلوم نہیں سچ یا جھوٹ۔ ایک کنچنی کا اقبال
لال کنور کی دوگانہ مشہور تھی اس کا نام زہرہ تھا اُس کی سواری میں سوار اور پیادے
ایک دن کا اتفاق ہے کہ زہرہ اور چین قلیچ خاں کی سواریاں آمنے سامنے آئیں
نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ سواری موڑ کر اور طرف زہرہ کے آدمیوں سے بچکر چلو
آدمیوں نے اُس کے ہمراہیوں کو ایسا گھیرا کہ وہ کسی اور طرف سے نہ جا سکے۔
طرّہ ہوا جب چین قلیچ خاں کے ہاتھی کے برابر زہرہ کا ہاتھی آیا تو وہ پردہ اُٹھا کر
لگی کہ چین قلیچ خاں پسر کور توئی۔ اس کہنے پر چین قلیچ خاں کو ایسا غصہ آیا کہ اُس
کی اور اُس کے ساتھ کے آدمیوں کی خوب گھسن پٹی کی۔ بعد اس کے یہ خیال ہوا

... ہے کہیں اس عورت کے بہکانے میں آن کر مجھ سے زیادہ ملال نہ پیدا کرے جس سے ... کے درپے ہو۔ اس خیال سے وہ ذوالفقار خاں پاس بھی گیا اُس نے چین قلیچ خاں ... پہنچے اور اس کا ممد و معاون ہوا۔ ایک اور یہ معاملہ ہوا کہ خوش حال خاں نے کسی بھلے ... کو زبردستی بلانے کا ارادہ کیا۔ اس بھلے مانس نے نالش کی۔ ذوالفقار خاں نے ... خاں کو خوب پٹوایا اور سلیم گڈھ کے قلعہ میں قید کر دیا۔

اس بادشاہ کی ایک اور حکایت شہر بشہر نقل مجلس ہوئی کہ بادشاہ اکثر اوقات اپنی معشوقہ ... ساتھ رات کو رتھ میں سوار ہوتا چند خواصوں کو لے کر سیر و تفریح کے لئے بازار اور خرابات ... تشریف لے جاتا۔ ایک رات کو دونوں ہمدم جانی سوار ہوئے اور دونوں نے اسقدر ... پی کہ بالکل دونوں بدمست ہو کر دولت خانہ بادشاہی کے دروازہ پر آئے لال کنور ایسی ... خانہ تھی کہ اُترنے کے وقت اصلا بادشاہ کی طرف متوجہ نہ ہوئی۔ بیہوش اپنے بستر پر چلی ... شراب کے نشہ میں سو گئی۔ بادشاہ کو بھی اپنے حال کی خبر نہ تھی رتھ میں بیہوش پڑا رہا۔ رتھ ... کو اپنے مکان میں لے گیا اور اس کو کھول دیا۔ صبح کو جب بادشاہ کی خواصوں نے لال کنور ... شاہ کو نہ دیکھا اور لال کنور کو خبر ہوئی کہ بادشاہ معلوم نہیں کہاں ہے تو وہ بڑی سراسیمہ ... رونے پیٹنے لگی اور بادشاہ کی ڈھونڈ مچی تو بادشاہ سلامت رتھ میں ملے اور بہت افعال ... ایسے کئے کہ اُن کے لکھنے سے بھی شرم آتی ہے۔

صوبہ دکن میں ذوالفقار خاں کا نائب: داؤد خاں بہادر اور ذوالفقار خاں کا دیوان ... سبھا چند تھا۔ ان دونوں کے سبب سے کوئی لکھتا ہے کہ انتظام رہا۔ خافی خاں لکھتا ہے ... کے ظلم سے اور دیوان کی ہرزہ گوئی سے جو اُس کی تکیہ کلام تھی خلقت رنج و پیچ و تاب ... تھی۔

جب اورنگ زیب نے پوتے عظیم الشان کو اپنے پاس بلایا ہے تو اُس نے اپنے بیٹے ... کو بنگالہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ اثنائے راہ میں دادا کے مرنے کی خبر سنی تو وہ باپ کے

ساتھ آگرہ میں لڑکر فتحیاب ہوا۔ دکن میں باپ کے ساتھ کام بخش سے لڑنے گیا۔ پھر
عظیم الشان لاہور میں آیا۔ اس عرصہ میں فرخ سیر اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ جب لاہور
دادا بہادر شاہ نے بلایا اور بنگالہ میں اُس کی جگہ عزالدولہ خاں جہان بہادر کو مرحمت
بنگالہ سے کوچ کرکے عظیم آباد میں بعض وجوہ کے سبب سے اُس کو سفر کرنا شاق تھا۔ بر
اپنی بیوی کے وضع حمل کا بہانہ کرکے عظیم آباد میں رہا۔ یا اس سبب سے نہیں گیا کہ باپ
بھائیوں احمد کریم و محمد ہمایوں کی نسبت اُس کی قدر کم کرتا تھا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ
جعفر خاں صوبہ دار بنگالہ کو لکھا تھا کہ فرخ سیر کو گرفتار کرکے بھیجدے اس لئے وہ راج محل
میں آگیا۔ یہاں بعض ریاضی داں درویشوں اور محمد رفیع منجم نے اُس کو یہ مژدہ سنایا
سرزمین میں بادشاہ ہوگا۔ اس لئے بھی وہ اس بلدہ میں زیادہ ٹھیرا۔ ان ہی دنوں میں
مرنے کی خبر آئی تو پہلے اس سے کہ باپ اور چچاؤں میں سلطنت کا مقدمہ فیصل ہو
نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ چلوایا۔ اور باپ پاس جانے کے لئے بعض اپنے مقربوں سے
کیا تو مشائخ و محمد رفیع منجم مانع ہوے کہ یہ حرکت نہ کرنا جب تک اپنے نام کا خطبہ سکہ
اس سرزمین سے حرکت کرنا مناسب دولت نہیں ہے۔ صوبہ بہار میں عظیم الشان کی
سید حسین علی خاں نائب تھا اور وہ اس صوبہ کے بعض پرگنات کے متمردوں کی سر
تھا اس خبر کے سننے سے کہ فرخ سیر نے باپ کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا تو فرخ سیر
میں جب تک اور بھائیوں کے مغلوب ہونے کی خبر پہنچے مضائقہ کیا۔ اس بات سے
وسوسۂ عظیم ہوا۔ بہار میں سید مذکور کا تسلط بالکل تھا خطوط معذرت آمیز اور پیغام محبت
چلتخاں پاس بھیجے اور والدۂ فرخ سیر نے حسین علی خاں کو اپنے پاس بلایا۔ اور
بڑی منت سماجت کی۔ اور دونوں نے سخت قسمیں کھاکر عہد و پیمان کیا کہ اگر فرخ سیر
تو حسین علی خاں مدار المہام ہوگا۔

بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ فرخ سیر کی بیٹی نے بھی سید کی گود میں بیٹھ کر باپ کی

سلطنت کی۔ ان دنوں میں عظیم الشان وجہان شاہ بہادر رفیع الشان کے جہاندار شاہ کے ہاتھ سے جانے کی خبر فرخ سیر پاس آئی۔ حسین علی خاں کا سگا بھائی سید عبداللہ خاں الہ آباد کا صوبہ دار تھا۔ جو عہود و مواثیق ہوئے تھے وہ سید حسین علی خاں نے اپنے بھائی کو لکھے عبداللہ خاں نے اول اول طرف ثانی کے غلبہ پر نظر کر کے چند در چند اندیشے کر کے اس بات کے کرنے میں تامل کیا۔ اور بھائی کو بھی سمجھایا کہ آپ رفاقت کی عزیمت کو فسخ کیجئے۔ لیکن حسین علی اپنے عہد سے برگشتہ نہ ہوا اور جواب میں لکھا ؎

ہر چہ باداباد ما کشتی در آب انداختیم

جب عبداللہ خاں نے بھائی کا یہ اصرار دیکھا تو برادر مشفق کی محبت کے سبب سے فرخ سیر کے ساتھ ہو لیے۔ ان دونوں بھائیوں نے فرخ سیر کی رفاقت کے لئے کمر باندھی تو اس مہم عظیم کی استعداد کے لئے وہ دل سے مستعد ہوئے۔ جو امید و بیم سے بھرا ہوا تھا۔ فرخ سیر کے مقربوں نے اس بیت پر عمل کیا ؎

دو دل یک شود بشکند کوہ را
پراگندگی آرد انبوہ را

دونوں بھائیوں کی بہادری اور شجاعت کے سبب سے فرخ سیر کو اطمینان ہوا۔ اور احمد بیگ کے کہنے سے جہاندار شاہ نے فرخ سیر کی طرف رجوع کی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جہاندار شاہ نے ذوالفقار خاں کو بہت بڑھا دیا تھا عاصم خاں کہ عظیم الشان کے جاں نثاروں میں تھا وہ محرک ہوا کہ عظیم آباد سے شاہجہاں آباد کی طرف چلے۔ جب جہاندار شاہ کو فرخ سیر کے ساتھ سادات بارہ کے متفق ہونے کی خبر پہنچی تو اسی سال کے ربیع الثانی میں وہ لاہور سے دارالخلافہ میں آیا۔ حاجی جمعہ خاں بہادر شاہی کا آوردہ تھا اور شجاعت بھی کچھ رکھتا تھا اس کو الہ آباد کا صوبہ دار مقرر کیا۔ سید عبدالغفار کو کہ شجاع نامور تھا اس کا نائب قرار دیا اور الہ آباد میں متعین کیا۔

سید عبدالغفار نے ایک دو صاحب فوج زمینداروں کو اپنے ساتھ رفیق کیا اور آٹھ سات ہزار

عبداللہ خاں اور سید عبدالغفار خاں کا محاربہ اور سادات بارہ سے سید عبدالغفار کی شکست

سوار اور چار ہزار پیادے ہمراہ لے کر صوبہ الہ آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ قصبہ
کے پاس آیا تو عبداللہ خاں نے اپنے بخشی ابوالحسن خاں کو چار ہزار سوار اور تین ہزار
ساتھ اُس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ سرائے عالم کے نزدیک جو دونوں کروہ پر
دونوں لشکر اُترے۔ چند روز سوال جواب میں گزرے جمادی الاولیٰ کے آخر میں عبد
بھائی سیف الدین علی خاں و سراج الدین علی خاں و نجم الدین علی خاں و رتن چند دیوان
تازہ دم سواروں کے ساتھ ابوالحسن کے ساتھ متفق ہوئے اور سید عبدالغفار کے
سادات بارہ کا باوجود شجاعت کے ایسا عرصہ تنگ ہوا کہ قریب تھا کہ ابوالحسن خاں کی
جائیں اور لشکر کو ہزیمت ہو جاوے۔ لیکن عبداللہ خاں کے تینوں بھائیوں اور ابوالحسن
جان سے ہاتھ دھو کر میدان میں پیر جمایا۔ سید عبدالغفار خاں نے اُن کو چاروں طرف
سراج الدین خاں ایک جماعت کے ساتھ مارا گیا بعض لکھتے ہیں کہ توپ خانہ کا داروغہ
میں ایک دوسرے کی صورت مطلقاً نہیں معلوم ہوتی تھی۔ کہتے ہیں کہ گرد اور باد تند ایسی چلی
دشمن معلوم نہ ہوتی تھے۔ غرض اسی حالت میں سید عبدالغفار کے کشتہ ہونے کی جھوٹی خبر
میں آ لگی اُس کے لشکر کے آدمیوں نے کچھ تحقیق نہ کیا اور بھاگ گئے۔ ہر چند عبدالغفار
اے حق ناشناسو! میں زندہ ہوں مجھے تنہا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو مگر کسی نے نہ سُنا نہ کوئی
سید عبدالغفار خاں نے ننگ فرار کو اختیار کیا اور شاہجہاں پور میں چلا گیا۔ لشکر سادات بارہ
فتح بلند آوازہ ہوا۔ جب یہ خبر معزالدین جہاندار شاہ کو پہنچی تو اُس نے ارکان سلطنت سے
کر کے عبداللہ خاں کے چار ہزار منصب پر دو ہزاری کا اضافہ کر کے صوبہ الہ آباد کی صوبہ
فرمان بحالی مع خلعت بھیجدیا۔

سربلند خاں فوجدار کڑہ دس لاکھ روپیہ جمع کر کے جہاندار شاہ پاس آیا اور مورد
احمد آباد کی صوبہ داری پر مقرر ہوا اور احمد آباد کا صوبہ دار امانت خاں مالوہ کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ امانت
میں آیا۔ انقلاب سلطنت کے فساد سے اُنہیں کو اسلام خاں عرف رتن سنگھ دبا بیٹھا تھا۔

امانت خاں صوبہ دار مالوہ اور اسلام خاں عرف رتن سنگھ کی لڑائی

راجہ کو لکھکر بھیجا کہ امانت خاں کو عمل دخل نہ دو یا راجہ نے ایسا نوشتہ جعلی بنالیا تھا یا زیادہ
سے راجہ نے امانت خاں کو دخل نہ دیا۔ گفتگو کی نوبت فوج کشی پر پہنچی۔ امانت خاں نے
کو سارنگ پور میں بھیجا تھا کہ ولیر خاں افغان اور راجہ نے چار پانچہزار سوار لیکر اٹھا دیا اور
بہت آدمیوں کو مارا بعض کو اسیر کیا۔ امانت خاں یہ خبر سُن کر سوار ہوا اُس کے پاس کل
سوار تھے جن میں سے چار پانچسو تھانہ میں مارے گئے تھے وہ اس فوج کے ساتھ جدید الاسلام
نے آیا۔ وہ باوجود اسلام کے قبول کرنے کے ایسا متعصب ہندو تھا کہ مسلمانوں کو مالی اور
زیادہ ایام کفر سے پہنچاتا تھا۔ اس کے پاس دو بڑے سردار دولت محمد رہیلہ اور ولیر خاں تھے
پور پر کہ اجین سے چار پانچ منزل ہے اسلام خاں کا لشکر آیا اور امانت خاں سے
شروع ہوئی اور تیر اندازی اور برق اندازی سے ایک قیامت برپا ہوئی۔ آخر کار راجہ گولہ
گیا۔ اس کے لشکر کو شکست ہوئی۔ ہاتھی گھوڑے بے شمار اور خیمے باتکلف اور زر و افر امانت
سرکار میں داخل ہوا۔ اور سارے لشکر نے تاخت و تاراج سے ذخیرے جمع کئے۔ پھر امانت خاں
میں جہاں اسلام خاں کا وطن تھا گیا تو اُس کی بیوہ رانیوں نے عرض کیا کہ راجہ نے اپنے
ہم بیواؤں سے لڑنا بزرگوں کے طریقہ کے خلاف ہے۔ بعد ازاں جہاں دار شاہ نے
کو بدستور سابق احمد آباد میں صوبہ دار کر دیا جس کا سبب معلوم نہیں۔

فرخ سیر شاہجہاں آباد کی طرف کمال بے استعدادی کے ساتھ چلا اُسکے ساتھ سید عبد اللہ
سید حسین علی خاں وصف شکن خاں نائب اڈیسہ و احمد بیگ خواجہ خان وغیرہ تھے جنکی
میں ملکر تیس ہزار سوار اور پیادوں سے زیادہ نہ تھیں خرچ کی ایسی تنگی تھی کہ عظیم آباد کے
سے تین لاکھ روپیہ کی جنس قرض لی تھی۔ اسی اثنا میں پچہتر لاکھ روپیہ اطراف
سے فرخ سیر کے ہاتھ لگ گیا۔ جب جہاں دار شاہ نے سُنا کہ فرخ سیر عظیم آباد سے چلا ہی تو
نے اپنے بڑے بیٹے عزیز الدین کو پچاس ہزار سوار و پیادہ اور شائستہ توپ خانہ کے ساتھ
سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ خواجہ حسن خاں نبیرہ کو کلتاش کو پنج ہزاری سے ہفت

ہزاری بنا کے خان دوران خاں کا خطاب دیا اور بادشاہزادہ اور تمام فوج اور توپ
اُس کو دیا۔ اگرچہ ذوالفقار خاں شاہزادہ کی تنگ حوصلگی و عدم تجربہ و سوء مزاجی و اخر
اور خواجہ حسن خاں کے حسب و نسب و سلوک و درشت خوئی پر مطلع تھا۔ اُس نے با
ساتھ خواجہ کے بھیجنے کو رائے سلیم کے خلاف جان کر بادشاہ سے عرض کیا لیکن
کو کل تاش خاں اور ذوالفقار خاں میں ہم چشمی کی عداوت اس درجہ پر پہنچی تھی کہ کسی
مصلحت میں اُن کی رایوں میں اتفاق نہ ہوتا تھا اور بادشاہ کا ایمان تھا کہ وہ کو کل
لال کنور کی خاطرداری کرے اس لئے وہ ذوالفقار خاں کی کچھ نہ سنتا تھا۔ قلیچ خاں
الصدق غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ جو شجاعت کار طبعی و رائے صائب
انسانی میں نادر العصر تھا اور بہادر شاہ کے عہد میں بادشاہ کی دوں پروری اور بے تجر
سبب سے ترک منصب کر کے گوشہ نشین ہوا تھا بہ تقاضائے مصلحت کار فرمایوں نے
کر کے منصب پنجہزاری کا اُس کو دیا اور شاہزادہ کی کمک کے لئے مامور ہوا۔ وہ بسبب
سفر شہزادہ کے ساتھ نہ جا سکا مگر پیچھے آیا جب وہ اکبرآباد میں آیا تو اُس نے سنا کہ
کی ناموافقت کے سبب سے شاہزادہ کے لشکر کا حال ابتر ہو رہا ہے۔ اُس نے
کہ اکبرآباد میں چند روز توقف کرے اور دیکھے کہ کیا ظہور میں آتا ہے۔ اس طرف
وحسین علی خاں کے ساتھ فرخ سیر کوچ بکوچ چلا آتا تھا۔ چھبیلہ رام ناگر کہ کوڑہ
تھا اپنے تعلقہ کے پرگنات کا خزانہ لے کر بادشاہزادہ کی خدمت میں آیا مگر جب
دیکھا کہ شاہزادہ بے اختیار ہے اور خان دوران خاں بالکل مختار ہے تو وہ خزانہ
فرخ سیر پاس چلا گیا جب اعزالدین قصبہ کھجوہ کے پاس قریب آیا اور اُس نے سنا کہ
منزل پر ہے تو اُس نے بھی اقامت کی اور لشکر کے گرد خندق عمیق کھدوانے کی تیاری
خبر کے سننے سے فوج حریف دلیر ہوئی اور پہلے سے زیادہ جلد چلنے لگی۔ ۲۸ جمادی
سے دو کروہ پر فرخ سیر کے پیش خانہ کے جھنڈے نصب ہوئے۔ سید عبداللہ خاں نے اطراف کے

ایک پہر دن سے تین پہر رات تک اعزالدین کی فوج پر گولہ اندازی کی۔ ۲۹ ماہ مذکور شاہزادہ
کے کہ لڑتا حسن خان خان دوران خان سے مشورہ کرکے جس قدر جواہر اور اشرفیاں اُٹھا سکا
سارے کارخانہ جات بادشاہی کو چھوڑ کر ایک پہر رات رہے بھاگ گیا اور لشکر میں ایسا
لشکر کے عمدہ سرداروں کو مایحتاج کے اُٹھانے کی بھی فرصت نہ ملی۔ ایک روایت یہ ہے
نے بد دل اور افسردہ خاطر ہو کر یہ حرکت اس لئے کی کہ جہاندار شاہ اپنی معشوقہ و منکوحہ
کے اغوا سے اُس کے ساتھ جو زوجۂ اولیٰ کے بطن سے تھا بدسلوکی کرتا تھا اور خان دوران خاں
صاحب ارہونا اور اُس کے ساتھ بیدماغی کرنا ناگوار تھا۔ فرخ سیر کا لشکر جو بے طمعہ بار
کا انتظار کر رہا تھا۔ شاہزادہ کے بھاگنے کی خبر سنتے ہی سامان لشکر کے لوٹنے کے لئے
مال و اسباب اُس کے ہاتھ آیا۔ جو جماعت فقر و فاقہ کی آگ سے جلتی تھی اُسنے ہر جنس
فراہم جمع کرلئے اور شاہزادہ اعزالدین کمال سراسیمگی سے اکبرآباد گیا۔ لشکر فرخ سیر میں مبارکباد
کی بجنے تال اور مردنگ کے ساتھ بلند ہوئی۔ قلیچ خاں نے کہا شاہزادہ کو جہاندار شاہ کے
اکبرآباد میں ٹھہرنا مصلحت ہے۔ جہاندار شاہ۔ ۱۷ جمادی الاول کو شاہجہان آباد میں داخل
ہونے کا منتظر تھا۔ جب اُس کے شکست کی خبر پہنچی تو اُس کی عقل و ہوش جو عشق کے تار آج
کے تھے وہ بھی جاتے رہے۔ تہیہ اسباب جنگ میں مشغول ہوا۔ وسط ذیقعدہ ۱۱۲۳ھ میں شاہجہان آباد
نثار کی سپاہ بیس ہزار سے کچھ زیادہ تھی کوکلتاش کے پچیس ہزار سوار تھے۔ مجموعہ کل
تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادہ کے قریب تھا۔ لشکر کوچ بکوچ فرخ سیر کے مقابلہ کے لئے
میں اکبرآباد کے متصل آیا۔ اس طرف سے فرخ سیر دو سپہ سالار بارہ اور امرا کے ہمراہ ایسی
ساتھ کہ افواج جہاندار شاہ کے سوم حصہ کی برابر تھی۔ کمال بے سامانی کے ساتھ دو روز کی
ایک روز میں طے کرکے جمنا کے اس طرف لشکر جہاندار شاہ کے مقابل اُترا۔ عبداللہ خاں نے
دہم ذی الحجہ کو ایسے معبر کی تحقیق کرکے جس کا پانی قد آدم سے کم تھا سرائے روز بہانے
شاہجہان آباد کی طرف اکبرآباد سے چار کوس پر واقع ہے عبور کیا۔ اور جہاندار شاہ کی فوج کے

عقب میں فروکش ہوا۔ اور تین پہر بعد فرخ سیر بھی اس معبر سے گزرا اور حسن علی خاں اور حسین
جہاندار شاہ کی فوج کے انسداد راہ کے لئے بطریق چنداول دریا کے اس طرف تعاول
شبانہ روز میں ساری سپاہ کے ساتھ اترا۔ جہاندار شاہ کے سرداروں کو اس وقت اس
اطلاع ہوئی کہ مخالف کی فوج ناگاہ عقب سے نمودار ہوئی۔ اس لئے اس نے جو پہلے مورچال
وہ بیکار ہوئے اب اسے پشت کی طرف توجہ کرنی پڑی۔ اور از سر نو افواج کی ترتیب اور توپ
لے جانے کا اہتمام کرنا پڑا۔ مگر اس کام کی مہلت ان کو نہ ملی۔ کوکلتاش خاں و محمد زاہی خاں و
و محمد امین خاں و اعتماد الدولہ و قلیچ خاں و جاں نثار خاں وغیرہ میمنہ میں اور ذوالفقار خاں و
اور ایک اور جماعت میسرہ میں قائم ہوئی۔ روز چہارشنبہ ذی الحجہ ۱۱۲۳ھ کو ایک پہر دن
رہے اول سید عبداللہ خاں نے جہاندار شاہ کی فوج پر حملہ کیا اور جہاندار شاہ کی طرف
نام آوروں کی جماعت کے ساتھ مقابل ہوئی۔ سخت جنگ ہوئی صف شکن خاں جو فیل پر
کے ساتھ بیٹھا تھا اور فتح علی خاں داروغہ توپخانہ پسر بہادر خاں رہیلہ و میر اشرف خاں
خاں بہت بہادروں کے ساتھ کام آئے۔ جہاندار شاہ کی طرف جانی خاں شاہجہانی
ایک جمع کثیر کے ساتھ جاں نثار ہوئے۔ جب حسین علی خاں نے عرصہ کارزار کو اپنے اوپر تنگ
ہندوستان کے متھوروں کی طرح ہاتھی سے کودا اور سادات بارہ کی ایک جماعت نے
زخمہائے کاری اٹھا کر حالت غش میں معرکہ میں زمین پر گرا۔ جہاندار شاہ کے ہاں فتح کا
اس ضمن میں عبداللہ خاں ایک پشتہ پر چڑھا کہ جہاندار شاہ کی فوج پر مشرف تھا اور ایک تیر
فاصلہ پر تھا اس نے دیکھا کہ جہاندار شاہ اپنی عقب سپاہ سے غافل ہے۔ سادات بارہ
جہاندار شاہ کی زنانہ سواریوں کے ہاتھیوں کی طرف دوڑے اور ایک آشوب و شیون
جہاندار شاہ خبر کی تحقیق ہی میں تھا کہ لال کنور اور نغمہ سرایوں و خواجہ سراؤں کے ہاتھی
صدمہ سے جوش و خروش سے ناچنے لگے اور دفعتاً جان کے خوف سے جگہ کو خالی کیا۔ جہاندار
ہر چند چاہا کہ دشمن کے مقابل ہو مگر اس کی سواری کا ہاتھی لال کنور کے ہاتھیوں کی

4688

کرنے لگا اور فیلبانوں کے اختیار میں نہ رہا۔ اسی اثنار میں عبداللہ خاں کے متفرق آدمیوں
میں باہیں طرف سے کچھ کچھ ملنا شروع کیا جس سے تقویت ہوئی اور اس امداد غیبی سے بہادروں
نے ہمت آگے رکھا۔ اور اس سبب سے جہاندار شاہی لشکر میں اکثر آدمیوں کا پاؤں ایسا اکھڑا
کہ سب اس طرح پریشان ہوگئے جیسے کہ ہوا سے بادل ہوتے ہیں۔ اس حال میں کوکلتاش خاں
نے جہاندار شاہ پاس جائے۔ اس ضمن میں علی اصغر خاں و چھبیلہ رام ناگر جو کمین گاہ میں بیٹھے
تھے جمعی کوکلتاش پر دوڑے اور سر راہ اُن کو روکا اور زخمی کر کے اُس کو مار ڈالا۔ رضا قلی
برلاس اس جنگ میں کوکلتاش کے ہم عنان تھا وہ بھی مارا گیا۔ اعظم خاں برادر کوکلتاش زخمی ہو کر
جہاندار شاہ پاس گیا۔ مگر کام ہاتھ سے جا چکا تھا کچھ فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ جہاندار شاہ کا ایسا
شکست ہوا کہ خود فیل زنانہ کی عماری میں بیٹھا! اور جب آفتاب میں زردی آگئی تو اکبر آباد کی راہ
لی۔ ذوالفقار خاں میدان جنگ میں ایک پہر تک لڑتا رہا۔ آدمیوں کو جہاندار شاہ اور اُس کے
فرزندین کی جستجو کے لئے آدمی بھیجا اور اُس کو انعام دینے کا وعدہ کیا۔ اس کا ارادہ یہ تھا
کہ پسر میں سے ایک ہاتھ آجائے تو بہادری کر کے دشمن کے صفوف مقابل کو پرے ہٹا دے
اس کو نہ شاہ ملا نہ شاہزادہ۔ ناچار آخرکار مجبور ہو کر اکبر آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ
فرخ سیر نے جب ذوالفقار خاں کا استقلال یہ دیکھا تو وہ گھبرایا اور اُس کو پیغام بھیجا کہ سلطنت
کے دار تو بھاگ گیا۔ اب تم کو کیا دعویٰ ہے۔ اگر سلطنت کا دعویٰ رکھتے ہو تو یہ ایک اور
ہے لیکن اگر کسی کو بادشاہ چاہتے ہو۔ جہاندار شاہ نہ ہوا تو فرخ سیر ہوا۔ ذوالفقار نے جب
یہ سنا اور بادشاہ اور اُس کے بیٹے کا پتا نہ لگا تو میدانِ جنگ کو چھوڑ دیا۔ اُس کے بعد
فرخ سیر کے لشکر میں فتح کے شادیانے بجنے لگے عبداللہ خاں کے آدمی لاشوں کے درمیان
ذوالفقار خاں کی تلاش میں گئے۔ وہ زخموں میں چُور چُور بچوں کی دست اندازی سے ننگا
ہو پڑا تھا مگر جب اُس کے کان میں فرخ سیر کی فتح کی آواز پہنچی تو اس مژدہ سے وہ مردہ
جی گیا۔ اُس کو اُٹھا کے بھائی پاس لائے۔ جہاندار شاہ نے رات اکبر آباد میں بسر کی اور

تغیر حیات کر کے آخر شب میں مستورات کی سواریوں کے ساتھ شاہجہان آباد روانہ ہ
ایک پہر پیچھے ذوالفقار خاں بھی دارالخلافہ میں آیا۔ جہاندار شاہ سیدھا آصف الدولہ
گیا اور معاونت و مصلحت کا رکا طالب ہوا۔ ذوالفقار خاں نے بھی باپ سے التماس کی
شاہ کو کابل یا دکن کی طرف لیجائے اور پھر لشکر جمع کر کے تلافی کیجئے۔ اسد خاں جان
اور تجربہ کار اور مدبران روزگار کا سردار تھا اُس نے کہا کہ سپاہ اور توپخانہ کی گرد آ
امداد بغیر نہیں ہو سکتی اور خزانہ سے ایک مہینہ کا خرچ وصول ہونا دشوار ہے۔ اس
شورش فتنہ و خرابی خلق و خوں ریزی سپاہ کے کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ آب از جوے رفتہ
امر ایست متعذر الوقوع۔ بیٹے کی اس عزیمت کا مانع ہوا اور اُس نے کہا کہ اولاد تیمور
جو شخص تخت فرمانروائی پر قدم رکھے ہم پر اُس کی اطاعت واجب ہے۔ اگرچہ اس معنی
عقل سلیم و رائے صحیح پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اسد خاں کو بیٹے کا اس حرکت سے باز رکھ
مستحسن الوجوہ تھا۔ لیکن مآل کار سے وہ واقف نہ تھا کہ قضا نے اُس کو غافل کیا۔
جہاندار شاہ کو قلعہ میں نظر بند کیا۔

ذکر سلطنت محمد فرخ سیر

۳ رجب ۱۰۹۵ھ کو فرخ سیر پیدا ہوا۔ جب بہادر شاہ نے اپنے بیٹے عظیم الشان
بنگالہ سے طلب کیا تو عظیم الشان نے اپنے بیٹے فرخ سیر کو بنگالہ میں نائب مقرر کیا اور خود
گیا اور اُس کے ساتھ ہو کر اعظم شاہ سے لڑا اور اُس کو مارا۔ بہادر شاہ ہندوستان کا بادشا
جب ۵ جلوس میں بہادر شاہ لاہور میں تھا اور صوبہ بنگالہ میں اعزالدولہ خانخانان صوبہ
تو فرخ سیر حضور میں طلب ہوا اور ۲۸ سال کی عمر میں صوبہ بہار میں آیا اور یہاں جس
مقیم ہوا وہ ہم نے اوپر بیان کر دیا۔

فرخ سیر کی ولادت سے تخت نشینی تک

ان ہی ایام میں محمد رضا خاں مخاطب بہ رعایت خاں جو بہادر شاہ بادشاہ کے
میں تھا اُس نے دکن سے صوبجات مشرقی میں آن کر قلعہ داری رہتاس کا ایک جلی

محمد رضا خاں قلعہ دار رہتاس

ستقبال کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا۔ اور بندوبست سے خاطر جمعی کے ساتھ محصول محال و ذخیرہ قلعہ میں
اس کے غدر کی حقیقت بہادر شاہ کو معلوم ہوئی اور محمد رضا نے خود بھی لکھا کہ میں قلعہ پر حضور کے
یوں کے بے بندوبستی سے متصرف ہوا ہوں۔ دیکھیوں کہ اس قلعے سے مجھے کون باہر نکال سکتا
بہادر شاہ اور عظیم الشان دونوں نے فرخ سیر کو لکھا کہ محمد رضا کی تنبیہ و تادیب کریں اور قلعہ کو اس کے
سے نکالیں۔ محمد فرخ سیر نے اپنے ہمراہی صاحب رایوں سے مشورہ کیا۔ اس قلعہ کا محاصرہ مصالح
طلب تھا اور اس پر اقدام اندیشہ صائب کے بے مدد متعذر تھا۔ لاچین بیگ قلماق فرخ سیر کے
صب داروں میں تھا جس کو برطرف کر دیا تھا۔ وہ جاں بازی کر کے رزق کی امید میں آیا۔ اور ایک
کی معرفت عرض کیا کہ اگر شاہزادہ فرخ سیر یہ شہرت دے کہ فرمان عفو جرایم اور آفریں باد کا
محمد رضا کی جرأت و جلادت و رشادت پر اور قلعہ کو بدستور رکھنے کا مع خلعت و نشان آیا ہے اور وہ بندہ کے
اس کے پاس بھیجے تو جس وقت میں یہ نشان اس کو دونگا تو اس کو مار ڈالونگا۔ اگر میں جاں بر
ہوں تو اس کے صلہ سے سرافرازی پاؤں اور اگر میرا سر صدقہ ہو تو میرے فرزند اس کے نتائج سے
سرفراز ہوں۔ یہ مصلحت ارکان دولت نے پسند کی۔ لاچین بیگ کو خلعت و نشان دیا گیا کہ محمد رضا پاس
جائے وہ یہ لے کر پہنچا۔ گفتگو کے بعد محمد رضا نے لاچین بیگ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی
نشان و خلعت کی تعظیم میں وہ مصروف ہوا کہ لاچین بیگ نے کاردازبکی سے اس کا کام تمام کیا۔ لاچین بیگ
اس کے نوکروں نے زخمی کیا مگر اس کی جان بچ گئی۔ فرخ سیر نے اس کو بہادر دل خاں کا خطاب
بہادر شاہ سے عرض کر کے دلایا۔ فرخ سیر کا یہ منصوبہ عاقبت بخیر باپ دادا کے نزدیک مستحسن ہوا۔ ان ہی
دنوں میں بہادر شاہ بادشاہ کے مرنے کی خبر آئی۔ محمد فرخ سیر نے اس خبر کو سن کر بدوں اس تحقیق کے کہ
بھائیوں کے درمیان کیا انفصال مقدمہ ہو عظیم الشان کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کے نام کا سکہ
جاری کیا اور اپنے ہمراہیوں سے صلاح کی کہ میں عظیم الشان پاس جاؤں یا نہ جاؤں۔ بعض دنیا طلب
درویش اور محمد رفیع منجم مانع آئے۔ انہوں نے کہا کہ حضور کا اس مکان سے حرکت کرنا جب تک صاحب
قبضہ نہوں صلاح دولت نہیں ہے۔ ان ہی دنوں میں حسین علی خاں بارہ پٹنہ میں عظیم الشان کا نائب تھا

اور سرکشوں کی سزا کے لئے پرگنات میں گیا ہوا تھا جب اُس نے یہ خبر سُنی کہ اور بھائیوں کے
ہونے کی خبر آنے بغیر فرخ سیر نے عظیم الشان کا سکہ و خطبہ جاری کیا تو اُس کو فرخ سیر کی طرف سے
ملال ہوا اور ایسے ہی فرخ سیر کے دل میں سادات بارہ کی ذاتی شجاعت کا اور صوبہ میں
کے تسلط کا وسوسہ عظیم پیدا ہوا۔ نامہ و پیغام مودت التیام بھیجکر سید کو مستمال کیا اور اپنے پاس
اور والدہ فرخ سیر حسین علی خاں سے ملتجی ہوئی اور فرخ سیر کی زبانی قول اور عہد اور ایفا اور
مدار سلطنت کو بیان کرکے ایسا اُس کو مطمئن کیا کہ طرفین کے وسواس و ہراس اخوت سے مبدل
اس عرصہ میں عظیم الشان کے کشتہ ہونے کی خبر آئی تو محمد فرخ سیر نے اس خبر کو سُن کر اوائل ربیع
۱۱۲۳ھ میں اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا۔ اور روز بروز حسین علی خاں اور فرخ سیر کے استقلال
باب میں عہد و پیمان استوار ہوتے گئے۔ الہ آباد کا صوبہ دار سید عبداللہ خاں عرف حسن علی خاں تھا
تبدیل سلطنت سے اُس کو بنگالہ کا خزانہ ہاتھ لگا تھا۔ اور صاحب رائے شجاع مشہور تھا۔ فرخ سیر
دل میں اُس کی طرف سے کھٹکا تھا کہ وہ جہاندار شاہ کی طرفداری کرے گا۔ اور میری اطاعت نہ
اُس کو فرمان تسلی بھیجا۔ اس میں ان اقراروں کا بیان کیا جو اُس کے بھائی سے ہوئے تھے
کے تصرف کی اجازت دی اور سپاہ کی نگاہداشت کی ترغیب دی اور حسین علی خاں نے بھی اس
میں اپنے بھائی سید عبداللہ خاں کو لکھا اور غبار دوئی کو اُس کے آئینہ خاطر سے دُور کیا۔ غرض
بھائیوں نے دل و جان سے مدد اور رفاقت کا پیمان کیا اور از سر نو عہد و قرار ہوئے اور اس مہم
سرانجام میں دل سے اتفاق کیا ؎ آرے باتفاق جہاں می تواں گرفت۔ اب فرخ سیر
دارالخلافہ کی طرف چلا۔ جب جہاندار شاہ کو فرخ سیر کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو وہ لاہور سے اوائل
ربیع الثانی میں دارالخلافہ میں آیا۔ سید عبداللہ کو الہ آباد سے بدل کر سید عبدالغفار کو بھیجا جن کی لڑائی کا
حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔

پٹنہ سے دارالخلافہ کی طرف فرخ سیر دو سپہ سالاروں اور صف شکن خاں و خواجہ عاصم اور
رفیقوں کے ساتھ چلا اُس کی کل سپاہ پچیس ہزار سوار تھے اور خرچ کی بہت تنگی تھی خزانے عظیم

کے بنگالہ کے صوبوں سے اٹھائیس لاکھ روپیہ عبداللہ خاں کے اور پچھتر لاکھ روپیہ فرخ سیر کے
تھے۔ اور دو تین لاکھ روپیہ کی جنس تجار پٹنہ سے قرض لی تھی۔ جہاندار شاہ نے یہ سن کر کہ
چلا ہے اپنے بڑے بیٹے اعزالدین کو پچاس ہزار سواروں کے ساتھ فرخ سیر سے لڑنے
مقرر کیا۔ خواجہ احسن خاں مخاطب بہ خان دوران خاں کو شاہزادہ اور تمام فوج کا اختیار دیا
سنگین ہمراہ کیا۔ قلیچ خاں بہادر اسپر غازالدین خان بہادر فیروز جنگ نے بہادر شاہ کے عہد میں
کر گوشہ نشینی اختیار کی تھی اُس کو شاہزادہ کی مدد کے لئے مقرر کیا۔ اور وہ پیچھے روانہ ہوا
میں آیا تو اُسے معلوم ہوا کہ شاہزادہ جمنا پار چلا گیا ہے اور سرداروں کی آپس کی نااتفاقی کے
شاہزادہ کے لشکر میں جوتیوں دال بٹ رہی ہے تو اُس نے آگرہ میں توقف کیا۔ شاہزادہ اعزالدین
میں آیا اور اُس نے سُنا کہ محمد فرخ سیر تیرہ چودہ کروہ پر ہے تو اُس کے دل میں شمشیر سادات کا
ہوا اور اواخر شوال میں اُس نے منزل کھجوہ میں اقامت کی اور اپنے خیمہ اور لشکر کے خیموں کے
کھودنے کا حکم دیا اور مورچال باندھے۔ یوں دشمن کو اپنے اوپر دلیر کیا۔ جب ایک دو کوس
پر سید عبداللہ خاں و حسین علی خاں کے پیش خانہ کے جھنڈے نصب ہوئے۔ فوجوں میں کچھ
نہ ہوا۔ مگر اعزالدین کی فوج پر سید عبداللہ خاں نے اطراف کے دہات کی دیواروں پر مورچال باندھ کے
تیسرے پہر تک توپیں ماریں۔ شہزادہ اعزالدین لال کنور کی ناموافقت سے باپ کی نظر سے گرا
اور اس مہم میں خان دوران کے تسلط کے سبب سے بالکل بے اختیار تھا۔ ان وجوہ سے زیادہ بد
ہوا۔ خان دوران خاں کی پیشانی سے نامردی ٹپکتی تھی۔ ان دونوں میں مشورہ ہوا اور دونوں
کہ اپنی مقدور کے موافق جواہر و خزانہ اشرفی اُٹھایا اور باقی تمام خزانہ و خیمہ و توشک خانہ و
جان چھوڑ کر تین پہر رات گئے بھاگ گئے۔ اکثر عمدہ سردار اپنی ما یحتاج ضروری بھی نہ اُٹھا سکے اور
پر زین نہ لگا سکے اور فرار میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے۔ گرتے پڑتے جاں سلامت
گئے۔ جب ہرکاروں نے فرخ سیر کے لشکر کو دشمن کی ہزیمت کی خبر سُنائی تو بے شمار پیادے اور
لوٹ پر ایسے جھک پڑے جیسے کہ بھوکا باز اپنے شکار پر گرتا ہے۔ ہاتھی گھوڑے و خزانہ و خیمہ اور

کل کارخانہ جات لوٹ لئے جن کو ایک روز کی روٹی میسر نہ تھی اور رات کو فاقہ سے سوتے تھے
ذخیرے جمع کر لئے۔ غرض فرخ سیر کے لشکر کی عسرت عشرت سے بدل گئی۔ اعزالدین تباہ حال
میں آیا۔ قلیچ خاں نے اُس کو مصلحت بتلائی کہ اکبرآباد میں جہاندارشاہ کے حکم کے آنے کے
جہاندارشاہ ۱۰ جمادی الاولیٰ کو دارالخلافہ شاہجہان آباد میں آیا۔ اعزالدین کی فتح پر آنکھیں
بیٹھا تھا کہ اس کے پاس بیٹے کے فرار ہونے کی خبر آئی تو وہ وسط ذی قعدہ ۱۱۲۳ھ میں دارالخلافہ
باہر آیا۔ ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ کے ہراول بنایا۔ اور کوکلتاش خاں بہادر و اعظم خاں
وسپہ دار خاں اور امیران توران کے بہادر اور توپ خانہ کو لے کر نکلا۔ اور ستر اسی ہزار سوار
جمع کئے۔ فرخ سیر کے مقابلہ کے لئے سموگڈھ میں اکبرآباد کے متصل آیا۔ فرخ سیر بھی سید عبداللہ خاں
سید حسین علی خاں کی پامردی سے اکبرآباد کے قریب آیا۔ اُس کے لشکر میں خرچ کی بڑی تنگی تھی
جہاندارشاہ کی سپاہ کی افزونی و توپ خانہ اور اسباب جنگ عقلا کے نزدیک اس پر دلالت کرتے
کہ وہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے بعضے اطوار ناہموار اور کم اصل بدنام آدمیوں کو ہمراہ
ایسا تھا کہ جس سے امرائے قدیم وجدید اور تمام سرداران سپاہ آزردہ خاطر تھے اور زبان پر گلے
کلمات یاس لاتے تھے اور بعضے توران نامداران بانام ونشان اس رتبہ پر جہاندارشاہ سے
خاطر تھے کہ انہوں نے فرخ سیر سے عہد موافقت کر لیا تھا۔ ذوالفقار خاں اور کوکلتاش خاں مع
جہاندارشاہ کے جاں نثار عقیدت نشان بندے تھے مگر حسد ونفاق اس قدر آپس میں رکھتے تھے
ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اکثر عمدہ کاموں کو آپس کی ضد سے ابتر وضائع کرتے تھے
اور ایک دوسرے کے ہتیصال میں منصوبے باندھتے تھے۔ خصوصاً کوکلتاش خاں حسد ذاتی سے
ہر وقت رائے سلیم کے خلاف کام کرتا تھا۔ ایک کہتا تھا کہ فرخ سیر کو جمنا پار کسی طرح نہیں آنے دینا
چاہئے اور خود جمنا پار جاکر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ دوسرا کہتا تھا کہ فرخ سیر کو جمنا کے پار اُترنے دیں
ہم جمنا پار جاکر اُس کو شکست دینگے تو وہ از سر نو ملک میں فساد مچائیگا اور مہم کو طول ہوگا اور
پایاب دریا کی آب کے سبب سے بھی یہ خیال تھا کہ فرخ سیر دریا سے جلد نہیں اُتر سکتا۔ فرخ سیر کے

فوج کی بڑی تنگی تھی وہ دو روز کا سفر ایک روز میں طے کرتا ہوا آتا تھا۔ وہ جمنا کے اس طرف
ہیوں کے ساتھ آیا اور بہت سا لشکر اُس کے پیچھے تھا اُس کو شب خوں کے مارنے کا ایسا خوف تھا
ر سپاہی گھوڑوں کی لگامیں پکڑے سرما سے لرزاں اور دشمن سے ہراساں پوس کے مہینے کی
جری رات میں چار پہر کھڑے رہے۔ آخر شب یازدہم ذی الحجہ میں سید عبداللہ خاں ہراول نے
معبر تحقیق کیا جس میں پانی آدمی کی چھاتی تک تھا۔ وہ پانی کے اوپر سے جہاندار شاہ کے
شکر کے سامنے سے معبر روزبہانی سے اُترا جو شاہجہاں آباد کی طرف اکبرآباد سے چار کوس پر
شمن کی فوج کے عقب میں نمودار ہوا چار دن میں ساری فوج اُتر آئی۔ جہاندار شاہ کے
ہ کار اس وقت خبردار ہوئے کہ جب فرخ سیر کے لشکر کا سیلاب اُن کے لشکر کے عقب میں آ گیا
سراسیمہ ہو کر فوج ہندی اوّل بحال نہ رہی از سر نو فوج کی ترتیب دشمن سے لڑنے کے لئے
پڑی اور توپ خانے کے لے جانے میں اہتمام کرنا پڑا۔ ایک پہر دن باقی تھا کہ سید عبداللہ خاں
نے لڑائی شروع کی۔ ایک عجیب غریب دار و گیر ہوئی۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی تلواریں
نظر آتی تھیں ان حملوں میں صف شکن خاں کہ فیل پر حسین علی خاں کا ردیف تھا اور فتح علی
رد خانہ توپ خانہ محمد فرخ سیر و زین الدین خاں پسر بہادر خاں رسالہ اور میر اشرف برادر میر مشرف
ہوئے۔ چھبیلہ رام ناگر و خان زمان کنارہ کشی کر کے قابو وقت کے منتظر تھے۔ جہاندار شاہ
طرف سے جانی خاں جہان شاہی و ممتاز خاں مارے گئے۔ حسین علی خاں نے عرصہ کارزار
اپنی فوج پر دشمن کا غلبہ دیکھا۔ ہندوستان کے بہادران تہور پیشہ کی طرح ہاتھی سے اُترا اور
ایک جماعت کو ساتھ لے کر رستمانہ کام کیا اور تیر و گولیوں سے زخمی ہو کر بے خبر معرکہ میں پڑا
سید عبداللہ خاں کی فوج بھی تیر باراں کے صدمات سے متفرق ہو گئی تھی اور اُس کے نشانوں
میں بھی اکثر جماعہ داروں کے ساتھ سے جدا ہو گئے تھے۔ اُس کے ساتھ سو دو سو سواروں سے
نہ تھے کہ سید عبدالغفار سید عبداللہ خاں کے ہاتھی کے روبرو آیا اور کہا کہ میں سید عبدالغفار ہوں
تیر سید عبداللہ خاں کی طرف چلایا اُس نے اُس کے تیر کو رد کر کے اپنے تیر سے سید عبدالغفار

خاں کو زخمی کر کے بھگا دیا۔ سید عبداللہ خاں کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ میں کہاں جاتا ہوں اور [illegible]
کہ کچھ آدمی ایسے آن ملے جس سے اُس کو تقویت ہوئی۔ اُس نے یہ چاہا کہ جہاں دار شاہ [illegible]
کے عقب سے خصم کے بھیر پر جائے لیکن اطراف کی فوج کے صدمات سے اُس کو معلوم نہ تھا کہ [illegible]
نکل سکوں گا۔ اس لئے وہ ایک پشتہ پر چڑھا جو تیر رس فاصلہ پر جہاں دار شاہ کے قول اور [illegible]
تھا۔ جہاں دار شاہ کے لشکر میں فتح کے شادیانے بج رہے تھے لیکن اس کو یہ خبر نہ تھی کہ عقب [illegible]
میں خصم کیا کر رہا ہے۔ سید عبداللہ خاں نے تھوڑے آدمیوں سے تیر مارنے شروع کئے۔ سادات [illegible]
کمان چڑھائے آئے اور زنانہ کے سواری کے ہاتھیوں میں ایک آشوب غریب پیدا کیا۔ ابھی جہاں [illegible]
شاہ دفع خصم میں نہیں مشغول ہوا تھا کہ لال کنور اور نغمہ سرایوں اور خواجہ سراؤں کی سواری کے [illegible]
تیر باراں کے صدمہ سے جوش و خروش میں آئے اور اپنی جگہ کو خالی کیا جس سے جہاں دار شاہ [illegible]
ہمراہی اکثر ڈر گئے۔ جہاں دار شاہ دشمن کی طرف متوجہ ہونا چاہتا تھا کہ اس کا ہاتھی بھی اور ہاتھیوں [illegible]
کی طرح شوخی کرنے لگا اور فیل بانوں کے اختیار میں نہیں رہا۔ اس حالت میں سید عبداللہ خاں [illegible]
متفرقہ بھی جمع ہو گئی۔ سادات بارہ نے قدم جرأت آگے رکھا۔ جہاں دار شاہ کے لشکر میں ایسا خلل [illegible]
کہ وہ بھاگ گیا۔ جہاں دار شاہ کی مدد کو کلتاش خاں جاتا تھا کہ علی اصغر اور چھبیلہ رام ناگر نے [illegible]
گھیر لیا اور زخمی کیا۔ رضا قلی خاں داروغہ توپ خانہ بھی کام آیا اور اعظم خاں برادر کوکلتاش بھی زخمی [illegible]
جہاں دار شاہ کا حال ایسا تنگ ہوا کہ لال کنور کی سواری کے ہاتھی میں جا بیٹھا اور شام کے وقت [illegible]
چلا گیا۔ پہر رات گئے ذوالفقار خاں دشمن سے لڑتا رہا اور جہاں دار شاہ اور اعزالدین کی خبر کی جستجو [illegible]
رہا۔ لوگوں کو روپیہ دے کر اطراف میں دوڑایا کہ اگر کسی جہاں دار شاہ کو پاویں اور یہاں لائیں تو اُس [illegible]
تقویت سے حریف کو آگے سے ہٹا دے۔ مگر ان گم گشتوں کا پتا نہ لگا تو ذوالفقار خاں بھی مایوس [illegible]
ہو کر شاہجہان آباد کی طرف چلا۔ فرخ سیر کے لشکر میں شادیانہ فتح بلند آوازہ ہوا۔ سید عبداللہ خاں [illegible]
لاشوں میں اپنے بھائی حسین علی خاں کی جستجو کے لئے آدمی بھیجے۔ وہ بے خبر اور لچوں کی دست [illegible]
سے ننگا پڑا ہوا تھا۔ جب اُس کے کان میں فرخ سیر کی فتح کا مژدہ پہنچا تو اُس کے قالب میں جان [illegible]

[illegible] عبداللہ خاں پاس لاے۔ جہاں دارشاہ رات کو اکبرآباد میں رہا اور بقول مشہور ڈاڑھی [illegible] بٹ کرا کے تغیر وضع وہیات کر کے آخر شب میں لعل کنور کے ساتھ شاہجہان آباد کو روانہ ہوا [illegible] خاں اور جہاں دارشاہ ایک پہر کے فرق سے شاہجہاں آباد میں پہنچ گئے۔ آصف الدولہ پاس [illegible] شاہ گیا اور مصلحت کار پوچھی۔ ذوالفقار خاں نے بھی اس باب میں باپ سے التماس کیا کہ جناب [illegible] یل یا دکن لے جائے اور پھر لشکر جمع کر کے تلافی کیجے۔ آصف الدولہ جہاں دیدہ اور آزمودہ کار [illegible] اس نے دیکھا کہ کام ہاتھ تلے سے نکل گیا معزالدین فرماں روائی کے قابل نہیں رہا۔ روپیہ [illegible] سپاہ کی گرد آوری کی جائے۔ صلاح کار اس میں جانی کہ معزالدین کو قلعہ میں بھیجکر نظر بند کیا اور [illegible] فقار کے ارادہ جہاں آشوب کا مانع ہوا۔ اور کہا کہ اولاد تیموریہ میں سے جو کوئی فرمان فرما ہو ہم کو [illegible] اطاعت لازم ہے۔ جہاں دارشاہ کو دوسری سمت میں لے جائے اور تازہ فتنہ وفساد کے باعث [illegible] خدا علیم ہے کہ مآل کار کیا ہو۔ آصف خاں کی یہ نصائح بموقع وبجا تھیں لیکن وہ نہیں جانتا تھا [illegible] صحت التقدیر علی التدبیر۔ اس تدبیر میں بیٹے کی جان جائیگی اور دولت موروثی خاک میں [illegible] جس کا آگے بیان ہوگا۔ جہان دارشاہ کی سلطنت دس مہینے رہی۔

سوانح سال اوّل فرّخ سیر

فتح کے بعد سید عبداللہ خاں کی وساطت سے اوّل قلیچ خان بہادر اور سرداران توران آداب [illegible] بجالائے اور مورد عنایات وآفریں ہوئے۔ بادشاہ نے سید عبداللہ خاں کو مع لطف اللہ خاں صادق [illegible] کے دارالخلافہ کے بندوبست کے لئے روانہ کیا۔ بادشاہ ایک ہفتہ کے بعد شاہجہان آباد کی طرف [illegible] ہوا۔ ۱۴ محرم ۱۱۲۴ھ کو بارہ پلہ پر جو دارالخلافہ کے متصل ہے اُترا۔ سید عبداللہ خاں کو قطب الملک [illegible] ظفرجنگ کا خطاب اور ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار دو اسپہ وسہ اسپہ کا منصب عطا کیا اور وزارت [illegible] کی۔ سید حسین علی خاں کو امیرالامرا بہادر فیروز جنگ کا اور ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کا منصب [illegible] کیا اور میر بخشی کی خدمت پر مقرر کیا۔ محمد امین خان کو اعتمادالدولہ کا خطاب دیا۔ ہزاری ہزار سوا [illegible]

فرخ سیر کا تخت

کا منصب پر اضافہ کیا اور بخشی دوم مقرر کیا۔ قلیچ خاں کو جو پنج ہزاری تھا ہفت ہزاری ہفت
منصب اور نظام الملک بہادر فتح جنگ کا خطاب عنایت فرمایا اور دکن کا صوبہ دار کیا۔ جاں نثار
عبداللہ تورانی کو فرخ سیر نے اپنی روانگی سے پہلے پیشتر بعض مقدمات کی صلاح کے لئے
بھیجا تھا اُس کو خان خانان میر جملہ کا خطاب اور ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کا خطاب دیا۔
بحسب ظاہر دیوان خاص کی اور ڈاک کی داروغگی کی خدمت اُس کو سپرد تھی لیکن وہ ہمدم و
دستخط خاص کا اختیار اُس کو دیا۔ وہ بالکل بادشاہ پر حاوی ہوا اور کل خلقت کا مرجع بنا۔

قطب الملک سید عبداللہ خاں حکم کے بموجب شاہجہاں آباد میں بندوبست ملکی کے
سلطنت کے نظم و نسق اور مہمات ملکی اور وزارت کے کاموں میں مشغول ہوا تو اول بادشاہ اور
درمیان نزاع اس پر ہوا کہ جب فرخ سیر سے قطب الملک جدا ہوا تو بادشاہ نے دیوانی تن
چھبیلہ رام ناگر کو مقرر کیا اور افضل خاں کو جو بادشاہ کا اُستاد تھا صدر الصدور فرمایا اور قطب
دار الخلافہ میں پہنچکر دیوان خالصہ لطف اللہ خاں صادق کو اور صدارت کل پر سید امجد خاں کو
بہادر شاہ کے عہد میں بھی یہ سید اس خدمت پر مقرر تھا۔ جب بادشاہ دار الخلافہ میں آیا تو وہ
کاموں پر متوجہ ہوا۔ صدارت اور دیوانوں کے مقرر کرنے کے باب میں بادشاہ اور وزیر کے
مضائقہ ہوا۔ قطب الملک نے کہا کہ اگر میرے مقرر کئے ہوئے آدمی برقرار نہ رہیں گے تو میری
کا اعتبار نہیں رہے گا۔ میر جملہ اور بعض اور حسد پیشہ مقربان نے اس بارہ میں بادشاہ کے
کیا کہ بادشاہ اگرچہ نوکروں کو اختیار دیتے ہیں مگر اُن کو چاہیئے کہ وہ اپنی حد کو نگاہ رکھیں
مجال ہے کہ وہ بادشاہ کے حکم بدوں عمدہ خدمات صدارت و نیابت و وزارت پر کسی کو تعین

خواجہ گر لطف بے حد دراند
بندہ باید کہ حد خود داند

اگرچہ محمد فرخ سیر وسیع الاخلاق اور قدردان تھا ہر ایک کی خدمت اور تردد کے مقابل
چاہتا تھا کہ بقدر امکان منصب و عمدہ خدمات عنایت کر کے ہم چشموں میں ممتاز کرے مگر

بادشاہ و وزارت کی ناموافقت

تھا اور ناآزمودہ کار جوان تھا۔ امور سلطنت سے بے خبر۔ خُردسالی سے صوبہ بنگالہ میں باپ دادا سے دُور نشو و نما پایا۔ استقامت مزاج و رائے صائب نہیں رکھتا تھا اوروں کی رائے پر چلتا تھا قسمت سے تاج و سلطنت مل گیا تھا۔ خاندان تیموریہ کا جوہر شجاعت تھا وہ اُس کے خلاف عین ذاتی رکھتا تھا صاحب غرض کے سخن کی تہ پر نہ پہنچتا۔ ابتدا سے اپنی سلطنت کا مادّہ فساد خود ہی بنا جس کا بیان مفصل آگے آتا ہے آغاز جلوس میں بڑی غلط اصول بنائے جہانبانی میں اُس نے یہ کی کہ منصب وزارت سید بارہ عبداللہ خاں کو دیا۔ منصب وزارت ایک ایسا امر خطیر ہے کہ پہلے ہمیشہ بادشاہوں نے مدتوں کے امتحان کے بعد اُن باوقار اور صاحب دانشمندوں کو دیا ہے جو بردباری کی صفت و تجربہ کاری اور وسیع حلم اور رائے سلیم رکھتے تھے۔ سادات بارہ کی شجاعت و بہادری ضرب المثل تھی وہ اکبر شاہ کے عہد سے وزارت پر پہنچے تھے۔ مگر شاہجہاں نے اپنی ۳۱ سال کی سلطنت میں اورنگ زیب نے اپنی اکیاون سال کی بادشاہت میں کسی بارہ کے سید کو وزارت کا منصب نہ دیا اور اُن کو اس منصب کے دینے کے سبب سے جو خرابیاں سلطنت میں واقع ہوئیں وہ آگے بیان ہوتی ہیں۔ کہ سید اس امر خطیر کے بار سنگین کو اُٹھا کر خود مطعون عالم ہوئے اور اہل عالم میں اور بادشاہان ہفت اقلیم میں اُن کی آقا کشی کی بدنامی ہوئی اور تمام سواد اعظم ہندوستان میں فساد و آشوب پھیلایا اور آخر کار خود دولت بارہ کے استیصال کے سبب ہوئے جس کا بیان اب آگے آتا ہے۔ عاقلوں نے سچ کہا ہے کہ ہر یکے را عقل کمال و فرزند بجمال نماید لیکن ایسا نہیں ہے کہ ہر یکے را ہر کارے آفریدہ اند۔ صدارت اور دیوانی خالصہ تن کا اس طرح فیصلہ ہوا کہ صدارت تو موافق بادشاہ کے حکم کے افضل خاں کو اور دیوانی خالصہ لطف اللہ خاں صادق کو ملی اور چھبیلہ رام ناگر کو اکبر آباد کی صوبہ داری۔ مگر آپس میں عداوت کا تخم دلوں میں بویا گیا۔

میر جملہ نے بادشاہ کے مزاج میں دخل پیدا کیا۔ اگرچہ وہ آشناؤں اور محتاجوں کے ساتھ فیض رسانی کرتا تھا۔ اور خلق اللہ کے اجراء کار اور دیانت میں ممتاز تھا اور ایک عالم اُس سے کامیاب ہوتا تھا لیکن وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ فرمان فرمائی ہند کا اختیار سادات بارہ کے ہاتھ میں

رہے۔ دونوں بھائیوں کے ہاتھ میں اقتدار سلطنت دیکھ کر حسد کے مارے جلا جاتا تھا اتفاق
ہمدمی کے وسیلے سے مقربان تازہ پیدا ہوئے انہوں نے بادشاہ اور سادات بارہ کے
آتش فساد کو بھڑکایا۔

آصف الدولہ اور ذوالفقار خاں نے بارہ پلہ پر خیمہ لگایا۔ اور بادشاہ کی ملازمت کا ارادہ کیا
حسین علی خاں کو بادشاہ اور میر جملہ کے مشورہ پر اطلاع تھی اس نے آصف الدولہ پاس
کہ اگر میری وساطت سے بادشاہ پاس جاؤ گے تو کوئی تمہارے سر کا ایک بال بیکا نہ کر سکے
صاحب سلامت اس بات پر مطلع ہوئے تو اس کو صلاح و صوابدید دولت کے خلاف جان کر تقرب
ہونے کی وجہ سے ذوالفقار کا ہم جنس تھا اس پاس بھیجا کہ اس کی تسلی کرے کلام اللہ کی قسم
نشان کرے کہ امیر الامرا کی معرفت بادشاہ کی ملازمت کرنے میں سوائے ندامت و خسارت
مالی کے کوئی اور فائدہ نہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ میر جملہ آصف الدولہ اور ذوالفقار خاں کے ہاتھ
بادشاہ پاس لایا۔ آصف الدولہ نے تقصیرات کے عذر میں اور عفو جرائم کے لئے دو تین
کئے۔ بادشاہ نے مہربانی کر کے ان کے ہاتھ کھلوائے خلعت و جواہر عنایت کئے اور آصف
دیا کہ آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے جائیں اور ذوالفقار خاں خیمہ میں باہر بیٹھے اس سے
ضروری کا پوچھنا ہے۔ آصف الدولہ نے جان لیا کہ بیٹے کی موت آگئی روتا پیٹتا اپنے خیمہ
ذوالفقار خاں خیمہ ماموریں جا کر بیٹھا۔ اس کو امرا اور چیلوں نے گھیر لیا عظیم الشان اور محمد کریم
دعوے کی بابت کچھ باتیں کیں ذوالفقار خاں نے۔ ہر کہ دستا زجاں بشوید۔ ہر چہ در دل
پر عمل کیا۔ لاچین بیگ نے تسمہ اس کے گردن میں ڈالا اور اور چیلوں نے مار کر اس کا دم
بیٹے کے قتل کی یہ تاریخ کہی ؎

ہاتفِ شامِ غریباں با دو چشمِ خوں فشاں گفت ابراہیم اسمٰعیل را قرباں شود

اسد خاں کا نام ابراہیم اور ذوالفقار خاں کا نام اسمٰعیل تھا۔ اسی روز قلعہ میں جا کر جہاں
ترپولیہ میں تنگ و تار جگہ میں مقید تھا مار ڈالا۔ محمد فرخ سیر ۱۷ محرم کو شہر و قلعہ میں داخل

جہاں دارشاہ کے سر کو نیزہ پر لگایا اور لاش کو حوضہ میں ڈالا۔ ہاتھی کی دُم میں ذوالفقار خاں کو باندھ کر نکایا اور شہر میں مشتہر کر کے لاش کو قلعہ کے دروازہ کے آگے ڈالا ؎

اے برادر ما دریں ہر ار خورد خونت مریز چوں ترا خونِ برادر ہمچو شیرِ مادرست

آصف الدولہ کو پالکی میں ڈال کر مع زنانہ سواریوں کے حویلی خان جہان میں بطریق محبوس کے رکھا اسباب سوائے بدن کے کپڑوں کے اِن قیدیوں پاس نہ تھا۔ ان باپ بیٹوں کو کلتاش خاں و راجہ سبھا چند کے اموال و اسباب کو ضبط کیا۔ سبھا چند نے زبان درازی کی تو اُس کی زبان کاٹی گئی۔

لاچین بیگ مخاطب بہادر دل خاں کا نام تسمہ کش مشہور ہوگیا۔ نہ تقصیر ہوتی نہ اس کا ثبوت ہوتا مگر تسمہ گلے کا ہار بنتا۔ اس لئے امرا عالمگیری اور بہادر شاہی کے دلوں میں تسمہ کا خوف ایسا پیدا ہوا۔ کہ جب گھر سے بادشاہ کے مجرے کو آتے تو اپنے گھر والوں سے کہا سُنا معاف کرا کے آتے۔ تسمہ کشی بھی ایک پیشہ رزق کا وسیلہ ہوگیا۔

ہدایت کیش خاں کو اس جرم میں مارا کہ وہ محمد کریم برادر فرخ سیر کا ہاتھی جہاں دارشاہ کے پاس تھا اور ہدایت اللہ خاں کے قتل کے لئے بیگم کا رقعہ جعلی بنایا گیا۔

شاہ قدرت اللہ درویش کو محض اس شہرت سے کہ کبھی کبھی جہاں دارشاہ اُس کو شریک مصلحت رکھتا تھا گرفتار کیا۔ حکیم سلیم کو جو عظیم الشان کے مقرب نوکروں میں تھا اور یہ مشہور تھا کہ اسی کی صلاح سے شہزادہ مارا گیا۔ اس کو میر جملہ نے اعزاز کے ساتھ اپنے گھر مہمان بلایا اور اُس کو پھانسی دے دی۔ اکثر امیروں کے مارنے کی بدنامی میر جملہ کی نسبت مشہور ہوئی۔

حکم ہوا کہ جہاں دارشاہ کے ایام سلطنت کو عہد مخالف لکھ کر ابتدائے سال جلوس محمد فرخ سیر کو ربیع الاول ۱۱۲۳ھ سے شمار کی جائے۔

حکمرانی نظام الملک بہادر فتح جنگ

جب نظام الملک بہادر فتح جنگ دکن میں آیا۔ اس کی شمشیر موروثی کے صدمہ سے اور اُسکی صلابت سے بغیر اس کے کہ دکن کے مرہٹوں سے لڑائی ہو۔ ایام سابق کی نسبت ملک و قافلوں کی تاخت و تاراج میں تخفیف ہوگئی مگر نصرت جنگ داؤد خاں کے دستور عمل کے جہاں مرہٹوں کا

ہاتھ پہنچتا تھا دار و مدار کرکے چوتھ لیتے تھے فتح جنگ کی صوبہ داری کا باقی حال آگے بیان ہوگا

ذکر سوانح سال دوم جلوس بادشاہ فرخ سیر ۱۱۲۴ھ ۱۷۱۲ء

مہاراجہ اجیت سنگھ نے عالمگیر کے عہد میں تمرد کیا تھا اور جودھ پور میں مساجد کی تخریب کی بنائے تھے۔ بہادر شاہ کو اعظم شاہ و کام بخش و بابا بندہ سکھ کی مہمات سے فرصت نصیب نہ ہوئی سہم تعویق میں پڑی رہی جب فرخ سیر بادشاہ ہوا تو مہاراجہ نے کوئی حسن خدمات کرکے رفع کی۔ اس لئے امیر الامرا حسین علی خاں چند امرا کے ساتھ اس کی تادیب کے لئے روانہ ہوا۔ اس کی اطلاع ہوئی تو وہ افواج بادشاہی کے صدمہ سے خائف ہوا اور امیر الامرا کی خدمت معتبر کو مع تحفوں کے بھیجا اور عفو جرائم کی التماس کی اس ضمن میں فرخ سیر اور قطب الملک کے برہم کاروں کی سعایت سے ایسا عناد و فساد بڑھ گیا کہ فرخ سیر نے عبداللہ خاں کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ خاں نے امیر الامرا کے پاس نوشتہ جات روانہ کئے۔ امیر الامرا نے قطب الملک کے ایما سے اجیت سنگھ سے ان شرائط پر صلح کی اپنی بیٹی کی شادی فرخ سیر سے کرے اور پیش کش معتبر دینا قبول کرے اور بیٹے کو ملازمت کے بھیجے۔ امیر الامرا شائستہ خاں کو مہاراجہ کی لڑکی لانے کے لئے چھوڑ کر بادشاہ پاس آیا۔

سید عبداللہ اور امیر الامرا یہ چاہتے تھے کہ کوئی کام و منصب و اضافہ و خدمت ہم دونوں کی تجویز و صلاح کے بغیر صورت پذیر نہ ہو اور بادشاہ نے میر جملہ کو اپنی طرف دستخط کرنے کا حکم تھا اور مکرر فرمایا تھا کہ میر جملہ کی زبان میری زبان ہے اور میر جملہ کے دستخط میرے دستخط ہیں رتن چند بقال کو اپنا دیوان بنایا اور راجہ کا خطاب اور دو ہزاری منصب دیا تمام امور سلطنت میں اختیار دیا وہ جب تک اپنے لئے اور سید عبداللہ خاں کے لئے عمدہ کارسازی نہ کرلیتا کسی متوجہ نہ ہوتا اور میر جملہ پاس جو صاحب مطلب رجوع کرتا تو عطائے و اضافہ و تفویض خدمت بہ نیابت بادشاہی دستخط کرکے اس کو کامیاب کرتا۔ یہ بات وزارت کے دستور کے خلاف

+ فرخ سیر اور سادات کے درمیان آخر کشمکش منازعات

سید حسین علی خاں کا مہاراجہ اجیت سنگھ کو ہمراہ لے کر جودھ پور لڑنے کے لئے جانا اور اس کا فائز المرامی کی اطلاع کرنا +

ے استقلالی کا باعث ہوئی جس سے دونوں بھائی رنجیدہ خاطر ہوتے بعض اوقات میر جملہ سادات بارہ
شکوہ کو اظہار نیر خواہی کا سرمایہ بناتا اور انواع دلائل سے بادشاہ کے خاطر نشان کرتا کہ ہر قدر
ت اور اختیار ملکی حوصلہ سادات بارہ سے باہر ہے اور اُن کے اطوار ناہموار سے نمک حرامی کے آثار
تے ہیں اور خلوت میں گاہ و بیگاہ ایسے کلمات بادشاہ کے دل نشین کرتا کہ دونوں بھائیوں
ے بادشاہ کے دل میں وسوسے پیدا ہوتے اور امیر الامرا اور سید عبداللہ خاں کے دستگیر کرنیکی
بیر و مصلحت کرتا۔ محسن خاں کے باغ میں سیر و شکار کے قصد سے بادشاہ گیا۔ یہاں ہر چند
تمہیدات اس ارادہ کی کیں مگر کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔ مشہور یہ تھا کہ بادشاہ کی والدہ نے
قل پر نظر کرکے کہ دونوں بھائیوں سے کیا تھا۔ سید عبداللہ خاں کو اس راز کا اشارہ کر دیا تھا۔
غ الدین پسر جہاندار شاہ جو معرکہ جنگ سے باپ کے بھاگنے کے بعد اکبر آباد میں پنہاں ہوا تھا
فتار ہو کر آیا تھا اور محمد ہمایوں بخت فرخ سیر چھوٹا بھائی دس گیارہ برس کا تھا اور والا تبار
علم شاہ کا بیٹا تھا ان سب شاہزادوں کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی اور جہان روشن
نکھوں میں سیاہ کیا گیا۔ اس کام میں سادات بارہ کو کچھ دخل نہ تھا عوام الناس اس کام کو
ے سے نسبت کرتے تھے لوگ سمجھتے ہیں ان گناہوں کی سزا فرخ سیر کو بھی یہ ملی کہ ان دنوں
اس کا دو برس کا بیٹا مر گیا۔ اس کا نور چشم یہ گیا ان کا وہ نور گیا۔ اگر فرخ سیر کو گناہ کی یہ سزا ملی۔ کوئی
ے کہ ان معصوموں کو کس گناہ کی سزا ملی تھی۔ دنیا کے بھی عجیب معاملات ہوتے ہیں کہ سیدوں کو
یر کے بادشاہ بنانے کا یہ گھمنڈ تھا کہ سلطنت کے سارے اختیارات ہماری ہی مٹھی میں رہیں اور
یر کو یہ خیال تھا کہ جن کی پامردی سے سر پر تاج رکھا گیا ہے ان ہی کے سر کو اوّل قلم کیجئے۔
امیر الامرا نے دکن کی صوبہ داری کی درخواست کی اور یہ چاہا کہ ذوالفقار خاں کی طرح
ں کو اپنا نائب مقرر کروں کہ وہ ہر سال محصول دکن کا کل روپیہ ادا کیا کرے اور خود
نہ جاؤں اور حضور میں رہوں۔ بادشاہ اور امیر جملہ کی مصلحت یہ تھی کہ وہ دکن جائے۔ مگر
یر الامرا اپنے بھائی قطب الملک کو اکیلا بادشاہ پاس چھوڑنا مصلحت نہیں جانتا تھا دکن جانے

سنہ ۱۱۲۴ھ کا محصول ہوا

بادشاہ کی سادات کے ساتھ بدعہدی

پر راضی نہ ہوا۔ اس پر ایسی گفتگوئیں باہم سخت ہوئیں کہ دونوں بھائیوں نے دربار میں
اور اپنی حفاظت کے لئے سپاہ جمع کرنے اور اپنی حویلیوں کے گرد مورچے لگانے کی فکر میں
بادشاہ نے بھی اپنے امرائے خیراندیش کو جن میں عمدہ میر جملہ دخان دوران خاں و محمد امین خاں
خلوت میں طلب کیا۔ ہر روز ایک نیا منصوبہ ہوتا اور کوئی امر قرار نہ پاتا۔ ان خبروں کے
انتشار سے خلقہ گراں ہوگیا۔ اور دور اور نزدیک کے شہروں میں مادہ فساد آمادہ ہونے لگا
بادشاہ کے درمیان خط و کتابت جاری تھی اور خود بادشاہ کی والدہ قطب الملک کے گھر میں
اس کو مطمئن خاطر کیا۔ یہ قرار پایا کہ اول قلعہ میں سادات اپنا بندوبست کریں اور پھر بادشاہ
میں دونوں بھائی حاضر ہوں۔ چنانچہ یہ بندوبست ہوا کہ قلعہ میں جا بجا سید عبداللہ اور امیر الامرا
آدمی بیٹھے اور دونوں بادشاہ کی خدمت میں آئے اور اپنی تقصیرات کا عذر کیا اور بادشاہ
کا شکوہ کیا اور کمر سے تلوار کھول کر بادشاہ کے سامنے رکھ دی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ اگر
کہنے سے بادشاہ کی خاطر میں کوئی وسوسہ آیا ہو تو یہ تلوار حاضر ہے سروں کو اڑوا دیجے
حقوق خدمت پر نظر کر کے قتل کرنا ناگوار ہو تو ہم کو منصب سے معزول فرمائیے کہ ہم حج کر
اپنے آبائے کرام کے مزاروں کی زیارت کے لئے روانہ ہوں لیکن چغل خوروں اور صلاح
درہم اندازوں کے کہنے سے ہم جاں نثاں بندوں کی باعث خفت و خود جانی دمالی ہونا بادشاہ
کی حق شناسی سے بعید ہے۔ غرض آخر کو فتنہ دفع کرنے کے لئے صلح اس بنا پر ہوئی کہ میر جملہ
عظیم آباد عرف پٹنہ کی صوبہ داری پر اس سے پہلے جائے کہ امیر الامرا دکن کو روانہ ہو
میر جملہ کو صوبہ داری کا خلعت دے کر رخصت کیا اور امیر الامرا نے یہ بھی عرض کیا کہ میرے
میں اول شرط یہ ہے کہ اگر میری غیبت میں پھر میر جملہ کو طلب کیا یا میرے بھائی قطب
اور قسم کا سلوک کیا تو مجھ کو بیس روز میں آیا ہوا جانو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اختیار عزل و نصب
جاگیر و خدمات جزو و کل قلعہ داران کا بدلنا میرے اختیار میں ہے۔ بادشاہ نے بتقاضائے وقت
مصلحت اس کو قبول کیا۔ بلکہ مشہور یوں ہے کہ بادشاہ نے طوعاً و کرہاً مہر خاص اپنے

نظام الملک کی صوبہ داری دکن میں

مرا کو دے دی کہ قلعہ داروں کے نام فرمان جاری کرنے میں حضور کے فرمان کا محتاج نہ ہو۔ ان
میر گفتگوؤں میں امیر الامرا کے رخصت ہوتے تک چار پانچ مہینے بارہ پلہ میں توقف ہوا۔
نظام الملک بہادر فتح جنگ دکن کا صوبہ دار ہو کر اورنگ آباد میں آیا بغیر اس کے کہ راجہ ساہو
تارا بائی سے قتال و جدال ہو اس نامدار سردار کی شمشیر زنی کی شہرت نے مرہٹوں کی فوجوں
و قافلوں کے تاراج میں جو ہر سال شوخی کرتے تھے باز رکھا۔ اُن کا ہاتھ سب جگہ پہنچتا تھا
کے گماشتے سابق سے چوتھ یعنی جمع مال کے چہارم حصہ کے وصول کے لئے ہر محال
مقرر تھے اور دستور کے موافق ہر سال دار و مدار کر کے وجہ چوتھ پرگنات لیتے تھے بھلا
ملک کی غیرت کب گوارا کرتی تھی کہ وہ اورنگ آباد کی نواحی میں اس چوتھ کو مرہٹے وصول
اس لئے اُس نے فوجداروں اور ضلع داروں کو تاکید کی کہ راجہ ساہو کی کمائش داروں کو اکثر
سے اور محال اورنگ آباد سے بے دخل کریں۔ عید فطر سنہ ۲ جلوس کے بعد نظام الملک
ہزار سواروں اور توپ خانہ سنگین کے ساتھ پرگنات کے بندوبست اور فوج غنیم کی دفع مضرت
کلا اور محمد غیاث خاں اور کھیم کرن اپنے دیوان کو اور سرداروں کے ساتھ پرگنوں کے
اور مفسدوں کی تنبیہ کے لئے تعین کیا۔ مرہٹوں کے سرداروں میں سے کسی کو مقابلہ کی جرأت
اور فرار ہو گئے۔ بندوبست سے خاطر جمع کر کے اور بعض سرکشوں کی گوشمالی دے کر اوائل ذوالحجہ
نظام الملک اورنگ آباد میں آگیا۔ اس سپہدار کی معاودت کے بعد مرہٹہ کی فوج نے اطراف
میں قافلوں پر شوخی اور دست اندازی شروع کی بندر سورت اور احمد آباد سے اورنگ آباد
قافلہ جاتا تھا۔ محمد ابراہیم تبریزی بخشی اور واقعہ نگار بکلانہ اس قافلہ میں مع ایک جماعت کے
ہوئے۔ ماہ رجب سنہ ۱۱۲۵ھ میں سنہ ۳ جلوس میں اورنگ آباد سے ۲۳ کروہ پر پناہ گڈھی
مرہٹوں کے قرار کا ملجا تھا مرہٹے آئے۔ ایسی پناہ گڈھی اُن کے تمام صوبوں میں بنی ہوئی
وہ آپس میں بھی گفتگو خشونت آمیز رکھتے تھے انبوجی ویس مکھ پرگنہ شیر کا تھا جو گلشن آباد
پرگنوں میں سے ایک ہے۔ وہ کارطلب سپاہی تھا وہ کبھی مرہٹوں سے آمیزش دوستی رکھتا

نظام الملک اور مرہٹوں کی فوجوں کی پہلی جنگ

میر [illegible] مراکو دے دی کہ قلعہ داروں کے نام فرمان جاری کرنے میں حضور کے فرمان کا محتاج نہ ہو۔ ان [illegible] آمیز گفتگوؤں میں امیر الامرا کے رخصت ہوتے تک چار پانچ مہینے بارہ پلہ میں توقف ہوا۔ نظام الملک بہادر فتح جنگ دکن کا صوبہ دار ہو کر اورنگ آباد میں آیا۔ بغیر اس کے کہ راجہ ساہو [illegible] تارابائی سے قتال و جدال ہو اس نامدار سردار کی شمشیر زنی کی شہرت نے مرہٹوں کی فوجوں [illegible] و قافلوں کے تاراج میں جو ہر سال شوخی کرتے تھے باز رکھا۔ اُن کا ہاتھ سب جگہ پہنچتا تھا [illegible] ان کے گماشتے سابق سے چوتھ یعنی جمع مال کے چہارم حصہ کے وصول کے لئے ہر محال [illegible] جا مقرر تھے اور دستور کے موافق ہر سال وارد مدار کر کے وجہ چوتھ پرگنات لیتے تھے بھلا [illegible] ملک کی غیرت کب گوارا کرتی تھی کہ وہ اورنگ آباد کی نواحی میں اس چوتھ کو مرہٹے وصول [illegible] اس لئے اُس نے فوجداروں اور ضلع داروں کو تاکید کی کہ راجہ ساہو کی کمائش داروں کو اکثر [illegible] سے اور محال اورنگ آباد سے بے دخل کریں۔ عید فطر سنہ ۲ جلوس کے بعد نظام الملک [illegible] چھ ہزار سواروں اور توپ خانہ سنگین کے ساتھ پرگنات کے بندوبست اور فوج غنیم کی دفع مضرت [illegible] نکلا اور محمد غیاث خاں اور کھیم کرن اپنے دیوان کو اور سرداروں کے ساتھ پرگنوں کے [illegible] اور مفسدوں کی تنبیہ کے لئے تعین کیا۔ مرہٹوں کے سرداروں میں سے کسی کو مقابلہ کی جرأت [illegible] اور فرار ہو گئے۔ بندوبست سے خاطر جمع کر کے اور بعض سرکشوں کی گوشمالی دے کر اوائل ذی الحجہ [illegible] نظام الملک اورنگ آباد میں آگیا۔ اس سپہدار کی معاودت کے بعد مرہٹہ کی فوج نے اطراف [illegible] میں قافلوں پر شوخی اور دست اندازی شروع کی بندر سورت اور احمد آباد سے اورنگ آباد [illegible] قافلہ جاتا تھا۔ محمد ابراہیم تبریزی نجشتی اور واقعہ نگار بکلانہ اس قافلہ میں مع ایک جماعت کے [illegible] ہوئے۔ ماہ رجب ۱۱۲۵ھ میں سنہ ۳ جلوس میں اورنگ آباد سے ۲۳ کروہ پر پناہ گڈھی [illegible] جو مرہٹوں کے قرار کا ملجا تھا مرہٹے آئے۔ ایسی پناہ گڈھی اُن کے تمام صوبوں میں بنی ہوئی [illegible] وہ آپس میں بھی گفتگو خشونت آمیز رکھتے تھے انبوجی ویس مکھ پرگنہ شیر کا تھا جو گلشن آباد [illegible] پرگنوں میں سے ایک ہے۔ وہ کارطلب سپاہی تھا وہ کبھی مرہٹوں سے آمیزش دوستی رکھتا

اور کبھی اُن کے شر کے دفع کے لئے بندہائے بادشاہی سے رفاقت کرتا تھا۔ اس مجمع میں
مصلحوں کے رفیق ہوا تھا۔ قصبہ پھول مری میں کہ اورنگ آباد سے آٹھ کروہ ہے نظام الملک
انورخاں ضلع دار استقامت رکھتا تھا وہ اپنے پرگنہ کی خبر لینے آیا تھا۔ ایک مرہٹہ کی
کہ سابق میں اس ضلع کی چوتھ کا وصول کرنا اُس سے متعلق تھا چوتھ سے ہاتھ کھینچا اور
کی ملازمت کی اُمید میں انورخاں کی خدمت کرتا تھا۔ اُس کی رہنمونی سے مفسدوں کی
کی تنبیہ کے لئے اور سرگروہوں میں سے ایک سرگروہ کی اعانت کے لئے جو انورخاں
کرتا تھا انورخاں روانہ ہوا۔ راہ کے مابین خبر سُنی کہ مرہٹوں کے سرداروں نے اتفاق
انورخاں نے اپنے میں ان مرہٹوں کے سب سرداروں کی تنبیہ کرنے کی طاقت نہ دیکھی
ہمراہیوں کی راہ نمائی سے اُس کے دل میں آیا کہ کمالش دار جو نفاق سے رفاقت
اُس کو غافل پکڑ لے۔ اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ اُنھوں نے اس کا یراق
کرلیا۔ یہ خبر مرہٹوں کے مجمع میں پہنچی تو اُن میں سے ایک جماعت نے انورخاں پر حملہ کیا
قیدی کمالش دار کو چھڑا کر انورخاں کے ہمراہ لے گئے۔ اپنے مجمع کے مکان میں تازہ
ہنگامہ برپا کیا۔ جب اس شوخی کی خبر نظام الملک کو پہنچی تو اُس نے ابراہیم خاں پتی
کو فوج کے ہمراہ بھیجا۔ شب و روز کی بارش کے سبب سے بادشاہی آدمیوں کے تیر و کمان
استعمال کے کام کے نہیں رہے تھے۔ اور ابراہیم خاں پاس سپاہ بھی مرہٹوں سے کم تھی
سولہ ہزار مرہٹوں نے ابراہیم خاں کو گھیر لیا اور افغانوں پر عرصہ کارزار گرم کیا۔ ابراہیم
استقامت کرکے مرہٹوں سے اور نظام الملک سے کمک طلب کی اُس نے لشکر داری
ہشت سالہ محمد غازی الدین خاں کے باقی سپاہ روانہ کی اور محمد غیاث الدین کو اس
کی اتالیقی کے لئے مقرر کیا۔ مرہٹے فتح جنگ کے لشکر کے خوف سے بھاگ گئے اور
انبوجی بادشاہی اطاعت اور مرہٹوں کی رفاقت اور معاونت میں حکم مخنث کا رکھتا تھا
نظام الملک کی فوج کے مقابل ہونے کی صلاح مرہٹوں کو نہ دی۔ وہ جنگ بگریز کرکے

بہادروں نے گڈھی کو مسمار کیا۔ اور باوجود برسات کے پاشنہ کوب ان مرہٹوں کا تعاقب کیا
میں لڑائی ہوئی۔ کافر کشی اور غنیمت کشی زیادہ ہوئی۔ مرہٹوں کی گھوڑیاں اور چھپریاں
بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے۔ اس طریق پر لڑتے ہوئے منزلوں کاٹے کرنا فرقبین پر غالی
اس مابین میں جو گڈھیاں مرہٹوں کی ملجا تھیں راہ میں آئیں لشکر شاہی کو ان کے
ہمت نہ تھی اور وہاں کے مقدموں نے ہر ایک پرگنہ میں بحسب ظاہر غنیم کی مضرت کی دفع
کمال استحکام کے ساتھ کھینچا تھا اور باطن میں اپنے مال وعیال کے دفع ضرر کے لئے
رابطہ اتحاد گرم کیا تھا اور ایسے اوقات میں کہ مرہٹوں پر آفت آتی۔ مرہٹوں کے زن و
ان حصاروں میں جگہ دیتے اور فوج بادشاہی کے گزند سے محفوظ رکھتے۔ پس جب مرہٹے
اسباب زائد کو یہاں چھوڑتے اور فرار کے لئے سبک بار ہو جاتے۔ اس طرح شتر اتی کر
تعاقب کیا جب وہ تنگ ہوئے تو دو ہاتھی چھوڑ گئے اور بہیر کے آدمی بادشاہی لشکر کی
آئے اور کٹے اور خود مرہٹے کوہ ہائے قلب اور دشوار گزار غاروں میں متفرق و ناپدید ہو
نے مع غنیمت کے مراجعت کی ان ہی دنوں میں فتح جنگ نے سخت بیماری سے صحت
مدت کے بعد مرہٹوں پر ایسی فتح عظیم ہوئی تھی۔ اس نے جشن خالی کیا اور نوروز تک
رہا نے عمدہ ہائے شاہی کو اور اپنے آدمیوں کو عنایت کئے اور ہاتھیوں کو مع عرضداشت
پاس بھیجا۔

بعض تذکرۂ اولیائے حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی و بنائر شیخ عالم کے
اطلاع ہو سکتی ہے۔ ان کی اولاد میں نظام الملک بہادر فتح جنگ تھا اور علوم عقلی اور
حاصل تھا جو حاصل زندگانی کا سرمایہ ہے اور ترقی دنیوی و نجات اخروی کے اسباب
ربط کلام نظم و نثر میں قدرت تھی شاکر تخلص تھا چنانچہ اس کی طبع زاد
کبھی جاتی ہیں ؎

ہوئے وصل گریباں دریدنی ست　　آہے زسوز سینۂ بریاں کشیدنی ست

زنہار دل بنقش و نگار جہاں مبند رنگے کہ دیدۂ زرخِ گل پریدنی ست

شاکر برنگ برق دریں عرصۂ خیال

دہمن زخویش برزدہ یک رہ دودنی ست

بتبعیت اوامر و نواہی الٰہی میں تقید تمام اُس نے قبول کیا تھا۔ اُس نے حضرت عالمگیر کی میں تربیت پائی تھی۔ عقل معاش و معاد و تدبیر امور ملکی اور حسن سیرت میں اکثر اخلاق بادشاہ عالمگیر کے اُس نے اختیار کئے تھے۔ سوائے زرجاگیر کے کچھ اور نہ لیتا تھا۔ جزیہ تاوان و پیش کش ہنود حربی سے بری اور متنفر تھا۔ ہمیشہ اہل دیوان کو تاکید کرتا تھا ومحالات جاگیر میں عمال کو لکھیں کہ ابواب فوجداری وراہ داری اور انواع ابواب معاف کرکے ایک دام و درم نہ لیں۔ کبھی اُس نے چور کا ہاتھ نہیں کٹوایا اور اُس کو قتل جب وہ گوشہ نشین ہوا تھا تو اُس کے تمام جواہر خانہ میں بیش قیمت سچے جواہر بدل کر جھوٹے جواہر رکھ دیئے تھے۔ جب وہ پھر صاحب منصب ہوا تو اُس نے اس چوری کی کی اور کسی کو اس تقصیر میں ماخوذ نہیں کیا۔ ہمیشہ صلحا و علما و فقرا سے محبت کرتا اور مجالست اُن کے پاس جاتا اپنے پاس اُن کو بلاتا اور سب طرح کی رعایت اُن کے ساتھ کرتا اور روز کے سوائے تزئین لباس و زینت نہیں کرتا۔ سخن فہمی کے سبب سے شاعروں کی شاعر اُس کی مدح میں کوئی قصیدہ و شعر کہتا تو اُس کی خلاف مرضی ہوتا۔

نظام الملک ۵ صفر ۱۱۲۵ھ کو اورنگ آباد سے بادشاہ پاس اور امیر الامرا سید خاں بہادر دکن کو روانہ ہوا۔ تم کو یاد ہوگا کہ داؤد خاں پنی پہلے ذوالفقار خاں کا نائب تھا۔ اب اس بادشاہ کی سلطنت میں وہ گجرات میں صوبہ دار تھا۔ سارے دکن میں یہ شجاع مشہور تھا۔ مرہٹوں کے سرداروں کے ساتھ نہایت ربط ضبط رکھتا تھا۔ غرض دکن ہی شخص تھا آج تک اُس کی کہانیاں اور کہاوتیں دکن میں خلایق کی زبان پر ہیں۔ چونکہ آقا ذوالفقار خاں ان سیدوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوا تھا۔ بادشاہ کو یقین تھا کہ کوئی مخالف

حسین علی خاں کی صوبہ داری دکن و داؤد خاں پنی سے خصومت

صوبہ کا امیر الامرا کے برخلاف نہیں مل سکتا۔ اس لئے امیر الامرا کی روانگی کے وقت
نے ظاہر میں یہ احکام جاری کئے کہ داؤد خاں حاکم گجرات امیر الامرا کی خدمت میں برہان پور
ے اور اُس کی بالکل اطاعت کرے۔ مگر مخفی احکام اس پاس یہ بھیجے کہ وہ برہان پور میں
میر الامرا کی اطاعت نہ کرے اور اُس کے استیصال میں کوشش کرے اور کل امرا دکن کو اُسکی
مت پر آمادہ کرے۔ اس کام کے سرانجام کرنے سے وہ سارے دکن کا صوبہ دار کیا جائے گا
ں برہانپور میں آیا۔ اور اپنی مستقل صوبہ داری کا مدعی ہوا۔ امیر الامرا نے اُس سے کہا کہ خاں صاحب
ل اندازیاں اور فساد برپا کرتے ہو۔ دکھن کے کل صوبے بادشاہ نے میرے سپرد کئے ہیں
میری اطاعت اختیار کرو نہیں بادشاہ پاس چلے جاؤ۔ خاں صاحب نے دونوں باتیں نہیں مانیں
ی عادت کے موافق علانیہ امیر الامرا سے بگاڑی۔ اوائل رمضان سنہ ۴ جلوس میں برہانپور
ل باغ کے میدان میں سیدوں اور افغانوں میں لڑائی بہت تیزی و تندی سے شروع ہوئی
صاحب کے میر شمشیر ہراول ہیرامن نے میر صاحب کے توپ خانے پر گر کر سید صاحب کے لشکر
یک محشر برپا کر دیا تھا۔ مگر سیدوں نے اُسے گھیر گھار کر مار لیا۔ میر مشرف کہ بڑا بہادر قوی ہیکل
تھا اور ہاتھی پر بیٹھا تھا وہ داؤد خاں کے ہاتھی کے سامنے آیا اور کان میں تیر لگایا۔ داؤد خاں
ت کے وقت زرہ و بکتر نہیں پہنتا تھا اس لئے میر مشرف پر آوازہ کسا کہ کیا عورتوں کی طرح
چھپایا ہے جھلم اُٹھا کہ میں تیرا منہ دیکھوں اور ایک تیر اُس کے لگایا کہ گلے میں اُس کے زخم کاری
اُس کے زخمی ہونے سے سید حسین علی خاں کے لشکر پر ایک ہراس چھایا اور قریب تھا کہ لشکر
یشان ہو جاتا۔ بہت سپاہیوں کے پاؤں معرکہ جنگ میں اکھڑ گئے تھے کہ اس آشوب میں داؤد خاں
یک گولہ جاں ستاں لگا اور اُس کا کام تمام کیا۔ فیل بان نے اُس کے فیل کو معرکہ سے
چایا۔ امیر الامرا نے حکم دیا کہ فتح کے نقارہ پر چوٹ پڑے اور داؤد خاں کی لاش جس ہاتھی
اُس کو پکڑ لیا اور ہاتھی کی دم میں اُس کی لاش لشکر و شہر میں پھرائی۔ بنیاد نیما جی
یہ جیا اور مرہٹوں کے سردار کہ امیر الامرا کے رفیق ہو کر دور سے تماشا دیکھتے تھے اور طرف

مغلوب کے غارت ہونے کی راہ دیکھتے تھے اور معرکہ زد و خورد میں اُن کا پائے استقامت
میں تھا! اور بھاگ گئے تھے وہ امیر الامرا کو مبارک باد دینے آئے اور داؤد خاں کے
لوٹنے میں اُن کی سپاہ شریک ہوئی۔ داؤد خاں کے خزانے اور ہاتھی گھوڑے امیر
کئے۔ دو سال بعد چند ہاتھی بادشاہ پاس بھیجے۔ جس وقت اس شکست کی خبر فرخ سیر کو
کمال حزن و ملال ہوا اور اُس نے قطب الملک سے فرمایا کہ تمہارے بھائی نے کیسے
اور شجاع کا خون ناحق کیا۔ تو قطب الملک نے جواب دیا کہ اگر میرا بھائی اس افغان کے ہاتھ
تو حضور کی خوشنودی کا باعث ہوتا۔

سوانح سال سوم جلوس سنہ ۱۱۲۵ھ ۱۳ ۱۷۱۳ء

ہندو مسلمانوں اور شیعہ سنیوں کا جھگڑا

سنہ ۳ جلوس کا یہ واقعہ ہے کہ احمد آباد میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں فساد ہوا اور اُس
دار الخلافہ میں خواجہ محمد جعفر درویش اور شیخ عبد اللہ واعظ میں منازعت ہوئی۔ داؤد خاں
احمد آباد گجرات کا صوبہ دار تھا۔ یہاں ایک ہندو کے گھر کے مقابل میں مسلمانوں کی ایک
تھی اور دونوں گھروں کے درمیان صحن کوچہ مشترک تھا۔ سنہ ۲ جلوس میں ہندوؤں نے
سامنے ہولی جلانی چاہی۔ مسلمان اُس کے مانع ہوئے۔ داؤد خاں کی حمایت سے ہندوؤں
ہولی جلائی۔ دوسرے روز مسلمانوں نے بارہ وفات کا کھانا پکایا اور گائے ذبح کی۔ تمام
ہندو نے جمع ہو کر مسلمانوں کے سر پر ہجوم کیا۔ مسلمان اُن کا مقابلہ نہ کر سکے اپنے گھروں میں
ہندوؤں نے گاؤ قصاب کے چودہ برس کے لڑکے کو اور ایک بوہرے کو ذبح کیا۔ اس پر مسلمان
ہر طرف سے جمع ہوئے اور قاضی کے گھر پر آئے۔ قاضی نے یہ سمجھ کر کہ داؤد خاں صوبہ دار
کا طرف دار ہے گھر کا دروازہ بند کیا۔ قاضی کے اشارے سے قاضی کا دروازہ جلایا۔ اور
رستہ کی دکانوں اور ہندوؤں کے مکانوں کو جلانا شروع کیا اور بہت بزازوں اور تاجروں کی
لٹ گئیں۔ پھر داؤد خاں کے مصائب کپور چند کے گھر پر مسلمان پہنچے اُس نے ہنگامہ جنگ

سلمان کشتہ ہوئے اور تمام بازار کا کاروبار تین چار روز تک بند رہا۔ پھر فریقین میں سے
حضور پاس جاکر استغاثہ کا قصد کیا۔ داؤد خاں نے کپور چند کو بھیجا جس پر اُس کی اور
حکام کی مہر تھی کہ مسلمانوں نے ہندوؤں پر ظلم کیا اور اُس کو شاہجہان آباد روانہ کیا
طرف سے شیخ عبدالواحد و شیخ محمد علی کہ زیور فضیلت سے آراستہ تھے بوہروں اور مسلمانوں
لے کر بادشاہ پاس آئے۔ راجہ رتن چند دیوان قطب الملک نے اپنے ہم قوموں کی جانبداری
عزیز و شیخ عبدالاحد و شیخ محمد علی واعظ کو اور مسلمانوں کے ساتھ مقید کیا۔ خواجہ محمد جعفر برادر
خاں بخشی نے ان مقید مسلمانوں کی رہائی میں خان دوران خاں کی وساطت سے کوشش
کرائی جس کے سبب سے شیخ محمد علی واعظ اور خواجہ محمد جعفر میں ارتباط ہوا۔ خواجہ کے گھر میں
طبرین قوال گاتے تھے۔ اس اثنا میں شیخ عبداللہ واعظ ملتان دارالخلافہ میں آیا اور
مسجد جامع میں وعظ کہا اور وہ خواجہ محمد جعفر کے گھر ملاقات کو گیا تو اُس نے دیکھا کہ بعض مرید
سلام کے آداب زمین بوس پر اقدم کرتے ہیں اور قوال زیادہ تر ائمہ اثنا عشریہ کی
تے ہیں تو عبداللہ نے نصیحتیں کیں اور کہا کہ سجدہ سوائے معبود برحق کے کسی کو سزاوار
اور سرود کا سننا بھی شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے۔ فقط حمد و منقبت اہل بیت کا
صحاب کبار کے ہم اور ذکر کا نہ ہونا اسلام کے آئین اور طریقے سے دور ہے۔ خواجہ
یں کہا کہ ہم فقرا ہیں سوائے ذات پاک حق کے کسی اور کو موجود نہیں جانتے کسی
ق کے سجدہ کی رضا نہیں دے سکتے ہیں۔ یہ لوگ فرط اخلاص سے سب جگہ
جان کر مکرر سجدہ زمین بوس کی تقدیم کرتے ہیں اور ممنوع نہیں ہوتے ہیں۔ قوالوں
ارشاد ہوا اگر آپ کو اشعار منقبت اصحاب یاد ہوں تو ان کو سکھا دیجے اُن کے پڑھنے
ہم قوالوں کو علم دیں گے۔ شیخ عبداللہ یہ جواب سُن کر جانا کہ خواجہ کا میلان تشیع کی
اُس نے مسجد جامع میں جمعہ کے روز وعظ کیا کہ حضرت علیؑ داخل اہل عبا نہیں ہیں
سید نہیں کہہ سکتے اور جن پنج تن کو پاک کہتے ہیں اہل سنت کے عقیدے کے

خلاف ہے۔ کیا اور اصحاب کرام پاک نہ تھے۔ اور مذہب امامیہ کی مذمت کی۔ شیخ عبداللہ کو کہلا بھیجوایا کہ وعظ میں ایسی گفتگو کرنی اہل سنت کے طریقہ سے بعید ہے خارجیوں کا رویہ ہے اگر فقیر خانہ پر تشریف لائیں یا کوئی اور جگہ مقرر فرمائیں اور وہاں موجود ہوں تو مباحثہ ہو۔ شیخ عبداللہ نے جواب میں کلمات درشت کہے۔ جمعہ کے مغل زادے اوباش وضع کربلا کی تسبیحیں گردن و بازو میں ڈالے ہوئے وہاں اس پر یہ گمان ہوا کہ وہ شیخ عبداللہ کے قتل کرنے کو آئے ہیں تو سنی مسلمانوں نے بُرا کہنا شروع کیا۔ مغل زادے پیچتاب کھا کر مسجد سے باہر آئے۔ ایک ہندو کو جو گیا تھا سنیوں نے یہ سمجھ کر کہ وہ شیخ عبداللہ کے قتل کے لئے گیا تھا مار ڈالا۔ موذن کے جمدہر مار کر جان لی۔ شیخ عبداللہ کے ہواخواہوں نے فرخ سیر سے استغاثہ کیا یہ ہوا کہ عبداللہ واعظ ملتان جائے اور خواجہ جعفر شہر سے باہر نکلے۔

ذکر سوانح سال چہارم جلوس سنہ ۱۱۲۶ھ

فرخ سیر کی فتح عظیم یہی ہے کہ عبدالصمد خاں دلیر جنگ نے سکھوں پر فتح پائی کو اسیر کیا بہادر شاہ کی سلطنت کے بیان میں ان باتوں کا ذکر مفصل کیا گیا ہے کس قدر ملک تاخت و تاراج کیا۔ بہادر شاہ اور خان خانان نے تیس چالیس ہزار سوار ساتھ لوہ گڈھ کا محاصرہ کیا اور وہ بھاگ کر نکل گیا۔ پھر محمد امین خاں بہادر اور انعام خاں اور امرا نے مدت تک محاصرہ کیا اور کچھ کام نہ کیا اور بابا بندہ نے پرگنہ مچائی اور کئی ہزار زن و مرد ہندو مسلمان قتل کئے مساجد و بزرگوں کی مقابر کو مسمار کیا اور پنجاب کے اکثر محالات و تصبیحات کو خراب کیا اور اپنا لقب سچا بادشاہ رکھا تیس چالیس ہزار جنگی سوار اور پیادے تھے جو سب شجاع دل و جان سے اس کے اور اس پر سے جان و مال کے فدا کرنے کو سرمایۂ سعادت سمجھتے تھے۔ مسلمانوں

عبدالصمد خاں دلیر جنگ کو سکھوں پر فتح پانا اور ان کے سردار بابا بندہ کا قتل ہونا۔

4712

نے اور مقابر و مساجد کی بے ادبی کرنے کو اپنی عبادات اور اعمال حسنہ میں شمار
تے تھے۔

اس زمانہ میں صوبہ پنجاب میں گورداس پور میں جو شاہجہان آباد سے دس بارہ روز کی
ہے سکھوں نے ایک احاطہ حصار بنایا اس میں گردے سابق کا معبد تھا۔ اُس کو بطریق
ھی کے وسیع بنا کے احاطہ کا اضافہ کیا۔ اس میں پچاس ساٹھ ہزار سوار اور پیادوں کی جگہ تھی
س کو اپنا مسکن و ماوے بنایا برج و بارہ کو تعمیر کر کے استحکام دیا اور اُس کی سیر حاصل پرگنے
ے تصرف میں لائے۔ لاہور اور سرہند کی طرف تاخت و تاراج کی تو بادشاہ نے عبدالصمد خاں
لاہور کی صوبہ داری پر مرخص کیا تھا۔ اُس کو مع زکریا خاں اُس کے بیٹے کے اُس مہم
ے مامور کیا اور قمرالدین پسر اعتماد الدولہ و محمد امین خاں بہادر و آغر خاں اور فوج مغلیہ بادشاہی
عہدی مع توپخانہ اُس کی کمک و مدد کے لئے مقرر ہوئے۔ عبدالصمد خاں دلیر جنگ تو ران
ے خاندان بانام و نشان میں کارطلب و شجاع تھا جب وہ گڈھی کے قریب آیا تو بابا بندہ کی فوج
مع سے زیادہ گڈھی سے نکل کر مقابلہ میں مشغول ہوئی اور لشکر بادشاہی میں ہل چل ڈال دی
یب تھا فوج اسلام کو چشم زخم عظیم پہنچے۔ مگر سکھوں نے ایسی جرأتیں کیں کہ لشکر اسلام میں
ل پڑی۔ دونوں طرف سے جمع کثیر کشتہ ہوئی۔ پھر مغلیہ اس جماعت پر غالب ہوئی۔
سکھوں کو ہزیمت دی اور اُن کو بھگا کر احاطہ میں پہنچایا۔ کئی دفعہ سکھوں نے شوخی و بے باکانہ
ر کیا اور شب خوں مارے چار ناچار دلیر جنگ نے سکھوں کی گڈھی کے مقابل اپنے لشکر
ے گرد احاطہ بنایا اور اُس کے گرد خندق کندہ کرا کے مورچال آگے بڑھائے اور محاصرہ نے
ل کھینچا۔ اس مابین میں سکھ اپنی جرأت دکھاتے رہے۔ گاہ و بیگاہ گڈھی سے نکل کر دستبرد
شکر اسلام کی مورچال پر کرتے رہے اور بادشاہی آدمیوں کو اس دنیا سے رخصت کرتے رہے
عبدالصمد خاں نے مع ہمراہیوں کے سعی و تردد نمایاں کئے۔ اس کا حال تفصیل سے تحریر کرنا
ہمارے کلام کا منافی ہے ان ایام میں عبدالصمد خاں نے ایسا انتظام کیا کہ غلہ کا ایک دانہ اور

گھاس کا پتا گڑھی میں نہ جانے دیا۔ گڑھی میں جو ذخیرہ جمع تھا وہ ختم ہوا۔ اور روز بروز
تردد آمد و شد سکھوں کے منہ پر بستہ ہوئے۔ یہاں تک نوبت آئی کہ سکھ طرح طرح کے
کبھی کبھی لشکر اسلام سے ایک سیر غلہ دو تین روپیہ سیر خریدتے اُن کے سردار قوت لایموت
بھر کے بطور دوا کھاتے۔ سکھ اور ہندوؤں کی طرح متعین و مقرر مذہب نہیں رکھتے تھے
زندگانی تنگ ہوا تو گائے۔ گدھے۔ گھوڑے کھانے شروع کئے۔ لکڑی میسر نہ تھی
کچا گوشت کھاتے۔ ہر روز بھوکے پیاسے بہت آدمی مرجاتے۔ باوجود اس کے بھی
سکھ گڑھی سے نکل کر رات دن مورچالوں پر حملے کرتے اور دشمنوں کو کشتہ و زخمی کرتے
اپنی جاں کو سلامت لے جاتے۔ ہر ہفتہ میں بہادران اسلام ہزار سعی و اشتکال سے مورچہ
لے جاتے سکھوں کو تنگ کرتے۔ یہاں تک کہ وہ چارپاؤں کی ہڈیوں کا آٹا پیس
درختوں کی چھال کو کھانے لگے۔ آٹھ سات ہزار اس مردار خواری سے مرگئے اور بہت سے
فرار کے وقت مغلوں کی تیغ کے نیچے آئے۔ اس پر بھی لشکر اسلام سکھوں کی تمور جان
کا ملاحظہ کلی رکھتا تھا کہ مبادا بہ ہیات مجموعی ساتھ نکل کر سینوں کو سپر بنا کے اپنے سر
لے جائیں۔ سست اعتقاد آدمیوں میں سکھوں کا یہ جادو مشہور تھا کہ وہ کتا بلی بن کے
ہیں۔ اس لئے جو کتا بلی گڑھی کی طرف سے آتا ہوا اہل مورچال کو نظر آتا تو اُسے مار
اہل قلعہ حیات سے مایوس ہوئے تو پیغام جاں بخشی اس امید سے بھیجا کہ احاطہ ممات
ہو۔ ابتدا میں دلیر خبگ جاں بخشی کی امان پر راضی نہیں ہوا۔ مگر آخر کار مصلحتاً امید
جرائم و تقصیرات کے لئے بادشاہ کی خدمت میں التماس کیا جائے گا۔ چار ناچار
اپنے آٹھ سات برس کے لڑکے اور اپنے دیوان اور تین چار ہزار نیم بسمل سکھوں کے نکالے
بلائے مکافات ہوا۔ عبدالصمد خاں نے دو تین ہزار سکھوں کو مار کر دشت پر وسعت کو
خوں نہایا اور اُن کے سروں کے پوست کو گھاس سے پر کیا اور نیزوں پر چڑھایا اور
پاس زندہ لے جانے کے لئے طوق و زنجیر نہایا۔ مقتولوں کی ایک جماعت تھی جس

ت کی اُمید میں حرص زیادہ سے جو انسان کو دنیا کے مال کے ساتھ ہوتی ہے۔ اشرفیوں کو نگل لیا
س کی شہرت ہو گئی تھی تماشائیوں نے سکھوں کا پیٹ چاک کر کے بہت روپیہ اُن کے شکم
سے نکالا۔ عبدالصمد خاں نے بادشاہ کو اس حال سے اطلاع دی بادشاہ نے بابا بندہ اور
کے سرداروں اور امیروں کو طلب کیا۔ عبدالصمد خاں نے سات سو چالیس سکھوں اور بابا بندہ
حیثیت سے روانہ کیا کہ اونٹوں کی ننگی پیٹھوں پر سوار اور کاغذ کی ٹوپی سر پر اور بیڑیاں پیروں
ہتھ کڑیاں ہاتھوں میں پہنائیں۔ جب اس ہیئت سے یہ جماعت پرغرور لاہور میں داخل
تو یزید خاں کی ماں جس کو بازسنگھ نے مارا تھا اپنے بیٹے کے قاتل کی تاک میں کھڑی تھی
ی لوگوں نے بازسنگھ کو بتلایا تو وہ ہی اُس نے اُس کے ایک ایسا پتھر مارا کہ پھر اُس نے
یں مانگا۔ عبدالصمد خاں کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے سکھوں کو گھوڑوں اور گدھوں کی جھولوں
یا کہ لوگ اُن کو مار نہ ڈالیں اور وہ بادشاہ پاس زندہ سلامت پہنچیں۔ محرم ۱۱۲۶ھ کے
یں یہ امیرالخلافہ کے نزدیک آئے تو اعتمادالدولہ محمد امین خاں بخشی کو حکم ہوا کہ شہر سے
ر بندہ اور اُس کے ہمراہیوں کو تختہ کلاہ اور رو سیاہ کر کے بابا بندہ کو ہاتھی پر اور اور قیدیوں
یں پر اور سروں کو نیزوں پر لگا کے شہر میں پھرائیں کہ اوروں کو عبرت ہو۔ جب وہ بادشاہ
ے روبرو آئے تو اُس نے بابا بندہ اور اُس کے بیٹے اور دو تین اور معتبروں کو قلعہ میں قید کرنے کا
ہ اوروں کو فرمایا کہ کوتوالی و دریبہ کے بازاروں میں دو تین سو روز قتل ہوا کریں۔ شہر کے
نے جو بابا بندہ کے معتقد تھے محمد امین خاں کو بہت روپیہ دیا کیا کہ وہ اُس کو چھوڑ دے
نے قبول نہیں کیا۔ یہ سکھ ایسے جوش مذہبی میں بھرے تھے کہ ہر قیدی جلاد کے تئیں کہتا
مجھے قتل کرو۔ غرض جواں مردی سے مرے اور مذہب سے نہ پھرے۔ یہ سزا بڑی وحشیانہ
ہے لیکن اگر سکھوں کے ظلم و ستم کو دیکھو تو وہ اس سزا کے سزاوار تھے۔ جب ان سب کا
تو بابا بندہ کی باری آئی اُس کو تماشہ کا لباس پہنایا اور لال پگڑی بندھوائی لوہے کے
میں بند کیا اور اُس کے رفیقوں کے سر نیزوں پر کھڑے کئے۔ ایک بلی اُس کی پالی ہوئی تھی

اُس کو بھی ایک نیزہ پر لٹکایا تاکہ بابا بندہ کو معلوم ہو جاے کہ کوئی چیز اس کی دنیا میں
رہی۔ جلاد ننگی تلوار سے سامنے کھڑا ہوا۔ بابا بندہ کی گود میں اُس کا بیٹا لٹایا گیا اور چھ
ہاتھ میں دیا گیا اور کہا گیا کہ بیٹے کو ذبح کر۔ کوئی کہتا ہے کہ اُس نے ذبح کر ڈالا کوئی کہتا
جب اُس نے انکار کیا تو جلاد نے اُس کے بیٹے کو مار کر اُس کے لختِ جگر کا کلیجہ اُس کے
مارا۔ پھر گرم دست پناہوں سے اُس کی بوٹیاں نوچ نوچ کر پھینک دیں مگر بابا کا استقلال
کہ اُف نہیں کی۔ کہ کرد کہ نیافت کہ کشت کہ درید ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو　　گندم از گندم بروید جو ز جو

جس شخص نے حاملہ عورتوں کے بچوں کو پیٹ سے نکلوا کر ذبح کرایا ہو اُس کے بچے
منہ پر پھینکا جائے تو کیا ظلم ہے وحشیانہ حرکتوں کا وحشیانہ انتقام ہے۔ باقی سکھ جہاں
ہوئے تھے اور جنگل کے جانوروں کی طرح شکار کئے گئے۔ غرض اس وقت ان کا
کہ وہ مدت کے بعد پھر پنپے اور اُن کو یہ حوصلہ ہوا کہ اُنہوں نے ملکوں کو تاخت
لکھتا ہے کہ بابا بندہ کے معتقدوں کی عجیب قتلیں مشہور ہیں جن کو عقل نہیں قبول کرتی
بچشم خود دیدہ لکھتا ہوں کہ جب سیروں کی جماعت کشتہ ہوتی تھی تو اس میں ایک
جس کی ماں نے توسل پیدا کر کے بادشاہ سے اُس کے خون معاف کرنے کا حکم تحریری
جب یہ حکم لے کر بیٹے کے پاس گئی جس کے سر پر جلاد تلوار لئے کھڑا تھا اور اُس نے
حکم اُس کو دکھایا تو بیٹے نے فریاد کی میری ماں دروغ کہتی ہے میں دل و جان سے
جاں نثار اپنے مرشد کا ہوں مجھے جلد میرے رفیقوں پاس پہنچاؤ۔

کہتے ہیں کہ محمد امین خاں نے بابا بندہ سے پوچھا کہ تیرے چہرہ سے عقل و رشد
آثار ظاہر ہیں پھر کیوں مکافات عمل کا اندیشہ نہ کیا۔ چار روز کی زندگانی کے لئے ایسے
برے کام ہندو مسلمانوں کے ساتھ کئے تو اُس نے جواب دیا کہ تمام مذہبوں اور ملتوں میں
نافرمانی و مصیبت انسان سے جو مجسم عصیاں ہے حد سے زیادہ ظہور میں آتی ہے تو

...ات کے لئے مثل میرے ایک ظالم کو معین کرتا ہے کہ اس جماعت کے اعمال کی سزا دے ؎

چو خواہد کہ ویراں کند عالمے نہد ملک در پنجۂ ظالمے

...لم کی تلافی کے لئے کوئی تیری مثل صاحب قدرت اس پر مسلط کرتا ہے کہ اُس کے اعمال کی سزا ...میں ملے چنانچہ ہم تم یہ مشاہدہ کر رہے ہیں۔

سوانح سال پنجم سنہ ۱۱۲۷ھ ۱۷۱۵ء

...شاہ اور سیدوں میں بظاہر اتفاق ہوگیا تو فرخ سیر نے اجیت سنگھ کی بیٹی سے شادی ...تیار کرنے کا حکم دیا۔ تھوڑے دنوں میں سامان تیار ہوگیا۔ امیر الامرا نے دخترکی طرف سے ...ی تیار کیا جس دھوم دھام سے یہ بیاہ رچا نہ پہلے کسی نے دیکھا نہ کسی نے کسی سے سُنا ...ہجری سنہ ۱۱۲۷ھ کو محفل نکاح منعقد ہوئی۔ امیر الامرا کے گھر میں بادشاہ آیا اور رانی کو بیاہ کر اپنے ...یا زمانہ کا انقلاب ہے کہ وہی راجہ اجیت سنگھ جو غلام کے لباس میں جان بچا کر اپنی دارالسلطنت ...تھا اب اُس نے بادشاہ کو بیٹی دے کر دارالسلطنت میں گھر بیٹھے بیٹھے اپنا تسلط و اختیار پیدا ...یہ حکایت انگریزی تاریخوں میں لکھی جاتی ہے کہ اس شادی کرنے سے پہلے بادشاہ ایسے مرض ...تھا کہ وہ اس شادی کا مزہ نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ دلی کے بادشاہ پاس پریسیڈنٹ کلکتہ نے وفد ...کمپنی کی طرف سے مع تحفہ تحائف بھیجے تھے وہ ۸ جولائی سنہ ۱۷۱۵ء کو دہلی میں آئے۔ ڈاکٹر گبریل ...کے ہمراہ تھا وہ بادشاہ کے مرض کا معالج ہوا۔ اُس کے ہاتھ اُسکو جلد شفا ہوگئی مرض جاتا رہا ...اس محسن سے یہ کہا کہ انعام جو چاہو سو مانگو۔ اس فیاض دریا دل حکیم نے اُس وقت اپنے ذاتی نفع کا ...کیا وہ چیز مانگی جو اُس کی قوم کی سلطنت و حکومت کا باعث ہوئی۔

فرخ سیر کی شادی راجہ اجیت سنگھ کی بیٹی سے

...سال کے شروع میں عیسیٰ خاں ممند زمیندار صوبہ پنجاب کا استیصال ہوا وہ راجپوت زمیندار ...اور منصب رکھتا تھا۔ سلطنت کے انقلاب سے باغی ہوگیا جاگیرداروں کے محال کے محصول پر ...متصرف ہوتا تھا۔ مکرر فوجداروں کی سپاہ اسکے مقابلہ کو گئی مگر ناکام آئی عبدالصمد خاں اُس کی ...عیسیٰ خاں بیباکانہ میدان کارزار میں لڑ کر مارا گیا۔ سر اُسکا بادشاہ پاس بھیجا گیا۔

عیسیٰ خاں کی سرکشی

صوبہ عظیم آباد میں دھیرا ایک منصب تھا صوبہ کی سیر حاصل محال اسکی دستبرد سے اُسکے تصرف
ان میں عمل دخل نہ ہونے دیتا۔ فوجوں اور قافلوں کو غارت کرتا۔ میر جملہ یہاں کی صوبہ داری پر
اُس نے سپاہ کو ضابطہ سے بڑھایا اور خزانہ سرکاری سے روپیہ بہت خرچ کیا مگر دھیر پر
رعایا و سکنہ پٹنہ پر مغلیہ سے ظلم و ستم بہت ہوا۔ میر جملہ تنگ ہو کر تقرب اختیار کی آرزو میں
بیان آگے ہوگا۔ اور صوبہ عظیم آباد کی صوبہ داری پر سربلند خاں سرفراز ہوا تو اُس نے اُس
جاگیرداروں کی رعایا کا ناک میں دم ہو رہا تھا زیادہ جمعیت کے ساتھ لڑ کر جنگل میں بھگا دیا جہاں
مر گیا۔ فرخ سیر بادشاہ نے لطف اللہ خاں صادق کی تجویز سے یہ حکم دیا تھا کہ وہ بیتی سے نہ
تک اور سات آٹھ ہزار سوار والا شاہی کو جبتک جاگیر ملے ماہیہ پچاس روپیہ ہر سوار کو گھوڑے
کی تاریخ سے خزانہ سے ملا کرے۔ اُن میں سے جن والا شاہی ملازموں نے حق رفاقت جانبازی
اُن کی تنخواہ دس بارہ مہینے کی سر پر چڑھ گئی اور ایک جماعت اُن میں سے جاگیر کی اُمید میں
جن میں زیادہ تر مغلیہ والا شاہی تھے اُنکی برطرفی کا حکم یک قلم صادر ہوا۔ بخشیوں نے اُنکو
برطرفی کی شورش ہو رہی تھی کہ میر جملہ پر سپاہ نے اپنی طلب کے لئے زیادتی کی باوجودیکہ اُس نے
بادشاہی کا مبلغ کلی خرچ کیا اور رعایا کو مغلوں کے ظلم نے رلا دیا پھر بھی یہاں وہ آبرو کے
اسکے علاوہ قرب بادشاہی کا جذب تھا۔ وہ عظیم آباد سے جریدہ بطریق یلغار ڈیڑھ مہینے کی
پندرہ روز میں طے کر کے سپاہ سے روپوش دفعتہً بادشاہ کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوا۔ اِن دنوں میں ہر
خبریں اور تازہ منصوبے وزیر کے حق میں بادشاہ کو قصد کے واقعہ طلبوں کی زبان پر تھے۔ یہ خبر
کہ بادشاہ نے میر جملہ کو وزیر کے پھنسانے کیلئے بلایا ہے۔ ہر چند بادشاہ نے میر جملہ پر ملازمت کے وقت
اور اُسکو بُرا کہا کہ بے حکم چلا آیا! اور پٹنہ کی رعایا کو خراب کیا۔ میر جملہ بھی منفعل تھا۔ قطب الملک
آن کر اپنا عجز و انکسار و اطاعت کا اظہار کیا کہ بادشاہ اور قطب الملک سے اپنے عفو جرایم کی
اہل تدبیر اس سب کو وزیر کے معتمد کرنیکے لئے حیلہ و تزویر جانتے تھے۔ ان ہی دنوں میں
منصبداروں نے جو برطرف ہوئے تھے جمع ہو کر محمد امین خاں بخشی و خان دوراں نائب امیر الامرا پر
دھتاویا اور یہ مشہور ہوا کہ بخشیوں کے اشارہ سے قابو کیوقت مغلیہ رفیق ہونگے اور ہیئت مجموعی سے

قطب کی دست آویز سے یورش و شورش کریں گے۔ قطب الملک اپنی فوج متفرقہ کے فراہم کرنے
کیت تازہ کی نگاہ داشت کی فکر میں ہوا۔ غیرت خاں خویش سید عبداللہ خاں بارہ کے سیدوں
ایا۔ چار پانچ روز تک فوج مغلیہ سوار بازار کے رستوں میں کارزار اور فساد کے لئے مستعد تھی
قطب الملک کے سردار بھی جمعیت شایستہ کے ساتھ کمربستہ شام تک ہتھیاروں اور گھوڑوں پر سوار ہنگامہ
رہے تھے۔ میر جملہ نے سراسیمہ ہو کر محمد امین خاں کے گھر میں پناہ لی۔ ہر طرف سے وہ تیر ملامت کا
ہوا وہ حیران تھا کہ کیا کروں آخر کو چارہ کار یہ جانا کہ رفع فساد اور قطب الملک کی تسلی کے
میر جملہ کو بادشاہ مغضوب و کم منصب کرے اور صوبہ عظیم آباد سے معزول کر کے صوبہ پنجاب
تعینات کرے اور سربلند خاں عظیم آباد کی صوبہ داری کرے اور نظام الملک بہادر فتح جنگ
باد کی فوجداری پر جائے۔ فتنہ جو ہنگامہ طلبوں کی زبان پر مدتوں تک یہ مشہور رہا کہ میر جملہ
شاہ نے مصلحتاً سرہند و صوبہ پنجاب میں بھیجا ہے پھر اُس کے بلانے کی تدبیر و فکر میں ہے جب
شاہ طرف شہر میں شکار کے لئے نکل کر تین چار مہینے باہر رہتا تو خانہ بخانہ و خیمہ بخیمہ یہی ذکر ہوتا
شاہ کا برآمد ہونا سید عبداللہ کے دستگیر کرنے کے لئے ہے ہمیشہ قطب الملک بھی متوہم ہو کر
کی نگاہ داشت کرتا سوار سادات اور متوطنان بارہ کے کسی اور کو اپنے پاس نوکر رکھتا۔

سنہ ۱۱۲۹ میں اسد خاں قرہ قاقلو جو ۹۰ برس کا تھا اور اُس نے شاہجہاں و عالمگیر کے عہدوں
قدرت اور عمدہ خدمات کی تھیں اور اُس کے بزرگ امراء ذوی الاقتدار شاہ ایران کے تھے
بنا سے سفر کیا وہ زیردستوں کے ساتھ رفق و مدارا کرتا ہم چشموں کے ساتھ شان و تمکین کے
سلوک کرتا کوئی امیر اس آخر زمانہ میں اُس کی برابر نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ جب اُس کے مرض آخر نے
پہنچایا تو فرخ سیر نے اس پاس عیادت کے لئے ایک اپنا محرم خاص بھیجا اور خفیہ یہ پیغام دیا کہ
آپ کی قدر نہ جانی۔ آپ کے خاندان کے ساتھ جو دستور العمل سلطنت عمل میں آنا چاہیئے تھا وہ
میں نہ آیا۔ اب اُس کی ندامت سے فائدہ نہیں ہے اب میں آپ سے مصلحت پوچھتا ہوں کہ سادات
تجھے کیا کرنا چاہیئے تو اُس نے جواب دیا کہ آپ نے اپنے جد و آبا کے رویہ کے خلاف جو غلطی

عظیم کی وہ بجز حکم خدا نہیں ہوئی میں جانتا ہوں کہ جیسے ہمارے خاندان سے وزارت گئی ہے
خاندان تیموریہ کی سلطنت میں بالکل خلل پڑے گا لیکن فی الحال ملک کا اختیار جو سادات
دیا ہے صلاح دولت اس میں ہے کہ تا مقدور انھیں کے ساتھ سلوک کریں اور یہاں تک کام
پہنچائیں کہ روز بروز مادۂ فساد عناد زیادہ آمادہ ہو اور سررشتہ اختیار ہاتھ سے جاتا رہے

چو در طاس خشندہ اُفتادہ مور رہا نندہ را چارہ باید نہ زور

اپنے بیٹے کے قاتل کے حق میں بادشاہ کو یہ نیک صلاح دینی اسی نیک امیر کا

سوانح سال ششم ۱۱۲۹ھ ۱۷۱۷ء

دکن سے خبریں آئیں کہ بادشاہ جن آدمیوں کو مقرر کر کے بھیجتا ہے اُن کو امیر الامرا دخل
ہمیشہ عمدہ قلعہ دار بادشاہ اپنی طرف سے مقرر کیا کرتا تھا اب امیر الامرا اپنی طرف سے
کو قلعہ دار مقرر کرنے لگا۔ یہاں بادشاہ پاس راجہ رتن چند دیوان سید عبداللہ خاں
کے تعلقہ میں دخل دیتا کسی کا اصلا اعتبار و استقلال اُس نے نہیں رکھا تھا خصوصاً
مالی میں۔ دیوان تن و خالصہ معطل محض تھے اور پرگنات خالصہ بطریق اجارہ معرض بیع
آتے۔ اس سبب سے بادشاہ کی کدورت وزیر سے روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ اعتصام خاں
خالصہ اور رائے رایان دیوان تن نے استعفا دیدیا۔ عنایت اللہ خاں حج کر کے آیا
بادشاہ نے دیوان خالصہ و تن و صوبہ داری کشمیر عنایت کی۔ بادشاہ کی عیاشی
علاوہ بے دماغی کے زیادہ ہو گئی تھی۔ اس لئے سید عبداللہ خاں چار پانچ مہینے تک
وزارت و دستخط کے کچہری میں نہیں بیٹھتا تھا خلق اللہ کا کاربند تھا عنایت اللہ خاں
ایک دو بار قلعہ میں آن کر کچہری کرتا۔

عنایت اللہ کے عرض کرنے سے ہنود سے جزیہ کے وصول کرنے کا حکم ہوا راجہ
کی مرضی کے خلاف تھا چونکہ ہنود اور خواجہ سرایون و مردم کشمیر نے ساخت و تلب
سے منصب زیادہ لے لئے تھے اور سیر حاصل جاگیریں اپنے تصرف میں کر لی تھیں

بادشاہ کی کدورت کا وزیر سے زیادہ ہونا

جزیہ و عنایت اللہ خاں و رتن چند کی رنجشیں

جاگیر تنگ تھا۔ عنایت اللہ خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ از روئے اوارجہ توجیہ منصب ہنود
منصب کم وضبط فرمایئے یہ بات بھی راجہ رتن چند اور کل دفتر کے صاحب اروں کو ناگوار تھی
نوں نے قطب الملک کی طرف رجوع کی وہ اس حکم کے اجرا پر راضی نہ ہوئے بلکہ تمام ہنود جزیہ
ے پر جاری کرنے سے اور کمی منصب کے سبب سے عنایت اللہ خاں کی عداوت پر کمربستہ ہوئے طرفین
ے حسابی و بے حسابی کاوشیں ایسی ہوئیں کہ مکرر رنجشیں بڑھیں اور طرفین میں یہ قرار جو ہوا تھا ٹوٹ گیا
عنایت اللہ خاں کوئی دیوانی کا کام بغیر عبداللہ خاں کی صلاح کے نہ کرے۔ اور رتن چند مجال لصہ
دشاہی میں دخل نہ دے۔ ناچار کج دار و مریز سے باہم موافقت کرتے تھے۔ اس درمیان میں مجال
صہ کے عمال میں سے ایک عامل کو جو دست گرفتہ و فرستادہ رتن چند کا تھا دیوانی میں حساب
یہ نکل روپیہ اُس کے ذمہ نکلا۔ عنایت اللہ خاں نے اُس کو وصول زر کے لئے مقید کیا۔ عامل
رتن چند نے حمایت کی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن یہ عامل بھاگ کر رتن چند پاس چلا گیا اور اُس پر بڑا
ہ مچا۔ بادشاہ نے قطب الملک سے کہا کہ وہ رتن چند کو موقوف کرے مگر اُس نے مانا نہیں۔

فرخ سیر اور سادات بارہ کے درمیان یہ ایک اور فساد کا سبب زیادہ ہوا کہ چورامن جاٹ ایک
صد مشہور تھا جس کے باپ دادا اور بھائی بند عالمگیر کے عہد سے صوبہ اکبرآباد میں فساد مچاتے تھے
ر مکرر افواج بادشاہی اُس کے قلعہ سنسنی کی تسخیر کو گئی تھی جس کا حال پہلے بیان ہوا اب چورامن نے
ت شوخی اور بے ادبی شروع کی۔ بادشاہ نے راجہ دھیراج جے سنگھ کو اس کی تنبیہ کے لئے بھیجا
جہ نے جاکر چورامن کی گڈھی کا محاصرہ کیا اور جنگ ہائے عظیم پیش آئیں۔ طرفین کے بہت آدمی
تل ہوئے۔ سید خان جہاں بھی آگیا۔ چورامن پر کار تنگ ہوا اس نے اپنا وکیل قطب الملک پاس
بھیجا اور صلح کا اقرار قبول کرنے پر اور بادشاہ پاس جانے پر بشرط عفو جرائم اور سرافرازی منصب کیا
بغیر اس کے کہ اُس کی اطلاع جے سنگھ کو ہو۔ بادشاہ نے سید عبداللہ کے کہنے سے ان شرائط کو
طور کر ہا قبول کیا۔ یہ مصالحہ بادشاہ کی مرضی کے خلاف تھی جس سے راجہ جے سنگھ نہایت ناخوش
ہوا اور بادشاہ پاس آیا۔ چورامن سید عبداللہ خاں کے محلہ میں اُترا اور صرف ایک دفعہ بادشاہ

فرخ سیر کا سادات سے صلح

اُسے ملا۔ دوسری مجرے کی اجازت نہ دی۔ اب بادشاہ پاس دکن سے ناخوش خبریں

سولہ سال ہفتم ۱۱۲۹ھ ۱۷۱۷ء

امیر الامرا داؤد خاں کو شکست دے کر اورنگ آباد میں آیا اور ملک کے بندوبست

ہوا۔ دکن کے ہر صوبہ میں بدستور صوبہ داران بادشاہی مرہٹوں کی طرف سے ایک مرہٹہ سردار

ہوتا تھا کہ چوتھے کو وصول کرتا تھا امیر الامرا کو اطلاع ہوئی کہ کھنڈو پہاڑیہ (دھپاڑیہ کہ

راؤ دھپاریہ) خاندیس پر قابض ہے اور بندر سورت کی راہ پر گلی گڈھیاں بنالی ہیں اور تھانے

جمالئے ہیں۔ اس راہ پر جو قافلہ گزرتا ہے اگر اس کے تجار وغیر تجار اپنی مالیت کی چوتھائی دیتے

ہیں تو سلامت چلے جاتے ہیں اور نہیں تو لُٹ جاتے ہیں قید ہو جانے پر ہر آدمی کو اپنی

کے لئے روپیہ دینا پڑتا ہے۔ امیر الامرا نے ذوالفقار بیگ بخشی کو تین چار ہزار سواروں اور

چھ ہزار پیادہ بندوقچیوں کو اُس کی تنبیہ کے لئے رخصت کیا۔ اور ذوالفقار خاں کوتل سے

اور خاندیس کے درمیان گزرا کہ اُس نے خبر سُنی کہ کھنڈو پہاڑیہ آٹھ نو ہزار جنگی سواروں کے

بکلانہ اور کالنہ کی سرحد کے نزدیک نکلا ہے جو اورنگ آباد سے ستر کروہ عرفی ہے۔ ذوالفقار

مستعد جنگ ہو کر اُس پر تاخت کرنی چاہی کہ وہ خاردار و شوار گزار جنگلوں کی طرف فرار ہو

بادشاہی سپاہ آگے بڑھتی گئی اتنے ہی وہ وہاں سے خالی کر کے پیچھے ہٹتا گیا۔ یوں بادشاہی

سپاہ کو پیچھے لگا کر اُس مقام پر لے آیا کہ نہایت مستحکم تھا۔ ہر چند ذوالفقار بیگ کو ہر کار

منع کیا کہ وہ اس جال میں نہ پھنسے مگر سادات کی شجاعت و جہالت کب اُن کی سننے دیتی

وہ مرہٹوں کے پیچھے چلے گئے۔ کھنڈو کی سپاہ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں منقسم ہو کر

ٹیکریوں اور پہاڑوں کی کھوؤں میں چھپ چھپا گئی۔ بادشاہی فوج اس فرار کو اپنی فتح

خوشی کے مارے پھولی نہ سمائی۔ ان بھگوڑوں نے پیچھے پڑ کر اپنی صف بندی کو توڑ

نے یہ ہوشیاری کی کہ جب تک چھپے بیٹھے رہے کہ بادشاہی سپاہ اُن کے پیچھے پڑ کر

متفرق ہو گئی اور پھر اُن کے اجتماع کی اُمید نہ رہی۔ جب سب کچھ ہو چکا تو مرہٹوں

سوتنیں۔ سپہ سالار ذوالفقار بیگ اور اُس کے ہمراہیوں کی ایک جماعت کے ٹکڑے اُڑا گئی باقی
فوج میں سے جس نے رینہاہ مانگی اور اسپ غرور سے پیادہ ہو کر سپر ڈالی زندہ مقید ہوا اور جان و
مال کے ساتھ عرصہ تلف میں آن کر تیغ بے دریغ کا علف ہوا۔ مشہور یوں ہے کہ گاؤ و شتر و
اسپ کسی سوار و پیادہ کا اس بلا سے محفوظ نہیں رہا۔ امیر الامرا نے یہ خبر سُن کر اپنے مستقل دیوان
راجہ محکم سنگھ کو شایستہ فوج کے ساتھ کھنڈو کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا اور اپنے بھائی سیف الدین
علی خاں صوبہ دار برہان پور کو لکھا کہ وہ راجہ کی کمک کرے۔ سیف علی خاں سلطان پور اور
تندربار کے انتظام ملکی کے لئے برہان پور سے گیا ہوا تھا۔ یہ دونوں نامدار سردار کھنڈو کے
تعاقب میں گئے کہ تلافی ظہور میں آئے اور اُس کے تھانے اُٹھیں کہ پھر رعایا خاندیس کو وہ
اذیت نہ پہنچا سکے مگر اُن کی کوشش سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کھنڈو نے دفع الوقت کیا اور خود
راجہ ساہو پاس چلا گیا۔ جو قلعہ اور مکان ہائے قلب میں رہتا تھا۔ مگر اُس کے تھانے
جا بجا قایم رہے۔ جہاں امیر الامرا کی فوج قریب آئی وہاں سے مرہٹے فرار کر جاتے تھے اور جب
وہ فوج اُلٹی آتی تو پھر مرہٹے وہاں آن کر جم جاتے۔ محکم سنگھ ان مرہٹوں کی فوجوں سے لڑنے
میں کامیاب ہوا جو احمد نگر کی اطراف میں تاخت و تاراج کرتی تھی۔ اُس نے غنیم کو ہزیمت دی کر
قلعہ ستارا کے نیچے تک بھگایا۔ لیکن ذوالفقار بیگ کے کشتہ ہونے اور فوج کے غارت
ہونے کی تلافی کچھ نہ ہوئی۔

بادشاہ اور سادات کی ناموافقت کی شہرت تھی۔ مشہور یہ ہوا کہ راجہ ساہو کرناٹک کے
اہل دیوان اور زمینداروں کے نام فرامین اور احکام خفیہ آتے ہیں کہ امیر الامرا کی طرف
رجوع نہ کریں اور اُس کے استیصال میں کوشش کریں۔ اس لئے اُنھوں نے مقابلہ کیا اور
بیجاپور اور حیدرآباد کا انتظام امیر الامرا سے نہ ہو سکا۔

ذکر سوانح سال ہشتم ۱۱۳۰ھ ۱۷۱۸ء

امیر الامرائے صوبہ دار دکن کی جو بات قابل یادگار رہے وہ مرہٹوں کے ساتھ

صلح ہے جس کا بیان آگے آتا ہے۔

عالمگیر نے دکن میں مرہٹوں کے قلعوں کی فتح کرنے میں بہت روپیہ اور بہت وقت صرف کیا۔ قلعہ ستارہ اور پرنالہ دراج گڈھ وغیرہ تیس چالیس مشہور قلعے فتح کئے مرہٹوں کو خانماں کیا۔ جب مرہٹوں کے سرداروں نے بادشاہ کے قدیمی ملک کو خالی پایا اور ملک کو دُور دیکھا تو اُنھوں نے اور سالوں کی نسبت زیادہ شوخیاں کیں اور سنگین فوجوں کے ساتھ صوبجات دکن احمد آباد اور مالوہ کو چوتھ وصول کرنے کے قصد سے تاخت و تاراج و پراگندہ کیا۔ جہاں جاتے اور شہر یا قصبہ کلاں ہوتا تو ہرکارہ یا خط وہاں کے حاکم زمیندار کے پاس بھیجتے اور چوتھ کے طلب کا پیغام دیتے دیہات و قصبات کے حاکم و زمیندار مرہٹہ کی فوج کے استقبال کے لئے دوڑ کے آتے اور چوتھ کو قبول کرکے قول کی درخواست کرتے اور سوار کو دیہات اور رعیت کی محافظت کے لئے لے جاتے بجائے اصل جمع ہزار دو ہزار بتلانے کے چار پانچ سو جمع بتلاتے۔ غرض جو کچھ چار حصہ اس کا مقرر ہوتا اُس کے وصول کے وعدہ پورا کرنے کے لئے وہ اُول دیتے اور یوں تاخت و تاراج کی مضرت کو دفع کرتے جب فوجدار اور زمیندار چوتھ کا دینا نہ قبول کرتے اور اُن کی طرف رجوع نہ کرتے تو عہد عالمگیری و بہادر شاہی میں بیان ہوا ہے کہ اس مدت میں اگر وہ غالب ہوتے تو وہ اس محال کو تاخت کرکے بالکل ویران کرتے اور نہیں تو محاصرہ کرکے مایوس ہوتے اور بھاگ جاتے چنانچہ دو دکن کے صوبوں برہان پور و برار کے قصبہ نندبار و سلطان پور و جامود اور بہت سے قصبات مشہور کا اٹھائیس سو سوار مرہٹوں نے دو تین ہفتہ تک محاصرہ کیا اور ناکام چلے آئے قافلوں کے ساتھ وہ یہی سلوک عمل میں لاتے تھے۔ زیادہ تر قافلوں کو تاخت و تاراج کرتے تھے۔ مرہٹہ کے سردار تا مقدور چوتھ کی تشخیص میں کوشش کرتے تاخت و تاراج پر راضی نہ ہوتے مگر سرداروں کے خلاف مرہٹوں کا لشکر چوتھ کے مقرر ہونے میں خلل انداز ہوتا تھا

...ج میں کوشش کرتا تھا اس لئے کہ مقرری چوتھ سے سرداروں کو فائدہ ہوتا تھا۔ تاخت میں
...ں کے جو ہاتھ آیا وہ اس کا مالک ہوتا سردار کو اس سے کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ رانی زوجہ راجہ رام
...نے شوہر کے مرنے کے بعد دس بارہ برس تک عالمگیر سے مخالفت رکھی اور بادشاہ کے
...ر عہد میں رانی کے وکلا نے مصالحہ کی التماس اس شرط سے کی کہ دکن کے چھ صوبوں
...سردیس مکھی بدستور نوفی صدی مقرر ہو جائے۔ عالمگیر نے اُس کو غیرت اسلام سے بعید جان کر
...قبول نہیں کیا جس کا بیان مفصل اس کے عہد سلطنت کی تاریخ میں ہوا۔ بہادر شاہ کے عہد میں
...ے رانی اور ساہو نے رجوع کی اور سردیس مکھی کا فرمان چند شرائط کے ساتھ حاصل
...جس کا ذکر تاریخ بہادر شاہی میں پیشتر ہوا مگر رانی اور راجہ ساہو میں باہم نزاع ایسا ہوا
...بہادر شاہ کو جو مرکوز خاطر تھا وہ عمل میں نہ آیا اور سردیس مکھی کا انتظام بھی نہ جاری ہوا
...اؤد خاں کی صوبہ داری دکن میں جس کا ذوالفقار نائب تھا اُس کے اور غنیم کے درمیان
...ت و موافقت کا عہد و قرار ہوا۔ اس شرط پر کہ شاہزادوں اور داؤد خاں کی جاگیروں
...ے مرہٹے مزاحمت نہ کریں اور باقی محالات امرائے عظیم الشان سے ہیرامن نائب داؤد خاں
...ے مستغوب سے چوتھ ان کو کبدارو دمریز کے بغیر دلا دیا کرے اور قافلوں کو وہ آزار نہ پہنچائیں
...ے اور داؤد خاں شیر و شکر کی طرح مل گئے اور عمل ہوتا رہا۔ داؤد خاں اب گجرات کو
...یل گیا تھا یہ قول و قرار باقی نہ رہا اس کی جگہ نظام الملک بہادر فتح جنگ آیا وہ کل ایک
...سال پانچ مہینے اس عہدہ پر مامور رہا۔ یہ نظام الملک بڑا لایق و ہوشیار تھا وہ دکن کے
...ساری ملکی کے سب پیچوں سے واقف تھا اس کی نہایت عمدہ تجویز یہ تھی کہ مرہٹوں کی
...ضعیف گروہ کو تقویت دے کر اس کے قوی گروہ کی بیخ کنی کے درپے ہو۔ ساہو کے فہر
...ب کا بندوبست کر رہے تھے اسے مقابلہ کرنے کے لئے سپاہ بھیجی اور اُن کو شکست دی
...بعض اضلاع اُن کے دبائے مگر پھر صلح ہو گئی۔ راجہ ساہو کو لقب دہ ہزاری دہ ہزار سوار کا بادشاہ کی
...سے عنایت ہوا وہ اپنی تدبیر یہاں یہ کر رہا تھا کہ یکایک وہ یہاں سے بدل گیا۔ اس لئے اُس کی

تدبیروں سے بہت فائدہ نہ ہوا۔ اوپر بیان ہوا کہ نظام الملک کی صوبہ داری میں
رہی اور آخر میں فوج کشی ہوئی اس دار و مدار میں ایک سال پانچ مہینے گزرے اور غنیم کی
واقعی ہو گئی۔ اُس کی جگہ امیر الامرا سید حسین علی خاں آیا۔ اس کی صوبہ داری دو تین برس
کے ساتھ عناد و فساد میں گزری۔ گو اُس نے سپاہ کو بڑھایا۔ مگر وہ بندوبست واقعی نہ ہوا
کے مرکوز خاطر تھا اور سادات بارہ کی رسم کے موافق تھا۔ اتور خاں برہان پور کے شیخ
تھا اور سادات کے پیش آوروں میں ۱۱۳۰ھ میں قابو کی وقت اور رفع فساد پر نظر کر کے اُس
ہمراز کی صلاح سے سنگرا جی ایک برہمن سے اتفاق ہوا یہ برہمن پہلے سیواجی و سنبھا
نوکروں میں تھا قلعہ جنجی کی تسخیر کے بعد بادشاہی نوکروں کے جرگہ میں آگیا تھا۔ اور مر
اور غیر مطیع سرداروں کی وکالت کرتا تھا اور جو ہر شادت سے خالی نہ تھا اور مد طالع
ہوا تھا۔ راجہ ساہو کے بڑے عمدہ فہمیدہ کاربرہمن سرفوج بالاجی بشنو ناتھ وجہا
اُن کی وساطت سے صلح کا قرار ان شرائط پر ہوا کہ جملہ محال خالصہ بادشاہی و جاگیر
سے جو کچھ محصول بال و سائرا میں و کڑوڑی و شقدار وصول کریں اُس کی چوتھائی
راجہ کو واصل کریں اور یہ بھی مقرر ہوا کہ سوا رچوتھائی حصہ کے جو جاگیرداروں سے اُن کو
دہ سو روپیہ میں سے دس روپیہ بدستور سردیس مکھی رعایا سے لیں غرض یوں
کل ابواب فوجداری و شقداری و ضیافت اور اور اخراجات از روئے کاغذ خام
اس حساب سے قریب نصف جمعبندی کے جواز روئے طومار درباری ہوتی ہے وہ
اس طرح راجہ ساہو کے عمال شریک غالب ہو گئے کہ مرہٹوں کا یہ انتظام کہ وہ کل
(محصولات) کو وصول کریں رعایا احکام بادشاہی و جاگیرداروں کو نہایت سخت معلوم
اور ہر محال میں دو تحصیلدار مقرر ہوئے ان میں ایک کمانش دار اور دوم گماشتہ
کہلاتا تھا۔ طومار و اصلات پر اوّل دستخط سررشتہ دار سردیس مکھی ہو دیں اور اُس
رسمیات جدا کئے جائیں یہ امر عمال بادشاہی اور جاگیرداروں کا وبال جان

ے ہر محال میں دو وجہ اجد اتحصل راہداری تھے۔ فوجداروں کی سستی اور غنیم کے غلبہ سے وہ
ا ہو بیٹھے تھے بیوپاریوں سے فی گاؤں آٹھ آنے اور فی اربہ ایک روپیہ لیتے اور آدمیوں
سے وہ ظالم فوجداروں سے بھی زیادہ دو چند سہ چند جو چاہتے لے لیتے۔ اب ایام سے پہلے
ہوتا تھا وہ بدستور رہا۔ اس کے سوائے یہ شرکت راہداری کا اور طرہ اُس پر چڑھا۔ اس صورت
ہر گنہ میں راجہ ساہو کے تین عامل مستقل رہتے تھے اُن کے ساتھ سوار اور پیادوں کی جمعیت
تھی وہ کچہری اور چبوترہ مال وسائر پر اور سر راہ پر رہتے تھے۔ یہ نئی بدعتیں پیدا ہوئی تھیں
اس کے جس جگہ کہ ویران دہات رعایا کو قول دے کر مرہٹے آباد کرتے مثل دہات
وغیرہ صوبہ خاندیس اور پرگنات صوبہ برار وغیرہ میں جن کو اصل میں مرہٹوں نے ویران
کیا تھا اُن میں امیر الامرا کی قرار پر کچھ خیال نہیں کرتے جاگیردار کو بٹائی کے حصہ سوم دینے کا جو
قول تھا جو پورا کرتے اُنھوں نے یہ مقرر کیا تھا کہ منجملہ تین حصوں کے ایک حصہ جاگیردار اور
ایک حصہ سالم مرہٹہ اور ایک حصہ رعایا نے مقدمات ملکی اور مالی میں مرہٹوں کا حکم عمال اور
فوجداروں وجاگیرداروں کے اختیار پر جاری تھا مصالحت کے وقت امیر الامرا نے مقرر کیا تھا
اس کی تاکید کی تھی کہ راہداری نہ لی جائے۔ قبل از صلح جو ظالم فوجدار اور حکام فی گاؤں اور اربہ
راہداری لیتے تھے اب اس سے سہ چند و چہ چند ظلم سے بیوپاریوں اور مسافروں سے لی جاتی
تھی۔ راہداری ہرگز نہ لی جائے مگر امیر الامرا کی اس باب میں پیش نہ گئی۔ ہاں اکثر پرگنات میں تا
صلح دہات و قافلہ موقوف ہوگئی۔ ایام سابق کی نسبت مسافر اور آنے جانے والے راہداری
ادا کرنے کے بعد آرام سے آتے جاتے تھے۔ بعض دہات جو مرہٹوں کی تاخت اور حکام کی
سختی سے بالکل ویران ہوگئے تھے وہ آباد ہوگئے۔

امیر الامرا نے سند فرامان صلح جس میں شرائط مذکورہ مندرج تھیں اپنی مہر کرکے راجہ ساہو کے
وکیل کو حوالہ کی اور اپنی سند کے مطابق بادشاہ کے فرمان آنے پر صلح کو موقوف نہ رکھا جلد
راجہ ساہو کے گماشتے مستقل دخیل کار کردئے۔ اور راجہ ساہو کے دو عدہ نوکروں بالاجی بشونتھ

اور جناجی کو مقرر کیا کہ وہ جمعیت شائستہ کے ساتھ بطریق نیابت و وکالت راجہ ساہو
میں رہیں اور کارہائے ملکی و مالی اُن کی وساطت سے سرانجام پائیں اس کے بعد حسین
عرضداشت بھیجی جس میں مصالحہ کی حقیقت لکھی اور اُس کے مطابق فرمان طلب کیا بعد
دولت نے بادشاہ کے خاطر نشان کیا کہ محصول اور حکمرانی میں غنیم کو شریک غالب کرنا
اس لئے یہ صلح فرخ سیر کی مرضی کے خلاف ہوئی۔ ان ہی ایام میں جان نثار خان
بہادر دانا عبداللہ خاں مرحوم پدر حسین علی خاں سے اتحاد برادرانہ رکھتا تھا۔ اس
حسین علی خاں کا بمنزلہ عمول تھا۔ سید اُس کی بڑی تعظیم کرتا تھا۔ بادشاہ نے
کا نائب مقرر کیا اور کچھ نصیحتیں کردیں کہ وہ جاکر اپنے دوست کے بیٹے کو سمجھا دے۔
کہ شاید اس کے سمجھانے سے وہ فرخ سیر کے خاطر خواہ عمل کرے اور ان ہی دنوں میں
محمد امین خاں بھی ذیقعدہ ۱۱۳۰ھ سنہ ۶ جلوس میں صوبہ مالوہ کو مرخص ہوا اور مقرر ہوا کہ
پہنچنے کے بعد اُس کو فرمان صوبہ داری کا بھیجا جائے گا اور راجہ جے سنگھ سوائی بدلا جائے
حضور نے اُس کو فرمان دے دیا ہے جب جان نثار خاں آب نربدا کے نزدیک آیا اُس نے
خرم و ہوشیاری و پختہ کاری اپنے کام میں تذبذب ہونے کے سبب سے کہ جس صوبہ میں مقرر
معلوم نہیں دخل پاؤں گا یا نہ پاؤں گا اپنے ساتھ اصلا سواروں اور پیادوں کی جمعیت
سرونج علاقہ مالوہ میں محمد امین خاں وارد ہوا۔ دونوں کے آنے کی خبر اورنگ آباد میں
اور یہ افواہ اُڑی کہ محمد امین خاں ساٹھ ہزار سواروں کے ساتھ اور جان نثار خاں سات
سواروں کے ساتھ حسین علی خاں سے لڑنے کو آئے ہیں۔ حسین علی خاں کو بھی تردد
اس خبر کا بے اصل ہونا تحقیق ہوگیا۔ جان نثار خاں کے خط آئے کہ سنا مرہٹے نے
ساہو کے نمتیوں میں نہیں ہے ہند کی طرف علم سرکشی بلند کیا ہے۔ اُس نے مجھے
ہے کچھ سپاہی بھیجدیجئے۔ غرض سپاہ گئی۔ جان نثار خاں امیر الامرا پاس آگیا۔ امیر الامرا
میں اُس کے ساتھ بزرگانہ سلوک کیا لیکن صوبہ برہان پور اُس کو نہ دیا ان ہی دنوں

دہلی کے حالات

رکن الدولہ اعتقاد خاں کا اقتدار اور امرا عظام کا اجتماع۔

الدین خاں کہ شرفا خراسان میں تھا دیوانی دکن پر دیانت خاں کے تغیر کے سبب مقرر ہوا
الدین خاں برہان پور کی دیوانی پر مامور ہوا۔ فیض اللہ خاں ہی بخشی گری دکن کے تعلقہ
ب ہوا۔ جب یہ اُمرا اورنگ آباد میں آئے تو ضیاء الدین خاں کو قطب الملک کی سفارش
یوانی میں داخل ہوا مگر سب کام امیر الامرا کے عملہ کی ماتحتی میں کرنا پڑتا تھا۔ فیض اللہ خاں
یر الامرا نے جواب صاف دیدیا۔ سلام کے لئے بھی بار نہ دیا۔ جلال الدین خاں کو
ہ کی دیوانی کے عوض میں چند روز برار کی دیوانی دی غرض ان باتوں سے فرخ سیر
یادہ ملال ہوا۔

مراد بخش ایک شخص کشمیری تھا سب گنوں پورا تھا۔ کوئی عیب اُس سے چھوٹا نہ تھا
یر کی ماں کشمیری تھی۔ اس کے توسل سے بادشاہ سے ہمکلامی کی نوبت خلوت میں پہنچی
بادشاہ کو سمجھایا کہ میں قتال وجدال کے بغیر سادات کا قلع وقمع کر سکتا ہوں غرض اُس نے
یری باتوں سے بادشاہ کو سبز باغ دکھلا دیا اور اُس کو ایسا پھسلایا کہ تھوڑے دنوں میں
س کا غلام بن گیا۔ اس کو رکن الدولہ اعتقاد خاں کا خطاب منصب ہفت ہزاری وہ ہزار
یا۔ اب اُس نے یہ صلاح دی کہ پٹنہ عظیم آباد سے سربلند خاں کو اور مراد آباد سے قلیچ خاں
بہادر فتح جنگ کو اور احمد آباد سے راجہ اجیت سنگھ کو طلب فرمائیے۔ ہر ایک کو عمدہ خدمات کا
یجئے اور اُن کے ہاتھوں سے دولت کو خاک میں ملائیے۔ بادشاہ نے یہی کیا۔ یہ سب امرا جمع ہوئے
مراد آباد میں خوب انتظام کیا تھا وہ یہاں آیا تو کسی اور خدمت پر مامور نہیں ہوا۔ بادشاہ
باد کا نام رکن آباد رکھا اور رکن الدولہ کی جاگیر اور صوبہ داری میں دے دیا۔ راجہ
کو مہاراجہ کا خطاب ملا۔ وہ سید عبداللہ کا ممد و ہم داستان ہوا۔ نظام الملک بہادر
سربلند خاں میں سے ہر ایک ابتدا میں اُمیدوار وزارت و میر بخشی تھا اُن کو سید عبداللہ
فساد کے مٹانے کے لئے مقرر کیا۔ ان امرا نے بادشاہ سے التماس کیا کہ قلمدان وزارت
میں سے جس کو لایق دیکھیں اُس کو مرحمت فرمائیں جس کے سبب سے سید عبداللہ خاں کے

استقلال میں خلل پڑے گا اگر وہ نافرمانی کا ادعا کرے گا تو سزا پائے گا۔ تو بادشاہ
میں یہ فرمایا کہ وزارت کے لئے اعتقاد خاں سے بہتر دوسرا آدمی کو میں نہیں جانتا
دل شکستہ ہوا۔ بھلا ایسے بڑے امیروں سے ایسے کم اصل وزیر کی اطاعت کب ہوتی
ہنگامہ میں عید فطر آئی۔ بادشاہ کی سواری میں ستر اسی ہزار پیادے سوار عیدگاہ تک
خاص و عام میں ایک ہل چل پڑ رہی تھی کہ سید عبداللہ خاں اب گرفتار ہوتا ہے
چار ہزار سواروں سے زیادہ نہ تھے۔ مگر کچھ نہیں ہوا۔ سید عبداللہ خاں پہلے تو
و متوطنان بارہ کے اور کسی کو نوکر نہیں رکھتا تھا اب اُس نے بیس ہزار سوار
نوکر رکھ لئے۔ جب دکن میں امیر الامرا کو یہ اخبار پہنچے تو اُس نے بادشاہ پاس آنے
اور آنے سے منصوبہ تازہ کی تمہید یہ کی کہ معین الدین کو اپنے پاس بلالیا وہ ایک
گم نام راجہ سا ہونے شاہزادہ اکبر کا پسر سمجھکر گرفتار کرلیا تھا اور بادشاہ کو لکھ
ضمن میں خبر آئی کہ بادشاہ اور سید عبداللہ خاں میں صلح ہوگئی۔ راجہ اجیت سنگھ
بیٹی فرخ سیر سے بیاہی گئی تھی مگر وہ سید عبداللہ خاں کا محرم و ہمزاد تھا وہ صلح
اور آخر ماہ شوال سنہ ۱۱۲۳ھ میں محمد فرخ سیر مع اعتقاد خاں و خاں دوراں خاں اور
خیر اندیش کے قطب الملک کے گھر پر گیا۔ باہم عہد موافقت باقسم و عدم مخالفت
نے افعال گزشتہ کے عذر کئے۔ بادشاہ نے اپنے خانہ قلعہ میں مراجعت کی جب
کی صلح کی خبر پہنچی تو امیر الامرا نے چلنے میں توقف کیا پھر خبر آئی کہ یہ صلح باقی
قطب الملک کا نوشتہ بھائی کے بلانے کے لئے گیا تو پھر وہ وہاں سے چلا۔

غرض فرخ سیر اور قطب الملک کے درمیان ہنگامہ فساد و عناد کو امتداد
مصلحت سوچی جاتی تھی اس سے کچھ مطلب نہیں نکلتا تھا۔ بادشاہ کے عزم و رائے کا
قرار نہ تھا کبھی صلح و مدارات سے پیش آتا کبھی بد اندیشوں کے قلع میں کمربستہ ہوتا تھا
منافق کی مصلحت سے سید عبداللہ خاں سے ہم داستان ہوتا تھا مقدمہ یکسو نہ

[illegible] سے بیس ہزار سواروں کے قریب نوکر رکھ لئے تھے روز بروز فتنہ و فساد کو بڑھاتا جاتا تھا
[illegible] مندا شتیں بھی قدمبوسی کے لئے چلی آتی تھیں اور اُن میں دکن کی آب و ہوا کی ناموافقت کی
[illegible] مندرج ہوتی تھیں قطب الملک کے خطوط بھی امیر الامرا پاس جاتے تھے کہ بھائی جلد یہاں آؤ۔
[illegible] سنہ جلوس کو سیف الدین علی خاں نے اپنے چھوٹے بھائی کو چار پانچ ہزار سواروں کے
[illegible] ہراول برہان پور بھیجا کہ وہ توپخانہ کا تہیہ اور سفر کے یا یتاج کا سر انجام کرے اور خاندیس
[illegible] سپہ سالاری کرے سید عبداللہ خاں کے متواتر خطوط آنے کے بعد اواخر ذی الحجہ ۱۱۳۰ھ میں اورنگ آباد
[illegible] امرا باہر آیا اور امور ضروری کے لئے ایک ہفتہ توقف کیا اور اوائل محرم ۱۱۳۱ھ میں وہ
[illegible] پچیس ہزار سوار اور توپخانہ اور دس گیارہ ہزار برقنداز ہمراہ لے کر دار الخلافہ
[illegible] باد کی طرف روانہ ہوا قلعہ بلھیر اور اور دو تین قلعوں کو اپنے ہمراہیوں کے حوالہ کیا بت
[illegible] کے بادشاہی قلعہ داروں کو متہم کر کے معزول کیا اور اُن کی جگہ اپنے آدمی مقرر کئے تیرہ
[illegible] مرہٹہ سردار کمنڈو دھپاریہ جو مشہور سرفوج اور خاندیس کا صوبہ دار راجہ ساہو کی
[illegible] تھا اور سنتا اور تین اور نامی سردار اپنے ہمرکاب لئے۔ اور نامی سردار اور جماعہ دار کو ہاتھی
[illegible] افسر خلعت و مدد خرچ سے مرہون احسان کیا اور آیندہ کے لئے امیدوار مراتب اعلیٰ کا
[illegible] کے لئے آٹھ آنہ یومیہ سرکار سے مقرر کیا رنبھا رنیال گر مرہٹہ بادشاہی نوکروں میں منجملہ
[illegible] امیر الامرا میں تھا سنکراجی بلہار اور بسونا تھ صاحب مدار راجہ ساہو اس سے عداوت رکھتے
[illegible] دفعہ اسے خفت پہلے اُٹھا چکے تھے اور مدت سے تلافی کی فکر میں تھے رنبھا کو مدعیوں
[illegible] اشارہ سے امیر الامرا نے مصلحت کے بہانہ سے بلا کر غافل مقید پا بہ زنجیر کر دیا اور
[illegible] کے لشکر و بھیر کو لوٹوا دیا۔ حکام و عمال معزول کو کمال بے سر انجامی کے ساتھ ہمراہ
[illegible] محرم ۱۱۳۱ھ کو برہان پور سے کوچ کیا۔ کوچ بکوچ آب نربدا سے گذرا کبر پور پر عبور کیا
[illegible] میں رانا کے ملک پر دست درازی شروع کی تھی مگر رانا کے وکیل نے نذر ان کر دی اس لئے
[illegible] پھر راجہ جے سنگھ ملک پر تو لشکر نے خوب ہاتھ پھینکے۔ اس ضمن میں اخلاص خاں

امیر الامرا کی تسلی اور واپس لے جانے کے لئے بعد قرار صلح کے اواخر شوال میں
ہوا تھا وہ اوائل ماہ صفر میں قلعہ مانڈو کے نزدیک آیا۔ امیر الامرا اور اس میں
خلوت میں کلمات صلح بے ثبات کو اور دار الخلافہ میں امرا کے جمع ہونے کے آشوب
کی خاطر داری اور اُمرا کے آزردہ خاطر کرنے کو ذکر کیا۔ سپہ سالار بہانہ طلب کو پہلے
میں جلد جانے کے لئے سرگرم کیا۔ ۱۴ صفر کو اُجین میں امیر الامرا آیا۔ برقنداز خاں
اور وکیل حضور کے نوشتوں سے اُس کو بادشاہ اور سید عبد اللہ خاں کے درمیان
حال معلوم ہوا۔ تو امیر الامرا نے مجمع دیوان میں کہا کہ اگر واقعی بادشاہ کو ہمارے
عداوت نہیں رہی اور بلا نفاق ہمارے ساتھ سلوک کرے گا تو ہم بھی سوا اطاعت
اور مطلب اور ارادہ نہیں رکھیں گے ملازمت اور بعض امور سے خاطر جمعی کے
کروں گا۔ لیکن دوسرے تیسرے ہی روز امیر الامرا نے ثقہ و محرم راز آدمی کی زبانی
افسانۂ افسوں ابلہ فریب کا دام بادشاہ غبشت بچھاتا ہے اور نہیں جانتا ع

نہاں کی ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

عقلا کے نزدیک تقاضائے آل اندیشی یہ ہے کہ اگر ہم بادشاہ کے قابو میں آگئے تو ہم جان
نہیں پائیں گے۔ اگر ہم بادشاہ پر غالب آئیں گے تو اُس کی نجات متعذر ہو گی۔
حضور کے نوشتجات سے ظاہر ہوا کہ سربلند خاں کے بعض مجال سیر حاصل
امر اُس کو وہاں سے بدل دیا تو بعسرت خرچ و ہجوم سپاہ اور ارباب طلب کی تقاضی
سبب سے نوکری کو ترک کیا اور منصب سے استعفا دیا۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں اور اثاث
داروں اور قرض خواہوں کو دے کر خرقہ پوش ہونا چاہا اس کی جب اطلاع سید
ہوئی تو وہ اُس کے پاس تسلی کو گیا اور نقد و جنس و اسپ اپنی طرف سے اُس کو دیے
اور اُس کے نام سفارشی اور مرہون احسان کیا۔ نظام الملک بہادر مُرادآباد کے
سے اور اعتقاد خاں کو اپنی جاگیر ملنے سے بیٹھا جل رہا تھا اُس کو وزارت اور

کے حضور میں طلب کیا تھا اور اب وہ معزول تھا قطب الملک نے اُس کی بھی تسلی کی اور
صوبہ داری کا اُمیدوار کیا۔ اعتماد الدولہ بے رخصت و بے حکم بادشاہی مالوہ سے آیا تھا معتوب
ہوا تھا عبداللہ خاں نے اُس کو بھی مطمئن خاطر کیا۔ غرض جتنے قطب الملک کی دولت کے
تھے اُس نے اپنی انواع امداد و نفقہ اموال سے ممنون کرکے پرداخت حال کا اُمیدوار کیا۔ خان
دوراں کو کہ ابتدا سے میر جملہ کے ساتھ بادشاہ کے ہواخواہوں میں گنا جاتا تھا اُس کو بھی اپنا رفیق
کرلیا۔ ایک دن بادشاہ شکار کو سوار ہوا۔ یہ قرار دیا کہ مراجعت کے وقت وہ قطب الملک کی
جائے گا مہاراجہ اجیت سنگھ کا داماد بادشاہ تھا مگر سید عبداللہ خاں کا ہمدم و ہمراز تھا اور قانوگو
رہا تھا۔ اس کا گھر سرِ راہ واقع تھا بادشاہ کے مرکوز خاطر یہ تھا کہ جب میری سواری تمہارے
پہنچیں گے تو وہ نذر لے کر مجرے کے واسطے آئے گا تو میں اہتمام کرکے اُس کو
لوں گا۔ خواہ یہ بات بادشاہ کے دل کی راجہ کو معلوم ہوئی ہو یا نہ معلوم ہوئی ہو
خائف فقط گمان وظن سے وسواس ہراس آمیز سے بادشاہ کی مراجعت سے پہلے
عبداللہ خاں کے خانہ میں پناہ کے لئے راجہ چلا گیا۔ بادشاہ مراجعت کے وقت کشتی میں
چاہتا تھا کہ موافق قرار کے سید عبداللہ خاں کے گھر تشریف لائے کہ اُس کو معلوم ہوا
سید عبداللہ خاں کے گھر میں چلا گیا ہے تو اُس نے بے دماغ ہوکر ملاحوں کو جب کشتی
عبداللہ خاں کے گھر کی برابر آئی حکم دیا کہ نواڑہ کو تند و جلد چلاؤ باوجودیکہ کارخانجات
سید عبداللہ کے گھر میں لے گئے تھے اور قطب الملک دریا کے کنارہ پر استقبال کو آیا تھا
اُس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ دولت خانہ و قلعہ میں داخل ہوا۔

حسین علی خاں کا دہلی میں آنا

ربیع الاول کے اواخر میں اور سنہ جلوس کے اوائل میں فیروز شاہ کی لاٹھ کے نیچے شہر سے
کوس پر سید حسین علی خاں نے اپنے ڈیرے ڈالے بغاوت کے اظہار کے لئے طبل
صریح بجانا شروع کیا۔ پائے تخت سلاطین کی داب کے خلاف یہ امر تھا کہ کوئی کوس
کی آواز بلند کرے اور بادشاہانہ شکوہ کے ساتھ خیمہ میں داخل ہوا جو سرائے موضع ہاولی

کے قریب تھا اور مکر و زیاں سے کہتا تھا کہ اب میں اپنے تئیں بادشاہ کے نوکروں سے
میں نہیں جانتا کہ آقا کے آداب بجا لاؤں اب مجھے عزل و نصب و عتاب سلطانی کا
عجب بات یہ ہے کہ بادشاہ سادہ لوح باوجودیکہ دیکھتا تھا کہ مخالفت کا نقارہ اور عدم اطاعت
بے باکانہ کیسا دھواں دھوں بج رہا ہے وہ ہوش میں نہ آیا۔ کبھی غضب میں آن کر
دونوں بھائیوں کو زجر و تہدید کرتا۔ کبھی آشتی پر وہ اتفاق کرتا۔ راجہ وجیراج جے سنگھ
لڑنے کے واسطے سرکشوں کی گوشمالی دینے کے لئے کمربستہ ہو کر مصلحت بتاتا تھا
فائدہ نہ ہوتا۔ بعض امرائے عقیدت کیش عرب و عجم کے کہ بدون تورہ کے اپنے
صریح مقابلہ و مقاتلہ کی طبل بجانے میں نہیں دیکھتے تھے خصوص مغلیہ جن کو اس
سربستہ پر اطلاع تھی اور کسی کو اس کا یارانہ تھا کہ اس مخفی راز سے زبان کو آشنا کرے
وہ نیرنگی روزگار اور دونوں بھائیوں کے تسلط کا اور سستی عزم اور اغماض بادشاہ
تماشا دیکھتے تھے اور خون جگر پیتے تھے۔ بلکہ فرخ سیر کے حکم اور اشارہ سے حسین علی خاں
ملاقات کے لئے جاتے تھے۔ اور مدعیان دولت کی وضع و تکبر کو دیکھ کر پر خون و زبان
گلہ کے ساتھ مراجعت کرتے تھے۔ جب امیر الامرا کے آنے پر چار پانچ روز گزرے
بھائی سید عبداللہ نے اپنے بھائی کی زبانی بادشاہ سے بیان کیا کہ اگر بادشاہ راجہ
برہم کار کو وطن کو رخصت کرے اور توپ خانہ کی خدمات اور دیوان خاص کی
کی داروغگی ہمارے متوسلوں کو عنایت فرمائیے اور قلعہ میں ہمارا بندوبست ہوتے
تو بلا وسواس امیر الامرا آن کر ملازمت کرے گا اور ہم دونوں بھائی خاطر جمعی
کریں گے۔ بادشاہ سست عقل نے جو روزگار شعبدہ باز کی دغلبازی سے غافل تھا
بھائیوں کی ادعائے کو مان لیا۔ خدمات کے باب میں یہ مقرر کیا کہ اُن کو فی الحال
سید عبداللہ خاں اور سادات بارہ اور دونوں بھائی کے ہمراہی بجا لائیں اور نیابت
اور معتمدان حضور انجام دیں۔ بعد چند روز کے جشن نوروز قریب آتا ہے حجاب نیابت

سے اُٹھ جائے گا۔ سوم ماہ ربیع الاوّل کو راجہ دھیراج جے سنگھ کو حکم کے بموجب ایک روز ٹھیرنے
ت نہ ہوئی وہ اپنے وطن انبیر کو روانہ ہوا اور اسی روز راجہ بھیم و راجہ بدھ سنگھ کہ باہم بنی عم تھے
ں پوندی پر آپس میں پرخاش و عداوت ارثی رکھتے تھے۔ آپس میں راہ کے درمیان لڑے
طرف سے راجپوت اور بدھ سنگھ کا دیوان قتل ہوئے اور آخرکار مردم راجہ بھیم غالب ہوئے۔ بدھ سنگھ
چند سواروں کے ساتھ راجہ دھیراج پاس آیا جو اُس کا حامی تھا۔ پنجم ماہ مذکور کو قطب الملک و
جیت سنگھ معتمد آدمیوں کے ساتھ قلعۂ ارک میں آئے۔ بادشاہی آدمیوں کو دروازوں سے
اپنے آدمیوں کو بٹھایا۔ بادشاہی آدمیوں میں سے سوائے اعتقاد خاں و اختیار خاں مشرف
خاص کے جن کا عدم و وجود برابر تھا۔ اور ظفر خاں کے جو سلوک و زمانہ سازی میں بخود ہمہ
جاتا تھا۔ چند خواص و خواجہ سرائے ناکارہ کے بادشاہ پاس رہے اور کوئی قلعہ میں بادشاہ
نہ رہا۔ امیر الامرا ملوکانہ شان و شکوہ سے لشکر کو آراستہ کرکے سوار ہوا۔ قلعہ کو گرد مرہٹے
کے سوار گھیرے ہوئے تھے سہ پہر کو قلعہ میں داخل ہوا۔ بعد ملازمت کے چند کلمے ملالت افزا
و نصیحت آمیز کہے سنے گئے۔ خلعت اسپ وغیرہ کو امیر الامرا نے باکراہ قبول کیا۔ تقدیم
میں بھی چنداں نہ مشغول ہوا۔ اپنے گھر چلا گیا۔ باوجود اس کے بادشاہ پہاڑ بن گیا اپنی
سے نہ ہلا اور اصل کی فکر میں نہ ہوا۔ دوبارہ آٹھویں تاریخ کو سادات نے قلعہ کا بندوبست
تھی کیا قطب الملک و مہاراجہ اپنے معتمدوں اور انتخابی فوج کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوئے
قل کی طرح بادشاہی آدمی احاطہ سے باہر کردیئے گئے۔ اور دروازے اپنے معتمد و معتبر کام کے
کو سپرد کردئے۔ دیوان خاص و عام و خواب گاہ و عدالت کے دروازوں کی کنجیاں اپنے پاس
کے رکھ لیں۔ بعد فراغ خاطر کے حسین علی خاں کے پاس آنے کا پیغام بھیجا وہ بڑی شان و
سے معین الدین گمنام کو جو پسر شاہزادہ اکبر کے نام سے ہمراہ تھا ہاتھی پر بٹھا کے اپنے
بارہ دری شائستہ خاں میں جو قلعۂ ارک سے قریب تھا اُترا۔ سید عبداللہ خاں فرخ سیر
پس باختہ پاس گیا۔ اور تکالیف شاقہ و عدم قبول نیابت خدمات مذکورہ بہت سے شکووں

کے ساتھ بھائی کی زبان سے بیان کئے۔ کہ میں نے تمہارے دادا کی خدمت میں
میں جو تردد جانفشانی و حسن خدمتی دل و جاں سے کیں اور جاں نثاری کرنے میں کسی
تئیں میں نے معاف نہیں رکھا۔ اس کے مقابل و عوض میں بادشاہ حق ناشناس نے
سوء ظن و گمان بد و فکر فاسد و ارادہ باطل کے فدویوں کے حق میں کوئی اور
نہیں کیا چنانچہ اس ہمارے مقال کے شاہد وہ فرامین ہمارے ہاتھ میں ہیں جو
اور اس سرزمین کے اور سرکشوں اور دکن کے صاحب طاروں کے نام متضمن اس
گئے ہیں کہ مجھے دخل نہ دو اور بندۂ بے تقصیر کو قتل کرو۔ دودمان صاحب قران میں
پیمان کی برخلافی نہ ایسی دیکھی نہ سنی۔ اس عہد میں بدعہدی کی انتہا ظاہر ہوئی ہمارا
اس وقت ہر طرف ہو سکتا ہے کہ خدمات حضور کا اغنیا
اور شرائط کا مذکور کیا۔ بادشاہ عقل سے معذور تھا۔ اس نے جتن کا عذر کر کے دفعیہ کیا
بڑی بے مزہ جلی کٹی باتیں ہوئیں۔ بادشاہ برآشفتہ ہو کر اول اعتقاد خاں سے پھر قطب
مخاطب ہوا۔ دو تین کلمے عتاب آمیز زبان سے نکالے۔ اعتقاد خاں نے اس حال میں
ایلہ فریب کلمات سے اصلاح میں کوشش کرے۔ طرفین میں اپنی اپنی حالت میں بے
سید عبداللہ خاں نے اعتقاد خاں کو گالیاں دے کر بات نہ کرنے دی قلعہ سے باہر جانے
وہ حواس باختہ اپنی جان کے بچ جانے کو غنیمت سمجھا اور افتخار خاں کی پالکی میں
حصار کے ہر گوشہ و کنارہ سے آثار فتنہ اور صدائے آشوب بلند ہوئی۔ بادشاہ محل میں
اتنے میں رات ہو گئی۔ قلعہ کے اندر اور باہر جانا بند ہوا شہر میں فتور مچا۔ دونوں بھائیوں
کوچہ اور بازاروں میں مستعد و مہیا گھوڑوں پر سوار کھڑی تھیں۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ
گزرا اور کیا گزر رہا ہے۔ سید عبداللہ خاں اور اجیت سنگھ اپنے اعیان کے ساتھ مشورے
کر رہے تھے کہ صبح ہوتے کیا ہو۔ مرہٹوں کے سردار شکل کھنڈو دھیا و بالاجی بسنونا
وغیرہ دس بارہ ہزار سواروں کے ساتھ رات بھر ہتھیاروں میں اوچی بنے۔ اس انتظار میں

رہے تھے کہ کب صبح ہو جو ہنگامہ دار و گیر گرم ہو اور مال و عیال مردم پر دست دراز کر کے ذخیرے
دن ہوا جھوٹی سچی خبریں اڑنی شروع ہوئیں کہ سید عبداللہ خاں مارا گیا اور ایسی اور وحشتناک
اعتقاد خاں اور بعض اور امرا نے کہ مآل کار سے بے خبر تھے چاہا کہ بازار سعداللہ خاں کی
مرہٹے سے مقابلہ ہونے کے قصد سے سوار ہوں۔ اعتماد الدولہ محمد امین خاں و چین قلیچ خاں بہادر
سازی و پختہ کاری حسین علی خاں کی رفاقت کی قصد سے گھر سے باہر آئے تھے ان کے
ہوئے بغیر اس کے کہ مرہٹوں کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ ہو اور کارزار کی آئے۔ خاندوران
چودہ پندرہ کمبل پوش سواروں نے چند تیر مرہٹوں کی طرف پھینکے۔ مرہٹے میدان کے
والے شہر کی گلیوں میں لڑنا کیا جانیں۔ ان کے سب سردار اور دس بارہ ہزار سوار ایک
ہوئے۔ بازار کے بچوں اور تماشائیوں اور بے روزگار مغلوں نے خبردار ہو کر تلواریں ہاتھ
اور ہر طرف سے مرہٹوں کو مارتے۔ سر سے پگڑی اوچک لے جاتے اور سر کو بدن سے جدا
ہاتھ سے نیزہ اور کمر سے شمشیر چھین لیتے۔ زین کو ان سے خالی کرتے اور خون سے رنگین اور
کو اور ہتھیاروں کو لے لیتے۔ مرہٹے ان کے آگے سے ایسے بھاگتے جیسے بھیڑوں کا
سے یہاں تک نوبت آئی کہ دھوبیوں قسائیوں اور خاک روبوں اور اور اہل پیشہ نے
مار کے اور زبان سے للکار کے اور تیز آنکھیں دکھا کے جو چاہا ان سے چھین لیا۔ بھاگے
گیر جو مرہٹوں کا سرمایہ اعتبار ہے اس قدر انہوں نے پھینک دیئے کہ بعض بے سر و ساماں
چھیروں کا مصالحہ جمع ہو گیا۔ بعض مرہٹے ننگے ہو گئے اور منہ میں تنکا لے کر دکنیوں کے
کے موافق پناہ مانگنے لگے۔ غرض چوک سعداللہ خاں سے ان کی بنگاہ تک کہ تین چار کروہ
سب جگہ مرہٹے قتل ہوئے۔ خافی خاں بچشم خود مشاہدہ کر کے لکھتا ہے کہ پندرہ بیس
کے سواروں میں ایک آفتاب گیر ہوتا ہے اور وہ ان کا سرمایہ فخر ہوتا ہے۔ چار پانچ سو
گیر پڑے ہوئے تھے، مقتولوں کے گھوڑوں اور گھوڑیوں کے خوگیروں میں اکثر لوٹ کا
تھا اور ان کی کمروں میں ان روپیوں اور اشرفیوں کی ہمیانیاں تھیں جو انہوں نے

راہ میں راجہ جے سنگھ کے دہات اور اور مسافروں سے لوٹی تھیں۔ یہ سب بازار کے
مغلوں کے ہاتھ آئیں۔ پندرہ سو پیادے اور سوار اور سنتا سردار اور دو تین اور نامور اُن سے
زخمی ہوئے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو مرہٹے ہمیشہ شیخی مارا کرتے کہ ہم نے پائے تخت میں جا کر
کو قید کیا اور دوسرے بادشاہ کو تخت پر بٹھایا۔ جب قلعہ کے باہر مرہٹے یوں مارے گئے تو خبر
اندر سید عبداللہ خاں کے مارے جانے کی خبر ہر کوچہ و محلہ میں اُڑی۔ غازی الدین خاں خان
سادات خاں خسرو بادشاہ مع پسر اپنے گھر سے سوار ہوئے۔ اعتقاد خاں باتفاق سید صلابت
داروغہ مغزول توپ خانہ اور میر مشرف اور منوہر ہزاری بادشاہی دو تین ہزار آدمیوں کے
بازار سعداللہ خاں میں معرکہ آرا ہوئے۔ اِن فوج کشیوں اور اور سید عبداللہ کے مارے جانے
خبر نے لشکر سادات میں پریشانی پیدا کی۔ چار پانچ ہزار سادات بارہ فرار کے فکر میں تھے
حسین علی خاں پاس آگیا اُس سے اُن کو استقامت ہوئی۔ نظام الملک بہادر فتح جنگ
ہاتھ سے گیا عقل دوربین کی مدد سے حرکت میں فائدہ نہ جانا ناچار خانہ نشیں ہوا۔ خان
خاں گھر سے نہیں نکلا۔ امیر الامرا نے باہر فساد دیکھ کر سید عبداللہ خاں کو تاکید کی کہ جلد کام
انفراغ حاصل کرو۔ جب قلعہ کے اندر قطب الملک کی حیات اور غلبہ کی خبر تحقیق ہوگئی تو
سادات فراہم ہو کر چاندنی چوک میں غازی الدین خاں و سادات خاں اور اُس کے بیٹے
لگی۔ بان بندوق چلنے لگی۔ غازی الدین خاں کے ہاتھی کا اوّل ہی بان کے لگنے سے
سادات خاں زخمی ہو کر مارا گیا۔ اس ضمن میں آغر خاں لاہوری دروازہ پر نمودار ہوا۔ سید
کے آدمیوں نے دروازہ بند کر دیا۔ ناچار اُس نے معاودت کی۔ اعتقاد خاں نے اپنے ہمراہیوں
سمیت سعداللہ خاں کے چوک کی طرف اور اپنے گھر کے پاس چند حملے کئے مور چال باندھے
آخر کو مقید ہوا۔ اُس کی شامت سے بازار سعداللہ خاں کی چند دکانیں تاراج ہوگئیں۔ ایک
داروگیر گرم تھا کہ شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات کے جلوس کا شادیانہ بجانے
منادی ہوئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب بادشاہ محل میں چلا گیا تو سید عبداللہ

...نہ وافسوں سے پیغام بھیجا کہ وہ محل سے نکلے مگر فائدہ نہ ہوا۔ حبشی اور ترکی کنیزیں جنگ ...ے تیار ہوئیں۔ افغان اور چیلے اور نجم الدین علی خاں براہ قطب الملک و پسر صلابت خاں رہایہ محل ...ں گئے اور عورتوں کو خوب مار پیٹ کر بادشاہ کا پتا لگایا۔ اور وہ بام محل کے کوٹھے کے گوشہ ...یا ہوا تھا۔ اُس کو بڑی بے حرمتی سے کھینچ کر باہر لائے۔ جس وقت فرخ کو پکڑا تو اُس کی ماں ...یویوں اور بیگموں نے اُس کو گھیر لیا اور رونا پیٹنا شروع کیا اور گرفتار کرنے والوں کے ...یں سر رکھا۔ ہاتھ جوڑے خدا کے واسطے دیئے مگر ایسے وقت میں کون ایسی سنتا ہے ...وں کا لوٹ لیا اور بے حرمت کیا۔ فرخ سیر کی آنکھوں میں سلائی پھیری اور قلعہ کے اندر ...ے اور حبس خانہ میں جو قبر کی صورت تھا اس بادشاہ کو قید کیا۔ ایک طشت و آفتابہ ...ے حاجت کے لئے اور پانی کی صراحی دی۔

محمد فرخ سیر کی سلطنت پُر فساد سوائے جہاندار شاہ کی سلطنت کے گیارہ مہینے کی جن کو اُس نے ...یام سلطنت میں دفاتر میں ثبت کرایا۔ چھ سال چار ماہ کچھ دنوں رہی۔ اس غول و نصب کی ...ایک بادشاہ گرفتار ہوا اور دوسرا سات برس کا قیدی بادشاہ ہوا (فاعتبروا ...ولی الابصار) ہے۔

سلطنت محمد شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات

فرخ سیر کی قید سے قلعہ کے اندر اور شہر سے باہر ایک ہنگامہ برپا ہوا تو قطب الملک اور ...رانے اُس کے فرو کرنے کے لئے چاہا کہ کسی شاہزادہ کو بادشاہ بنائیں۔ مگر بہادر شاہ اور ...ر نے شاہزادے چُن چُن کر قتل کرائے تھے۔ اور جو زندہ تھے وہ زندان میں تھے یا محلوں ...یچے چھپائے۔ لڑکیوں کی طرح پرورش پا رہے تھے۔ ان سیدوں کو بھی ایسا ہی شہزادہ ...جالا عقل کا پورا چاہئے تھا کہ کٹ پتلی کی طرح اُن کے اشارہ پر چلے تو اُنہوں نے یکم ...ثانی ۱۱۳۱ھ / ۱۹ اپریل ۱۷۱۹ء کو شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات پسر خرد رفیع الشان بہادر شاہ

کے پوتے اور محمد اکبر خلف اورنگ زیب کے نواسہ کو تخت سلطنت پر بٹھایا اُس کی عمر بیس
وارث تاج اُس کی تاریخ ولادت ہے۔ وہ مدقوق تھا۔ قید خانہ میں پڑا ہوا تھا۔ شورش عام
ایسا تھا کہ اتنی فرصت نہ ملی کہ بادشاہ حمام میں جاتا اور کپڑے بدلتا اور تخت کی آرائش
ہوتی وہ اسی لباس میں کہ پہنے ہوئے تھا تخت پر بٹھایا گیا۔ صرف ملائے مروارید اُس
میں ڈال دی۔ شہر کے رفع فساد اور آشوب کے لئے الامان الامان کی منادی کرادی
شادیانہ بلند کی۔ قطب الملک آداب مبارک باد بجالایا۔ اور اپنے خاص ہمدموں اور معتمد نوکروں
کے اندر رکھا اور دروازوں پر اور دیوان خاص و عام میں سب۔ جگہ اپنے خاص معتبر آدمی
خواجہ سرا و خواص اور اور کارخانہ جات کا عملہ فعلہ اپنے اعتمادی نوکروں میں سے مقرر کیا۔

اوّل روز کے دیوان میں راجہ اجیت سنگھ و امادکش اور راجہ رتن چند کی آرزو
کی معافی کا حکم دیا گیا۔ اور امن امان سلطنت کے احکام اطراف میں روانہ کئے۔ اعتماد
خواری کے ساتھ قید اور اُس کی جاگیر اور گھر کو ضبط کیا۔ باوجودیکہ اُس نے نقد و جواہر
پھر بھی اُس کا گھر روپیوں اور اشرفیوں اور طلا و مرصع آلات و ظروف نقرہ سے بھرا ہوا تھا
بادشاہ نے جو اُس کو جواہر اور مروارید عطا کئے تھے اُن کی بازیافت کے لئے اُس کو تکلیف
کرتے تھے۔ اسی طرح بادشاہ مظلوم کے خالوے اور خسرپورہ شائستہ خان اور سادات خان
بیٹوں اور سید صلابت خاں داروغہ توپ خانہ اور افضل خاں صدر اور اور بادشاہ کے خواص
ہوا خواہوں کی جاگیریں ضبط ہوئیں۔ راجہ اجیت سنگھ کی بیٹی زوجہ فرخ سیر کی جاگیر
بحال رہی۔ والا شاہی منصبداروں میں اکثر پچاس روپیہ ماہہ اور بعض زیادہ جاگیر
ہونے تک نقد پاتے تھے اور ایک جماعت پاس جاگیر تھی اور اکثر نقد پانے کی اُمید
کو منصبداروں کی جاگیریں محسوب کرتے تھے اُن کو حکم ہوا کہ جس کا نوکری کرنے کا ارادہ
امین علی خاں کے سرکار میں گھوڑے کو داغ دلوا کے اوروں کی شرح کے موافق
ماہوار سرسری لیں۔ اعتماد الدولہ محمد امین خاں اپنی بخشی گری دوم پر بحال رہا۔ نظام

جزیہ کی موقوفی اور اورنگ زیب کے گھر کی بربادی

فرخ سیر کا مارا جانا اور دفن ہونا

سید مالوہ اور سربلند خاں کو صوبہ کابل ملا۔

اس طرح بادشاہ کی قید پر دو مہینے گزرے۔ وہ محبس میں بڑے عذاب بلا میں مبتلا تھا مشہور روایت ہے کہ مکحول کرنے میں اُس کی آنکھوں کا نور بالکل زائل نہ ہوا تھا۔ سادہ لوحی اور سب ریاست سے مدعیان سلطنت سے ایام گزشتہ کے عذر کا پیغام بھیجتا اور درخواست کرتا تھا کہ پھر تخت پر بٹھا دو میں دونوں بھائیوں کو سلطنت کا اختیار دے دونگا۔ کبھی عبداللہ خاں خان کی جو بادشاہ زندہ بگور کا نگہبان تھا چاپلوسی کرتا اور اُس کو ہفت ہزاری منصب کا اُمیدوار کرتا اور قید خانہ سے اپنے نکالنے کا اور راج دھیراج جے سنگھ سوائی پاس پیغام پہنچانے کا تہیہ دیتا جس کو وہ اپنی نجات کا وسیلہ جانتا تھا۔ یہ خان اُس کے مافی الضمیر پر اطلاع پاکر سلطنت کے صاحب مداروں کو خبر دیتا۔ اس سبب سے وہ اس سادہ لوح محبوس کے مارنے کے درپے ہوئے۔ دو دفعہ اُس کو زہر دیا اثر نہ ہوا۔ تیسری یا دوسری دفعہ زہر نے اثر کیا مگر جان جلدی نہیں نکلتی تھی کہ دونوں بھائیوں نے باوجود کفالت قسم کلام الٰہی ایسی سختی کی کہ فرخ سیر کو تہ کشی اور زدوکوب سے مروادیا۔ مرنے سے بارہ پہر کے بعد کفن و دفن میں مشغول ہوئے۔ تابوت کو حجرۂ ہمایوں میں لائے۔ دو تین ہزار مرد و زن خصوص شہر کے لچے و فقیر جن کو بادشاہ سے فیض پہنچتا تھا۔ تابوت کے آگے آگے روتے پیٹتے سر پر خاک ڈالتے ہوئے گریباں چاک نالیاں دیتے ہوئے جاتے تھے۔ حسین علی خاں کا بخشی دلاور علی خاں سید علی خاں برادر بخشی سید عبداللہ خاں تابوت کے ساتھ جانے کے لئے مامور ہوئے تھے۔ وہ اور اعیان شہر کی ایک جماعت مجبور رقت کرتی ہوئی رفاقت میں تھی۔ لوگ اس جماعت کی پالکی اور گھوڑوں پر پیسے پھینکتے تھے اور روٹی پیسے جو فقرا کو خیرات دیتے تھے وہ نہ لیتے تھے۔ سوم کے روز ایک جماعت لچوں اور گداپیشوں کی اُس چبوترہ پر جمع ہوئی جس پر بادشاہ کو غسل دیا تھا بہت سا طعام پکا کے فقرا کو کھلایا۔ مجلس مولود کی صبح تک احیائے شب کیا۔

تذکرہ چغتائیہ میں لکھا ہے کہ فرخ سیر کی ۳۸ برس کی عمر تھی اور جب سے اُس نے پٹنہ میں

تخت سلطنت پر جلوس کیا مدت سلطنت اُس کی سات سال ایک مہینہ نوروز تھی
کی شکست کے بعد چھ برس تین مہینے ۲۴ دن۔

بعد اس واقعہ کے بقول عوام بادشاہی خزانہ و جواہر و مرصع آلات و ہاتھی گھوڑے
بھائیوں نے اپنے تصرف و اختیار میں کیا اور حصہ رسدان میں سے انتخاب کر کے
میں داخل کیا۔ سید عبداللہ خاں کو عورتوں کے ساتھ محبت و عشرت میں بڑی رغبت تھی
روایت یہ ہے کہ دو تین عورتیں حور لقا بادشاہی محرمان حرم میں سے پسند کر کے
تصرف میں لایا باوجودیکہ زیادتی حرص و خواہش شہوت رانی سے اُس کے خود سترہ
عورتیں مزے اُڑانے کے لئے موجود تھیں۔

بھائی بھائیوں میں نااتفاقی

بعد ان سوانح کے ایک دن یا ایک رات بھی دونوں بھائیوں کو میسر نہیں ہوئی
اُن کو اپنی جان و آبرو کا خوف نہ تھا اور دل کی مراد کے موافق کامرانی اور لذت
اُٹھاتے۔ دونوں بھائیوں میں باہم محبت اخوت کدورت باطنی و وسواس غلبہ تسلط
بحسب ظاہر وزارت کے سبب سے اُمور ملکی کا اختیار بڑے بھائی کے ہاتھ میں زیادہ تھا
حسین علی خاں اپنی شجاعت و تہور کاردانی فیض رسانی و معاملہ فہمی پر اس مرتبہ پر
تھا کہ کسی کی اپنے آگے ہستی نہیں سمجھتا تھا اور اپنے آگے بڑے بھائی کو ہیچ جانتا تھا
امرائے جلاوت پیشہ کارطلب کو رعایت و اعانت سے اپنا رام و رفیق کیا تھا اور ملک
بندوبست کا اختیار اپنی طرف کھینچتا تھا۔ اس سبب سے افواہ عوام میں بھائی بھائیوں
کی طرح طرح کی باتیں مشہور ہوتیں لیکن بحسب ظاہر معاندوں کے فساد اور عناد کے ہاتھ
سررشتۂ اخلاص و اتحاد و اخوت کو ہاتھ سے نہ دیتے تھے کہ واقعہ طلب رخنہ جویوں
زبان دراز ہو سکے اُن کو ارباب حاجت کے کاموں کی طرف توجہ کرنے کی فرصت
دہ ان کاموں میں اپنا صرف اوقات کرتے تھے کہ اُمرائے مغضوب و منکوب کا
کریں دور و نزدیک سے خزانہ و جواہر جمع کریں اطراف کے سرکشوں کے لئے

سے کے سُننے سے اطاعت نہیں کرتے تھے اُن کی تنبیہ کے لئے فوجیں روانہ کریں۔ راجہ
سکہ نقد و جواہر سے مالامال ہوکر احمدآباد کو جاتا تھا کہ بازار کے دونوں طرف کلمات لایعنی
شنام بازار کے بچے اسے سُناتے اور کہتے کہ داماد کا خوں بہالے کر اور اپنا مُنہ کالا کر کے
سے باہر جانا چاہتا ہے۔ راجہ ان باتوں سے ایسا تنگ ہوا کہ ایک دو آدمیوں کو جان سے
ایک دن چند کشمیریوں کو اس تقصیر میں گرفتار کیا اور سادات کے حکم سے اُن کو گدھے پر سوار
شہر کی۔

بادشاہ کی شہادت پر دس پندرہ روز نہ گزرے تھے کہ جمادی الثانی ۱۱۳۱ھ کو قلعہ اکبرآباد
والوں نے نیکوسیر پسر محمد اکبر نبیرہ بہادر شاہ کو جو قلعہ میں محبوس تھا اکبرآباد میں بادشاہ
درم و زر پر یہ سکہ لگایا ؎

بزر زد سکہ صاحبقرانی
شہِ نیکوسیر تیمور ثانی

سنہ ۱۱۰۹ھ محمد اکبر اپنے باپ اورنگ زیب سے باغی ہوا تھا۔ اورنگ زیب نے اُس کے
سیر اور دو بیٹیوں کو مقید کر کے قلعہ اکبرآباد میں بھیجدیا تھا۔ ان بیٹیوں میں سے ایک کی
شاہزادہ رفیع الشان سے اور دوسری بیٹی کی شادی شاہزادہ جہاں شاہ پسر بہادر شاہ
ہی۔ نیکوسیر چالیس سال سے قلعہ مذکور میں ناکامی کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔ بعض امرا نے
تخت پر بٹھا کے قلعہ کے اوپر سے دارالامارت عزت خاں پر گولہ لگایا تو عزت خاں کو اس
کی خبر ہوئی اُس نے باہر خیمہ لگایا اور دونوں بھائیوں کو اس کی خبر کردی اُنہوں نے راجہ
چورامن جاٹ کو عزت خاں کی مدد کے لئے بھیجا۔ نیکوسیر کی مدد کا وعدہ راجہ دھیراج جے سنگھ
جیسا رام نے الہ آباد سے اور فتح الملک نے مالوہ سے کیا تھا مگر یہ امیر اپنے جھگڑوں میں
پھنسے ہوئے تھے کہ نیکوسیر کی مدد کے لئے کسی نے حرکت نہ کی بادشاہ رفیع الدرجات
میں مبتلا تھا۔ سادات کے حکم سے حکما اُس کے علاج میں کوشش کرتے تھے لیکن مدقوق

رفیع الدرجات کا مرنا

کے لئے کوئی معالجہ تفریح طبع اور نغمات راحت افزا و حکایات فرحت رسا سے بہتر نہیں
مجبور امور فرماں روائی میں اصلا اختیار نہیں رکھتا تھا بلکہ تصویر کا حکم رکھتا تھا کہ تخت
کے تعبیہ کر دی تھی اور اُس کے دور میں قطب الملک کے آدمی منصوب تھے۔ اس غم و الم سے
بروز اس کا مرض بڑھتا تھا دوا فائدہ نہیں کرتی تھی۔ آلام جسمانی کے سوائے افکار
مبتلا ہوا۔ اکبر آباد کی خبر نے اس کے غم کو اور زیادہ کیا۔ قریب المرگ ہوا۔ اُس نے
اگر میرے بڑے سگے بھائی رفیع الدولہ کو تخت سلطنت پر بٹھاؤ اور میری زندگی میں
نام کا سکہ و خطبہ جاری کراؤ تو میری کمال خوشنودی کا سبب ہوگا اور میں آپ کا
سادات نے قبول کیا۔ رفیع الدولہ کو تخت پر بیٹھے ہوئے تین روز ہوئے تھے کہ
نے عین جوانی میں روضۂ جاودانی کو کوچ کیا۔ تین ماہ دس روز برائے
کر گیا۔

ذکر سلطنت رفیع الدولہ ملقب بہ شاہجہان ثانی

۲ ماہ رجب ۱۱۳۱ھ کو رفیع الدولہ کو جو برادر مغفور مرحوم سے ڈیڑھ سال
شاہجہان ثانی کا لقب دے کر تخت سلطنت پر بٹھایا (شنبہ بستم مہ رجب بود تاریخ
صرف اس کے نام کا سکہ و خطبہ جاری ہوا اور امور ملکی میں کوئی اختیار اُس کو نہ ملا۔ اُس
طرف سے قطب الملک کے منصوب گھیرے ہوئے تھے اُس کے باہر جانے اور اندر آنے
خوراک کا اختیار ہمت خاں کو تھا۔ جمعہ کی نماز اور شکار کی بے حضور سادات کسی امیر
کرنے کی ممانعت تھی۔ اُس کی ابتداے سلطنت میں محمد فرخ سیر کے خالو شائستہ خاں
جمع کر کے راجہ جے سنگھ پاس خفیہ جانے کا ارادہ کیا تھا مگر راجہ پاس پہنچنے سے پہلے
فوج کشی پر نوبت آئی بغیر لڑے وہ بے آبرو ہو کر قید ہوا۔ اور اس کا گھر بار ضبط۔ امیر
عزت خاں کی مدد اور قلعہ اکبر آباد کے محاصرہ کے لئے حیدر قلی خاں بہادر کو

کیا۔ اور ۷ شعبان کو خود امیر الامرا اور پچیس ہزار سواروں کے ساتھ اکبرآباد روانہ ہوا۔ اس
میں مختلف خبریں اڑیں جن میں سے صرف یہ خبر سچ تھی کہ راجہ جے سنگھ نیکوسیر کی مدد کے لئے
ایک منزل نو دس ہزار سواروں کے ساتھ چلا۔ باقی فقرا مجذوب کی زبانی اور سالکان صاحب
اور گوشہ نشینان واصل باللہ و فال کلام اللہ و قول خواجہ حافظ و خوابہا رصلحا و انکام رمالان
کی دست آویز پر نیکوسیر کی سلطنت نے دل اور زبان پر سکہ لگایا تھا۔ مجالس و محافل میں بے اصل
خبریں اڑتی تھیں کہ نیکوسیر فقیر کی صورت میں راجہ جے سنگھ سوائی پاس چلا گیا اور راجہ اور
دلیپ چھبیلا رام بیس ہزار سواروں کے ساتھ اور نظام الملک آبے تاب سے روانہ ہوئے
ایسی خبروں کی شہرت سے قطب الملک بادشاہ کو اپنے ساتھ لے کر باتفاق مہاراجہ اجیت سنگھ
ہر فوج سے زیادہ لے کر جے سنگھ سے لڑنے کے لئے اکبرآباد کی طرف متوجہ ہوا۔ ان ہی ایام
راجہ اجیت سنگھ نے اپنی بیٹی زوجہ فرخ سیر کو ایک کروڑ روپیہ کی دولت کے ساتھ روانہ کیا۔ زمانہ
سلف میں راجاؤں کا تسلط ایسا تواریخ میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ کہ کوئی راجہ اپنی بیٹی کو
بادشاہوں کے عقد ازدواج میں دینے کے بعد اپنے گھر میں لے گیا ہو۔ اکبرآباد میں حیدر قلی خاں بہادر
نصرت خاں شیر و شکر کی طرح آپس میں مل کر رفیق ہو گئے۔ قلعہ کا محاصرہ کیا مورچال باندھے
گئے۔ سید حسین علی خاں بھی آگیا۔ طرفین کے گولوں کے صدمات اور ضرب سے قلعہ
اندر اور باہر بہت گھر خراب ہو گئے۔ مساجد و شہر میں شکست ریخت زیادہ ہوئی۔ محاصرہ میں
دن گزرے۔ تین افغان قلعہ کو جاتے تھے کہ پکڑے آئے۔ تینوں توپ سے اڑائے گئے۔
سنا ہے کہ ان میں سے دو اڑ گئے اور ایک بچ گیا۔

قطب الملک بہ سبب برسات کے توقف کرتا ہوا جے سنگھ کے مقابلہ کے لئے
اکبرآباد سے چالیس کوس پر مقیم تھا۔ جے سنگھ نے جب دیکھا کہ نیکوسیر کی مدد کو کوئی کمک نہیں
آتی قطب الملک متھرا میں مجھ سے دس کوس پر پہنچا تو راجہ نے اپنا وکیل قطب الملک پاس معافی
کے لئے بھیج دیا۔

نیکوسیر کا ایک فشی نتھمل تھا۔ اُس کو باہر کے بعض محیل ہزاریوں نے بُلایا کہ
قلعہ میں نیکوسیر پاس جائیں گے۔ وہ رات کو بعض ہزاریوں کے لینے کے لئے
کر کے امیرالامرا پاس لے گئے نتھمل کے قلمدان سے امیرالامرا کے اکثر امیروں
کے نام کے نکلے۔ امیرالامرا نے اُن کو مخفی کر دیا۔ صرف اسد علی خاں مردان علی خاں
ہوا۔ اُس کو معتوب و منکوب کر کے جاگیر اُس کی ضبط کر لی۔ محمد عسکری برادر زادہ
پاس پیغام لے جاتا تھا۔ گرفتار ہوا۔ جب محمد عسکری گرفتار ہو گیا اور راجہ
قطب الملک پاس عفو تقصیر کے لئے گیا۔ ایام محاصرہ کو امتداد ہوا۔ قلعہ میں
تو ہزاریوں نے مایوس ہو کر چورامن جاٹ کی معرفت صلح کا پیغام امیرالامرا پاس
جان و آبرو کی امان کا عہد و پیمان لے کر قلعہ کی کنجیاں حوالہ کیں۔ ۲۷ رمضان کو
اور متوسلین کے مقید ہوا۔ جان کی امان دے کر اُن کو امیرالامرا پاس لائے
کو جس نے یہ سارا فساد مچایا تھا۔ اپنی جاں بخشی کا اندیشہ تھا اس لئے اُس
جدھر سے کی۔

امیرالامرا نے نیکوسیر سے فارغ ہو کر خزانہ و جواہر اور اجناس پر جو تین چار
سکندر لودی اور بابر کے وقت سے کوٹھوں میں جمع ہو رہا تھا اور اس میں خاص
اور ممتاز محل کے اموال تھے۔ بعض کارخانہ جات سربستہ تھے جن میں ظروف
تھے اور کئی ہزار اینٹیں تانبے کی تھیں۔ عوام دو تین کروڑ روپیہ کا مال بتلاتے
جمع کرنے کے لئے امیرالامرا نے پندرہ سولہ مہینے کئے۔ کل اجناس میں یہ چیزیں
قیمت تھیں۔ ایک چادر مروارید تھی جو ممتاز محل کی قبر کی پوشش کے لئے شاہجہان
بنوائی تھی عرس اور شب جمعہ کو قبر پر ڈالی جاتی تھی۔ نورجہان کا اختراع کیا ہوا
ایک ٹیکہ بڑا بیش بہا تھا۔ بہرحال ان اموال سے کوئی حصہ سید عبداللہ کو نصیب نہیں
چار مہینے کے بعد بے مرگی سے اکیس لاکھ روپیہ سید عبداللہ خاں کو ملا۔ امیرالامرا

[illegible] اکبرآباد سے کوچ کیا۔ فتح پور میں دونوں بھائی مل گئے۔ راجہ جے سنگھ سے ان شرائط
[illegible] کہ راجہ اجیت سنگھ ان پرگنوں سے ہاتھ اُٹھائے جو اُس نے محال بادشاہی
[illegible] جاگیر کی طلب کے دعوے کے اپنے تصرف میں کر لئے تھے۔ جے سنگھ کی یہ درخواست
[illegible] کہ روح اللہ دلاور خاں کے قصور معاف ہوئے جو راجہ کی رفاقت میں تھے۔ یہ
[illegible] کہ سرکار سورت صوبہ احمدآباد کی فوجداری راجہ جے سنگھ کو ملے اور صوبہ داری احمدآباد
[illegible] جودھپور ہو۔ اس صورت میں دارالخلافہ اکبرآباد سے تیس کروہ سے کہ راجہ
[illegible] وطن ہے کنار دریائے شور تک کہ مراد سورت سے ہے۔ ان دو راجاؤں پاس
[illegible] بادشاہ شاہجہان ثانی مرض اسہال میں مبتلا تھا اور اب مرض روحانی میں اور
[illegible] وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ تین مہینے چند روز برائے نام سلطنت گرگیا۔ ان
[illegible] بھائیوں کو سلطنت سے کچھ بہرہ نہ ملا۔ ناکام دنیا سے گئے۔

سلطنت مرزا روشن اختر ابوالفتح ناصرالدین محمد شاہ

رفیع الدولہ کی سلطنت پر تین مہینے دس روز گزرے تھے کہ موت کے آثار اُس پر ظاہر
[illegible] سید عبداللہ خاں مایوس ہوا اور ماہ شوال کے اواخر میں غلام علی خاں پسر خان جہان
[illegible] کو فتح پور سے روشن اختر کے لانے کے لئے بھیجا۔ وہ خجستہ اختر جہاں شاہ کا بیٹا اور
[illegible] کا پوتا تھا۔ ۱۸ برس کی عمر تھی ۱۵ ذی قعدہ ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوا تھا۔ خوبصورت
[illegible] ذہن اچھا نہ تھا مگر فہم و فراست سے بالکل خالی بھی نہ تھا۔ قلعہ سلیم گڑھ میں مقید تھا۔ نواب
[illegible] اُس کی ماں اس قید خانہ میں شریک تھی۔ وہ معزالدین جہاں دار شاہ کے عہد سے
[illegible] کو اسی زندان میں پالتی تھی۔ یہ بیگم نہایت عاقلہ اور ہوشیار زمانہ دیکھے ہوئے بیٹھی
[illegible] دفعہ روشن اختر سے امیروں نے آن کر عرض کیا کہ تخت سلطنت حاضر ہے چل کر اپنے
[illegible] اُسے مشرف کیجے۔ تو اس فرزانہ بیگم نے یہ سمجھ کر کہ جو بادشاہ ہوتا ہے وہ تخت کی

قربانی بنتا ہے۔ امیروں کے سامنے ہاتھ جوڑے اور کہا کہ برائے خدا مجھے اس تکلیف کے تاج نہیں چاہئے۔ اس کا سر سلامت رہنے دیجے۔ امیروں نے بہت عہد و پیمان کر کے تسلی و تشفی دی۔ قلعۂ شاہجہان آباد میں روشن اختر ابھی طلوع نہیں ہوا تھا کہ رفیع الدولہ کی حیات غروب ہوا۔ روشن اختر کے پہنچنے تک ایک ہفتہ یا عشرہ رفیع الدولہ کی لاش تھی ۱۵ ذی قعدہ (ستمبر) ۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۹ء کو روشن اختر نے فتح پور میں تخت سلطنت پر قدم رکھا اور ابو المظفر ناصر الدین محمد شاہ اپنا لقب رکھا۔ ایک شخص نے اس کے انزوا سے نکلنے ہونے کی یہ تاریخ کہی ہے ؎

روشن اختر بود اکنوں ماہ شد
یوسف از زنداں برآمد شاہ شد

اس تاریخ میں دو سال زائد ہیں۔ ایک شخص نے استاد کے اس شعر سے تاریخ نکالی ؎

چو خواہد کہ ویراں کند عالمے
نہد ملک در پنجۂ ظالمے

یعنی ملک کے عدد پنجۂ ظالم کے اعداد میں زیادہ کریں تو تاریخ کے سنہ حاصل ہوتے ہیں۔ قید خانہ کی کوٹھری سے نکل کر ہندوستان کے تخت سلطنت پر بیٹھا۔ مگر سیدوں کی قید سے نہ ہوئی۔ انھوں نے اس کے گرد اپنا پہرہ چوکی جمائے رکھا۔ انھیں کی حوالات میں کبھی کوآتا۔ کبھی چڑیا کے شکار کو چلا جاتا۔ محل سے نکلا تخت پر بیٹھا۔ تخت سے اترا محل میں وہ دل میں حیران تھا کہ میں ہندوستان کا بادشاہ ہوں یا شطرنج کا بادشاہ ہوں۔ جس خانہ میں چاہتے ہیں بٹھا دیتے ہیں۔ تخت پر بیٹھے ہوئے تھوڑے دن گزرے کی امید کے برخلاف اپنا اقتدار اور سیدوں کے ہاتھوں سے نکل جانے کا اظہار کیا۔ میں اس بادشاہ نے اپنی فراست و عقل دکھائی مگر کچھ عرصہ کے بعد شراب کے نشہ میں

...سر پر نہ سنبھال سکا۔ بادشاہ کی سلطنت کا آغاز فرخ سیر کی وفات سے شمار ہوتا ہے۔
...دونوں بادشاہوں کی سلطنتوں کا زمانہ کالعدم ہے۔

...سیہ بیگم امور ملکی کے دقائق اور معاملات کے غوامض میں رائے صائب اور فہم رسا رکھتی
...ب صلاح وقت سرشتہ حزم و احتیاط کو ہاتھ سے نہیں دیتی تھی۔ سیدوں کی مرضی کے
...کوئی کام نہیں ہونے دیتی۔ پندرہ ہزار روپیہ مہینہ اس بیگم کو ملتا تھا۔

...ر حلبہ کو صدارت کل کی خدمت مقرر ہوئی۔ رتن چند کل امور ملکی مالی و شرعی یہاں تک کہ
...ت بلاد اور ارباب عدل کے معین میں اس مرتبہ پر استقلال رکھتا تھا کہ تمام بادشاہی
...ی جزو کل کے معطل تھے۔ سوائے اس کی کہ ان کی مہر دستاویز پر لگتی کوئی دخل ان کو نہ تھا
...ہے کہ ایک روز رتن چند کسی شخص کو عبداللہ خاں کے پاس لایا اور کسی بلدہ کی خدمت قضا
...مقرر کرایا تو سید عبداللہ خاں نے ایک گستاخ مصاحب کی طرف رخ کر کے مسکرا کر کہا کہ ہمارا
...چند قاضی کو تجویز اور مقرر کرتا ہے تو اس مصاحب نے جواب دیا کہ راجہ جیو امور ملکی و دینوی
...ظم و نسق سے فارغ ہو چکے ہیں اب کاروبار دینی کے انتظام میں مشغول ہوئے ہیں۔

چھبیلہ رام ناگر صوبہ دار الہ آباد ان دونوں بھائیوں کی اطاعت نہیں کرتا تھا۔ اور
...کی نسبت چند ناہموار حرکتیں کر چکا تھا۔ حسین علی خاں نے اس کی تنبیہ کے لئے اکبر آباد
...طرف پیش خانہ لے جانے کا حکم دیا کہ چھبیلہ رام کے مرنے کی خبر آئی۔ اگرچہ اس خبر کو
...امراول میں اپنے خوش طالعی سمجھا مگر ظاہر میں غرور سے کہا کہ افسوس ہے کہ اس کے سر کو
...سناں پر اور اس کے دھڑ کو ہاتھی کی دم میں لٹکا ہوا خلقت نے نہ دیکھا۔ اسی اثنا میں یہ
...ہرت ہوئی کہ گردھر پسر زیادھر اس کے برادر زادہ نے جو اس کا مقدمۃ الجیش اور قوت
...تھا۔ چچا کے مرنے کے بعد سپاہ جمع کی اور قلعۂ الہ آباد کے برج و بارہ کو استوار کیا۔
...سیدوں کو یہ حال معلوم ہوا۔ محمد شاہ کو فتح پور سے آگرہ میں لے آئے۔ اور مہم الہ آباد
...شہرت دے کر جمنا پر پل بندھوایا۔ اور ہراول کے طور پر سپاہ مقرر کی۔ جب گردھر نے

چھبیلہ رام ناگر صوبہ الہ آباد کا مرنا اور اس کے بھتیجے گردھر کا سر باندھ کر سید دلاور کے پاس بھیجنا

یہ خبر سُنی کہ الہ آباد کے محاصرہ کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں تو اُس نے اپنے وکیل
تقصیر کی۔ اور اطاعت کی چند شرائط کے ساتھ درخواست کی۔ اُس نے کبھی یہ چاہا
الہ آباد بحال رہے۔ کبھی یہ کہ صوبہ اودھ عنایت ہو۔ آخر کو یہ ٹھیرا کہ جھیلہ
کرم کر کے وہ الہ آباد کو خالی کر دے اور اودھ کی صوبہ داری اور خطاب بہادری
گردھر کے نام صادر ہو۔ گردھر کی اس صلح پر خاطر جمعی نہ تھی اس لئے حیدر قلی خاں
ایک شائستہ فوج کے ساتھ اُس کی تنبیہ کے لئے بھیجا گیا۔ کسی شخص واحد کے
میں مصالحہ و جنگ ہوتی تو اس مہم کو طول نہ ہوتا۔ بارہ کے سردار اپنی رائے پر
رتن چند کی بغیر صلاح کے کسی کو اختیار نہ تھا۔ گردھر سادات کے قول و عہد پر
ہر ہفتہ و مہینہ میں قلعہ کے خالی کرنے کا صبح و شام وعدہ مشہور ہوتا تھا۔ پھر جنگ
شروع ہوتا تھا۔ اس لئے مقدمہ کو طول ہوتا تھا۔ اکبر آباد سے حسین علی خاں نے جمنا
پر عبور کیا۔ لیکن یہ جان کر کہ قلعہ الہ آباد کو تین طرف سے جمنا و گنگا گھیرے ہوئے ہیں۔ گ
بُرج و بارہ قلعہ کے استحکام میں اور ذخیرہ و مصالح جنگ کی گرد آوری میں کوشش کی ہے
سرکشی کی شہرت سے تمام محالات خالصہ و عمدہ جاگیرداروں میں پورا خلل پڑے گا۔
اُس نے کیا کہ اگر قلعہ کے محاصرہ میں امتداد ہوا تو تمام صوبوں میں ملک میں تحصیل مال
حال میں فساد کلی پیدا ہوگا۔ آج کل میں قلعہ کے خالی کرنے کی خبر تواتر کے مرتبہ کو پہنچی تھی
اور سید عبداللہ خاں کا پیش خانہ غرہ ربیع الآخر کو شاہجہان آباد کی طرف چلا۔ پندرہ
عرصہ میں سب لوگ شاہجہان آباد کو روانہ ہو گئے۔ گردھر کی وعدہ خلافی سے پیش
برخلاف دا ب عزم سلاطین پھر آیا اور اس درمیان میں دونوں بھائیوں میں اکبر آباد
نقد و جنس کے باب میں جو نیکو سیر سے موافق قول مشہور کروڑوں روپیہ کا برادر خرد
میں آیا تھا۔ مکرر کلمات رنجش آمیز درمیان میں آئے۔ سید عبداللہ خاں نصف حصہ اس
مانگتا تھا۔ بہت منت سماجت سے ۲۱ لاکھ روپیہ سید عبداللہ خاں کو ملا۔ گو اس رنجش

...ین بہت کوشش کی جاتی تھی مگر وہ گفت وشنید مین آتی تھی۔

...دھر کے متواتر نوشتے آئے کہ اگر رتن چند انکر قول وعہد وپیمان آبرو جان کے ...کھنے کا کرکے مطمئن خاطر کرے تو مین قلعہ کو خالی کرتا ہون اسلئے دونون بھائیون نے ...ا اسمین جانی کہ رتن چند جاکر استمالت کرے سنہ جلوس کے آخر ربیع الاول مین ...ن شائستہ کے ساتھ رتن چند الہ آباد روانہ ہوا۔ گردھر سے ملاقات ہوئی عہد پیمان ...ی اٹھی سوائے صوبہ داری اودھ کی فوجداری مقرری کے کہ ہمیشہ صوبہ مذکور کی ...ہوتی تھی دو تین اور فوجداری گردھر کی خواہش و درخواست کے مطابق صوبہ داری ...ی ضمیمہ کیگئین۔ اور اوائل ماہ جمادی الاخری سنہ جلوس مین گردھر نے قلعہ خالی ...ر صوبہ اودہ کو روانہ ہوا۔ اس خبر سے تین روز صدائے شادیانہ بلند ہوئی۔ کہتے ...ین کہ ہر خندہ کے آخر مین گریہ ہوتا ہے اور ہر شادی کی انتہا ماتم پر ہوتی ہے ...ی واقعہ طلب آدمی تسخیر الہ آباد کی صدق وکذب کی تحقیق کر رہے تھے کہ کچھ اور ہی گل ...ہ زمانہ نے ایک نیا رنگ دکھایا جس کی تفصیل آگے آئیگی۔

...ندی کی باج گزار ریاست پر راجہ بدھ سنگھ اور راجہ بھیم سنگھ آپس مین لڑ رہے تھے۔ ...کار راجہ بدھ سنگھ کو فتح ہوئی۔ راجہ بھیم شکست پاکر سید حسین علی خان کی پشت پناہ ...ید حسین علی خان کا بخشی سید دلاور علی خان تھا اُس کو امیر الامرا نے راجہ ...یم کی رفاقت کے لئے مقرر و مرخص کیا۔ چھ ہزار سوار اُس کے ساتھ کئے اور خلوت ...شارہ کردیا کہ بدھ سنگھ کی تنبیہ کے بعد راجہ جے سنگھ سے متفق ہوکر سرحد ...اوہ مین استقامت کرے اور حکم کا منتظر رہے۔ اس حکم نے بڑا غضب ڈھایا جسکا ذکر آگے آئیگا۔

سنہ جلوس مطابق سنہ ۱۱۳۲ کے سوانح اعظم یہ ہین مہاراؤ بھیم سنگھ ہاڈہ وراجہ کوٹہ ...سنگھ کچھواہہ راجہ نرور سید دلاور علی خان و سید عالم علی خان کے امرا باعتبار ...ت فوج وسامان واستظہار و افتخار ملک سید حسین علی خان کے سرمایۂ عجب و پندار تھے

سادات کا تسلط اور نظام الملک بہادر فتح جنگ کی ترقی

یہ سب نظام الملک بہادر فتح جنگ کے ہاتھ سے بادیۂ عدم کے مسافر بنے۔ ان اقوال کی تحقیق بسبیل اجمال یہ ہے کہ سید عبداللہ خان کو یہ ناگوار خاطر تھا کہ امیر کبیر نظام الملک کو کل امرا اپنا پیر و مرشد جانتے ہین اور اُسکی اطاعت کو دین و دنیا کی معموری کا ذریعہ تصور کرتے ہین وہ اس تدبیر مین تھا کہ اُس کو ایسی جگہ بھیجے جو زور طلب ہو اور قلت مداخل اور کثرت پریشان و بے سامانی پیدا ہو اس لئے نظام الملک کو عظیم آباد پٹنہ کا صوبہ مقرر کیا جہان زمیندار بڑے شورہ پشت اور مفسد اور نہایت زور طلب تھے۔ نظام الملک نے اُسکو قبول کرلیا تھا کہ فرخ سیر کے شہید ہونے کا قصہ کھڑا ہو گیا جسکے سبب نظام الملک کا عظیم آباد جانا حسین علی خان گریز و سلطنت مین اپنے بڑے بھائی سے اپنے تئین بڑا جانتا تھا اس نے صلاح دیکھی کہ نظام الملک کو مالوہ کی صوبہ داری بکفالت سوگند پہنچی کی وہ رفیع الدرجات کے تیسرے دن مع عیال و اطفال و رفقا کے جو ایک ہزار منصب دار ان نقدی تھے مالوہ کو روانہ ہوا۔ یہ لوگ سید دن کی بے توجہی سے پریشان حال و تھے۔ نظام الملک نے سپاہ اور توپخانہ کو جمع کیا۔ محمد غیاث خان نے اپنی برادری کو جو پیادے تھے پالنسو کے قریب گھوڑے اور ہتھیار اور سامان اپنے دیکر سوار بنایا۔ اور شیخ محمد شاہ و ابوالخیر خان و اسمٰعیل خان و قزلباش وغیرہ کو ورعایت بہت روپیہ دیا۔ نظام الملک نے اپنی خدمت ماموریہ پر جاکر سپاہ کو بندوبست واقعی مین مشغول ہوا مفسد و سرکش زمیندارون کی تنبیہ و تادیب کی حمایت کی۔ ابھی آٹھ سات مہینے اُسنے اس صوبہ مین جاگرم کی تھی کہ حسین علی اس پر قرار پائی کہ گردھر کے مقدمہ کی فراغ کے بعد صوبہ مالوہ مین استقامت کرے دکن کے چھ صوبون اور چار صوبون احمد آباد و اکبر آباد و اجمیر و مالوہ کا خو نظام الملک کے معزول کرنے کے لئے بہانہ طلب ہوا کہ مقدمات چند واقع ہوے کہ وہ حسین علی کو نقض عہد کے لئے بہانہ اور نظام الملک کی حیات

سے ہوئے۔ ان مقدمات کی تفصیل یہ ہے۔

ان دنون مین سید حسین علی خان اورنگ آباد سے فرخ سیر کی تسخیر کے لئے حضور تشریف لاتے تھا اور آب نربدا سے اُس نے عبور کیا تھا اور قلعہ مانڈو صوبہ مالوہ کے نزدیک آیا تھا مرحمت خان پسر امیر خان قلعہ داری اور فوجداری کی خدمت اس صنایع مین رکھتا تھا شمشیر کی ہیبت اور بندوبست سے پہاڑی مفسدون نے اپنے گھرون مین منہ چھپا دیا بیماری کا بہانہ بنایا اور بادشاہی نمک کا پاس کیا وہ امیر الامرا سے ملاقات کرنے سے سبب سے امیر الامرا کے دل مین اس سے بغض پیدا ہوا جب دونون بھائیون نے ملکر کامیابی حاصل کی تو اُنھون نے خواجم قلی خان تورانی کو مانڈو کی قلعہ داری پر مامور مرحمت خان کی جاگیر کو بدل دیا۔ خواجم قلی خان قلعہ کے نزدیک آیا تو مرحمت خان نے سلطنت کے انقلاب کے قلعہ کے سپرد کرنے مین عذر کیا۔ خواجم قلی خان نے مرحمت خان کی ملاقات سے کی اُس نے مرحمت خان کے وکیل کو چشم نمائی کی اور نظام الملک کو لکھا کہ معزول کو قلعہ سے باہر نکالو اور منصوب کو اس مین داخل کرو نظام الملک مرحمت خان خاندانی امیر تھا موروثی رابطہ رکھتا تھا اور وہ بادشاہ پاس جا نہین سکتا اُسکو نظام الملک نے حرم کے ساتھ اپنے پاس بلا لیا اور خواجم قلی خان کو قلعہ دلا دیا۔ ان ہی دنون مین قلعہ رانا گڈھ صوبہ مالوہ کو جو سرونج و بھیلسہ کے نزدیک ہے خانچند پسر چترسال بندیلہ اپنے تصرف مین لایا۔ مرحمت خان نے نظام الملک کو لکھا کہ یہ قلعہ اُسکے قبضہ سے نکالے۔ نظام الملک نے مرحمت خان کو کچھ فوج ہمراہ کرکے اس کام پر تعین کیا۔ خان مذکور سرونج اور بھیلسہ مین گیا اور افاغنہ وغیرہ کی سپاہ جمع کی اور قلعہ کو جبر و قہر سے لے لیا۔ یہ حسن خدمت بھی اُسکے جرائم کی تخفیف ہوئی۔ نظام الملک نے اُس کی مراعات بزرگانہ کی صوبہ مالوہ کے بعض بندوبست سپرد کئے۔ مرحمت خان نے مفسدون کی تنبیہ اور سرکشون کی گوشمالی قرار واقعی کی پرگنہ کے چند مواضع پر جن مین مقرری مفسد پیشہ رہتے تھے تاخت کی اور اُن پر قبضہ کیا۔

دوم چندروز بعد جے روپ سنگہ پرگنہ امجھرہ سرکار مانڈو کا زمیندار تھا وہ مدتوں سے
محال کی زمینداری اور علاقہ منصب تعیناتی قلعہ مذکور پرگنہ مزبور جاگیر مین
اُسکے پاس جمعیت وسامان بیشمار تھا اور اُسکے رعب کے مارے مرہٹے اس راہ پر قدم نہین
اسکا بھائی جگروپ تھا جو اس سے زمینداری کے دعوے کے سبب سے حسد رکھتا تھا
عہد وپیمان کرکے اپنے پاس بلایا اور فی الفور اُسکے کشت ومال واسباب پر متصرف
چھوٹا بیٹا لال سنگہ جان کے خوف سے بھاگ کر عدالت کی امید مین نظام الملک کے
ایک فوج برسم قزاقی محمد غیاث خان کے ہمراہ جگروپ سنگہ کی تادیب کے لئے بھیجی
شاہین کی طرح وہان گیا اور جگدیپ کو فرار کی فرصت نہ دی اُسکو اسیر کرلیا۔

سید عبداللہ خان سے فتنہ پژوہون نے عرض کیا کہ نظام الملک نے
کرلی ہے اور بعض دیہات پر تاخت کی اور بعض کے قول کے موافق ان ہی
نوشتہ فتح جنگ کے نام پہونچا کہ ہم چاہتے ہین کہ صوبجات دکن اور اُسکے
کے واسطے صوبہ مالوہ مین خود رہین۔ چار صوبون اکبرآباد والہ آباد وبرہان پور
جو صوبہ پسند ہو وہ لکھ بھیجو مین اُسکی سند بھیجدون۔ نظام الملک سپاہ کے خرچ
اور فصل ربیع جسپر اس ملک کے محصول کا مدار تھا وہ ہاتھ سے جاتا تھا۔

اس ضمن مین مکرر خبر آئی کہ نیکوسیر اسیر ہوا اور گردھر بہادر کا مقدمہ
حسین علی خان کا اور دماغ آسمان پر چڑھا۔ اُسنے مہاراو بھیم سنگہ سے
کہ سالم سنگہ زمیندار بوندی کو تنبیہ اور نظام الملک کے کار کے انصرام کے
رتبہ والا ملیگا اور سب راجاؤن پر مہاراجہ اجیت سنگہ کے بعد تم فائق ہوگے اور منصب
ہفت ہزار کا منصب ملیگا۔ اُسکو اور راجہ گنج نروری اور دلاور علی خان وغیرہ
سوارون کے ساتھ تعین کیا کہ سالم سنگہ کی تنبیہ واخراج کو دستاویز
کے احوال کے خبرگیران ہون اور ہمارے احکام کے انتظار پر فوراً انصرام

[illegible] نون نے بوندی کو لے لیا۔ اور حسین علی خان کے اشارہ سے سید دلاور علی خان نے
[illegible] جیم اور راجہ گجیج سنگھ کی رفاقت مین صوبہ مالوہ کی سرزمین پر لشکر کشی کی اور وہان کے
[illegible] والون کے جانی و مالی ضرر کا اور ملک کی خرابی کا سبب وہ ہوئے۔ اب امیرالامرائے
[illegible] ارادہ کی دُلہن کے مُنہ پر سے نقاب اُلٹ دی اور نظام الملک کو مواخذہ کی اسلوب مین
[illegible] ون کو لکھا کہ اپنے پاس مرحمت خان کو جگہ دینا اور پرگنہ تلام کے زمیندار کو تغیر کرنا اور ایسہی
[illegible] اور مقدمات جو باقتضاء قضیہ مین پر سرزمین فیصل ہوئے اور سید عبداللہ خان نے
[illegible] ون کو دست آویز تقصیر نظام الملک بنا کے اُسکے وکیل معتبر کو خلوت مین طلب کر کے
[illegible] نامناسب تند و تلخ و بے مزہ نظام الملک کی نسبت کہے۔ ہر چند نظام الملک نے
[illegible] امرار کے خط کا جواب موجہ و سچا لکھا اور اُسکی پیشانی پر یہ شعر لکھا ؎

من بیوفا نیم بوفا میخورم قسم من چو شما نیم بشما میخورم قسم

[illegible] جواب سے سادات کا اور غصہ بڑھا۔

جب محمد شاہ بادشاہ ہوا تو بادشاہ کے دستخط خاص کے شُقّے اور احکام جن پر بادشاہ
[illegible] والدہ مریم مکانی کی مُہر لگی ہوئی اعتماد الدولہ محمد امین خان بہادر کی معرفت نظام الملک پاس
[illegible] ان نمکحرامون کے تسلط سے سوائے نماز جمعہ کے کسی احکام کے جاری کرنیکا مقدور نہین انکا
[illegible] باطل یہ ہے کہ نیکو سیر اور گرد ھرے کامون کے انجامون کے بعد اول آپ کو بھکانے لگائین
[illegible] پھر اپنے اور کامون پر فائز ہون اور ہم کو آپ پر اعتماد کلی ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کی تربیت کے
[illegible] حقوق پر نظر کر کے احتیاط اور بابدولت کے استقلال سے غافل نہ ہون۔

نظام الملک کے وکیل وغیرہ کے نوشتجات پہونچے کہ سیدون نے گزبردار آپ
[illegible] تعین کئے ہین کہ آپکو بادشاہ پاس لائین ان گزبردارون کے پہونچنے سے
[illegible] بادشاہی شُقّے اور اور خیر خواہون کے خطوط خاص لر دیانت خان کے آئے
[illegible] مہلت وقت نہین رہی جو کچھ کر سکتے ہو اُس کو جلدی کرو اب نظام الملک کو

تحقیق ہوگیا کہ دونون بھائی تمام خاندان ایران و توران کی بے آبروئی پر کمر
ہین اور ترک منصب اور گوشہ نشینی مین رستگاری نہین اور تمام موروثی خانہ زادون
جان نثار نوکرون کا دل نہایت افسردہ ہورہا ہے کہ وارث تخت و تاج بے اختیار
نماز جمعہ اور اجرائے احکام شرع پر قادر نہین۔ آگرہ کے نزدیک کنارۂ دریائے
تجانے بنارہے ہین اور گاؤکشی کو منع کررہے ہین تو چار و ناچار چارہ کار یہ جانا کہ
علی اللہ فہو حسبہ توکل ذاتِ پاک حق کو سرمایۂ ہمت بنایا اور بقول مشہور اسی مضمون
سید عبداللہ خان کو لکھے اور عبدالرحیم و مرحمت خان وغیرہ ہواخواہون خدو
جماعت کے ساتھ اور پانچ چھ ہزار سوارون کی جمعیت کے ہمراہ وسط جمادی
۱۱۳۲ھ مطابق سنہ ۲ جلوس مین نواح مندسور مین اس ضلع کے بندوبست کے لئے
نکالا اور پھر مراجعت کرکے اُجین مین آگیا۔ احمال و اثقال اُٹھاکر سرونج کی
کرنے کی شہرت دی اور دو تین منزل گیا اور موضع کاتھ مین اُترا پھر کوچ
وسیع دکن پر متوجہ ہوا۔

غرۂ رجب ۱۱۳۲ھ کو دریائے نربدا سے عبور کیا۔ رستم بیگ خان فوجدار سرکار
کھرگاؤن (نربدا و تاپتی کو درمیان برہان پور سے ساٹھ میل شمال و مغرب مین
رفقا مین تھا مگر وہ سیدون کی بکھرامی سے جلتا تھا وہ جمعیت شائستہ کے ساتھ
رفیق ہوا۔ نظام الملک نے اُسکی فوجداری بحال رکھی اس کی رعایت اور ترغیب
ہمراہ لیا۔ بشکل کشا تفلون کی کنجی اقبال خود بنتا ہے۔ اس روز دریائے نربدا سے
عثمان خان قادری ہزاری حشام قلعہ آسیر کا ایک معتمد بوساطت خسرو چیلہ کے
سے مربی عثمان خان کا اور سوال و جواب کا واسطہ تھا اور اُس نے بکھرامون کی
کی اور اپنے احشام کی پریشانی احوال کے سبب سے نظام الملک کی طرف سے
کی استدعا کی۔ محمد غیاث خان اُس کو نظام الملک پاس لایا اور قلعہ کے فتح کی

...ملک نے اُسکو لائق انعام دیا اور طلب احشام اپنے خزانہ سے دی اور میر حفیظ اللہ خان بخشی و
...الدین خان بہادر فیروز جنگ اپنے بیٹے کو اُس کے ہمراہ کیا۔ خان مذکور نے ۱۲ رجب ۱۱۳۲ھ کو
...پر تصرف کیا۔ ابو طالب قلعہ دار کو پکڑ لیا۔ نظام الملک خود قلعہ مین آیا اور نگاہ احتیاط سے
...کیا۔ محمد غیاث خان کو برہان پور کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ سید عالم علی خان نے جب
...ظام الملک کی دریائے نربدا سے عبور ہونے کی خبر سنی تو اپنے رفیقون کی صوابدید سے
...ور خان اور راؤ نیال گرمرہٹہ کو برہان پور کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ یہ ہوا کی طرح
...ر عادل آباد مین برہان پور سے دس کروہ پر پہونچنا چاہتے تھے کہ رات کو آرام کرکے
...برہان پور مین چلینگے اور محمد نور اللہ خان دیوان صوبہ مذکور پر اور انور خان سے اتفاق
...ے شہر کے دروازون کو بند کرکے مردم شہر سے استحکام دیکر محافظت کرینگے۔ محمد غیاث خان
...ستقلال باغ مین آنکر مورچال باندھے اور محمد انور خان اور راؤ نیالگر کی آمد آمد کی خبر
...سنکر اُس نے دریائے تاپتی سے فوج کو اُتارا۔ مگر یہ امرا اندھیری رات مین شہر کے
...دروازہ داخل ہوگئے۔ شہر والون نے انور خان سے کہا کہ محاصرہ ہونے کی صورت مین اگر فتح جنگ
...کی فوج غالب ہوئی تو شہر لٹ جائیگا صلاح کار یہ ہے کہ صلح کرلو اور نہین شہر سے نکل کر
...صف جنگ کرو انور خان کا دل و ہوش بجا نہ تھے ابتدا مین اپنی بہادری کی شیخی بگھاری
...آخر کو شاہ لکھی جو شہر کے مشہور مشائخ مین تھے وہ باعث امان جان و آبرو صوبہ دار ہونے
...کے ہوئے اور خوف و امید کی حالت مین انور خان محمد خان کے استصواب سے
...جنگ کی خدمت مین آیا۔ بے آبروئی و جان و مال کے تلف ہونے سے محفوظ ہوا بطریق
...بند مجرا کرنے اور دیوان مین بیٹھنے کا حکم دیا۔ فتح جنگ نے شہر کے وضیع و شریف کو دلاسا
...اُس کا ذاتی رویہ کم آزاری اور رعیت پروری کا تھا۔ اُس نے اپنے منصوبون کو قسم
...کر رعایا اور ضعفا مین سے کسی باشندہ پر تعدی نہ کیجائے۔ وہ اکثر کہا تھا کہ میرا قصد
...منظور نظر سوائے خلاصی و استقلال بادشاہ اسلام کے اور کچھ نہین ہے جو نماز جمعہ اور

نظام الملک کا حسن اخلاق

اجرائے احکام شرع پر قادر نہین ہی۔ وہ سب مسلمانون کو اعانت کی ترغیب دیتا تھا
محاسن اخلاق بہت ہین لیکن یہ امر غرائب روزگار سے ہی کہ برہان پور کی فتح سے دو
سیف الدین علیخان برادر حسین علیخان کی والدہ اپنے فرزند اور متعلقین کو لیکر
مراد آباد جانیکے ارادہ سے برہانپور مین آئی جب نظام الملک نے برہانپور کو فتح کرلیا تو
کیا کرون بعض کوتہ اندیش آدمیون نے نظام الملک سے کہا کہ مخالف زادون و محمد
مال اور اسوال چھین لیجئے انکا سپاہ و لشکر کے خرچ مین آنا عین مصلحت ہی۔ نظام الملک
بصوابدید محمد غیاث خان جواب دیا کہ ہمنے باوجود عسرت و تہیدستی کے محض بتوکل فضل
اقبال بادشاہی اس عزیمت پر کمر باندھی ہے۔ اگر کامیاب ہوا تو ملک و مال ہمارا ہی
بالعکس ہوا تو وبال آخرت کس لئے گردن پر لین ہماری ہمت کے آگے ان بڑھیون اور بچون
کے مال اموال کچھ قدر نہین رکھتے ہم کو استقلال بادشاہ کے سوا کوئی اور بات منظور
انشاء اللہ تعالیٰ صدق نیت کی برکتون سے بیشمار خزانے تصرف مین آئینگے
ایسی رکیک باتین ہماری مجلس مین مذکور نہون۔ کہتے ہین کہ والدہ سیف الدین
نے اپنی حفظ آبرو کے لئے پیغام بھیجا کہ اسباب جواہر آپکی نذر ہین مگر نظام الملک
یہ جوانمردی کی کہ سیف الدین علی خان کے اہلکارون کو طلب کرکے خلعت دیا اور
لئے میوہ بھجوایا۔ معتمد و فہمیدہ آدمی خان مذکور پاس بھیجکر دلاسا دیا کہ یہ ہمارے فرزند
ہین اگر یہان رہین تو اُنکی جمعیت و معاش کا سامان تیار کیا جائے اور اگر بالجزم جانے
آمادہ ہون تو ہمارے آدمی دریائے نربدا تک پہنچا دینگے اُنکو جانا مقصود تھا
نظام الملک نے عورات اور اطفال کی مدارات ارباب کرم کی ہمت کے موافق کی
دوسو سوارون کا بدرقہ شائستہ ساتھ کیا اور دریائے نربدا سے پار اُتار دیا۔ نظام الملک
باغ مین تھا کہ عوض خان بہادر ناظم صوبہ برار جو نظام الملک کا چچا تھا وہ اور بہت
جوق جوق اُس پاس آئے اور اُسکی فوج کا عنیمہ بنے۔ نظام الملک نے بمقتضائے

عبدالصمد خان دلیرجنگ کی حسین خان افغان سے لڑائی اور حسین خان کا کشتہ ہونا

ین توقف کیا اور توپ خانہ کی تیاری کی۔

اس زمانہ مین لاہور کے اخبار نویسون کی تحریر سے معلوم ہوا کہ حسین خان خویشگی کہ افغانان
قوم مین مغرور و مشہور نوابع سرکار قصور سے تھا چند سال سے اُس نے سرکشی اور مفسدی کا
اختیار کیا تھا نواح قصور و لاہور کی سیر حاصل پرگنات پر قبضہ کرلیا تھا اور علم مخالفت
کیا تھا۔ کئی دفعہ صوبہ دارون کی فوج کو بلکہ شاہزادون کی افواج کو شکست دی تھی
عبدالصمد خان بہادر دلیرجنگ کی صوبہ داری کی ابتدا سے اُس نے اطاعت نہین کی جاگیردار اور صوبہ دار
کے ہوئے عمال اور عہدہ بادشاہی لوگون کو اُس نے دخل کردیا تھا بلکہ محال سے خارج تھا اور
کیا کہ سیدون نے اُس کو اشارہ کردیا تھا کہ صوبہ دار کا دست تصرف کوتاہ کرے اور اس
درست کے عوض مین دارالسلطنت لاہور کی صوبہ داری دینی ٹھہرائی تھی اسلئے وہ پہلے ہی
سے شوخی کرا تھا قطع النظر عامل صوبہ دار کو کہ صاحب فوج تھا مقابلہ کرکے مار ڈالا
اسکی فوج و خزانہ کو غارت کیا۔ آٹھ نو ہزار سوارون کو ساتھ لیکر پرگنات کی تاخت و
تاراج شروع کی۔ دلیرجنگ سات آٹھ ہزار سوارون کے ساتھ لڑنے گیا۔ دونون لشکر موضع
بھیرہ پہنچے جو لاہور سے تیس کوس پر تھا بہت دنون تک سخت لڑائیان ہوئین ایک دفعہ عبدالصمد خان
کے لشکر کو ایسی شکست ہوئی کہ اُسنے خفا ہوکر اپنی ڈاڑھی نوچ لی۔ آغر خان نے مخالفون کی مرکز گاہ پر
حملہ کیا کہ حسین خان کا فیلبان مارا گیا اور فقیر شاہ بھیک حسین خان کا پیر مرشد تھا اور اُسکی
حسین خان اپنی جان کی برابر عزیز رکھتا تھا اور حوضہ فیل مین اُسکا ردیف تھا۔ دلاوران
کے تیر سے زخمی اور شکستہ ہوا حسین خان کی آنکھون مین جہان سیاہ ہوگیا۔ اس ضمن
حسین خان کے بھی ایک زخم کاری لگا۔ اُس کے ہاتھی کا فیلبان نہ تھا ہاتھی ہر طرف
تھا۔ سواری کے حوضہ مین آگ لگ گئی جسکا سبب تحقیق نہین معلوم ہوا۔ اُس حال
اور اُسکے ساتھ ایک جمع غفیر افغانون کی کشتہ ہوئی۔ اُسکے بعد دلیرجنگ نے جب اس
سید عبداللہ خان کو بھیجی وہ دل مین ملول ہوا۔ مگر بدگمانی دور کرنے کے لئے

ظاہر مین اُس نے دلیر جنگ کو سیف الدولہ کا خطاب لایا۔ نظام الملک کے بعد دلیر جنگ
سیدون کی جان کا وبال تھا۔

نظام الملک کی خبرون کو سیدون کے پاس آنا

سیدون پاس برہانپور سے نوشتے آئے کہ جن سے قلعہ آسیر کا حال معلوم ہوا
چیلہ خسرو قلعہ کے ہزاریون پاس گیا اور قلعہ کے حوالہ کرنے کے باب مین سوال وجواب
سادات نے جو طالب خان کو قلعہ دار آسیر بنایا تھا اُس کو بخوشی وناخوشی نظام الملک
بنایا اُسکی کمال عسرت مین گذرتی تھی احشام کی تنخواہ دو سال کی چڑھی ہوئی تھی وہ
اپنے خزانہ سے دیدی مرحمت خان نے جاکر قلعہ پر تصرف کرلیا اور قلعہ ارک برہانپور بھی
کہ کسی کی نکسیر بھی نہ پھوٹی اور نہ تلوار میان سے نکلی نظام الملک نے تسخیر کرلیا اور یہ خبر بھی
صوبہ دار برار کہ نظام الملک سے قرابت قریبہ رکھتا تھا اور شمشیر اور رائے صائب مین
تھا شائستہ فوج کے ساتھ فتح جنگ کے پاس آگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انور خان صوبہ
اور رنبھا نمپال (نبال گر) نامی مرہٹون مین سے نظام الملک کے رفیق ہوگئے ہین
تمام متصدی اور اطراف کے بعض زمیندارون نے نظام الملک کی طرف رجوع کی
اختیار کی سادات اس اخبار ملال افزا سے کاروبار مین سراسیمہ ہوئے دلاور علی خان
بھیم سنگھ کو پیہم تاکید لکھی جانے لگی کہ وہ نظام الملک کے مقابل جائین حسین علی خان
ہر روز وہر ہفتہ مین مصلحت تازہ کرتا تھا اور دلاور علی خان کی خبر کا انتظار کھینچتا تھا
مآل کار پر نظر کرکے کہتا تھا کہ فتح جنگ کو صوبجات دکن دیدیئے جائین تاکہ فتنہ جلسے
وہ جانتا تھا کہ یہ فساد اسکی جان کا وبال ہے حسین علی خان اس صلح پر راضی نہین
نظام الملک کی صلح قبول کرنے سے خاطر جمع نہ تھا۔

کشمیر کا مفسد فساد

عبد النبی کشمیری مخاطب بہ محبوب خان مدت دراز سے اپنی حماقت سے
کاوش رکھتا تھا جب اُس نے یہ انقلاب روزگار دیکھا تو اوباش احمق مفسد
اپنے ساتھ متفق کیا اور میر احمد خان نائب صوبہ کشمیر اور قاضی کشمیر کے گھر گیا

حضرت نے بروایت شرعی فرمایا کہ آپ یہ احکام جاری کیجئے کہ گھوڑون پر ہندو نہ سوار ہون وہ جامہ
ین اور پگڑی اور ہتھیار نہ باندھین باغ و سبزہ زارون کی سیر نہ کرین اور خصوص ایام عید
ین مکانون پر نہ جائین۔ اُنہون نے جواب مین کہا کہ سارے ملک ہندوستان مین بادشاہ اصحاب
شرع ذمیون کے لئے جاری فرمائینگے اُن کو ہم بھی یہان ہندو پر جاری کرین گے۔ یہ جواب خان
ے دماغ اور آزردہ خاطر ہوا۔ مسلمانون کی ایک جماعت کو اپنا معاون بنایا اور جہان
ہ کو دیکھا اُس کو ستایا۔ کسی بازار اور کوچہ مین ہندو نہین گذرتا تھا کہ وہ اُسکو جھڑکی نہ
ت۔ ان معزز ہندو کشمیری مجلس لئے ایک جماعت کے ساتھ سبزہ و باغ کی سیر کو گیا تھا اور
ون کو کھانا کھلاتا تھا کہ محبوب خان دس بارہ ہزار مسلمان سوار اپنے ساتھ جمع کرکے وہان
یا اور پیٹتا باندھنا مارنا (زدن و بستن و کشتن) شروع کیا۔ مجلس رائے کچھ آدمیون کے
میر احمد خان پاس دوڑا گیا۔ محبوب خان اپنی جماعت کے ساتھ مجلس رائے کے گھر اور محلہ پر
یا۔ سارا مال لوٹ لیا محلہ کو آگ لگا دی ہندو مسلمانون مین سے جو اُسکو منع کرتا وہ
ز زخمی ہوتا۔ اُسکے بعد میر احمد خان کے گھر کو جا کر گھیر لیا اور وہان ایک آفت برپا کی۔
ینٹ مارتا ہے کوئی پتھر پھینکتا ہے کوئی گولی چلاتا ہے۔ جو کوئی ہاتھ آجاتا ہے ایک
ن پر جاتا ہے بڑا بے عزت و بیحرمت ہوتا ہے بعض کو جان سے مار ڈالا ایک جماعت کو زخمی کیا اور لوٹ لیا
خان ایک رات دن نہ گھر سے باہر نکل سکا نہ اُنکے شر کو دفع کر سکا۔ سو حیلہ کرکے اس جماعت کے ہاتھ سے
ت پائی۔ دوسرے روز جمعیت فراہم کرکے میر شاہو خان بخشی کے اور منصبدیون کے ساتھ سوار ہوا
بوب خان پر چڑھا اُس نے بھی اپنی جماعت سابق کو جمع کیا اور میر احمد خان سے لڑنے کھڑا ہوا۔
ت نے پیچھے جا کر اس پل کو جلا دیا جسپر سے میر احمد خان گیا تھا اور اس بازار کے رستے
ن طرف کے مکانات جلا دیئے جہان میر احمد خان موجود تھا اور مقابل سے اور گھرون کی دیوارون
ھون پر سے تیر و بندوق و اینٹ و پتھر چلانے شروع کئے اور عورتون اور لڑکون نے
ے بخاست و کلوخ جو ہاتھ لگتا اُسکو پھینکتے ایک جنگ عظیم ہوئی۔ میر احمد کا خواہر زادہ

سید ولی اور ذوالفقار خان بیگ نائب چبوترہ کو توالی ایک اور جماعت کے ساتھ گشتہ
میرا حمد خان کے لئے نہ پیچھے ہٹنے کی نہ آگے جانے کی راہ تھی نہایت تنگ ہوا عجز کرکے ہزار
خفت سے اس تہلکہ سے نجات ہوئی محبوب خان محلہ ہنود پر گیا کوئی گھر نہ چھوڑا جسکو
نہود وبارہ پھر میرا حمد خان کے گھر پر آیا مجلس رائے اور ایک جماعت جس نے پناہ لی تھی
ذلت کے ساتھ کھینچا اور انکو پکڑ کر انکے ناک کان کاٹے ختنہ کیا بعض کا عضو تناسل
کیا دوسرے دن مسجد جامع مین جمع ہوکر ہنگامہ برپا کیا۔ میرا حمد خان کو نیابت صوبہ
معزول کیا باقی فتنہ و فساد کو مخاطب بہ دیندار خان کیا اور مسلمانون نے اسکو
اور مقرر کیا جب تک اور نائب صوبہ دار آئے دیندار خان۔ کہ ہنود پر اجرائے احکام
اور ترفیع قضایا ہوا کرے۔ پانچ مہینہ تک میرا حمد خان بدستور گوشہ نشین رہا اور
حاکم مستقل مسجد مین بیٹھکر امور ملکی و معاملات کے اجرا مین کوشش کرتا جب
تو مومن خان نجم ثانی کو عنایت اللہ خان صوبہ دار کشمیر نے نائب صوبہ مقرر کرکے
معاتب ہوئے۔ اواخر شوال مین مومن خان کشمیر سے تین کروہ پر آیا تو محبوب خان
کردار ناصواب سے شرمندہ ہوا۔ اور خواجہ عبداللہ پاس گیا۔ وہ کشمیر کے مشاہیر مین سے
اُن سے کہا کہ اب ایک جماعت فضلاء اور اعیان کی ہمراہ لیکر نائب صوبہ کے استقبال
اور اُسکو اعزاز کے ساتھ لائین خواجہ عبداللہ نے ازراہ اتحاد و ہدایت کی کہ تم میرشاہ
جاؤ اور جو کچھ گذرا ہے اُسکا عذر کرو بعد اسکے مین سبب کی رفاقت مین مومن خان کے
خواجہ عبداللہ کے کہنے سے محبوب خان میرشاہ پر پاس گیا جب خانہ چند باتین کرکے
بہانہ سے اُٹھ گیا اور خواجہ کی صلاح سے محلہ چربیلی اور کھکرون کے محلون سے آدمیون
جماعت طلب کی اور گھر کے گوشہ و کنارون مین چھپا دی وہ محبوب خان کے منتظر
دفعۃً جا پڑے اول اُس کے دونون خردسال بیٹون کا جو اُس کے آگے آگے
پیٹ چیرا اور اُسکو نہایت عقوبت و عذاب سے مارا۔ دوسرے روز مسلمانون کی ایک

نظام الملک و دلاور علی خان بخشی امیر الامرا کی لڑائی

سے مقدا کے خون کے دعوی کے چیلوں کے محلہ پر گئے وہ سب شیعہ مشہور تھے انہون نے انکو
اور باندھا اور مارنا شروع کیا دو روز جنگ رہی آخر کو مسلمان غالب ہے دو تین ہزار آدمی
مین جن مین جمع کثیر مغل مسافرون کی تھی مع عورات اور اطفال مارے گئے اور لاکھون
کا مال غارت ہوا۔ دو تین روز تک فساد رہا۔ یہان سے فارغ ہو کر وہ قاضی اور بخشی کے گھر پر گئے
مومن خان نے لاحاصل ہاتھ پاؤن پیٹے۔ ایک مکان مین روپوش ہوا جس کا پتہ کسی کو معلوم
نہ تھا۔ تغیر لباس کر کے باہر گیا اُس کے گھر کو ڈھا کر اینٹ سے اینٹ بجا دی اور ہاتھون ہاتھ
لوٹ لے گئے۔ مومن خان شہر مین داخل ہوا میر احمد خان کو سامان و بدرقہ کے ساتھ ایمن آباد
کشمیر کے آدمیون کے ساتھ طوعاً و کرہاً دارو مدار کے ساتھ موافقت کی۔

دلاور علی خان بخشی حسین علی خان کے پاس سابق مین مہم راجہ بوندی مین جیپور
تھے۔ اُس نے بارہ تیرہ ہزار سوار جمع کر لئے۔ اُس کی مختلف جنرین منتشر ہوئین
تو بدلے پار اُترا نظام الملک مہم کے مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ عالم علی خان اس
فکر مین تھا کہ دلاور خان کے نزدیک آنے کی خبر آنے تک مرہٹون اور نواح کے عمدہ
جمعدارون کی سپاہ کو فراہم کر کے ایک سپاہ سنگین کے ساتھ اورنگ آباد سے چلے اور اُس
سے دلاور علی خان آئے۔ ہم دونون کی فوجین فتح جنگ کی فوج کو بیچ مین گھیر لین۔
عالم علی خان نے اپنے چچا حسین علی خان کو خط مین لکھا کہ سات ہزار کے قریب قدیمی سوار
اس نواح کے کمکیون اور فوجدارون اور متعینہ اورنگ آباد کے دو تین ہزار سوار
آ گئے ہین۔ مین نے عمدہ جمعدارون کے چھ ہزار سوارون سے زیادہ نگاہداشت کیے
ہین کر رہا ہون اور سرداران راجہ ساہو کی فوج کو نکی اور اور یکہ تازمرہٹون کی جماعت
جمع و مال سے اس جناب کے فدوی ہین پندرہ سولہ ہزار سوارون سے کمتر نہ ہوگی
مجموع تیس ہزار سوار سے زیادہ ہوگا۔ اوائل شعبان مین اورنگ آباد سے مین روانہ ہونگا
تم نے امین خان صوبہ دار معزول نادیر کو کہ حسین علی خان سے حد سے زیادہ ناراض تھا ایک

ایک لاکھ روپیہ نقد اور کچھ جنس دیکر بظاہر رفاقت پر راضی کر لیا جب عالم علی خان سے تعرض
باہر لگانے کی خبر آئی تو فتح جنگ نے عالم علی خان کے مقابلہ کے قصد سے لعل باغ سے
کی غربی جانب کوچ کیا اور آب تاپتی سے عبور کیا اور شرقی طرف ڈیرہ ڈالا۔ دلاور علی
خبر سنکر فتح جنگ نے اول اُس کی فوج کا دفع کرنا اہم جانا اپنے متعلقوں کو اُسپر روانہ کیا
محمد عیاض خان اور شیخ محمد فاروق کے ساتھ توپخانہ روانہ کیا اور پھر خود آراستہ لشکر کے
دشمن کی طرف متوجہ ہوا۔ رتن پور سے دو تین کوس پر اور برہان پور سے سولہ سترہ کوس
لکرائی کے تعلقہ میں خیمہ زن ہوا۔ اب دشمن سے اسکا فاصلہ دو کوس تھا۔ فتح جنگ نے
مسلمانوں کی خونریزی پر راضی نہ تھا اس لئے اُس نے حجت تمام کرنیکے لئے دلاور علی خان
ملائم نصیحت آمیز پیغام بھیجے جس سے منع و دفع قتال و جدال ہو مگر فائدہ مرتب نہ ہوا
۱۶ شعبان ۱۱۶۲ھ کو طرفین کے لشکر کارزار پر مستعد ہوئے صف بندیاں ہوئیں اور لڑائی
۱۱ دسمبر ۱۷۴۹ء
دلاور علی خان ہاتھی پر سوار تھا اور بڑی دلاوری سے لڑا اور ایک گولی کے لگنے سے
مرا۔ سادات بارہ کی فوج کا منہ موڑ گیا لیکن راجپوت راجہ بھیم اور راجہ گنج سنگھ
گوارا نہیں کرتے تھے وہ ہندوستان کے بہادروں کے دستور کے موافق اپنی گھوڑیوں سے
اُترے اور شمشیر بدست ہاتھ میں لیکر تیوری کی یہ دونوں راجپوت مع چار سو راجپوت
بعض جاندار ان بارہ کشتہ ہوئے کل چار پانچ ہزار سوار و پیادہ دلاور علی خان
وسنان کے طعمہ ہوئے۔ فتح جنگ کے لشکر میں فتح کے شادیانے بجنے لگے اس طرف
زخمی و کشتہ ہوئے۔ غنیمت بہت ہاتھ لگی جس میں توپخانہ اور ہاتھی سرکاری
باقی جو چیز جس کے ہاتھ آئی تھی وہ اُسکو معاف ہوئی۔ اس جنگ کی خبر آئی کہ عالم علی خان
برتالہ پر برہان پور سے سات کوس پر آگیا ہے تو فتح جنگ نے اس خبر کو سنکر محمد متوسل خان کو تین
سو اردن کی جمعیت کے ساتھ برہانپور کی حفاظت اور رعایا کی گلہ بانی کو بطریق الغار بھیجا
آدمیوں کے قبائل اکثر وہاں تھے۔ خان مذکور نے ایک روز میں چالیس کوس کی مسافت طے کی

ست کیا۔

جب دلاور علی خان کی شکست ہونے کی خبر سادات کو پہونچی تو دونون بھائی نہایت مضطر
سیر ہوئے دکن جانیکے لئے ہر روز ایک فکر تازہ کرنے لگے۔ کبھی یہ ارادہ ہوتا کہ دونون بھائی
شاہ دکن کو جائین کبھی یہ مصلحت ٹھہرتی کہ بادشاہ کے شاہ سید حسین علی خان دکن روانہ ہو
سید عبداللہ خان شاہجہان آباد جائے کبھی یہ صلحت ٹھہرتی کہ قطب الملک بادشاہ کے ساتھ
آباد روانہ ہو اور حسین علی خان دکن کو بہادرون کو ساتھ لیکر کوچ کرے کبھی
فتح جنگ کو نامہ و پیغام التیام آمیز کے افسون سے دکن کی صوبہ داری دی جائے
کی جائے غرض کسی تدبیر پر اقرار نہ ہوتا ہر ہفتہ و مہینہ مین دونون بھائیون اور
کا پیش خانہ مختلف سمتون مین نکلتا اور پھر اس عزم مین خلل پڑتا اعتماد الدولہ کے
رائے صائب کے سبب سے سیدون کے دلون مین وسواس و ہراس تھا تدبیر کار مین
تھے کبھی اسے نزاع کی کبھی اتفاق و مدارا کی شہرت ہوتی۔ ۲۷ جون ۲۲ رمضان ۱۱۳۲ھ ۱۷۲۰ء روز
تر آدمی مساجد دارالخلافہ مین نماز پڑھ رہے تھے کہ زلزلہ کی صدائے وحشت افزا زمین کے
سے اور در و دیوار و چھتون کی حرکت سے آئی جس سے خلقت کو توہم ہوا اس دن رات مین
دس دفعہ عمارات اور زمین جنبش مین آئی کچھ عمارتین شکست و ریخت ہوئین فصیل حصار
سین پھٹ گئی شہر پناہ کے دو دروازون مین کچھ نقصانات ہوئے مسجد فتحپوری کے
سے گر پڑے دس بارہ آدمی مجروح ہوئے۔ تعجب یہ ہے کہ ایک مہینہ دس روز تک شبانہ روز تین
یا دفعہ زمین اور عمارت مین جنبش آئی اور آواز نکلتی بعض آدمیون کے دل مین اس تپہ
خیال گذرا کہ انہون نے چھت کے نیچے سونا موقوف کر دیا اسکے بعد زلزلہ مین تخفیف ہوئی لیکن چار
مہینہ تک کبھی کبھی زمین اور عمارات لرزہ مین آتین جو لوگ توہمات باطلہ مین مبتلا تھے
زلزلہ ہی کو سلطنت کے تزلزل ہونے کی بسم اللہ کہتے تھے۔

بادشاہ اور سید حسین علی کا ارادہ

بعضون کو یہ قرار پایا کہ بادشاہ سید عبداللہ خان شاہجہان آباد کو جائین اور سید حسین علیخان

ایک جماعت امرار رزم آزما کے ساتھ دکن کو روانہ ہوئی اس ضمن مین اعتماد الدولہ
بگاڑ ہوا۔ امیر الامرا کا ارادہ ہوا کہ اُسے مار ڈالے قطب الملک نے کہا کہ اگر اُسکو مار
مین خود مرجاؤنگا۔ اُس سے میرا عہد و پیمان ہوچکا ہے۔ غرض شب و روز محمد امین خان
کی معیت مین پیکار کے لئے کمربستہ رہتا تھا۔

عالم علی خان کی شکست اور کشتہ ہونا

جب دلاور علی خان میدان کارزار مین کشتہ ہوا اور اُسکا لشکر غارت زدہ
برادرزادہ امیر الامرا حسین علی خان پاس آیا تو اُس نے اس ہزیمت خوردہ لشکر کو
اوائل ماہ رمضان ۱۱۲۷ھ جلوس مین تیس ہزار فوج کے ساتھ جن مین سے دس ہزار
راجہ ساہو کے تھے وہ نظام الملک سے لڑنیکے لئے اورنگ آباد سے برآمد ہوا اور کتل
کہ صوبہ خاندیس و بالاگھاٹ اورنگ آباد کے وسط مین ہے آیا اور یہان اُس نے
اور مرہٹہ کی فوج اپنے ڈیرہ پر ہر طرف خاندیس کی رعایا کے مال کے تاراج کے
ان دنون مین انور خان جو از راہ غدر نظام الملک کا رفیق بنا تھا اُس نے عالم علی
خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ نظام الملک کی ابھی قوت جتنی چاہیے زیادہ
اپنے زخمدارون کے احوال مین مشغول ہے اور تمہارے پاس جمعیت خاطر خواہ و افر تازہ دم
ہے فرصت وقت کو غنیمت گنو جلد مقابلہ مین آؤ اور مجھ پر یہ سمجھو کہ مصلحتاً یہ حرکت مین نے
جدا نہ جانو۔ اتفاقاً یہ خط نظام الملک کے جاسوسون کے ہاتھ پڑا اور خان قید ہوا
اسباب ضبط ہوا ساری عزت حرمت اُسکی خاک مین ملی الحاصل نظام الملک نے
مآل پر نظر کرکے عالم علی خان کو لکھا کہ تم مع اپنے قبائل کے دونون چچاؤن پاس
کی خونریزی ناحق نہ ہو مگر اُس سے کچھ فائدہ نہ ہوا ناچار نظام الملک اپنے قبائل
آسیر مین پہونچا اور برہان پور کی سواد سے دشمن کی طرف متوجہ ہوا اور
ڈیڑھ دن کی راہ پر ہے طغیانی پر تھا اس لئے عبور اور جنگ مین توقف
اس نواحی کے زمینداردن کی راہ نمائی سے پایاب جگہ معلوم ہوئی تو نظام

...لاپور متعلقہ برار کی سمت مین عبور کرنیکے لئے بطور ایلغار گیا جب عالم علی خان کو اس جرأت کی
...ی تو وہ محاربہ کی طرف متوجہ ہوا۔ قصبہ بالاپور کے قریب مکان مصاف قرار پایا پنجم شوال
...جلوس مین عالم علی خان افواج کی ترتیب مین مشغول ہوا۔ ہراولی مین تہور خان اور
...علی خان پسر رستم خان دکنی و عمر خان بنی عم و داؤد خان و غیاث الدین خان و امین خان
...ان عالم و محمد اشرف خان بخشی و فدائی خان دیوان و شمشیر خان و ہستی خان و محمد بیگ
...ت طلب خان و خواجہ رحمت اللہ خان و بہادران دکن و بارہ کی ایک جماعت اور
...کرنا ٹکی پیادے اور جنگی مست ہاتھی اور شائستہ توپخانہ کو لیکر متوجہ محاربہ پر ہوا اور
...الملک نے مرحمت خان و نعمت الٰہی اور اپنے پسر کلان غازی الدین خان اور عبدالرحیم خان
...یت خان و سعد الدین خان و داراب خان و کامیاب خان و محمد غیاث و اختصاص خان
...د خان و روح اللہ خان و دلیر خان اور چند اس طرف کے راجاؤن مین سے بعض کو
...پیش اور بعض کو میمنہ و میسرہ بنایا اور خود مع عوض خان کے قول مین جاگیر ہوا
...مرہٹہ اور بعض دلاورون کو باروبن کی حراست سپرد کی۔ توپ خانہ جو اپنے پاس تھا
...سردار کو برہان پور کی تسخیر اور دلاور علی خان کے لشکر سے ہاتھ لگا تھا۔ ان
...فرنگی توپ اندازون کی صلاح و تدبیر سے بمقتضائے الحرب خدعۃ ان کو تو
...کے سامنے کھڑا کیا اور رات کو اس مین سے آدھے توپ خانہ کے مکان کو بدل کر
...کے موافق پسند کرکے گوشہ و کنار یمین و یسار مین آئین کمین کے موافق توپون کو
...مذکور کو دونون لشکرون کی صفوف کارزار آراستہ ہوئین پہلے اس سے کہ بہادرون کی
...بارود کی بو پہونچی عالم علی خان نے فوج کے ہراولون کے گھوڑے دوڑائے فتح جنگ کے
...شہر یار کے مقابلہ مین وہ آئے۔ شجاعت تو سادات کا جوہر ذاتی تھا انہون نے
...ین طرف کچھ نہ دیکھا دشمن کے گولون کے نیچے آئے نظام الملک کے توپچیون نے
...وقت چارون طرف سے ایک دفعہ توپون مین آگ لگا دی جس سے سربازان بارہ اور

یکہ تازان دکن اور اور نبرد سازون کی ایک جماعت کثیر ہلاک ہوئی صفوف لشکر سے
فوج مغول نکلی اور تفنگ اندازون نے چستی و چالاکی سے باقی ماندون کو تفنگ کی
مارا اور کمان دارون نے اکثر کو ہدف بنایا۔ عالم علی خان کی فوج مین تزلزل
اس احوال پر مطلع ہوا تو اپنی سواری کے فیل جس کے حوضہ مین غیاث الدین خان
اور اور پندرہ بیس فیل سوارون کو لیکر ہراول کی کمک کی اور فتح جنگ کی فوج کو
اُس وقت فتح جنگ کے ہراول نے خصم سے جنگ گریز کرکے اُسکو اپنے توپخانہ کے
جو علیحدہ کمین مین چھپا ہوا لگا تھا اور ناگاہ اس توپ خانہ مین آگ لگائی تو توپون اور
آوازون سے ایک قیامت مچ گئی اور دھوان آسمان پر پہونچا جب بارود کا دھوان
تو دیکھا کہ عالم علی خان کے ہراول مین غالب علی خان و غیاث الدین خان دشمشیر
و محمد اشرف خان و خواجہ رحمت اللہ خان و مستے خان و محمدی بیگ اور بہت سے فیل
اپنے اپنے ہاتھیون کے حوضہ و عماری مین مرے پڑے ہوئے تھے۔ عالم علی خان
قتال کے اور خود زخمی ہونیکے مردانہ وار ثابت قدم رہا اور جب تک سانس چلتا
بڑھاتا رہا کہتے ہین کہ جب اُسکے ترکش مین تیر باقی نہین رہے تو جو تیر دشمن کی
اُسکے حوضہ فیل اور جسم مین لگتا اُس کو نکال کر وہ دشمن پر چلاتا اُس وقت اخصاص
نبیرہ خان عالم و محمد غیاث خان جس کی پسلی مین زخم لگا ہوا تھا عالم علی خان
آئے اور اُسکی حمایت رستمانہ کو روکا۔ اخصاص خان کی ضرب شمشیر سے عالم علی
کارزار مین بیکار ہوا۔ متوسل خان نے جو فتح جنگ سے قرابت قریبہ رکھتا تھا
آخر کار عالم علیخان کمال بہادری سے انیس فیل سوارون کے ساتھ میدان جنگ مین
سنکراجی ملہار مرہٹہ زخمدار ہوکر چند مرہٹون کے ساتھ گرفتار ہوا ہاتھی دھیمے و توپخانہ
جو اوباش لشکر کی لوٹ سے محفوظ ہے وہ نظام الملک نے ضبط کئے اس لڑائی مین
رفقا رمین سے کسی کو آسیب جانی نہین پہنچا۔ چند آدمی زخمی ہوئے وہ جراحون کے

پہنچے ہوگئے جب خبر سید عبداللہ خان اور حسین علی خان کو پہونچی کہ دونون لڑائیون
مین نظام الملک کا کوئی ملازم جان سے نہین مارا گیا تو کمال غم و غصہ مین آکر انھون نے
کہا کہ شاید نظام الملک کے نوکرون نے آب حیات پی لیا ہے یا سب کے تن مین کہ تیغ
و سنان و بان و بندوق کے صدمون سے صحیح البدن رہتے ہین۔ دونون شکستون اور
اور علی خان و عالم علی خان کے مارے جانے سے دونون بھائیون کو جو غم والم ہوا وہ
بیان نہین ہوسکتا خصوصًا حسین علی خان کو کہ ہر روز وہ اس رنج مین آنکھون سے ایک
چشمہ خون بہا دیتا تھا اور دل پُر درد سے آہ سرد کھینچتا اور اپنے مال کار کو نہین جانتا تھا
کہ کیا ہوگا۔ فتح کے ایک ہفتہ کے بعد مکرر سنا گیا کہ قبائل حسین علی خان کو مع خزانہ و جواہر
و اجناس کے قلعہ وار دولت آباد سے پہلے اس سے کہ فتح جنگ کا لشکر اس طرف آئے قلعہ مین
بھیج دی۔ باوجودیکہ قلعہ دار بسبب جاگیر کے ضبط ہونیکے سید حسین علی خان سے کمال آزردگی
رکھتا تھا۔ لیکن اس نے سادات کا پاس کیا اور دونون بھائیون کی گردن پر احسان رکھا
اس خبر کو سنکر کہ نقود مخفیہ اور مال ضبط سے محفوظ رہا سید حسین علی خان کی جان مین جان
آئی ان ہی دنون مین سنا گیا کہ بہادر خان ناظم حیدرآباد مع دلاور خان کے جو اسکا پسر لے
تھا چھ سات (نو دس) ہزار سوارون کو لیکر نظام الملک پاس آیا اور اُس سے عہد رفاقت
استوار کیا۔

دونون بھائیون نے بہت سے مشورون کے بعد یہ قرار دیا کہ سید عبداللہ خان
قطب الملک توشا بہمان آباد جائے اور بندوبست صوبون کا کرے اور امیر الامرا سید
حسین علیخان بادشاہ کے ہمرکاب مع امرائے نامدار اور عمائد ذوی الاقتدار نظام الملک کی
سرکوبی کے لئے جائے۔ امیر الامرا ایک لاکھ سوارون کے جمع کرنے کی فکر مین ہوا سید احمد خان
پسر سید اللہ خان کو بارہ کے عمدہ جماعہ دارون اور صاحب تمن افغانون کے بلانے
کے لئے بہت روپے اور طلب کے پروانے دے کر روانہ کیا چونکہ مسافت بعید قطع

کرنی پڑتی تھی اور جاگیرداروں اور رسالداروں کی نظر نظام الملک کی یاوری بخت
سادات بارہ کے انقلاب روزگار پر تھی اس لئے دکن جانے پر راضی نہین ہوتے تھے
خاطرخواہ بہم نہ پہونچی تھی لیکن سادات کی زرپاشی عالم میں مشہور تھی اُنکی فیاضی
ساتھ سخاوت بھی ہمعنان رہتی تھی تو بھی ساٹھ ہزار سوارون کے قریب قدیم
مردم بادشاہی جمع ہوئے اور توپخانہ بڑا اور اسباب جنگ وافر مہیا ہوا۔ سوائے اسکے
تھی کہ مردم بارہ اطراف سے نامور راجہ اور معتبر زمیندار آنکر متعاقب ملینگے آخر
مین دکن کی سمت کو پیش خانہ روانہ ہوا۔ اکبرآباد سے امیرالامرا کا دو کروہ کوچ
ماہ ذیقعدہ مین خدمت میرآتشی سید خانجہان سے چھین کر حیدر قلی خان کو ملی۔ بہم
۱۱۳۲ھ کو بادشاہ نے آگرہ سے تین کوس کوچ کیا۔ سید عبداللہ خان بھی حصول رخصت
ہمراہ تھا چنانچہ تفریق دفتر کے وقت سید حسین علی خان کا ارادہ یہ تھا کہ بائیس صوبون
شش دیوانی و بخشی گری و صدارت کو مع دونون دیوان تن و خالصہ کے اپنے ہمراہ لیجاؤن
یکمرتبہ اپنے برادر قطب الملک کو نہ سپرد کرون تاکہ وہ شاہجہان آباد مین ایک وجود معطل
ردّ و قدح ہوکر یہ قرار پایا کہ حسین علیخان چار صوبون مالوہ و احمدآباد و اکبرآباد و
چھ صوبون کے دفتر بمفصل اور باقی صوبجات کا یکمرتبہ مجمل بادشاہ کے ہمراہ جائے
۱۵ ذیقعدہ کو بادشاہ کے جلوس کا جشن تھا عبداللہ خان چاہتا تھا کہ جشن
سامنے ہو بعد اسکے وہ شاہجہان آباد کو کوچ کرے۔ لیکن حسین اس پر راضی نہ ہوا
اور عبداللہ خان کو بادشاہ کے پاس سے چار کوس پر سے رخصت کرا دیا۔ نقل ہے کہ
اسقدر عبداللہ خان پر غالب متسلط تھا کہ زیادہ تر مقدمات مین عبداللہ خان
ہوکر بھائی کی متابعت کرنی پڑتی تھی اور امیرالامرا اپنے اندازہ سے قدم آگے
اس سبب سے بھائی کو یک گونہ ملال تھا۔ چودھوین ذیقعدہ کو فتح پور کے متصل
اُترا اور چار روز یہان جشن رہا۔ پانچوین روز کوچ بکوچ ممالک دکن کی طرف متوجہ

...ت کی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ سرکار عبداللہ خان وحسین علیخان کی جو جماعت قدیم نوکرون ...پرانے رفیقون کی تھی اور وہ ان دونون بھائیون کی بدولت لاکھون روپیہ کی جاگیر و مشاہرہ ...ہ پاتے تھے وہ ان بھائیون کی اس حرکت سے کہ انہون نے بادشاہ فرخ سیر کو شہید ...تھا اور اختیار سلطنت ایک اقبال رتن چند کو دے رکھا تھا اُن کے دلون کو ان دونون بھائیون ...ر سے مقلب القلوب نے ایسا پھیر دیا تھا کہ وہ خلوت و جلوت مین اکثر کہا کرتے تھے کہ ...اللہ خان وحسین علی کی دولت کے زوال سے ہماری دولت کا زوال ہے بلکہ تمام مردم بارہ ...دوباش معرض فنا مین ہے لہذا ہر چہ باشد باشد دولت تیموریہ کے بدخواہون کا کافات ...س مین گرفتار ہونا اور اس خاندان کے اعدا کا ان کے رشتے اعمال کے موافق سزا کا پہنچنا ...ظور ہے تاکہ دولت سلطنت بابریہ پھر از سر نو رونق پائے اور اس دودمان والا کا ...بالا ہو۔ اور ان دونون بھائیون کے بعض اقربا پکار پکار کے کہتے تھے کہ عبداللہ خان ...حسین علی خان کے کوئی فرزند نہین ہے کہ انکو یہ گمان ہو کہ ہمارے اعمال کی سزا ہماری ...اولاد و احفاد کو پہونچیگی مگر جو انہون نے صاحب تاج و تخت سے بدسلوکی کی ہے اسکی کافات ...ضرور ہوگی لیکن ہمکو رحم اس جماعت پر آتا ہے کہ انکی ہم قوم و ہم وطن ہے مبادا وہ انکی زیادتی کے وبال مین گرفتار ہو ...عالم پر ظاہر ہے کہ کفران نعمت کرکے آقا پر تلوار کھینچنے کا اور دلی نعمت کی بے آبروئی اور ...ناموسی اور زوال دولت مین کوشش کرنیکا مآل یہ ہے کہ اپنا کام جزائے اعمال مین تمام ہو بادشاہان ...سلف کی تواریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آقا نے نوکر پر تعدی کی ہو اور نوکر کی جانب ...حق ہو اور نوکر نے پاس نعمت و حق نمک نامنظور کرکے دلی نعمت کی بے حرمتی و بے ستری ...اس کی جان و مال کے تلف کرنے مین کمر باندھی ہو تو آخرکار منتقم حقیقی اسکو خواری اور ...ش اعمال پر پہنچاتا ہے۔ تاکہ اہل بصیرت بحکم فاعتبروا یا اولی الابصار عبرت پکڑین خصوص ...جماعت کہ دلی نعمت کے خوان دولت سے مدتون تک پرورش پاکے نہایت دولتمند ہوئی ہو ...نمک خوار مورونی ہو جسپر بہت احسان ہون وہ جزائے اعمال سے نڈر ہوکر نمک حلالون کے طریقہ کے برخلاف

امیرالامرا سید حسین علی خان کا مارا جانا۔

اپنا شعار اور مزید اعتبار کا سرمایہ بنائے اور بیباکی کرکے ایسے خاندان کی دولت خداداد کے
کمر باندھے جو عالم و اہل عالم کے فیض کا چشمہ ہو وہ کیسے ایسے کام پر کمربستہ ہوسکتی ہے جس سے
جو بوئینگے وہ کاٹینگے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ کو سید عبداللہ خان شاہجہان آباد سے
چالیس کوس پر پہنچا۔ پہر رات گئی تھی کہ عزت خان کا بھیجا ہوا شتر سوار رتن چند کا یہ شقہ لایا کہ
حسین علی خان و عزت خان و نوراللہ خان کشتہ ہوئے۔ اب اس قصہ کی شرح سنو سلطنت
تیموریہ کے خاندان کا انتظام جاتا رہا تھا۔ دونوں بھائیوں کے تسلط کے لئے کل امور ملکی و مالی
رتن چند کے اختیار سے جو سوائے قوم بارہ اور قوم بقال کے کسی پر نوازش نہیں کرتا تھا
سب چھوٹے بڑے متنفر تھے اور ہر دیار کے شرفا خواری اور بے اعتباری سے زیست کرتے
تھے۔ اعتماد الدولہ محمد امین خان چین بہادر جانتا تھا کہ باوجود عہد و پیمان کے جس وقت
حسین علی خان کو قابو لیگا تو جیسا کہ دونوں بھائی بادشاہ فرخ سیر کے ساتھ ایفاء عہد
بجالائے ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی وعدہ پورا کرکے ہمارا وعدہ پورا کرینگے اس لئے وہ ہمیشہ
بارہ کی زوال دولت کے درپے رہتا لیکن بغیر کسی رفیق شفیق کی مدد کے اس امر خطیر میں
اقدام کرنا صلاح کار نہیں جانتا تھا اب اُس کو سعادت خان عرف میر محمد امین مل گیا جسکا حال یہ ہے
کہ میر السید شمس الدین نیشاپوری حسینی موسوی یعنی اولاد جناب موسی کاظم سے تھا اُس کے
دو بیٹے تھے بڑا میر محمد باقر اور چھوٹا میر محمد امین۔ وہ ۱۱۱۰ھ میں بنگالہ میں آیا میر محمد باقر
ساتھ لایا عظیم آباد پٹنہ میں اقامت اختیار کی۔ شجاع الدولہ ناظم بنگالہ نے اُس کی خبر لی
کی ۱۱۲۰ھ میں میر محمد امین عظیم آباد میں باپ کی زیارت کو آیا اور بڑے بھائی کے ساتھ
شاہجہان آباد میں آیا۔ فرخ سیر کی ابتدائی سلطنت میں منصب ہزاری پایا صوبہ اکبرآباد
کے محال عمدہ ہندوون و بیانہ کی فوجداری اُسکو سپرد ہوئی اپنی اصابت تدبیر و شجاعت
ذاتی سے اور سادات کی امداد سے نظم و نسق فوجداری میں مفسدون کی تنبیہ و تادیب میں قرار واقعی
کوشش کی خلعت ملا اور اضافہ پانصدی ہوا۔ کارطلبی و تردد جوئی میں یکتائے روزگار تھا

فرخ سیر مرحوم کے خون ناحق کی عداوت اُسکے دل مین جوش کرتی تھی۔ بادشاہ کے ایام کوچ
مین بعض مطالب کے سرانجام کے لئے لشکر مین آیا۔ اعتماد الدولہ کے ساتھ ہمدم و محرم و رفیق و جانبا
ہوا۔ میر حیدر خان کاشغری جو ترکان الوس جغتائیہ سے تھا اور میر شمشیر اُسکا لقب تورانی تھا
اس لئے اُسکو میر کہتے تھے۔ مرزا حیدر فرمانروائے کشمیر مصنف تاریخ رشیدی اسکا جد کلان تھا
یہ تاریخ احوال تیموریہ مین اُس نے تالیف کی تھی۔ سید حسین علی خان کے رشتہ حیات کے منقطع
کرنے پر اُسکو راضی کیا۔ اس ارادہ کے اقدام مین مصلحت کی جو کسی کے وہم و گمان مین بھی نہ تھا
مصلحت کرکے تینون باہم اس ازمین محرم جانباز ہوئے اور اخفائے راز کے باہم عہد و پیمان
ہوئے۔ اس از کے اخفا مین اتنی کوشش کی گئی کہ بادشاہ اور قمر الدین خان پسر اعتماد الدولہ کو بھی
اطلاع نہ ہوئی اور سوائے والدہ بادشاہ اور صدر النسا کے جو سید عبد اللہ خان کی دست گرفتہ تھی
کوئی اور شریک مصلحت نہ تھا۔ ششم ذیحجہ ۱۱۳۲ھ کو بادشاہ منزل نورہ مین آیا جو فتحپور سے ۳۵ کروہ غربی
تھی بادشاہ دولتخانہ کے قریب پہونچا تو اعتماد الدولہ اپنی طبیعت کی علالت کا اظہار کرکے
حیدر قلی خان بہادر کے پیش خانہ مین چلا گیا۔ بادشاہ حرم سرا مین داخل ہوا تو سید حسین علیخان
بادشاہ سے جدا ہوکر گلال بار کے دروازہ کے نزدیک پہونچا۔ میر حیدر خان کہ حسین علیخان کا رفیق
تھا اور اُسے باتین کرنے کی اجازت تھی جان سے ہاتھ دھوکر امیر الامرا کی پالکی پاس آیا اور
ایک عرضی لکھی ہوئی اُس پاس تھی وہ حسین علی خان کے ہاتھ مین دی وہ اُسکے پڑھنے مین لگا
اُس نے اپنا حال بیان کرنا اور اعتماد الدولہ کی شکایت کرنی شروع کی اس طرح غافل کرکے
چستی و چالاکی سے ایک خنجر آبدار اُسکے پہلو مین مارا۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ ایک اور مغل کو بھی
اُس نے رفیق کیا تھا اُس نے بھی اپنی تلوار امیر الامرا کے پیٹ مین گھسائی مگر اُسکی کچھ اصل نہین ہی
اول زخم جان ستان سے حسین علی خان کا کام تمام ہوا۔ اس جلدی مین نور اللہ خان اور سید اللہ خان
نے جو عم زادہ مقتول تھا اور پالکی کے ساتھ پیادہ ہمراہ تھا میر حیدر خان کو تلوار سے مار ڈالا۔ روایت
ضعیف یہ بھی ہی کہ میر مشرف نے بھی پہونچکر اُسپر حربہ چلایا اور کام تمام کیا اور دوسرے مغل کو بھی

مارڈالا اور خود زخمی ہوا۔ جان سلامت لے گیا۔ مغلون نے ہر طرف سے ہجوم کرکے نورالحسن کو
کشتہ کیا اور حسین علی خان کا سر بطریق ارمغان بادشاہ پاس لے گئے۔ خواجہ معقول خان کا بھائی
(خواجہ سرا) سادات نے دست و پا زنی کرکے اپنے دو تین زخم لگوائے۔ تین چار روز بعد اپنے
مرگیا۔ حسین علی خان کا ایک سقہ اور خاکروب شرط خدمت، دستور بجا لائے کہ روتے ہوئے
تلوار اور نیزہ ہاتھ مین لئے ہوئے صف ہجوم کو چیرتے پھاڑتے تسبیح خانہ کے نزدیک تک
مغلون کے پیاپے گولون اور تیر سے ہلاک ہوئے۔ محکم سنگھ کے بخشی مصطفےٰ خان نے جب
خانہ جنگی اور حسین علیخان کے ساتھ شورش کی خبر سنی تو وہ، محکم سنگھ کے ہمراہیون کی ایک
لیکر بغیر مقدمہ کی تحقیق کے محکم سنگھ کی اجازت بغیر گلال بار کے دروازہ پر آیا کثرت اژدحام
راہ نہ ملی تو دوسری طرف سے دیوان خاص کے سراچہ کو پھاڑ کر ننگی تلوار لئے گالیان دیتا ہوا
آیا۔ مغلون کے تیر و گولی سے دو تین آدمیون کو زخمی کرا کے جان سلامت باہر لے گیا۔ حسین علیخان
توپخانہ کے بعض آدمیون نے گلال بار کی اطراف مین تفنگ اور رال بچھنگی کے گولے مارے۔

جس وقت امیر الامرا کے بھانجے عزت خان نے امیر الامرا کے قتل کی خبر سنی تو
آنکھون مین عالم سیاہ ہوگیا۔ اُسی لحظہ تہوری کو کار فرما ہوکر پانچسو سوار کی جمعیت کو
ساتھ لے ہاتھی پر بیٹھ دولت خانہ کی طرف متوجہ ہوا۔ حیدر قلی خان بہادر ابتدا مین سپہ سالار
سے انتقام لینے کی مصلحت مین شریک اور ہمراز نہ تھا لیکن جب اُس نے بادشاہ کو اور
سلطنت مین بے اختیار دیکھا اور مدار کار رتن چند اور ہندوؤن کے قبضہ اقتدار مین دیکھا
اور مشاہدہ کیا کہ صاحب مدار جو صاحب السیف والقلم ہندوستان کے سمجھے جاتے ہین اپنی
رائے اور شمشیر بارہ کے مقابل مغل ایرانی اور تورانی کے وجود کو معدوم جانتے ہین اور یہ نہین
سمجھتے کہ ایک جماعت ہزار دو ہزار کوس کی مسافت بعیدہ طے کرکے آئی اور اپنے جوہر ذاتی
و شمشیر ورائے صائب سے مملکت وسیع ہند کو بابر بادشاہ نے بادشاہان ذوی الاقتدار اور
راجہ ہائے نامدار سے مقابلہ و مقاتلہ کرکے تسخیر کیا ہے اور دو سال سے زیادہ خاندان

عزت خان کا بادشاہ پر حملہ کرنا اور مارا جانا

صاحب قران کے نمک پروردہ ہین کیونکر اپنے ولی نعمت کو بے اختیار دیکھکر اس عار کی برائی کو
گوارا کرینگے اس لئے اس شیر بیشۂ حیدری کے دل مین انتقام کا کانٹا کھٹکتا تھا جب دیکھا کہ
بادشاہ کا طالع یاور ہوا تو اُس نے فدویت پر کمر حمیت کی اور دونون لڑائیون مین جنکا اوپر ذکر ہوا
بڑی بہادری کے کام کئے۔ غرض ہر گوشہ وکنارہ مین صدائے داروگیر بلند ہوئی تو حیدر قلی خان
بہادر کی رہنمونی سے اور اعتماد الدولہ کے حکم سے سعادت خان اپنے جوہر ذاتی کے سبب
دیوانہ گستاخانہ اُس وقت بادشاہ کے سراچہ محل مین پہونچا کہ بادشاہ اندر تھا دونون
بھائیون کے ہوا خواہ بادشاہ کے حق مین ارادہ فاسد رکھتے تھے۔ نواب قدسیہ بیگم مہاوری
کے سبب سے بادشاہ کے باہر جانے کو منع کرتی تھین۔ سعادت خان اپنے شانہ پر شال ڈال کر
گستاخانہ محل کے اندر آیا اور منت سماجت کرکے بادشاہ کا ہاتھ پکڑکے محل سے باہر لایا اعتماد الدولہ
نے بادشاہ کو ہاتھی پر سوار کرایا اور خود خواصی مین بیٹھا۔ بادشاہ کے سائے آدمی متفرق ہوگئے
تھے اور امرا جا بجا اپنے مکانون مین بادشاہی گھوڑون اور ہاتھیون کو لے گئے تھے سوار
محمد امین خان چین بہادر و قمر الدین خان بہادر اور چالیس پچاس جانباز مغلون کے اور
توپخانہ کی ایک جماعت کے کل مجموعہ سو دو سو سوارون کا بھی بادشاہ کے رکاب مین نہ تھا حیدر قلی خان
بہادر سواری کے لئے ہاتھی گھوڑون کی اور توپخانہ کے آدمیون کی گرد آوری مین مصروف ہوا جمعیت
سعد و دجو بادشاہ کی رکاب مین تھی وہ اور قمر الدین خان بہادر و سعادت خان عزت خان کے مقابل
ہوئے۔ عزت خان شیر تیر خوردہ کی طرح غراتا ہوا شجاعت و تہوری کی داد دیتا تھا اور پیشقدمی
کرتا تھا طرفین سے داروگیر کی صدا بلند ہوئی۔ بارہ کے دلاورون نے بہادرانہ معرکہ کارزار مین
قدم رکھا اور مغلان ایران و توران کے مغل بھی رستمانہ چقلشین کرتے تھے اور جان نثار ایک دوسرے
پیشقدمی پر سبقت لیجانے کے لئے تردد نمایان کرتے تھے۔ ہر ساعت بارہ کی فوج بڑھتی
تھی اور بادشاہ کے بھی ہمرکاب آدمی زیادہ ہوتے جاتے تھے دونون طرف سے بلا فاصلہ
تفنگ اجل کے تگرگ وزالہ گولہ اور تیر جانستان برستے تھے قمر الدین خان بہادر و حیدر قلی خان

بہادر نے ہنگامۂ رزم کو ایسا گرم کیا کہ سب طرف سے واہ واہ ہوتی تھی۔ بادشاہ خود بھی دشمن
چلاتا تھا۔ غارتگرون نے سید حسین علی خان کے بازار اور کارخانون کو لوٹنا شروع کیا اور
خیمون مین آگ لگادی۔ صمصام الدولہ خان دوران بہادر منصور جنگ، اپنی افواج کے
بادشاہ کے لشکر مین شریک ہوا۔ اسی عرصہ مین عزت خان کے بندوق کا گولہ لگا جس سے
جان گئی اور فوج بارہ متفرق ہوئی۔ بادشاہ کی فتح کا نقارہ بجا۔ اسی ہنگامہ مین بازار کے
رستے اور صراف خانہ اور حسین علی خان کے اکثر کارخانے مع خزانہ کے ارابون کے جو تھے
پہنچے تھے لٹ گئے۔ اس لوٹ کا حساب کروڑ روپیہ کا کیا جاتا ہے۔ جواہر خانہ اور خزانہ کے
رہا تھا وہ سب تاراج سے محفوظ رہا ضبط بادشاہی مین آیا۔ پوچ اور بے سروپا آدمیون سے
دل دو بھائیون کے بغض سے بھرا ہوا تھا حسین علی خان کی ایسی بے حرمتی کی کہ اُسکا بیان
بادشاہ کی مراجعت کے بعد حیدر قلی خان بہادر نے محکم سنگھ کی جان و آبرو کی امان
اور عنایت بادشاہی کا پیمان کرکے اپنے پاس بلالیا اور اُسکے جرائم معاف کراکے منصب
ششہزاری اور بعد ازان ہفت ہزاری کا منصب دیدیا مگر اُس نے اس نعمت کی قدر
اعتماد الدولہ نے رتن چند پاس پیغام استمالت مکرر بھیجے اُس نے آبرو و جان کے بچنے کا
محال کرکے ہاتھی سے اُتر کر پالکی مین بیٹھکر دولت خانہ کا قصد کیا۔ مغلون اور بازار کے
اور بیکار تماشائیون نے جنکے دل اسکے اطوار نا ہموار سے دانہ ہائے انار کی طرح پرخون تھے
اُس کو پالکی سے اُتار کر خوب جوتی پیزار لات مکّے سے خبر لی اُسکے کپڑے اُتار کر ننگا
ننگا کردیا۔ اس کو اعتماد الدولہ پاس لائے اُس نے اُسکو کپڑے پہننے کے لئے دیئے اور
وزنجیر کا زیور اُسپر اور زیادہ کیا ؎

آن را کہ چنان کند چنین آید پیش

رائے سرومن دو اس کالیستھ جو قدیمی نوکر اور وکیل سید عبداللہ خان کا تھا فقیر بنکر اپنے آقا کی خدمت
میر علی خان خدمتگار سید حسین علی خان کہ صاحب فیل و مکنت تھا دس پندرہ روز مقید

لڑائی مین زخمی بھی ہوا تھا وہ بادشاہ کی خدمت مین آگیا غرض سیدون کے رفیق کچھ عبداللہ خان
بھاگ گئے کچھ بادشاہ سے آن ملے سپاہ جو کسی طرف نہ بولی تھی وہ بادشاہ سے مل گئی۔ اب
حسین خان نے اس لئے کہ عوام الناس اُسکو برا نہ کہین کہ سیدون کو قتل کرڈالا عزت خان
میر الامرا و نورالدین خان کے تابوت کو زربفت مین لپیٹا اور اُنکی نماز پڑھی اور یہ پکار کر
کہ اے یارو شیر پڑے سوتے ہین اور جنازون کو اجمیر شریف روانہ کیا کہ اُنکے باپ کی
قبر کے نزدیک خاک مین سپرد کرین سید عبداللہ خان نے مکرر سہ کرر کہا کہ ایسا معلوم ہوا کہ
صبح کے وقت کہار میسر نہین ہوئے اور تابوتون کے غلاف لٹ گئے۔ (بعض کہتے ہین
کہ شرارت سے تابوت زرباف کئے گئے تھے کہ وہ رستہ مین لٹ جائین) اور صندوق پڑے رہے
دفن نہ ہوئے۔ پھر خارج سے معلوم ہوا کہ اُنکو اجمیر مین لیجا کر دفن کیا۔

غرض امیر الامرا کو وہی صورت پیش آئی جو فرخ سیر کو پیش آئی۔ دنیا مین یہ ایک
انتظام کی عمدہ مثال ہی کہ جو فرخ سیر نے اورون پر ظلم کیا وہ اُسپر سیدون نے کیا اور جو
سیدون نے اُسپر ظلم کیا وہ اورون کے ہاتھ سے سیدون پر ظلم ہوا۔ کیا خوب سودا نقد ہی اس ہاتھ
دے اس ہاتھ لے۔ سادات کو اس مغل کی کچھ شکایت نہین ہونی چاہیے یہ تو وہی قتل تھا جس کو
انھون نے خود انتظام ملکی مین داخل کیا تھا جو راہ اُنھون نے اورون کے لئے نکالی تھی
اُسپر خود چلنا اور جو کنوان اورون کے لئے کھودا تھا اُس مین خود گرنا پڑا۔

امرا کے خطاب

اعتماد الدولہ کو ہشت ہزاری ہشت ہزار سوار دو اسپہ کا منصب اور ایک کروڑ پچاس لاکھ
دام انعام اور وزارت سپرد ہوئی وزیر الممالک ظفر جنگ کا لقب ملا میر بخشی کی خدمت صمصام الدولہ کو
ملی ہفت ہزاری پر ایک ہزاری کا اضافہ ہوا اور امیر الامرا کا خطاب ملا قمر الدین خان بہادر کو
بخشی دوم کی اور داروغہ غسل خانہ کی اور اور خدمات عطا ہوئین اور ہزاری ہزار سوار کا اضافہ ہوا
حسین قلی خان بہادر کو شش ہزاری شش ہزار سوار دو اسپہ یک اسپہ کا منصب ملا اور ناصر جنگ
خطاب ہوا۔ سعادت خان کو پنجہزاری پنجہزار سوار کا منصب اور سعادت خان بہادر کا

سید عبداللہ خان کے مرنے کی خبر پہونچی اور سلطان ابراہیم کا بادشاہ بننا۔

خطاب اور نقارہ عنایت ہوا۔ غرض ہر ایک قدیم اور جدید خانہ زاد اور والا شاہی نوکر
جشن تردد جانفشانی مورد عنایات ہوا۔

سید عبداللہ خان شاہجہان آباد سے چالیس کوس پر تھا کہ بھائی کی سناؤنی آئی
اُسکی آنکھون مین عالم سیاہ ہوگیا۔ سوائے صبر کے کچھ اور چارہ نہ تھا۔ روتا پیٹتا شاہجہان
کی طرف چلا۔ اس خبر کے آنے کے بعد اُسکے بعض ہمدمون نے مصلحت تبلائی کہ پہلے اس
اطراف کی فوج بادشاہ سے ملے اور حسین علی خان کا لشکر بادشاہ سے گرویدہ ہو بہت جلد
پہنچے یہ مصلحت اُس نے پسندیدہ نہین کی اور کہا کہ اب بادشاہ مستقل امرار اُسکے ساتھ
فوج خاطر شکستہ اب بادشاہ سے لڑانا اسکے بغیر نہین ہو سکتا کہ عالمگیر کی نسل مین سے کسی
بادشاہ بنائے اور اُسکے استحقاق سے سامان بہم پہونچائے اور امیرون کو اپنا حامی
غرض اس عمر رسیدہ سید کو جسقدر غم پر غم اور رنج پر رنج بڑھتے گئے اتنی ہی اُسکی عقل
زیادہ بڑھتی گئی اب اُسکی ہوا ایسی بگڑ گئی تھی کہ جب وہ شاہجہان آباد کو چلا ہے تو
بسیرا اور پیش خانہ پر سیواتیون اور مفسد پیشہ زمیندارون نے ہر طرف فراہم ہو کر تاخت کی
آیا اُسے لوٹ کر لیگئے۔ ہر چند دل باختہ فوج تعین کی جاتی ہے کچھ فائدہ نہ ہوتا ایک جماعت
کچھ آدمی کشتہ ہوئے۔ ایک قافلہ جس کے ساتھ بعض کارخانجات حسین علیخان کے تھے شاہجہان
جاتا تھا وہ سید عبداللہ خان کے لشکر سے دو تین کوس پر مع کارخانجات و مال و ناموس
غارت غول ہوا۔ سید عبداللہ اور کل سادات کی جاگیر مین رعایائے مالگذار اور اطراف
مفسد پیشہ زمیندارون نے اتفاق کر کے عمال جاگیر کو بیدخل اور اخراج کیا اور انتظام
محصول خریف پر زیادہ تر رعایا پر گنات متصرف ہوئی۔ سید عبداللہ خان نے شجاعت
اور مرتضیٰ خان کو دار الخلافہ روانہ کیا اور اس بارہ مین نجم الدین علیخان صوبہ دار شاہجہان
خط لکھا اور سپاہ کو بھی اشارہ کیا کہ کسی شاہزادہ کو بادشاہ بنانیکے لئے تیار کرین۔

۸ ذیحجہ ۱۱۳۲ھ کو نجم الدین علیخان کو یہ خبر پہونچی تو اُس نے کوتوال کو سوار

سلطان ابراہیم کی چند روز سلطنت اور اسکی گرفتاری محمد شاہ کا دوبارہ تخت نشین ہونا

...یکبارگی اعتماد الدولہ کے گھر کو گھیر لیا۔ اعتماد الدولہ کے آدمیون کو پہلے خبر ہوگئی تھی انہون نے ...ین جابجا مورچال بنالئے تھے بمصالحہ جنگ تیار تھا وہ انند کے تار بجا رہے تھے انہون نے ...مضرت مین کوشش کی سید عبداللہ خان نے اعتماد الدولہ کے قبیلہ و ناموس سے پرخاش کرنے کو ...شجاعت اللہ خان و مرتضیٰ خان اور جہاندار شاہ کے بیٹون کے پاس تکلیف سلطنت ...کے۔ انہون نے دروازہ بند کرلیا منت سماجت کے بعد انکو اندر آنے دیا اور آنیکا سبب پوچھکر ...جواب درشت دیا اور سلطنت کو قبول نہ کیا یہان سے مایوس ہوکر نیکوسیر پاس گئے تو اُس نے بھی انکا ...پھر سلطان ابراہیم خلف رفیع الشان پاس آئے اپنی غرض عرض کی کہ آپکے بادشاہ ہونے سے ...کی ایک جماعت کی جان بخشی ہے بعد گفت و شنید سلطان محمد ابراہیم نے سلطنت قبول کی۔

۱۱ ذی الحجہ ۱۱۳۲ھ سلطان محمد ابراہیم کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور ابوالفتح ظہیر الدین ...ابراہیم لقب رکھا۔ دو روز بعد سید عبداللہ خان شاہجہان آباد مین داخل ہوا اور بادشاہ ...خدمت مین آیا غازی الدین خان خالب جنگ کو منصب ہشت ہزاری میر بخشیگری کا ...اور خطاب امیر الامرائی کا عنایت کیا اور نجم الدین علیخان کو بخشیگری دوم صمصام الدولہ ...سادات خان کو بخشی گری سوم۔ اور بیرم خان کو بخشی گری چہارم مقرر کیا۔ مراتب و مناصب ...دیگر امرا کی دلداری کی۔ رفیع الدرجات کے ایام سلطنت مین جو جماعت مساعدت زمانہ سے ...پاس تھی ان مین سے ہر ایک کو طلب کرکے استمالت کی اور اُن کو اسی روپیہ در ماہہ پر سپاہ ...آوری کے لئے سرگرم کیا حامد خان کی جاگیر ضبطی سے نکال دی منصب قدیم پر اضافہ ...کیا۔ اعتقاد خان مغضوب کو پھر منصوب کیا شائستہ خان و سیف خان و اسلام خان ...صفی خان کی بہت چاپلوسی کرکے عنایتون کا امیدوار کیا۔ اور رفاقت کی تکلیف دی ...اسلام خان و صفی خان نے بہ لطائف الحیل پہلوتہی کی سیف خان و اعتماد خان نے منصب قبول کرکے ...سپاہ کی نگاہداشت کے لئے روپیہ لیا اعتقاد خان کا دلخواہ مدعا حاصل ہوا کچھ دنون رفاقت ...پھر اثنار راہ سے دار الخلافہ کی طرف چلا آیا اسی طرح قدیم ملازمون کی جو ان دنون مین

خانہ نشین تھے پرداخت کی سید عبداللہ خان کے قدیمی نوکر جو پچاس روپیہ ماہوار
اُنکے سراسری اسّی روپیہ درماہہ مقرر ہوا قدیم وجدید نوکرون مین اس اشتراک کی
و نجباد پواج وبے سروپا آدمیون مین تمیز باقی نہ رہی اس سبب سے باوجود شائستہ
قدیمی فوج کی شکستہ خاطری وبیدلی ہوئی سید عبداللہ خان کی فوج کا بخشی
محبت رکھتا تھا اور رتن چند کے تسلط سے متنفر تھا اور عبداللہ خان کے ساتھ
بسر کرتا تھا۔ اُس نے فوج جدید کی نگہداشت مین جوانون اور گھوڑون کے
امتیاز نہین کی نجم علیخان اور بعض اور عمدہ امراء کے سرکارنے ندائے عام دیدی کہ
چھوٹا ٹٹو اور بوڑھا لنگڑا گھوڑا لائین اُسکو بھی صحیح کرین جہان کوئی باورچی دُھتے
قسائی کا شاگرد تھا وہ دس پندرہ کا ٹٹو جو حقیقت مین چار پانچ روپیہ زیادہ قیمت
خرید کراکے داغ کراتا اور یک ماہہ لیکر روپوش ہو جاتا۔ پاجیون کے سوا اشراف
سید عبداللہ خان کو مضطرب الحال دیکھکر یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ بہرحال قدیم نوکرون کے
ایک کروڑ روپیہ سپاہ جدید کے خرچ مین رائگان گیا۔ ثقات کی روایت ہو کہ عبداللہ خان کے
مخلص نے کہا کہ بندگان عالی کس لئے روپیہ کو بیفائدہ آدمیون کو دیتے ہین تو اُس نے جواب
لڑائی مارلی تو تمام ملک محمد شاہ اور خزانہ ہماری ملک ہے اور دوسری صورت مین یہ
اپنے ہاتھ سے بخشش کرین تاکہ دشمنون کے ہاتھ نہ آئے۔ اول یہ خبر آئی کہ محمد شاہ راجپوتانہ کی
جائیگا اس لئے سلطان ابراہیم نے شاہجہان آباد سے نکل کر عیدگاہ کو خیمہ گاہ بنایا
مین غلام علی خان محمد شاہ کے لشکر مین سے اور تہور علی خان اکبرآباد سے سید عبداللہ
پاس آئے غلام علی خان اور نجابت علی خان جو سید عبداللہ خان کا برادر زادہ
قلعہ و شہر شاہجہان آباد کی حراست کے لئے بھیجے گئے اور پھر محمد شاہ کی یہ خبر آئی کہ
کی راہ سے شاہجہان آباد کو آتا ہے تو عبداللہ خان نے فرید آباد کی راہ اختیار کی
فوج کے انتظار کے سبب آہستگی کے ساتھ قطع منازل کرتا تھا کہتے ہین کہ باوجود

...ختم وخدم مکاثر کے عہدہ دار اور خواجہ سرا وغیرہ سلطان ابراہیم کے محل کے ہمراہ بدون
...ں کے گھوڑون پر سوار ہوتے تھے۔ ہر منزل ومقام مین نامدار افغان اور بارہ وعمدہ
...یدارون کی افواج لشکر محمد ابراہیم مین آتی جاتی تھی اور حسین علی خان کے نوکر کہ محمد شاہ کے
...شکر کے رسالون مین نوکر ہوگئے تھے وہ یک ماہہ پیشگی لیکر جوق جوق سید عبداللہ خان کا لشکر
...یدہ ہوتا تھا سوار اور پیادہ کی نوکری کا بازار ایسا گرم ہوا کہ بڑا اور اچھا گھوڑا عنقا
...یا۔ ایک ٹنڈو دو تین جگہ صبح ہوتا۔ محمد ابراہیم شاہجہان آباد سے ۳۵ کوس چل کر پلول مین
...سیف الدین خان برادر سید عبداللہ خان وشہامت خان بیٹے اور بھائیون سمیت اور
...سید محمد خان خلف کلان اسداللہ خان وذوالفقار علیخان اور بارہ کے بہادرون کی جماعت جو
...سب ملکر بارہ ہزار سوار ہوتے تھے عبداللہ خان کے لشکر سے ملے ڈیڑھ دو سوار ایسے سادات
...سے بھرے ہوئے لشکر مین داخل ہوئے جن مین سے ہر ایک سید اپنے تئین بیس سوارون کی برابر گنتا تھا
...ہر ایک کی زبان زد تھا کہ جنگ کے روز ہم کو تیر وتفنگ کی درکار نہین جب مقابلہ ہوگا حملہ اول
...ہی برہنہ تیغ وخنجر لیکر شعلہ کی طرح توپخانہ کی آتش سے نکل کر مغلون کی فوج قول پر یورش کرینگے
...اصل کلام یہ ہے کہ دہم محرم ۱۱۳۳ھ کو ایک لاکھ سوار جمع ہوگئے جن مین چودہ پندرہ ہزار یا بوسوار تھے
...سوا انکے چورامن جاٹ ومکھم سنگھ اور ایک اور جماعت حسین علی خان کے نوکرون کی اور زمیندارون
...طرف کی سپاہ متفق ہوکر فوج مذکور پر اور زیادہ ہوئی۔ اس دن محمد شاہ کے لشکر کے
...ین ہاتھی اور چند قطار شتر چورامن جاٹ لوٹ کر بطریق تحفہ کے سید عبداللہ خان پاس لایا
...یہ نے یہ تحفہ اُسی کو دیدیا اب لشکر محمد شاہی مین حیدر علی خان میر آتش نے زرباشی بیدریغ
...یے اور بادشاہی لطف آمیز وعدے کرکے لوگون کی تالیف قلوب کی جو کام اُس نے
...توپخانہ سے روز جنگ مین لیا شاید کسی اور میر آتش کے عہد مین زمانہ سلف مین کیا گیا ہو
...دہم محرم کو نواحی منزل پون سے کوچ کرکے اور موضع شاہ پور سے گذر کر لشکر کا خیمہ لگا
...میر آتش اور امرار رزم کے تردد سے صفوف لشکر مرتب ہوئین باوجودیکہ افواج

محمد شاہی دشمن کی سپاہ سے آدھی تھی مگر اس مین سے ہر ایک دل سے جان نثاری
کرتا تھا عبدالصمد خان دلیر جنگ راجہ دھیراج سنگہ سوائی کا انتظار تھا مگر بعد مسافت
دونون کو بروقت پہنچنا میسر نہین ہوا مگر شروع جنگ مین راجہ جے سنگہ کی تین ہزار سپاہ
سوار حاضر ہوئے اور محمد خان بنگش بھی دو تین ہزار سوارون کے ہمراہ آیا شیر افگن
سات آٹھ ہزار سوار لیکر اور عزیز خان روہیلہ بازید خان میواتی یکہ تازون کے ساتھ
آئے اُسکے بعد محمد شاہ نے حیدر قلی خان کو توپخانہ کے ساتھ ہراول مقرر کیا سعادت
برہان الملک محمد خان بنگش کو میمنہ کیطرف اور صمصام الدولہ نصرت یار خان
ایک بہادرون کی جماعت کے ساتھ میسرہ کی جانب اعتماد الدولہ محمد امین خان
وعظیم اللہ خان و طالع یار خان کو بلتمش اور اعظم خان مردم کارزار دیدہ کے ساتھ
اشیر افگن خان و تربیت خان اور ایک گروہ فدویان عقیدت نشان کو بادشاہ نے اپنی
قول اور میر جملہ و عنایت اللہ خان و روشن الدولہ ظفر خان رستم جنگ و اخلاص
گوپال سنگہ بھدوریہ و راجہ بہادر کو چند اولی اور حراست کارخانہ جات پر مقرر کیا ایسے
وامین الدین خان و اسد علیخان و سیف اللہ خان کو ایران و توران کے جنگ آزمودون کی
ساتھ اور جے سنگہ سوائی کی فوج کو جا بجا یمین و یسار کی سپاہ کی کمک کے لئے ہمراہ سواری
اور جنگی ہاتھیون کو سازون و یراق اور اسباب ادوات حرب کے ساتھ آتش خانہ کے
کیا سید عبداللہ خان کو لشکر محمد شاہی کے شبخون مارنے کا خوف تھا اس لئے بعض
ہاتھیون پر بسر کرتے تھے ۱۲ محرم کو حسن پور کے سواد مین محمد شاہ کے لشکر سے
سید عبداللہ خان کا لشکر اُترا فوج کی آراستگی ہر روز تازہ ترتیب سے ہوتی تھی اور
ہو جاتی تھی ترتیب اس طور سے ہوئی کہ سیف الدین خان و سید محمد خان و شہامت
مع بیٹے و بھائیون کے تہور خان و شجاعت اللہ خان و ذوالفقار علی خان و عبد
و مظفر خان کو نجم الدین علی خان و غازی الدین خان غالب جنگ کی مدد کے لئے

...ان وسیف خان وبہرم خان ونعمت اللہ خان وامیر خان وسید صلابت وعبدالغنی خان
...ن خان افغان وعمر خان روہیلہ ودیندار خان جلال آبادی وعبدالقدیر خان وصبغۃ اللہ خان
...محی الدین خان وولیر خان وشجاع خان پلولی وعبداللہ خان ترین اور دلاورون اور بہادرون
...عت جمعین ہشتراشتی فیل سوار تھے صف کارزار مین سلطان ابراہیم کے دست راست ودست
...پر مقرر ہوئے اور سید عبداللہ خان خود ابوالحسن خان بخشی سائر اور ہیرامن بخشی مردم بارہ وسید علی خان
...سالہ کے ساتھ کہ قریب تیس ہزار سوار قدیم وجدید تھے اور ایک جماعت بارہ کے ہمراہ کہ کارزار کے وقت
...ہوکر بڑی بہادری سے لڑتے ہین اور کبھی کارزار سے منہ نہین پھیرتے ہین مستعد مقابلہ ہوا۔

۱۲ محرم کو ڈیڑھ پہر رات گئی تھی کہ محکم سنگھ مع خداداد خان مرزا کے فوج محمد شاہی سے
...ہوکر سید عبداللہ پاس آیا کہتے ہین کہ عبداللہ خان کے نوشتجات ان کے پاس اس مضمون کے
...پہنچے تھے کہ تمھارا مجرا نے کلی یہ ہے کہ تا بمقدور بارود خانہ بادشاہی کو آگ لگا کے ہماری
...ہین آوے انہون نے ہرچند اس کام کے لئے تلاش کی مگر حیدر قلی خان کے خرم سے وہ اپنے
...کو نہ کرسکے ناچار فرار کرکے دشمن سے جاملے جب صبح ہوئی تو محمد شاہ ہاتھی پر سوار ہوا
...سواری کے وقت بادشاہ کے حکم سے رتن چند کا سر پیرنجش نے جدا کرکے بطریق شگون ہاتھی
...پاؤن کے آگے رکھا حیدر قلی خان میر آتش نے اپنی چھوٹی بڑی توپون ورہکلہ تفنگ دہان کی
...ہین بلند کین کہ زمین لرز گئی دوپہر تک اس حالت نے امتداد پایا جب آفتاب ڈھلا تو
...عبداللہ خان کی صفوف مین انتظام نہ تھا لشکر کثرت سے تھا سپاہ کے سردار کسی کا کہنا
...نہ تھے خود سر تھے جو چاہتے تھے سو کرتے تھے۔ ایک جماعت کثیر کشتہ ہوئی اور نئے ملازم تھا کر
...سوار اور قدیمی نوکر جن کی شکایت کا جراحت مرہم اضافہ سے نہین بھرا تھا فرار ہوگئے مگر
...کے بہادرون نے بارہا بہادرانہ اور مردانہ قدم جرأت آگے رکھا رستمانہ حملے کئے خصوصاً
...الدین علی خان کے ستر ہزار سوارون نے توپخانہ کے مقابلہ مین ایسے حملے کئے
...فوج محمد شاہی تنگ آگئی اور اس کے بڑے بڑے جوانمردون کے پاؤن اکھڑ گئے اور

فوج درہم برہم ہوگئی۔ اس اثنا مین خانہ دوران بہادر منصور جنگ حیدر قلی خان ناصر جنگ
نجم الدین علی خان کے مقابل پہونچے اُن کی بہادری نے دشمن کے لشکر کو روکا نصرت
ودیانت خان بھی کمک کو آگئے۔ غرض اُنہون نے نجم الدین علی خان کے مورچال مین
کی پناہ مین تھا خلل ڈال دیا جب رات ہوگئی اور چاندنی نکلی تو حیدر قلی خان ناصر جنگ
توپ خانہ کی نامی توپین آگے لے گیا اور دشمن کو اُن کے چھوڑنے سے رات بھر
حیدر قلی خان نے روپے اشرفیون کی تھیلیان کھول کر مٹھیان بھر بھر کر توپچیون
دامن مین ڈالین اور مخالفون کو مارا۔ بڑی بڑی توپین برابر چھوٹتی تھین اور دشمن
کام تنگ کرتی تھین ۱۰۰۷ھ مین محمد شاہ بہمنی کی فرمانروائی دکن مین محمد خان
کی سم مین توپون کو کام مین لایا تھا اور جب ہی سے وہ ہندوستان مین شائع
جب سے اب تک کبھی ایسا توپ خانہ نہین چھوٹا جیسا کہ حیدر قلی خان کا اُس کے گولون
دشمنون کو ہرا دیا اور ہراس اُنپر غالب ہوا اکثر سردار پیادہ ہوکر لڑے اور د
قصبات مین بھاگ گئے اور جو ان مین اندھیری رات مین بھاگے اُنکو چورون
نے لوٹ لیا۔ آخر شب مین دشمن کے لاکھ سوارون مین سے سترہ اٹھارہ ہزار
سوار باقی رہ گئے اُنہون نے قدامت اور سید عبد اللہ خان کی روشنائی
کرکے توپ خانہ کے مقابل مین بھوکے پیاسے رات گذاری صبح کے قریب محکم
ہاتھی پر ایک گولہ لگا تو وہ گھوڑے پر سوار ہوکر ایسا بھاگا کہ پھر مدت تک کسی نے
کہ وہ مردہ ہے یا زندہ ہے جب دن ہوا محمد شاہ ہاتھی پر سوار ہوا رزم کا میدان
نجم الدین علی خان سادات بارہ کے ساتھ حیدر قلی خان کے توپ خانہ کے مقابل
واویزش بشدت گرم ہوئی کشش وکوشش سخت ہوئی باوجود توپ خانہ کے
کرنے کے نجم الدین علی خان نے ایسی بہادری دکھائی کہ میدان جنگ سے
لشکر کے پاؤن اُکھڑ گئے ہوتے کہ صمصام الدولہ منصور جنگ وقت پر کمک پر آگئے

فوج درہم برہم ہوگئی۔ اس اثنا مین خاندوران بہادر منصور جنگ حیدر قلی خان ناصر جنگ
نجم الدین علی خان کے مقابل پہونچے اُن کی بہادری نے دشمن کے لشکر کو روکا نصرت یار
ودیانت خان بھی کمک کو آگئے۔ غرض اُنہون نے نجم الدین علی خان کے مورچال مین جو
کی پناہ مین تھا خلل ڈال دیا جب رات ہوگئی اور چاندنی نکلی تو حیدر قلی خان ناصر جنگ
توپ خانہ کی نامی توپین آگے لے گیا اور دشمن کو اُن کے چھوڑنے سے رات بھر سونے
حیدر قلی خان نے روپے اشرفیون کی تھیلیان کھول کر مٹھیان بھر بھر کر توپچیون
دامن مین ڈالین اور مخالفون کو مارا۔ بڑی بڑی توپین برابر چھوٹتی تھین اور دشمن
کام تنگ کرتی تھین ۱۰۷۸ھ مین محمد شاہ بہمنی کی فرمانروائی دکن مین محمد خان
کی سعی مین توپون کو کام مین لایا تھا اور جب ہی سے وہ ہندوستان مین شائع
جب سے اب تک کبھی ایسا توپ خانہ نہین چھوٹا جیسا کہ حیدر قلی خان کا اُس کے گولون
دشمنون کو ہرا دیا اور ہر اس اپنہ غالب ہوا اکثر سردار پیادہ ہوکر لڑے اور
قصبات مین بھاگ گئے اور جو ان مین اندھیری رات مین بھاگے اُنکو چوروں
نے لوٹ لیا۔ آخر شب مین دشمن کے لاکھ سوارون مین سے سترہ اٹھارہ
سوار باقی رہ گئے اُنہون نے قدامت اور سید عبد اللہ خان کی روشناسی
کرکے توپ خانہ کے مقابل مین بھوکے پیاسے رات گذاری صبح کے قریب محکم
ہاتھی پر ایک گولہ لگا تو وہ گھوڑے پر سوار ہوکر ایسا بھاگا کہ پھر مدت تک کسی نے
کہ وہ مردہ ہے یا زندہ ہے جب دن ہوا محمد شاہ ہاتھی پر سوار ہوا رزم کا میدان گرم
نجم الدین علی خان سادات بارہ کے ساتھ حیدر قلی خان کے توپ خانہ کے مقابل
وآویزش بشدت گرم ہوئی کشش وکوشش سخت ہوئی باوجود توپ خانہ کے قیامت
کرنے کے نجم الدین علی خان نے ایسی بہادری دکھائی کہ میدان جنگ سے بادشاہی
لشکر کے پاؤن اُکھڑ گئے ہوتے کہ صمصام الدولہ منصور جنگ وقت پر کمک پر آگیا

شہید ہوئین درویش علی خان داروغہ توپ خانہ کی جان گئی اور دوست علی خان ایک
جماعت کے ساتھ زخمدار ہوا۔ نصرت یار خان بھی زخمی ہوا اس حال مین سعادت خان برہان الملک
شیر افگن خان مدد کو بارہ کے بہادرون کے صف کے مقابل آئے۔ سادات بارہ مین سے شہامت خان
نجابت یار خان مع برادر دیگ پسر دتہور علی خان و عبد القدیر خان برادر قاضی میر بہادر شاہی
عبد الغنی خان پسر عبد الرحیم خان اورنگ زیبی و غلام محی الدین خان و صبغۃ اللہ خان عرف
شجاع و پسر شجاع پلولی زخمی ہوئے اور خدا کو جان سپرد کی۔ محمد شاہ کے لشکر مین سے داروغہ
توپخانہ صمصام الدولہ و میر رام منشی حیدر قلی خان ناصر جنگ عبد الغنی خان داروغہ توپخانہ
محمد جعفر نبیرہ حسین علی خان اور بعض اور مردم بے نام و نشان کے کسی اور نے دنیا سے سفر
عقبیٰ کیا۔ اور کسی نامی آدمی کو آفت جانی نہین پہونچی۔ اس حالت مین کہ عبد اللہ خان نے
نظام الدین علی خان پر عرصہ کارزار تنگ دیکھا۔ بارہ کے دلاورون کی جماعت کے ساتھ آپکو
بڑھا کر بڑی بہادری دکھائی محمد شاہ کا ارادہ خود اُس سے لڑنے کے لئے جانے کا ہوا مگر ہوا خواہون
نے جانے نہین دیا۔ چورامن جاٹ نے اس پرخاش مین بہیر پر تاخت کرکے خوخی حد سے زیادہ کی
اور ایک ہزار گاؤ اور اکثر خچر پر تل کے اور چند شتر لوٹ کرلے گیا بادشاہ نے خود تیر چلایا اور
آخر اعتماد الدولہ پسر محمد امین خان و ہادی خان داروغہ نے اُسکو بندوقون سے مار کر بہیر سے
باہر نکال دیا۔ عبد اللہ خان نے سپاہ تازہ دم سے محمد شاہ کے لشکر مین تزلزل پیدا کیا کہ سعادت خان
برہان الملک و حیدر قلی خان ناصر جنگ نے عبد اللہ خان کی فوج کی کمرگاہ پر حملہ کیا اور
خوب لڑائی ہوئی۔ سید علی خان برادر حسن علی خان بخشی رسالہ زخمی ہوکر قید ہوا۔ حیدر قلی خان
نے دلیرانہ حملہ عبد اللہ خان پر کیا۔ سید بھی ہاتھی پر سے اُتر کر اور شمشیر ہاتھ مین لیکر بڑی شجاعت
سے لڑا دو زخم لگے اور تقدیر الٰہی سے زندہ معرکہ مین اسیر ہوا۔ حیدر قلی خان پر خدا کی رحمت ہو
کہ اُس نے ایسے وقت مین سید عبد اللہ خان کا احترام کیا اور سلام مؤدبانہ کیا۔ اس کی
توقیر کو واجب جانا کمال اعزاز اور دلداری کے ساتھ اپنے ہمراہ ہاتھی پر سوار کرکے

بادشاہ پاس لایا۔ نجم الدین علی خان نے بھی شیر افگن خان سے سخت جنگ کی اُس کے
تیر لگا۔ شیر افگن خان نے اُسکی طرح خاطر جمعی کی اور اُس کو اپنے ہاتھی پر بٹھا
عبد اللہ خان ہاتھی سے اُترا ہے تو اُس کے ساتھ دو تین ہزار سوار ہمراہ تھے اُس
دیکھتے ہی باقی فوج مع سیف الدین علی خان و شجاعت اللہ خان و ذوالفقار
و عبد اللہ خان ترین کے اس کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئی۔ یہ ضعیف روایت ہے کہ سیف
میدان رزم سے باہر نکل کر بارہ کو بھاگ گیا۔ غازی الدین غالب جنگ نے عبد اللہ
و نجم الدین علی خان کے مقید ہونے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر عبد اللہ خان کی
لیکر وطن کی راہ لی۔ محمد شاہ کے لشکر میں فتح کی عید ہوئی اور لشکر سادات بارہ
محروم ہوا۔ حیدر قلی خان ناصر جنگ سید عبد اللہ خان کو اور شیر افگن خان نجم الدین
محمد شاہ پاس لائے بادشاہ نے اُنپر کمال رافت و شفقت کی اور جان بخشی کی
جس سے ان دو گرفتاروں کی خاطر افگار مطمئن ہوئی۔ حیدر قلی خان ناصر جنگ
عبد اللہ خان سپرد ہوا۔ اور شیر افگن خان کو نجم الدین علی خان حوالہ ہوا۔ محمد شاہ
نوکروں نے مبارکباد فتح دی اور اُس نے سب کو علی قدر حال انعامات لائق سے سربلند کیا
تحسین و آفرین کی۔ عبد الغنی خان اور سادات بارہ جو بادشاہ کے لشکر میں آگئے تھے
دلمون رہے۔ سید عبد اللہ خان کے زر سرخ و سفید و جواہر مرصع و طلا و نقرہ و ہاتھی گھوڑے
مع تمام کارخانجات جو لوٹ سے باقی رہے تھے وہ سرکار میں ضبط ہوئے۔ سلطان ابراہیم
بے تقصیر نے بطریق الیغار فرار اختیار کیا تھا وہ دو تین کوس سے بادشاہ پاس پکڑ
نے اُس کی خاطرداری کی۔

۱۴ محرم کو اس فتح اور سید عبد اللہ خان و نجم الدین علی خان کے قید ہونے کی
شاہجہان آباد میں آئی تو گھر گھر اس نوید کے شادیانے بجنے لگے عبد اللہ خان
نجم الدین علی خان اور سرداران بارہ کی خدمہ کہ صدہا سے کم نہ تھیں اور فتح و نصرت

جذبسین تھین وہ بادشاہی آدمیون کے پہونچنے تک جو کچھ نقد وزیور لے سکین برقع یا پھٹی پرانی چادر پہن کے گھرون سے نکل کر شاہجہان آباد کے کوچہ بازارمین روانہ ہوئین چند نجیبہ سیدہ خواہش ایزدی پر صبر وشکیب کے اپنی جگہ پر رہین عبداللہ خان کاشی کہ سید عبداللہ خان کا معتبر ومعتمد تھا اور اُسکے متعلقون کی حراست اُس کے سپرد تھی اُس نے ایک جماعت کے ساتھ اتفاق کرکے امانت کے مال مین خیانت کی اور دولتمند ہوگیا غلام علی خان کہ سید عبداللہ خان کی طرف سے شاہجہان آباد کا حاکم تھا وہ تغیر وضع کرکے بارہ کوس گیا۔ نجابت علی خان کہ برادر حقیقی غلام علی خان کا اور عبداللہ خان کا متبنےٰ تیرہ چودہ برس کا لڑکا اور غلام علی خان کا بھائی تھا بادشاہی آدمیون کے ہاتھ مین گرفتار ہوا۔ بادشاہ نے اُس کو سید عبداللہ خان پاس بھیجدیا۔ ۱۰ محرم ۱۱۳۲ھ کو بادشاہ نے نیچوسے کوچ کیا اور لمبی منزلین طے کرکے ۱۹ کو شاہجہان آباد کے نزدیک آیا۔ سلطنت کے سرانجام کے لئے دو مقام کا حکم دیا۔ سیر سواری حضرت قطب صاحبؒ کی زیارت کی وہان سے آنکر بخشیون کو حکم دیا کہ جن امرا اور خانہ زادون نے سرکشی کی ہے اُن کو ردبرو لائین۔ حیدر قلی خان بہادر ناصر جنگ شش ہزاری کا منصب ہفت ہزاری منصب پر اضافہ کیا اور معز الدولہ کا خطاب دیا۔ ۲۲ کو شہر کی آئین بندی ہوئی بڑے تجمل اور شان سے دار الخلافہ کے قلعہ مین داخل ہوا۔ آخر ماہ محرم مین سیف الدولہ سید احمد خان بہادر دلیر جنگ وآغر خان لاہور سے آنکر ملازمت سے مشرف اندوز ہوئے اوائل صفر ۱۱۳۳ھ مین راجہ جے سنگھ اپنے وطن سے اور راجہ گردھر بہادر صوبہ اودھ سے آنکر عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوئے۔ نجم الدین علی خان کی بیٹی نواب قدسیہ بیگم پاس آگئی تھی بیگم کا ارادہ ہوا کہ اسکا نکاح محمد شاہ سے کرے مگر سید عبداللہ خان کو یہ امر ناگوار تھا اس لئے یہ لڑکی نجم الدین علی خان کے گھر مین بھیجدی گئی۔ خبر آئی کہ اورنگ آباد سے نظام الملک پایہ سریر آرا ہوا ہے وہ اُلٹا بیجاپور کے بندوبست کے لئے مصالحتاً چلا گیا۔

راجہ جے سنگھ وگردھر بہادر نے اس بات پر نظر کرکے کہ افواج کی آمدورفت اور گرانی غلہ سے

اکثر پرگنون کے باشندے بڑے پریشان حال ہورہے ہین اس لئے اُنھون نے بادشاہ سے التماس
کیا کہ جبتک عایا بحال ہو اور ملک کا بندوبست ہو جزیہ معاف کیا جائے۔ بادشاہ نے جزیہ معاف

راجہ اجیت سنگھ کی سرکشی

اس زمانہ مین زوال سلطنت کی علامت کوئی نہ کوئی ظاہر ہوتی جاتی تھی راجہ اجیت سنگھ کو
رفاقت کے جلدو مین گجرات کی حکومت عنایت ہوئی تھی جو اُس نے کسی زمانہ مین سادات کے ساتھ کی
اور اجمیر کی حکومت خود محمد شاہ نے اس شرط پر دی تھی کہ اگر بادشاہ اور سیدون کے درمیان
ہنگامہ برپا ہو تو اس مین کسی کی طرفداری وہ نہ کرے اور اگر کسی کی اعانت کرے تو بادشاہ کی
واحد آباد کے دونون صوبے راجہ کو محمد شاہ کی بقائے دولت تک حسب ضابطہ بادشاہی
راجہ سادات کا شریک و رفیق تھا اُسکو اپنا رفیق و معین بنانیکے واسطے محمد شاہ کی ماں نے یہ تجویز کی
دونون صوبون کا فرمان مع پنجہ کے نشان کے اُس پاس بھیجدیا تھا۔ اب اجہ نے ان دونون صوبے
آدمیون پر وہ ستم ڈھایا کہ خدا کی پناہ۔ بہت سے باشندے وہان سے بادشاہ کی حضور مین استغاثہ کے
آئے۔ یہان اہل دربار کو راجہ سے کینہ اس سبب سے چلا جاتا تھا کہ وہ سادات کا رفیق پرلے درجہ کا تھا
مذہبی تعصب کے سبب سے مسلمانون کے ساتھ ناحق کا وشین کرتا تھا۔ بادشاہ نے ان دونون صوبون سے راجہ کو
خارج کیا۔ گجرات کی صوبہ داری مظفر خان کو جو صمصام الدولہ و راجہ جے سنگھ سوائی کے متوسلین مین سے
تھا عنایت کی جب راجہ اجیت سنگھ کی معزولی کی خبر اس صوبہ گجرات مین منتشر ہوئی تو راجہ کے نائب
چاہا کہ حیدر قلی خان کے آنے تک شہر کو غارت اور تجار کو تاراج کرکے باہر چلا جائے۔ مہر علی خان بخشی جو
جو راجہ کی نیابت چند روز کر چکا تھا اور راجہ کے محاسبہ سے آزردہ تھا اور حیدر قلی خان بھی بخشی دکھ
اور صفدر خان ثانی سے ملول و دلگیر تھا ان دونون نے اتفاق کرکے اس نظر سے کہ راجپوتون کا
دفع ہوگا اور حیدر قلی خان کی خوشنودی حاصل ہوگی اور حسن خدمت کے حقوق اسپر متحقق ہونگے
جماعت افاغنہ اور رعایا کی جمع کرکے راجہ کے نائب کے سر پر جا چڑھے۔ ایک جنگ ہوئی اور راجپوتون
جمع کثیر کشتہ و زخمی ہوئی نائب مغلوب و محصور اپنی حویلی مین ہوا صفدر علیخان بانی کے خواہر
اعانت سے عزت و خواری کے ساتھ شہر بدر کیا گیا۔ وہ اپنے وطن جودھپور کی راہ مین

گیا ہوا چلا گیا اور مظفر علی خان جو اجمیر کا صوبہ دار مقرر ہوا تھا بسبب عسرت و بے سر انجامی کے
قصبہ رواڑی سے جو شاہجہان آباد سے تیس کوس ہے آگے نہ بڑھا تھا کہ یہ خبر آئی کہ اجیت سنگھ راجہ
جودھپور اجمیر میں آگیا اس پاس تیس ہزار سوار اور اطراف کے زمیندار اور راجپوت ہمراہ ہیں
اس سبب سے بھی مظفر علی خان نے رواڑی میں چند روز توقف کیا۔ راجا اجیت سنگھ نے اجمیر میں
داخل ہو کر اول منادی پھروائی کہ تمام قصبات و سہ دو کا ندار و اہل حرفہ اپنے پیشہ میں بے اندیشہ
و خاطر خشہ مصروف ہوں۔ مسجدوں کے مؤذنوں اور خادموں کو بلا کر اپنی بدنامی دور کرنے کے لئے
بہ قواعد اسلام کی تبعیت کے اظہار کے لئے تاکید کی کہ وہ اپنی مساجد کی تعمیر کریں اور تمام ارکان
بادشاہی کو بلا کر اُس نے محمد شاہ کا وہ فرمان دکھا دیا کہ جس میں قول قسم لکھے ہوئے تھے کہ محمد شاہ کی
بقائے عمر و دولت تک اجمیر و احمد آباد کی صوبہ داری راجہ پاس بحال رہیگی۔ اب اُس نے اپنے
عوائض اور اس فرمان کی نقل دیوان بادشاہی کے ساتھ صمصام الدولہ و روشن الدولہ پاس
بھجوائی اور عرضداشت میں یہ درخواست کی کہ احمد آباد کی صوبہ داری حضور کی مرضی کے لئے نذر
کرتا ہوں مگر اجمیر کی صوبہ داری کا امیدوار اور خواستگار ہوں اگر وہ بحال نہ رہیگی چشموں میں میری
آبرو نہ رہیگی اور جب آبرو نہ رہی تو جان لیکر میں کیا کرونگا اس لئے امیدوار ہوں کہ دونوں صوبوں
میں سے کوئی ایک صوبہ عنایت ہو۔ ان دونوں صوبوں کے ساتھ میرا سر اور میری جان وابستہ
ہے جب راجہ اجیت سنگھ کے یہ نوشتے آئے تو صمصام الدولہ قلت زر اور دشواری جنگ پر نظر
کر کے مصالحت پر اور ترک منازعت پر مائل ہوا اور کہا کہ صوبہ اجمیر میں اکثر بزرگوں کے مزار ہیں اور
دار الخلافہ کے نزدیک ہے اس لئے صوبہ گجرات اجیت سنگھ کے لئے بحال رکھنا سب سے
اور صوبہ اجمیر بادشاہ کے کسی مخلص کو دینا چاہئے مگر بادشاہ کا اور بعض ارکان دولت کا
خصوص حیدر قلی خان کا ارادہ یہ ہوا کہ راجہ کی تنبیہ و تادیب کرنی چاہئے۔ حیدر قلی خان کے
ساتھ اور امراء شریک نہ ہوئے تو اُس نے سعادت خان بہادر جنگ کو بلایا جو اس وقت
اکبر آباد کی صوبہ داری پر سرفراز تھا۔ وہ فوراً آیا۔ سامان کارزار درست ہوا مگر اور امراء اُسکے

ساتھ متفق نہ ہوئے۔ پھر بادشاہ نے بھی اعانت مین پہلوتہی کی۔ اتنے مین یہ خبر آئی کہ
تو سارا اسباب سپاہ نے اپنی تنخواہ مین لے لیا اور اُس نے صوبہ داری کا فرمان اور خلعت
خدمت مین بھیجدیا اور خود جیپور چلا گیا۔ اُسکے تعاقب مین بعض زمینداروں اور مفسدوں نے
بادشاہی ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ راجا اجیت سنگھ نے نارنول کو خوب لوٹا۔ جان
بازید خان سے راجہ کا مقابلہ نہ ہوسکا پھر راجہ سے صمصام الدولہ نے لڑنے کا ارادہ کیا
مغلیہ نے اُس کے ساتھ اتفاق نہ کیا۔ حیدر قلی خان اُسکے ساتھ متفق ہوا اور خیمہ سے باہر نکلا
مین صمصام الدولہ نے بادشاہ سے کہا کہ لڑنا مصلحت نہین ہے اگر راجہ کو فتح ہوئی تو
کیا ٹھکانا ہے۔ اور اگر راجہ کو شکست ہوئی تو وہ پہاڑون مین جا چھپیگا تو پیہ اور لشکر
جو اس کا علاج کریگا۔ پھر قمر الدین خان نے اس کام کا بیڑا اُٹھایا اور سید عبد اللہ خان
اور نجم الدین علی خان کی رہائی کی درخواست کی تو وہ نامنظور ہوئی۔ اجیت سنگھ نے
قبضہ کرکے رواڑی مین آیا جو نارنول سے پچاس میل پر ہے۔ اس کی روک تھام
سپہ الار کے نفاق و عدم اتفاق سے اور کام کرنے مین ناراضامند ہونے سے سا
عزم اور آزادی بیکار رہی اور آخر کار امیر الامرا صمصام الدولہ شہر سے باہر نکلا
دلجوئی بار بار کی۔ راجہ اپنے ارادہ سے باز رہا۔ راجہ جو یہ چاہتا تھا کہ اگر اجمیر
تو وہ گجرات کو چھوڑ دیگا اس کا متوقع وہ کیا گیا۔ نظام الملک اورنگ آباد
پاس آتا تھا۔ اُس کے آنے پر تمام تدابیر اور سرانجام و انتظام ملکی موقوف
تاریخ ہندی رستم علی مین سال نجم جلوس کے سوانح مین لکھا ہے کہ راجہ اجیت سنگھ
تنبیہ کے لئے شرف الدین خان ارادتمند خان امرار کی جماعت کے ساتھ بھیجا گیا
علانیہ بغاوت اختیار کی تھی اور اجمیر و سانبھر پر قبضہ کرکے وہ نارنول مین آیا
کے ساتھ راجہ جے سنگھ سوائی اور محمد خان بنگش اور گوپال سنگھ راجہ بھدا ور تھے ایک
سوار اور دو لاکھ سے زیادہ پیادے ساتھ تھے۔ راجہ اجیت اس خبر کو سنکر

...ول سے بھاگا اور گدھ بینی کے قلعہ مین پناہ لی. یہان وہ چند روز ٹھہرا پھر ایک اونٹ پر ...ہو کر جودھپور چلا گیا. امرائے شاہی کی معرفت درخواست کی اور اپنے بیٹے دھونکل سنگھ کو ...ے شاہی کے حوالہ کیا کہ وہ بادشاہ پاس اسکو لے جائین اس اثنا مین اجیت سنگھ کو اُسکے ...بیٹے بخت سنگھ نے مار ڈالا. دھونکل سنگھ نے دربار شاہی مین آکر باپ کی جانشینی کا ...حکم پایا. اپنے ملک کو اُس نے مراجعت کی اور وہان کا حکمران ہوا اُسکے بھائی بخت سنگھ نے ...محاصرہ کیا اور یہان کے راجہ کو بھگا کے آپ خود راجہ بن بیٹھا. اس سال مین راجہ جے سنگھ نے ...شاندار نیا شہر انبیر اور سنگانیر کے درمیان آباد کیا اور سوائی جے سنگھ کے نام پر ...اس کا نام رکھا. خافی خان لکھتا ہے کہ راجہ اجیت سنگھ کو نظام الملک کی آمد آمد کی خبر نے ...غفلت سے بیدار کیا اور اُس نے پیغام دیا کہ مین صوبہ احمد آباد سے ہاتھ اُٹھاتا ہون اور ...میر کے بحال رہنے کی درخواست کرتا ہون.

سلاطین نامدار کا دستور ہے کہ وہ رزم سے فارغ ہو کر بزم کی آرائش کرتے ہین اور اسکے سوا ...میر کی بیٹی سے بادشاہ کی شادی کا بھی جشن تھا ان دونون جشنون کے لئے سب اقسام کا اسباب ...مہیا ہوا اور سلخ جلوس کے عشر ثانی ربیع الاول مین ان جشنون کی تیاریان ہوئین. دستور کے ...موافق کو خلعت انعام ملے عشر ثانی ربیع الاول مین محمد امین خان چین بہادر نے انتقال کیا ...اسد خان کو وزارت کی نیابت تفویض ہوئی. نظام الملک بار بار بلایا گیا تھا. وہ ربیع الآخر ...عشر ثانی مین شاہجہان آباد کے نزدیک آیا. اسکی نسبت برہم کار منافقون نے بادشاہ سے ...نامناسب کہے مگر بادشاہ نے اُنکو نہ سنا. ۲۲ ربیع الآخر ۱۱۳۳ھ کو نظام الملک بادشاہ کی ...ملازمت سے شرف اندوز ہوا. پنجم شہر جمادی الثانی ۱۱۳۳ھ کو قلمدان و خلعت وزارت اُسکو عنایت ہوا. ...نظام الملک ہر چند چاہتا تھا کہ وزارت کا بندوبست اس طرح ہو کہ بادشاہ کی نیکنامی ہو ...جمع ہو مگر برہم کار مخل ہوئے اور انہون نے چند کلمات افترا بادشاہ کے کان ...مین کہے اور وزارت مین دخیل ہوئے. خصوصاً بادشاہ کی کوکی کہ ایک زن بیحد آفرین

پُرفن صاحب جوہر تھی خواجہ خدمتگار خان بادشاہ کا مقرب تھا اُسکے ساتھ وہ ہمراہ
ہوئی کفایت اور خزانہ جمع کرنیکے لئے وہ آدمیون سے بہت روپیہ پیشکش کے نام سے لیتی
بندوبست وزارت مین خلل ڈالتی۔ سادہ لوح بادشاہ کو اور مقرب بھی نظام الملک کی
بہکاتے رہتے۔ معزالدولہ حیدر قلی خان جو میر آتش مستقل تھا چرب زبانی سے مقدمات
مین دخیل ہوتا تھا جب نظام الملک نے حیدر قلی خان کی حرکات پر اشارہ کیا بادشاہ
ملامت سے نصیحت کی تو اپنے صوبہ احمد آباد کو روانہ ہوا اور وہان جاکر اکثر بندہائے بادشاہی
جاگیرین ضبط کرلین اُسکی جب فریاد ہوئی اور اُسکو فہمائش کی گئی اُس نے سنا نہین تو اُسکی
اطراف شاہجہان آباد مین احمد آباد کی جاگیرون کے عوض مین ضبط ہوئین۔

سید عبداللہ خان کی وفات

سید عبداللہ خان نے مسلخ ذی الحجہ ۱۱۳۳ھ کو اس جہان فانی سے روضۂ جاودانی
کہتے ہین کہ وہ مسموم ہوا لیکن اس مین عجیب بات یہ ہے کہ ثقہ آدمیون کی زبانی
جس وقت سلطان محمد ابراہیم و سید عبداللہ خان سے مقابلہ کے لئے محمد شاہ سوار
اُس نے خداے عہد کیا تھا کہ فتح اور مستقل سلطنت پانے کی صورت مین کسی
واستیصال نہین کرونگا خواہ اُس نے کیسی ہی بڑی تقصیر کی ہو۔ اور نظام الملک بھی
کی رعایت مین کوشش کرتا تھا اور جب خلا ملا مین ان دو بھائیون کا ذکر آتا تو
فرخ سیر کے بارہ مین وہ بے قصور بتاتا اور مدعیون کے مقابل مین وہ اصلاح مین
چنانچہ دونون بھائی جو نمک حرام اور حرام نمک لکھے جاتے تھے اُسکو منع کیا
ہوتا کہ وہ مسموم کرنے مین شریک ہوا ہو العلم عند اللہ۔

سید عبداللہ خان و سید حسین علی خان کی تفصیل

اگرچہ دونون بھائیون نے خصوصًا سید عبداللہ خان نے فرخ سیر کے شبکیے
رشوت لینے مین اور اجارہ کی سختی مین اور اور سلوکون مین ایسے کام کئے کہ
شکایت ہوئی مگر ان سب کامون کا سبب دیوان رتن چند تھا وہ خلق کی
کوشش کرتا تھا حسین علی خان دکن جانے سے پہلے زرکارسازی کے لئے

جاٹون سے لڑائی

تھا دکن مین جاکر اُسکو محکم سنگھ اور پیشکارون نے بگاڑا لیکن اسپر بھی اس زمانہ مین دونون
رعیت پروری اور کم آزاری مین کافہ انام مین ممتاز تھے۔ سید حسین علی خان بڑے بھائی سے
کمالون اور ارباب حاجت کے ساتھ زیادہ سلوک کرتا تھا اپنے وقت کا حاتم تھا۔ ہر روز
بہت طعام اور غلہ خام تقسیم کرتا تھا۔ اُس نے اورنگ آباد مین رفاہ خلق کے لئے ایک حوض
کے آدمیون کو پانی کی کمی کے سبب سے بہت تکلیف رہتی تھی۔ وطن بارہ مین سرائے اور پُل اور
مسجد بخیر تعمیر کرائین۔ سید عبد اللہ خان بھی تحمل و بُردباری و سعت خلق مین مشہور تھا۔
مغفور بھوپہ ملک التجار بندر سورت ایک کروڑ کئی لاکھ روپیہ چھوڑ مرا تھا جسکو فرخ سیر کے
ضبط کرنا چاہتے تھے مگر سید حسین علی خان نے یہ سب روپیہ عبد الحق پسر ملا عبد الغفور کو دلوادیا
سید کے لئے یہ ضرور ہے کہ وہ خُلق محمدی و سخاوت ہاشمی و شجاعت حیدری سے بہرہ تمام
ان دونون مین یہ تینون صفتین تھین۔ نظام الملک کی واپسی کے بعد اسکے سوا کوئی سرکر
نہ ہوا کہ برہان الملک سعادت خان بہادر کو صوبہ اکبر آباد کے علاوہ صوبہ اودھ حمت
صوبہ جدید کے انتظام کے واسطے برہان الملک گیا اور اکبر آباد مین اپنا نائب اپنا نیابتی کنٹھ
کیونکہ یہ نائب ہاتھی پر سوار جاتا تھا کہ ایک جاٹ نے درخت کی پھلنگ پر بیٹھکر اُسکو
نشانہ بنایا کہ دنیا مین اسکا نشان نہ رکھا سعادت خان بہادر کا ارادہ تھا کہ آنکر
صمصام الدولہ نے موقع پاکر راجہ جے سنگھ سوائی کو جو جاٹون کا پُرانا دشمن تھا انتظام
مہم سے آگرہ کا حاکم مقرر کردیا۔ سعادت خان فقط صوبہ اودھ ہی کا صوبہ دار رہ گیا۔
راجہ جاٹون کی تنبیہ اور تادیب مین تردد نمایان کرتا تھا مگر تراکم اشجار و شوار گذار
جاٹون کی ایسی پناہ گاہ تھے کہ انکا استیصال واقعی نہین ہوتا تھا۔ ایران و توران و افغانستان
سے توپخانہ اور مصالح قلعہ گیری اور دو لاکھ روپیہ کا خزانہ راجہ کے ہمراہ کیا گیا۔ راجہ
جنگل کو کاٹ کاٹ کر مورچالون کو بڑھانا شروع کیا اور جاٹون کی گڈھیون کو گھیرا
جاٹون کا بوڑھا راجہ تھا اُسکے قلعہ تھون کا محاصرہ کیا اور اُسکے بھتیجے بدی سنگھ کو

اپنے ساتھ متفق اور اُس کے استحقاق کے دعوے کی تائید کرکے جاٹون مین پھوٹ ڈال
جاٹ کے بیٹے محکم سنگھ نے باپ سے کچھ ایسی گستاخی کی کہ وہ باپ بیٹون کی شان کے لئے
اس لئے چوراسی زہر کھاکر مرگیا۔ محکم سنگھ اسکا جانشین ہوا۔ وہ احمق تھا۔ راجہ چھ
رفیقون کو توڑکر بدی سنگھ کا ساتھی بنا دیا۔ محکم سنگھ بھاگ گیا۔ نہم صفر ۱۱۳۵ھ مین قلعہ
اور ایک دو اور گڈھیان تسخیر ہوئین تو افواج بادشاہی کے تسلط سے جاٹ
مین بھاگ گئے اور آدھی رات کو اپنے گھرون مین آگ لگائی اور بارد ت خانہ
نقد و جنس جو اُٹھا سکے اُٹھاکر بھاگ گئے توپین اور غلہ بہت چھوڑ گئے جان سلامت
بندہائے بادشاہی کے تصرف مین گڈھیان آئین خزانہ کی بڑی شہرت تھی اسکا پتہ
بہت مکان اُسکے لئے کھدوائے گئے اس شرط سے بدی سنگھ راجہ ہوا کہ وہ بادشاہ کو

محمد شاہ کی سلطنت مین بھی عجیب غریب اتفاقات و حادثات وقوع مین
چنانچہ کابل مین قوم کا سید مشہد مقدس کا رہنے والا میر محمد جیلن آیا۔ اُس نے
صوبہ دار کابل کے ہان رسوخ پایا اور اُس کی کسی رشتہ دار عورت سے اپنا
یہ رشتہ تعلق پیدا ہوا تو کابل سے عالمگیر بادشاہ کے واسطے بہت تحفے
وغیرہ لیکر وہ روانہ ہوا۔ لاہور مین پہونچا تھا کہ عالمگیر کے مرنے کی خبر اس
وہ سب تحفے تحائف ستر اسی ہزار روپے کو بیچ ڈالے اور اس سرمایہ کو
توکل اور فقر کا جامہ پہنا۔ علم سے بے بہرہ نہ تھا دو چار طالب علمون کو شاگرد
نئی زبان کا رنگ جمایا کہ قدیمی فارسی کے الفاظ متروک جن سے لوگون کے کان
ان مین امالہ و اشباع و قواعد عربیہ خرچ کئے اور اُس کو اپنے شاگردون کو تعلیم
اپنی بات چیت کرنی شروع کی پھر ایک نیا مذہب اختراع کیا کہ پیغمبری اور
بیچ مین ایک درجہ بیگو گیت کا گھڑا اور خود بیگو گ ہونے کا دعوے کیا
تالیف کی اس کا نام اجورہ مقدس رکھا۔ گویا وہ اُس کی زبان مخترع

میر محمد حسین معروف بہ مخدوم ابدالی کا مذہب جدید

سیر خدا نے بھولی بھٹیاری کے محل (یہ مقام شاہجہان آباد سے دو میل کے فاصلہ پر ہے)
نقل کیا تھا یہ پہاڑی اسکے واسطے گویا کوہ طور تھی اسپر جاتا اور کوئی نہ کوئی ڈھکوسلا
وہ بیان کرتا تھا کہ ہر پیغمبر الوالعزم کے بعد نو بیگوگ ہوتے ہین خاتم الانبیا کے اول بیگوگ
علی مرتضیٰ اور آٹھوین حضرت امام رضا تھے نو ان بیگوگ مین ہون۔ امام ہشتم تک امامت
نبوت دونون ایک ہی شخص کی ذات مین جمع ہوتی تھین مگر بعد ازان دونون جدا ہوگئین
نبوت نے مجھ مین اور امامت نے حضرت امام محمد تقی مین انتقال کیا اور مین خاتم البیگوگیت
پانچ وقت کی نماز کے سوا صبح شام دوپہر کو تین بار وید مقرر کین جو یون پڑھی جاتین
کہ ایک صف کی شکل پر چار صفین ایک دوسرے کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑی ہوتین اور زبان فارسی
کے ساتھ پڑھی جاتی۔ غرض کفر کی باتین ایسی کرتا جو شخص مرید ہوتا اُسکا نام وہ نہایت
خوبصورت رکھتا اپنا نام نمرود الدہ نمرود وانمرود رکھا اور شاگرد کا نام فرالود رکھا۔ غرض وہ
کفر و بیہودہ افعال باطلہ کو شائع کرتا رہتا اور دنیا کو اپنے جال مین پھنساتا رہتا یہان تک
کہ سید کی نوبت پہونچی کہ خود بادشاہ فرخ سیر چھپ کر اُسکی ملاقات کو گیا تو اسکا دماغ ایسا
بگڑا کہ حجرہ کا دروازہ نہ کھولا جب بادشاہ بہت گڑگڑایا تو اُسکو اندر بلایا جب حضرت کو
بادشاہ نے نذر پیش کی تو اُسپر نظر نہ کی مگر بادشاہ کو اپنا تصنیف کیا ہوا مصحف نذر دیا اور اُسکی
پانسو روپیہ لے لیا جب حضرت سے بادشاہ نے اپنی نذر قبول کرنے کے لئے بہت کچھ کہا
تو کہا غریبون اور مسکینون مین اُسکو بانٹ دو۔ فرخ سیر کے عہد مین اُسکی یہ صورت رہی
محمد شاہ کا عہد آیا اس کے فرقہ نے اور بھی زور پکڑا۔ محمد امین خان وزیر نے اُس کے
قتل کا ارادہ کیا۔ نمرود اللہ کی گرفتاری کے لئے سپاہیون کو بھیجا تو حضرت نے
کوٹھون پر چڑھکر اپنی ایک پیاری شکل کی بیٹی کے ہاتھ روٹیان بھیجین اور سپاہیون سے
کہا کہ گھر کا ناشتا اتنے کرو مین آتا ہون کہ اتنے مین یہ خبر آئی کہ درد قولنج سے محمد امین خان کا
انتقال ہوا ہے یہ سُنکر سپاہی اُلٹے چلے گئے۔ جو لوگ تو ہمات باطلہ مین گرفتار تھے وہ یہ سمجھے

کران حضرت کی گستاخی سے درد تو لبج اُٹھا۔ یہان تک اس وہم نے لوگون کو گھیرا کہ
بیٹے قمرالدین خان نے اُس کی بھیٹ کے لئے پانچہزار روپے بھیجے۔ اب ان حضرت پاس
یہ خبر آتی ہو کہ وزیر کا دم لبون پر ہو بھلا ایسے وقت مین کیون نذر قبول کرکے دوا
بتہ لگانا جب نذر پیش ہوئی تو فرمایا کہ اُسے لیجاؤ۔ ہم نے اُس کاؤ کے جگر تیر ایسا مارا
زندہ نہ بچیگا۔ مین مسجد مین شہید ہونے کے لئے آبیٹھا ہون میر باپ بھی مسجد مین شہید
اگرچہ مین خود ایک دفعہ شہید ہو چکا ہون اب مین دوبارہ شہید نہین ہونگا۔ قمرالدین
گڑگڑا کر عرض کیا کہ کچھہ جواب لکھدیجئے تو یہ لکھدیا کہ تیر از کمان جستہ و آب از جوئ
ادا ایک قرآن کی آیت لکھدی جس کا حاصل مطلب یہ تھا کہ مومنین کے لئے شفا
واسطے خسارت اُترتی ہے۔ یہ لکھ کر کہا کہ لیجاؤ لیکن جب وہان پہونچوگے تو بیمار کو
یہی ہوا کہ آدمیون کے آنے سے پہلے وہ تیر اجل کا نشانہ ہوا۔ قاعدہ ہے کہ وزیرون
مرگ مفاجات مین زہر کھانے کا گمان ہوا کرتا ہے۔ مگر یہان ایک اور ہی زہر
جس کا کاٹا لوگون کے نزدیک نہ جیا۔ دو تین برس کے بعد یہ نمود و نمود نابود
پھر کچھہ مدت یہ سلسلہ اُن کی اولاد مین جاری رہا مگر ۱۱۹۶ھ مین کوئی اس نسل
اور نام لیوا نہ رہا۔

حیدر قلی خان

جب حیدر قلی خان کو خبر لگی کہ اطراف شاہجہان آباد مین اُس کی جاگیر
تو اُس نے بادشاہ کے بعض مقربین سے عرض کیا کہ جاگیرون کے ضبط ہونے کی
مجھہ سے نوکری کی توقع نہ رکھین حیدر قلی خان پر نالشین بہت سی ہوئین اور
حد سے گذری تو وہ احمد آباد کی صوبہ داری سے بدلا گیا اور غازی الدین خان
نظام الملک بہادر فتح جنگ اُس کی جگہ مقرر ہوا۔ یہ صوبہ داری دکن کی صوبہ
جاٹون کی مہم کے انفراغ کے بعد دوم ماہ صفر ۵ سنہ جلوس کو احمد آباد کے بندوبست
احمد آباد کو نظام الملک روانہ ہوا اور اُس کو یہ خدمت بھی سپرد ہوئی کہ اگرچہ

اطاعت نہ کرے تو اُس کی تادیب کرے۔ جب وہ اکبرآباد مین آیا تو حیدر قلی خان کی سالوسی
اور چاپلوسی کے خطوط معذرت آمیز نظام الملک پاس آئے۔ جب نظام الملک مالوہ مین آیا
ان خطوط سے معلوم ہوا کہ حیدر قلی خان کو جنون ہوگیا۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ نظام الملک کی
یہ سنی کہ وہ احمدآباد مین آیا ہے اور عوض خان بہادر افواج دکن کے ساتھ اور باجی راؤ
وغیرہ مرہٹے راجہ ساہو کے اس سے مل گئے ہین اور احمدآباد کے ہمراہی اُسکے مطیع ہوگئے ہین
اس کے تعارض کیا اور اپنی مالیخولیا کی شہرت دی۔ بادشاہ پاس بیٹے کے ہاتھ عرضداشت
بھیجی کہ مین بادشاہ پاس آنے کو مجبور ہون اور اُس کے بعد خود روانہ ہوا جب نظام الملک کو
یہ خبر معلوم ہوئی تو اُس نے اپنے عم حامد خان بہادر کو احمدآباد مین اپنا نائب مقرر کیا
اور اوائل جمادی الاخر سنہ ۱۱۳۵ھ مین دارالخلافہ کی طرف مراجعت کی۔ بادشاہ کے حضور مین پہنچکر
اس نے وزرائے خیراندیش کا طریقہ اختیار کیا۔ امور ملکی کا بندوبست خزانہ کی گردآوری اطراف
فساد کے دفعیہ مین ازراہ فدویت و اظہار کفایت سعی کی۔ مگر حضور کے برہم کارون کے
فساد سے جیسا کہ چاہئے تھا کہ امور ملکی کا بندوبست و کاروزارت ہونہ ہوا۔ ارکان
سلطنت جو اس وقت بڑے بڑے کامون پر مامور تھے یہ تھے مہمصام الدولہ امیرالامرا
بخشی اول اعتماد الدولہ معزالدین خان بخشی دوم روشن الدولہ بخشی سوم سید صلابت خان
بخشی چہارم عزۃ الدولہ شیر افگن خان اور لطف اللہ خان صادق صدر الصدور بادشاہ
کے مزاج پر روشن الدولہ بڑا حاوی تھا۔ عمدۃ الملک نواب میر خان ایک قدیم الخدمت
خاندانی امیرزادہ تھا۔ دلیرانہ ہمت اور مردانہ دماغ رکھتا تھا اس کی ظرافت اور
لطیفہ سنجیان ایسی تھین کہ سارے دربار کو آفات اور مصائب مین بھی ہنسی کے مارے لوٹا دیتا
تھا شاہ صاحب محمد درویش کی صاحبزادی رحیم النسا بادشاہ کی کوکی تھی۔ بادشاہ سے اسکو
قرب حاصل تھا کہ بادشاہ کا قلمدان اُس کے سپرد تھا اور وے صاحب دستخط تھی
اس کے اندر عرائض پر احکام اسی کے جاری ہوتے تھے۔ غرض بادشاہی اختیارات کی

کل کوکنی بی کوکی کے ہاتھ مین تھی۔

نظام الملک بہادر کے دکن جانے کی روایتین مختلف بیان کی جاتی ہین جو ثقہ معتبر آدمیون سے روایت سنی ہے وہ یہ ہو کہ ان ہی ایام مین ایران کے کہ سلطان حسین شاہ فرمانروائے ایران پر محمود خان شاہ افغانستان غالب آیا سرحد شیراز تک قابض ہوا اور اہل اصفہان پر بڑی خرابی لایا سلطان حسین کو تقید طہماسپ برادر و پسران سلطان حسین قلعہ اصفہان سے باہر اس ارادہ سے گیا محمد شاہ پاس ہیم یہ خبرین آتی تھین۔ ایک دن نظام الملک نے خیر خواہی کے عرض کیا کہ اول اجارہ محال خالصہ جس سے ملک کی خرابی و ویرانی ہوتی ہے بر طرف دوم رشوت جسکا نام پیشکش رکھا گیا ہی جاری ہو رہی ہے وہ بادشاہون کے رائے سلیم کے خلاف ہی موقوف کی جائے۔ سوم عالمگیر بادشاہ کے عہد کے موافق جزیہ جاری چہارم شیر شاہ نے ہمایون سے ہندوستان چھین لیا تھا اور ہمایون شاہ ایران پاس تو شاہ ایران نے اُسکی کمک خدمتگاری و مہمان پرستی واقعی کی تھی اگر اس وقت اذیت کے دفع کے لئے فرمانروائے ایران کی کومک کی جائے تو تواریخ مین نیکنامی یادگار روزگار رہیگی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایسا آدمی کو مہم پر مامور کیا جائے۔ فتح جنگ نے عرض کیا کہ حضور بندہ ہائے کار طلب مین سے مامور فرمائینگے حکم کی اطاعت بجا لائیگا۔ اگر خانہ زاد کو اس مہم کے لئے حکم ہوگا تو کوشش کریگا۔ اور اسی طرح بادشاہ کی خدمت مین خیر اندیشی و خیر خواہی کی کین۔ اس مصلحت کے واسطے بادشاہ نے مشورہ اور امرائے حضور سے کیا۔ نظام الملک کی طرف ایسی باتین بادشاہ سے عرض کین کہ نظام الملک سے بدگمان ہوگیا۔ اس سبب سے کہ رویہ سلطنت کے موافق عتابات و آداب اطاعت نہین رہی تھین نظام الملک آداب بادشاہی کے لنق کے لئے از سر نو اجرائے حکم

نظام الملک کا دوبارہ دکن جانا

ریات سقربون کے دلون مین کانٹون کی طرح چبھتی تھی اس لئے نظام الملک کے مرکوز خاطر
ہ تھا وہ اصلا بادشاہ کے خاطرنشان نہ ہوتا تھا۔ ناتجربہ کار بادشاہ کو نظام الملک بہادر کے
ف مین فاسد فکرون نے ایسا بہکایا کہ نظام الملک نے عاقبت اندیشی اور اپنی آبرو کے لحاظ سے
ہی بنگ صلاح و مصلحت اس مین دیکھی کہ اواخر ماہ ربیع الاول ۱۱۳۶ھ جلوس مین شکار کے نام سے
ہ روز کی رخصت لی اور دارالخلافہ سے نکل کر اور آب و ہوا کی تبدیل کا بہانہ بنا کے گنگا کے
ے پرمیں چالیس کوس پر شاہجہان آباد سے شکار کھیلتا ہوا پہونچا۔ اس اثنا مین خبر آئی
ع صوبہ احمد آباد اور مالوہ مین مرہٹون اور مفسدون نے فساد اُٹھا رکھا ہے صوبہ اول تو
س سپہ سالار سے اور صوبہ دوم اُس کے بڑے بیٹے غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ سے
ق رکھتا تھا اس لئے نظام الملک نے بادشاہ کی حضور مین عرضداشت بھیجی کہ ان
ہ دون صوبون کے انتظام کے لئے جانے کی رخصت دی جائے۔ دریائے گنگ کے کنارہ پر
سورون ایک مشہور شکارگاہ ہے وہان سے مفسدون کی تنبیہ کے لئے دکن روانہ ہوا ابھی اجین
پہونچا نہ تھا کہ مرہٹے اُس کی آمد آمد کی خبر سنکر عبرت پذیر ہوئے اور آب نربدا سے پار
ن مین چلے گئے۔ مفسدون نے بھی اپنی لوٹ مار کم کی نظام الملک نے اُجین کی نزدیکی تک
تعاقب کیا جب اُس نے سُن لیا کہ مرہٹون نے دریائے نربدا سے عبور کیا تو اُس نے معاودت کی
ہ سہور مین آیا جو مالوہ کے مضاف مین بلدہ سرونج سے قریب ہے وہ چاہتا تھا کہ صوبہ
وہ کا بندوبست کرکے بادشاہ پاس جائے۔

مبارز خان اور نظام الملک بہادر کی لڑائی

دو سال ہوئے کہ عالم علی خان کی جنگ کے بعد مبارز الملک نظام الملک پاس آیا
تھا اور عقیدت اور اخلاص کو ظاہر کیا تھا۔ نظام الملک بہادر نے اُس کے چار ہزاری
منصب پر دو ہزاری کے اضافہ کی اور عماد الملک مبارز خان بہادر ہزبر جنگ کے خطاب کی
تجویز کرکے بادشاہ سے منظوری منگائی تھی۔ ماہی مراتب و پالکی چھاردار خود تواضع
اور اُس کے بیٹون اور رفیقون کے لئے بڑے بڑے اضافے اور خطاب تجویز کئے اور

خود رعایت کرکے سابق کی جاگیر اور خدمات پر اضافہ کیا۔ عماد الملک مبارز خان سے
عہد و قرار کیا کہ جبتک بادشاہ آپ کی قدردانی کریگا تو مین بادشاہ کا نوکر رہونگا
یہ نہ ہوگا تو مجھے آپ اپنے مطیع رفیقون مین سے جانین۔ اب دکن کی طرف سے
مبارز خان ناظم صوبہ حیدرآباد اس ارادہ سے حیدرآباد سے اورنگ آباد کی طرف
کہ کل دکن کی صوبہ داری اُس کے نام پر مقرر ہوئی اور بیجاپور کے صاحب فوج
عبد الغنی خان و دلیر خان و بہادر خان اور نواح کے عمدہ نوجداروں کو کمک کے
طلب کیا ہے عضد الدولہ عوض خان بہادر منور جنگ جس سے کہ نظام الملک بہت
عمہ منسوب تھی اور نظام الملک کی طرف سے دکن کی نیابت صوبہ داری پر مقرر تھا
لکھا کہ مین آتا ہون آپ اورنگ آباد کو خالی کیجئے اور ایسے ہی اورنگ آباد کے
نوشتجات استمالت امیز پہونچے اور حضور کے نوشتجات سے ظاہر ہوا کہ
اس کے کہ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ اس سپہ سالار کا بیٹا بطریق نیابت
کام کرتا تھا اُس کو بدل دیا اور اعتماد الدولہ قمر الدین خان بہادر کو وزیر مقرر کیا
کوکبی مرتشیہ کا استقلال اور زیادہ کیا۔ اس لئے بعض اور وجوہ کے سبب سے نظام
مالوہ سے دکن کی سمت چلا گیا اور اواخر ماہ رمضان مین اورنگ آباد مین آیا
مصالح آمیز عماد الملک کو لکھے جن کے جواب مین لکھا آیا کہ مبارز الملک نے اپنے
فسخ کیا۔ نظام الملک باوصف اس کے کہ سراپا حلم و تمکین تھا اور مکرر اُس نے
نوشتجات بھیجے اور مواثیق سابق کے حقوق یاد دلائے اور اورنگ آباد مین
دفع الوقت کرتا رہا۔ مگر مبارز خان کی موت اُس کو دامن کشان اورنگ آباد
لاتی تھی اور اس پاس بہادر خان برادر داؤد خان پنی کی۔ اور اور سرداران
بہت سی جمعیتین جمع ہوگئی تھین اور بے شمار پیادے اکھٹے ہوگئے تھے
اُس کی جمعیت بڑھتی جاتی تھی اور اس بات سے مرہٹون کا فساد بڑھتا

ملک مین خرابی پھیلتی جاتی تھی اس واسطے ذیقعدہ مین نظام الملک بہادر اورنگ آباد سے
برنالا اب جبونت نگر کے کنارہ پر آیا جو بلدہ سے نزدیک تھا۔ اور نامہائے نصیحت آمیز
بمقتضائے الصلح خیر لکھے کہ مسلمان کی خونریزی دفع شر کے لئے حجت تمام ہو مگر مبارز الملک کو
جس کی صوبہ داری کا مست ایسا چڑھا ہوا تھا کہ اُس نے کچھ نہ سنا کبھی اُس نے یہ ارادہ کیا
کہ یغار کرکے نظام الملک بہادر کی فوج کے مقابل آئے کبھی اپنے مشیرون سے مصلحت کرتا
کہ نظام الملک کے لشکر کے دائین بائین طرف سے ہوکر دوسرے رستہ سے اورنگ آباد مین
یغار کرکے جائے اور اُسکو تسخیر کرکے اپنے تصرف مین لائے چنانچہ اسی قصد سے نظام الملک
کی فوج کے سامنے سے منحرف ہوکر دریائے پونا سے گذرا اور سوار اور پیادون کی ایک
جماعت کو اپنے ایک میر شمشیر کے ہمراہ نالہ قلب کے کنارہ پر بھیجا کہ وہ نظام الملک بہادر کی
فوج کو روکے۔ اس نالہ پر فریقین کی سپاہ متعینہ مین جنگ ہوئی۔ مبارز خان کی فوج کے
بہت آدمی مع سردارون کے مقید ہوئے اور نظام الملک کی فوج نے فتح و نصرت کے
بشارت کی۔ پھر ۲۳ محرم ۱۱۳۶ھ کو اورنگ آباد سے چالیس کوس پرے قصبہ شکر کھیڑہ پر
معرکہ کا اتفاق ہوا نظام الملک اور عماد الملک نے اپنی اپنی فوج بندی کی دونون فوجین
مقابل ہوئین۔ نظام الملک نے تیز جلوئی مین سبقت اس لئے نہین کی کہ مسلمانون کی خونریزی نہ ہو
پیشقدمی اس سے ظہور مین نہ آئے مگر مبارز خان نے پیشقدمی کی دونون طرف کے بہادرون اور
سرداروں نے رزمگاہ مین قدم رکھا ۲۴ محرم ۱۱۳۶ھ / ۱۷۲۳ء کو ایسی لڑائی ہوئی کہ کمتر دیکھنے اور سننے مین
آئی۔ چالیس کے قریب فیل سوار نامی سردارون نے جان آفرین کو جان سپرد کی مبارز خان کے
بیٹے اسعد خان و سعود خان کشتہ ہوئے اور دو بیٹے محمد خان و حامد اللہ خان زخمی ہوکر گرفتار ہوئے
مبارز خان کے ہاتھی کا فیلبان زخمی ہوکر ہاتھی پر سے گر پڑا تھا مبارز خان اپنے خون سے بھرا ہوا گرتے
کی صورت پہنکر فیلبانی کرتا تھا آخر کو زخمہائے کاری سے اُس کا کام بھی تمام کیا نظام الملک
کی فوج مین فتح کے شادیانے بجے مبارز خان کے لشکر مین تین ہزار آدمی مقتول ہوئے

نظام الملک نے جو مبارز خان کی سپاہ کے قیدی زخمی تھے خاصکر اُسکے دو بیٹون کے احوال
خبر گیری کی اور اُنکا علاج کرایا دوا غذا دی مردون کی تجہیز و تکفین اچھی طرح کی
بیٹون اور امیرون کے جو جواہر و اقمشہ ضبط ہوئے تھے وہ پھر اُن کو دیدیئے۔

بعد فتح کے اورنگ آباد مین نظام الملک گیا اس ضمن مین حیدر آباد کے سوانح
نوشتے پے در پے آئے کہ خواجہ احمد خان پسر مبارز خان جسکو حیدر آباد مین باپ کی نیابت
ہوئی تھی وہ محمد نگر کے قلعہ مین گیا جو حیدر آباد کے قریب ہی اُسپر متصرف ہوا اور اپنے مال
قلعہ مین لے گیا اور قلعہ کا بندوبست کیا نظام الملک اورنگ آباد مین ٹھہر کر حیدر آباد گیا
اس صنلع کا بندوبست کیا خواجہ احمد خان نظام الملک کی طرف سے بیجا دسوے تو ہم
قلعہ کی پشت گرمی اور خزانہ کے موجود ہونے سے اور اس شہرت سے کہ بادشاہ کی طرف
صوبہ داری اور قلعہ داری کا فرمان پہونچا ہی تمام صوبہ مالوہ مین فساد و شورش کا مادہ
ایک سال تک اطراف کے عمال و قلعہ دارون زمینداروں کو لکھتا رہا کہ وہ دخل نہ دین
جا بجا قلعہ دارون اور زمیندارون کی مدد کے لئے فوجین مقرر کین اور بعض مفسدون
مدتون سے مبارز خان نے قلعہ مین مقید کر رکھا تھا اُن کو چھوڑ دیا کہ مادہ فساد کو بڑھائین
اپنے محالات مین جاکر تمام صوبہ مین اس مرتبہ پر شورش برپا کی کہ عاملون کا عمل بالکل
تحصیل بند ہوگئی اور مسافرون کی آمد و شد جاری نہ رہی بعض محالات مین مفسدون
عاملون پر حملہ کرکے ایک ہنگامہ برپا کیا چنانچہ اس فساد مین کاظم علی خان فوجدار نواح
ایک جماعت کے ساتھ مارا گیا لیکن آخر کو نظام الملک نے طرح طرح کی مہربانی و لطف
اضافہ ہائے نمایان اور خطاب ہائے موروثی کے عطا کرنے سے خواجہ احمد خان کو شمشیر
خطاب اور خواجہ محمود خان کو مبارز خان کا خطاب دینے سے اور سیر حاصل جاگیر
عنایت کرنے سے اور تمام مبارز خان کے وابستون پر نوازش کرنے سے ایسا خوش
ممنون کیا کہ اُس نے قلعہ کی کنجیان دیدین۔ نظام الملک قلعہ مین گیا اپنی طرف

ع لشکر مقرر کیا اور مفسدون کی تنبیہ مین واقعی مصروف ہوا ان ہی دنون مین کہ صوبہ
حیدرآباد کے ملک کے انتظام مین نظام الملک اشتغال رکھتا تھا انوار الدین خان بہادر
شاہجہان آباد سے اس پاس آیا اُس نے اس پر بہت مہربانی کی حیدرآباد کی صوبہ داری کی
خدمت پر مقرر کیا اُس نے حیدرآباد کے بدبختون کی اور ضلع سگاکل وغیرہ سرکارون کے متمردون
کی تنبیہ تاکید بوجہ احسن قرار واقعی اسی طرح کہ اس کانٹے بھرے ملک مین انتظام اور کمال
نیت ہوگئی اور منافع کلی کو جو کبھی ابتدا تسخیر ملک سے عالمگیر اور بہادر شاہ کے عہدون مین
خزانے مین نہین داخل ہوا تھا وہ داخل کیا۔ غرض اگر نظام الملک کا سارا انتظام
تفصیل لکھا جاوے تو اختصار کا سررشتہ ہاتھ سے جاتا ہی نظام الملک فتح جنگ بہادر ہمیشہ
خدمت مین مصروف رہتا اور کوئی حرکت بیجا صلاح وقت سے غیر اس سے ظہور مین نہ آتی اور
فی الحقیقت وہ کوئی کام سوائے اسکے نہین کرتا جس سے خاندان تیموریہ کی سلطنت جو ہاتھ سے
جا چکی تھی رونق تازہ ہوتی اور سرمو نافرمانی نہین کرتا محمد شاہ بادشاہ نے بتقاضائے وقت
نیل اور جواہر بھیجے اور آصف جاہی کا خطاب یا وہ ملک کے بندوبست اور مفسدون کی
تنبیہ اور سرکشون کی تادیب اور زیردستون کی غمخواری حال مین مشغول ہوا جو سابق عملداری
مین مرہٹون اور دشمنون کا فساد تھا اس مین تخفیف ہوئی اگرچہ بحسب ظاہر بہادر خان سپہ سالار کی
قرارداد کے موافق نہین دیتا تھا اور مرہٹون کی تنبیہ و تادیب مین نمایان تردد کرتا تھا لیکن
جس جا غنیم کے منصوبہ قابو پاتے تھے چوتھ سے زیادہ جو کچھ لے سکتے تھے لیتے تھے اور اکثر راہین مخوف تھین

جب نظام الملک یہان احمد آباد کا صوبہ دار مقرر ہوا اور حمید قلی خان بہادر بادشاہ
پاس آیا تو اُس نے دو بھائیون شجاعت خان و ابراہیم خان کو جو اس کے پیشرو آورے تھے
حیدرآباد مین اور اُن کے تیسرے بھائی رستم علی خان کو بندرسورت مین اپنا نائب مقرر
کیا نظام الملک نے اپنے عموی حامد خان کو اپنا نائب مقرر کیا شجاعت علی خان
اپنے بھائی ابراہیم علی خان کو شہر مین چھوڑ کر خود پرگنات کے بندوبست کے واسطے گیا تھا

جب اُسنے حامد خان کی آمد کی خبر سنی تو اُس نے چاہا کہ شہر مین پہونچکر دروازے بند کرکے
حامد خان کو نہ آنے دون یا امان کا قول لیکر اطاعت کرون اس باب مین مختلف خیال
ہین مرہٹون سے ان تینون بھائیون کا فساد رہتا تھا جنگ اور فوج کشی ہوتی تھی
عمال چوتھ نہین دیتے تھے صفدر علی خان بانی حیدر قلی خان کی سختی کا سوختہ تھا
سات ہزار سوارون کے ساتھ دوڑکر حامد خان سے جا ملا اور اُسنے ان بھائیون کے
ہونے کا حامد خان کے خاطر نشان کیا اتفاق سے شہر مین شجاعت خان اور حامد خان
ایکہی وقت مین داخل ہوئے شجاعت خان اپنا ہاتھی حامد خان کے ہاتھی کے
دونون طرف سے قتال و جدال شروع ہوا شجاعت خان کشتہ ہوا ابراہیم قلی خان
اپنے گھر مین جاکر چھپا صفدر خان بانی کہ حیدر قلی خان کے سبب سے اس خاندان کا دل سے
سخت دشمن تھا بحسب ظاہر میانجی ہوا طرفین کو سمجھایا اور بان دھری ہوا اس
بان دھری اس شخص کو کہتے ہین کہ مقدمات و معاملات مالی مین صاحب مطلب
حاکم پاس لیجاکر ہاتھ پکڑکر ملازمت کے لئے لاتا ہی اور اُسکی بدقولی کا کفیل ہوتا ہے
ابراہیم قلی خان نے اس بان دھری پر اعتماد کیا اور ایک جماعہ دار کی معرفت حامد خان سے
ملاقات کی اُس نے اُسپر بہت مہربانی کی اور اُسکی تسلی مین کوشش کی خلعت و جیغہ دیکر رخصت
کیا۔ ایک ہفتہ کے بعد صفدر علی خان کے اغوا سے اور برہم کارون کی رہنمائی سے حامد خان
اپنے قول سے پھر گیا اور اُسنے یہ مصلحت جانا کہ ابراہیم قلی خان کو طلب کرکے مقید کرے
اُسکی حیات کے شجر کو قطع کرے کہتے ہین کہ مصرع

نہان کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا + گوش بگدوش سر گوشی ہست یہ خبر اس
ہوئی جس کی وساطت سے حامد خان سے ابراہیم قلی خان کی ملاقات ہوئی اُس سے
حقیقت حال پر ابراہیم قلی خان کو مطلع کیا اور کہا کہ اگر ہوسکے تو تو نکل جا میں تیرا
ہون محفوظ جگہ تجھے پہونچا دونگا مگر اُس نے فرار کے عار کو قبول نہین کیا حامد خان

سول اُسکو تیس یا چالیس رفیقون کے ساتھ جو اس بیکسی کی حالت مین اُس کے ہمراہ تھے لے گئے
پر چوبدارون نے اُس سے ہتھیار مانگے اُن مین سے دو چار کو مار کر وہ حویلی مین گیا۔ وہان
ان ڈر کر دیوانخانہ سے کہین چلا گیا۔ غرض زد و کشت کے بعد ابراہیم قلی خان اور اُسکے ہمراہی
خمی ہوئے حامد خان نے ابراہیم کا سر کاٹ کر اُسکی لاش کے ٹکڑے دروازے پر لٹکا دیئے۔

جب رستم علی خان نائب سورت کو اپنے دو بھائیون کے اس طرح کشتہ ہونے کی خبر ہوئی
اس کے رگ و پے مین خون جوش کرنے لگا اور اُس نے دونون بھائیون کے خون کے
قام کے لئے یہ کیا پیلوجی مرہٹون کا سردار ایک سال سے دس گیارہ ہزار سوارون کے
ہمراہ نواح بندر سورت سے چوتھ وصول کرنے کے لئے اطراف مین فساد و تاخت و تاراج
کیا تھا اور رستم علی خان سے مکرر مقابلہ و مقاتلہ ہوا تھا۔ پیلوجی واقعی دخل نہ پاتا تھا
اس حال مین بتقاضائے وقت رستم علی خان نے پیلوجی وغیرہ سے مہربانی آمیز وعدہ کیا
اُسے صلح کر کے اپنے ساتھ رفیق بنایا۔ پیلوجی نے بھی تا بوقت کو ہاتھ سے نہ دیا رہتے
ہمیشہ طرف مغلوب کے پالسہ کو اپنی خوش طالعی جانتے تھے اور خوب اُنکے اس طرح پر بارے
تے تھے اُس نے اپنی فوج کے ساتھ اُسکی رفاقت کی حامد خان نے رستم علی خان کی یہ لغو حرکت
سنکر فوج کو مرتب اور توپخانہ کو آراستہ کیا اور مرہٹون کے سردار اکنتھ کو بارہ ہزار سوارون کے
ساتھ اپنا شریک کیا دریائے مہی کے کنارہ پر پہونچکر ایک سخت لڑائی ہوئی طرفین کے لشکرون مین سے
بہت کشتہ و زخمی ہوئی اور اُس روز حامد خان کو شکست عظیم ہوئی اور اُسکے خیمہ خرگاہ تاراج
ہوئے وہ میدان جنگ سے دریا کی طرف بھاگا رستم علی نے فتح کے شادیانے بجوائے اور جرگاہ
سے ایک دو کردہ پر خیمہ زن ہوا دوسرے روز حامد خان اپنی فوج کو اور بعض کے قول کے موافق
پیلوجی کو جو رستم علی خان کی سرکشی کا ذخیرہ تھا اپنی طرف لطف آمیز پیغام بھیجکر مائل کیا اور
جنگ کا نقارہ از سر نو بجایا اور معرکہ جنگ مین قدم رکھا اور اس طرف سے رستم علیخان بھی جسکے
تمام الخدمت نوکر کارزار دیدہ کشتہ و زخمی ہو گئے تھے مقابلہ مین مشغول ہوا اس عالت مین

سربلند خان کا احمد آباد کا صوبہ ہونا

پیلوہی نے رستم علی خان کی بہیر پر تاخت کی بعد زد و خورد کے رستم علی خان کو شکست
ہوئی اور وہ کشتہ ہوا اس فساد مین چند روز کے لئے دونون طرف سے مرہٹون کی
بنی آئی چڑہی اور دودو۔ دونون طرف سے خوب لوٹ ہاتھ ہائی اور دوکانون کو
جو کچہ اور لوٹ سکے اسکو لوٹ لیا۔ پرگنہ بڑودہ اور دریا مہی کے نواح مین وہ لوٹ مچائی
جب محمد شاہ بادشاہ کو یہ خبرین پہونچین تو اس نے سربلند خان کو احمد آباد
کرکے بھیجا نظام الملک بہادر نے غازی خان کو اپنے پاس بلالیا باوجودیکہ سربلند خان
سات آٹھ ہزار سوار تھے جن مین اکثر زرہ پوش آدمی تھے اور توپخانہ عظیم ہمراہ
مرہٹون کی فوج پرگنات مین ایسی پھیلی ہوئی تھی کہ وہ ملک کا بندوبست اور تحصیل
نہین کرسکا اور مرہٹون کا تسلط روز بروز زیادہ ہوتا گیا غلہ کا نرخ گران ہوگیا
شہر مین بطریق محصورین کے بیٹھ گیا۔ اس نے مظلومون پر جو تعدی ہوتی تھی اس سے
چشم پوشی کی اور مرہٹون کے پاس تیس ہزار سوار جمع تھے نہ اُن کی تنبیہ کرسکتا تھا
پیکار کرسکا شہر کے دروازون تک اکثر پرگنات کو مرہٹے تاخت وتاراج کرتے تھے
بیوپاریون اور اہل حرفہ اور موالید ثلاثہ کے کاسبون نے جلاوطنی اختیار کی
مین چلے گئے ملک تاراج ہوا۔ سپاہ ضروری وغیرضروری نوکر تھی وہ مرہٹون کو دے
کرسکتی تھی سپاہ کے جماعہ دارون نے سپاہ کی تنخواہ کو طلب کیا اسکے واسطے پرخاش
کی تو آخر کو تسلی اور سپاہ کے رفع فساد کے لئے یہ مقرر ہوا کہ جماعہ دارون کو تنخواہ
جس صراف و بیوپاری کے نام وہ چاہتے لکھہ کردی جاتی تھی اور وہ جاکر بیوپاری
تجار کو پکڑکر مقید کرتے اور شکنجۂ عذاب مین کھینچکر اپنا روپیہ تحصیل کرتے۔ پرگنہ
آباد قصبہ تھا وہ بالکل ویران ہوگیا اس مین تجار اور قوم ناگر کے نامور جو لاکھون
کی داد وستد کرتے تھے آباد تھے اور یہان ہندوستان کے تمام معمورون کی طرح
مال اور زر نقد جمع اور موالید سہ گانہ کی کانون سے بھرا ہوا تھا اقسام مال و زر نقد

سے والون کے صوبہ دار غارت سے نہین بچا سکتے تھے جب محمد شاہ سے یہ عرض ہوا تو اُس نے
سر بلند خان کو صوبہ داری سے بدل کر اجمیر ڈونگر سنگھ کو اسکی جگہ مقرر کیا جب یہ اجمیر پہان آیا تو سربلند خان
سکو دخل نہ دیا جنگ پر خاش کرنی چاہتا تھا مگر نہ کر سکا تو پھر ایسا کہین بھاگ کر چلا گیا کہ چند روز
سکا پتہ نہ معلوم ہوا وہ بادشاہ پاس نہ گیا اس لئے وہ مغضوب ہوا اور مدت تک بادشاہ
سکو ملازمت سے محروم رہا حاصل یہ کہ ہندوستان مین یہ صوبہ جو سیر حاصل مین ہندوستان
سے سارے صوبون کی ناک تھا اس مین میوے کثرت سے ہوتے تھے اکثر جوبات و لقولات
تمام اقمشہ ایسے بیش بہا ہوتے تھے کہ ربع مسکون کے تجار کے واسطے اور سلاطین ہفت اقلیم کے
بھیجنے کے لئے ہندوستان کی آبرو بڑھاتا تھا اسقدر ویران ہوا کہ تجار اور زیادہ تر اہل حرفہ
وطن ہوئے اور خانمان بردوش کو ترک کیا اطراف مین جاکر پراگندہ ہو گئے مگر پھر فضل الٰہی
سے مظلومون کی فریاد رسی کے لئے نظام الملک بہادر فتح جنگ آصف جاہ نے اس ملک پر
سایہ ڈالا اور اس صوبہ کی آبادی اور بحال ہونے کا سبب ہوا۔

واگنکیڑا اور نوجڑا اور پرگنات کوال اور سرکار ابلکنڈل وغیرہ مین مفسد جو اکثر پرگنات مین
سرکشی کرتے تھے اور کوہ نشین متمرد سب تھوڑی مدت مین بہادران اسلام کے مطیع ہوئے اور
جو ظلم مین کمی ہوئی سابق کے صوبہ دارون کے عہد مین ہمیشہ راہبون مین رہتے تاخت
تاراج کرتے تھے اور راہزن فتور و فساد مچاتے تھے اور مفسد زمیندار مسافرون کا چلنا مشکل
کرتے تھے اب اسکے برخلاف ان راہون مین امن امان کے ساتھ آمد و رفت جاری ہو گئی مرہٹے
جاگیردارون پر اپنے طرح طرح کے ظلم کر کے چوتھ لیتے تھے اور سوائے اسکے دس روپیہ سیکڑہ بنام
سردیس مکھی زمیندارون اور رعایا سے تحصیل کرتے تھے اور کمائش دار ہر ہفتہ اور مہینہ مین بدلتے تھے
رعایا کے حوصلہ سے زیادہ فرمائشین کرتے تھے اور جاگیردارون کے عمال کو جبراً ذلیل کرتے
تھے اور تصدیع دیتے تھے اب آصف خان نے یہ مقرر کیا کہ چوتھ کے عوض صوبہ حیدرآباد سے نقد
سات روپیہ مرہٹون کو دیتا اور دس روپیہ سیکڑہ بابت سردیس مکھی کے جو رعایا سے لیا جاتا تھا

حیدرآباد مین آصف جاہ کے بندوبست کا بیان

وہ معاف کیا اس طرح چوتھ کے گماشتون اور سردیس مکھی اور راہداری کے گماشتون سے نجات ہوئی جن سے مسافرون اور آنے جانے والون اور بیوپاریون کو بڑی اذیت ہوتی تھی جب بادشاہ نے آصف جاہ کو بدل کر قمرالدین خان بہادر کو خلعت و قلمدان وزارت عطا کیا تو آصف جاہ کو وکالت کا فرمان عنایت آمیز مع خلعت و فیل و جواہر بھیجا۔

آصف جاہ کی تدبیر مرہٹون کے باب مین

اگرچہ آصف جاہ اپنے بادشاہ سے دُور دراز حیدرآباد مین آزادانہ حکومت کرتے تھے اور اُس کے قابو سے نکل گیا مگر ہمسایہ کے مرہٹون سے وہ محفوظ و مصئون نہ تھے اس مرہٹون کی حکومت بڑے لائق فائق سردارون کے ہاتھ مین تھی آصف جاہ کا ایسا نہ تھا کہ وہ اُن کی برابر کھڑا رہتا اس لئے اُس نے ایسی حکمتین کین اور پیچ پر پیچ کئے کہ مرہٹون کا زور اُس کی طرف سے ہٹ کر دلی مین اُس کے دشمنون پر پڑا۔

مرہٹون کی سلطنت کے استقلال کی حالت

ساہو کو تمکو یاد ہوگا کہ اعظم شاہ نے بادشاہی قید سے چھوڑ دیا تھا اُسکی والدہ "تارا بائی کا بیٹا سیواجی مرگیا تو راجہ رام کا بیٹا دوسری رانی سے سنبھا دوم ساج گدی پر تھا اُسکی دارالسلطنت کولاپور تھا یہ دونون خاندان آپس مین رقیب تھے۔ آصف جاہ نے اپنی عقل دور اندیش سے یہ تدبیر سوچی تھی کہ مرہٹون مین ضعیف گروہ کو تقویت دیکر قوی گروہ کو ضعیف کرنا چاہئے۔ اس لئے وہ سنبھا دوم کا جو کمزور اور ضعیف تھا حامی ہوا۔ اس وجہ سے اور اور سببون سے ساہو کا گروہ دب دبا گیا تھا اگر اُس کو ایک زبردست دسوا ناتھ نہ ہاتھ آگیا ہوتا تو وہ اپنی قوت نہ دکھا سکتا۔ اُس کی بدولت ساہو کی پہلی عزت حاصل ہوگئی سیواجی کے وقت سے پیشوا کا عہدہ چلا آتا تھا اب اس

بالاجی وسوا ناتھ پیشوا

مرہٹون کی سلطنت مین دو اعلےٰ عہدے تھے ایک پنت نیدھی یعنی نائب السلطنت کا

اُس کے بعد پیشوا کا کئی لائق پیشوا مقرر ہو چکے تھے مگر بالاجی وسوانا تھ راؤ ایسا پیشوا ہوا کہ اُس نے
پیشواؤن کے نام کی بنیاد ہی جمادی یہ پیشوا قوم کا برہمن کانکن کا رہنے والا کسی گاؤن کا موروثی
پیشواری تھا اس مین برہمنون کی فطرتی عادتون کے علاوہ ہمت اور جرأت ایسی تھی کہ
برہمنون مین شاذ و نادر ہوتی ہے گو وہ خود بڑا سپاہی نہ تھا بلکہ گھوڑے پر اسقدر کم چڑھتا
تھا کہ جب دشمنون کے خوف سے گھوڑا دوڑانا پڑتا تھا تو دو آدمی اُس کے گھوڑے کو
ادھر اُدھر ہو کر تھامے رہتے تھے وہ پہاڑی آدمی تھا اگر گھوڑے پر چڑھنے کی مشق نہ ہو
تو تعجب نہین غرض وہ خود بھی لائق تھا اور اُس کی اولاد اُس سے بھی زیادہ لائق ہوئی
اول وہ کسی جد و بنسی راجہ کا ملازم ہوا اور وہان سے راجہ ساہو کی ملازمت مین آیا
یہان اُس نے اپنی لیاقت و ذہانت سے راجہ کی نظرون مین وقار اور سب ہم نظرون
سے زیادہ اعتبار پیدا کیا اُس نے کمال کا کام یہ کیا کہ مشہور بحری قزاق اور زبردست
سردار آنگرائی کو سنبھاجی دوم کی طرف سے توڑ کر کانکن مین ساہو کا رفیق بنا لیا راجہ
ساہو نے بالاجی کو اس کی حسن خدمات کا یہ صلہ دیا کہ اُس کو پیشوا کا عہدہ مرحمت کیا اور
مستحکم قلعہ پورندھر اور اُس کے گرد کا ملک بھی عنایت کیا اور مالگزاری کا انتظام اُس کے
سپرد ہوا جس کا بندوبست اُس نے ایک نئی طرح سے کیا جس سے اُس کی کمال ذہانت
اور لیاقت معلوم ہوتی ہے۔ واقعی اس انتظام نے مرہٹون کی سلطنت کی رونق زیادہ
کردی اول کام اُس نے یہ کیا کہ مہاراشٹر کے بلاد مین جو درہمی برہمی ہو رہی تھی اور مغربی
ساحل پر جو فساد برپا ہو رہے تھے ان سب کو مٹا دیا پھر اپنے اضلاع کو اور شہر پونہ کو جو اُسکے
جانشینون کا دارالسلطنت ہوا اپنی حسن تدبیر سے بڑی رونق دی اس ملک مین جو رہزنون
اور قزاقون کے گروہ کے گروہ لوٹ مار کرتے پھرتے تھے ان کا انتظام کیا دیہات کے
آباد کرنے پر اُس نے بڑی توجہ کی زراعت کی ترقی کے واسطے اُس نے بہت تھوڑی جمع
مقرر کی اور بتدریج اُس کو بڑھایا۔

تمکو یاد ہوگا کہ اس بالاجی کی بدولت یہ کام بھی ہوا تھا کہ ۱۷۱۳ء مین سید حسین علیخان کے ماتحت فوج لیکر وہ دہلی گیا تھا اور اس سید کی بدولت ان شرائط پر بادشاہ سے عہد نامے ہوئے تھے کہ مرہٹون کے پاس جسقدر ملک سیواجی کی وفات کے وقت تھا وہ راجہ ساہو کو دیا جائے اور دکن کے چھ بادشاہی صوبون اور خراج گذار ریاستون چوتھ اور تیجور اور میسور سے چوتھ اور سردیس مکھی دی جائے اور اُس کے عوض مین ساہو بادشاہ کا مطیع رہے اور دس لاکھ روپیہ سالانہ خراج دیا کرے اور تمام ملک مین امن امان اور رعایا کے حفظ جان و مال کا ضامن رہے یہ فائدے بالاجی کو سید حسین علی خان کی خدمت گذاری سے حاصل ہوئے تھے مگر جب سید حسین علی خان مرگیا اور اُسکے خاندان کا ستارا کارخانہ خاک مین مل گیا تو بھی راجہ ساہو اور بادشاہ دہلی کے تعلقات مین کوئی تغیر نہین ہوا فرخ سیر کی وفات پر بھی بالاجی دہلی مین ٹھہرا رہا اور ۱۷۲۰ء مین عہد نامہ مذکور کو محمد شاہ کی مہر و حکم سے مستحکم کیا اور راجہ ساہو اُس نے دہ ہزاری کا خطاب عنایت کیا غرض اس عہد نامہ سے مرہٹون کو جو دولت اور سلطنت حاصل ہوئی اُس کے سبب سے اس دانشمند پیشوا نے مرہٹون کا وہ پرانا ننگ ڈھنگ قزاقی اور رہزنون کا بدل دیا۔ اس عہد نامہ پر بھی مرہٹون کو اختیار تھا کہ وہ اپنے حقوق کی تحصیل خود کرین اس تحصیل مین وہ نہایت سختی و جبر کرتے تھے اب بالاجی نے اس سختی ترقی سے یون بدلا کہ پہلے چوتھ اکٹھی بچولی جاتی تھی اس لئے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ چوتھ اس زر مالگزاری پر لی جائے جو مستقل طور پر راجہ ٹوڈرمل اور ملک عنبر نے زمین پر مقرر کی تھی گو اس سبب سے کہ ملک ویران ہوگیا تھا مالگزاری مذکورہ کا ایک حصہ حاصل ہوتا تھا بالاجی نے اس قاعدہ کی تکمیل پوری پوری نہین کی مگر اس سے مرہٹون کا دعوٰے غیر محدود رہا۔ مرہٹون کو باقی تحصیل مین جبر و تعدی کرنے کا موقع مل جاتا تھا اُس نے خاص اضلاع مین توسیع فتوحات کے لئے سردارون کے واسطے حقوق

تحصیل المقام مقرر کئے مگر اس سے یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہین سب جدا جدا نہ ہوجائین اس لئے
باہمی اتفاق کے لئے اصل محاصل کو جدا جدا بالتفصیل تقسیم کیا اور اس تقسیم کی تقسیم در تقسیم کی
ہر ایک سردار کے واسطے ایک خاص حصہ محاصل کا تجویز کیا اس لئے ایک صناع پرکی
سرداروں کی اور اُن کے ملازمون کی توجہ رہنے لگی راجہ کے رشتہ دارون کی بسر اوقات
کے لئے جدا جدا دیہات یا بعض اضلاع انعام و جاگیر مین دیدیئے تھے وہ سب ایک سردار کے
ماتحت اضلاع مین واقع تھے آئندہ بھی چھوٹی چھوٹی جاگیرین خاص خاص آدمیون کو
مرحمت ہوتی تھین علاوہ اس کے ہر سردار کو صدر مقام کے لئے ایک دو گاؤن کی ضرورت
ہوتی تھی اور تمام سردار اس بات کے خواہان تھے کہ ان دیہات مین ہم کو اختیار و اقتدار
حاکمانہ حاصل ہو جس مین وہ رہتے تھے یا موروثی افسر تھے غرض اس تقسیم اور تقسیم در تقسیم اور
تعین حقوق کا بڑا نتیجہ بالاجی کی مدنظر ہمیشہ رہتا تھا کہ برہمنون کا اختیار بڑھے اس طرح
حاصل ہوگیا کہ مرہٹے سردارون کے پیچھے حساب کتاب کا عذاب لگایا گیا جتنے جاگیر دار
اور سردار تھے سب جاہل تھے وہ اپنی جاگیرون کے محاصل اور تقسیم در تقسیم کے حسابون کو بغیر
برہمنون کے کیونکر سمجھ سکتے تھے اس لئے وہ برہمنون کے دست نگر ہوگئے اس طرح اپنی
قوم کی عزت بڑھنے سے پیشوا کی قوت کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔

جب بالاجی کا انتقال ہوا تو اسکا بیٹا باجی راؤ باپ کا جانشین ہوا یہ راؤ برہمنون کے
سارے خاندان مین اور مرہٹون کی ساری قوم مین سیواجی کے سوا قابلیت اور لیاقت مین
سب سے زیادہ تھا مگر بالفعل اسکو وہ تمام اختیارات نہین حاصل ہوئے جو اُسکے باپ کو حاصل
تھے اسکا سبب یہ تھا کہ راجہ کے دربار مین اسکا بڑا مخالف پت نیدھی سری پت راؤ تھا وہ بھی
برہمن تھا اور ستارہ سے اِدھر کے ملکون کا رہنے والا تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ راجہ کی سلطنت اور
حکومت کو مہاراشٹر مین استحکام دے اور کولاپور کے راجہ کو مغلوب کرے اور سیواجی کے وقت کا
گرناٹک کا میدانی ملک فتح کیا ہوا جس کو مغلون اور سیواجی کے بھائی کی اولاد نے دبالیا ہے

اُسپر قبضے کرے اور ہندوستان کے فتح کرنیکے ارادہ سے پہلے دکن مین حکومت کو استقلال
مگر اُسکے خلاف بلاجی راؤ کی رائے عالی بہادرانہ یہ تھی کہ لیٹرے سوارون کا گروہ جو دشمن کے
زیادہ بکار آمد ہوگا وہ اپنی قلمرو مین محکوم نہ ہوگا اور ملک مین لوٹ مار بغیر اُنکو جین نہیں
وہ ملک مین امن امان قایم نہین رہنے دیگا۔ فوج کے مستقل انتظام سے ملک کی حکومت
اہتمام ہوسکتا ہو اس لئے مرہٹون کو شمالی ملک مین لیجانا چاہیے جہان ابتک وہ نہیں
اور وہین سے اُن کا پیٹ بھرنا چاہیے اس سے اُنکے حوصلے اور اُنکے سردارون کے
بڑھینگے یہان رہینگے تو اپنے ملک کو کھا ئینگے وہ ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ دُور دُور کی مہم
لشکر مصروف رہے جس سے راجہ کی سلطنت کو وسعت برائے نام ہو اور اضلاع سے
روپیہ آئے اُس سے خزانہ معمور ہو اور سپاہ کا دل لوٹ مار سے خوش رہے اور اپنے
امن رہے اور دشمنون سے جنہون نے اُنکو پامال کیا تھا عوض لیا جائے اُس نے
یعنی مسلمانون کی سلطنت کا حال یہ بیان کیا کہ اب اس مین کچھ دم باقی نہین ہے جیسی
بالکل سڑا و گل کر بودی مٹیا پھوس ہوگئی ایسی کسی اور جگہ کمزور نہین ہے جہان اس
خشک و تر پر ہمارا ہاتھ لگا تو وہ گریگا اور اُس کی ساری شاخین گر کر خشک ہوجائینگی
سامنے ایک اور تقریر پُرزور یہ کی کہ اب ہمارا وہ زمانہ آگیا ہے کہ ہندوؤن کی
نکال باہر کرین اور اُن کی سلطنت کو پامال کرین اور یون
اے راجہ اپنی کوشش سے تیری سلطنت کو یہان سے ہمالیہ تک پھیلائین آپ
اجازت دی اُسپر راجہ بے اختیار ہوکر بولا کہ تو ایسا ہی لائق باپ کا بیٹا ہے کہ
کہ میرے جھنڈے تو ہمالیہ پہاڑ پر گاڑ دیگا۔

راجہ ساہو کے دربار مین جو یہ مباحثے پیش ہوئے ان مین بلاجی راؤ کی
غلبہ رہا اور روز بروز اس کا اختیار اور اقتدار بڑھتا گیا اور اُس کی امداد کی
سبب سے راجہ اس کا محتاج ہوگیا۔ اگرچہ راجہ ساہو قابلیتون سے خالی نہ تھا

ساہو کی حکومت اور پیشوا کی ریاست

محلون کی ناز پروردگی کے سبب سے جسم مین چستی چالاکی اور مضبوطی اور مزاج مین جفاکشی نہ تھی
برخلاف اس کے باجے راؤ لشکر مین پیدا ہوا۔ وہین رہا سہا مدبّرون اور تجربہ کارون مین
تربیت پائی۔ سوائے اسکے اس مین فہم و فراست خداداد تھی تجربہ کار ہوشیار تھا اور اپنے بھائی
برہمنون کی طرح روکھا سوکھا بود اٹھنڈا نہ تھا بلکہ خوش مزاج صاحب سلیقہ مند تھا مرہٹون
کی سپاہیانہ خصائل رکھتا تھا سادہ سپاہی تھا۔ سفر کی ماندگی اور کامون کی محنت کی کچھ
حاصل نہین سمجھتا تھا۔ مزاج مین سادگی ایسی تھی کہ گھوڑے پر سوار ہے راہ مین باجرہ کا
کھیت آگیا اس مین سے دس پانچ بالین توڑ لین اور اُنکے دانے نکال کر چبائے اور پیٹ بھر لیا۔
باجے راؤ کے شمالی صوبون کے عزم کے مغل و مسلمان خود محمد و معاون ہوئے مبارز خان کی
لڑائی سے تھوڑی مدت پہلے آصف جاہ کو مالوہ اور گجرات کی حکومت سے منتقل کر دیا تھا جب
آصف جاہ کو مبارز خان پر فتح حاصل ہوئی تو اُس نے اپنے چچا حامد خان نائب صوبہ دار
گجرات کو لکھا کہ وہ فساد برپا کرے۔ اس نے پیلاجی اور سنتاجی مرہٹون کے سردارون کو اپنا
طرفدار اور یار بنایا اور اُنکی امداد سے بادشاہی فوجدارون اور جاگیر دارون کے گماشتون کو
ملک سے باہر کر دیا اور خود مختاری کا مدعی ہوا۔ جب محمد شاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے
تورانی امیرون کے اکھیڑنے کے واسطے قطب الملک پاس جو قید خانہ مین پڑا تھا ایک معتمد
آدمی بھیجا اور پیغام دیا کہ اب بھی تم سے کچھ ہو سکتا ہے تو اس بچارے سید نے یہ جواب دیا
کہ اگر حضور کا ہاتھ میرے سر پر ہو تو سب کچھ کر سکتا ہون اب تک پانچ چھ ہزار سوار میرے
نوکر مین ہین اُن کی مدد سے جو کچھ حکم ہو بجا لا سکتا ہون جب مخالفون کو اس کی خبر ہوئی
تو انہون نے اس سید کو زہر دیکر قید ہستی سے رہا کیا پھر حامد خان کی تادیب و تنبیہ کے واسطے
نظام الملک سربلند خان کو گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا نظام الملک سے یہ صوبہ لے لیا
سربلند خان کو ایک کروڑ روپیہ سامان درست کرنے کے واسطے دیا گیا۔ اُس کی سفارش سے
سید نجم الدین علی خان بھی قید سے رہا ہوا اُس نے سادات بارہ کو جمع کیا۔ سربلند خان

سلاطین کا مرہٹون سے مدد طلب کرنا اور جو کچھ دینا

سپاہ دوست آدمی تھا وہ ہر صوبہ مین کچھ نہ کچھ دنون رہ چکا تھا تھوڑے بہت اُس سے
دوست موجود تھے۔ تھوڑے دنون مین ایک لشکر شائستہ اس پاس جمع ہوگیا
نے گجرات کے لئے اپنی نیابت کی سند شجاعت خان کو بھیجی اسپر حامد خان غصہ ہو
بے قدری کے سبب سے گجرات سے موضع دہد مین آکر مقیم ہوا اور کنتاجی کو اپنی
کے لئے طلب کیا اور ایک جمعیت بہم پہونچائی اور اس کو ساتھ لیکر گجرات پر چڑھا
بھی گجرات سے نکلا اور حامد خان سے لڑا اور جان کھو بیٹھا مقتول کا بھائی رستم علی
بندر سورت مین حاکم تھا اُس نے جب بھائی کے مرنے کی خبر سنی تو اُس نے پورا
تیار کیا اور پیلاجی گائیکوار کو جو اس نواح مین تاخت و تاراج کرتا تھا اپنے ساتھ
اور بندر سورت سے چلا حامد خان اور سنتاجی تیس ہزار سوار لیکر احمد آباد سے
لڑائی ہوئی ظاہر بین پیلاجی رستم علی خان کی طرف تھا مگر باطن مین وہ سنتاجی
ملا ہوا تھا اُس نے دغا سے اپنے ساتھی کو لڑائی مین قتل کرادیا۔ حامد خان کو
جس نے اس کی کمک کے عوض مین اپنے ممالک مقبوضہ کی چوتھ اور سردیس مکھی مرہٹون کے
مقرر کردی۔ سربلند خان وزارت کی امیدواری مین اکبر آباد اور اجمیر کے
ٹھہرا ہوا تھا کہ اُس کو بادشاہ حکم بھیجا کہ گجرات کو روانہ ہو اس وقت بادشاہ
امیرون سے ایسا ناراض تھا کہ اُس نے آصف الدولہ سے مالوہ کا صوبہ لے
گردھر کو اُسکی جگہ مقرر کردیا نجم الدین علی خان کو اجمیر کی صوبہ داری عنایت ہوئی
سربلند خان کی اعانت کے واسطے حکم ہوا وہ بھی اپنا سامان درست کرکے
جا ملا حامد خان بھی سنتاجی اور پیلاجی کو ہمراہ لے میدان جنگ مین دشمن سے
ہوا مگر شکست پائی۔ سربلند خان اور سردارون نے ایک اور راہ سے جاکر احمد
قبضہ کرلیا حامد خان آصف جاہ پاس چلا گیا یہ واقعہ ۱۱۳۹ھ / ۱۷۲۹ء کا ہے اب
سال مین آصف جاہ نے مرہٹون کے ساتھ حامد خان کو لڑنے کے واسطے گجرات

حدود گجرات مین مرہٹون کے ساتھ مین بڑی لڑائیان ہوئین نجم الدین علی خان نے مرہٹون کو
توپ ٹھیک بنایا مرہٹون نے بدھ نگر اور بیل نگر جاگیر امیر الامرا کو تاخت وتاراج کیا۔
حاجی زادخان پسر سربلند خان وسید نجم الدین علی خان ساٹھ ہزار سوارون و پیادون کی
جمعیت اور چند ضرب توپ خوردہ کلان لیکر میدان کھنبایچ مین مرہٹون کے مقابل ہوئے
مرہٹون کی ایک جماعت کثیر کو قتل کیا اور باقی کو بھگا دیا دریائے نربدا تک اُسکا تعاقب
کیا۔ حدود گجرات سے باہر نکال دیا مبارز الملک سربلند خان بہت فوج رکھتا تھا پانچ لاکھ
روپیہ کی ہنڈوی ماہ بماہ بادشاہ سربلند خان پاس بھیجتا تھا اور یہ بھی مقرر ہو چکا تھا کہ جبتک
گجرات کا انتظام کلی نہ ہو تو گجرات کا محاصل سپاہ ہی مین خرچ ہو جب بادشاہ کو اس فتح کی
خبر پہونچی تو صمصام الدولہ کی صوابدید سے زیادہ فوج کی برطرفی کا حکم ہوا اور سربلند خان کا
دربار پر موقوف ہوا جبتک سربلند خان پاس یہ حکم نہین پہونچا تھا اس صوبہ مین بادشاہ کے
سطوت کا آوازہ بلند تھا اور ستمدیدہ حال دستمند تھے۔

ان دنون مین بادشاہ کے دربار مین اور ہی گل کھلا روشن الدولہ مین ہر چند بعض صفات
حمیدہ تھین لیکن اسکے سارے کامون کا مدار رشوت پر تھا صوبہ کابل کی بابت بارہ لاکھ روپیہ
سال بسال خزانہ عامرہ سے روشن الدولہ کے حوالہ ہوتا تھا اس مین سے آدھا آپ کھا جاتا تھا
آدھا بادشاہ پاس بھیجدیتا تھا اور ایسے ہی اور کامون مین عمل کرتا تھا امیر امرا نے
منازعت کرکے اسکا پردہ فاش کیا۔ بادشاہ نے اُسپر عتاب کیا اور محاسبہ کیا بادشاہ کے
متصدیون نے دو کروڑ روپیہ اُسکے ذمہ نکالا بادشاہ کے حکم سے روشن الدولہ سے یہ روپیہ طلب ہوا
عاجز ہو کر یہ روپیہ اُسکو اُگلنا پڑا وہ بادشاہ کی نظر سے گر گیا اور اخراجات کا کام صمصام الدولہ کو
سپرد ہوا شاہ عبد الغفور بھی مرتشی تھا بادشاہ کے مزاج مین دخیل تھا وہ بھی معرض عتاب مین
آیا اور محبوس و مقید ہو کر بنگالہ بھیجا گیا بادشاہ کی عزیز کوکی رحیم النسا بھی ان دونون مختارون
کی ہمراز تھی اُسکا بھی محل بے اخراج اور ادبار سے ازدواج ہوا۔ غرض ایسا بادشاہ کے مزاج مین

دربار شاہی کی کیفیت اور اجمیر کے سفر کا صوبہ گجرات مین مقرر ہونا

صمصام الدولہ نے بڑا دخل پیدا کیا اُس نے سربلند خان کی جگہ راجہ ابھے سنگھ کو گجرات کا
کیا اور سربلند خان کو بادشاہ پاس بلایا راجہ نے اپنی آرام طلبی کے سبب سے اپنا نائب گجرات بھ
سربلند خان نے اُس کو شکست دیکر نکال دیا اُسکے بعد دوسرا نائب بھیجا اسکا حال بھی یہ
ہوا پھر راجہ خود پچاس ساٹھ ہزار سپاہ لیکر گجرات روانہ ہوا سربلند خان ہرچند بادشا
آصف الدولہ سے تشویشین رکھتا تھا لیکن بسبب قلت زر و اسباب سفر ناچار ابھے سنگھ
اور اُسکو ایک فیصلہ شکست دیدی اسی فتح کو غنیمت جانا اور آئندہ جان لیا کہ راجہ سے
لڑ سکتا اس لئے پیغام سلام کرکے راجہ سے صلح کرلی اور پگڑی بدل بھائی بن گیا
روپیہ اور سامان سفر لیکر شاہجہان آباد کی طرف چلا بادشاہ کی مرضی کے برخلاف راجہ سے
سربلند خان لڑا تھا اس لئے بادشاہ نے دو سو گرز بردار بھیجے کہ سربلند خان کو قید کرکے لے
مین جب سربلند خان آیا تو گرز برداروں نے اُسے قید کرلیا۔ یہان وہ عفو تقصیر کے
مقیم ہوا تو ہمراہ کی سپاہ نے جو اکثر برطرف ہوگئی تھی تنخواہ کے تقاضے کی شورش کی
جس نے سربلند خان کی مدتون نوکری کی تھی وہ اکبرآباد مین تھا اُس نے سربلند خان سے
کہ مین اپنے پاس سے تنخواہ چکا دون تو یہ بات سربلند خان کو گران معلوم ہوئی اور اُس
خدا کے فضل سے میرا حال ایسا نہین ہے کہ دوستون کا احسان اُٹھاؤن اسکی رقم
مخفی تھا اُس سے اشرفیان نکال کر سپاہ مین تقسیم کردین۔

جب آصفجاہ وزارت کے عہدہ سے مستعفی ہوکر ۱۷۲۳ء تیسری مرتبہ دکن
اب ارادہ یہ کرلیا کہ وہ ایک خود مختار ریاست قایم کرے چنانچہ تم پڑھ چکے ہو کہ وہ بہانہ
دکن مین مستقل حاکم ہوگیا اگر اُس پاس مالوہ اور گجرات کے صوبے نہ نکل جاتے تو دکن
بادشاہ وہ ہوچکا تھا۔ اب دکن مین اُسکی سلطنت ایسی شان و شوکت سے جم گئی تھی کہ اُس
کہ مرہٹون سے جو اُسکے ہمسایہ مین بڑے اندیشہ ناک دشمن تھے اپنے معاملات کو درست کرکے وہ
خصلت سے خوب واقف تھا اُنکے اندر جو فساد اور عناد تھے اُنکو خوب سمجھتا تھا اُن کے

آصف جاہ کا مرہٹون سے فساد ڈلوانا اور اپنی سلطنت جمانا

سردارون سے اُسکا اتحاد تھا اُس کو مرہٹون کے آپس کے فساد اور نفاق سے جو نمایاں
کامیابی کی امید تھی وہ اپنی حسن لیاقت سے نہ تھی اب اُس نے یہ چھیڑ نکالی کہ باجے راؤ کو شمالی
ملک کی مہمات مین مصروف دیکھکر سری پت سے جو پیشوا کا مخالف تھا رسم وراہ پیدا کرکے
یہ عہدنامہ حاصل کرنا چاہا کہ حیدرآباد کے گرد کے اضلاع سے چوتھ اور سردیس مکھی نہ لی جائے
(ان دونون چیزون کے لینے کا فیصلہ پہلے مرہٹون کے حق مین بادشاہی حکم سے ہو چکا تھا)
اور اُسکے عوض مین ملک یا نقد روپیہ ٹھہر جائے غرض اس سے یہ تھی کہ اُسکی دارالسلطنت کے
گرد ملک بالکل مرہٹون کی اس مداخلت سے خالی ہو جائے جو بار بار ان محصولون کے
سبب سے ہوتی تھی۔ اور ایک ملک جو سب طرح مرہٹون کے جھگڑون سے پاک ہو اُسکو حاصل
ہو جائے اس راجہ اور سری پت کو اُس نے راضی کر لیا مگر پیشوا جو آیا تو اُس نے اس انتظام کو
ناپسند کیا بھلا وہ اپنے اختیارات کو جو غیر محدود تھے کیون اس انتظام کو منظور کرکے محدود کرتا
غیر یہان اس امر پر گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ نظام الملک اپنی قدیمی چال چلا جس مین اسکو پہلے
کامیابی حاصل ہو چکی تھی وہ یہ تھی کہ ان دنون مین کولاپور کا راجہ سنبھاجی دوم مرہٹون کی
ریاست کا دوسرا دعویدار ساہو کی اقبالمندی کے مقابل مین پھیکا پڑا تھا اپنے خاندان کے ملک مین
جنوبی حصہ پر اُسکا قبضہ تھا اور باقی ملک کا وہ دعویدار تھا اب اس دعویدار کی حمایت پر آمادہ ہوا
اور باندھی اور بادشاہ کا اپنے تئین قائم مقام سمجھکر اُس نے یہ حاکمانہ حکم دیا کہ ہم کو یہ بڑا شبہ واقع ہوتا ہے
کہ تیرے ملک سے چوتھ اور سردیس مکھی وغیرہ حقوق کا روپیہ مرہٹون کا حق مقرر ہے وہ سنبھاجی کا حق ہے
یا ساہو راجہ کا فریقین اپنے دعوے کو بدلائل پیش کرین تمام راجہ ساہو کے کلکٹرون کو اُٹھا دیا
اور چوتھ کا روپیہ ادا نہ کیا۔ راجہ ساہو اس امر کو سنکر آپے سے باہر ہوا کہ اسی وقت لشکر کو خود چڑھکر
لے جائے مگر پیشوا نے اُسکو ٹھنڈا کرکے اس مہم کا اہتمام اپنے ذمہ لیا اور تھوڑے دنون مین
بڑی دانشمندی سے سپاہ اور سامان سپاہ کو جمع کیا اور اس خوبصورتی سے اس کام کو انجام
دیا کہ اپنے راجہ کی سلطنت کی بنیاد پختہ کر دی نظام الملک نے اس اپنی عمدہ تدبیر کے پورا ہونیکے

واسطے پہلے اس سے کہ ساہو کے مقابلہ مین میدان جنگ مین آئے اُس سے مصالحت کی باتین
شروع کین اور یہ اُس سے کہا کہ مین نے یہ تجویز فقط تمھارے ہی فائدہ کے لئے پیشوا کے ہاتھ سے
رہائی دلوانیکے لئے سوچی تھی پس راجہ کو چاہیے کہ جن لوگون کو موقوف کیا ہے اُن کو بحال کرے
وہ ہمیشہ اُسکے وفادار تابعدار رہینگے مگر اس وقت ایسی چالاکی کی باتین بنانا نظام الملک کی
تھی شاید یہ باتین اور وقت راجہ کو اپنے وزیر پر شک لاتین مگر اس وقت تو سارا
راجہ کا اس طرف جھکا ہوا تھا پیشوا کی شیوا بیانی اور خوش زبانی کب ایسی باتون کی طرف
ہوئے دیتی تھی غرض برسات کے موسم مین دونون طرف لشکرون کے سامان ہوتے رہے
۱۱۴۰ھ ۱۷۲۷ء کو نظام الملک کی ہراول کی فوج کو پیشوا صدمہ پہونچا کر پھر گیا اور دشمن کو
واسطے اورنگ آباد کو جا دھمکایا اور یہ مشہور کر دیا کہ میرا ارادہ برہانپور کے غارت کرنیکا ہے
دشمن شمال کو چلا۔ کچھ فوج اُسنے دشمن کے سامنے کی باقی فوج سے بڑی تیزی اور تندی
سے گجرات پر یورش کی اب آصف جاہ یہ سوچا کہ دشمن کا تعاقب کرنا بے سود ہے اسلئے
طرف چلا اور پونہ پر حملہ کیا لیکن پیشوا جلدی سے گجرات کے باشندون کو قتل کر خون کے
اور سیکڑون گھرون کو بے چراغ کرکے اپنے ملک کی حفاظت کے واسطے بہت جلد آگیا اب یہان
فوج نے کچھ کام نہ کیا۔ اس کام کے کرنے مین اُسکے بڑے دوست مرہٹے تھے اُنکی دوستی پر
اعتبار نہ تھا سوائے اسکے آپس مین نااتفاقی تھی۔ غرض اس وقت نظام الملک بڑی مصیبت
پھنسا اور اس سرزمین مین گھر گیا جس مین پانی ملنا بھی دشوار تھا آخر کو لاچار ہوکر اُس
راجہ سنبھاجی کا بھی ساتھ چھوڑا اور ۱۱۴۲ھ ۱۷۲۹ء مین راجہ ساہو سے اس اقرار پر صلح ہوگئی کہ چوتھ اور
کی تمام باقیات کا روپیہ ادا کرونگا اور چند مضبوط قلعے اپنے ملک کے آئندہ محصول ادا کرنے کی
ضمانت مین سپرد کرونگا یہ پہلا ہی وقت تھا کہ یہ دونون رقیب میدان جنگ مین آمنے سامنے آئے
خدا کی قدرت ہے کہ وہ اورنگ زیب کے زمانہ کا بوڑھا تجربہ کار امیر جس نے سیکڑون میدان مارے ہون
عاجز ہوکر ایک نوجوان برہمن سے ایسی شرائط پر صلح کرے جبکہ باجی راؤ اس کام مین صرف تھا سری

سنبھاجی ثانی کو لاپور کے راجہ کو گھیر کر شکست دی اور ۱۷۳۱ء مین اُسے مجبور کرکے یہ دستاویز لکھالی کہ تمام مرہٹون کا مسلم اور سردار ساری ریاست کا مستحق راجہ ساہو ہی وہ راجہ فقط حوالی کولاپور پر جس کی مغربی حد سمندر سے محدود ہی قابض رہیگا۔ اس کام سے سری پت راؤ کی بھی عزت ہوئی مگر یہ کام اُس رتبہ اور شان کا نہ تھا جو باجے راؤ نے کیا تھا گو آصف جاہ کو یہ خفت اپنے رقیب کے ہاتھ سے پیش آئی مگر پھر بھی وہ مرہٹون کی حکومت کے توڑنے کی تدبیرین سوچتا رہا اور آخر کو اُس نے ایک بڑا زبردست دشمن پیشوا کے لئے کھڑا کیا۔

ترمبک راؤ دھابری ایک بڑا مرہٹون کا سردار تھا اور وہ گجرات مین لڑا تھا اور اُسکی بدولت مرہٹون کی حکومت کی صورت گجرات مین جمی تھی مگر پیشوا نے گجرات کے حاکم سے جو عہدنامہ کیا اُس سے کچھ ثمرہ ترمبک راؤ کو اپنی جانفشانی کا نہین حاصل ہوا بلکہ وہ اُلٹا باجی راؤ کو حاصل ہوا اس سبب سے اُسکا دل پیشوا سے پھٹنے اور جلنے لگا اور اُس نے آصف جاہ کو اپنے ساتھ متفق کیا اور پینتیس ہزار آدمی دکن کی طرف لیجا کر یہ ارادہ مصمم کیا کہ راجہ ساہو کو پیشوا اور برہمنون کے پھندے سے نکالے

باجے راؤ نے بہت چستی اور چالاکی سے یہ چاہا کہ یہ دونون اُسکے قوی دشمن متفق نہ ہون اس لئے گو اُسکی فوج ترمبک راؤ سے آدھی تھی مگر اُس مین چنے چنے سوار اور خانہ پر دریا ہی تھے اس سپاہ کو وہ جلدی سے گجرات مین لے گیا شیر کی مونچھون کو اُسکے غار مین اکھیڑنے کا قصد کیا ترمبک راؤ کے ہراول کو نربدا کے قریب شکست دی اور پھر اُسکی بھاری فوج پر جا پڑا ترمبک راؤ نے یہ ارادہ کیا کہ کیا فتح حاصل کیجئے یا جان دیجئے اس لئے اُس نے اپنے ہاتھی کے پیرون مین زنجیرین ڈلوادین اس بلند ہمتی سے سپاہ نے بڑا سخت مقابلہ کیا اور باجے راؤ بھی گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کا دل بڑھاتا رہا۔ آخر کار ترمبک راؤ کے ایک گولی اتفاق سے لگی جس سے وہ مرگیا۔ اور اس طرح ۱۱۴۳ھ مین اس قوی دشمن کا خاتمہ ہوا نظام الملک کا یہ دوسرا وار تھا وہ بھی خالی گیا اب اسکو فقط اپنی ذات سے رقیب سمجھنا پڑا۔ اس فتح سے پیشوا کو بالکل مگر برائے نام غلبہ مرہٹون کی مادشاہت پر ہوگیا۔ دشمن کے ساتھ اُس نے بڑی نرمی برتی دشمنون کو بہت تنگ نہ کیا۔

بلکہ ٹربک اوٗ کے بیٹے کو گدی پر بٹھایا اور وہ حقوق اور مرافق مرہٹون کے جو گجرات مین متعین تھے باین شرط عطا فرمائے کہ نصف آمدنی اُسکی معرفت سرکار ساہوجی مین داخل ہو یہ راجہ لڑکا تھا اس لیے اُس کی مان کو اُسکا محافظ مقرر کیا اور گجرات کا انتظام اُسکی طرف سے پیلاجی گائیکوار کو سونپا یہ بڑا ہوشیار سردار تھا یہ خاندان وہی ہے جس کے راجہ اجکل بڑودہ مین حکومت کرتے ہین بھیل اور کولی قومون کی اعانت سے اس خاندان کا عروج ہوا تھا ان چھوٹی قومون کے سردار اور افسر تھے یون اس دانشمند پیشوا نے اپنے ملک کے جھگڑون کو تمام کیا

سربلندخان اور مرہٹون کی شرائط اور اُنکا نتیجہ

سربلندخان مرہٹون کی خصلت اور عادت سے خوب واقف تھا اب اُس نے دیکھا کہ نظام الملک بازی لیگیا تو اول اُس نے بادشاہ سے متواتر امداد طلب کی مگر وہان نقارخانہ مین طوطی کی آواز کون سنتا تھا تو پھر اُسنے مرہٹون سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ وہ اپنے ملک کی محاصل زمین اور سائر کی چوتھ اور سردیس مکھی دیگا یہ دونون محصول ملکر پینتیس روپیسیکڑہ کل محاصل ملک پر ہوتی تھی اور اسکے عوض مین راجہ کو ڈھائی ہزار سوار ہر وقت کمک کیلئے تیار رکھنے پڑینگے اور چوتھ کی تحصیل کے واسطے دو ایک کلکٹر اُسکی طرف سے رہینگے سوا اسکے کچھہ اور رعایا سے نہ مطالبہ کیا جائے اور بادشاہی سلطنت کے قیام اور استحکام مین ہر طرح کوشش کی جائے ایک بڑی بیڈھب شرط یہ تھی جو باجے راؤ نے راجہ کی طرف سے کی تھی کہ جو زمیندار اور سردار کسی طرح کا خلل انداز ملک کے امن مین ہوگا اُسکا انتظام کرنا ہمارا کام ہوگا یہ شرط گائیکوار کی مرضی کے خلاف تھی کیونکہ وہ بھیلون اور کولیون کا سردار تھا اور ان دو قومون کی گذراوقات لوٹ مار پر تھی اس شرط سے اُنکے رزق کا دروازہ بند ہوتا تھا پیلاجی گائیکوار اس وقت ٹربک اوٗ ڈھابری کا نائب تھا وہ اس شرط سے یون جل گیا کہ گویا اس نے بلا اختیار ہوا کہ اگر ٹربک اوٗ اور اُسکے دوستون مین سے کوئی ملک مین دست اندازی کرے تو اُسپر بھی وہ خیل ہو اس سبب سے اُس نے نظام الملک سے اتفاق پیدا کیا اور یونکا قصد اس سے کیا کہ راجہ کو پیشوا کے ہاتھ سے چھڑائے مگر پیشوا کی پیشقدمی اور دانشمندی فرزانگی کے آگے ٹربک اوٗ ٹین کر کے رہ گئے

آصف جاہ اور باجی راؤ کی معاملت

جب آصف جاہ کی کوئی چال ٹھیک نہ بیٹھی اور پیشوا اُسپر غالب ہوا اور اُسکو یہان تک اقتدار حاصل ہوگیا کہ چاہتا تو آصف جاہ کو اُسکی تدابیر پر تزویر کا مزا چکھا دیتا مگر یہ دونون آدمی عقلمند تھے اور خوف دونون طرف تھا۔ باجی راؤ یون ڈرتا تھا کہ مہمات دور دراز پر جانا ہی ہمسایہ مین آصف جاہ جیسے دشمن کو چھوڑنا عقل و دور اندیش کا کام نہین اس مین بڑا خوف ہے کہ مین عزت اور آبرو جو گھر کی سلطنت مین حاصل ہوئی ہے برباد نہ جائے آصف جاہ کو یہ خوف تھا کہ مین نے بادشاہ کا مقابلہ کیا ہے کہین میری جگہ باجی راؤ کو بادشاہ مقرر کردے غرض یہ دونون عاقل غاصب اس وقت اپنی مصلحت اسی مین سمجھے کہ چپکے چپکے دونون نے آپس مین صلح کر لی اور اُن مین قول و قسم ہوگیا دونون ایک دوسرے کے مدد و معاون رہین۔

ہولکر اور سیندھیا

اس وقت مین مرہٹون کی اور بڑے خاندانون کی نیو پڑی جب باجی راؤ نے مالوہ پر حملہ کیا تو اُسنے اپنی سپاہ کے حصون کے تین بڑے افسر مقرر کئے اوداجی پوار ملہار راؤ ہلکر اور راناجی سیندھیا۔ اوداجی تو پہلے سے بھی ایک چھوٹا سا سردار تھا اُسنے مالک دھار پر جو گجرات اور مالوہ کی سرحدون پر واقع ہے قبضہ کیا تھا مگر اُسکو اور نہ اُسکی اولاد کو وہ عروج اور رتبہ حاصل ہوا جو سیندھیا اور ہلکر کے گھرانے کو حاصل ہوا ملہار راؤ ہلکر ایک چرواہے کا لڑکا تھا۔ نیرا پر پونہ کے جنوب مین وہ بھیڑ بکریان چراتا تھا راناجی سیندھیا کا خاندان ستارہ کے قریب معزز شمار ہوتا تھا مگر تنگدستی کے سبب سے وہ باجی راؤ کے ادنے خدمتگارون مین نوکر ہوا یہ تینون سردار بعض اور خود مختار سردار نہ تھے۔ بلکہ باجی راؤ کے محکوم تابعدار تھے اُسکی طرف سے مہمات عظیم کا سرانجام دیتے تھے۔

راجا اجیت سنگھ کا حال اور اُسکی صوبہ داری گجرات

سربلند خان کی معزولی کا حال پڑھ چکے ہو کہ اُسکی جگہ راجہ ابھے سنگھ جودھپور والا مقرر ہوا تھا گرچہ ایک خود مختار راجہ کو کسی صوبہ مین حاکم مقرر کرنا سب وقتون مین قابل اعتراض اور مصلحت کے خلاف ہے اور خصوصاً ابھے سنگھ جیسے راجہ آوارہ مزاج کو تو اس کام پر مقرر کرنا سراسر حماقت تھا کیونکہ اُسنے اپنے باپ اجیت سنگھ کو قتل کیا تھا۔ اس قتل کا سبب مورخون نے جدا جدا بیان کیا ہے

راجہ اجیت سنگھ نے بادشاہ سے مخالفت اختیار کی تھی اس لئے قمرالدین خان نے اُس سے وعدہ کیا
مارڈالے تو اُسکو جودھپور کی ریاست ملجائیگی اس لئے اُس نے باپکے خون سے ہاتھ لال کئے کوئی
کسی رجپوت کی لڑکی سے ابھے سنگھ کی نسبت ٹھہری تھی مگر راجہ اجیت سنگھ نے خود اُس سے
کرنی چاہی اس لئے بیٹے نے غیرت مین آکر باپ کو مارڈالا اور یہ عورت راجہ کے ساتھ ستی ہوگئی
جس بے وفا راجہ نے باپ کو دغاسے قتل کیا ہو اُس سے وفاداری اور جان نثاری کی امید کرنی
پانی کی امید رکھنی ہو مگر بات اس مین یہ تھی کہ ابھے سنگھ کو ایسے قوی ذریعے حاصل تھے کہ معظم
حکومت کو حاصل نہ تھے اور وہ اپنے ذریعون کی بدولت اس بات کے قابل سمجھا گیا کہ سربلند خان سے
قبضہ سے گجرات نکال لیگا اور مرہٹون کی لوٹ مار سے بچاویگا۔ پہلا مطلب تو حاصل ہوا کہ سربلند خان
ایک سال مین فوج کشی کرکے ۱۷۳۰ء مین گجرات سے باہر کردیا مگر دوسرا مقصد حاصل ہونا
پیلاجی گائیکوار اگرچہ ۱۷۳۰ء مین بڑودہ سے خارج ہوگیا تھا مگر اب تک اُس مین اسقدر
تھا کہ جب راجہ ابھے سنگھ نے اپنی حکومت کا استحکام اس مین سمجھا کہ کسی طرح اُسکو ٹھکانے
چنانچہ ۱۷۳۱ء مین اُسکو دغاسے مارڈالا۔ اسپر اُسکے بھائی بندون کے ایسی آگ لگی کہ وہ گجرات
چڑھ گئے اور اُسکو برباد کردیا اور آس پاس کی قزاق قومون بھیل اور کولیون کو برانگیختہ کیا کہ
کبھی مسلمانون کی مطیع نہ ہوئین غرض ان جنگلی قومون اور گائیکوار کے خاندان نے ملکر ملک گجرات
آپس مین تقسیم کرلیا بلکہ انہون نے جودھپور پر جاکے ہاتھ پھیلایا جس کے سبب سے راجہ ابھے سنگھ گجرات
چھوڑکر اپنی ریاست کے واسطے یہان نائب چھوڑکر بھاگا گیا اور اس نائب سے کچھ نہ ہوسکا۔

مالوہ کی صوبہ داری پر بجے راؤ کا تقرر ہونا

پہلے لکھ آئے ہین کہ مالوہ مین راجہ گردھر صوبہ دار تھا یہ راجہ جوانمردی سے خالی نہ تھا
اُس نے باجے راؤ سے لڑنا شروع کیا اور بادشاہ سے بار بار بسبب قلت سپاہ کے امداد
مگر وہان سے کچھ جواب نہ آیا آخر کار اس لڑائی مین وہ مارا گیا اور اُس کی اُس کا بھتیجا
دیارام مقرر ہوا وہ بھی لڑتا رہا اور بادشاہ کو لکھتا رہا کہ جب تک مین زندہ ہون مرہٹون
سے مرہٹون کو روکتا رہا ہون میرے مرنے کے بعد وہ سارے ملک مین پھیل جائینگے

مالوہ کی صوبہ داری پر باجے راؤ کا مقرر ہونا

وقت وہ بھی مرگیا ۱۱۴۳ھ مین محمد خان بنگش اُس کی جگہ مقرر ہوا۔ مگر اُسکو بندیلون سے
ایسا معرکہ آن پڑا کہ وہ اُنہی مین مصروف ہوا۔ راجہ جے سنگھ والی جے پور کو صوبہ عنایت ہوا
راجہ خود علم نجوم مین بڑی مہارت رکھتا تھا اور علم و ہنر کا بڑا قدر شناس تھا۔ دلی میں آجتک
جے سنگھ پورا اور جنتر منتر اُس کے نام کو یاد دلا رہے ہین۔ اس وقت وہ بڑا معزز راجہ تھا
مگر مستقل مزاج اور عالی ہمت نہ تھا۔ مرہٹون سے اُس کو موروثی تعلق تھا مگر
یہ تعلق ایسا نہ تھا کہ دغابازی سے وہ مالوہ مرہٹون کو دیدیتا جب اُس نے دیکھا کہ مرہٹون سے
مقابلہ کرنے مین کچھ فائدہ نہین ہے تو بادشاہ سے اُس نے یہ صوبہ باجے راؤ کو ۱۱۴۸ھ
۱۷۳۴ء مین دیدیا اب اس مالوہ کی مہم مین مرہٹون کو بندیل کھنڈ مین بھی جانے کا اتفاق ہوا
جس کا ذکر نیچے دس پانچ سطرون کے بعد لکھا جاتا ہے۔ گجرات اور مالوہ کے صوبون کے
نکل جانے سے سلطنت کو بہت ضعف ہوگیا ایسے وقت مین افسوس ہے کہ مسلمانون کے
ننگ و نام کے رکھنے والے جوانمرد اور جنگ آور موجود نہ تھے۔ نامردون سے کیا کام
ہوتا ہے جہان شیر کا کام ہو وہان لومڑی سے کیا کام نکلتا ہے۔ جہان لوہے کی تلوار کا
کام ہو وہان لکڑی کی تلوار سے کیا خاک انجام ہوتا ہے۔ پانی سے آگ کا کب کام نکلتا ہے
خاک سے ہوا کا کیا خاک کام ہوتا ہے۔ قاعدہ ہے جہان جبن اور نامردی گھر بناتی ہے
وہان مکاری و دغابازی بے وفائی بے ایمانی مزدور اُس کے ہمسایہ مین آباد ہوتی ہین۔
صمصام الدولہ نے تمام باغیون کی تنبیہ اور سلطنت کے انتظام کو مکاری اور عیاری پر
موقوف رکھا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ حیلون اور شعبدون سے سارے فتنہ اور آشوب کو
دور کردون اور آصف جاہ اور باجے راؤ جیسے دشمنون کو لطائف الحیل مین ٹال دون
بھلا پانی مین کیونکر آگ لگ سکتی ہے۔ یہ ارادہ اُس کا کیونکر پورا ہوتا ایسی تدبیرون سے تو
اور سلطنت کی قوت گھٹتی اور باغیون کی تقویت بڑھتی روز بروز نفاق کا دروازہ کشادہ
ہوتا تھا اور حوادث اور فتنون کا مادہ زیادہ۔ ایسے وقت مین تو ایسا کوئی بادشاہ ہی شوکت

صاحب سطوت عالمگیر جیسا ہوتا کہ متمرد سرکشون اور باغی گردن کشون کے نخل نخوت
بغاوت کو اپنے حشمون سے جڑ پیڑ سے اکھیڑ کر پھینکتا۔

جب مالوہ اور گجرات پر مرہٹون کا تسلط ہوگیا اور بادشاہ سے ان کا تدارک کچھ نہ ہو
تو اُن کا اور آگے حوصلہ بڑھا اور صوبہ الہ آباد اور اکبر آباد پر اُن کا دانت ہوا جس وقت
باجے راؤ مالوہ مین آیا ہے اُس وقت محمد خان بنگش جو مالوہ کا صوبہ دار تھا بندیلکھنڈ کے
راجہ چترسال سے لڑ جھگڑ رہا تھا اس راجہ کی ریاست مالوہ اور الہ آباد کے درمیان واقع
تھی محمد خان بنگش اپنی قوم کے بہت سے سپاہیون کو ساتھ لیکر بندیلکھنڈ پر چڑھ گیا
اور اکثر مقامات پر قبضہ کرلیا وہان کے دارالملک مین اس جدید ملک کے انتظام کے
اقامت اختیار کی۔ راجہ اُس کے ہاتھ سے ایسا تنگ آیا کہ اُس نے ناگپور کلان کے
مرہٹون سے استعانت کی درخواست کی باجے راؤ کے ان سردارون سے جو اُجین مین
تھے وعدہ کیا کہ ہم اس اعانت کے عوض مین ملک اور روپیہ دینگے۔ باجے راؤ نے
اُس کی درخواست منظور کی اور سپاہ روانہ کی جو بجلی کی طرح محمد خان بنگش پر جا پڑی
وہ گھبراکر قلعہ چیت گڈھ مین محصور ہوا۔ اس قلعہ کو مرہٹون نے ایسا محاصرہ کیا کہ گھاس کا
تنکا نہین پہونچنے دیا۔ اور یہان تک قلعہ والون کو کھانے پینے کی تنگی ہوئی کہ گائے گھوڑے
گدھے کتے تک نہ چھوڑے۔ جو کھانے کی چیزین نہ تھین وہ کھائین۔ باہر نکلنا میسر نہ ہوا
غضنفر جنگ کے دن دفرزند فرخ آباد مین تھے وہ امرار حضور سے استغاثہ و استمداد
کرتے تو کوئی نہین سنتا۔ دہلی کی سلطنت مین ایسی قدرت ہی نہ تھی کہ وہ اعانت کرتی
آخر ناچار ہوکر احمد خان کے بیٹے قائم خان نے اقوام سے رجوع کی اور اُس کی بیوی نے
سرو سیل کے پٹھانون کے پاس اپنی چادر بھیجی کہ وہ بنگش کو گرفتاری سے خلاص کرین
(پٹھانون مین اس طرح چادر بھیجنا نہایت ضرورت کی حالت مین عزت بچانے کے
درخواست کرنا ہے)

محمد خان بنگش اور مرہٹون کی لڑائی اور مرہٹون کو دخل

خان ہم قومی کی حمیت کے سبب سے جمع ہوئے۔ غضنفر جنگ کی بیوی اور بیٹے سے تھوڑے روپیہ کا
سرانجام ہوسکا افغانون نے اسی پر قناعت کی اور وہ قایم جنگ کو اپنا افسر بنا کے وقت پر
غضنفر خان پاس پہونچے اور قلعہ سے اُسکو نکالا اور الہ آباد مین پہونچایا بیٹے نے یہ بڑا
کام کیا کہ باپ کو بچایا مگر اس بچنے سے اسکا صوبہ نہ بچا۔ راجہ بندیلکھنڈ نے باجے راؤ کو اسکی
حسن خدمات کے عوض مین جمنا کے کنارہ پر جھانسی کا علاقہ دیا۔ بعد ازان
جب مرنے لگا تو باجے راؤ کے لئے ایسے حقوق بندیلکھنڈ مین چھوڑ گیا کہ جن کے سبب سے کل ملک
مرہٹون کے ہاتھ لگ گیا۔ کوئی لکھتا ہے کہ راجہ نے باجے راؤ کو تبنے کر لیا تھا

غضنفر پر بادشاہ کا عتاب

امرا حضور نے غضنفر جنگ پر مرہٹون اور بندیلون سے مغلوب ہونے کا قصور
ثابت کیا تو وہ مورد عتاب مین آیا اور الہ آباد کی صوبہ داری سے معزول ہوا۔ اور مبارز الملک
سربلند خان کی عفو تقصیر ہوئی اور وہ الہ آباد کا صوبہ مقرر ہوا۔ اُس نے اپنے بڑے بیٹے
غازی الدین خان بہادر غالب جنگ کو صوبہ مذکور مین نائب مقرر کیا وہ خود اکثر بادشاہ پاس
رہتا مگر دربار مین شکستہ خاطر ہونے کے سبب سے کمر جاتا اکثر گھر مین پڑا رہتا۔

وفات حالات

ان ہی دنون مین حیدر قلی خان مع اپنی بیوی کے خس خانہ مین سوتا تھا رات کو
خس خانہ مین آگ لگی بیوی نیم سوختہ زندہ نکلی میان ایسا سوختہ ہوا کہ کسی علاج سے اچھا نہ ہوا
دنیا سے چل بسا۔ اور ۱۴ جمادی الاولی ۱۱۳۸ھ کو محمد یار خان صوبہ اودھ شاہجہان آباد مین انتقال کیا
اسی سال مین میر آتشی کی خدمت مظفر خان برادر صمصام الدولہ کو مفوض ہوئی۔ اس سال مین
۱۴ شوال کو برہان الملک کے باروت خانہ مین آگ لگی۔ فیروز شاہ کا منارہ آدھا اڑ گیا اور
اسکے نیچے کی آدھی عمارت اُڑ کر دور جا پڑی اس زمانہ مین نجم الدین علیخان رحمت الٰہی سے
واصل ہوا اور اجمیر کی صوبہ داری علاوہ میر آتشی کے مظفر خان کو ملی دہم جمادی الاخری کو
بادشاہ کچھ بیمار ہوگیا۔ ۱۴ شعبان کو راجہ ابھے سنگھ پسر مہاراجہ اجیت سنگھ بادشاہ پاس آیا تھا
کسی نے سنا کہ مرہٹون نے اُسکے وطن مین فساد مچایا اس لئے وہ رخصت لیکر اپنے دار الملک

جودھپور سیر تھا کو روانہ ہوا اس سال مین ایک ہندو جوہری نے پنجابی کفش
ایک کفش دوز کو ہولی کے ہنگامہ مین مارڈالا تھا اُنھون نے بادشاہ سے فریاد کی جب کسی
نہ سُنی تو اُنھون نے جامع مسجد مین دو جمعون کی نماز نہ پڑھنے دی قاضی کو بے عزت کیا
روشن الدولہ انتظام کو گئے تو اُنپر بھی دورسے جوتیان پھینکی گئین غرض مشکل سے یہ
آخر شوال اور ماہ ذیقعدہ مین شاہجہان آباد مین عفونت کے سبب سب چھوٹے بڑے
مین مبتلا ہوئے۔ پٹنہ والہ آباد و اکبرآباد سے بیماری شروع ہوکر شاہجہان آباد مین آئی
پانی پت ولاہور مین اُس نے سرایت کی مگر انجام بخیر ہوا تھوڑے آدمی مرے۔ ماہ رجب
بعض راتون کو ایسی سردی پڑی کہ نلکے اور ٹھلیون مین پانی جم گیا اور برف پڑی اس شہر
کبھی ایسی جاڑے کی شدت نہین ہوئی۔

بادشاہ کا سیر شکار کو جانا

پانچوین رجب ۱۱۴۵ھ کو بادشاہ شاہجہان آباد سے اعزآباد برد تھ کی طرف سیر
گیا۔ سرزمین اکبرآباد مین مرہٹون کی شوخیون کی خبر سنکر اُنکی گوشمالی کے ارادہ سے ایک
بادشاہ چلا اور ہنڈن ندی کے کنارہ پر سات آٹھ روز قیام کیا جب مرہٹون کے بارہ
خبر سُنی تو ماہ شوال مین شاہجہان آباد مین چلا آیا۔

مظفر خان کا مرہٹون کی تنبیہ کے لئے جانا

دہم رمضان ۱۱۴۶ھ کو بادشاہ نے مظفر خان بہادر میر آتش برادر صمصام الدولہ کو
کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا جب مرہٹون نے گجرات اور مالوہ کے صوبون کو تسخیر کرلیا اور کوئی
تدارک ظہور مین نہین آیا تو اُنھون نے تگ تاز کو اور دست طلب کو دراز کیا آہستہ
قدم بڑھایا اور کچھ مدت گذرنے کے بعد ملک بادشاہی کے ایک دو محال پر تصرف کیا یہان
ایک زمانہ گذرنے کے بعد وہ گوالیار تک جو اکبرآباد سے قریب ہی متصرف ہوئے۔ آصف
مرہٹون کے اغوا مین کوشش کی فساد کو بڑھایا اور مرہٹون کو اور بلاد کی تسخیر پر دلالت
کیا۔ ارکان سلطنت کے ضعف کو مرہٹے دیکھکر خود بخود آگے بڑہنے کا ارادہ رکھتے تھے
تحریک کے بہانہ کو خاطر خواہ جانکر قدم آگے بڑھایا۔ ایسا لامراء دخالت کے مجالات پر اُنھون

تاخت وتاراج کی جب مرہٹون کی تاخت وتاراج نے حدود گوالیار سے آگے بڑھکر محالات متعلقہ اکبرآباد واجمیر پر بھی سرایت کی تو امیرالامرا نے ناچار ہوکر اپنے بھائی مظفرخان کو جو گھر مین بیٹھا اپنی شجاعت کی شیخیان بگھارتا تھا مرہٹون کی جنگ اور تنبیہ کے لئے بادشاہ سے رخصت دلائی اور بائیس امیر مع سپاہ کے اُسکے رفیق اور معین کئے افواج شاہی اُسکی ہمراہی مین گئی۔ غرض وہ بڑے ٹھاٹھ سے مرہٹون سے لڑنیکے لئے روانہ ہوا مرہٹون کی لڑائی کا ضابطہ جنگ بطور چپاولی وقزاولی ہے اثنار راہ مین کہین مظفرخان سے مرہٹے دوچار نہ ہوئے وہ سرونج مین جاکر مقیم ہوا اس میدان مین مرہٹون نے چند ماہ اُسکو محصور رکھا اور اجناس وغلہ کو اس پاس جانے نہ دیا مظفرخان بہادر نے خودداری کرکے بادشاہ اور اپنے بھائی کے حکم کا انتظار کیا جب حکم معاودت صادر ہوا تو اُس نے خدا کا شکر کیا اور بادشاہ اور بھائی کی خدمت مین آیا دوازدہم محرم ۱۱۴۷ھ کو بادشاہ کی کورنش بجالایا اس سفر سے اُسکے خوشامدیون نے کہا کہ ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔ چہارم جمادی الثانی کو امیرالامرا صمصام الدولہ اور اعتماد الدولہ قمرالدین خان مرہٹون کی تنبیہ کے لئے بادشاہ سے رخصت ہوئے یہ دونون بہادر بھی مظفرخان کی طرح مرہٹون کو تلاش کرکے اُلٹے چلے آئے

شوال ۱۱۴۷ھ مین مرہٹون نے قصبہ سانبھر پر کہ شاہجہان آباد سے سو کوس پر ہے تاخت کی وہان کے فوجدار فخرو نے تین چار ہاتھی اور تین لاکھ روپیہ کا مال سباب خانہ مرہٹون کو دیا کہ وہ اس سے دست بردار ہون مرہٹون نے اُسپر قناعت نہ کی فخرو کو ایسا لوٹا کہ صرف اُس کے بدن پر کپڑے چھوڑے۔ قصبہ مذکور کے قاضی نے جاہلیت کی حمیت کو کار فرمایا کہ پہلے اپنے عیال کو مارا اور پھر جہان تک ہوسکا مرہٹون سے لڑا اور مجروح ہوکر اپنے گھر مین پڑا

اس زمانہ مین راجہ بھگونت کچھاروزمیندار غازی پور ضلع کوڑہ مین سرکشون کا بڑا سرغنہ تھا وہ جان نثارخان کو ہمیشہ آزار پہونچاتا تھا جان نثارخان و قمرالدین خان کا بہنوئی ضلع کوڑہ کا ناظم تھا جب کوڑہ مین نواب سربلندخان صوبہ الہ آباد مین آیا تو جان نثارخان نے

بھگونت کے استیصال کے لئے اس سے مدد مانگی۔ سربلند خان نے کہا کہ بھگونت
مین بہت مدت لگیگی میرے پاس سپاہ کے خرچ کے لئے روپیہ نہین ہے۔ اگر تم روپیہ دو
شہزادون جہان نثار خان نے روپیہ دینے سے انکار کیا تو سربلند خان نے الہ آباد کو
بھگونت سنگھ جہان نثار خان کی جان لینے کے لئے اپنا قابو ڈھونڈ رہا تھا کچھ
بعد اُس نے دفعتہً جا کر اُسکو مار ڈالا۔ اسکا سارا مال اسباب لوٹ لیا اُسکے گھر کی عورتون
(منتخب اللباب مین لکھا ہے کہ روپ رائے پسر بھگونت نے اُسکی بیٹی پر تصرف کرنا چاہا مگر اُس نے
عصمت بچانے کے لئے زہر کھا کر جان دیدی) یہ خبر سنکر قمرالدین خان وزیر کو بڑا
امرا دہلی کو ساتھ لیکر بھگونت سے لڑنے کے لئے نکلا بھگونت قلعہ غازی پور مین متحصن ہوا
سلسلہ جنبانی کی کوششین کین مگر اُنکا کچھ اثر مرتب نہ ہوا تو آخر کو محمد خان بنگش نواب فرخ
غازی پور کا محاصل سپرد کرکے دہلی چلا گیا نواب مذکور نے بھگونت سے کچھ روپیہ لیکر
فرخ آباد کو معاودت کی اس سے بھگونت کو پہلے سے بہت زیادہ دلیری ہوئی اُس نے کوڑ
جب بادشاہ نے ضلع مذکور برہان الملک کو سپرد کیا تو وہ ۱۱۴۰ھ مین بیت
گیا قلعہ غازی پور سے بھگونت تین ہزار سوار لیکر دفعتہً لشکر کے روبرو آیا نواب کے
بہت آدمی مارے گئے۔ گو بھگونت ان توپون کی مار سے بچکر ہراول پر حملہ آور ہوا
ابوتراب خان تھا بھگونت نے اُسکو مار کر نواب کے قول پر حملہ کیا میر حیدر یار خان
سوارون کے ساتھ اُس سے لڑا سخت لڑائی کے بعد اُسکو شکست ہوئی تو نواب خود
ملک کو گیا اور بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی بھگونت کو گھیر کر درجن سنگھ نے
برہان الملک نے بھگونت کا سر کاٹ کر بادشاہ پاس بھیجا۔ اور کھال مین بھس بھر
پاس بھیجی بعض کہتے ہین کہ درجن سنگھ بھگونت کا رشتہ دار اور نواب کا نوکر تھا
برہمن بتاتے ہین۔ راجہ بھگونت کو فارسی کتابون مین اجازو ازارو اور

برہان الملک چند روز اس چکلہ مین رہکر شاہجہان آباد کی طرف روانہ

4828

بادشاہ کی ملازمت کی۔ ۹ شوال کو ابو المنصور خان صفدر جنگ داماد خواہرزادہ برہان الملک اور شیخ عبداللہ خان وغیرہ نے اس سے رخصت کی درخواست دی کہ پیر بھگونت نے مرہٹوں کو اپنی کمک کے لئے بلایا تھا۔

اسی عرصہ میں ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۸ھ کو یادگار خان کشمیری کوکہ چوبدان اور ہوشیار اور امیر الامرا صمصام الدولہ کے رفقا میں سے تھا راجہ جے سنگھ سوائی اور آپاجی راؤ سپہ سالار مرہٹہ بھیجا کہ جو راجہ ساہو کی طرف سے ممالک ہندوستان کی تسخیر کے لئے مامور ہوا تھا اور وہ راجہ جے سنگھ سوائی کی معرفت مرہٹوں سے جواب سوال کرے۔ گجرات اور مالوہ کی صوبہ داری بھی انکو دیگئی تھی مگر مرہٹوں نے کسی بات کو نہ سنا اور گجرات اور مالوہ کے صوبوں کے لینے پر نا ملی حرص کی آگ بھی بلکہ انہوں نے اپنا مقدور پیشتر سے بیشتر دیکھا انھوں نے اور زیادہ پاؤں پھیلائے۔ پیشوا کو اس وقت بڑی فرصت حاصل تھی کیونکہ کولاپور کے راجہ سے پہلے ہی صلح ہو چکی تھی نظام الملک کی طرف سے کچھ خوف باقی نہ رہا تھا اس لئے تو خود مرہٹوں کو شمال کا رستہ بتلا دیا تھا۔ وہ بیٹھا ہوا اپنی جداگانہ سلطنت قائم کر رہا تھا گو اور اطراف سے بالکل غافل نہ تھا مغربی ساحل پر جو دشمن پیشوا کے راجہ کے تھے ان دور دراز کی مہمات کے زمانہ میں مغلوب کر لیا تھا گجرات مالوہ بندیلکھنڈ میں بادشاہی اہلکار کا نام نہ تھا۔ اسکے محصول سے اسکی سپاہ کثیر کا کام چل رہا تھا جمیر و بندیلکھنڈ کے راجپوت اسکے دوست تھے۔ ہان برار میں خاندان بھوسلا نے سلطنت کی ایک نئی شاخ قائم کی تھی جس سے ناگپور کی ریاست کی بنیاد پڑی اگرچہ یہ ریاست پیشوا کی مخالف ہوئی مگر اس نے مغلوں کے ساتھ لڑنے میں کچھ خلل نہیں ڈالا پیشوا کے زیر حکومت تھے جو امرا و افسر ہولکر اور سیندھیا تھے جب یہ سب باتیں جمع ہو گئیں تو باجی راؤ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی قوت کو بادشاہ دہلی پر آزمائے۔ بادشاہ نے ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۹ھ کو امیر الامرا صمصام الدولہ کو مرہٹوں کی تنبیہ کے لئے رخصت کیا۔ اس نے اکبرآباد میں تیس چالیس ہزار سوار مع توپ و توپخانہ اور اور آلات جنگ کے آراستہ کئے۔ ہندوستان کے بعض عمدہ راجہ اسکے ہمراہ تھے۔ سرداران مغل و ہندوستانی

امیر الامرا صمصام الدولہ وزیر اعظم کا آخر دلدوز انجام کا باعث راؤ مرہٹہ کے لئے بھانا اور اس کا انجام

اُسکے ملازم ہمرکاب تھے علاوہ انکے مغلیہ اور تورانیہ قدیمی ملازم بادشاہ کے اُسکے ہمراہ
اس لشکر کے ساتھ اجمیر کی راہ پر دشمن کا منتظر تھا محمد خان بنگش اپنے مسکن فرخ آباد
حکم سے مرہٹون کے روبراہ تھا ان تمام مشہور امرائے مقتدرین سے کسی کی جرأت نہ تھی
خود تاخت کرتا اور اُنکے کان اینٹھتا خود صمصام الدولہ بیٹھا ہوا تدبیرات سوچتا اور
جے سنگھ لکھتا۔ اُنکے جواب مین جے سنگھ کے دل مین جو کچھ آتا وہ امیر الامرار کو لکھ بھیجتا
راٹھور اپنے وطن مین افیون کی پینک مین رہتا دن کو خواب مین رات کو پیچاب مین
کرنا چاہیئے جب امیر الامرار اُسکو طلب کرتا تو خودداری اور اپنے ملک کی حفاظت
لاطائل لکھ بھیجتا علیٰ ہذا القیاس اعتماد الدولہ کبھی اپنے سے غافل کبھی ہراس مین اپنے
اپنے رفقا اور اپنے ہم قوم امرا سے مشورہ کرتا مگر عقدہ حل نہ ہوتا ہمیشہ آصف جاہ
امید رکھتا صمصام الدولہ بادشاہ سے آصف جاہ نہایت آزردہ خاطر ہو کر دکن کو چلے
وہ ان طرفون کے مفاسد کی اصلاح پر التفات نہ کرتا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ جس صورت سے
ارکان سلطنت و اعیان مملکت کی کسر شان ہو۔ آصف جاہ کی طرف سے بادشاہ سورظ
امیر الامرار کی ممانعت کے سبب آصف جاہ سے رجوع نہین کرتا بلکہ قطعی امرائے تورانیہ
ہو کر کسی سے اپنی اعانت نہین چاہتا تھا روز و شب تذبذب مین گذرتے تھے اور کوئی
بنائے درست پر نہین قائم ہوتا تھا۔ حضور بادشاہ کے امرائے بیقدر اور منصبدار
کسی کام کو نہین کرتے تھے اُن مین سے اکثر کو لیاقت بھی نہ تھی بعض مثل عمدۃ الملک
امیر الامرار کی ناخوشی کے سبب اسکی مرضی کے خلاف کسی التماس کی مجال نہ رکھتے تھے
یا مبارز الملک سربلند خان کو جرأت اور کام کی لیاقت رکھتے تھے کچھ کہتے تو بادشاہ
کی مرضی کے خلاف کسی کی بات نہ سنتا جو کچھ بادشاہ کے دل مین آتا وہ صمصام الدولہ
لکھ بھیجتا اور وہ عذر مین عرائض دور از کار جواب مین لکھ بھیجتا۔ امرا مین سے ہر ایک
مصالحت چاہتا تھا اور مرہٹون کے استیصال کو امیر الامرا اپنی تاب و توان سے

4830

برہان الملک کا مرہٹون سے لڑنا اور اُنکو شکست دینا

وجنگ کی شقوق پر تامل عمیق ہوتا اور معاملہ کا انفصال ناتمام اور ملتوی رہتا۔ سب باتون سے صلح شاہجہان آباد کی مراجعت ٹھہری۔

برہان الملک سعادت خان بہادر جنگ فقط اودھ کا صوبہ دار اور خواص بادشاہی کا داروغہ تھا۔ تین امیرون مین سے جن کا ذکر اوپر ہوا اُن سے مدارج مین کمتر تھا۔ لیکن نہایت شجاع وغیور مردانہ صاحب شعور اور جویائے نام ونگ والوالعزم بافرہنگ تھا وہ امرار کی سستی دیکھکر اور مرہٹون کی شوخی سے دل تنگ ہوا باوجودیکہ صوبہ کی حدود شمالی گنگا کی طرف تھے اور اُس کو دکنیون سے سروکار نہ تھا اُس نے محض غیرت کے سبب مرہٹون سے رزم کا عزم کیا اور پیکار کے لئے مستعد ہوا۔ وہ اپنی فوج کو پیکار کے لئے ہمیشہ آراستہ رکھتا تھا اب از سر نو آراستہ کیا واسباب حرب وآذوقہ کو جسقدر مناسب تھا مہیا کیا اور اپنے داماد ابوالمنصور خان صفدر جنگ کو ساتھ لے اپنے دارالملک سے کوچ کیا اور گنگا سے پار گیا اور جمنا سے پار اُترنے کا ارادہ تھا کہ راجہ بھدورا کی کمک کرے۔ راجہ برہان الملک سے توسل رکھتا تھا۔ اُسکے قلعہ کا محاصرہ مرہٹون نے کر رکھا تھا اُس نے برہان الملک کو عرائض لکھی تھین کہ وہ میری امداد کرے۔ برہان الملک نے جواب مین لکھا کہ کبھی عاجز ہو کر مرہٹون کو کوڑی نہ دینا مین ابھی آیا۔ مرہٹون اور بندیلون نے آپس مین اتفاق کرکے جمنا کے گھاٹون پر اپنا اژدحام کر رکھا تھا اُنسے عبور کرنا آسانی اور جلدی سے نہین ہوسکتا تھا۔ راجہ کو مرہٹون کے ہاتھ سے ایک صدمہ عظیم پہونچا۔ راؤ ملہار نے کہ باجے راؤ کا عمدہ سردار تھا جمنا سے پایاب جگہ سے عبور کیا اور برہان الملک کے عقب مین آیا چکلہ اٹاوہ آرہ کے موتی باغ تک جس جگہ آبادی دیکھی اُسکو جلایا غارت کرکے خاک کی برابر کیا۔ سعد آباد وجالیسر دست درازی کی اور اُنکو خراب کیا۔ ۲۲ ذیقعدہ کو ۱۱۴۹ھ کو برہان الملک بلائے ناگہانی کی طرح ملہار راؤ ہلکر پر گرا۔ اکثر مرہٹون کو قتل اور تین عمدہ نامدار سردارون کو اسیر کیا۔ اعتماد پور تک کہ چار کروہ مسافت پر تھا تعاقب کیا اور راہ مین کشتون کے پشتے لگا دیئے۔ ملہار راؤ کے ایک زخم لگا اور فراریون کے ساتھ گیا اور بھاگ گیا۔ راہ مین جمنا مین کچھ مرہٹے دوبے۔ باجے راؤ کے پاس

لھار راؤ گیا یہ سپہ لار دکن قصبہ کوٹلہ آبادی ساداتین کہ گوالیار کے قریب تھا ٹھہرا ہوا تھا
اُسکے تعاقب مین دھول ماری کی طرف آیا کہ اکبرآباد سے اٹھارہ کوس پر دریائے چنبل کے
اُس نے سنا تھا کہ باجے راؤ وہان ہی اسکا ارادہ تھا کہ باجے راؤ سے ہمان ملاقات ہو وہان
مین مشغول ہون کہ ہندوستانیون کی آبرو گئی ہوئی پھر حاصل ہو اور بگڑی ہوئی بات بنے
کے لشکر کا پتہ نہ تھا ناچار برہان الملک اپنے خیمون مین آیا اور دو روز آرام کیا اور حکم دیا کہ
چار روز کا سامان کھانے پینے کا اپنے ساتھ لیکر مسلح و مکمل ہوکر ہمراہ ہو اور خود بھی پانی سے بھری
پکی روٹیان ساتھ لین اور حکم دیا کہ جو شخص ملازمون مین سے اپنے خیمہ گاہ مین رہیگا اُسکے گھوڑے کی
تشہیر کیجائیگی اور ہاتھیون پر بھاری جزائل کو اونٹون پر رکھکر ہلکی توپون اور ضربون کو
کھانے پینے کی چیزین اونٹون اور خچرون پر لدی ہوئی ساتھ لین اور مصمم عزم کیا کہ اگر
غنیم ہوگا تو مع فوج دریا کے پار جاکر اُسپر دست برد مردانہ اور مبارزت دلیرانہ کرے
تیار کرکے حرکت پر مستعد ہوا تو برہان الملک کی جرأت و جلادت کی خبر صمصام الدولہ کو پہونچی
ہوا اُس نے چاہا کہ مین بھی برہان الملک کی طرح نام پیدا کرون یا اُسکو بھی اپنی طرح بدنام
اس لیے اُس نے شتر سوارون کے ہاتھ متواتر مکتوبات بھیجے ان مین بقسم لکھا کہ مین آپ آتا ہون تم
دشمن کو اسیر صال کرینگے زنہار کار مین جلدی نہ کرنا برہان الملک بہادر نے امیر الامرا کے خطوط
عین سواری و تیار کرکے وقت اپنا ارادہ ترک کیا تین چار روز بعد امیر الامرا آیا جو بسبب مرہٹون کے قریب کے خوفناک تھا اور صاحب فوج امیر مہم و مدافعہ مین مامور تھے
بھی مع اپنی فوج کے شاہجہان آباد سے تیس کوس پر اجمیر کی سڑک پر تھا محمد خان غفلت
اپنی جمعیت کے ساتھ ایک طرف غنیم کا منتظر تھا صمصام الدولہ اور برہان الملک مین
طرفین مین صفائیان ہوئین اس طرح غنیم کو چھ سات روز کی فرصت مل گئی اور برہان
تعاقب کا اضطراب باجے راؤ کے دل سے باہر ہوا اُس نے شاہجہان آباد کو فوج سے خالی
برہان الملک کی فتح کی یہ ہوائیان اُڑین کہ سارے مرہٹے دکن کو بھاگ گئے جب باجے

برہان الملک کو صمصام الدولہ کا باجے راؤ سے لڑنے کے لیے مقرر کرنا اور شاہجہان آباد کو باجے راؤ کا جانا

یہ خبر پہونچی تو وہ مرہٹون کی بدنامی کا دھبہ مٹانے کے لئے اور زیادہ لڑائی پر آمادہ ہوا اور اُن سے کہا کہ اب مین بادشاہ کو جتلاتا ہون کہ ہندوستان خاص مین ہون اور اُس کی دارالسلطنت مین اپنے مرہٹون کو دکھلاتا ہون اور اپنی لڑائی کے شعلون کو بھڑکاتا ہون وہ بڑی بڑی منزلین طے کرتا ہوا ۱۲ ذی الحجہ ۱۱۴۱ھ مین تغلق آباد مین آیا۔ اُس دن کالکا کا میلہ تھا اس مین ہندو مسلمانون کا جمگھٹا تھا۔ اس میلہ کو اُس نے بڑی دھجی سے لوٹا بہت مال جمع کیا۔ رات کو قطب صاحب کے مزار کے قریب آیا۔ پھر عرفہ کے دن مینا بازار اور آبادی کی دوکانون کو جلایا اور غارت کیا۔ دوپہر کے قریب حویلی پالم کو تاراج کیا۔ کالکا کے مجروح و مضروب شہر مین آئے۔ مرہٹون نے قتل و غارت کو زبان حال و مقال سے ظاہر کیا۔ اس خبر کے سننے سے اور مجروحون کے حال دیکھنے سے دہلی مین نہایت ہول پیدا ہوا۔ بادشاہ کے حکم سے دس پانچ امیر ٹوٹی پھوٹی سپاہ لیکر باہر نکلے اور تال کٹورہ پر کہ شاہجہان آباد سے بہت قریب ہے لڑائی شروع ہوئی دو چار غیرت مند امیر مارے گئے باقی بے حیا اپنا سا منہ لیکر شہر مین چلے آئے۔ شاہجہان آباد کے قریب جو بادشاہی لشکر تھے وہ اس خبر کو سنکر اور بادشاہ کی تنہائی کا اندیشہ کرکے ہر ایک ایلغار کرکے شاہجہان آباد کی طرف دوڑے اور چند روز مین جمع ہوگئے۔ باجے راؤ نے جب برہان الملک کا آنا سنا تو اپنے مین تاب مقاومت نہ دیکھی چاروناچار قصبہ پواڑی دپاٹودھی کی طرف گیا اور دونون قصبون کو خاطر خواہ لوٹا۔ اسی راہ سے گجرات اور مالوہ چلا گیا اور کہین نہین ٹھہرا۔ برہان الملک کے سوا کسی اور کو مرہٹون کے تعاقب کی ہوس نہ تھی۔ ہر ایک امیر کچھ بہانہ بناکے اپنی جگہ سے نہین ہلا۔ اب ارکان شاہی سے کچھ اور نہ ہوسکا۔ سوائے اس کے کہ نظام الملک کی منت سماجت کرین۔ بادشاہ نے جو لشکر کشی کی اس سے مرہٹون کی نظرون مین بادشاہ کی عزت اور گھٹ گئی۔ تھوڑی مدت کے بعد باجے راؤ نے خود عہدنامہ کی بابت خط و کتابت شروع کی۔ مالوہ اور گجرات دینے کی تجویز دربار شاہی مین ہوئی لان ملکون کے دینے کا پوشیدہ پوشیدہ عہدنامہ لکھا گیا مگر اُس پر امرائے شاہی کا اتفاق نہ ہوا۔ مرہٹون کے

ایک سردار کو یہ حال معلوم ہوگیا۔ اُس نے یہان کے نفاق کا حال باجے راؤ کو لکھ بھیجا تو
اپنی درخواستون کو بڑھانا اور مالوہ اور گجرات کے سوا اجمیر اور الہ آباد و بنارس ہندوؤن کے
شہرون کو بھی مانگا۔ اگرچہ بادشاہ مین یہ قدرت نہ آئی تھی کہ وہ علانیہ مرہٹون کا مقابلہ کرتا
ذلیل بھی نہ ہوا تھا کہ وہ اس درخواست کو منظور کرتا۔ اب اُس نے کچھ تھوڑا سا نقصان اُٹھا
مرہٹون کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔ مرہٹون نے بھی اپنا مقصود عظیم ہاتھ سے نہین دیا بلکہ اُس
کرکے راجگیر و دیگر سے رادعوی کن۔ مرہٹون کے حال پر جو اور عنایتین کی تھین منجملہ اُنکے یہ بھی
کہ مرہٹے راجپوتون کے ملک سے خراج وصول کرین اور آصف جاہ کے ملک مین سے جو حقوق
حاصل ہین اُنپر اضافہ کرین اور وجہ ان حقوق کے عنایت کرنے کی یہ تھی کہ آصف جاہ اور
کی لڑائی مین مرہٹے مصروف ہوجائین۔ یہ مقصد کسیقدر حاصل بھی ہوا۔

آصف جاہ نظام الملک کو بادشاہ مرہٹون کے فسادون اور خللون کا بانی
جانتا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ اس سے عہدہ برآ ہونا دشوار ہے تو اُسکی دلجوئی ضروری جانی
سنہ ۱۱۵۰ھ مین اُس کے پاس بادشاہی شقّے اشفاق آمیز گئے اور بادشاہ نے اُس کو اپنے پاس
بلایا۔ آصف جاہ بھی مرہٹون کا حال دیکھ کر چوکنا ہوگیا تھا کہ مین نے اپنے منصوبے کو
حد سے بڑھا دیا۔ اور اب اُسکو بادشاہ کے ضعیف ہونے سے ایسا ہی اندیشہ تھا جیسا کہ
اُسکے دشمن ہونے سے خوف تھا۔ سو اُسکے دربار دہلی اُس سے امداد اور استعانت کے
التجا کر رہا تھا اور اس بُرے وقت مین اُسی کو اپنا بیڑا پار کرنے والا سمجھا تھا اور اُس
سرکشی اور بغاوت کی باتون کو سب بھول گیا تھا اُسی کو اپنی بلاؤن کا ٹالنے والا جانتا تھا
آصف جاہ نے بھی یہ سوچ سمجھکر بادشاہ کی اعانت کا ارادہ مصمم کرلیا۔

باجے راؤ کے آنے سے دِلّی والون کے دلون پر جو صدمہ ہوگا وہ وہی خوب جانتے ہونگے
مگر اس کا یہان آنے سے فقط بادشاہ کو اپنی ہیبت دکھانی اور ڈرانا منظور تھا اُسکو غصہ
منظور نہ تھا۔ اس لیے اُس نے شہر پر اپنی فوج کی دست درازی نہ ہونے دی مگر دو ایک کو

کھا دیئے جن سے معلوم ہو جائے کہ ہان اس مین قدرت غارتگری اور نقصان پہونچانے کی ہے
نہایت آدمیت کے ساتھ بادشاہ سے خط وکتابت شروع کی مگر اُس کا نتیجہ کچھ نہ ہوا پھر وہ شہر سے
تھوڑی دور چلا گیا اور اُس نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ شہر کے پاس رہنے مین مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہین
فوج اُسکو لوٹ نہ لے اس لئے پرے ہٹ گیا ہون جب وہ شہر سے پیچھے ہٹا تو شہر کی خلقت اُسے
گمراہ سمجھی اور لڑنے کے لئے آمادہ ہوئی مگر پھر شکست کھاکر اور آفت اُٹھاکر شہر مین چلی آئی جب
سعادت خان کو قمرالدین خان ساتھ لے دارالسلطنت کی امداد کے لئے پہونچا تو باجے راؤ نے اُلٹے
جانے کا قصد کیا۔ اس طرح واپس جانا مرہٹون کے آئین جنگ کے موافق کچھ بے عزتی کی بات نہ تھی
بادشاہ نے اُس کو مالوہ جاگیر مین اور تیرہ لاکھ روپے عنایت کئے۔ یہ کامیابی اُسکو ایسی ہوئی کہ اب تک
کسی کسی قوم کے سردار کو نہین حاصل ہوئی تھی اُس کا ارادہ تھا کہ جمنا کے نیچے سے پار اُترے اور
کنارہ جمنا کے دوآبہ کو لوٹتا ہوا جائے۔ مگر برسات کے قریب آنے اور آصف جاہ کے دلی کی جانب
بڑھے آنے سے یہ قصد کیا کہ دکن کو جلد چلا جائے وہان اُس کو بعض اور کامون کی بھی ضرورت تھی
پھر دکن کو باجے راؤ چلا گیا مگر آصف جاہ دلی کی طرف بدستور چلا آتا تھا۔ کیا خدا کی قدرت ہے
کہ وہ آصف جاہ جس کا بادشاہ دشمن تھا اور رات دن اُس کی بیخ کنی کی فکر مین رہتا تھا اب
اُسنے نکمی مست اور سماجت سے اُسے اپنی حمایت کے لئے بُلایا اور بالکل اختیار اُس کو دیدیا
اور کہدیا کہ جو کچھ وہ میری سلطنت سے لڑائی کا سامان جمع کرسکے اکھٹا کرے۔ غرض آصف جاہ
دلی مین ربیع الاول سنہ ۱۱۵۰ھ ۱۷۳۷ء مین پہونچا اور اپنے بیٹے غازی الدین خان کو دکن مین نائب
کرآیا تھا۔ آب بادشاہ نے آصف جاہ کو مرہٹون سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔ اور مالوہ کی
صوبہ داری بجائے باجے راؤ کے غازی الدین خان کو مرحمت ہوئی۔ اب وہ اکبرآباد مین آیا
ساری سلطنت ایسی ضعیف ہوگئی تھی کہ کہین سے سامان جنگ عمدہ مہیا نہ ہوا۔ اُس پاس فقط
پینتیس ہزار سپاہ تھی۔ اور اُس مین بعض راجپوت راجہ بھی ہمراہ تھے وہ اب تک محمد شاہ کا
ساتھ دیئے جاتے تھے۔ توپخانہ کا سامان اُسکے ساتھ نہایت عمدہ تھا۔ اب سعادت خان کا بھانجہ

صفدر جنگ بھی لشکر کے ساتھ اُسکی تائید کرنے کے لئے آیا پیشوا اس سے دو چند فوج لیکر دریائے
نربدا سے پار اُترا۔ اگرچہ اُس نے اپنی فوج کا تخمینہ بہت کیا تھا مگر بعض سپاہ اس سے نہ مل سکی تھی
اُس کو اُس دشمن کے مقابل آنا پڑا جس سے وہ پہلے ہزیمت پا چکا تھا مگر اس سے اسکی شہرت میں
کچھ فرق نہین آیا تھا اُسکے ساتھ وہ ہندو راجہ تھے جو شجاعت، اور مردانگی ماں کے پیٹ سے
لیکر نکلے تھے۔ بادشاہ کا نام بھی اب تک لوگون کے دلون مین ہیبت اور خوف پیدا کرتا تھا ان
باتون کے سوا آصف جاہ کے بھاری توپ خانہ کے سامنے ہلکی مرہٹے سپاہیون کا ٹھہرنا مشکل
گو یہ سب باتین تھین مگر یہ پیشوا اپنی سپاہ کو سوچ بچار کرکے آگے بڑھائے لایا۔ اس وقت تک
اس بڑی لڑائی کی جو ابدہی کے زمانہ سے مضمحل ہوا جاتا تھا دم پیرانہ سالی نے بھی ضعیف
کر دیا تھا اُس نے خود حملہ نہ کیا اور نہ اُسکی پرانی حکمت چل سکی کہ مرہٹون کو اپنے ساتھ لیکر
مرہٹون سے لڑتا۔ لوہے کو لوہے سے کاٹتا۔ غرض اُس نے جو حزم اور احتیاط سے بھوپال کے
قلعہ کے قریب اقامت اختیار کی اُس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ اُس سے پیشوا کو خوف بھی جاتا رہا
اور وہ یہ سمجھا کہ دشمن نے خود اپنے تئین آپ ایک مستحکم مقام مین قید کر رکھا ہے غرض اس حصار
اگرچہ حملون کا اثر نہ ہونے دیا مگر دشمن کا حوصلہ بڑھایا اور اُس نے سارا ملک گرد و نواح کا
تاخت و تاراج کیا اور سپاہ جو آصف جاہ کی امداد کے واسطے آئی تھی اُسکو ملنے نہ دیا اور
آمد و شد کی بالکل مسدود کر دی اس سبب سے سپاہ کی شکستہ دلی روز بروز بڑھتی چلی گئی اور دشمنون کی
فوج کے دل دن بدن بڑھتے چلے گئے جب اودہ کا صوبہ دار لشکر لیکر نہ آیا تو نظام الملک کی
رہا سہا دل اور بھی بجھ گیا پیشوا سے جہان تک ہو سکا مغلون کی سپاہ کو گھیرے پڑا رہا اور اُنکی میسنت
اس سبب سے زیادہ کر دیا کہ کسی مفرد سپاہی کو جو اُسکے لشکر مین آنے سے خوش تھا اپنی طرف نہین آنے دیا
اب یہ دونون رقیب میدان جنگ مین ترازو کی تول تھے ہر ایک اپنے پلڑے کو اوروں کی امداد سے
بھاری کرنے کی آرزو رکھتا تھا مگر یہ آرزو کسی کی پوری نہ ہوئی نہ باجی راؤ کی فتوحات بڑھنے سے
بھوسلا نے امداد کرنی گوارا کی۔ نہ باجی راؤ کا بھائی حقیقی استعانت کے لئے آسکا کیونکہ اس وقت

سے پرگیزدن کو اُنکی آبادی بسانے پر مگیر رکھا تھا اور قریب پنہ فتح پانے کو تھا۔ اس پکی پکائی
ہندی کو چھوڑ کر کہان جاتا۔ اب دوسری طرف آصف جاہ کا یہی حال تھا کہ اُسکا دوسرا بیٹا ناصر جنگ
بادشاہ کے دربار مین تھا وہان سے وہ سپاہ لیکر دکن کی فوج کو محنت شقت سے نہ چھٹا سکا جب
مرہٹون کے شہر پر بہت ہجوم ہوگیا تو آصف جاہ نے بڑی مشکل اور آفت سے اپنے تئین اس پھندے
سے چھڑایا اور توپون کی امداد سے بہت سہج سہج سفر تین میل کا ایک ایک دن کرنا شروع کیا مگر پھر اسکو
اسی وقت پیشوا کا آگے پیش آیا جو پہلے آچکا تھا اور مجبور ہوکر یہ عہدنامہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر بادشاہ کو
دیا کہ سارا مالوہ اُسکو دیا جائے جو نربدا اور چنبل ندی کے درمیان واقع ہے اس مین بالکل اختیار
حکومت دیا جائے اور خرچ لڑائی کا جو پچاس لاکھ روپیہ سے کم نہ تھا بادشاہی خزانہ سے ادا کیا جائے۔ غرض
یہ عہدنامہ بادشاہ کے دستخط کے واسطے لیکر آصف جاہ دلی کی طرف چلا اور پیشوا اپنے ملک کو گیا۔ پھر یہ دونو
پھر کبھی آمنے سامنے نہ ہوئے۔ لیکن پیشوا کے سامنے اس پرکہن سال کا بیٹا کھڑا ہوا اور اُس نے
کہا کہ تو نے کیا کیا۔ اب مرہٹون کا دماغ آسمان پر ہوگیا تھا اُنھون نے نظام الملک کی حکومت اور
مملکت کو بالکل تباہ کرنا چاہا۔ وہ اس کام مین خود ذلیل ہوگئے۔ پیشوا کی اس محنت و کامیابی
کی ایسی دھوم سارے ملک مین ہوئی کہ امرا و رؤسا ملک مین دبے رہے۔ عہدنامہ ہنوز بادشاہ کے دستخط
سے مرتب نہین ہوا تھا کہ ۱۱۵۱ھ مین نادرشاہی بلا ہندوستان پر آئی جس سے سب لوگ ایسے مدہوش ہوگئے کہ سب کچھ
بھول گئے۔ ایک مدت کے بعد ہوش حواس درست ہوئے۔

اپنی کتاب کو نادرشاہ کا سارا حال لکھ نادرنامہ اور درۂ نادرہ بنانا منظور نہین ہے سکا ہے حال
جو ہندوستان سے متعلق ہے تفصیل اور کچھ اور مختصر حال سکا لکھتا ہون۔ اس وقت ہندوستان کی سلطنت
کی وہی کیفیت تھی جو تیمور اور بابر کے عہد مین ہو رہی تھی اس لئے ضرور تھا کہ کوئی مغرب سے اس ملک کا
خبر لینے والا آوے۔ سوائے اسکے ایران کے ملک کا بھی حال ایسا ہی ہو رہا تھا کہ جس سے ہندوستان پر
حملہ ہونا ضرور تھا۔ اب ہم کچھ ایران کا حال لکھتے ہین۔

ایران پر افغانون کا قبضہ

ایشیا کے ملکون کا یہ دستور ہوگیا ہے کہ کسی خاندان کا عروج دو سو برس سے زیادہ نہین رہتا

اس امر کو ہم نے کئی جگہ اپنی تاریخ مین بالتفصیل بیان کیا ہی۔ اب ایران مین خاندان صفوی کی سلطنت
دو سو برس کا عرصہ گذر چکا تھا اس لئے اب اُسکا ایسا پتلا حال ہو گیا تھا کہ مغربی افغانون نے ایران پر
حملہ کیا۔ اُنکا سردار بڑا عالی حوصلہ اور صاحب ہمت محمود خان تھا۔ اُس نے ۱۱۳۴ھ مین اصفہان کو فتح کر
اور حسین شاہ شاہ ایران کو گرفتار کر لیا اور دار الخلافہ پر قبضہ کر لیا اور خود بادشاہ ہو گیا۔ باقی ملک کے فتح
کرنیکا بھی ارادہ کیا۔ اُس مین کبھی شکست کبھی فتح پاتا رہا۔ ان افغانون کی اسقدر تعداد نہ تھی کہ
سارے ملک پر تصرف کر سکتے۔ محمود جب تخت پر بیٹھا تو اُس نے سب اہل ایران کو اپنے عہدون پر بحال
مگر ایک ایک افغان اُنکے ساتھ شریک کر دیا۔ غرض ابتدائے سلطنت مین اُس نے عمدہ تدبیرین کین
لیکن آخر کو ایسا درشت مزاج ہو گیا کہ اُس کے خود بعض افسر اُس سے برگشتہ ہو گئے اور اہل ایران کے ساتھ
مراعات چھوڑ دی اور تین سو ایرانیون دغاے مارڈالا۔ غرض تین برس سلطنت کر کے ۱۱۳۷ھ مین مر گیا
اُس کا رشتہ دار اشرف جانشین ہوا۔ وہ نہایت جوانمرد اور صاحب تدبیر اور معظم تھا۔ مگر اس وقت یہ آفت
پڑی کہ ایران مین جو افغانون کے تسلط سے بدنظمی پھیلی تو روس کے بادشاہ پیطر اعظم اور شاہ روم نے
اُسکے شمالی اضلاع پر حملہ کیا۔ اور آخر کو جو صلح ہوئی تو ایران کی سلطنت سے بہت سے اضلاع علیحدہ
شاہ ایران قید مین تھا اُسکا بیٹا شاہزادہ طہماسپ نکل گیا تھا اور شمالی مغربی اضلاع مین جو فوجین
نے اب تک فتح نہین کئے تھے وہ بادشاہ بن بیٹھا اور اُس نے روس اور روم سے پیغام سلام شروع کئے اور
اقرار کیا کہ اگر مجھے میرے باپ دادا کی سلطنت افغانون سے دلادین تو مین اُنکو وہ اضلاع دیدونگا
جو انہون نے اب اپنے قبضہ مین کر لئے ہین مگر پیطر تو مر گیا تھا فقط شاہ روم نے اُسکی درخواست
منظور کیا اور اشرف نے کچھ تو اُسکو تلوار سے اور کچھ اس لعنت ملامت سے اُسکو روکا کہ شیعون کے عوض مین
سُنّیون کا گلا کاٹنا کونسا اسلام ہی۔ شاہزادہ طہماسپ خود صاحب لیاقت نہ تھا اُس کے پاس سامان بھی
کم تھا۔ رعایا اُسکی دوست نہ تھی اُسکی کوششین بھی کچھ ٹھکانے کی نہ تھین دشمن اُسکو ذلیل جانتے
کچھ خوف اُسکا نہ رکھتے تھے مگر ۱۱۴۲ھ مین قسمت سے اُسکو ایک لائق اور مستقل مزاج آدمی ایسا مل گیا
جس نے اُسکو باپ دادا کے تخت پر ایک دفعہ بٹھا دیا۔ اور وہ آدمی کون تھا۔ نادر شاہ تھا۔

نادرشاہ کا اصلی نام نادر قلی خان تھا اور اُسکے باپ کا نام امام قلی تھا۔ قوم اُسکی افشار تھی وہ کچھ
رتبہ کا آدمی نہ تھا۔ بعض اُسکو پوستین دوز بتاتے ہین اس پستی خاندان کو میرا مہدی ندیم میرمنشی نادرشاہ اپ
میرایہ مین بیان کرتا ہی کہ اس دُرِ شاہوار کو اپنے ذاتی آب و رنگ پر فخر ہے کچھ معدن پر نازش نہین ہے نادر کے
لڑکے کی شادی جب محمد شاہ کی بیٹی سے ہوئی ہے اور دُلہن والون کی طرف سے آدمی پیغام لیکر آئے
کہ ہمارے ہان دستور ہی کہ دولھا اپنی سات پشت کا نام بتائے۔ تو اُسنے یہ کہا کہ بگو داماد شما پسر نادرشاہ است
نادرشاہ پسر شمشیر تاہم چنین تا ہفتاد بار بشمار۔ غرض نادرشاہ ۱۱۰۰ھ مین پیدا ہوا اُسکے لڑکپن کا
حال تو کسی نے کچھ لکھا نہین مگر یہ معلوم ہوتا ہی کہ آغاز عمر ہی مین شجاعت اور مردی تہور و حذاقت کے
آثار اُس سے ظاہر ہونے لگے تھے سترہ برس کی عمر مین وہ ازبکون کے ہاتھ مین جو خراسان کو لوٹنے
آئے تھے گرفتار ہوا اور مان بھی اُس کے ساتھ پکڑی گئی چار سال وہ قید مین رہکر رہا ہوا اور مان
اُسکی اس قید ہی مین دنیا کی قید سے چھوٹ گئی۔ اب یہ جو چھوٹ کر اپنے وطن مین آیا جب تک وہ
شاہ طہماسپ کی خدمت مین پہونچا حال اُسکا سوا اسکے نہین لکھا گیا کہ اس مرد عجیب کی طبیعت
ہمیشہ ایک ہی وتیرہ پر یکسان رہی اول اپنے ملک کے ایک امیر بابل بیگ کا ملازم ہوا اُسکو قتل کیا
اُسکی لڑکی کو بھگا لے گیا اُس سے نکاح کیا۔ رضا قلی مرزا اُس سے پیدا ہوا۔ پھر لٹیرون کو ساتھ
لیکر لوٹ مار سے اوقات بسر کرتا رہا۔ اُس وقت سے اُس کی بہادری کا شہرہ ہونا شروع ہوا
والی خراسان نے اُسکو نوکر رکھ کر ازبکون سے لڑایا۔ اس جنگ مین اُسنے اپنی شجاعت اور
مردانگی دکھائی کہ سپاہی سے افسرون مین اُس کی ترقی ہوئی مگر یہان کچھ ایسی حرکات نامناسب
کین کہ والی خراسان نے اُسکو لکڑیان مار کر نکال دیا۔ وہ اس سبب سے ایسا غضب مین آیا کہ
مشہد سے چلا گیا۔ اُسکا چچا کلات مین ایک چھوٹے قبیلہ افشار کا سردار تھا اُس پاس
چلا گیا۔ مگر چچا بھی بھتیجے کی حرکتون سے تنگ آگیا اُسکو نکال دیا۔ پھر اُس نے اپنی لوٹ مار
شروع کی۔ اب اس وقت مین دولت صفویہ پر زوال آرہا تھا سارے ملک مین شور و غوغا مچا ہوا
تھا۔ تین ہزار فتنہ برپا کرنے والے نادر کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ اُسکو اپنا امیر بنایا۔

اُس نے خراسان پر تخت خراج لگایا جب چچا نے دیکھا کہ بھتیجے کا اختیار اور اقتدار یون روز افزوں ہے تو اُس نے خط لکھا کہ تم شاہ طہماسپ کی نوکری کرکے افغانون سے لڑنے جاؤ اور اپنے بدبخت بادشاہ کی امداد کرو۔ نادر نے جواب لکھا کہ اگر بادشاہ میرے پہلے جرمون کو معاف کردے تو مین خدمت گزاری کے واسطے حاضر ہون۔ پرانے قصور جو بادشاہ کے ہان سے معاف ہوگئے تھے اُنپر یہ ایک نیا قصور اور بڑھا کر اپنے چچا کو مار ڈالا۔ اور یہ سمجھا کہ وہ اُسکی ترقی کا حارج ہے۔ اور خراسان مین افاغنہ سے لڑنے پر ہوا۔ جو کہ ان افغانون کو خراسان سے نکالنا منظور تھا اور وہ نادر کی قوتِ بازو سے بن پڑا اُس سے طہماسپ نے اُسکے پہلے قصورون کا ذرا خیال نہ کیا۔ اب فتوحات نادری سے بادشاہی ممون کو رونق حاصل ہونے لگی مگر بادشاہ کو اول ہی سے نادر پر رشک و حسد تھا۔ ایک مہم مین نادر مصروف تھا جب بادشاہ نے اُسکی طلبی کے واسطے حکم لکھا تو اُس نے آنے سے انکار کیا۔ اس لئے بادشاہ نے اُسے باغی کہا۔ اس لفظ کو سنکر وہ بہت برافروختہ ہوا کہ بادشاہ پر فوج لیکر جھک پڑا اور اُسکو ایسا مغلوب کیا کہ جو اُس نے کہا وہ بادشاہ کو ماننا اور اُس وقت سے بادشاہ کا کچھ اختیار باقی نہین رہا۔ اب اس اولوالعزم نے اپنے ملک کے آدمیون کو خواب غفلت سے بیدار کیا اور اُنکو اپنی ہمت مردانہ دکھا کر مرد بنایا اور تھوڑے دنون مین بجلی اور آندھی کی طرح سارے ملک پر پھر گیا۔ اُسکی شہامت اور جلادت اور سرعت کے کام دیکھکر عقل دنگ ہوتی ہے کہ ملک کے ملک اور صوبے کے صوبے فتح کرتا چلا گیا۔ سب سے عظیم الشان کام اُسکا یہ تھا کہ اُس نے ایران کو ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء مین بالکل پٹھانون سے پاک صاف کردیا اور اُس کے عوض مین بادشاہ نے چار ملک عظیم خراسان اور مازندران و سیستان و کرمان یعنی اپنا آدھا اُس کو مرحمت کیا جس شخص نے ظالم دشمنون کے پنجون سے ملک نکالا ہو اُسکے لئے یہ بڑا انعام نہ تھا۔ بادشاہ نے اُسکو یہ بھی اجازت دیدی کہ وہ اپنے سر پر تاج رکھے اور اپنے نام پر سلطان کا لفظ بڑھائے۔ مگر اُس نے ۱۱۴۶ھ/۱۷۳۳ء مین اُس نے روسیون کو بحر خزر پر روک کر صلح نہایت استحکام کے ساتھ کرلی۔ اہل عرب کو مغرب مین آگے نہ بڑھنے دیا۔ سلطان روم کو شمال سے خارج کردیا اور جو صوبے سلطنت ایران کے دشمنون کے قبضہ مین چلے گئے تھے اُن سب کو دوبارہ لے لیا یہ سب کام ۱۱۴۶ھ/۱۷۳۳ء تک کئے ۱۱۴۸ھ/۱۷۳۵ء مین ایران کی سلطنت کو وسعت دی کہ اُسکی حدود اپنی قدیمی صورت پر قایم ہوگئین۔ پھر ۱۱۵۰ھ/۱۷۳۷ء تک مین خاندان صفویہ کا خاتمہ کیا

نادرشاہ کا حملہ ہندوستان پر

فرقہ اپنے مذہب کو بدل ڈالا۔ کیا تو شیعہ تھا یا سُنّی ہوگیا۔ حقیقت مین نادر کا کوئی مذہب سوائے
خود بینی کے نہ تھا۔ جب اُس نے اپنا کام شیعہ ہونے مین بنتے دیکھا شیعہ رہا جب اور ملکون کے فتح کرنے مین
دیکھا کہ سُنّی ہونا کام آئیگا سُنّی ہوگیا۔ اب وہ مستقل بادشاہ ہوا اور سکہ اُس کا چلا جس پر ایک طرف
نادرشاہ ایران زمین و خسرو گیتی ستان۔ دوسری طرف الخیر فیما وقع منقش تھا جسکو بدلہ سبخ
الخیر فیما وقع پڑہتے تھے ۱۱۵۱ھ مین اُس نے اپنے استحکام سلطنت کے لئے افغانون کو اپنا رفیق
بنایا اور ۱۱۵۱ھ مین ہندوستان پر آندھی کی طرح چڑھ آیا۔ اب اس کا مفصل حال ہم لکھتے ہین۔
جب نادرشاہ نے خلجیون کا ملک فتح کرلیا تو تیموریہ سلطنت سے اُسکی سلطنت کا ڈانڈا بیڈا
مل گیا۔ وہ ہندوستان کی سلطنت کے ضعف اور ناتوانی سے خوب واقف ہوگیا۔ ہندوستان
سونے کی چڑیا ہمیشہ سے مشہور ہے اُس نے یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح اس چڑیا کو پکڑنا چاہیے اور
اسکی چونچ سے جواہرات اُگلوائے اور حملہ کے نقصانون کو پورا کرنا چاہیے۔ سوائے اس کے یہ خیال بھی
اسکو تھا کہ یہ جنگ جو فوج اُسکے زیر حکم ہے اگر نئی نئی فتوحات مین مصروف نہ کیجائیگی تو خود آپس مین
فساد کریگی اور لڑکر کٹ مریگی۔ غرض ہندوستان پر اُسکا حملہ حذاقت اور دانشمندی سے
خالی نہ تھا اور لڑائی کے واسطے یہ سبب بھی پیدا ہوگیا کہ قندھاری افغان ادھر سے نکل کر تمام کوہستان
کابل مین پھیل گئے تھے۔ چونکہ کابل مین بادشاہ کی طرف سے صوبہ دار رہتا تھا اس لئے نادرشاہ نے
محمد شاہ پاس نامہ محمد خان کے ہاتھ بھیجا جس مین اتحاد اور وداد قدیم کی باتین بیان کین جو ایران
اور ہندوستان کے بادشاہون کے درمیان ہمیشہ سے چلی آتی ہین اور پھر یہ لکھا کہ تم بھی اپنے صوبہ
کابل کے نام حکم بھیجدو کہ وہ افغانون کو نکال دے تاکہ دونون طرف سے دب کر اس فرقہ کی قرار واقعی
سرکوبی ہوجائے۔ یہان ان دنون مین عیش و عشرت کا زور شور تھا۔ محمد شاہ بہادر صاحب سریر تھا تن آسانی
کے سوا کسی کام سے کام نہ تھا۔ ہر وقت ہاتھ مین جام اور بغل مین دلآرام تھا۔ کس کو دماغ تھا کہ
نامہ کا جواب لکھتا۔ سوائے اسکے نادرشاہ کی نادرشاہی کو کون مانتا تھا۔ اب تک اُس کو نادر قلی
سمجھے بیٹھے تھے۔ اب تردد یہ پڑا کہ اصل جواب کیا لکھین اور جواب لکھین تو القاب کیا لکھین

خیر یہ تو بہانہ ہی تھا مگر اصل حقیقت یہ تھی کہ ہندوستان کی سیاہ مین سکت کہان تھی کہ وہ افغانستان
نکالتی اور روکتی مصلحتًا یہ توقف تھا اور یہ سمجھا تھا کہ نادرشاہ کو حسین خان افغان مارکر قندھار سے
پرے بھگا دیگا جب محمد خان ایلچی ایک سال کے بعد بھی نہ آیا تو اُس پاس نادر نے اپنے آدمی دہلی
اور اصل حال پوچھا جب یہ آدمی بھی جواب لیکر نہ آئے اور ایک سال کے اندر قندھار فتح ہوگیا
دلّی سے جواب آیا تو نادر کو بھی غصہ آیا اور کابل پر وہ اُمنڈ کر چڑھ آیا۔ ناصر خان صوبہ کابل
مقابلہ کیا مگر آخر کو شکست پائی۔ نادر کا کابل پر بھی تسلط ہوگیا۔ یہان کابل و قندھار دونون
فتح ہوئے وہان دلّی مین جو کوئی امیر الامرا رخان دوران خان سے یہ خبر کہتا تو وہ ہنسکر یہ
کہ تمھارے گھر بہت بلند پہاڑ پڑہین اس سبب سے تم کو نادرشاہ قزلباشون اور مغلون کے ساتھ دوست
دکھائی دیتا ہے اور سارے بادشاہ کے رفیق اور مصاحب یہ کہتے تھے کہ یہ ساری افترا پردازیان اعتماد الدولہ
اور آصفجاہ اور اور تورانی امیرون کی ہین۔ نادرشاہ کے ایلچیون کو بھی بتلاتے تھے کہ وہ زکریا خان
تورانی حاکم لاہور نے بناکر بھیجے ہین بعض یہ خیال کرتے ہین کہ آصف جاہ جب دکن کو گیا تو نادرشاہ
خفیہ ایلچی بھیجکر سنکار گیا کہ آپ بے تکلف چلے آئین یہان دلّی تک میدان صاف ہے۔ مگر یہ کب عقل
کرسکتی ہے کہ وہ امیر کسی ملک مین درجہ اول رکھے وہ دشمنون کو اپنے گھر بلائے۔ اب یہان نادرشاہ
کابل مین مقیم ہوکر صفر ۱۱۵۱ھ کو اپنے ایلچی کے ہاتھ پھر بادشاہ کو ایک خط لکھا اور اُس مین پہلی
اُسکی لعنت ملامت کی اور یہ تحریر کیا کہ باوجود ان سب باتون کے ہمارے اور تمہارے اتحاد مین فرق نہین
امید ہے کہ آئندہ اُسکو تم برقرار رکھوگے یہ ایلچی وسکی دسمبر کے ہمراہ جب جلال آباد مین آیا تو مارگیا
اس واقعہ پر علم ہوا وہ پہلے ہی سے محمد خان ایلچی کے انتظار مین پراضطرار تھا۔ اب یہ خبر سنکر اور بیقرار ہوا
اُس نے اکتوبر ۱۷۳۸ء شعبان ۱۱۵۱ھ مین کوچ کردیا۔ اب تک دلّی کا دربار اس غفلت مین بیٹھا تھا کہ کابل اور پشاور
درمیانی پٹھان نادر کو آگے نہ بڑھنے دینگے۔ مگر اس وقت مرہٹون کی لڑائی کے سبب صوبہ کابل کا
انتظام بالکل بگڑ رہا تھا۔ راستون کے انتظام کے واسطے جو افغانون کو روپیہ دیا جاتا تھا
نہین پہونچتا تھا۔ غرض دشمنون کے آنے کے لئے سارے درے اور راستے غیر محفوظ کھلے پڑے تھے

نادرشاہ نے اول جلال آباد مین آکر قتل عام کیا۔ پشاور مین آیا۔ دریائے اٹک سے پار اُتر کر پنجاب مین نومبر ۱۷۳۸ء رمضان ۱۱۵۱ھ مین پہونچا اور یہان ایک قیامت برپا کی۔ ہزارون لیڈے ملک کو لوٹنے لگے۔ دریائے راوی کے کنارہ پر زکریا خان صوبہ دار لاہور اپنی سپاہ کے انبوہ کو نادرشاہ کے سامنے لڑنیکے لئے لے گیا لیکن احمقون کی صلح اور جنگ عجیب و غریب ہوتی ہے۔ نادر گھوڑا دریا مین ڈال کر اُتر گیا اور چند قزلباش سوارون نے زکریا خان کا لشکر تتر بتر کر دیا۔ تو وہ خود بھی جاکر نادر کا مطیع اور تابعدار بن گیا۔ اب آگے دلّی سے سنا میل پڑے روک ٹوک بادشاہ جا پہونچا۔ محمد شاہ نے بھی اُسکی آمد آمد کی خبر سُنکر تھوڑی بہت فوج اکھٹی کی۔ آصف جاہ بھی جسکی دانائی اور مردانگی سب کے نزدیک مسلم تھی آن پہونچے۔ راجہ جے سنگھ اور راجاؤن نے اس وقت امداد مین لیت و لعل کیا۔ غرض دو مہینے مین چلتے چلتے چار منزلین طے ہوئین۔ کرنال مین ڈیرے خیمے پہنچے۔ علی مردان خان کی نہر کے گرد توپون کا ذخیرہ باندھ کر پڑے۔ برہان الملک سعادت خان صوبہ اودھ کا بڑا انتظار ہو رہا تھا۔ اُس پاس توپخانہ نہایت عمدہ تھا۔ ۱۵ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ کو وہ بھی آن پہونچا۔ خاندوران خان اُسکے استقبال کے واسطے گیا اور اُسکو بادشاہ پاس لایا۔ اُسکو حکم ہوا کہ امیرالامرا کے پاس لشکر اُتارے مگر ایرانیون نے چاہا کہ اُسکے لشکر کو بادشاہی لشکر سے ملنے نہ دین۔ چنانچہ باہم مقابلہ ہوا۔ اور خفیف مقابلہ لڑائی کی صورت پکڑ گیا جب بادشاہ نے آصف جاہ سے کہا کہ برہان الملک کے لشکر کی کمک جاؤ تو اُسنے یہ کہا کہ پہر دن باقی ہے برہان الملک کا لشکر منزلین مار کر ہارا تھکا آیا ہے بہتر ہے کہ آج کے دن آرام کرے برہان الملک جلدی نہ کرے کل توپخانہ کو آگے رکھ کر اور کل لشکر کو ترتیب دیکر انتظام سے لڑینگے۔ اسکو آصف جاہ کی سہل انگاری خاندوران خان سمجھا اُسنے بادشاہ سے کہا کہ برہان الملک دور نکل گیا ہے وہ دشمن سے لڑ رہا ہوگا۔ حیف کی بات ہے کہ ایسا جوانمرد جان نثار مرنے کے لئے جائے اور ہم اُسکا تماشا دیکھا کرین میری غیرت اور مروت کا یہ اقتضا نہین ہے کہ مین اُسکے پہلو مین جاکر نہ کھڑا ہون بادشاہ نے دون کو اختیار دیا یہ کہہ کر کھڑا ہو گیا اور ہاتھی پر سوار ہوا اور لشکر ساتھ لے برہان الملک کے لشکر سے آدھ کوس پر جا کھڑا ہوا۔ نادرشاہ کے لشکر نے حملے پر حملے کئے اور دو گھنٹہ لڑائی کا ہنگامہ گرم رہا۔

ایران کی آزمودہ کار سپاہ کے روبرو اس سپاہ کی کیا حقیقت تھی اُس نے گھنٹہ دو گھنٹہ مین تمام دیر مین مار کر دھوئین اُڑا دیئے میدان جنگ مین بہت بڑے بڑے سردار کام آئے۔ امیر الامرا خاندوران خان زخمی ہو کر میدان سے پھرا۔ یہان بادشاہی انتظام کی یہ خوبی تھی کہ کوئی پہنچا نہ تھا کہ سب ڈیرے خیمے لٹ گئے اور سارے کارخانون کی خاک اُڑ گئی۔ یہ بھی نہین معلوم ہوتا کہ امیر الامرا خاندوران خان صمصام الدولہ بہادر کہان فرو کش تھے۔ اس بیچارے زخمی کو بھی کہین سایہ نہ ملا۔ ایک بے چوبہ کہین پڑا تھا اُس مین اُتارا۔ اعتماد الدولہ آصف جاہ بادشاہی عیادت کے لئے آئے۔ وہ آنکھین بند کئے پڑا تھا جب ہوش آیا تو یہ زبان پر لایا کہ اپنا کام تمام کیا اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ مگر اتنا ہم کہے جاتے ہین کہ بادشاہ کو میری ملاقات کے لئے اور نادرشاہ کو دلی مین مت لیجانا جس طرح ہو سکے اس بلا کو اسی جگہ ٹالنا۔ ۱۹ تاریخ خاندوران خان کا تو انتقال ہوا۔ اب برہان الملک اور اُس کے رفیق دشمن سے لڑ رہے تھے اُن کو چارون طرف سے قزلباشون نے گھیر لیا۔ ایک نوجوان ہم وطن برہان الملک کا گھوڑا دوڑا کر اُسکے ہاتھی کے سامنے گیا۔ برہان الملک نے تیر اُسپر چلانا چاہا اُسپر اس نوجوان نے یہ کہا کہ محمد امین دیوانہ شدہ باکہ بجنگی۔ اور یہ کہکر نیزہ زمین مین گاڑا اور گھوڑے کو اُس سے ملا دیا اور خود رسّہ پکڑ کر ہاتھی پر عماری کے اندر برہان الملک پاس جا بیٹھا۔ برہان الملک ایران کے دستور سے واقف تھا اُس نے اطاعت اختیار کی اور پنجۂ تقدیر کا اسیر ہوا۔ لشکر قزلباش کے ہمراہ شہر مین پہنچا صرف ایک گھنٹہ دن باقی رہا تھا کہ نادرشاہ اپنے خیمہ مین اُلٹا چلا آیا۔ بادشاہی لشکر ابھی مستحکم بہت تھے اُنپر حملہ نہین کیا۔ برہان الملک کی تقصیرات معاف کر دین اور اُسکو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھایا۔ اب برہان الملک پاس یہ خبر پہنچی کہ امیر الامرا مر گیا۔ اُسکو ایک مدت سے امیر الامرائی کی لو لگی ہوئی تھی۔ اس لئے اُس نے بادشاہ سے مصلحت آمیز باتین نہانی شروع کین اور نادرشاہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ حضور دو کروڑ روپیے لین اور یہین سے واپس تشریف لیجائین۔ نادرشاہ اس پر راضی ہو گیا۔ برہان الملک نے یہ بشارت اپنے بادشاہ کو لکھی۔ یہان بادشاہ اور اصفہا

حیران پریشان انگشت بدندان بیٹھے تھے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہی۔ آئندہ کیا کرین کہ اس مژدہ کو
سنکر شادان ہوئے۔ بادشاہ نے فوراً آصف جاہ کو روانہ کیا۔ اُس نے برہان الملک کی وساطت سے
نادر کی ملازمت حاصل کی اور دو کروڑ روپیہ بھیجنے کا وعدہ کرکے وہان سے رخصت ہوا۔ محمد شاہ
کی خدمت مین آیا اور اپنی کارروانی اور دولت خواہی ظاہر کی۔ برہان الملک کی حسن خدمات کو
اُڑادیا۔ بادشاہ نے اُس سے خوش ہوکر امیر الامرائی کا خلعت بیش بہا مرحمت کیا دوسرے روز
۱۶ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ ۱۴ فروری ۱۷۳۸ء کو نادر شاہ کے بلانے سے محمد شاہ اُسکی ملاقات کے لئے گیا جب لشکر کے قریب
وہ پہونچا تو نصر اللہ مرزا کو استقبال کے لئے بھیجا جب وہ ستہ مین ملا تو بادشاہ نے تخت روان کو
زمین پر رکھوایکر اُسکو گلے لگایا اور اُسکو فرزندون کی طرح ساتھ لیکر نادر شاہ کے خیمہ پر پہنچا
وہان نادر بھی خیمہ کے باہر استقبال کے لئے آیا اور اپنی مسند پر اُسکو نہایت تعظیم سے بٹھایا۔ بعد
اسکے دردمندی اور بھائی بندی کی باتین ہونے لگین۔ نادر شاہ نے شکایت کی کہ اتنے خطون کے
بھیجے آپنے اُسکا جواب نہ دیا اس سبب سے مجھے یہان آنا پڑا۔ بادشاہون کو ایسا تغافل مناسب
نہین ہی۔ محمد شاہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ اگر یہ تغافل نہ ہوتا تو آج یہ ملازمت کی سعادت کیونکر
حاصل ہوتی۔ اس جواب کو نادر شاہ سنکر بڑا خوش ہوا اور بولا کہ حق تعالیٰ ہندوستان کی سلطنت
آپ کو مبارک کرے۔ یہان کی فرمانروائی آپ ہی کا حق ہی جو شخص آپکے حکم سے سرتابی کرے اُس کی
گوشمالی کے لئے مین حاضر ہون۔ غرض بادشاہ ہنسی خوشی اپنے خیمہ مین واپس آیا۔ اب یہان سے
سورخون کی یہ گھڑت شروع ہوتی ہی۔ برہان الملک امیر الامرائی کی تمنا مین بیٹھا تھا جب اُسنے سنا
کہ آصفجاہ اُسے لے اُڑا تو وہ بہت دل ہی دل مین گھٹا غیظ و غضب مین آنکر نادر شاہ سے عرض کیا کہ
آصفجاہ احمد مقتدا سیر نمیتواند شد آپنے کیا غضب کیا کہ دو کروڑ روپیہ پر قناعت اختیار کی اور
ہندوستان کے خزانون اور دفینون اور فلان فلان جواہرات لاکھون روپیہ کی قیمت کے چھوڑ دیے
دو کروڑ روپیہ تو یہ فقیر اپنے گھر سے نکال کر دے سکتا ہی۔ بادشاہی خزانون اور امراء اور تجار اور مہاجنون
کی دولت کا کیا ٹھکانا ہی۔ آپ چلئے ہمان آباد چلئے اور ان قارونی خزانون کو نہ چھوڑیئے۔ نادر یہ سنکر

بڑا خوش ہوا اور اُس نے آصف جاہ کو سوال وجواب کے واسطے طلب کرکے نظر بند کرلیا۔ اور اُس نے
بادشاہ کو بلا دو۔ اُس نے کہا کہ آپ سے یہ عہد نہین ٹھہرا تھا۔ نادر نے کہا کہ ہم اپنا عہد نہین توڑتے ہین
کی عزت آبرو اور سلطنت و دولت سے کچھ کام نہین رکھتے ہین صرف ملاقات منظور ہے غرض آصف
عرضی بادشاہ کو لکھی۔ بادشاہ تنہا آیا نادر نے اُسکو عزت حرمت کے ساتھ خیمہ مین اُتروا دیا
کہ اسباب تجمل سلطنت اور مستورات حرم سرا کو مع اپنے عملہ فعلہ کے یہان بلا لو اور خاطر جمع سے یہان
استراحت کرو اور اُسکے لشکر مین حکم بھجوا دیا کہ جس کا جی چاہے یہان آجائے جس کا جی چاہے
بادشاہ نے مجبور وہی کیا جو اُس نے کہا۔ بعد اُسکے برہان الملک اور طہماسپ خان جلائر کے ہاتھ
فرمان اور بادشاہ کا شقہ لطف اللہ خان صادق قلعہ دار شاہجہان آباد کے نام بھیجا کہ
کارخانے شاہی اُنکے حوالہ کرے۔ غرض اُنہون نے یہان آکر قلعہ دار سے کنجیان لے لین اور سارے کارخانے
قبضہ کرلیا۔ جب یہ حال گذرا تو محمد شاہ کا لشکر پریشان ہوا۔ اکثر راہ مین قزلباشون کے ہاتھ سے
تاخت وتاراج کرتے پھرتے تھے مارے گئے اور جو اُسکے ہاتھ سے بچے اُنکو ہندوستانیون نے
نہ چھوڑا۔ اور اگر زندہ چھوڑا تو کپڑا بدن پر نہ چھوڑا۔ القصہ غرہ اول ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۹ء مارچ مین شاہجہان
اندر محمد شاہ و نادر شاہ داخل ہوئے اور نادر شاہ بادشاہی محلون مین قلعہ کے اندر اُترا اور
سپاہیون کو محلون مین جا بجا حفاظت کے لئے بھیجدیا اور حکم دیدیا کہ کوئی سپاہی غارت
نہ کرے۔ اور اگر کوئی خلاف حکم کرے تو اُسکے گوش و دماغ کو کاٹ ڈالو۔ باوصف اسکے کہ
یہ دو اندیشان کین مگر ہندوستانی اس خونخوار فوج سے راضی نہ ہوئے۔ اتفاق سے عید
نوروز دونون ایک روز ہوئے اس لئے بڑی دھوم دھام سے جشن ہوا۔ جامع مسجد مین عید کے دن نادر شاہ
نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ چوتھے روز عصر کے وقت شنیدہ ہے کہ بھنگیر خانہ مین بیٹھے بیٹھے ایک بھنگڑ
محمد شاہ رنگیلے تیرا کیا کہنا ہے منعل کو ایک قلماقنی کے ہاتھ سے مروا ہی دیا۔ یہ ہوائی خبر سارے شہر
ہوا کی طرح پھیل گئی۔ دلی کی خلقت اُن قزلباشون پر پل پڑی جو محلون مین محافظت کے
مقرر تھے۔ اور مختلف جگہ مین متفرق تھے اُنکو بے خبر جا کر قتل کر ڈالا۔ اس وقت ہندوستانی

مرار کا پاجی پن یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ جن ایرانی سپاہیون کو اپنی حفاظت کے واسطے نادر سے کہکر
لے گئے تھے اُنکی بھی حفاظت نہ کی بعض نے اُنکو قتل کے لئے عوام الناس کے حوالہ کردیا اور بعض نے
خود مورچے جماکر اُنپر حملہ کیا جب نادر کو اس قضیہ کی خبر ہوئی تو اُس نے چند آدمی بھیجے کہ وہ آدمیون کو
سمجھادین کہ بیسبب مارے جانے کی خبر بے اصل ہی مگر ان آدمیون کو بھی لوگون نے مار ڈالا تب بھر نادر نے
صبر کیا اور سارے آدمیون کو جو اُس پاس تھے حکم دیا کہ وہ چپ چاپ بیٹھے رہین جو حملہ کرے اُسکا جواب دین خود
کسی پر حملہ نکرین جب صبح ہوئی تو نادر شاہ خود گھوڑے پر اس نظر سے سوار ہوا کہ اس شورش کو مٹائے
مگر اُسکے سوار ہونے سے اور فتنہ برپا ہوا اس مین سب مورخون کا اتفاق ہی کہ ہرگز نادر کی نیت
یہ نہ تھی کہ وہ دلی والون کو خود تکلیف دے یا اورون سے تکلیف پہونچائے مگر وہ شہر مین سوار ہوا
تو اُسپر تھپرون کی بوچھار شروع ہوئی بلکہ ایک شخص نے تفنگ سے سپر چلایا جس سے ایک پیک اُس کا
پہلو مین گر کر مرگیا اپنی آنکھون کے سامنے اُس نے دیکھا کہ جابجا قزلباش مردہ پڑے ہین اور لشکر بھی
اُسکا لشکرگاہ سے شہر مین آن پہونچا تو اُس نے قتل عام کا حکم دیدیا اور کہدیا کہ جہان ایک ایرانی مرد
دیکھو وہان ایک ہندوستانی زندہ نہ چھوڑو جس وقت اُسکے لشکر کا ہاتھ تلوار پر پڑا تو شہر والون کا ہاتھ
خون کا یون ہی رہ گیا پھر نہ ہلا صبح سے دوپہر تک کشتون کے پشتے لگ گئے اُدھر تلوار کی آنچ سے
آدمیون کا کام تمام ہورہا تھا اِدھر آگ کی آنچ سے مال اسباب مکان خاک ہورہے تھے اس وقت وسط شہر مین
روشن الدولہ کی مسجد مین نادر شاہ تلوار کھینچے ہوئے بیٹھا ہوا تھا اور اُسکی آنکھون مین خون اُتر رہا تھا
کسی کا یارا نہ تھا کہ شفاعت کے لئے زبان ہلاسکے اُسکا غضب قہر خدا تھا سب ایسے دیکھتے تھے اور دم
نہ مارتے تھے ایک خواجہ سرا محمد شاہ پاس روتا ہوا گیا کہ حضور کی رعایا قتل ہوگئی یہ سنکر بادشاہ آبدیدہ
ہوا اور آصف جاہ اور قمرالدین خان کو لیکر نادر شاہ پاس پہنچا اور اُس سے اپنی رعایا کے قصور معاف
کرنیکے لئے کہا نادر نے کہا کہ بادشاہ ہند کی کوئی درخواست ایسی نہین ہوئی جس مین خونریزی ہو اُس نے تلوار
اپنی نیام مین کھینچی سارے شہر مین ایرانی نقیب امان امان کہتے ہوئے بھاگے پل کی پل مین امن امان ہوگیا اس سے
معلوم ہوتا ہی کہ اُسکی سپاہ کا کیا عمدہ انتظام تھا کہ اِدھر اُس نے اپنی تلوار کو نیام مین ڈالا اُدھر سارے لشکر کی

تلوار نیام مین پڑگئی اگر کسی کی تلوار گردن پر رکھی ہوئی تھی تو وہین ہی آگے نہ چلی اب اس مین مورخون کا
اختلاف ہو کہ کتنے آدمی مرے آٹھ ہزار سے ڈیڑھ لاکھ تک تخمینہ کیا ہو مگر سچ یہ ہو کہ جن لوگون کا خانہ
ہوا اُنکی خانہ شماری اور مردم شماری کون کرتا ہو نادر شاہ کے آدمیون کو جو ہندوستانیون کے ہاتھ سے
ہوئے کوئی سات سو بتاتا ہو کوئی ہزار کہتا ہو پانی پت کی لڑائی مین نادر کے تین آدمی مرے تھے اور یہان
تھے ہندوستانی بیس ہزار مرے تھے۔ غرض ایرانی اور ہندوستانی دونون کے لئے یہ ہنگامہ پانی پت کی
سے بڑا تھا جو امرا بھاگ کر دہلی سے کچھ فاصلہ پر کسی قلعہ مین محصور تھے اُن سب کو نادر نے مارڈالا جس
اُسکو گمان اس معرکہ مین شریک ہونے کا ہوا اُسکی جان نہ چھوڑی۔ بعد اس کے اپنے پسر دوم نصر اللہ مرزا
محمد شاہ کی بیٹی سے نکاح کیا جو محفلین سوگ و رسوز کی تھین اب وہ سرور و رقص و سرود کی مجلسون سے
بدل گئین معلوم ہوتا ہو کہ دلی کے آدمی کیسے لہو و لعب کو پسند کرتے تھے اور امرا دہلی کس درجہ نالائق
تھے کہ ہنوز ایرانی دلی سے گئے نہ تھے کہ اُنکی مجلسون مین یہ تقلیلین ہونی شروع ہو گئین کہ ایرانیون کے
خونخوار بنائے جاتے اور ہندوستانی گڑگڑاتے ہوئے اُنکے پاؤن مین گرتے اس پر یہ اہل مجلس خوش ہوتے
اور قہقہے مارتے۔ غرض دہلی مین نادر شاہ اٹھاون دن رہا محمد شاہ سے خلوت مین ملاقاتین رہین
اُس نے انتظام سلطنت اور دوام دولت کے قیام اور استحکام کے واسطے بہت نصیحتین کین پھر اُس نے
اور اعیان سلطنت کو بلا کر بادشاہ کی خیرخواہی کے لئے تاکید اور تنبیہ کی اور اطراف کے حاکمون کے نام
گشتی پھرایا کہ محمد شاہ کی اطاعت کرو آخر فقرہ اس تحریر کا یہ تھا کہ من و محمد شاہ یک روحیم و دو بدن
خدائے نخواستہ خبر طغیانی شما را از صفحہ خلقت محو خواہم کرد۔ جو اُس نے کہا اگرچہ اُسکے کرنے کی نوبت تو
نہین پہنچی ہوئی مگر جن کو اُس نے دھمکایا تھا اُنہون نے اُس کی تقلید کر کے بہت جلد اس خاندان کو
ملا دیا گویا نادر اس خاندان کے ذلیل اور خوار کرنے کا خود سبق لوگون کو سکھا گیا اور اُسکی ہیبت
لوگون کے دلون سے اُٹھ گیا اگرچہ وہ امرا کی بڑی خاطرداری کرتا تھا مگر اُن کو خوب پہچانتا تھا ایک
قمرالدین خان سے پوچھا کہ آپ کی کسقدر بیبیان ہین اُس نے عرض کیا کہ ساڑھے آٹھ سو۔ نادر نے
اپنے نوکرون سے کہا کہ ڈیڑھ سو اور قیدی عورتون مین سے بھیجدو کہ وزیر صاحب کو منصب

یا شیگری (یعنی ہزار آدمیون کی افسری) کا حاصل ہوجائے اس قتل عام ہی پر بس نہ ہوئی اس
ہندوستان کی چڑھائی سے نادرشاہ کا بڑا مطلب یہ تھا کہ یہان کے مال سے اپنے تئین مالامال کرے
جب سے اُس نے فتح حاصل کی تھی دولت سمیٹنے پر عش تھا۔ اول اس روپیہ کے دلانے والا
سعادتمند سعادت خان تھے جس نے اپنے بھتیجے شیرجنگ کی معرفت دو کروڑ روپیہ گھر سے منگاکر
خزانہ نادری مین داخل کیا تھا جب سعادت خان مرگیا تو اُنکی جگہ سربلندخان ہندوستانی اور
مہاسپ خان ایرانی کھڑے ہوئے اول اُنہون نے بادشاہی خزانون اور جواہرات پر تصرف کیا
بیگمات تک کا زیور اُتروالیا تخت طاؤس سے لیا بعد اسکے بڑے امیرون کے گھر جھپٹ کئے بعض
امیرون پر زجر و تعدی کرکے بہت سا مال چھین لیا پھر چھوٹے چھوٹے ملازمون اور عام رعایا کی
کمبختی آئی سارے شہر کے دروازون پر پہرہ بندی تھی کہ کوئی شہر سے مال لیکر نکل جائے غرض
مال بتلانے کے لئے ہر دولتمند کے گلے پر چھری رکھی ہوئی تھی بہت سے غیرت مند زہر کھاکر مرگئے
بہت سے لوگ بیچارے پکڑے گئے باندھے گئے۔ نادر کی طرف سے جو ظلم تھا سو تھا بیچ کے یہ اہلکار
اپنا گھر دولت سے بھرنے کے لئے غریبون کی جان کھائے جاتے تھے۔ دس وصول کرتے تو پانچ
آپ کھاتے غرض جان اور مال اور عزت اور آبرو کے لئے گھر گھر رونا تھا اہل صوبہ سے برسون کی
باقی کا روپیہ وصول کیا گیا جب نادر کو خوب معلوم ہوگیا کہ اب کوئی ٹھکانا روپیہ کے ہاتھ لگنے کا
باقی نہین رہا تو اُس نے مراجعت کا ارادہ کیا اور اُس نے محمدشاہ کو خود تخت سلطنت پر بٹھایا
اور سارا زیور پہنایا اور عہدنامہ لکھایا جس مین دریائے سندھ کی مغرب طرف کا ملک سارا اُسکی
قلمرو مین داخل ہوا۔ اب جو لوٹ وہ ہندوستان سے لیگیا اُسکے تخمینہ مین اختلاف رہا۔ آسمان کا ہی
کوئی ستر کروڑ بتلاتا ہی کوئی پندرہ کروڑ لکھتا ہی اور بہت سے جواہرات بتلاتا ہی جنکی قیمت کا تخمینہ نہین
ہوسکتا۔ اس نادرشاہ کے کرنے کی ہزارون حکایتین اور روایتین مشہور ہین سیکڑون نقلین اُسکی
اب تک نقل مجلس ہوتی ہین مگر صحیح صحیح حال اُسیقدر سمجھنا چاہیے جو نادرشاہ نے خود اپنے بیٹے رضاقلی کو
خط مین لکھا ہی اور اُس مین وہ سارا حال لکھا ہی جو لاہور سے محمدشاہ کے دوبارہ تخت پر بٹھانے تک

گذرا ہے اُس کا خلاصہ ہم ذیل مین درج کرتے ہین۔

اول خبرے از جنگ فوجے از سپاہ ایران با مقدمہ لشکر ہندو غلبۂ ایرانیان میدہد و بعد از کوششے کہ برائے
شدن لشکر سعادت خان لشکر محمد شاہ فوجدفائدہ بران مترتب نشدہ بود مینویسد و بعد ازان میگوید بدین مضمون
کہ چون این مژدہ بمحمد شاہ رسید ستظہر گشت و لشکر خود را راہنمودہ در میدان مصاف محاربت آراست و ما کہ در آنوقت
چنین بودیم قرار دل بجہت صیانت اردو گذاشتہ و از قادر متعال استعانت جستہ بر دشمن حملہ بردیم تا دو ساعت تمام
تنور حرب گرم بودہ آتش توپ و تفنگ خرمن سوز عمر اعدا بعد ازان بعون الٰہی بہادران شیر شکار صف خصم را
ایشان را متفرق کردند درین مقام تفصیل نامہائے اعاظم امرا کہ کشتہ و زخمی و اسیر شدہ مینویسد از جملہ تفویض خان
و از ماسوین سعادت خان را ذکر میکند و بعد میگوید کہ این جنگ دو ساعت طول کشید و دو ساعت و نیم عساکر ما غنیم را
کردند ہنوز یکساعت از روز باقی بود کہ معرکہ حرب بکلی از دشمن پاک شد و چون استحکامات اردوے ایشان مستحکم
و مضبوط بود فرمان دادیم کہ از یورش و دست بردار ند خزانہ بسیار و چند فیل و قدرے از توپخانہ بادشاہ ہند
و تفالش و غنایم از ہر قسم بسبب این فتح بدست افتاد و از بیست ہزار متجاوز از دشمن بر خاک ہلاک افتاد
و خیلے پیش ازین نیز در قید اسار در آمد بعد ازین جنگ فی الفور لشکر محمد شاہ را احاطہ کردہ راہ
با اطراف و حوالی را بر ایشان مسدود ساختیم و توپہا و تمپارہا را بجہت باخاک یکسان کردن استحکامات
صیانمودیم چون استیلا و استعلاش عظمی در اردوے ہندیان راہ یافتہ و بہیچ وجہ آوازہ پذیر نبود محمد شاہ
از روی اضطرار لابد شد بعد از یک روز و پنجشنبہ ہفدہم ذیقعدہ نظام الملک را بار دوے ما فرستاد
روز دیگر خود با اعیان ملک حضور رسید در وقتے کہ محمد شاہ ربار دوی آمد بملاحظہ اینکہ ما ترکانیم
از سلسلہ ترکانیہ و خانوادہ گورگانیہ است فرزند عزیز نصر اللہ مرزا را تا بیرون اردو باستقبال فرستاد
دار خیمہ بادشاہی ما گشت نظر بملاحظہ قرابت اعلی انچہ لازمہ احترام بادشاہی دی بود معمول داشتیم و او
سلطنت خود را بما سپرد و ما حکم کردیم کہ کسے متعرض سراپردہ شاہی و متعلقان بسکہ اسلطنت امرا و اعیان
نشود درین وقت پادشاہ و حرم پادشاہی و جمیع اکابر و اعاظم ہندوستان کہ آزار و حرکت کردہ اند بدیدہ
و ما نیز در بیست نہم ذی القعدہ بجانب دہلی حرکت خواہیم کرد ارادہ این ست کہ نظر بملاحظہ نسب محمد شاہ

روایت ایلی کہ فیما بین بہت اور آدو بار بہ پادشاہی ہندوستان مقرر نمودہ تاج سلطنت برسر وی نہیم حمد
خدائے را کہ بانجام چنین کار ما را قدرت داد۔ باقی ہم ان باتون کو نقل جانتے ہین کہ آصف الدولہ اور سعادت خان
دونون نے یا اُن مین سے ایک نے نادرشاہ کو بلایا تھا یا یہ سعادت خان نادرشاہ کو بھکاروتی مین لایا تھا۔ اب ان
دونون کہانیون کے سوا ایک کہانی اس سے بڑھکے اور غضب کی سنا جس کو آجکل فرنگستانی مورخ اور محقق بھی
یقین کرتے ہین اور ہم اُسکی نقل آگے کرتے ہین۔ اس ملک مین ایک گروہ یا وہ گون اور حماقت پیشون کا ہی
کہ وہ اپنے تئین عالمون سے بہتر اور حکیمون سے برتر سمجھتا ہی اور بازاری آدمیون مین اپنی عقل فروشی کے لئے
دماغ سے گھڑ گھڑ کر کہانیان کہا کرتا ہی اُنکو اپنی عقل کے زور سے ایسے پیرایہ مین لے آتا ہی کہ اصل واقعہ کچھ سے
کچھ نظر آنے لگتا ہی اور بے اصل بات اصلی واقعہ معلوم ہوتا ہی۔ افسوس ہی کہ بعض اوقات ایسی باتون کو
عقلمند بھی یقین کرنے لگتے ہین۔ اب وہ نقل یون ہی کہ نادرشاہ نے آصف جاہ کو بلایا اور کہا کہ ابتدا مین
تونے ہم کو قندھار مین کیا لکھ کر بھیجا تھا کہ اگر بندگان حضور یہان تشریف لائین تو پچاس کروڑ روپیہ
غلام حاضر کریگا بادشاہ اور امرا کے خزانے اور دفینے علاوہ اسکے ہین۔ اب وہ روپیہ کہان ہی۔ جا
آج کل کی اور مہلت ہی۔ اگر روپیہ لایا خیر ہی نہین پھر تو نہین۔ آصف جاہ یہ سنکر سیدھا برہان الملک کے
پاس گیا اور کہا بھائی آج یہ مجھپر آفت آئی ہی کل تم پر آنے والی ہی۔ مین وہی آصفجاہ ہون کہ ملک دکن کو کئی دفعہ
مین نے خاک مین ملایا۔ اٹھہتر لڑائیون مین نام پایا۔ آج یہ قزلباش بچہ بے نام و نشان مجھے یون لعنت ملامت
کرتا ہی اس جینے سے تو ڈوب مرنا بہتر ہی۔ میرا ارادہ ہی کہ زہر کا پیالہ پی کر مر رہون۔ خدا کے ہان نادر سے
میرا سوال و جواب ہو رہیگا۔ برہان الملک نے بھی کہا اچھا مین بھی یہی کرتا ہون اس بڑھاپے مین کون
بے عزتی اُٹھائے۔ غرض برہان الملک نے جاکر اپنے گھر مین زہر کا پیالہ پی لیا اور خدا کو جا سونپ دی
اور آصف جاہ گھر مین آرام سے سوتا رہا۔ صبح اُٹھکر جو سنا کہ برہان الملک فوت ہوا تو ظاہر مین رنجیدہ
مگر دل مین خوش ہوا۔ بعض نے اس مین اور نمک مرچ یہ لگایا ہی کہ دونون آصف جاہ اور برہان الملک کو
نادر نے بلایا اور اُن کی دغابازی اور بے وفائی پر لعنت ملامت کی اور ڈاڑھی مین تھوک دیا۔
اس لئے دونون نے آپس مین یہ ٹھہرایا کہ زہر کا پیالہ پی کر جان آفرین کو جان دیدین۔ آصفجاہ

جھوٹ موٹ دم چرا کر پڑ رہا۔ برہان الملک نے آدمی کو خبر کے لئے بھیجا اُس نے جاکر کہا کہ آصف جاہ کا
بون پر ہے تو وہ اس کام مین رقیب سے کم رہنے کو بے عزتی سمجھا اور سچ مچ زہر کا پیالہ پی گیا
آصفجاہ بھلا چنگا صبح اُٹھا اور اُس نے فخریہ دوستون سے کہا کہ کیا دشمن کو مارا ہے فقط اصل حال
کہ نادرشاہ دہلی مین تھا کہ برہان الملک سرطان کے پھوڑے سے مرگیا۔

جب نادرشاہ یہان سے چلا گیا تو اول اُسکا اثر یہ ہوا کہ سلطنت دہلی سے تین صوبے
بنگال بہار اڑیسہ علیحدہ ہوگئے اور اُن مین جداہی علی بردی خان کی ایک ریاست قایم ہوگئی
شجاع الدولہ قوم افشار سے تھا اور جعفر خان کا داماد تھا جب جعفر خان کو صوبہ بنگالہ کی نظامت
اور دیوانی مرحمت ہوئی تو اُسکی سفارش سے شجاع الدولہ اڑیسہ کا صوبہ دار ہوا۔ مگر ان
خسر مین ایسا مزاجون کا اختلاف تھا کہ وہ پاس پاس رہنا پسند نہین کرتے تھے اور شجاع
بی بی زیب النسا اپنے باپ کے گھر خاوند کی بے پروائی کے سبب سے رہتی تھی اور اُسکا بیٹا سرفراز
مان کے ساتھ رہتا تھا اور نانا نواسہ کو بہت چاہتا تھا جعفر خان کا پہلے نام مرشد قلی تھا
جو شہر اُس نے بنا کیا اُسکا نام مرشد آباد رکھا۔ اُسی مین وہ رہتا تھا شاہزادہ اعظم شاہ کے رفیقون
مین ایک شخص مرزا محمد تھا اُسکے دو بیٹے مرزا محمد علی اور حاجی احمد لائق فائق تھے جب شاہزادہ
اعظم مارا گیا تو مرزا محمد زمانہ کے ہاتھ سے تنگ ہوکر شجاع الدولہ صوبہ دار اڑیسہ کے پاس چلا گیا
بی بی بھی قوم افشار سے تھی اور شجاع الدولہ کی رشتہ مند تھی کوئی کہتا ہے کہ اُسکی اتا تھی پھر مرزا
باپ پاس گیا اور اس سرکار مین نوکر ہوگیا اور روز بروز اپنی حسن لیاقت کے سبب سے ترقی
اور شجاع الدولہ کے مزاج پر حاوی ہوتا گیا۔ اُس نے پھر اپنے بھائی حاجی احمد کو بھی یہان
مع اہل و عیال کے بلوالیا۔ وہ بھی شجاع الدولہ کے رفیقون مین شریک ہوگیا۔ ان دونون
بھائیون کی حسن تدبیر سے ملک اڑیسہ کا خوب بندوبست ہوگیا اور ریاست کو خوب استحکام
اُس کی آمدنی بھی بڑھ گئی۔

شجاع الدولہ نے بادشاہ کی خدمت مین آدمی بھیجکر مرزا محمد علی کو مرزا محمد علی اور حاجی

محمد علی و بردی خان اور شجاع الدولہ و جعفر کا بیان

خطاب لا دیا جعفر خان کو تو داماد سے رنجش تھی مگر اُسکے بیٹے علاؤ الدولہ سرفراز خان یعنی نواسے سے کمال محبت تھی جب اپنا وقت مرگ قریب دیکھا تو نواسہ کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہا محمد علی وردی خان اور حاجی احمد سے شجاع الدولہ نے مشورہ کیا اور ان بھائیون نے بادشاہ دہلی کی خدمت مین اسکی طرف سے درخواستین بھیجین کہ ملک اڑیسہ اور بنگالہ کی نظامت اور دیوانی اُس کو مرحمت ہو اور اپنی سپاہ کے معتمد آدمیون کو ظاہر مین موقوف کیا اور اُن سے کہدیا کہ تم مرشد آباد مین مختلف مقامات پر جا کر جمع ہو اور اس خبر کے منتظر رہو کہ کب جعفر خان کے گھر مین شجاع الدولہ آتا ہی برسات کا موسم بھی قریب تھا اس لئے کشتی وغیرہ سب سامان درست کرلیا اور جعفر خان کی ڈیوڑھی تک برابر ڈاک لگادی کہ جس وقت قاصد اجل آئے تو فوراً خبر پہنچ جائے جب یہ یقین ہوگیا کہ جعفر خان پانچ چھ روز کا مہمان ہے تو شجاع الدولہ مع محمد علی وردی خان اور اور رفقا کے کشتی پر چلدیا اور اپنے بیٹے محمد تقی خان کو جو دوسری بی بی سے تھا اڑیسہ مین اپنا قائم مقام کیا۔ راہ ہی مین جعفر خان کے انتقال کی اِدھر خبر پہونچی اُدھر بادشاہ کی طرف سے سند بھی آگئی وہ بہت جلد مرشد آباد مین پہنچا اور چہل ستون مین جعفر خان کا جانشین ہوگیا اور شادیانے مسند نشینی کے بجوا دیئے اب سرافراز خان دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا کہ کیا تھا کیا ہوگیا ناچار سوا اس کے چارہ نہ دیکھا کہ باپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور نذر اور مبارک بادی دی شجاع الدولہ نے نہایت عدالت سے کام کیا سرافراز خان کو بدستور دیوان صوبہ کیا۔ دوسرے بیٹے محمد تقی خان کو اڑیسہ کا نائب صوبہ اور مرشد قلی خان اپنے داماد کو جہانگیر پور ڈھاکہ کا حاکم اور محمد علی وردی کو عظیم آباد مین اپنا نائب مقرر کیا اور بادشاہ کے ہان سے اُسکو مہابت جنگ کا خطاب اور پنجہزاری کا منصب دلایا۔

جب نادرشاہ دہلی مین آیا تو شجاع الدولہ اپنی اجل سے مرگیا۔ علاؤ الدولہ سرافراز خان باپ کا جانشین ہوا۔ حاجی احمد اور محمد علی وردی خان کے تمام رشتہ دار یہانتک مین دخیل تھے۔ اِدھر اُن سے سرافراز خان کی بگڑی اور اِدھر نادرشاہ کے دینے کے لئے زر کثیر کا مطالبہ آیا۔ خرچ کم کرنیکے واسطے محمد علی وردی خان نے لشکر کے موقوف کرنے کی صلاح سرافراز خان کو بتائی اس سے اور شبہ اُس کے دل مین پیدا ہوا۔ حاجی احمد اُس کے بھائی سے دیوانی لے لی۔ اس پر اُس نے جل کر

اپنے بھائی کو ایک ایک بات کی سو سو باتین لکھ کر بھیجنی شروع کین جب محمد علی وردی خان نے
دیکھا کہ سرافراز خان سے کسی طرح نہین نبھیگی تو اُسنے اپنے پرانے دوست مومن الدولہ محمد اسحق
بہادر کی سعی سے ایک کروڑ روپیہ نذرانہ دینے کے وعدہ پر یہ حکم منگا لیا کہ سرافراز خان کا گھر
اور اُس کے ہاتھ تلے سے تینون صوبے نکال لو غرض ۱۱۵۲ھ مین ان تینون صوبون کا وہ مالک
ہوگیا اور سرافراز خان کا گھر بار ضبط کرکے اُسنے بادشاہ کا نذرانہ بھی بھیجدیا۔ اب یہ ایک طول
قصہ ہی جس کے پڑھنے سے دل گھبراتا ہی کہ اُسنے کس طرح سے مرشد آباد پر قبضہ پایا اور سرافراز خان
کیونکر نکالا اسکا فیصلہ کرنا نہایت مشکل ہی کہ آیا سرافراز خان نے محمد علی وردی خان سے بےسلوکیان
کین یا اُسنے نمک حرامی کی اور فریب اور دغا اور مکاری سے ان تینون صوبون پر قبضہ پایا
اڑیسہ مین سرافراز خان کا بہنوئی مرشد قلی خان صوبہ تھا۔ اُسکو محمد علی وردی خان نہایت خفیہ
لکھا کہ تمھارا مافی الضمیر کیا ہی۔ اُسکا ارادہ صلح کا تھا مگر اپنے داماد باقر علی خان کے کہنے سے
اُسنے مصالحت سے انکار کردیا۔ اور نہایت جنگ دس بارہ ہزار سوار لیکر اڑیسہ کی طرف روانہ ہوا
سخت لڑائی کے بعد مرشد قلی خان کو شکست ہوئی اور وہ جان بچاکر بھاگ گیا اور پھر آئندہ لڑنے کی قسم
کھائی مگر کٹک مین یہ معاملہ پیش آیا کہ نہایت جنگ نے اپنے بھتیجے صولت جنگ کو وہان صوبہ دار مقرر کیا تھا
اُسنے سپاہ کی تنخواہ مین تخفیف کرنی چاہی اس پاہ نے قبول نہین کیا کیونکہ یہ سپاہی غریب الوطن مرشد آباد
گئے تھے مگر کٹک کے آدمیون نے گھر کی نوکری سمجھ کر تھوڑی تنخواہ قبول کرلی۔ غرض اس طرح قدیم الخدمت
موقوف ہوتے گئے اور نئی فوج بھرتی ہوگئی اس نوجوان نے جوانی کی مستی مین آکر ایسے
کام کرنے شروع کئے کہ کٹک مین ایک قیامت برپا کردی اسپر لوگون نے باقر علی خان داماد
مرشد قلی خان کی تحریک اور ترغیب سے ایک ہنگامہ برپا کرکے صولت جنگ کو گرفتار کرلیا اور باقر علی خان کے
حوالہ کردیا۔ ہرچند صولت جنگ کے ماں باپ نے نہایت جنگ سے کہا کہ باقر علی خان کو اڑیسہ دیکر صلح
اور صولت جنگ کی جان بچالے مگر اُسنے کسی کا کہنا نہ مانا اور فوج کو چڑھا کر ملک اڑیسہ مین لے گیا
اور باقر علی خان کو شکست دی اور بھتیجے کو اجل کے حلق مین سے نکال کرلے آیا اور وہان

4854

مرہٹون کو ملک بنگال مین غدر مچانا

صوبہ اڑیسہ کا انتظام کرکے مرشد آباد ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء مین آیا تو کیا سنتا ہو کہ ملک کو مرہٹے تاخت و تاراج کر رہے ہین
یہ پہلی ہی دفعہ تھی کہ برار کے راجہ رگھوجی بھوسلا نے اپنے سپہ سالار بھاسکر پنڈت کو پچیس ہزار
سپاہ دیکر یہ ارادہ کیا کہ ہندوستان مین اپنی فتوحات مین توسیع دے علی وردی خان ہنوز
بردوان مین پہونچا تھا اور یہان اُس نے اپنا سامان جنگ نہین رکھا تھا کہ مرہٹون نے
اُس کے ملک کے گرد نواح مین غدر مچا دیا کچھ لڑائیون کی چھیڑ چھاڑ ہوئی مرہٹون نے یہ کہا کہ
گر دس لاکھ روپیہ دو تو اُلٹے چلے جائین مگر علی وردی خان نے اُس سے انکار کیا اور اُس نے
مرشد آباد جانیکا قصد کیا اُسکے ساتھ پانچ ہزار سپاہ تھی مگر بہیر ہنگاہ اُسکے ساتھ ایسی ہوئی کہ
جس سے نظم سپاہ مین خلل پڑا اور اس سبب سے اُسکا بڑا نقصان ہوا تمام توپین اور خیمے اور سارا
اسباب باربرداری اُسکا مرہٹون کے ہاتھ لگا مگر اُس نے مرہٹون کی شرائط جو بسبب فتحیابی کے
سخت کرتے جاتے تھے انکار کیا چار روز مین وہ کٹوا مین پہونچا اور اُسکا بھتیجا صولت جنگ بھی
کمک کے لئے آگیا میر حبیب ایک سردار جو مہابت جنگ کی نوکری چھوڑکر مرہٹون سے جا ملا تھا
اُسکے ماتحت مرہٹون نے مرشد آباد پر حملہ کیا لیکن علی وردی خان بطور ایثار کے اس شہر مین پہنچا
اور اُس کو مرہٹون کی لوٹ مار سے بچایا مگر اپنے دوست جگت سیٹھ کو نہ بچا سکا تیس لاکھ روپیہ
اُسکے گھر سے مرہٹے نکال کر لیگئے اب سارے دکن مین مرہٹے ایسے پھیل گئے کہ اُنکے مغرب مین سوائے
مرشد آباد اور اُسکی نواح کے کوئی جگہ اُن سے خالی نہ تھی یہ موسم برسات کا تھا اس اثنا مین
محمد علی وردی خان نے اپنا ساز سامان نہایت درست کرکے ایک سپاہ جرار لیکر دریاؤن کے پایاب ہونے سے
پہلے کشتیون کے پل باندھکر پار اُتر گیا اور دفعۃً مرہٹون کو جا دبایا اور اُنکو ایسا بھگایا کہ اُنکے سارے
خیمے اور اسباب ہاتھ لگے اور جنگلون مین گھیر گھیر کر اُنکا خوب شکار کیا پھر کچھ دنون بعد مرہٹون نے
کٹک پور پر حملہ کیا یہان بھی علی وردی خان نے اُنکو شکست دیدی اور وہ سب بنگال سے چلے گئے
محمد شاہ نے اس محسن خدمات کے عوض مین علی وردی خان اور اُسکے خاندان کو بڑے بڑے خطاب
عنایت اور خلعت مرحمت کئے اور صفدر جنگ صوبہ دار اودہ کو حکم دیا کہ اُسکی اعانت کو جائے

مصطفےٰ خان سے بہار بنگالہ علی وردی خان کا بگاڑا اور اسکا انجام

مگر علی وردی خان نے فتح حاصل کرکے اس دوستی کی دوستی سے جو حقیقت مین دشمن کی دشمنی سے
مخوف تھے نجات پائی اُسکو صفدر جنگ پر شبہ ہوا کہ کہین وہی ان صوبون کو نہ دبالے ایک مرہٹہ سے
لڑائی ہو رہی ہو دوسری اس سے ہو جائے تو پھر مشکل پڑے اس لئے صفدر جنگ جب عظیم آباد مین آیا تو
مناسب سمجھکر لکھنہ بھیجا کہ آپکی ضرورت مرشدآباد مین نہین ہو آپ اُلٹے اودھ کو تشریف لیجائیے
روپے بھی سفر خرچ کے لئے بھیجدیئے تکلیف اُٹھانے کی اجرت دیدی اور بادشاہ کو بھی لکھ بھیجا کہ
صفدر جنگ جیسے آدمیون کی استعانت کی ضرورت نہین ہے، سب سے زیادہ عمدہ تدبیر بنگال بچانے کی
سوجھی وہ یہ کہ بالاجی راؤ کو علی وردی خان کی امداد کے لئے بھیجا راگھوجی بھاسکر پنڈت کے
شکست پانے سے بڑے طیش مین آیا وہ خود سپاہ کثیر بڑے سامان سے لیکر بنگال پر چڑھ گیا یہ
بالاجی مرشدآباد مین اپنے ہم وطنون کے نکالنے کے لئے آپہنچا تھا اسکا سبب کہ یہ کام کیون اُس نے
اختیار کیا آگے بیان کیا جائیگا اُس نے راگھوجی کو بالکل اضلاع بنگال سے ۱۱۵۲ھ مین شکست دیکر
کردیا۔ دوسرے برس بھاسکر پنڈت بہت سی سپاہ لے کر بنگال پر چڑھا اور دشمن سے بہت کچھ روپیہ
مگر ایکدفعہ علی وردی خان اور ہی سپاہیانہ پیچ کھیلا مصطفےٰ خان اور راجہ جانکی رام نے تیسری
مصالحت مین کوشش کی کچھ ایسے افسانون کے فسون بنائے کہ بھاسکر پنڈت اور اسکے بڑے
سردار اس بات پر راضی ہوئے کہ میدان گنگ پور مین ایک خیمہ کے اندر ملاقات آپس مین ہو اور
شرائط صلح کا فیصلہ ہو اس ملاقات مین آخر صفر یا شروع ربیع الاول ۱۱۵۳ھ بھاسکر پنڈت اور
اُسکے سب رفیقون کو بلاکر علی وردی خان نے قتل کر ڈالا اور پھر مرہٹون کی سپاہ پر حملہ کرکے شکست
دیدی فقط ایک گانکوار کا سردار بچکر گیا مگر اس دغابازی اور فتح دونون سے کچھ فائدہ نہ
علی وردی خان حقارت سے اپنے دشمنون کو توجانور سمجھتا تھا مگر کام اُس نے مصطفےٰ خان کے
ساتھ بڑی دغا کا کیا۔ وہ کیا کرے مقتضائے زمانہ یہی تھا۔ آج کل دغابازی کا بازار گرم تھا سب
بے ایمانی کا آسرا تھا مہابت جنگ دل کا سخی ہاتھ کا فیاض تھا اور اپنے رفیقون کے ساتھ بڑے
سلوک کرتا تھا۔ اور جو اُن سے وعدہ کرتا اُسے پورا کرتا۔ اب اس آخر مہم مین جب اُسے مشکل پڑی تو

ریاضی سے رفیقون سے بڑے بڑے وعدے کرلئے مگر اُنکا پورا کرنا اندیشہ سے خالی نہ تھا غرض کے وقت
وعدہ کرنا سہل ہوتا ہی مگر بعد غرض نکلنے کے اُسکا ایفا مشکل ہوتا ہی اڑے وقت مین مصطفیٰ خان سے بہار کی
صوبہ داری دینے کا وعدہ کر بیٹھا جب وقت نکل گیا تو یہ سوچھی کہ کہین اپنی طرح سے بہار کی صوبہ داری کو
وہ بھی بنگال کی صوبہ داری پر ڈنکا نہ بجائے کیونکہ یہ مصطفیٰ خان ہی اسکا سپہ سالار تھا جس نے اُسکو اس رتبہ پر
پہنچایا تھا اُسکی لیاقت کا نقش دل پر تھا غرض اس بات پر دونون مین رنجش شروع ہوئی اتنے مین
یہ معاملہ درپیش آیا کہ مصطفےٰ خان کے دو رفیق علی وردی خان کے دربار مین آئے اور اُنہون نے کہا کہ
مصطفےٰ خان بھی آتا ہی خواجہ سرا نے مہابت جنگ سے آکر کہا کہ محل سرا مین تشریف لیچلیے حضور کے گھر مین
نواب بیگم کو ہیضہ ہوا ہی مہابت جنگ بیتاب ہوکر اور ان دونون آدمیون سے یہ کہکر کہ تم بیٹھو مین آتا ہون
محل مین چلا گیا ان دونون کو شبہ ہوا کہ شاید آج مصطفےٰ خان کے قتل کا ارادہ ہی جو یہ خود بہانا کرکے
محل مین چلا گیا ہی یہ سمجھکر وہ وہان سے چلے راہ مین مصطفیٰ خان ملا اُس سے اُنہون نے کہا کہ آج آپ کہان
جاتے ہین وہان تو یہ تجویز ہوئی ہی وہ یہ سنکر اُلٹا اپنے گھر آیا اور اپنے تن کے نو ہزار سوارون کو لیکر
بگڑ بیٹھا اِدھر بھی سپاہ کی کمربندی ہوئی اس وقت نہ پوچھو کہ مہابت جنگ کی جان پر کیا بنی ہوئی
تھی۔ آخر کو دونون مین یہ فیصلہ ہوگیا کہ مصطفےٰ خان نے استعفا دیدیا اور مہابت جنگ نے اُس کو
ساڑھے سترہ لاکھ روپیہ تنخواہ کا اس شرط سے دیدیا کہ وہ اُسکی عملداری مین نہ رہے مصطفیٰ خان آٹھ نو ہزار اپنے
آدمیون کے ساتھ مرشدآباد سے چل دیا اور اپنی چھاؤنی مین آگ لگا گیا جب شہر والون کی جان مین جان
آئی اب وہ راج محل مین گیا وہان سے ہاتھی اور توپخانہ لیا پھر بہار کے لینے کا ارادہ مصمم کرلیا

ہیبت جنگ اور مصطفےٰ خان کی لڑائی اور اسکا انجام

اس وقت مہابت جنگ کا بھتیجا ہیبت جنگ بہار مین فرمانروا تھا۔ چچا کا حظ آگیا تھا کہ جبتک
مین نہ آؤن مصطفےٰ خان سے نہ لڑنا مگر اُس نے اسکا خیال نہ کیا رہت سے کوچ کیا اور اس پرانے تجربہ کار
سپہ سالار اور اُسکی سپاہ آزمودہ کار پر حملہ کردیا قریب تھا کہ اُسکو بالکل شکست ہو اور خود گرفتار ہو مگر
عجب اتفاق ہوا کہ ہیبت جنگ کی سپاہ بھاگی جاتی تھی کہ مصطفےٰ خان کا فیلبان گولی کی ضرب سے ہاتھی
نیچے گرا اس سبب سے ہاتھی بگڑا ناچار مصطفیٰ خان اُس پر اس نظر سے کودا کہ ہیبت جنگ کو گرفتار کرلے

مگر اُسکی سپاہ نے یہ جانا کہ وہ بھی فیلبان کی طرح ہاتھی سے گرا ہی اس لئے سپاہ متفرق اور منتشر ہو
اور اس پر اُسنے اپنا ہی کوسوں اُس کے کچھ نہ بن آیا کہ میدان سے بھاگ کر اپنی سپاہ مین جا ملے غرض یہ لڑائی بڑے
ہوئی کہ دونون لشکر آپس مین ایک دوسرے سے بھاگے ایک ہفتہ کے بعد مصطفی خان نے پھر ہیبت جنگ کے لشکر پر حملہ کیا
ہیبت جنگ کو فتح ہوئی اور مصطفے خان کی زخمی آنکھ مین زخم لگا اور وہ اُسکے بڑے رفیق مارے گئے اس شکست
بعد اُسنے سنا کہ علی وردی خان بھی آتا ہی اس لئے وہ بھاگ گیا پیچھا بھیلوں کی فوج نے اُسکا سخت تعاقب کیا اور
سرحد تک اُسکا پیچھا نہ چھوڑا پھر ایک مدت کے بعد وہ ہیبت جنگ سے لڑا مگر شکست کھا کر مارا گیا۔

اس عرصہ مین علی وردی خان پر مرہٹون کا ایک اور حملہ ہوا راگھوجی کو جب اپنے سپہ سالار بھاسکر اور
ساتھ انیس[19] افسرون کا دغا سے قتل ہونا معلوم ہوا تو اُسکو نہایت غصہ آیا اور اُسنے یہ بھی دیکھا کہ یہان
یہ فساد اور فساد ہو رہے ہین اور اسکے سبب بے انتظامی اپنے پاؤن پھیلا رہی ہو اس لئے وہ بھی یہان لشکر لیکر
پاؤن پھیلاتے آیا اور علی وردی سے بہت کچھ روپیہ اور ملک مانگا علی وردی خان نے دو مہینے تک تو ٹالمٹول
ٹالا کبھی کچھ شرائط صلح پیش ہوئین غرض جب موسم لڑائی کے واسطے آگیا تو اُسنے راگھوجی بھوسلا کے
لشکر پر حملہ کیا اور کئی دفعہ شکست دی اور ایک دفعہ یہان تک نوبت پہنچی کہ راگھوجی گرفتار ہی ہو گیا تھا
بچ گیا پھر ایک دفعہ مرہٹون نے مرشد آباد پر حملہ کیا مگر علی وردی خان نے اپنی شجاعت اور دلاوری سے
شہر کو محفوظ رکھا یہ مرشد آباد ہی مرہٹون کا مرشد تھا جو اُنکے ہاتھ سے بچا نہین تو مرہٹون نے کسی
شہر پر ہاتھ نہین ڈالا جسکو لوٹ لاٹ کر برباد نہین کیا کٹوا کے قریب راگھوجی کو بڑی شکست ہوئی
ساری اُسکی سپاہ مین بے انتظامی پھیل گئی اس لئے وہ ۱۱۵۹ھ ۱۷۴۶ء مین اُلٹا چلا گیا اب میدان کی لڑائیان
موقوف ہوئین علی وردی خان نے اپنے نواسے سراج الدولہ کی شادی بڑی دھوم دھام سے
کچھ دن امن امان رہا مگر پھر جو جھگڑے شروع ہوئے تو علی وردی خان کے مرنے پر ختم ہوئے
راگھوجی بھوسلا جو گرفتار ہی ہو چکا نکل گیا وہ علی وردی خان کے دو افغان سرداروں
سردار خان کی دغا تھی ان دونون سردارون کو موقوف کیا مگر اُسنے بے احتیاطی کی کہ
چھ ہزار سپاہ کے ساتھ بہار مین رہنے دیا جسکا انجام بُرا ہوا۔ کٹک میر حبیب کے قبضہ مین مرہٹون کی طرف سے تھا

علی وردی خان کی مرہٹون سے پھر لڑائی

علی وردی خان سے خلاف سرکشان

اس زمانہ مین علی وردی خان کے پیچھے بھی کوئی نہ کوئی کھٹکا لگا رہا اُس نے کٹک کی فتح کا ارادہ کیا اس کام مین کامیابی کی صورت نمودار ہوئی تھی کہ اُسکے دو بڑے سردار میر جعفر اور عطاء اللہ بگڑ بیٹھے انکو منا آنے مین لاکر وقوف کیا مرہٹون کے پیشوا راجا نوجی نے پھر مرشد آباد پر حملہ کیا مگر اُسکو اپنی بہادری سے اُس نے ہٹا دیا غرض اس جوانمرد پر ایک بلاؤن کا دریا اُمنڈ آیا نمک حرام بغیرت بے وفا افسر اور خان دوراں اور شمشیر خان جو بہار مین مقیم تھے اُنہون نے بہت سے اوباش اور بدمعاش اپنے پاس جمع کئے بہار مین اس وقت ہیبت جنگ صوبہ دار تھا اُس نے چچا سے ان دونون بدمعاشون کی معافی تقصیرات کی درخواست کی اور بہت منت و سماجت سے یہ التجا کی کہ اُنکو پھر ملازم رکھ لیجئے اب تک کا سبب نہین معلوم ہوا کہ وہ اُس بات کو کیون چاہتا تھا اگرچہ مہابت جنگ کا دل اس درخواست کے منظور کرنے پر راضی نہ تھا مگر بھتیجے کی دلشکنی بھی منظور نہ تھی اس لئے اُس نے درخواست منظور کر لی اول ہی ملاقات مین یہ گل کھلا کہ ہیبت جنگ نے اس نظر سے کہ ان دونون بے وفا بے ایمان سردارون کا دل قبضہ مین ہو اپنے نوکرون اور پہردار سپاہیون کو علیحدہ کر دیا اور تنہائی مین ملاقات کے لئے بلایا جب شمشیر خان آیا اور وہان اُس نے یہ تنہائی دیکھی تو ہیبت جنگ کو اپنے ہاتھ سے مار ڈالا اور اپنے ہمراہیون کو ساتھ لے جھٹ پٹ پٹنہ پر قبضہ کر لیا ایک غدر مچا دیا ہیبت جنگ کا باپ حاجی احمد اور سرفراز خان کے برباد کرنیکے بھائی سے ناراض ہو کر گوشہ نشین ہوا تھا اُسکو باغیون نے گرفتار کر لیا اور دولت بتلانیکے لئے نہایت تکلیف دی یہان تک کہ وہ مر گیا گو اُس نے اپنی دولت نہ بتائی مگر باغیون نے اپنی قسمت سے پائی اور اُسکو سپاہ کے بھرتی کرنے مین خرچ کرنا شروع کیا اور بیچارے غریب باشندون سے نہایت جبر اور قہر سے روپیہ وصول کیا اور ہیبت جنگ کی بی بی کو بھی جو مہابت جنگ کی بیٹی تھی یہ باغی لے اُڑے غرض یہ سارا حال ۱۱۶۱ھ مین گذرا اب اس وقت اس جوانمرد کی مصیبتون کو دیکھنا چاہئے کہ ادھر ان باغیون کا ادھر مرہٹون کا شور بھتیجے اور بھالی کا قید ہونا بیٹی کا باغیون کے ہاتھ مین پڑنا جو امیر اپنے پاس جنون اُنکا قابل اعتبار نہ ہونا ایسے وقت مین اس دانشمند شجاع نے اپنے منتخب افسرون کو جمع کیا اور اُنکی نہایت تشفی اور تسکین کی اور بڑے بڑے انعام اکرام کے وعدے کئے اور یہ بھی کہا کہ جو مجھ سے ناراض ہو وہ خوشی سے

چلا جائے میر پاس رہے غرض اس حکمت سے سارا اُس کے افسر خیر خواہ اور سپاہ دل سے ہوا خواہ ہوگئی
پہلی باتوں سے چشم پوشی کرکے اُس نے میر جعفر کو کٹک کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اور مرشد آباد عطا اللہ
بھتیجے کو سپرد کیا اور بڑی تیاری اُس نے باغیون کی سرکوبی کے لئے کی اور اُس کے کہنے سے شہر کے تمام
جنکو لڑنا نہین آتا تھا گنگا کے پار چلے گئے اور اُس نے یہ شہر ہار دیدیا کہ سارا شہر مرہٹون سے لڑنیکے
اب وہ چالیس ہزار سپاہ اور بہت سا ذخیرہ اور سامان لیکر ایک نوارہ مین بیٹھ دریا پار اپنے
مارنے کے لئے چلا اور جتنا آگے بڑھتا گیا اُسکا لشکر بھی بڑھتا گیا اور باغیون کا سردار اپنی ایک
کے سبب سے اُس کے ہاتھ مین پڑ گیا جس کا بیان آگے آتا ہے اس طرف سے شمشیر خان بھی پچاس ہزار سپاہ لیکر
اس اثنا مین رگھوجی بھوسلا کا بیٹا جانوجی اور میر حبیب بھی لشکر لیکر آن پہنچے یہ سارا کام ان مرہٹون
میر حبیب کے اغواے کیا تھا۔ اب یہ افغان اس لشکر مین گئے وہان اُنکو غلبہ حرمت ہوئے اور بہت کی
عنایت ہوئی پھر وہان سے چلے آئے اب ان افغانون کا ارادہ ہوا کہ اپنی تنخواہ کا دعوی اُن سے
کیجیے اسلئے انہون نے میر حبیب کی دعوت کی اور ایک خیمہ مین اُسکو اُتارا اور اُسکے گرد پہرہ چوکی
جب وہ چلنے لگا تو افغانون نے کہا کہ سارے کام ہم نے آپکے حکم کے بموجب کئے ہین اب ہماری
چالیس لاکھ روپیہ عنایت کیجئے بعد بہت گفتگو کے دو لاکھ روپیہ دیکر میر حبیب نے خلاصی پائی
اس طرح ان افغانون اور مرہٹون مین اتفاق کی جگہ نفاق ہوا علی وردی خان نے دونون
آکر باغیون پر حملہ کیا اور اُنکو شکست عظیم دی شمشیر خان مارا گیا اور اُسکے سارے مال اسباب پر قبضہ
اُس کے خیمہ مین جس وقت مہابت جنگ نے اپنی بیٹی کو بھی دیکھا تو خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا
آئے تھے ویسے ہی نامراد چلے اور اس ملک کو بالکل خالی کر گئے۔ کچھ کٹک مین باقی تھے اُس نے
شکر بھیجا۔ غربا و مساکین مین بہت روپیہ تقسیم کیا اور رفیقون کو مالا مال کردیا جو باغیون کے ہاتھ
گرفتار ہوکر آئے تھے اُن کے ساتھ نہایت مروت اور محبت سے پیش آیا۔ غرض جو زخم اُس کے
اپنے دوستون کے ہاتھون سے پہلے پہنچے تھے اُنکا اندمال یون ہوگیا اُس نے بہت چاہا کہ
صلح ہو جائے مگر اس کام مین کامیاب نہوا۔ اب آئندہ موسم مین کیا دیکھتا ہے کہ مرہٹون کے

گروہ کے گروہ اِدھر اُدھر سرحدون پر تاک جھانک کر رہے ہین خیران سب تکالیف کے سوا
یہ ایک بھاری آفت آئی کہ سراج الدولہ اُس کا نواسہ جس کو وہ بیٹے سے زیادہ چاہتا تھا اُس سے
باغی ہوگیا اسے سنانا اپنے حق مین کانٹے بوتے تھے مرہٹون سے بہت سی لڑائیون کے بعد
اُس نے ان شرائط پر ۱۱۶۴ھ مین صلح کرلی کہ کٹک اُن کے حوالہ کیا اور برگال کی چوتھ کا بارہ لاکھ روپیہ
سالانہ مقرر کیا. علی وردی خان کے حالات بھی آصف جاہ کے حالات سے بہت مشابہ ہین بعد
بہت سی فتوحات کے اُسکو بھی مرہٹون کے آگے گردن نیچے کرنی پڑی اور اُنکے لئے تھیلی کا منہ کھولنا پڑا
کچھ دنون اب امن سے کاٹے مگر یہ کھٹکا لگا رہا کہ دیکھئے اب آگے کیا ہوتا ہی کیونکہ وہ اپنے نواسے
سراج الدولہ کی نالائقی اور بیہودہ مزاجی کو خوب سمجھتا تھا.

جمادی الاولی ۱۱۶۹ھ مین اسی برس کی عمر مین استسقا کے مرض سے وفات پائی ابتدا جوانی سے
اُسکو شراب اور قمص و سرود اور ممنوعات کے ساتھ رغبت نہ تھی وہ صوم و صلوٰۃ اور تلاوت قرآن اور اوراد
و وظائف کا پابند تھا بہت سویرے اُٹھ کر اول وقت صبح کی نماز پڑھتا اور پھر چند مصاحبون کے ساتھ قہوہ پیتا
خود حقہ نہین پیتا تھا مگر اپنے اور رفقا کو پلاتا تھا دو گھڑی دن چڑھے دربار عام کرتا سب سردار
اور اہالی موالی و ملازم اور ارباب حاجت حاضر ہوتے ہر شخص اپنا احوال عرض کرتا مقصد حاصل کرتا پھر وہ
خلوت مین جاتا وہان خاص خاص معتمد اور بعض مصاحب جمع ہوتے شعر خوانی اور نقل و حکایات بیان ہوتے
کھانے کا اُسکو نہایت شوق تھا عمدہ عمدہ کھانے روز یہ سب ملکر کھاتے بعد کھانا کھانے کے سب رخصت ہوجاتے
پھر وہ سوتا کچھ سو کر وہ نماز پڑھتا اور پھر قرآن کی تلاوت کرکے عصر کی نماز پڑھتا رات دن مین بعد عصر
ایک ہی دفعہ شوربہ یا برف کا پانی پیتا اُسکے بعد فاضل عالم جمع ہوتے حدیث و قرآن کا ذکر رہتا دو گھنٹہ
یہ صحبت رہتی بعد اُسکے جگت سیٹھ اور عمائد آتے اُن سے معاملات ملکی مین گفتگو ہوتی شہر و دیار کے اخبار کا
استفسار ہوتا پھر کچھ تھوڑی دیر ناچ گانے کا شغل رہتا پھر وہ محل مین جاتا رات کو وہ کھانا نہ کھاتا
مگر کچھ میوہ وغیرہ سے شوق کرتا جب تہائی شب گذر جاتی تو وہ آرام کرتا دو گھڑی رات رہتی تو پھر صبح کی
نماز مین مصروف ہوتا. اس عجیب زمانہ مین یہ افغان امیر بھی عجیب غریب صاحب تدبیر جوانمرد و لیس تھا

محمد علی وردی خان کی وفات و خصائل

اب ہم پھر دلی کے حال پر متوجہ ہوتے ہین۔

نادر شاہ کے جانیکے بعد شہر مُردون سے پُر تھا اور زندون سے خالی تھا سکانون پر برستی تھی محلے کے محلے جلے پڑے تھے مُردون کی سڑاند سے بھیجا نکلا جاتا تھا نہ کوئی کسی کو گھر مین نہ گور مین دفن کرنے والا تھا مرکز ہندو مسلمان سب ایک ہوگئے۔ ڈھیرون مین جل کر خاکستر ہوگئے کی کیفیت تھی۔ دربار کا حال یہ تھا کہ کچھ نون تو وہ بھاری نیند مین سوتا رہا اور جب اُٹھا تو آنکھون مین اسقدر چیپڑ لگا ہوا تھا کہ دیکھنے سے گھن آتی تھی خزانہ مین پھوٹا بادام نہ تھا خراج کا کہین پتا نہ تھا سپاہ تباہ اور خستہ حال تھی اس پر مرہٹون کا بھی خوف بالکل نہین گیا تھا جو اُنکے قبضہ مین چلے گئے تھے وہ اُنکے ہاتھ سے تباہ ہوئے تھے ان سب مصیبتون اور آفتون پر جھگڑا نہ چکا۔ وہی ایک فریق تورانی امیرون کا تھا جن کے سرتاج آصف جاہ اور قمرالدین خان تھے گروہ اُن امیرون کا تھا جو اُنکو خارج کرنا چاہتا تھا اور اُن مین بادشاہ بھی شمار ہوتے اگر یہ جھگڑا نہ آن پڑتا تو ان امیرون نے سلطنت کے ٹکڑے کرکے کبھی آپس مین تقسیم کرلیے ہوتے تیموریہ کو بے نام و نشان کردیا ہوتا۔

نادر شاہ کے جانے کے بعد شاہجہان آباد کا حال

جس وقت یہان نادر شاہی ہو رہی تھی اُس وقت باجے راؤ سہا بیٹھا تھا اُس نے یہ کہا کہ دشمن ہے کہ اس وقت سب آپس کے جھگڑون کو سمیٹ کر لپیٹ رکھین اور دکن کے ہندو مسلمان دونون کو دشمن سمجھ لین مگر اتفاق کہان تھا خیر جب نادر شاہ چلا گیا تو باجے راؤ مین پھر دم آیا اور وہی اپنا دعوی پیش کیا کہ آصف جاہ نے جو عہد نامہ لکھا ہے اُس پر بادشاہ مہر دستخط کرے (اس حال دہان لکھا ہی جہان سے نادر کا ذکر شروع ہوتا ہی) اب اس کام کے لئے اُسکو دہلی جانا مگر اُس نے دکن کو اپنی تمنا کے لئے پسند کیا کہ پیشوا دن کے خاندان کو مرہٹے بُری نظرون سے دیکھتے بہت سے رقیب اور حریف پیدا ہوگئے تھے اور اُسکے ہاتھ سے راجہ کو چھٹانا چاہتے تھے سیندھیا خیرخواہ اس خاندان کے تھے کیونکہ اُنکی نمود اور شان ان ہی کے سبب سے ہوئی تھی ٹرمبک بھاری کا فیصلہ ہوا تھا سری پت راؤ اُسکا پرانا قریب موجود تھا جتنے قدیمی خاندان مرہٹون کے تھے وہ اس

مرہٹون کے معاملات

انتظام سے خاک مین ملے جاتے تھے اس لئے اُس کو آگ سے جلانا چاہتے تھے۔ گائکواڑ کے خاندان کے حقوق مین گجرات کے اندر اس پیشوا کے انتظام سے خلل پڑ رہا تھا۔ سب رقیبون مین طرار صاحب قوت و شوکت راگھوجی تھا وہ کئی دفعہ پیشوا سے انتظام سلطنت ستارا کے باب مین جھگڑے اُٹھا چکا تھا۔

باجے راؤ نے آصف جاہ کے ملک پر حملہ کیا۔ اس وقت آصف جاہ تو دلی کے دربار مین تھا مگر اُسکا بیٹا ناصر جنگ پاپک قایم مقام تھا وہ دس ہزار سپاہ لے برہانپور مین پڑا تھا۔ باجے راؤ نے اول شہر کا محاصرہ کیا۔ اُسکو یہ خیال تھا کہ اس تدبیر سے اُسی طرح کامیاب ہونگا جیسا کہ اُس کے باپ پر فتحیاب ہوا تھا مگر اس نوجوان عالی ہمت نے اپنی ایسی قدرت دکھائی کہ اُسکو شکست دی اور جب اُسکو امداد پہنچ گئی تو اور دشمنون کو شکست دیکر احمد نگر پر پہنچ گیا اور پونہ کا قصد کیا۔ اس وقت پیشوا نے صلح کرنے کو مصلحت جانا ۱۱۵۳ھ ۱۷۴۰ء مین اُس نے آشتی کر لی۔ اس وقت وہ بڑی بڑی پریشانیون مین گرفتار تھا کہ اپنے گرو کو یہ مایوسی کا خط لکھا ہے کہ مجھے بڑی بڑی مشکلات پیش ہین۔ قرض دینا ہے طلب سرفے مایوسی نے گھیر رکھا ہے میرا حال اس وقت ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص زہر کھانے کو بیٹھا ہو اب میں دار السلطنت ستارا کو جاتا ہون وہان میرے بہت دشمن ہین وہ میری چھاتی کو اپنے پیرون سے دلینگے اس وقت موت آجائے تو مین بڑا اُسکا ممنون منت ہون معلوم نہین اس وقت اُسکو کیا سوجھی تھی کہ وہ ہندوستان خاص کو جاتا تھا کہ اپریل ۱۱۵۲ھ ۱۷۴۰ء مین دریائے نربدا پر موت نے دامن پکڑ لیا سارے منصوبے خاک مین مل گئے۔ اُس کے تین بیٹے تھے۔ ایک بالاجی راؤ وہ اپنے باپ کے عہدہ پر پیشوا مقرر ہوا۔ دوسرا رگھناتھ تیسرا شمشیر بہادر جو ایک مسلمان عورت کے پیٹ سے تھا مگر اُسکے زیر حکومت سارا بندیلکھنڈ تھا (بندیلکھنڈ کے نواب اُسی کی اولاد مین سے تھے)

موت کے آنے سے پہلے باجے راؤ کے آخر زمانہ مین اُسکا بھائی چمناجی کانکن مین لڑائیان لڑ رہا تھا جن دشمنون سے وہ لڑ رہا تھا اُن پاس ایسے قلعے اور جزیرے تھے کہ ایک طرف اُنکے سمندر دوسری طرف پہاڑ اور جنگل تھے اُنکے فتح کرنے کے واسطے بہت کچھ سامان کی ضرورت اس لئے چمناجی کو کچھ فتح نہین حاصل ہوئی۔ اب ان دشمنون کی تفصیل سنیئے کہ ایک کولابہ کا شیوتی قزاق انگریزی تھا

آصف جاہ کے مکان پر باجے راؤ کا حملہ کرنا اور شکست کھانا اور اُس کے اسباب

وہ برائے نام ساہوجی کا مطیع تھا وہ اس ہرنی کو اپنی بجری چوتھ کہا کرتا تھا۔ انگریزون نے بھی
مدد لیکر اُسپر وار کیے مگر کچھ نہ کرسکے۔ ہالینڈ والون نے بھی اُس سے سمجھنا چاہا مگر کوئی اُس سے نہ سمجھ سکا
خاندان مین دو بھائیون مین فساد ہوا جن مین سے ایک بھائی کی طرفداری پیشوا نے کی دوسرے
جو گھاٹون کے نیچے تھے لے لئے مگر اُس سے یہ جھگڑا ختم نہ ہوا۔ ایک دفعہ پیشوا نے انگریزی بیڑے کی مدد
اُسپر حملہ کیا مگر کوئی فیصلہ پیشوا کی زندگی مین اس کام کا نہ ہوا۔ دوسرے دشمن اُس کے سیاہ رنگ کے مسلمان
کے حبشی تھے وہ خشکی مین بھی مرہٹون کو چین نہین لینے دیتے تھے اُنکے ملکون کو اپنا ہمرنگ بنا لیتے تھے
بہت سے قلعون پر انہون نے قبضہ کرلیا۔ پیشوا کی سعی اور کوشش کا غایت یہ نتیجہ تھا کہ ۱۱۴۹ھ/۱۷۳۶ء مین انکو اس
بات پر راضی کرلیا کہ وہ اُنکی لوٹ کھسوٹ سے باز آئین۔ یہ سر فرنگستانی دشمن پرتگال والے پرتگیز تھے
یون لڑائی کی ٹھنی کہ وہ انگرائی کے دو بھائیون کی لڑائی مین ایک بھائی کے طرفدار تھے
یہ لڑائی شروع ہوئی ۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء مین یون ختم ہوئی کہ سالسٹی و بسائن اور کونکن کے دو چار شہر جو
قبضہ مین تھے چھن گئے۔ بسائن کے محاصرہ مین پانچہزار آدمی مقتول ہوئے۔ پس اسی پر قیاس کرنا چاہیے
کسقدر نقصان ان لڑائیون مین ہوا ہوگا۔ باجے راؤ کو یہ خیال تھا کہ جو اُسکا جانشین ہوگا اُس
ان مصائب کا ہجوم ضرور اُسکو مغلوب کریگا۔ مگر اُسکا بیٹا بالاجی جو جانشین ہوا وہ ایسا ہوشیار
عاقل تھا کہ اُس نے باپ کی مصیبتون کا بوجھ سہار لیا اور اُس نے نہایت استقلال اور ہمت سے سارے
نکلون کی دلدل سے اپنے تئین نکال لیا

دشمنون کا ذکر ہم پہلے ہی لکھ چکے ہین ان سب مین بھوسلا خاندان کا بانی رگھوناتھ غضب تھا
وہ لشکر کے آس پاس ملک کا رہنے والا تھا پہلے وہ سواردن مین نوکری کرتا رہا مگر جب باجے راؤ
کی قید سے رہا ہوکر آیا تو یہ اسکا دل سے رفیق ہوا۔ راجہ نے اُسکو برار اور اُسکے آگے جو جنگلی ملک تھا
حاکم مقرر کردیا جب وہ مرگیا تو اُسکا بیٹا جانشین نہ ہوا۔ بلکہ راگھوجی بھوسلا اُسکا چچیرا بھائی جانشین
وہ راجہ کا رفیق بھی تھا اور ہمزلف بھی۔ اب اُس نے ملک برار مین اپنی حد سے پرے اُس علاقہ پر جو
باجے راؤ سے علاقہ رکھتا دست درازی شروع کی اور محصول اور خراج وصول کیا اس سبب سے

باجے راؤ کے دشمن

بالاجی کی جانشینی کے خلاف سازشیں

اندیشہ پیدا ہوا۔ اور یہ بھی خطرہ ہوا کہ کہین راجہ اُسکو تبدیل نہ کرے اور راج اُسی خاندان مین قایم ہوجائے۔
جس وقت باجے راؤ مراتورا گھوجی بھوسلا جو کرناٹک مین سپہ سالاری کر رہا تھا۔ ستارے مین دوڑا آیا
اور باپوجی نائک کو پیشوا بنانیکے لئے ساتھ لایا۔ یہ نائک بڑا دولتمند اور معزز تھا اور باجے راؤ پیشوا پر اُسکا
روپیہ لینا تھا اُسکو یہ پٹی پڑھائی کہ اپنا روپیہ بالاجی سے لیکر اُٹھے۔ قرض کا یہ سبب ہوگیا تھا کہ ملک تو
ویران پڑا تھا اُسے ایسا محاصل حاصل نہ ہوا تھا کہ بڑی بڑی مہمات کے خرچ کے لئے کافی ہوتا ناچار
اُسکا خرچ قرض سے ہوتا تھا۔ اب بالاجی کو یہ وقت پیش آئی کہ ہندوؤن کے ہان ایسے وقت مین
باپ کا قرض نہ چکانا بڑی بیغیرتی کی بات سمجھی جاتی تھی۔ سوائے اسکے نائک نے راجہ کو بھی نذرانہ اسر نظر
سے پیش کیا کہ اُسکو عہدۂ پیشوا ملجائے مگر بالاجی کا پایہ بالا تھا۔ اس لئے کہ سری پت راؤ جیسا باجے راؤ کا
مخالف تھا ایسا ہی راگھوجی سے ناموافق تھا۔ باجے راؤ کا نہایت لائق بھائی جنا جی آیا دل
جان سے اپنے بھتیجے کا پیشوا ہونا چاہتا تھا۔ بالاجی کا دیوان ایسا ہوشیار تھا کہ تھوڑے دنون مین
روپیون کے توڑون کا ڈھیر لگا دیا۔ ان سب باتون کے سوا خود بالاجی کی لیاقت اور شہرت دوسرے
اُسکے باپ اوا کی عزت تیسرے اس عہدہ کا موروثی استحقاق ان سب باتون کے سبب سے اُسے روپیہ کا
کیا توڑا تھا سارا قرض فوراً ادا کیا۔ نائک جی اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔ راگھوجی یہ پہلی ہی دفعہ کا ٹھاکر چلا چھا
بالاجی نے اپنے قوی دشمن کو یون زیر کیا۔ پھر جو اور دشمن مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے اُنکو بھی ہمیشہ جیت کیا۔

نظام الملک سے بالاجی کی کمال دوستی تھی اس واسطے کہ جب ناصر جنگ اُسکا بیٹا باپ سے باغی ہوا اور
وہ دہلی سے آیا تو بالاجی اُسکی کمک کو گیا اور اُسکے بیٹے کو ۱۱۵۵ھ مین مغلوب کیا اس سبب سے نظام الملک نے
اس مرہٹہ کو شش کی کہ بالاجی کو مالوہ ملجائے۔ ان ہی دنون مین اتفاق سے جنا جی آیا پیشوا کا
چچا مرگیا اور ایک بیٹا سدیشو راؤ دس برس کا چھوڑ گیا۔ باپ کے مرنے سے یہ لڑکا اناتھ ہوگیا اور
ایسا جنگلی بھینسا بن گیا کہ کوئی اُسکی نکیل پکڑ کر کسی طرف نہ گھسیٹ سکا۔ آئندہ اُسکا حال
پڑھوگے اُسکے سبب سے مرہٹون کے سر پر کیا آفت آئی۔

برس روز تک بالاجی اپنے ملکی انتظام مین مصروف رہا۔ پھر ہندوستان خاص کی طرف

بالاجی کا الہ پور قبضہ میں لانا اور بعض اور معاملات

متوجہ ہوا۔ ان دنون مین راگھوجی بھوسلا نے بنگال پر حملہ کیا تھا جسکا حال پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بالاجی پیشوا نے بادشاہ کی طرف ہو کر محمد علی وردی خان کی ایسی اعانت کی کہ راگھوجی وہان چلے نہ دی۔ اس حسن خدمت کے صلہ مین بادشاہ کی طرف سے اُسکو صوبہ بالوہ ملا جس کی بابت تمنا تھی اور ۱۱۵۶ھ مین شاہزادہ احمد شاہ کا اس صوبہ مین نائب مقرر ہوا۔ اور اور شرائط اس صوبہ کے عطا کرنے کی یہ تھین کہ وہ اس صوبہ مین امن امان رکھے۔ موافقت کے واسطے جو جاگیرین اور اراضی مقرر ہین اُنکے اندر دست اندازی نہ کرے۔ نربدا کے پار کسی اور مرہٹے افسر کو اُترنے اور بادشاہ کی اعانت اور کمک ایک ہزار سپاہ سے کیا کرے۔ بالاجی نے ان شرائط مین سے بعض کے پورا کرنیکے لئے دھار کے راجہ پوار سے اتحاد پیدا کیا۔ اس اتحاد سے یہ فائدہ تھا کہ وہ کسیقدر مغرب مین گائکوار کی اور مشرق مین راگھوجی کی روک ہوگا۔

مرہٹون کا ملکی انتظام

۱۱۵۵ھ مین مغلون کے دربار سے مرہٹون کو اُن صوبون مین سے چوتھ وصول کرنے کی اجازت ہو گئی جن مین کبھی کبھی اُنکی لوٹ کھسوٹ ہوتی تھی مگر اُسکی کوئی سند بادشاہ کی طرف سے مرحمت نہین ہوئی۔ اس وقت مرہٹون کا راجہ بھی معاملات ملکی مین مداخلت نہین کرتا تھا مگر سیواجی کے زمانہ مین تھا۔ مرہٹے اُسی کو اپنا دیوتا مانتے تھے۔ جو بادشاہی صوبون کے محصولات کا انتظام تھا اُسکا فیصلہ وہی کرتا تھا۔ پیشوا ہر ایک مہم کے بعد اُسکی آمد خرچ کا بند حساب راجہ کے سامنے پیش کرتا تھا کوڑی کا حساب اُس مین لکھا ہوا ہوتا تھا مگر بعض اوقات اس حساب کتاب کے معاملات ایسے پیچ در پیچ ہوتے تھے کہ اُنکا فیصلہ ہونا مشکل ہوتا تھا جب راگھوجی نے بنگال پر حملہ کیا۔ اُسکے برخلاف پیشوا نے بادشاہ کی طرفداری کی اور اپنا احسان بادشاہ پر کیا۔ اور محمد علی وردی خان سے جداگانہ وصول کیا۔ مگر جب ستارے مین راگھوجی نے سازش اُسکے برخلاف قائم کی تو اُس نے چھکے چھوٹے اُس نے اپنے تمام حقوق جو دریائے نربدا اور تھاندی کے پار ملکون مین تھے راگھوجی کو ۱۱۵۷ھ مین دیدیئے اور اُسکو اُن اضلاع مین مطلق العنان کر دیا۔

آصف جاہ کی وفات

ناصر جنگ جو باپ کا قایم مقام دکن مین تھا ۱۱۵۲ھ ۱۷۴۱ء مین باغی ہوگیا۔ اس لئے آصف جاہ دہلی سے دکن آیا اور بیٹے کو مغلوب کیا۔ بعد اُسکے دہ ارکاٹ کے فسادون مین مبتلا رہا۔ آخر کو جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ جون ۱۷۴۸ء ستتر برس کی عمر مین اس دنیا سے رخصت ہوا۔ پھر اُس کے بیٹون مین فساد برپا ہوا جس کا حال انگریز اور فرانسیس کے حال مین لکھینگے۔ ہم نے اس زمانہ کی تاریخ کا بیان ہندوستان کی مفصل تاریخ سلطنت انگلشیہ مین لکھا ہے۔

آصف جاہ اور باجے راؤ پیشوا

آصف جاہ کے مرنے پر ہم کو اُسکا رقیب باجے راؤ جو اُس سے آٹھ برس پہلے مرگیا تھا یاد آگیا۔ دکن مین اس زمانہ کے اندر دو آدمی گذرے ہین اُنکی حالت مین مماثلت اور مشابہت بہت تھی گو بعض باتون مین مخالفت ہو۔ ایک تورانی امیرزادہ دوسرا ہندوستان کا برہمن دونو بڑے باپ کے بیٹے۔ دونون کے دل اس تمنا سے بھرے ہوے کہ کوئی اپنے خاندان مین جُدا سلطنت جمائین۔ دونون حسب تدبیر شمشیر منتظم عمال آصف جاہ کا مزاج بالکل شیر کا سا کہ جس وقت کوئی اُسے چھیڑ دے تو غصہ مین آکر آپے سے باہر ہوجائے مگر اس شیر مزاجی پر دوباہ بازی کرنا اُسی کا کام تھا۔ باجے راؤ کا مزاج غصیلا نہ تھا مگر مکر و فریب کرنے مین آصف جاہ سے کم نہ تھا۔ ایک راجہ کے دربار کا کارکن تھا۔ اور بہت سے رقیب رکھتا مگر کوئی اُس سے زیادہ لائق نہ تھا۔ راجہ مستقل مزاج تھا وہ اسے بادشاہ کے دربار کا کارکن تھا اور وہان بہت سے رقیب رکھتا تھا جن مین سے بعض اُس کے ہمسر اور بعض برتر تھے۔ اور بادشاہ تلون مزاج تھا۔ آصف جاہ کے پیچھے بلائین نسبت باجے راؤ کے زیادہ لگی ہوئی تھین۔ باجے راؤ کا دشمن کبھی اجہ نہین ہوا۔ اُسکی بیخ کنی کے درپے نہ ہوا۔ برخلاف اسکے بہت دفعہ آصف جاہ کے برباد کرنے پر بادشاہ کا ارادہ ہوا۔ آصف جاہ کے ایک طرف پانی رہتا تھا (یعنی بادشاہ) کہ جس کے اندر ذرا چوکے تو ڈوب جائے۔ دوسری طرف آگ رہتی تھی (یعنی مرہٹے) جسکی آنچ سے ہر وقت جلنے کا اندیشہ رہتا تھا۔ باجے راؤ پاس اپنی جُدا امارت اور سلطنت کی عمارت قائم کرنے کے واسطے مصالح موجود تھا۔ فقط تعمیر کرنا تھا برخلاف اس کے آصف جاہ کو مصالح بھی بہم پہونچانا اور پھر عمارت بنانا دونون کام کرنے تھے۔

آصف جاہ کے انتقال کے برس روز بعد دسمبر ۱۱۶۲ھ ۱۷۴۹ء مین راجہ ساہو کا انتقال ہوا۔ اس راجہ نے

مدت تک راج کیا۔ وہ سیواجی کا پوتا تھا اور اورنگ زیب کا قیدی تھا۔ پیشوا کے تین پشتوں کا
مرہٹون کا بڑا راجہ تھا غرض یہ وقت بھی ہندوستان مین عجیب گذرا ہے جہان دیکھو وہان ایک
کھڑا ہو۔ اب اس راجہ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اُسکی نیت مین تھا کہ وہ اپنے رشتہ دار پرانے دشمن کے
راجہ کو متبنے کرے مگر اُسکے بھی اولاد نہ تھی۔ اس سے مرہٹون کا یہ ارادہ ہوا کہ راجہ سے کہہ کر سیواجی کے
بڑے چچا دتوجی کی اولاد مین سے کسی کو متبنے کرائین۔ اس دور رشتہ مند خاندان مین کوئی شخص
منتخب کرکے ابھی راجہ نے متبنے نہین کیا تھا کہ اُسکی رانی سکوار بائی جو راجہ کی مالک تھی وہ اس
مین تھی کہ کوئی چھوٹا لڑکا متبنے کیا جائے۔ وہ صغر سنی کے سبب سے فقط نام کا راجہ ہو اور مین خود
مالک ہون مگر یہان پردہ غیب سے کچھ اور ہی گل کھلا اور سلطنت کے اندر ایک اور ہی راز سربستہ کھلا
کی بیوہ رانی تارا بائی اب تک زندہ تھی گو عمر مین بوڑھی تھی مگر عالی ہمتی اور اولوالعزمی مین جوان
تھی۔ اُس نے یہ کہا کہ سیواجی دوم کے مرنے کے بعد اُسکے ہان بیٹا پیدا ہوا ہے اُسکو مین نے چھپا رکھا ہے
حق اس میرے پوتے کا ہے وہ مرہٹون کا مہاراجہ بنایا جائے اُسکا نام رام راجہ دوم رکھا جائے۔ تک
اس مین شبہ ہے کہ تارا بائی کا یہ بیان صحیح تھا یا غلط تھا۔ اس پوتے کے جانشین ہونے سے اُسکے خود
مین سلطنت آتی تھی۔ سکوار بائی جو اپنی سلطنت چاہتی تھی اس بات کو سنکر آگ بگولا ہوئی کہ یہ
آواز کدھر سے آئی اس لئے اُس نے اپنی طرح کا ایک متبنی راجہ بنانا چاہا۔ بالاجی جب بہت سی فوج
ساتھ مین آیا تو یہان اُسکی جان عذاب مین پھنسی کہ دونون عورتون نے اپنے اپنے منصوبے کا سامان
کر رکھا ہے۔ عورتون کی ہٹ مشہور ہے یہ دونون اُسکی خود مختاری کی مخالف تھین مگر وہ یہ جانتا تھا
کہ سیواجی کے خاندان پر تو مرہٹے مٹے ہوئے ہین اور برہمن پیشوا ون سے پہلے ہی غار کھائے ہوئے
بیٹھے ہین۔ اس لئے یہ وقت ایسا نہین ہے کہ مین اپنے اس ارادہ کو ظاہر کرون کہ راجگی کو موقوف کرکے
سب مرہٹون کا راجہ بن جاؤن۔ تارا بائی سے بالاجی تو ڈر گیا مگر سکوار بائی نے اُسکی کچھ حقیقت
نہ سمجھی اور اس کے مخالف تدبیرین کرنی شروع کین اور اس اپنے ارادہ کے چھپانے کے لئے یہ مشہور کیا
کہ مین راجہ کے ساتھ بستی ہونگی۔ بالاجی غضب کا پتلا تھا اپنے مقصد کے حاصل کرنے مین کسی

کام کرنے مین پرہیز نہ کرتا تھا۔ اب وہ اپنی چال نہایت فطرت اور سلیقہ کے ساتھ چلا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ سکوار بائی پاس سے اُسکا عہدہ موجود ہی بڑے بڑے آدمی اُسکے طرفدار مین وہ فتنہ بیٹھے ہین کہ ادھر جھ کا دم نکلے اُدھر بالاجی سے تلوار چلے۔ اسلئے اول اُس نے ایسی تدبیرین کین کہ ساری فوج بس مین آجائے اور جتنے رانی کے رفیق اور اُسکے مخالف تھے سب دوست ہو جائین تاکہ جس وقت راجہ مرے تو رانی کچھ نہ کرسکے۔ اسکے سوا ایک اور تدبیر یہ کی کہ اُس نے تارا بائی کے غصہ اور غضب کو افروختہ نہ ہونے دیا۔ اور اُس نے جو اپنے پوتے کی کہانی بنائی تھی اُسے یقین کرلیا۔ اس مین اُسکو دو فائدے حاصل تھے اول یہ کہ تارا بائی اُس کے ساتھ سکوار بائی کی مخالفت کے لئے تیار ہوگئی۔ دوم اس بہانہ سے کسی وقت موقع پاکر راجہ سے یہ سند لکھوائی کہ اُسکو تمام مرہٹون کا سلطنت کا اختیار اس شرط پر دیا جائے کہ وہ سیواجی کے خاندان کا نام تا بائی کے پوتے رام راجا کے نام سے قائم رکھے۔ غرض یہ ایک دستاویز ہزارون لشکر سے زیادہ بالاجی کے کام آئی۔ جب راجہ مرا تو بطور نذر کے اُسکی رانی کو یہ کہلا بھیجا کہ آپ ستی ہونے کے لئے تکلیف نہ اُٹھائین۔ اسسے وہ یہ جانتا تھا کہ اس عورت کو غیرت اور اپنی قول کا پاس ہوگا تو وہ ضرور راجہ کے ساتھ ستی ہوگی۔ غرض جب راجہ مرا تو اُس نے رام راجہ کو راج گدی پر بٹھایا۔ کسی نے شمشیر کے خوف سے کسی نے تدبیر کے زور سے کسی نے جاہ و منصب کے لالچ سے اس راجہ کو راجہ مان لیا اور بالاجی سے طرح طرح کی مناسبتیں پیدا کین اس راجہ کو سارے مرہٹون کا راجہ بنا دیا۔ راگھوجی کو تمام پہلے حقوق عنایت ہوئے۔ اور سری پت کی جائداد منضبطہ سے بھی کچھ حصہ دیا گیا بلکہ اور سیندھیا کو سارا مالوہ دیدیا گیا۔ مگر وہ حصہ مستثنیٰ رہا جو پہلے اودن کو جاگیر مین دیا تھا۔

بالاجی کی حکومت بغیر لڑے بھڑے قائم نہ ہوئی۔ تھوڑے دنون اُسکی حکومت مین بڑے خطرے اُنکے چچیرے بھائی سدشیو راؤ عرف بھاؤ کے جھگڑون سے پیدا ہوئے مگر سب کا انجام بالاجی کے حق مین بخیر ہوا۔ راجہ رام نے سارا سلطنت کا اختیار پیشوا کو بعض شرائط ٹھہراکر دیدیا تھا۔ مگر وہ شرائط پوری نہ ہوئین جب بالاجی اورنگ آباد کو حیدرآباد کے جھگڑون مین دخل دینے کے واسطے روانہ ہوا تو تارا بائی نے راجہ رام سے ملکر یہ کہا کہ تو اپنا سارا اختیار

تارا بائی کا خاندان

راجائی کالے لے۔ اور یہ جو تو نے پیشوا سے اقرار کر لیا ہے اُسے توڑ۔ مگر جب راجہ کو اُس نے دیکھا کہ وہ اُسکا کہا نہین مانتا تو اُس کو ایک قلعہ کے اندر قید کر دیا اور اُسکو مشہور کر دیا کہ وہ پاگل ہو گیا اور فرمیا ہے۔ اور اس قلعہ کی حفاظت اُن مرہٹون کے سپرد کی جو بہت قدیمی نوکر اس گھرانے کے تھے اور وہ پہلی سب باتون کو دیکھ چکے تھے اور پیشوا کے اختیارات پر دانت پیستے تھے اور راجہ کے اُن آدمیون پر توپین لگا دین جو پہرون پر بے خبر پڑے تھے۔ اور پیشوا کے سارے سپاہی جو جا بجا پڑے ہوئے تھے گولے برسانے شروع کئے اور دتاجی گائکوار کو جو پیشوا سے خار کھائے بیٹھا تھا اور بہت سے بخارئے رم بخت ہو رہا تھا بلا لیا۔ دتاجی اپنے دھن بھاگ سمجھا کہ آج یہ دن نصیب ہوا کہ پیشوا کو بالکل دار السلطنت سے نکالنے کے واسطے بلایا گیا۔ پندرہ ہزار سوار اُس پاس تھے پیشوا کے طرفدار اُس سے لڑنے گئے مگر اُن کو شکست ہوئی۔ غرض گائکوار اور تارا بائی دونون نے مکر بہت سے قلعے فتح کر لئے اور سری پت کے کسی رشتہ دار کو اُنہون نے پت نیدھی یعنے وزیر اعظم مقرر کیا۔ بالاجی بہت شتابی سے ستارے مین آ گیا اُس نے ۱۱۶۴ھ مین دتاجی کو دغا سے قید کر لیا۔ مگر تارا بائی وہ رعب داب کی عورت تھی کہ اُسکو وہ مطیع نہ کر سکا۔ باقی حال مفصل میرے حصہ مین دیکھو۔ ان مرہٹون کے ذکر نے ہماری تاریخ کے سلسلہ کو توڑ دیا اور جن بادشاہون کی سلطنت کا ذکر کرتے تھے اُس سے آگے کے زمانہ مین چلے گئے۔ مگر اُسکے بغیر ہمکو کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ ہندوستان کی سلطنت کے جب ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تو اُسکا جدا جدا بیان کرنا چاہئے۔ اب ہم پھر دلی کی تاریخ کی طرف متوجہ ہوتے ہین۔

دلی کا حال

۱۱۵۳ھ سے ۱۱۵۴ھ تک دہلی کی سلطنت کا بیان کر چکے ہین اب ۱۱۵۴ھ سے پھر شروع کرتے ہین اس سال مین یہ واقعہ پیش آیا کہ نادر شاہی مین قمر الدین خان وزیر کا بیٹا بدر الدین خان مارا گیا یا مفقود ہو گیا۔ ایک دستاویز اُسکی جائداد کی اولاد کے نام لکھکر وزیر عمدۃ الملک امیر خان کو دی کہ بادشاہ سے دستخط کرا دے۔ اُس نے اُس کا کچھ خیال نہ کیا جب اس سبب سے وزیر اور آصف جاہ دونون نجیب خان سے خفا ہوئے تو ایک دن عمدۃ الملک نے علانیہ بادشاہ سے ان تورانی امیرون کی نسبت کچھ کہا تو ان دونون نے سپاہ جمع کر کے بادشاہ سے کہا کہ ہم کو حج کو جانے کی اجازت دیجئے یا امیر خان کو

جلوہ

الہ آباد کی صوبہ داری پر بھجوائے یہ کہہ کر شہر سے باہر اپنے خیمے روانگی کے واسطے جمائے مگر بادشاہ نے
اُن کی خاطر سے امیر خان کو الہ آباد کی صوبہ داری پر بھجوادیا مؤتمن الدولہ اسحٰق خان شوستری
پایہ کا امیر تھا وہ اس سال مین مرگیا اُسکی بیٹی کی شادی ابو المنصور خان صفدر جنگ سے کردی
اسی سال مین آصف جاہ دِلّی سے دکن کو گیا اور اپنے بڑے بیٹے غازی الدین خان کو یہان
بادشاہ پاس چھوڑ گیا اُسکی شادی قمر الدین خان کی بیٹی سے ہوگئی اس ناتے رشتے کے سبب سے
ان دونون تورانی امیرون مین اتحاد پیدا ہوا اور اس اتفاق سے اُنکے مخالفین کی سازشون کا
بازار سرد ہوا۔

یہی زمانہ روہیلون کی سرکشی کا ہی یہ قوم افغانستان سے آنکر ہندوستان مین بسی تھی اور
اس ملک کی پچھلی لڑائیون مین اُسنے نام پیدا کیا تھا۔ اور آخر کو گنگا کے مشرقی ملکون مین اودھ سے
لیکر پہاڑون تک اُسکا تسلط ہوگیا تھا اصل اُسکی یہ ہے کہ شہاب الدین خان روہیلہ کے دو بیٹے
حسن خان اور شاہ عالم خان تھے حسن خان کا بیٹا دوندے خان تھا شاہ عالم خان کا بیٹا
حافظ الملک رحمت خان شہاب الدین خان کا ایک بھتیجا داؤد خان تھا وہ ہندوستان مین آیا
جب اُسکو نوکری نہ ملی تو اُسنے قزاقی کا پیشہ اختیار کیا اور عالمگیر کے عہد مین اسطرح کچھ اسباب
جمع کیا اُسکے کچھ اولاد نہ تھی ایک دن راہ مین ڈیڑھ برس کا لڑکا پڑا پایا معلوم نہین وہ ہندو تھا
یا مسلمان تھا (علی محمد خان والی رامپور کا جد اعلےٰ ہی وہ جاٹ کا لڑکا مشہور ہی مگر نواب کلب علیخان
مرحوم والی رامپور نے اپنے خاندان کو سید قرار دیا ہی اس لئے اس لڑکے کو حضرت عمر کی اولاد مین
ثابت کیا ہی) اُسکو لیکر پالا اور علی محمد خان اُسکا نام رکھا جب وہ چودہ برس کا ہوا تو داؤد خان
مرگیا۔ اُسی کو اپنے مال اسباب کا وارث کرگیا غرض چند روز بعد علی محمد خان کا غلغلہ شروع ہوا اور
پہاڑ سنگھ فوجدار بریلی کا وہ ملازم ہوا اُسکے سبب سے اُسکا عروج شروع ہوا پھر وہ جنگلون مین
چلا گیا جہانی گڈھ مین جاکر اُسنے اپنا مسکن بنایا نوبت خانہ ڈیوڑھی پر بجوایا اپنے تئین نواب مشہور
کرایا جب کسی نے کہا کہ یہ باتین کرنی حکم شاہی بغیر زیبا نہین تو اُسنے یہ جواب دیا کہ بادشاہ کے

حکم کی ضرورت ملازمون اور نوکرون کو ہی جو شخص خود شمشیر زنی سے ملک حاصل کرے اُسے ان حکمون کی
نہین. غرض یہان تک اُسکا عروج ہوا کہ اُسکے آوازے حافظ الملک رحمت خان اور دوندے
اُسکے ہان ملازم ہوئے جب اُسکی ان حرکات کی خبر محمد شاہ کو ہوئی تو نواب وزیر الممالک قمر الدین خان کی
ہرنند فوجدار مراد آباد کے نام حکم آیا کہ علی محمد خان کی تنبیہ کرے. ان دونون مین لڑائی ہوئی ہرنند
لڑائی مین مارا گیا. روہیلون کو فتح حاصل ہوئی اور بہت مال اسباب اُنکے ہاتھ آیا پادشاہ کا
ارادہ تھا کہ دریاے گنگ کے پار کے ملک کی سیر کرے اس لئے وہ خود اس سرکشی کے فرو کرنیکے بہانہ سے چلا
بہت سا لشکر اور توپخانہ ساتھ لیا. علی محمد خان اول تو پادشاہ کی خبر سنکر ڈرا مگر مرنے کا ارادہ کر
لڑائی کے لئے مستعد ہوا. کئی مہینہ تک بادشاہی لشکر کو جنگل مین حیران رکھا. آخر کو قمر الدین خان
عرضی عفو تقصیر کے لئے لکھی اُسپر بادشاہ نے اس شرط سے قصور معاف کیا کہ وہ شاہجہان آباد تک لشکر
ساتھ قیدیون کی طرح جائے یہ اُس نے قبول کر لیا. اور قیدیون کی طرح دلی مین گیا. وہان سے رہا ہو
سرہند مین صوبہ مقرر ہوا. یہان حافظ الملک رحمت خان بھی اُس سے آن ملے. یہ مہم ۱۱۵۶ھ مین واقع
ہوئی روہیلون اور قمر الدین خان کی ملی بھگت تھی.

۱۱۶۰ھ مین نادر شاہ اپنے ملازمون کے ہاتھ سے مارا گیا احمد خان پہلے نادر شاہ کے ہان بیسا دل تھا
پھر رفتہ رفتہ اُس کے ہان ایک بڑے پایہ کا افسر ہو گیا جب وہ مر گیا تو خود غزنین اور قندہار پر قبضہ
اور وہان اپنا خطبہ اور سکہ جاری کیا. نادر کے عہد سے ناصر خان صوبہ دار کابل تھا. شاہ ابدالی
اُسکو بدستور اپنے عہدہ پر قایم رکھا. مگر پانچ سو اروزانی اُسکے ساتھ کئے کہ پانچ لاکھ روپیہ جس
دینے کا وعدہ کیا ہے ابھی بھیجدے. ناصر خان جب کابل مین آیا تو اپنے وعدہ سے پھر گیا. شاہ ابدالی
اُسپر چڑھ آیا. وہ بھاگ کر پشاور مین آیا جب شاہ اس طرح ہندوستان کی سرحد پر آیا تو اُس نے نجابت خان
دیکھا. یہان لاہور کے صوبہ دار عزالدولہ زکریا خان کے مرنیکے بعد ۱۱۵۷ھ مین اُسکا بیٹا یحییٰ خان
لاہور مین پہنچا اور اسپر متصرف ہوا. بعد اُسکے شاہ نواز خان دوسرا بیٹا لاہور مین پہنچا اور باپ کے
بھائی سے طالب ہوا تو دونون بھائیون مین لڑائی شروع ہوئی. انجام یہ ہوا کہ میر یحییٰ خان

احمد شاہ درانی کا حملہ ہندوستان پر

اسکا بیٹا قید ہوئے مگر وہ قید سے چھوٹ کر بادشاہ پاس چلے آئے اور شاہ نواز خان لاہور کا مالک ہوا
مرزا اویسہ بیگ نے جو بڑا شیطان تھا شاہ نواز خان کو یہ سمجھایا کہ تم فقط قمرالدین خان کے بھانجے ہو
اور تمہارا بھائی یحییٰ خان اُسکا داماد بھی ہے اب وہ بادشاہ پاس گیا ہے ضرور بادشاہ اور وزیر ملکر
تم سے سمجھینگے۔ بہتر ہے کہ اس وقت شاہ ابدالی سے جو سرحد ہند پر موجود ہے آپ اتحاد و رفاقت
پیدا کیجئے۔ وہ بھی کہنے مین آگیا۔ اور اُس نے شاہ ابدالی کو لکھا کہ آپ بادشاہ اور مین وزیر۔ شاہ
ابدالی یہ خدا سے چاہتا تھا۔ اُس نے کہا بہت اچھا اب اویسہ بیگ نے کیا کام کیا کہ قمرالدین خان کو
لکھ بھیجا کہ آپکا بھانجہ شاہ ابدالی سے ساز باز رکھتا ہے اُسپر قمرالدین خان نے بھانجے کو لکھا کہ بیٹا
آج تک ہمارے خاندان نمک حرامی نہین ہوئی خبردار اس افغان بادشاہ سے سازش نہ رکھنا پانچون
صوبے کشمیر لاہور ملتان کابل اُس نورچشم کے عمل مین رہینگے اب شاہ نواز خان کو تقویت ہوئی اور
احمد شاہ سے نقض عہد کیا۔ اس اثنا مین ناصر خان بھی شکست پاکر شاہ نواز خان پاس آگیا تھا اب
احمد شاہ نے ایفاء وعدہ کے لئے شاہ نواز خان کو خط لکھا تو اُسکا جواب اُلٹا ملا تو وہ پشاور سے
لاہور پر چڑھ آیا جب وہ لاہور کے قریب آیا تو اس نظر سے کہ زکریا خان کو نادرشاہ نے لاہور کا صوبہ
مقرر کیا تھا اور شاہ نواز خان اُسکا بیٹا تھا اپنا چھوٹا بیٹا شیخ عمر اُس پاس بھیجا اور پیغام دیا
کہ اطاعت اختیار کرو مگر اُس نے اس کے بیٹے کو قید کرلیا اور لڑنے کے لئے سامنے آیا تھوڑے مقابلہ کے
بعد اُس لشکر سے جو دلی سے محمد شاہ نے بھیجا تھا جا ملا۔ دلی سے لشکر بڑے کروفر سے چلا مرزا احمد
ولیعہد اُسکا سپہ سالار تھا قمرالدین خان وزیر اور صفدر جنگ اور بڑے رتبہ کے امیر اُسکے ہمراہ تھے
غرض احمد شاہ درانی لاہور پر تصرف کرتا ہوا اور تمام دیہات اور قصبات پر قبضہ کرتا ہوا
ستلج کے کنارہ پر پہنچا تو اُس نے ستلج کی پایاب راہون کو دیکھا کہ وہ بادشاہی سپاہ کے قبضہ مین تھین
اس درانی بادشاہ پاس بارہ ہزار سے زیادہ سپاہ نہ تھی وہ یہ سمجھتا تھا کہ سپاہ کی قوت اور
قدرت کام مین آتی ہے اُسکی قلت اور کثرت کام نہیں آتی۔ اس دل گردہ کو دیکھو کہ وہ اس قلیل
لشکر کے ساتھ دریا ستلج سے لدہیانہ کی طرف ایسی جگہ سے اُترا کہ جہان دریا پایاب تھا تیرہوین
ربیع الاول ۱۱۶۱ھ کو سرہند پر قبضہ کرلیا یہان پہلے علی محمد خان روہیلہ صوبہ دار تھا۔ اُس کو

اس نظر سے کہ وہ اپنے ہم قوموں سے نہ مل جائے اور جگہ بدل دیا تھا وزیر قمرالدین خان نے یہان بہت کچھ اسباب چھوڑا تھا اور اُسکا لشکر آگے بڑھ گیا تھا اس لئے اسباب پر احمد شاہ درّانی قابض ہوا توپین اُسکے ہاتھ لگین جو اُس پاس تھین غرض جب خبر بادشاہی لشکر کو پہنچی تو وہ لڑتے ہوئے اُلٹا پھرا اس لئے شرقی فوج غربی اور غربی فوج شرقی بن گئی۔ درّانی لشکر کی اس تیز دستی سے فوج ڈری ہوئی تھی جب اُسکے پاس آئی تو اپنے گرد خندق کھودی اگرچہ وزیر قمرالدین خان جان نماز پڑھتے مین ایک گولے کے لگنے سے گئی مگر دس روز تک اُسکا لشکر درّانیون کے حملے اُڈاتا رہا جب پچیسوان دن ہوا تو درّانیون کے سوارون نے سخت حملہ کیا اور خندق کو توڑ کر لشکر شکست کھاکر بھاگے اور ربیع الاول ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء کو وہ اپنے اپنے گھرون کو بھاگ گئے اس لڑائی مین راجہ الیسری سنگھ جیپور کا راجہ بھی شریک تھا مگر وہ لڑائی کے بغیر اپنے ملک کو بھاگ گیا مرہٹون نے اس ملک پر حملہ کیا تھا ابو المنصور صفدر جنگ نے توپخانہ سے خوب کام لیا میر متولی پسر قمرالدین خان کو بڑی داد شجاعت دی بادشاہ نے اُسکو باپ کی وصیت کے موافق معین الملک کا خطاب لاہور اور ملتان کی صوبہ داری پر روانہ کیا۔ اب شاہزادہ احمد دہلی کو پھرا چلا آتا تھا کہ باپ کے مرنے کی خبر پہونچی۔ محمد شاہ مرض اسہال مین مبتلا ہوا ۲۶ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء اپریل کو عالم بقا کو رخصت ہوا تیس سال سلطنت کرکے خاندان تیموریہ ہی کو تباہی کے کنارہ پر اور عیش و عشرت کے وہ سامان جدید ایجاد کر گیا کہ جن کی پیروی سے آج تک امیرون کا ہوتا ہی تاریخ مظفری مین محمد شاہ کی سلطنت کے صوبون کی آمدنی بہ تفصیل ذیل لکھی ہوئی بادشاہ کو بتلائی گئی۔

نام صوبہ	تعداد پرگنات	آمدنی دامون مین	نام صوبہ	تعداد پرگنات	آمدنی دامون مین
(۱) شاہجہان آباد	۲۸۵	۱۱۶۸۳۹۸۲۶۹	(۲) آگرہ	۲۱۳۰	۱۷۰۹۲۸۳
(۳) لاہور	۳۳۰	۹۰۷۰۱۶۱۱۵	(۴) اجمیر	۲۳۸	۴۸۸۲
(۵) احمد آباد	۲۰۰	۴۴۰۰۸۳۰۹۶	(۶) الہ آباد	۲۶۸	۶۶۸۸۰۷۲
(۷) اودھ	۱۳۹	۳۲۰۰۷۲۱۹۲	(۸) بہار	۲۵۲۰	۷۹۷۰۱۹

نام صوبہ	تعداد پرگنات	آمدنی دامون مین	نام صوبہ	تعداد پرگنات	آمدنی دامون مین
(۹) بنگال	۱۲۱۹	۵۲۳۰۳۹۱۱۰	(۱۰) اڑیسہ	۲۴۴	۱۹۷۱۰۰۰۰۰
(۱۱) کاشمیر	۱۹	۲۱۳۰۷۴۸۲۶	(۱۲-۱۵) دکن کے چار صوبے اورنگ آباد ظفر آباد		

برار۔ خاندیس ۵۵۲ پرگنے آمدنی ۴۹۶۷۰۰۰۰۰

(۳) مالوہ	۲۵۷	۴۲۰۵۴۶۲۷۰	(۱۷) ملتان	۹۸	۲۴۵۵۳۱۸۵۷۵
(۱۸) کابل	۴۰	۱۵۷۶۲۵۳۸۰	(۱۹) ٹھٹہ	۵۷	۷۴۹۷۶۹۰۰

اس صوبہ مین چار سرکارین ہین

احمد شاہ کی سلطنت

غرۂ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ مین تخت سلطنت پر احمد شاہ جلوہ افروز ہوا اُسکی سلطنت کا آغاز مبارک معلوم ہوتا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید کچھ پھر سلطنت کے بُرے دن پھرے وہ خود بیس برس کا جوان تھا اُسکے دربار مین بڑے بڑے لائق اہلکار تھے آصف جاہ مرہٹون کو دکن مین روکے ہوئے تھا شمالی حملون کا جو طوفان ابھی آیا تھا وہ بھی رفع دفع ہوگیا تھا مگر تمام کا اور انتظام جو شخصی اور تخصی سلطنتون کے ہوتے ہین اُن مین بخت عیب بھی ہوتا ہے کہ اُنکا اعتبار نہین ہوتا ایک مصیبت اس سلطنت پر اول ہی سال جلوس مین یہ پڑی کہ آصف جاہ مرگیا اول اُسکے وزارت کی درخواست کی گئی مگر جب اُسکے مرنے کی خبر آئی تو ابو المنصور خان کو وزارت کا منصب ملا عمدۃ الملک امیر الامرا کو برہان الملک کا خطاب عنایت ہوا آصف جاہ کے چھ بیٹے تھے اول بیٹا میر محمد شاہ تھا جسکا لقب غازی الدین فیروز جنگ تھا۔ دوسرا بیٹا میر احمد جس کا لقب ناصر جنگ تھا وہ باپ کی جگہ قایم مقامی کرتا تھا تیسرا میر محمد جس کا لقب صلابت جنگ تھا چوتھا میر محمود شریف جس کا خطاب برہان الملک تھا پانچوان نظام علی خان چھٹا نیز نسل اُسکا لقب ناصر الملک تھا اول بیٹے کو بادشاہ نے شمشیر و دیوان خاص اور بخشی گری رسالہ والا شاہی کی خدمت کی احمد شاہ ابدالیون کے حملہ سے ڈرا بیٹھا اس لئے اُس نے ناصر جنگ کو سپاہ سمیت دکن سے ابدالی بلایا مگر جب معلوم ہوگیا کہ احمد شاہ درانی اپنی شمالی مہمات مین مصروف ہے تو اس امداد کی کچھ ضرورت نہ رہی اس لئے اُس کو برہان پور سے اُلٹے جانے کا حکم بھیجدیا غرض سب اہلکارون اور

سلطنت کا انتظام کرکے بادشاہ عیش و عشرت شاہانہ مین مصروف ہوا گویا اب بادشاہی کے
ہوگئے تھے کہ سارے دن مے نوشی ہو اور عورتون سے صحبت ہو رات دن طبلہ سارنگی کھڑکا کرے ڈوم ڈھاڑی
اور گویون بجوتون کی دھوم مچا کرے اور دنیا سے خبر نہ ہو کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس رنگیلے بادشاہ
سلطنت کے بڑے ہنگامے یہی ہین کہ وہ صوبے پنجاب اور روہیلکھنڈ کے لڑائیون کے خون سے رنگین ہوتے
وزیر الملک صفدر جنگ کے ہمسایہ مین روہیلے لگے ہوئے تھے اس ہمسائیگی کے سبب سے اُس
دل مین اُنکی طرف سے خار اور غبار تھا جب علی محمد خان مر گیا تو اُس نے قائم خان پسر محمد خان بنگش کو
لکھا کہ اُسکے بیٹون سے ملک چھین لے۔ ان دونون کی لڑائی مین خواہ کوئی مارا جاے وزیر اپنی جیت
جانتا تھا قائم خان ملک کی طمع مین آکر سعد اللہ خان پسر علی محمد خان پر لشکر چڑھا کر لیگیا
اور اُس کو بدایون کے قلعہ مین جاکر گھیر لیا۔ ہر چند اُس نے عاجزی کی مگر اُس نے ایک نہ سُنی آخر کو
کیا نہ کرتا وہ قلعہ سے لشکر لیکر نکلا اور اُس نے قائم خان کو شکست دی اور اُسکی جان لی جب
یہ واقعہ وقوع مین آیا تو وزیر بادشاہ کو لڑائی پر آمادہ کرکے کوئل مین لایا اور خود فرخ آباد مین
پہنچا اور بیچارے قائم خان مرحوم کی بیوا اور بال بچون سے سارا ملک چھین کر اپنے قبضہ مین کر لیا
فرخ آباد اور چند سواضعات اُسکی ماں اور بی بی کو دیدیئے باقی سب کچھ ضبط کر لیا۔ بادشاہ
سنہ ۱۱۶۳ مین دلی مین چلا آیا اور وزیر یہان چند روز تک مقیم رہا اور نول رائے اپنے نائب کو جو
مین تھا یہ سارا اپنا ملک لیا ہوا اُسکے سپرد کیا اس نائب نے قنوج کو اپنا صدر مقام بنایا
کا بھائی احمد خان صفدر جنگ کی خدمت مین رہتا تھا جب اُس نے دیکھا کہ یون بھائی
چھن گیا تو اُس نے وزیر کی رفاقت سے جدائی اختیار کی اور اپنے ملک پر قبضہ کرنے چلا گیا اور
اپنی امداد کے لئے بلا لیا اور اسی زمانہ مین جنکلہ مراد آباد مین رحمت خان اور دوندے خان نے بھی
حاصل کی تھی اُس نے سنہ ۱۱۶۳ مین نول رائے پر لشکر کشی کی۔ اُس کو شکست دیکر جان سے
جب یہان یہ حال گذرا تو صفدر جنگ سوجن مل جاٹ کو ساتھ لیکر اون پٹھانون سے
مارہرہ پر دونون لشکرون مین مقابلہ ہوا صفدر جنگ زخمی ہوا اور شکست پائی

روہیلون کی لڑائیان

4876

جو دلی مین لیا تو وزارت مین خلل پڑا سگرا ہلکارون کو رشوت دے دلا کر پھر وزارت کی بنیاد کو پختہ کرلیا۔ بعد ان فتوحات کے احمد خان نے اودھ اور الہ آباد کو نائب صوبوں سے خالی پایا تو اُنکے لینے کا ارادہ کیا اور بیحساب فوج لیکر الہ آباد پر حملہ کیا یہان صفدر جنگ کے رفقا بقار اللہ خان اور علی قلی نے قلعہ مین پناہ لی اُس نے قلعہ کا محاصرہ کیا خلد آباد سے لیکر قلعہ تک سارے شہر مین آگ لگا دی اور اُسے لوٹ لیا۔ صرف دریا باد کو جس مین افغان رہتے تھے چھوڑ دیا شیخ افضل الہ آبادی کے دائرہ کو بھی مقدس سمجھ کر ہاتھ نہین لگایا پھر ۱۱۶۲ھ مین بلگرام کے لوٹنے کا ارادہ کیا مگر چند آدمیون پر خیر گذری کہ وہان کچھ روشناس احمد خان کے نکل آئے غرض یہ لوٹ ہو رہی تھی احمد خان کی حکومت اچھی طرح ان صوبون مین نہین بیٹھی تھی کہ اب وزیر الملک نے دیکھا کہ اُسکی پریشانی اور خرابی کی کوئی حد باقی نہین رہی ہے اور وہ روہیلون کے مقابلہ مین ضعیف و ناتوان ہے تو اُس نے اس بدنامی کے دھبہ کو اس طرح دھویا کہ وہ اودھ پھیل گیا یعنی اُس نے مرہٹون کو اپنی امداد پر مستعد کیا ملھار راؤ ہلکر اور جیاجی آپا سیندھیا سے جن کو بالاجی راؤ نے ابھی مالوہ کو بھیجا تھا اعانت کی درخواست کی اور سوجن مل جاٹ کو اپنے ہمراہ لیا اور ان ہندوؤن کو بہت ملک اور دولت دینے کا وعدہ کیا یہ تدبیر اُسکی درست بیٹھی۔ اول جمادی الثانی ۱۱۶۴ھ کو اُس نے کوچ کیا جالیسر اور سعد آباد مین احمد خان کی طرف سے شادل خان حاکم تھا اول اُسکو شکست دی جب احمد خان نے اس شکست کا حال سُنا تو الہ آباد کے محاصرہ کو چھوڑ کر فرخ آباد مین آیا اور دریا کے کنارہ پر حسین پور پہنچا یہان سعد اللہ خان روہیلہ بھی امداد کو آگیا ۱۱۶۴ھ مین یہان لڑائی ہوئی۔ افغان بیچارے اکیلے اپنے دم سے تھے جاٹ مخالف مین مرہٹے جاٹ وزیر کی فوج قدیم جدید اس لئے دس بارہ ہزار افغان مارے گئے اور اُنکو شکست ہوئی مگر احمد خان و سعد اللہ خان زندہ نکل گئے اور کوہ کمایون مین جاکر پناہ لی اب سرحد کول اور جالیسر سے لیکر کوہ ہمالیہ کی سب پہاڑیون تک مرہٹون کا قبضہ ہوگیا اور اُنکو اجازت ہوگئی کہ وہ چوتھ وصول کرین یہ مرہٹے وہ سبز قدم تھے جس باغ مین قدم رکھتے اُسکو جنگل بناتے تھے جس بادی مین بیٹھتے تھے اُس کو ویرانہ کر دکھاتے تھے۔ غرض شیاو اب اور سبز ملک مرہٹون کی پامالی سے اور وزیر الملک کا نامہ اعمالی سے سیاہ ہوا۔ افغان بھی ان مرہٹون کے

ہاتھ سے تنگ آئے اور اُنکے توسط سے وزیر سے صلح کی درخواست کی مرہٹون کی عادت تھی کہ
طرف کو بالکل غارت نہ کیا کرتے تھے۔ دونون فریق قایم رکھ کر اپنا مطلب حاصل کیا کرتے تھے
اِن مرہٹون نے روہیلون کی وزیر سے صلح کرادی۔

حاکم اجمیر کا شکست پانا

یہان یہ نتیجہ حاصل ہوئی وہان اجمیر کے صوبہ دار کو شکست ہوئی سلطنت کو فتح شکست کا
ونقصان برابر ہوا۔ اجمیر کی شکست کی تفصیل یہ ہے کہ سید صلابت خان ذوالفقار جنگ اجمیر اور اکبرآباد کا
مقرر ہوا اس وقت وجود ھپور کی ریاست کے لئے تخت سنگھ اور مہاراجہ سنگھ چچا بھتیجے لڑ رہے تھے کہ تخت سنگھ
پاس آیا اور ذوالفقار جنگ سے ملا صلاح ٹھہری کہ اکبرآباد اور اجمیر کے صوبون کے انتظام کے واسطے تخت سنگھ
فوج لائے اور ذوالفقار جنگ اُسکو جودھپور کی ریاست دلائے تخت سنگھ تو ناگور مین لشکر لینے گیا
جاٹون کے ملک پر متوجہ ہوا نیم رانا پر حملہ کرکے اُسے فتح کرلیا آگے نارنول مین گیا اور اول یہ
کہ اکبرآباد کا بندوبست جاٹون کو شکست دیکر کرے چنانچہ اُس نے اُنکو شکست دیکر اُس صلح
تخت سنگھ جب سترہ اٹھارہ ہزار سپاہ لیکر آیا تو اُس نے جاٹون کو ذوالفقار جنگ کے خیمہ مین بٹھا دیا
مہاراجہ سنگھ بہت راجپوت راجاؤن کو ساتھ لے اُس سے لڑنے کے لئے آیا۔ لڑائی ہوئی تخت سنگھ
مرضی کے برخلاف ذوالفقار جنگ نے کام کئے اس لئے شکست فاحش پائی اور نادم اور پشیمان دلی مین
یہان اُسکی امیرالامرائی اور صوبہ داری چھن گئی اُس پر وہ بڑا افروختہ ہوکر بادشاہ کی جان کے
ہوا تھا کہ بادشاہ نے اُس کو قید خانہ مین بھیجدیا۔

احمد شاہ درانی کا حملہ

یہان یون سلطنت بگڑ رہی تھی کہ یکایک یہ خبر آئی کہ احمد شاہ درانی ہندوستان مین
قریب آن پہنچا ہے معین الملک ناظم صوبہ نے شہر سے نکل کر اُس کا مقابلہ کیا چار مہینے تک
لڑائیان ہوتی رہین آخر ایک دن سخت لڑائی ہوئی ادینہ بیگ اور کوڑا مل نے معین الملک کی
نہ کی اس لئے اُس کو شکست ہوئی اس وقت اُسکو یہ خوب تدبیر سوجھی کہ وہ احمد شاہ درانی کی
مین چلا گیا۔ اُس نے نہایت اعزاز و اکرام کیا اب یہان سے بادشاہ کے خطوط متواتر صفدرجنگ
بلانے کے لئے جاتے تھے اُس نے ملہار راؤ سے زرخطیر کا وعدہ کیا اور اپنے ساتھ لیکر دلی کی طرف چلا

اور اُس سے کہا کہ شاہ دُرّانی کو شکست دے کر لاہور اور ملتان کا خود انتظام کرلے۔ ابھی یہ دلی تک پہنچے نہ تھے کہ وہاں جاوید خواجہ سرا نے جو بادشاہ کے منہ بہت چڑھا ہوا تھا۔ اور نواب بہادر کا خطاب بھی حاصل ہوگیا تھا شاہ دُرّانی کو صلح کا پیغام دیا۔ یہاں بادشاہ نادرشاہ کا زمانہ دیکھے ہوئے بیٹھا ہوا تھا ملتان اور لاہور دونوں صوبے دے کر صلح کرلی اور غنیمت جانا کہ یہ بلا ٹلی احمد شاہ دُرّانی یہ دونوں صوبے معین الملک کو دے کر چلا گیا۔

صفدر جنگ کی ناراضی

جب صفدر جنگ دلی میں آیا تو بڑا آشفتہ خاطر ہوا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ میں ملہار راؤ کو جو زرِ خطیر کا وعدہ کرکے یہاں لایا ہوں اُس کو کس گھر سے روپیہ دوں اس پر امیر الامرا فیروز جنگ غلام آصف الدولہ جو ناصر جنگ کے مرنے کے بعد دکن کے چھ صوبوں کے لئے بادشاہ سے درخواست کرتا تھا۔ اور بادشاہ اُنسے بھاری نذرانہ مانگتا تھا اُس نے کہا کہ اگر یہ صوبے مجھے عنایت ہوں تو میں ملہار راؤ کو اپنے ساتھ لیجاتا ہوں اور جو روپیہ ٹھیرا ہے وہ دلا دیتا ہوں یہ درخواست منظور ہوگئی اور ملہار راؤ دکن کو فیروز جنگ کے ساتھ رخصت ہوا اب زیر الملک کے اس خواجہ سرا کا بڑھنا بھی ناگوار خاطر تھا اور اُس کے سبب سے اُس کے رعب و داب میں بھی فرق آگیا تھا۔ اُس نے ایک دن جاوید نواب بہادر کو دوستانہ اپنے گھر ضیافت میں بُلا کر مار ڈالا۔ اس خواجہ سرا کو بادشاہ دل و جان سے عزیز رکھتا تھا۔ صفدر جنگ کی اس حرکت سے وہ ظاہر اور باطن میں ناراض ہوگیا اور اُسکے انتقام کے درپے ہوگیا۔

صفدر جنگ کا فیروز جنگ اور غازی الدین خاں عماد الملک کا مال و جائداد ضبط کرنے کی فکر میں ہونا

جب فیروز جنگ ملہار راؤ کو لیکر دکن میں گیا تو وہ اپنے بیٹے شہاب الدین محمد خاں کو نیابت میر بخشیگری پر چھوڑ گیا۔ فیروز جنگ جب اورنگ آباد میں پہنچا۔ تو بھائی اُس سے لڑنے کے لئے آیا۔ مگر ہنوز لڑائی نہ ہوئی تھی کہ اجل کا حکمنامہ اُس پاس آپہنچا شہاب الدین محمد خاں کو باپ کا سارا مال ہاتھ لگا اگرچہ وہ عمر میں بچہ کا تھا مگر آفتِ روزگار تھا۔ وہ عیش و عشرت کی لذت سے ناآشنا تھا ایام طفلی میں لہو و لعب سے نفرت تھی اور وہ بلند ہمت عالی رکھتا تھا۔ اپنے ارادوں کے پورا کرنے میں کسی بڑے کام کے کرنے سے پرہیز نہ کرتا تھا اور عجیب حکمت سے انکو پردۂ اخفا میں چھپائے رکھتا قتل کرنا اور دغا دینا اُس کی عادت میں داخل تھا بڑے کاموں کے نتیجوں کی پروا نہ وہ اپنے لئے کرتا اور نہ اوروں کے لئے سوچتا متغنی ایسا تھا کہ صفدر جنگ کو روز

سلام کرنے جاتا جس وزیر اُس کا باپ فیروز جنگ دہلی سے گیا ہی تو صفدر جنگ بڑا خوش تھا مگر یہ نہیں جانتا تھا
وہ اپنا لڑکا اُس کی جان کے لئے عذاب چھوڑے جاتا ہی یہاں تک اُس نے وزیر کو پرچایا کہ اُس نے
سے غازی الدین خاں عماد الملک کا خطاب اُس کو دلادیا اور بیٹے سے زیادہ چاہنے لگا اُس کی محل سرا تک
جانے لگا صفدر جنگ پہلے جاوید خواجہ سرا کو تو شہید کر چکا تھا اب اُسکو یہ لو لگی کہ کسی طرح نظام الدولہ
کو جو قمر الدین خاں وزیر کا داماد تھا اور غازی الدین خاں اُس کا بھانجا تھا ٹھکانے لگائے اول اُس نے
اتفاق پیدا کرنا چاہا مگر وہ اُس کے دم میں آیا ایک خواجہ سرا کے ہاتھ صفدر جنگ نے بے قاعدہ عرضی
کے محل بیدیجی تھی اس گستاخی پر بادشاہ ایسا خفا ہوا کہ اُسکے حکم سے بادشاہی آدمیوں نے قلعہ دار کو
صفدر جنگ کی طرف سے تھا اور اُسکے آدمیوں کو قلعے سے باہر کر دیا غرض اس میں شہر کے اندر ایک ہنگامہ
ہوگیا ہزاروں آدمی قلعے کے گرد جمع ہوگئے صفدر جنگ نے جب دیکھا کہ بات بگڑ گئی تو اُس نے عرضی بھیجی
صوبہ اودھ کے جانیکے لئے رخصت ملجائے۔ یہ درخواست منظور ہوئی وہ بادشاہ سے رخصت ہوکر دو تین
کے اِدھر اُدھر اس اُمید پر پھرتا رہا کہ شاید اب بھی بادشاہ بلالے مگر بادشاہ اس سے دل سے نارض تھا
اب سارے شہر کے اندر نظام الدولہ اور غازی الدین خان کا انتظام ہوگیا شہر کے برجوں پر مورچے لگ گئے
اور نئے نوکر جمع ہونے شروع ہوئے صفدر جنگ نے جانا کہ دشمن میرا کام تمام کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں
اس لئے وہ بھی لڑائی کے لئے مستعد ہوا اور سورج مل جاٹ اور اندر گسائیں فوجدار ہاونی محال سمیت
بلالیا اب طرفین سے مورچے قائم ہوگئے لڑائی شروع ہوئی غازی الدین خاں نوجوان فتنہ انگیز نے
اور توران کا جھگڑا اور شیعہ سنیوں کی عداوت کا معاملہ پیش کر دیا اور راجہ دیبی دت کو صفدر جنگ کے
کہ وہ رہیلوں کے امرائے عظام سے مل کر اُنکو ادھر بلالے غرض یہ راجہ گیا ہی تھا کہ نجیب خاں جو صفدر
کے جماعہ داروں میں تھا اور قوندے خاں روہیلہ کا داماد تھا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور اُس نے کہا کہ جس کسی
اہل سنت و جماعت کا پاس ہو وہ میرے ساتھ ہولے اور جو میرے ساتھ متفق نہو وہ چلا جائے یہ کہنا
افغانوں کا لشکر اُس کے ساتھ ہوگیا اور وہ بادشاہ کی خدمت میں چلا آیا غازی الدین خاں نے
اپنی امداد کے لئے بلایا اُنہوں نے اپنے ہم مذہب جانوں اور پرانے دوست صفدر جنگ پر

4880

غازی الدین خاں کی لڑائی جاٹوں سے

کچھ تامل نہ کیا۔ غرض چھ مہینے یوں ہی جوتی پیزار چہری کٹاری توپ بندوق دارالخلافہ کے اندر باہر چلتی رہی آخر کار مہاراجہ مادھو سنگھ کچھواہہ نے بیچ میں پڑکر صلح کرائی صفدر جنگ مغلوب ہو گیا تھا۔ اُس نے فقط اس بات پر قناعت کی کہ اودھ اور الہ آباد کی صوبہ داری اُس کے پاس رہے۔

جب صفدر جنگ چلا گیا تو خانخانان وزیر اور غازی الدین خاں امیر الامرا مدار المہام سلطنت ٹھہرے ہر ایک کو حب جاہ تھا۔ ہر ایک ملکی اور مالی معاملات کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ باوجود قرابت اور اتفاق کے اُن میں نفاق پیدا ہوا۔ ہر ایک نے اپنی رائے اور مدعا کے موافق کام کیا۔ جاٹوں نے صفدر جنگ کا ساتھ دیا تھا اس پر عماد الملک خار کھائے بیٹھا ہوا تھا اس وقت ملہار راؤ سات ہزار لشکر سے اُس کے ساتھ تھا اس لئے اُس نے جاٹوں سے لڑنے کا ارادہ کیا خانخانان یہ چاہتا تھا کہ سورجمل بالفعل پچاس لاکھ روپیہ عفو تقصیر کے عوض میں دیتا ہے اُس سے لینا چاہیئے۔ یہ روپیہ لے کر سپاہ کی درستی میں صرف کرنا چاہیئے۔ جب استقلال خوب ہو جائے تو سال آیندہ میں جاٹوں کا استیصال کرنا چاہیئے عیش و آرام کے سبب سے بادشاہ کو لیاقت ایسے امور میں انفصال کی رہی نہ تھی۔ عماد الملک نے جوانی کے گھمنڈ میں اور مرہٹوں کی امداد اور بھروسہ پر سورج مل پر حملہ کیا۔ اور اُس کو قلعہ کمبھیر میں گھیر لیا اُس کے ملک پر قبضہ کر لیا تین مہینے محاصرہ پر گزر گئے قلعہ نہ فتح ہوا اور ملہار راؤ کا بیٹا کھانڈے مارا گیا قلعہ کا توپوں بدوں تسخیر ہونا مشکل تھا اس لئے عماد الملک نے عاقبت محمود خاں کشمیری کو رسالہ سین داغ کے ساتھ شاہجہان آباد میں توپخانہ لینے کے لئے بھیجا اور کہہ دیا کہ اگر یہ کام آسانی سے ہو جائے تو فبہا ورنہ جس طرح ہو سکے کرنا عماد الملک کی التماس عاقبت محمود خاں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی اور بہت اصرار کیا خانخانان یہ سوچا کہ اگر توپخانہ گیا تو پھر واپس نہ آئے گا۔ جاٹوں کو شکست ہو جائیگی پھر معلوم نہیں عماد الملک سنگدل بے رحم مرہٹوں کے ساتھ ہو کر کیا کیا خرابیاں پھیلائے اس لئے اُس نے توپخانہ کے بھیجنے میں توقف کیا۔ عاقبت محمود خاں اس پر بگڑ بیٹھا تو اُس نے بادشاہ سے رسالہ سین داغ کی تنخواہ کا دعوی کیا اور خود اُس رسالہ میں قیدیوں کی طرح ہو بیٹھا اور سارے دن شہر میں ایک غدر مچا دیا بادشاہ کے دربار میں بھی کسی کو نہیں جانے دیا۔ اور پانچ رہکلہ وزیر کے گھر

اپنی حفاظت کے واسطے لاتا تھا کہ راہ میں وزیر کے آدمیوں نے چھین لئے غرض جامع مسجد کے
لاٹھی پونگا توپ بندوق ہونے لگی آخر کو عاقبت محمود خاں یہاں سے ڈاسنہ چلا گیا اور وزیر کی
اور خالصہ سے جو کچھ وصول کر سکا وصول کیا۔ انہی دنوں میں عماد الملک نے نجیب خاں کو باون محال
سہارنپور میں بھیجا تھا اُس نے تمام محالات پر قبضہ کر لیا وزیر کے سب عمال کو باہر کر دیا اُس پر وزیر
ہوا اور بادشاہ کو لونی میں لایا۔ اور نجیب خاں کی تنبیہ کے واسطے اُس کا ارادہ مصمم کرایا۔ اس اثنا میں نجیب خاں
نے اپنی عفو تقصیرات کی عرائض بھیجیں۔ اُس کا قصور معاف ہوا بادشاہ نے باونی محل سہارنپور اپنی
طرف سے اُس کو عنایت کیا۔ جب سے گجرات اور مالوہ مرہٹوں کے قبضہ میں آ گیا تھا تو وہ ہر سال تازی سپاہ
اپنے ساتھ لے کر ہندوستان کے ملک کو تاخت و تاراج کرتے تھے اور تمام راجپوتانہ کو لوٹ کر انہوں نے
برباد کر رکھا تھا اس لئے خانخانان کا ارادہ ہوا کہ مرہٹوں کی ترقی کو روکے راجپوتانہ کے راجاؤں
اور وزیر نے ایک محضر بنایا اور سب نے دستخط کئے اور اُس کو سوجن مل اور صفدر جنگ کے پاس بھیجا اور لکھا
کہ جب بادشاہ کول میں پہنچے تو صفدر جنگ اُس سے آن کر ملے۔ اور وہاں سے متفق ہو کر آگرہ میں آئیں
سارے راجپوت اور جاٹ جمع ہوں۔ غرض اُدھر یہ محضر سوجن مل پاس روانہ کیا اُدھر عماد الملک نے لکھا
ہم تیری امداد کے واسطے آتے ہیں۔ جو نوشتہ جاٹوں کو لکھا تھا وہ عماد الملک کے ہاتھ پڑ گیا اُس نے وہ خط
اُلٹا بادشاہ کو لعنت ملامت کر کے بھیجدیا اور خود تو محاصرہ میں مصروف رہا اور ملہار راؤ کو بادشاہ سے لڑنے
لئے بھیجدیا۔

ملہار راؤ نے آتے ہی بادشاہی خیمہ پر گولے برسانے شروع کئے۔ سارا لشکر بادشاہ کا بھاگ
صرف تین سو آدمی ساتھ رہ گئے بادشاہ اور وزیر بہزار مصیبت دلی میں پہنچے بادشاہ قلعہ کے
اندر گیا۔ وزیر باہر خیمہ میں اُترا سارا مال اسباب بادشاہی مرہٹوں کے ہاتھ آیا دوسرے روز ملہار راؤ
بھی محاصرہ کو چھوڑ کر چلا آیا۔ جو بادشاہ کا لشکر تباہ راہ میں ملا۔ اُس کی تشفی اور تسلی کی۔ اور بہت سا
کا خیمہ پیچھے رہ گیا تھا۔ اُس کے ساتھ وہ اور ملہار راؤ دہلی میں پہنچے۔ اب خانخانان اور اور امرا
بادشاہ نے عماد الملک غازی الدین خاں کے باب میں مشورہ کیا سب نے عرض کیا کہ عماد الملک

اعتماد شاہ کا قید ہونا

کا میطع ہوگیا ہے۔ اب اُسے خانہ زادگی کی توقع عبث ہے صلاح وقت تو یہی ہے کہ حکم صادر فرمایا جائے کہ خانہ زاد جس قدر ہیں وہ اپنا حق نمک ادا کریں صفدر جنگ کو امداد کے واسطے لکھئے اور سورج مل کو اعانت کے واسطے بلائے۔ جاٹ رجپوت صفدر جنگ یہ سب مل کر ضرور کمک کرینگے لیکن غازی الدین خاں تو راہ ہی میں سے لشکر کے آدمیوں کو دم دلاسا دیتا آتا تھا۔ سارے منصبدار اور افسروں نے لڑنے سے انکار کردیا اس پر بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ غازی الدین خاں میرا نمک پروردہ ہے وہ میرے ساتھ دغا نہیں کریگا اب تم چند روز جب تک مرہٹے ہیں گھر بیٹھو۔ باہر نہ نکلو۔ اگرچہ وزیر نے تین دفعہ بادشاہ سے کہا کہ حضور کی یہ رائے خطا پر ہے۔ مگر بادشاہ نے وزیر کو تسلی آمیز جواب دیدیئے۔ اب نا چار وزیر اپنے گھر گیا اور اپنی حفاظت کا خوب سامان جمع کیا عماد الملک کی طرف سے عاقبت محمود خاں بادشاہ کے وزیر بنے۔ اب اُس نے تمام اُمرا کو اپنے پاس جمع کیا۔ اور یہ تقریر اُن کے سامنے بیان کی کہ اے امیرو۔ سنو کہ یہ احمد شاہ ہمارا کیسا نالائق ہے۔ اُس کے سبب سے سلطنت برباد ہوئی جاتی ہے۔ قیام سلطنت کا اسباب نظر نہیں آتا۔ نہ اُس میں ایسی جرأت اور ہمت تھی کہ وہ اپنے دشمنوں سے یعنی مرہٹوں سے لڑتا۔ نہ اُس میں راستبازی تھی کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ سچا ہوتا اور وعدہ خلاف نہ ہوتا۔ غرض وہ نامرد کم ہمت جھوٹا تلون مزاج ہے اس لئے بہتر ہے کہ کسی اور شاہزادہ کو بادشاہ بنائیں عماد الملک کے خوف کے مارے کسی میں دم نہ تھا کہ چون وچرا کرتا سب نے تسلیم کیا علما بلائے اُنہوں نے فتوے لکھ کر پیشانی پر حدیث اور آیتیں قرآن کی لکھیں آگے اُس سے یہ تحریر کیا کہ بادشاہ سے ایسے افعال قبیح سرزد ہوئے ہیں کہ خدا اور رسول کے حکم کے موافق اُس کا معزول ہونا چاہیئے۔ حاشیہ پر سب کی مہریں ہوگئیں۔ غرض دہم شعبان (جولائی) ۱۱۶۷ھ ۱۷۵۴ء کو احمد شاہ کو تخت سے اُتار کر قید خانہ میں بٹھادیا اور سلطان عزیز الدین بن محمد معز الدین جہاندار شاہ کو تخت پر بٹھایا۔ اور اُس کا لقب عالمگیر ثانی رکھا احمد شاہ نے چھ سال دس مہینہ سلطنت کی افسوس ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں اکبر اور اورنگ زیب کی سلطنت قابل رحم ہوگئی۔ اگرچہ بادشاہ کے نام کی عزت سارے ہندوستان میں ابتک چلی جاتی تھی مگر اُس کے قبضہ میں دوآبہ کے چند ضلعے اور جنوب میں ستلج کے کئی ایک ضلعے رہ گئے تھے۔ گجرات مرہٹوں کی پامالی میں تھا۔ بنگال۔ بہار اڑیسہ علی وردی خاں کے جانشینوں

کے تصرف میں تھا اودھ میں صفدر جنگ کا ڈنکہ بجتا تھا وسط دوآب میں بنگش حکمرانی کرتے تھے
وہ اضلاع جن کو اب روہیلکھنڈ کہتے ہیں روہیلوں پاس تھا پنجاب احمد شاہ درانی کو حوالہ ہوا تھا باقی سارے
ہندوستان میں ہندو متسلط تھے صرف تنا تنا کڑا دکھن کا اُن کے ہاتھوں سے بچا ہوا تھا جن میں نظام کی
اولاد جھگڑ رہی تھی میدان سلطنت میں کچھ کچھ انگریزی سوداگر بھی پیر جماتے جاتے تھے۔ بادشاہ کا حال
ایسا ہو گیا تھا جیسا پتھر یا کاٹھ کے بتوں کا ہوتا ہے خواہ اپنی جگہ رکھ کر اُن کی پرستش کی خواہ توڑ پھوڑ کر
پیروں کے تلے ملا

عالمگیر ثانی کی سلطنت کا بیان

عالمگیر ثانی نیا بادشاہ ہوا غازی الدین خاں اُس کا نیا وزیر ہوا۔ احمد شاہ کی طرف سے عاقبت محمود خاں
نے یہ جعلی رقعہ خانخانان نظام الدولہ کے نام لکھا کہ مجھے اس قید سے چھٹاؤ اور راجپوتانہ میں پہنچاؤ۔ اسی
رقعہ کو پکڑ کر بادشاہ کو بڑی غرتی کے ساتھ اندھا کیا۔ اور جب صاحب زمانی اپنے بیٹے کی رہائی کے درپے
ہوئی تو اُس کی آنکھوں کو بھی بے نور کر کے نور چشم کے ساتھ قید کیا۔ خانخانان کو بھی جو خیر خواہ ملازم
کا تھا اُس کو بھی ٹھکانے لگایا ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء میں صفدر جنگ نے بھی انتقال کیا شجاع الدولہ اپنے باپ کا جانشین
ہوا یہ کھٹکا بھی وزیر کے سر سے گیا۔ اب اُس نے دل کھول کر اپنے اختیار اور اقتدار کو بڑھایا بادشاہ
کسی بات میں کچھ دخل نہ دیتا تھا نام کا بادشاہ تھا پہلے تم کو یاد ہو گا کہ رسالہ سین داغ کو کیسا گستاخ
اور باقتدار صفدر جنگ اور جاٹوں سے لڑنے کے لئے خود وزیر نے کیا تھا اب انھوں نے اپنے وزیر
صاحب سے تنخواہ کا مطالبہ کیا اُن کو وزیر نے تمام محالات خالصہ چوگنہ پانی پت اور رہتک وغیرہا اُن کی تنخواہ
میں دیدیئے وہ تین چار مہینے تک یہاں کی رعایا سے روپیہ وصول کر کے مزا اڑاتے رہے۔ مگر وزیر نے
بھی محالات قطب شاہ رہیلہ کو دیدیئے اب دونوں میں لڑائیاں شروع ہوئیں۔ قطب شاہ کو آخر فتح
حاصل ہوئی۔ اب وزیر نے لاہور لینے کی قصد سے کوچ کیا تھا۔

پانی پت میں پہنچا تھا کہ ان سین داغ کے سواروں نے وزیر کو گرفتار کر لیا اور اُس کو پیادہ پا پانی
پت کے کوچوں میں سے گھسیٹتے ہوئے اپنے گھر میں لے گئے وزیر صاحب کی دستار کہیں تھی اور ازار کہیں

اس بُرے حال پر بھی زبان گالیاں دینے سے بند نہیں کی وہ کہتا تھا کہ اے قزم ساقوا اگر تم کو مجھے مارنا ہی
تو مار ڈالو نہیں تم سب مارے جاؤ گے اور اگر مارنا منظور نہیں ہی تو یہ بدتہاوی کیا ہی غرض زندگی باقی تھی
کہ بادشاہ کا پیغام اُن پاس آیا کہ وزیر کو چھوڑ دو اور اپنی تنخواہ آن کرے جاؤ اس وقت بادشاہ کے
گرد سارا دربار اس نیت سے اکٹھا تھا کہ وزیر کہیں ٹھکانے لگے مگر جس کو خدا رکھے اُسے کون چکھے۔ بایدیوں
کے افسروں نے وزیر کو ہاتھی پر بٹھایا اور دستار اور لباس درست کر کے چھوڑ دیا۔ جوں ہی وہ اپنے خیمہ میں
پہنچا اُس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دے دیا کہ رسالہ سین داغ کے سواروں کو جہاں پاؤ وہاں قتل کرو
تھوڑے عرصہ میں سب اسباب اور جان و مال اُن کا برباد گیا بادشاہ دلگیر ہو کر دلی میں چلا آیا اور
گوشہ نشینی اور غرلت گزینی جو بادشاہ کے لئے سب گناہوں سے بدتر ہی اختیار کی۔

تم کو یہ یاد ہوگا کہ جس وقت ملتان اور لاہور کے صوبے شاہ ابدالی کے ہاتھ آئے تھے تو اُس نے
اُس کے پہلے صوبے دار معین الملک پسر قمر الدین خاں کو دیدیئے تھے اب یہ خیال کرنیکی بات
ہی کہ لوگوں کے دلوں میں اس بادشاہی ملازم کا کیا ادب اور لحاظ ہوگا کہ اُس کو اس نئے بادشاہ نے
یہ صوبے دیدیئے اور اُس پر مزید یہ ہی کہ جب وہ اتفاقاً گھوڑے پر سے گر کر مر گیا تو اُس کے کم عمر بیٹے
میر مومن کو صوبہ داری عنایت کی اور مہمات ملکی کا اختیار اُس کے ماں کی سپرد کر دیا مومن خاں کا بھی
انتقال ہو گیا تو خواجہ موسیٰ داماد معین الملک کے صوبہ دار مقرر کیا بھکاری خاں رستم جنگ کے مدار المہام مقرر
کیا۔ مگر اُس کو ایک دن معین الملک کی بیگم نے بلا کر لونڈیوں کے ہاتھ سے سونی دیدی۔ خفیہ خفیہ مرزا
ادینہ بیگ نے اپنے نام نائب صوبہ داری کی سند شاہ ابدالی سے منگالی مرزا ادینہ بیگ جوانمرد اور
فطرتی تھا اور اس ملک کی حکومت میں اُس کو بڑا تجربہ حاصل تھا۔ عماد الملک کی رگ و پے میں شرارت
کوٹ کوٹ کر بھری تھی اُس نے یہ ایک فساد کھڑا کیا کہ سپاہ کو اور شاہزادہ عالی گوہر ولیعہد کو لیکر
لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ اور ہانسی حصار کی راہ سے لدھیانہ میں پہنچا اور مرزا ادینہ بیگ کو اپنے ساتھ
ملا لیا اور یہاں سے سید جمیل الدین خاں کے ساتھ سپاہ روانہ کی اور معین الملک کی بی بی یعنی اپنی
ممانی کو خط لکھا کہ وہ اپنے لڑکی کو جس سے اُس کی نسبت ٹھہری تھی بھیجدے اس بیچاری نے مع

جہیز کے اپنی لڑکی کو بھیجدیا بعد اُسکے مرزا ادینہ بیگ اور اپنے سرداروں کی فوج بھیجکر لاہور سے اپنی ساس
کو جو بیچاری بے خبری سوتی تھی پکڑ بلایا اور جب وہ لدھیانہ میں آئی تو عذر معذرت پیش کی اور لاہور
اور ملتان کی صوبہ داری تیس لاکھ روپیہ پیشکش لیکر مرزا ادینہ بیگ کو دیدی اور دلی کو واپس چلا آیا سارے
رستہ اُسکی ساس یہ کہتی چلی آئی کہ یہ کام اچھا نہیں کیا۔ اُس کا انجام بُرا دیکھوگے کیا ہوتا ہے شاہ
ابدالی جس کا نام ہے وہ جب یہ سُنے گا تو دلی کی اینٹ سے بجا دیگا۔

جب عماد الملک کی اس حرکت کو شاہ ابدالی نے سُنا تو ظاہر تھا کہ وہ اُس ملک میں جس کو وہ اپنا
سمجھتا تھا کب ایسی مداخلت بیجا کی برداشت کرسکتا تھا۔ بیقرار ہو کر پاشنہ کوب قندہار سے لاہور پہنچا
مرزا ادینہ بیگ اُسکے آگے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا۔ ہانسی حصار میں جہاں پانی کم ملتا ہے چلا گیا۔ یہ بادشاہ
کوچ بکوچ سرہند میں پہنچا۔ اب وزیر نجیب خاں کو ساتھ لیکر لڑنیکے لئے دلی سے چلا مگر اُس کو اپنا اصل حال
معلوم نہ تھا کہ اُس کی درشت مزاجی اور بیباکی اور سفاکی نے لوگوں کے دلوں کو اُس کی طرف سے کیسا
برگشتہ کر رکھا ہے۔ جب اُس نے دیکھا کہ نجیب خاں کے ساتھ بہت سپاہ دشمن کے لشکر میں چلی گئی اور
اُسکی مدارات مہمانوں کی سی ہو رہی ہے تو اُس کو اپنی حقیقت کھُلی۔ اُس نے اپنے تئیں بڑی لیاقت سے
بچایا۔ اب کوئی چارہ سوائے تابعداری کے اُسکو نہ تھا۔ اوّل ساس پاس دوڑا گیا اور اُس سے سفارش کرائی
اور پھر شاہ ابدالی کے وزیر ولی خاں کو خوشامد درآمد سے اپنے ساتھ ملالیا غرض ان حکمتوں سے اپنے
معاف کرائے بلکہ وزارت بھی قائم رکھی اور اس سیدھے سادہ سپاہی بادشاہ کو پرچا کر اختیار اور اقتدار
پہلے سے بھی بڑھا لیا۔ اب احمد شاہ ۱۱۷۶ھ میں شاہجہاں آباد میں آیا اور بادشاہ سے ملاقات کی
اور بادشاہانہ اختیارات اپنے ہاتھ میں لئے۔ اب اس مہم کا خرچ یوں وصول کرنا شروع کیا کہ عماد الملک
وزیر کو حکم دیا کہ دوآبہ سے خراج وصول کرے اور اپنے ایک بڑے سردار خان جہان کو بھیجا کہ وہ جالندھر
سے جاکر خراج تحصیل وصول کرے۔ اور شہر سے روپیہ کے وصول کرنے کا خود ارادہ کیا۔ ان تین کاموں
میں سے عماد الملک نے اپنا کام خوب انجام دیا۔ اُس نے جان نثار خاں درانیوں کے ایک سردار کو اور
شاہزادہ ہدایت بخش بن عالمگیر ثانی اور مرزا بابر کو ہمراہ لیا اور دریائے جمن سے پار اُترا۔ اور سیدھا

فرخ آباد پہنچا - یہاں احمد خاں بنگش نے مال اسباب بہت کچھ شاہزادوں اور وزیر کے پیشکش کیا - اور لشکر جمع کرکے اُن کے ہمراہ گیا - اب وہ دریا گنگ سے پار اُترا اور شجاع الدولہ سے نذرانہ طلب کیا وہ لڑنیکے لئے مستعد ہوا اور کچھ لڑائی ہوئی مگر سعد اللہ خاں رُہیلہ کی معرفت پانچ لاکھ روپیہ پر فیصلہ ہوگیا اور شوال ۱۱۷۰ھ میں عماد الملک یہ نذرانہ لیکر فرخ آباد میں آگیا اور شاہ ابدالی کی حرکت کا منتظر رہا - اب دوسرا کام جاٹوں سے خراج لینا آسان نہ تھا اُنہوں نے قلعوں میں پناہ لیکر افغانوں سے لڑنا شروع کیا اور افغانوں کی رسد اور بار برداری کو بھی کئی دفعہ لوٹ لیا - آگرہ کے بادشاہی قلعہ دار مرزا سیف اللہ نے بھی قلعہ سے ایسی گولیاں برسائیں کہ خانجہاں اُسکے پاس پھٹکنے پایا آخر کو اُنھوں نے کئی لاکھ روپیہ نذرانہ کے دیکر اس بلا کو بھی ٹالا جب ابدالی جاٹوں پر کامیاب ہوئے اور آگرہ کے قلعہ کو لے نہ سکے تو اس اپنی جلن کو یوں ٹھنڈا کیا - کہ بیچارے غریب شہر متھرا پر جہاں ایک میلا تھا دفعتاً آن پڑے سارے شہر کو خوب لوٹا - اور عورت بچوں تک پر ہاتھ دراز کیا اب تیسرا کام دلی کے لوٹنے کا تھا جسکو بادشاہ نے خاص اپنی ذات کے لئے رکھا تھا - ایسا لوٹا کہ نادر گردی کو بھی بھلا دیا - گو احمد شاہ اپنے مزاج اور طبیعت سے نادر شاہ کی مانند سفاک اور بیرحم نہ تھا - مگر اُسکے ساتھ سپاہ نادر کی سپاہ سے زیادہ اجڈ اور وحشی تھی وہ اُس کے کہنے میں نہ تھی - ۱۱ ستمبر ۱۷۵۷ء کو وہ داخل ہوا اور دو مہینے تک برابر لوٹتا رہا بڑے بڑے امیروں کے گھر میں جھاڑو کا تنکا نہ چھوڑا - یہ کام سب تمام کرکے شاہ دُرانی الوپ شہر کی چھاونی میں گیا - اور وہاں سلطنت کے حصے کرکے اپنی مرضی کے موافق اُمرا میں تقسیم کئے - اتنے میں گرمی ایسی پڑنے لگی کہ اُس کے لشکر میں سے ہزاروں مرنے لگے اور اُسکے وطن سے بھی کوئی بُری خبر آئی - اور لوٹنے کے لئے بھی کچھ یہاں نہ بچا تھا - غرض جون ۱۷۵۷ء میں اپنے ملک کو چلا گیا اور نجیب خاں رُہیلہ کو بادشاہ کا امیر الامرا مقرر کر گیا (اس امیر کا نام نجیب الدولہ لکھا جائیگا) اور جانے سے پیشتر احمد شاہ نے محمد شاہ کی بیٹی سے جو نہایت خوبصورت تھی اپنی شادی کی - پہلے اس شاہزادی سے شادی کرنے کا

ارادہ خود عالمگیر ثانی کا تھا اور اپنے بیٹے تیمور شاہ کی بھی شادی بادشاہ کی بھتیجی سے کی شاہزادہ کو لاہور ملتان ٹھٹہ کا ناظم مقرر کیا اور خانجہاں کو اُس کا سپہ سالار مقرر کیا اور خود سپاہ عظیم لیکر قندہار چلا گیا۔

دلی سے جسوقت احمد شاہ ابدالی روانہ ہوا تو غازی الدین خاں فرخ آباد میں تھا اُس نے نجیب الدولہ کی مخالفت کے سبب سے احمد خاں بنگش کو امیر الامرا مقرر کیا۔ اور شاہجہاں آباد کیطرف چلا یہ جانتا تھا کہ نجیب الدولہ کو معطل بٹھانا کچھ اکیلے کا کام نہیں ہی۔ آجکل مرہٹوں کے اقبال کا ستارہ چمک اسلئے اُسنے رگھناتھ راؤ اور ملہار راؤ ہلکر کو دکن سے بُلایا۔ اور شاہجہاں آباد کا محاصرہ کیا عالمگیر ثانی نجیب الدولہ محصور ہوگئے ستائیس روز تک روز لڑائی توپ گولے ہوتی رہی آخر ہلکر کو بادشاہ نے بہت سی رشوت دی۔ جب محاصرہ سے نجات ہوئی عماد الملک نے بہت آسانی سے نجیب الدولہ کو شہر سے نکالدیا وہ اپنی جاگیر میں جو سہارنپور چاندپور بدینہ وغیرہ میں تھی چلا گیا اور اُسنے باقی امرا کو بھی جو بادشاہ کے طرفدار تھے نظر بند رکھا اور ولیعہد کو بھی اپنے قابو میں لانا چاہا۔

عالی گہر عالمگیر ثانی کا بڑا بیٹا تھا۔ اور وہی ولیعہد تھا۔ ابھی شاہ ابدالی کی بعد عماد الملک دلی میں نہیں تھا کہ اُسکے خوف کے مارے ولیعہد کو محالات جھجھر ہانسی۔ داوری وغیرہ جاگیر میں دیکر بادشاہ نے رخصت کر تھا۔ اور فوج دیکر اُسے کہدیا تھا کہ جتنے ملک پر تم سے قبضہ ہوسکے قبضہ کرو جب عماد الملک دلی میں آیا اُسنے بادشاہ کو مجبور کیا کہ ولیعہد کو بُلائے۔ سیف الدین محمد خاں کشمیری کو دس ہزاروں کیساتھ بھیجا کہ جسطرح ہوسکے شہزادہ کو لے آئے۔ ناچار شہزادہ دلی میں آیا۔ اور عماد الملک نے چاہا کہ وہ قلعہ میں جائے مگر وہ نہ گیا۔ علی مردان خاں کی حویلی میں جو جمنا کے کنارہ پر تھی فروکش ہوا۔ اب اس شاہزادہ کی عمر برس کی تھی۔ ابھی محل کے مزے نہیں اُڑائے تھے اُمیں ساری صفتیں نیانمی کی موجود تھیں جو اس خاندان کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اب وزیر نے اس شاہزادہ کو حکم دیا کہ اپنے آدمیوں کو موقوف کرکے اپنی جاگیر خزانہ میں اُنکی تنخواہ دینے کیواسطے روپیہ نہیں ہی۔ اسطرح سے اُسکی سپاہ اور آدمیونکو پراگندہ کیا پھر دن اُسکی حویلی کا محاصرہ کیا اور یہ ارادہ کیا کہ اسکو سلیم گڈھ کے قلعہ میں قید کرے۔ شہزادہ نے یہ

وزیر کا دلی میں آنا اور رشوت کا ہاتھ لانا

شاہزادہ ولیعہد عالی گوہر کا حال

دیکھکر اپنے رفقا راجہ رام ناتھ اور میر جعفر اور سید علی اعظم خاں سے مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ جس طرح سے ہوسکے دشمنوں کو چیر پھاڑ کر اس محاصرہ سے نکلجاؤ دوسرے روز بہت سویرے وہ گھوڑوں پر چپ چاپ سوار ہوئے۔ اب کچھ مہلت انھیں مل جو سپاہ محاصرہ کئے پڑی اُسنے دیواروں کو توڑ گھوڑوں پر چڑھ بندوقیں مارنی شروع کیں اور دروازہ کا خوب بندوبست کرلیا مگر اتفاق سے دریا کی طرف ایک دیوار ٹوٹی ہوئی تھی اُسپر سے شاہزادہ اور اُسکے چند رفیقوں نے گھوڑے کو دا کر دریا میں ڈالدئے اور فقط تن تنہا جوانمرد سید علی اعظم خاں دشمنوں کے روکنے کے لئے کھڑا ہوگیا اور دشمنوں سے لڑتا رہا جب تک کہ شہزادہ دور نکل گیا اس وفادار جان نثار کی جان گئی مگر شاہزادہ مجنوں کے ٹیلہ تک پہنچگیا یہاں ایک مرہٹہ راجہ کا لشکر اُترا ہوا تھا۔ اُسنے شاہزادہ کو دیکھکر بڑی آؤ بھگت کی۔ اور ایک خیمہ میں اوتارا اور فرخ نگر پہنچا دیا یہاں موسیٰ خاں بلوچ پسر کارگار خاں نے کئی ہزار روپیہ پیشکش کئے یہ مرہٹہ سردار تو علیحدہ ہوگیا اور شاہزادہ سہارنپور میں نجیب الدولہ پاس پہنچ گیا۔ آٹھ مہینے تک وہ یہاں رہا۔ اس زمانہ میں ملک بنگالہ میں انقلاب عظیم برپا تھا۔ اور جعفر خاں انگریزوں کی حمایت سے اُسپر متسلط ہوگیا تھا۔ اس لئے نجیب الدولہ نے شاہزادہ کو سمجھایا کہ آپ بنگالہ جائے (اب آگے حال پھر لکھا جائے گا)

ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ ۱۱۶۷ھ میں احمد شاہ درانی متہرا اور دہلی کو لوٹ کر اپنے ملک کو گیا تیمور شاہ ناظم اور نابنجہاں کو نائب مقرر کر گیا۔ خانجہاں نے ادینہ بیگ کو جبکی دغابازی مکاری اور بیوفائی اور بے ایمانی کا حال پڑھ چکے ہو۔ اپنا نائب کرکے دوآبہ جلندہر میں مقرر کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جو ادینہ بیگ کو بلایا تو وہ نہ آیا اور پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ خان جہاں نے مراد خاں کو دوآبہ میں اُسکی جگہ مقرر کیا۔ ادینہ بیگ نے سکھوں کو سکھا پڑھا کر اپنی طرف کھڑا کیا۔ اور مراد خاں سے لڑنیکے لئے دوآبہ میں بھیجدیا۔ وہ اُنکے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا۔ لاہور میں خانجہاں پاس چلا آیا۔ سکھوں نے دوآبہ کو خوب لوٹا مارا۔ مگر ادینہ بیگ کو جب یہ معلوم ہوا کہ نرے سکھوں کی اعانت سے کام نہیں بنیگا تو اُس نے مرہٹوں اور شیر بہادر کو متواتر خط بھیجکر بُلایا مرہٹے ایسی تقریبوں کی راہ تکا ہی کرتے تھے

شعبان ۱۱۷۱ھ / ۱۷۵۸ء میں دونوں پنجاب کی طرف روانہ ہوئے اول سرہند میں عبدالصمد خاں کو جو اس
کی طرف سے حاکم تھا لڑکر مارا۔ اور لاہور اور سارے پنجاب پر قبضہ کر لیا اور دُرّانیوں پاس جا
کم تنی وہ مرہٹوں کے آگے سے پیچھے ہٹتے ہٹتے اٹک پار اُتر گئے اتنے میں برسات آگئی۔ مرہٹوں
لاہور کا صوبہ ادینہ بیگ کو دلایا۔ اور پچھتر لاکھ روپیہ نذرانہ سالانہ ٹھہرایا اور رگھناتھ اور شمشیر
کو چلے گئے۔ اور جنگوجی کو یہاں راجپوت راجاؤں سے لڑنیکے لئے دہلی میں چھوڑ گئے۔ ادینہ بیگ
۱۱۷۲ھ / ۱۷۵۹ء میں مرگیا جنگوجی نے سرہند کی فوجداری پر تو ادینہ بیگ کے دوست صدیق بیگ خاں
کو اور دوآبہ میں ادینہ بیگ کی بی بی کو اور لاہور کی صوبہ داری پر سامر بھٹہ کو مقرر کیا۔

صفدر جنگ نے پہلے مرہٹوں کو بُلا کر دوآبہ میں دخل دلایا تھا۔ اب دتاجی سیندھیا نے ۱۱۷۱ھ / ۱۷۵۸ء میں
دکن سے آکر یہ ارادہ کیا کہ سارا ہندوستان خاص فتح کر لے۔ غازی الدین خاں اُسکے ساتھ اسکے
کا محرک ہوا۔ اور شریک رہا۔ پنجاب پر قبضہ ہو ہی گیا تھا۔ رُہیلکھنڈ اور اودھ باقی تھا۔ ایک سال تک
ممالک قدیمہ کے انتظام میں اُسنے صرف کیا۔ اور پھر رُہیلکھنڈ کے فتح کرنیکے ارادہ سے وہ جنوب
اور نجیب الدولہ پر حملہ کیا۔ اور مرہٹوں کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ گنگا کے کنارہ پر سکرتال میں مقیم ہوا
برسات کے چار مہینوں میں برابر توپ گولہ مرہٹوں سے چلتا رہا۔ سعد اللہ خاں حافظ الملک
رحمت خاں اور دوندے خاں سب نے نجیب الدولہ کی اعانت کا قصد کر لیا تھا۔ ان سب نے
ملکر شجاع الدولہ کو لکھا کہ مرہٹے دوآبہ میں موجود ہیں۔ برسات کے منتظر ہیں۔ جسوقت دریا کا پانی
اُتر گیا تو اول وہ ہمارے ملک میں اُتریں گے اور ہمکو خون سے تر بہ تر کرینگے۔ پھر ملک اودھ میں
پھیلینگے۔ اسلئے رسد کی تدبیر کچھ پہلے سے کرنی چاہیئے۔ شجاع الدولہ پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ
نجیب الدولہ کی اعانت میں سستی و تساہل کرنا نقصان کرنا ہے۔ اُسنے پہلی دشمنیوں کو
لکھنؤ سے شدت کی برسات میں لشکر لیکر شاہ آباد میں شوال ۱۱۷۲ھ / ۱۷۵۹ء میں پہنچا اور گنگا کی طغیانی
کے سبب سکرتال میں نہ پہنچ سکا جسوقت دریاؤں کے پانی اُترے۔ دتاجی سیندھیا نے گوبند
بندیلہ کو بیس ہزار لشکر کے ساتھ دریا کے پار رُہیلکھنڈ میں غدر مچانیکے واسطے بھیجدیا۔ اُس

مرہٹوں کا ارادہ کل ہندوستان کی فتح کرنیکا سلطنت مغلیہ کو تباہ کرنیکا

تمام چاندپور ندینہ اور پرگنونکو خراب کیا اور رام گنگا سے پار اُتر کر امروہہ تک ملک کو لوٹ لیا پٹھان اُسکا مقابلہ نکر سکے اسلئے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے شجاع الدولہ اس خبر کو سنتے ہی سکرتال میں جہاں نجیب الدولہ محصور تھا پہنچا۔ یہاں چارو نطرف سے گوبند رام نے ایسا سامان سد نجیب الدولہ کا بند کر رکھا تھا کہ سارا لشکر اُسکا حالت نزاع میں تھا جسوقت شجاع الدولہ ہلدور میں پہنچا اور اُسنے دیکھا کہ مرہٹے کچھ رستہ وغیرہ لوٹ رہے ہیں تو اُسنے الوب گرگسائیں اور اُمراء گرگسائیں اور مرزا نجف خاں کو حکم لڑنیکا دیا۔ اُنھوں نے مرہٹوں کو مار کر گنگا پار اُتار دیا اور بہت کچھ مال اسباب اُنکا چھین لیا اب پٹھانوں کی جان میں جان آئی۔ وہ پہاڑو نسے اپنے ملک میں آئے اب اس گوبند رام بندیلہ کی سپاہ کے غارت ہونیسے دتاجی سیندھیا کی فوج بہت ضعیف ہوگئی تھی ادہر احمد شاہ ابدالی کے آنیکا کھٹکا لگا ہوا تھا۔ اسلئے جمادی الاول / نومبر سنہ ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء میں مرہٹوں نے شجاع الدولہ اور اُسکے رفیقوں سے صلح کرلی۔

احمد شاہ درانی کا ہندوستان میں آنا

سنہ ۱۱۷۲ھ / ۱۷۵۸ء میں تیمور شاہ پنجاب کی حکومت سے خارج ہوا تھا۔ اسوقت احمد شاہ ابدالی اپنے ملک کے شمال مغرب میں لڑائی میں مصروف تھا اور جب وہ پنجاب کو دوبارہ قبضہ لانیکی غرض سے روانہ ہوا تو ناصر خاں بلوچوں کے حاکم نے اُسکی مزاحمت کی اور خود مختار ہونیکا ارادہ کیا۔ اس سبب سے بلوچ چونکہ اُلجھیڑے میں پھنس گیا اور خاطر خواہ انتظام کرنے میں اُسکو توقف ہوا بعد اُسکے وہ شکارپور کی جنوبی سڑک کی راہ سے اٹک کو روانہ ہوا۔ اور پشاور تک اٹک کے کنارے کنارے کوچ کرتا ہوا ماہ محرم سنہ ۱۱۷۳ھ / ستمبر ۱۷۵۹ء میں پار اُترا۔ مرہٹوں نے اُس سے خفیف مقابلہ کیا۔ سامابھی لاہور سے بھاگا۔ سردار صدیق بیگ اور اوینہ بیگ کی بی بی (بی) کو نہیں چھیڑا۔ شاہ درانی ویران ملک پر دریاؤں سے بچکر شمالی پہاڑوں کی راہ سے آیا۔ اور سہارنپور میں دریا جمن سے اُتر کر دوآبہ میں آگیا۔

عالمگیر ثانی کا قتل

ممالک ایشیا میں فقیری بھی عجیب چیز ہے اُسکے لباس میں ہزاروں بُرے کام اچھی طرح سرانجام ہوسکتے ہیں۔ اس ٹٹی کی اوجھل میں سیکڑوں شکار ہوتے ہیں۔ عالمگیر ثانی کی بھی جان اس فقیر کے ہاتھوں سے گئی۔ فی الحقیقت یہ اعتقاد فقیری بھی انسان کے لئے وبار عظیم اور

عذاب الیم ہی۔ عالمگیر ثانی اور نجیب الدولہ کو جو تعلق دار تباط احمد شاہ درانی کیساتھ تھا اسکو اپنی حق میں ہر سمجھتا تھا اور یہ جانتا تھا کہ اسلئے اس بادشاہ نے اُس بادشاہ کو بلایا ہے کہ میرے بدکردار یوں کا انتقام اس بادشاہ کے ہاتھ سے لے۔ اور معلوم نہیں کہ نجیب الدولہ کو کس رتبہ پر سمجھتا تھا غرض اس خیال سے اُسنے اپنے خالو نظام الدولہ کو جو قید میں تھا قتل کیا اور تیسرے روز مہدی علیخاں کشمیری کو سکھا پڑھا کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا بیچارہ بیکس بادشاہ سلطنت کے کاموں سے ہاتھ اُٹھا کر خلوت نشینی میں اوقات بسر کرتا تھا فقرا پر اعتقاد رکھتا تھا مہدی علیخاں نے بادشاہ سے آنکر عرض کیا کہ ایک درویش کامل فیروز شاہ کے کوٹلہ میں قابل زیارت آنکر وارد ہوئے ہیں انکی کشف و کرامات کی تعریف میں نہیں کرسکتا۔ یہ بھولا شاہ اس شیطان کشمیری کی افزا پردازی کو کیا جانتا تھا۔ تنہا فقیر باکرامت کی زیارت کو روانہ ہوا۔ جب پہلے دروازہ پر پہنچا تو اُس کشمیری نے تلوار ہاتھ سے لے لی۔ اور اُسکو پردہ اُٹھا کر اندر لیگیا۔ دروازہ اندر سے بند کیا مرزا بابر بادشاہ کا داماد ہمراہ تھا اُسنے تلوار کھینچ کر ایک آدمی کو زخمی کیا مگر اُسکو آدمیوں نے زخمی کرکے بادشاہ کے محافہ میں بٹھا سلیم گڈھ کے قلعہ میں بھیجدیا بادشاہ نے جو پردہ اُٹھا کر دیکھا تو موت کے فرشتے کھڑے ہوئے تھے دو چار اوزبک ننگی تلواریں لیکر اُسپر پل پڑے اور سر کو تن سے جدا کیا بے سر دھڑ کو جمنا کے ریت پر پھینکدیا بدمعاشوں نے لاش پر یہ ظلم کیا کہ اُسکے کپڑے اوتار لیے یہ واقعہ ربیع الثانی ۱۱۷۳ھ / نومبر ۱۷۵۹ء کا ہے۔ کئی روز بعد اس کشمیری کے حکم سے لاش ہمایوں کے مقبرہ میں دفن ہوئی اور اُسی روز کام بخش کو تخت پر بٹھا کر شاہجہاں ثانی کا خطاب دیا مگر اس بادشاہ کو کسی نے بادشاہ نہ مانا اسوقت شاہزادہ عالی گہر جو ولیعہد تھا (جسکا حال پڑھ آئے ہیں) وہ دہلی میں نہ تھا بنگال میں اپنی سلطنت کے جمانیکی تدبیریں کر رہا تھا۔ اب شاہزادوں نے متفق ہو کر بغیر بادشاہ کے لڑائی کے کاموں کو جاری رکھا۔

جب احمد شاہ ابتر بید یعنی گنگا جمنا کے دوآبہ میں گیا تو سعد اللہ خاں و نجیب الدولہ و احمد خاں بنگش حافظ رحمت خاں و وندے خاں سب کے سب اُسکی خدمت میں گئے اسوقت تک مرہٹوں کے

بندوبست ان ملکوں کا جب مرہٹوں کے ہاتھ سے نکلا تو شاہ کا احسان مانا

مدد و مددگار نہ تھے تو بھی مرہٹوں کا لشکر تیس ہزار کے قریب اس ملک میں تھا مگر اُسکے دو گروہ تھے
ایک دتاجی سیندہیا کے ماتحت تھا۔ دوسرا ملہرراؤ ہلکر کے پاس تھا اور اُنہیں آپس میں فصل تھا بات سے
اس ملک کے اُنکی لوٹ مار سے تنگ ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے احمد شاہ کے آنیکی خبر ہی نہیں کی غرض
احمد شاہ دُرانی نے اُس گروہ پر جو دتاجی سیندہیا کے ماتحت تھا حملہ کیا۔ اور شاہجہاں آباد کے
پاس باولی پر ایک سخت لڑائی ہوئی۔ جسمیں سیندہیا اور دو تہائی فوج اُسکی مارگئی جنکوجی
کچھ آدمیوں سمیت دکن میں اس خبر کے سنانیکے واسطے چلا گیا کہ احمد شاہ ابدالی اُسکے تعاقب
میں نارنول تک گیا ملہرراؤ ہلکر اسوقت سکندرہ میں تھا۔ یہ خبر سُنکر چنبل کی طرف گیا اور سورجمل
جاٹ سے اعانت کی استدعا کی اُسنے انکار کر دیا کہ میں دُرانیوں سے اگر وہ میرے ملک میں آئینگے
تو مستحکم قلعونکی پناہ میں جو کچھ مجھسے ہو سکیگا کرونگا۔ افغان اپنے ملک سے رسد کا سامان لیکر شاہ ابدالی
کے لشکر کو جاتے تھے ہلکر نے اُنکے لوٹنے کا ارادہ کیا۔ افغانوں نے یہ چالاکی کی کہ جو کچھ نقد و
جنس تھا وہ گنگا پار بھیجدیا اور جسطرح صید کے پھنسانیکے لئے دانہ بچھاتے ہیں اسطرح کچھ تھوڑا
سا اسباب ہلکر کے ہاتھ لُٹوا دیا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اُسنے شاہ پسند خاں اور شاہ قلندر خاں
کو حکم دیا کہ ہلکر کے لشکروں پر حملہ کریں وہ نارنول سے بڑی کڑی منزلیں کرکے سکندرہ میں پہنچے
اور ہلکر کے لشکر میں ایسا ہلڑ مچا دیا کہ وہ صرف تین سو سواروں کو جو گھوڑونکی ننگی پیٹھوں پر سوار
تھے ساتھ لیکر بھاگ گیا۔ باقی اُسکا لشکر مارا گیا یا قید ہوا۔ اور تمام اسباب ابدالیونکے ہاتھ لگا۔

اب موسم برسات کا آگیا تھا شاہجہاں آباد پر مرہٹونکے حملہ کا کچھ اندیشہ نہ تھا اُسکی حفاظت کے واسطے
احمد شاہ نے تھوڑے سے دُرانی مقرر کرکے انوپ شہر میں شجاع الدولہ سے ملنے کیلئے چھاونی ڈالی
نجیب الدولہ کو اُس پاس بھیجا کہ وہ اُسکو رفاقت پر راضی کرے۔ اور اُسکو لے آئے نجیب الدولہ کو ہمراہ لیکر
روانہ کرکے شجاع الدولہ احمد شاہ پاس دس ہزار سوار لیکر ۱۳ ذی الحجہ ۱۱۷۳ھ کو آن پہنچا یہاں آپسمیں
تعظیم و تکریم کے ساتھ ملاقات ہوئی اس سے پہلے بادشاہ کے ساتھ سب مسلمان متفق ہو گئے
تھے شجاع الدولہ کی خط و کتابت مرہٹونکے ساتھ بھی جاری رہی اور اس سبب سے وہ مرہٹوں

احمد شاہ اور شجاع الدولہ کا ملنا

اور ابدالیوں کے معاملہ میں ایک واسطہ بنا رہا۔

ان شکستوں سے پہلے رگھناتھ دکن میں پہنچا تھا اُسکی فتوحات سے مرہٹونکو خوشی حاصل ہوئی مگر وہ چیز جسپر مرہٹے عاشق ہیں وہ اُس پاس نہ تھی یعنی لوٹ کا مال جسکے لیئے مرہٹے گھر سے اُٹھ بیٹھے تھے۔ بلکہ ان مہمات کا خرچ کا قرض ایک کروڑ روپیہ گھر سے دینا پڑا۔ اسی زمانہ میں نظام نے احمد نگر پر قبضہ کر لیا تھا اور اودگر کی لڑائی میں ایک ایسا عہدنامہ حاصل کیا کہ جس سے بیجاپور اور دولت دونوں ہاتھ لگے۔ غرض جو کام اُس نے دکن میں کئے تھے اُسکے مقابلہ میں گھناتھ کے کام پھیکے تھے۔ اسلئے دونوں بھائیونمیں رقابت پیدا ہوئی۔ سداشیو راؤ نے بھائی کو نصیحت کی اُسپر رگھناتھ جی نے کہا کہ ایکدفعہ آپ تشریف ہندوستان خاص کی لڑائی پر لیجائیے۔ ساری حقیقت کھلجائیگی اور معلوم ہوجائیگا کہ دکن اور ہندوستان خاص کی مہمات میں کیا فرق ہے اس سے ان دونونکے کام ادل بدل ہوگئے۔ جو دکن میں تھا وہ ہندوستان خاص کو چلا جو ہندوستان خاص میں تھا وہ دکن رہا۔ اسوقت مرہٹونکی عملداری کو جو وسعت حاصل تھی وہ کبھی نہ پہلے ہوئی اور نہ آئندہ حاصل ہوئی شمالی سرحد اسکی اٹک اور ہمالیہ کی پہاڑ تھی اور جنوب میں جزیرہ نما دکن کی پچلے سرے تک سمندر تک جو جو ملک ان سرحدونکے درمیان خارج از حکومت تھے وہ باج گزار تھے۔ اب وہ صرف لٹیرے ہی نہیں رہے تھے بلکہ انمیں سب شان بادشاہانہ پائی جاتی تھی۔ بڑے بڑے عمدہ تنخواہ کے سپہ سالار نوکر تھے دس ہزار سپاہ فرنگستان قواعدان اُن پاس تھی وہ آدھے بادشاہ آدھے راہزن تھے۔

جب دکن میں دتاجی سندھیا کے قتل اور ہلکر کی سپاہ کی بربادی کی خبر پہنچی سداشیو راؤ عرف چچازاد بھائی بالاجی راؤ کا بڑے کروفر سے دکن سے چلا اُسکے ساتھ لشکر نہایت آزمودہ کار توپخانہ فرنگستانی طرز پر قواعدان ساتھ تھا اور توپخانہ کا افسر بھی ابراہیم گاری شاگرد رشید بسی فرانسیسی جرنیل کا تھا۔ بسواس راؤ پسر بالاجی راؤ بھی اس سبب سے ساتھ ہوا تھا کہ ہندوستان کی تخت سلطنت پر بیٹھے اور خاندان بابریہ کا خاتمہ کرے اور ابدالیوں سے انتقام لے۔ جب یہ لشکر اس کروفر کے ساتھ کنجپورہ میں پہنچا سوچ مل جاٹ بھی ہلکر کی وساطت سے ملاقات کو آیا اور تیس ہزار سوار ساتھ لے گیا

اور راہ میں فوج رجپوتوں کی بھی اُن کے لشکر میں شامل ہوتی گئی عماد الملک بھی مرہٹوں سے آملا۔ بہاؤ نے یہ سوچا کہ جمنا پار ہوکر ابدالی سے تو برسات میں لڑنا مشکل ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ چل کر شاہجہان آباد لے لیجئے۔ چنانچہ وہ ۹ ذی الحجہ ۱۱۷۳ھ میں شاہجہان آباد میں داخل ہوا اور سعد اللہ خاں کی حویلی میں اُترا اور اُس نے سپاہ کو قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ احمد شاہ کی طرف سے یعقوب علی خان بمن زئی قلعہ دار تھا۔ اُس نے مقابلہ کیا۔ کچھ مرہٹے خضری دروازہ توڑ کر قلعہ میں داخل ہو گئے تھے اُنکو درّانیوں نے مار کر نکال دیا۔ پھر ابراہیم بیگ گردی نے جہروکہ کی طرف سے توپ کے گولہ مار کے دیوان خاص اور رنگ محل کو کئی جگہ سے توڑ پھوڑ دیا۔ غرض آخر کو یعقوب علی خاں نے اپنی جان بچا کر مرہٹوں کو قلعہ حوالہ کیا اور خود شاہ درّانی کے پاس چلا گیا۔ بہاؤ نے قلعہ کی قلعہ داری شنکر راؤ کو سپرد کی۔ مرہٹوں کو اُس کی حفاظت کیلئے متعین کیا۔ اس اثنا میں بہاؤ نے کئی دفعہ شجاع الدولہ کی معرفت چاہا کہ شاہ ابدالی سے ملح ہو جائے۔ مگر شجاع الدولہ نے صاف کہدیا کہ دکن کے برہمن ہندوستان پر مدت سے متسلط ہیں اُنکے سر پر وہ غرور طمع و حرص و عہد شکنی و بد قولی کے سبب سے یہ بلا شاہ درّانی کی آئی ہے۔ ایسوں کے ساتھ کیا کوئی صلح کرے جو کسی کی آبرو اور آسائش کے روادار نہوں سب چیزیں اپنے اور اپنی قوم کے لئے چاہتے ہوں۔ آخر سب اُن کے ہاتھوں سے ایسے عاجز ہوئے کہ اُنہوں نے اپنے ناموس اور حفظ آبرو اور رفاہ خلائق کیلئے شاہ ابدالی کو منتیں کرکے ولایت سے بلایا ہے اور اُس کے صدمات کو مرہٹوں کی ایذا رسانی سے سہج سمجھا۔ بالفعل صلح کا ہونا ناممکن تھا اب مرہٹوں کی نیا نوبت دنانت اور تنگ چشمی پر پہنچی کہ دیوان خاص کی چھت کو کہ نقرہ مینا کاری کی تھی اُتار لیا اور کھال میں بھیجدیا قدم شریف اور حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ میں اسباب و نے چاندی کا تھا وہ بھی لے لیا اور اُسکے سکے بنا ڈالے۔ دانہ گھاس کی قلت سے بہاؤ بہت تنگ ہو رہا تھا۔ آخر ایام برسات میں اُس نے شاہجہان آباد کے چھوڑنے کا مصمم ارادہ کیا۔ ۲۹ صفر ۱۱۷۴ھ میں اُس نے شاہجہان ثانی کو کہ نام کا بادشاہ تھا معزول کرکے مقید کیا اور مرزا جوان بخت خلف شاہ عالم عالی گہر کو تخت پر بٹھایا۔ اور شجاع الدولہ کو غائبانہ وزیر مقرر کیا تاکہ شاہ ابدالی اُس سے بدگمان ہو جائے اور شنکر راؤ کو بدستور اپنے عہدہ قلعہ داری پر بحال رکھا۔ ارادہ تو یہ کیا تھا کہ وشواس راؤ کو تخت سلطنت پر بٹھائے مگر اور لوگوں نے صلاح دی کہ شاہ درانی کے مخمصے کو مٹھائے

سدا شیو بھاؤ معروف بہ بھاؤ اور وشواس راؤ کو کہ سن نابالغی کا تھا ابدالی سے شکست پائی

دو جب یہ کام کرنا! ان حرکات کو سورجمل دیکھکر بہت گھبرایا وہ کچھ پہلے سے بھی ناراض تھا کیونکہ جب اُس نے
بہاؤ کو یہ صلاح دی تھی کہ آپ اپنی بھاری بھاری توپوں اور اسباب کو ہمارے قلعہ میں چھوڑ جایئے اور پہلے
ساتھ نہ لیجایئے صرف سواروں سے اُس طریق سے جو آپکے باپ دادا کے لڑنیکا طور ہے لڑیئے! اور احمد شاہ ابدالی
کے لشکر کو ستایئے کچھ دنوں وہ یہاں کے موسم کی شدت سے آپ گھبرا کر چلا جائیگا! اور مرہٹوں نے بھی اُسکی تائید
مگر بھاؤ اپنے نشۂ نخوت میں مست تھا اس نیک صلاح پر مطلق خیال نہ کیا اور یہ کہا کہ سورجمل چھوٹا سا راجہ
ہے وہ ان باتوں کو کیا جانے یہ سُنکر سورجمل بھی دل سے علیحدہ اپنے قلعہ بلب گڈھ میں تماشا دیکھنے جا بیٹھا
اب بھاؤ دلی سے کنجپورہ کی طرف گیا۔ وہاں عبدالصمد خاں ابدالی اور بعض اور سردار رسد بہم پہنچا کر احمد شاہ کے
لشکر میں بھیجتے تھے۔ ۷ ربیع الاوّل کو بھاؤ وہاں پہنچا اور قلعہ کنجپورہ کو فتح کر لیا! اور سب درّانی سردار کو
مار ڈالا! اور قلعہ کو لوٹ لیا۔ یہ سُنکر شاہ درانی بھی غصہ میں بھر آیا۔ اور وہ انوپ شہر سے ۱۷ ربیع الاوّل کو
چلا! اور باگپت کے گھاٹ جمنا سے پار اُترا۔ یہاں کہیں جمنا پایاب تھی کہیں غرقاب تھی۔ اگرچہ اُس نے
اُترنے میں اُس کے کچھ ہمراہی بحر فنا میں غرق ہوئے مگر دشمنوں پر اس دلیرانہ کام کا ایسا رعب بیٹھا
اور بھاؤ کو خوف ہوا کہ وہ سرہند جاتا جاتا اُلٹا پانی پت کو آیا اور اُسکے سواد شمالی میں برخلاف اپنے
دستور کے توپوں کا حصار لشکر کے گرد باندھا۔ اُسکے مقابل شاہ ابدالی کا لشکر بھی تیسرے روز اُدھر کو
آن پہنچا تفصیل اُن دونوں لشکروں کی یہ ہے کہ بھاؤ پاس پچیس ہزار سوار جرار قواعد داں تنخواہ
اور پندرہ ہزار پیادے تھے جنمیں سے نو ہزار فرانسیسی قواعد جانتے تھے۔ اور اُنکا سردار ابراہیم بیگ نامی
گردی تھا جو فرانسیسی جرنیل بسی کا شاگرد رشید تھا اور دو سو توپیں سوائے قلعہ شکن توپوں کے اُسکے ساتھ
تھیں۔ راہ میں جو اور لشکر اور رجپوتوں کی سپاہ اُسکے ساتھ ہو گئی تھی۔ وہ سب مل کر تین لاکھ آدمی تک
والے ہو گئے تھے۔ احمد شاہ کی فوج میں پچاس ہزار سوار اور چالیس ہزار ہندوستانی پیادے اور تیس توپیں
تھیں۔ احمد شاہ اس قلت سپاہ کے سبب سے مرہٹوں پر حملہ نہ کر سکتا تھا۔ اُس نے بھی اپنے لشکر کا حصار
باندھا۔ روز چھیڑ چھاڑ لڑائیوں کی ہونی شروع ہوئی۔ چاروں طرف سے مرہٹوں کے رسد روکنے کا سامان کیا
گیا۔ سرہند کی طرف سے آلا جاٹ زمیندار رسد کی امداد کرتا تھا۔ اسلئے درّانیوں نے اُس پر بھی حملہ کیا

جب احمد شاہ ابدالی نے دیکھا کہ مرہٹے باوجود تنگ ہونیکے بھی توپخانہ کی زنجیرہ سے نہیں نکلتے تو اُس نے ۲۸ ربیع الاوّل کو توپخانہ پر یورش کی۔ مرہٹے بھی مستعد ہوکر سامنے آئے دوپہر سے شام تک لڑائی رہی بھاؤ کا سُسر الہونت راؤ مارا گیا۔ اور رات کے ہوجانیسے کچھ لڑائی کا فیصلہ نہوا۔ لشکر اپنے اپنے خیموں کو چلے گئے نجیب الدولہ اور روہیلوں نے اپنی شجاعت اور بہادری دکھائی۔ اسی اثنار میں خبر پہنچی کہ گوبند رائے بندیلہ ضلع اٹاوہ سے دس ہزار سپاہ اور خزانہ اور بہت سا سامان رسد کا لئے چلا آتا ہی اور شاہدرہ شاہجہان آباد کے قریب پہنچا ہی اور اُسکا ارادہ ہی کہ میرٹھ وغیرہ کو لوٹتا ہوا کنج پورہ کی راہ سے پانی پت میں بھاؤ سے ملے۔ شاہ ابدالی نے عطائی خاں درّانی کو پانچہزار سواروں کے ساتھ اُسے لڑنیکے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر نے اوّل شاہدرہ میں شنکر راؤ قلعہ دار شاہجہان آباد کو قتل کیا۔ پھر غازی آباد میں اور مرہٹوں کا خون بہایا اور جلال آباد میں پہنچا۔ یہاں گوبند رائے بندیلہ ٹھہرا ہوا تھا۔ اُس سے لڑائی شروع ہوئی اور وہ مارا گیا سامان رسد اور خزانہ اسباب درّانیوں کے ہاتھ لگا۔ دونوں لشکروں میں روز چھیڑ چھاڑ رہتی کبھی کبھی بھاری دھاوے ہوجاتے۔ اُدھر مرہٹے ابتدار جنگ سے تنگ تھے۔ ادھر احمد شاہ درانی کے لشکر میں ہندوستانی امیر اس امتداد جنگ سے عاجز تھے۔ اُنہوں نے احمد شاہ درّانی کی منت سماجت شروع کی آپ معاملہ کرکے اس لڑائی کا فیصلہ کردیجئے۔ اس پر احمد شاہ سب ہندوستانیوں کو جواب یہی دیتا تھا کہ آپ لڑائی کے نشیب فراز سے واقف نہیں اور سب معاملوں کا آپکو اختیار حاصل ہی مگر اس معاملہ کو میری مرضی پر چھوڑ دیجئے۔ خندق کے سامنے ایک سرخ خیمہ اُسنے کھڑا کرایا تھا اُس میں اشراق کی نماز پڑھتا تھا۔ اور شام کو کھانا کھاتا تھا۔ دن بھر گھوڑے پر سوار ہوکر فوج کے پہروں کو مختلف مقامات پر دیکھتا بھالتا تھا۔ ہر روز پچاس ساٹھ میل سے کم نہ چلتا تھا۔ دن بھر کا یہ کام تھا۔ رات کو پانچہزار سواروں کا بلٹ دشمن کی جانب کو جہانتک قرب اُس کا ممکن تھا لگاتا۔ اور لشکر کے گرد سایے میں وہ گشت پھرتا تھا وہ ہندی امیروں سے کہدیتا کہ آپ چین سے آرام کریں میں آپ کی خبر گیری کرتا ہوں کوئی آفت آپ پر نہیں آنے دونگا۔ اُس کا حکم قضا و قدر سے کم نہ تھا کسی آدمی کا مقدور نہ تھا کہ اُسکے حکم کی تعمیل میں ذرا بھی توقف کرے۔ اب بھاؤ کا قافیہ یہاں تک تنگ ہوگیا تھا کہ اُس نے کاشی راؤ کی معرفت شجاع الدولہ پاس پیغام بھیجا

کہ وہ بیچ میں واسطہ ہو کر احمد شاہ سے صلح کرادے۔ جب درخواست صلح احمد شاہ کو سنائی گئی تو اس نے یہ جواب دیا کہ میں آپ سب صاحبوں کا مددگار ہوں اور مجھے سوائے لڑائی کے اور معاملوں سے کچھ سروکار نہیں۔ اُن کا فیصلہ جس طرح چاہئے فیصل کیجئے۔ سب ہندوستانی امیر صلح پر راضی ہو گئے مگر نجیب الدولہ ہمیشہ صلح کی مخالفت کرتا رہا اور یہ کہتا رہا کہ اگر بادشاہ چلا گیا اور مرہٹوں کی قوت باقی رہی تو وہ ہم کو برباد کر دینگے۔

بھاری لشکر بھاؤ کا جب ایک حصار میں محصور ہوا تو غلاظت اور نجاست کے سبب سے اُس میں ٹھہرنا مشکل ہوا اس پر اسباب رسد کی تنگی ہوئی۔ سیکڑوں بھوکے مرنے لگے۔ آخر کار سب سرداروں نے متفق ہو کر بھاؤ کو کہلا بھیجا اور یہ کہا کہ آخر کر سنگی کے ہاتھوں سے آدمی اور جانور ہلاک ہوتے ہیں اسے بہتر ہے کہ سب ملکر ایک دفعہ دشمنوں پر جا پڑیں جو کچھ نصیب میں ہونا ہو ہو جائے۔ غرض سب نے پان کا بیڑا کھایا اور لڑنے مرنے پر قسم کھائی۔ ساتھ لشکر میں حکم سنایا گیا کہ کل صبح کو لڑائی ہے۔ بھاؤ نے تنت کر وقت شجاع الدولہ کے کارندہ کاشی راؤ کو خاص اپنے ہاتھ سے یہ لکھکر بھیجا کہ اب پیالہ لبالب ایک بوند کی اُسمیں سمائی نہیں۔ اگر بن پڑے تو آپ کچھ کیجئے ورنہ صاف جواب دیجئے پھر لکھنے پڑھنے کے لئے وقت نہیں ملیگا۔ راجہ کے تین بجے یہ کاغذ شجاع الدولہ کو ملا وہ سنا ہی رہا تھا کہ جاسوس خبر لائے کہ مرہٹے مسلح ہو رہے ہیں۔ شجاع الدولہ احمد شاہ کے خیمہ میں گیا وہاں وہ ہتھیار لگائے تیار بیٹھا تھا۔ گھوڑے پر جو اُسکے خیمہ کے آگے کسا کسایا تیار رہتا تھا۔ سوار ہوا۔ دشمن کی طرف چلا۔ لشکر اُسکے پیچھے ہوا۔ ۶ جمادی الاخری ۱۱۷۴ھ کو مرہٹوں نے ابراہیم خاں گردی کے لشکر کو آگے رکھا اور توپ گولہ کی مار شروع کی مسلمانوں نے توپوں سے کچھ کام نہ لیا۔ مرہٹوں کی توپیں بہت قریب آگئیں تو ابراہیم خاں گردی نے اپنے سپاہیوں کو گولیوں کے مارنے سے منع کیا اور سنگینوں سے لڑنے کا حکم دیا۔ وہ رسہلوں پر گرے۔ چونکہ وہ قواعد داں نہ تھے اس لئے وہ بہت مارے گئے اور اُنکی پہلی صفیں ٹوٹ گئیں اور اس شکست سے شاہ ولی خاں وزیر کی سپاہ قلب کا واہاں ہاتھ کھل گیا اور اُسپر بھاؤ اور وسواس نے اپنی نہایت عمدہ فوج سے حملہ کیا۔ اس حملہ میں وزیر کا بھتیجا عطائی خاں اُسکے پہلو میں مارا گیا۔ اور اُسکی سپاہ دلی بھی پیچھے ہٹی وہ گھوڑے سے اُترا اور اُس نے چند رفیقوں کے ساتھ لڑکر مرنیکا قصد کیا شجاع الدولہ کا لشکر وزیر کے لشکر کے عقب میں تھا مگر خاک اُڑنیکے سبب سے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ کہ کیا ہو رہا

جب اُس نے دیکھا کہ آدمیوں اور گھوڑوں کی آواز نہیں آتی تو اُس نے کاشی رائے کو دریافت کرنے کے لئے بھیجا تو اُس نے آکر یہ دیکھا کہ وزیر گھوڑے سے نیچے کھڑا ہے اور اپنے آدمیوں کو لعنت ملامت بھاگنے پر کر رہا ہے اور سپاہ کو جمع کرتا ہے اُس نے یہ کہا کہ شجاع الدولہ پاس جلد جاکر خبر دو کہ وہ میری مدد کو آئے نہیں میں مارا گیا۔ مگر شجاع الدولہ اپنی جگہ پر قائم رہا اُس کی امداد پر جرأت نہ کر سکا۔ احمد شاہ اس معاملہ سے بے خبر نہ تھا اُس نے فوراً وزیر کی کمک کے لئے لشکر بھیجدیا اور عین وقت پر آن پہنچا۔ لڑائی میں بڑا گھمسان ہوگیا۔ مگر اب بھی مرہٹوں کا پلہ بھاری تھا۔ احمد شاہ نے اپنے بھگوڑے سپاہیوں کو گھیر کر قتل کرنے کا حکم سنایا اور یہ کہدیا کہ جو بھاگے گا وہ مارا جائیگا۔ بعد اُس کے اُس نے اپنی صف کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ایک سپاہ کو اپنے بائیں طرف دشمن کے بازو پر حملہ کا حکم دیا۔ اس تدبیر کا تیر ٹھیک نشانہ پر بیٹھا۔ قلب سپاہ میں بھاؤ اور بسواس راؤ گھوڑوں پر سوار لشکر کو لڑا رہے تھے۔ خنجر اور کھانڈے بازی ہو رہی تھی کہ یکایک خدا معلوم کیا ہوا کہ مرہٹوں کے لشکر کا قدم میدان جنگ سے اُٹھ گیا۔ قدم کا اُٹھنا تھا کہ میدان جنگ کا اُن کے مردوں سے بھرنا تھا۔ لشکر اسلامیہ نے اُن کا تعاقب بڑے جوش خروش سے ہر جانب میں پندرہ پندرہ بیس بیس میل تک کیا اور مرہٹوں کو مار مار کر ڈھیر لگا دیا۔ جو مرہٹے ان دشمنوں کے ہاتھ سے بچکئے اُن کو گنواروں نے مار ڈالا۔ بسواس راؤ اور بھاؤ مارے گئے، جن کو جی سندھیا کو کسی درانی نے چھپا رکھا تھا وہ بھی تلاش کرنے سے پکڑا گیا اور مارا گیا۔ ابراہیم خاں گردی بھی قید ہوا۔ ایک ہفتہ کے موت نے اُس کے زخموں پر بھی مرہم رکھا۔ شمشیر بہادر بھی بھاگتے ہوئے مارے گئے۔ مالوہ میں ملہار راؤ جان بچا کر نکل گیا۔ آپا جی سندھیا بھی لنگڑا ہو کر وہاں جا پہنچا۔ ان دو سرداروں کے سوا کوئی اور نامور سردار نہیں بچا۔ مرہٹوں کو ایسی شکست کبھی نہیں ہوئی تھی نہ ایسی مصیبت پڑی تھی اس سے ساری قوم کا دل پژمردہ اور افسردہ ہوگیا۔ اس صدمہ سے بالاجی بھی تھوڑے دنوں بعد مرگیا جب سے شکست کی خبر سنی تھی ایک مندر میں بیٹھ کر سنسکرت پڑھانا اختیار کر لیا تھا۔ بعد اس فتح کے احمد شاہ پانی پت سے نواح دہلی میں آیا۔ اور چند روز متوقف رہا۔ ہندوستان کا بادشاہ شاہزادہ عالی گوہر یعنی شاہ عالم کو مقرر کیا اور بادشاہ سے شجاع الدولہ کے وزیر ہونے اور نجیب الدولہ کے امیر الامرا ہونے

جلد ۹

کی سفارش کی شاہ عالم اُس وقت دہلی میں نہ تھا۔ اس لئے اُس کے بیٹے جوان بخت کو بادشاہ کا نائب دہلی میں مقرر کیا اور نجیب الدولہ کو دہلی کا منتظم مقرر کیا اور شجاع الدولہ کو خلعت دے کر اودھ اور الہ آباد کے صوبوں پر بھیجدیا۔ اور خود قندہار کو چلا گیا۔

اس بڑی لڑائی کا سبب تو عماد الملک تھا۔ مگر کہیں اُس کا نام نہیں آیا۔ شاید اسے یہ خیال لوگوں کو ہوگا کہ وہ مرگیا حقیقت میں یہ فتنہ انگیزی اُس کی آخر بازی تھی جس کی جیت میں اُس کے واسطے سب کچھ تھا۔ اُس کے ہار میں کچھ بھی پاس نہ تھا جب شاہ ابدالی آگیا اور اُس نے مرہٹوں کا حال دیکھا تو میدان جنگ سے کھسک گیا۔ کچھ دنوں سورجمل بھرتپور کے ٹھاکر پاس رہا اور پھر وہ ناچار ہوکر آہستہ آہستہ دکن میں چلا گیا۔ بیس برس تک بھیس بدلے پڑا پھرا کیا کوئی کام اُس نے ایسا نہیں کیا کہ جس کا بیان تاریخ میں کیا جائے۔ ۱۷۹۰ء میں انگریزی پولس کے ہاتھ لگا گورنر جنرل کے حکم سے وہ مکہ معظمہ بھیجا گیا۔ آخر عمر میں پھر وہ ہندوستان میں آیا اور احمد شاہ ابدالی کے جانشین تیمور شاہ سے اخلاص پیدا کیا۔ اور ملتان کے صوبہ دار سے یارانہ جوڑا۔ یہاں اگر موت کا وارنٹ نہ آجاتا تو ضرور کوئی نہ کوئی فساد کھڑا کرتا۔

عماد الملک کا حال

شاہ عالم کی سلطنت کا بیان

شاہزادہ عالی گہر کا نام بادشاہ ہونے پر شاہ عالم ہوا۔ ہم نے اُس کا حال وہاں تک لکھا ہے کہ وہ دہلی سے باہر نکل آیا جب وہ نجیب الدولہ پاس گیا تو عماد الملک وزیر کا سب کو خوف ایسا پیچھے لگا ہوا تھا کہ اُس نے اس شاہزادہ کو صلاح دی کہ ممالک شرقیہ میں چلا جائے۔ اسی عرصہ میں عرضیاں محمد قلی خاں صوبہ الہ آباد کے بلاوے میں آئیں۔ وہ شجاع الدولہ کا بھانجا زادہ بھائی تھا اور بڑا صاحب حوصلہ اور عالی ہمت تھا۔ اُس کا ارادہ تھا کہ ملک بنگال اور اڑیسہ اور بہار پر جہاں انگریز اور علی وردی خاں کا نواسہ سراج الدین خاں لڑ رہے تھے قابض اور متصرف ہو شاہزادہ خدا ہی یہی چاہتا تھا وہ الہ آباد کا عازم ہوا۔ اور اول لکھنؤ میں ۹ جمادی الاول ۱۱۷۱ھ میں آیا۔ شجاع الدولہ صفدر جنگ کا بیٹا یہاں صوبہ تھا۔ باپ کی ساری لیاقتیں اُس میں موجود تھیں فن سپہ گری سے خوب واقف تھا۔ انتظام ملکی سے بھی نہ آشنا نہ تھا۔ میدان جنگ میں بڑا جوانمرد تھا۔ سوائے اس کے وہ اپچ پیچ کی باتیں اور مکر و فریب کی گھاتیں جن کا آج کل چرچا سارے ملک میں پھیل رہا تھا خوب جانتا تھا ملکی جوڑ توڑ خوب لگانے آتے تھے

اُس نے سوچا کہ اس وقت ایسے شاہزادہ کا ساتھ دینا جو بھگوڑا ولی عہد ایسے بادشاہ کا جس کی سلطنت برسرِ زوال ہو مناسب اور مصلحت نہیں ہے گو اُس نے شاہزادہ کی بہت بہت خاطر کی اور نذر پیش کی۔ مگر اُس سے یہ کہا کہ آپ محمد قلی خاں پاس تشریف لے جائیے وہ میرا عزیز ہے اور میں اُس کے کاموں میں دل و جان سے شریک ہوں اور اُس نے جو ارادہ کیا ہے وہ میں پسند کرتا ہوں۔ غرض یہ دم دے کر شاہزادہ کو الہ آباد روانہ کیا۔ یہاں محمد قلی خاں نے اُس کا نہایت اعزاز کیا اُس نے اپنی طرف سے صوبہ بنگال اور بہار اور اڑیسہ کی صوبہ داری کی سند محمد قلی خاں کو لکھ دی اور اُس سے کہا کہ بادشاہی جھنڈا کھڑا کر۔ اور سراج الدولہ اور انگریز دونوں سے سمجھے۔ غرض نومبر ۱۷۵۹ء میں شاہ عالم کرمناسی پار اُترا۔ اسی زمانے میں اُس کا باپ عالم گیر قتل ہوا۔ جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے مگر ڈاک تو پہلے نہیں تھی کہ آدھ آنہ میں دوسرے روز خبر ہوتی۔ یہ ایسی بڑی خبر بھی اُس پاس ایک مہینے کے بعد بہار کے ایک گانو کوتونی میں پہنچی۔ شاہزادہ نے اُسی وقت تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ اور اپنا نام شاہ عالم رکھا۔ اور اُس نے حکم دیا کہ باپ کی تاریخ انتقال سے میری تاریخ جلوس شمار ہو چنانچہ فرمانوں میں یہی تاریخ لکھی گئی۔

وہ اپنے باپ کی طرح متحمل رحم دل صاحب وجاہت تھا مگر اُس میں عیب بھی ایسے تھے کہ وہ ان خوبیوں کو بھی لے ڈوبے تھے۔ اُس کی دلیری تھی تو وہ یہ تھی کہ مصیبت کے وقت گھبراتا نہ تھا۔ مگر اس میں وہ جوانمردی اور شجاعت نہ تھی جو اس وقت میں اُس کی حالت کے لئے پر ضرور تھی۔ تحمل اور رحم نے اُس کو اور خاک میں ملایا تھا وہ اس درجہ پر تھا کہ کسی شخص نے خواہ کیسی ہی بے وفائی اور کج ادائی کی ہو مگر جب اُس کی تقصیر معاف کر دی تو پھر اُس کو خیال بھی نہ ہوا کہ اُس نے میرے ساتھ کچھ کیا بھی تھا۔ آنکھوں کی مروت نے اُسے اندھا کر دیا تھا۔ جو امیر اُس کے پاس ہوا اُس کے خلاف مارے مروت کے کوئی کام نہ کر سکا صبر نے اُسے اور بھی ذلیل کر دیا تھا۔ جو کچھ اُس کے آگے پیش آتا تھا وہ اُس سے راضی تھا۔ اپنی مصیبتوں کو ہمت بلند کر کے اور حوصلہ کو بڑھا کر یونہیں ٹالتا تھا۔ وہ شاعر بھی تھا۔ آفتاب تخلص تھا۔ چار جلدوں میں ایک قصہ لکھا ہے جس سے ہر زمانہ کے آدمی ادنیٰ متوسط اعلیٰ کی طرز معاشرت معلوم ہوتی ہے۔ اُس کا نام شاہ عالم کا قصہ ہے۔ زبان

اُس کی فصاحت اور سلاست میں میرامن کے چار درویش سے کم نہیں ہے اُس کا یہ شعر مشہور ہے

عاقبت کی خبر خدا جانے ؛ اب تو آرام سے گزرتی ہے

اسی پر اُس کا عمل تھا۔ وہ ایسا نا عاقبت اندیش تھا کہ کل کی کچھ نہ سوچتا تھا۔

انگریزوں نے جس وقت میر جعفر کو شرقی صوبوں کا نواب بنایا تھا۔ بہار میں اُس کا نائب رام نرائن ایک ہندو تھا میر جعفر کے نائب کی کمک کے لئے مرشد آباد اور کلکتہ سے آدمی بھیجے مگر وہ نہ آئے کہ بادشاہی فوج نے اُس کو شکست دیدی وہ زخمی ہو کر پٹنہ میں چلا گیا۔ اُس پر حملہ کرنا مناسب جانا اتنے عرصہ میں نواب کی فوج کو انگریزی کنٹینجنٹ کی امداد پہنچی۔ اُس نے ۱۸ فروری ۱۷۶۰ء کو بادشاہ کو شکست دیدی۔ اب بادشاہ نے یہ بڑا ارادہ کیا کہ جس وقت مرشد آباد سپاہ سے خالی ہو تو پہاڑوں کی راہ سے لشکر اور مرشد آباد کے بیچ میں پڑ کر اُس دار السلطنت کو لے لے۔ مگر پہلے اُس سے کہ وہ مرشد آباد پہنچے۔ انگریزوں نے اُس کو پھر شکست دیدی۔ اسی زمانہ میں اُسے موسیو لالا (موسیو فرانسیسی میں نام کے ساتھ تعظیم کے واسطے لگاتے ہیں) اُس پاس سو فرانسیسی تھے۔ اُس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور اپنے دلی ارادہ کو مجھ سے فرمائیں۔ بادشاہ نے اُس سے سچی سچی بات کہدی کہ محمد قلی کی اعانت سے جو مصارف ضروریہ ہیں وہ بہم پہنچ سکتے ہیں اور کچھ سامان میرے پاس نہیں ہے کہ ممالک مشرق کی فتح کرنے کا سامان کروں اس لئے چھترپور کو جاتا ہوں۔ غرض یہ فرانسیسی افسر اُس کے سفر میں شریک ہوا لیکن ہمیشہ بادشاہ سے آگے جایا کرتا۔ صاحب سیر المتاخرین لکھتا ہے کہ ایک دن میری اُس سے سہسرام میں ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ میں پٹنہ سے شاہجہان آباد تک پھرا کہیں سلطنت کا نام نہیں سوا رغریب آزاری اور مسافروں کی غارتگری کے کچھ اور نہ دیکھا۔ ہر چند میں نے ان بڑے بڑے سردار شجاع الدولہ اور عماد الملک سے کہا کہ ملک بنگال کا انتظام کریں انگریزوں سے لڑیں مگر کسی احمق نے اس دعوے پر التفات نہ کیا۔ اور اُسکی حسن وخوبی کو کوئی نہ سمجھا۔ اس وقت اس فرانسیسی سردار کا بھی ملجا ماوا بادشاہ کے حق میں اُن ہزاروں ہندوستانی سپاہ سے بہتر تھا جس کا کوئی ہندوستانی افسر وفادار ہوتا ان فرانسیسیوں کی اعانت سے بادشاہ نے پٹنہ کو گھیر لیا۔ تو کپتان نوکس بردوان سے سپاہ لے کر چلا اُس کے دو سو گورے تھے۔ باقی ہندوستانی سپاہ تھی۔ تین سو میل کا سفر تیرہ روز میں طے کیا اور یہاں پٹنہ میں آکر بادشاہ کو شکست دیدی۔ اور جنوب کی طرف گیا میں بھگا دیا۔ اب اس وقت بادشاہی سپاہ کا سپہ سالار کامگار خاں تھا۔ کیوں کہ احمد قلی خاں الہ آباد کو چلا گیا تھا۔ اور وہاں

شجاع الدولہ نے الہ آباد کے صوبہ اور قلعہ پر تصرف کیا تھا۔ اور راجہ بنی بہادر کو وہاں متعین کر رکھا تھا
کہ جس وقت احمد قلی خاں وہاں آئے تو اُس کے ہاتھ پیر باندھکر اُس پاس بھیجدے اور جس طرح ہو سکے
گرفتار کرلے اس راجہ نے اُس کو بنارس پر روکا وہ خود اس راجہ کی معرفت شجاع الدولہ پاس گیا اور
مارا گیا اب بادشاہ جنوب کی طرف کوچ کر رہا تھا اُس کو یہ خیال تھا کہ ملک اُس کا ساتھ دے گا مگر سوائے
خادم حسین خاں کے کوئی اور اُس کی کمک پر نہ کھڑا ہوا۔ یہ کمک پاکر بادشاہ نے پٹنہ پر پھر حملہ کیا مگر کپتان
نوکس نے راجہ شتاب رائے کو اپنی طرف کرکے بادشاہ کو پھر شکست دی اب بادشاہ کو اس لڑائی
سے بڑا اضطراب ہوا اور وہ شمال کی طرف چلا انگریزی اور نواب کی سپاہ نے تعاقب کیا نواب کی سپاہ
کا سپہ سالار اُس کا بیٹا میرن تھا اُس پر جولائی کے مہینہ میں بجلی گری وہ اُس سے مرگیا نواب کی سپاہ
اپنی چھاؤنی میں پٹنہ چلی گئی پھر بادشاہی لشکر اپنی پرانی اقامت گاہ میں گیا اور آغاز ۱۷۶۱ء میں بنگالہ کی
سپاہ نے جس نے قواعد سیکھی تھی بادشاہی فوج کو شکست دی اور اس میں موشیر لاجی گرفتار ہوا۔ وہ آخر تک
لڑتا رہا اور اپنے تئیں دشمنوں کے حوالہ نہیں کیا جب تک اُس سے یہ وعدہ نہیں کیا گیا کہ تلوار اُس سے نہیں
لی جائے گی دوسرے روز انگریزی افسر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اب بادشاہ تنگ آگیا تھا وہ
برس سے برابر لڑائی جھگڑوں میں مصروف تھا جن سے کچھ فائدہ نہ حاصل ہوا۔ اب اُس کو سب طرف سے
مایوسی تھی مگر اُس کو وہ سارا حال معلوم تھا جو شاہ ابدالی نے بعد فتح پانی پت کے اُس کے تجویز کیا تھا
انگریزوں نے ان دنوں میں میر جعفر کی جگہ میر قاسم کو بنگال میں نواب بنایا تھا۔ اور اُس کی منظوری
بادشاہ سے منگائی۔ اور چوبیس لاکھ روپیہ سالانہ خراج کا بادشاہ کے واسطے مقرر کرادیا تھا۔ اب بادشاہ کا
یہ ارادہ تھا کہ انگریزوں کی استعانت سے دلی میں جاکر تخت سلطنت پر بیٹھے مگر بیچ میں ایک جھگڑا کھڑا
ہوگیا جس کے سبب سے اس کام میں بہت دیر لگ گئی اس جھگڑے کو آگے بیان کرتے ہیں۔

شجاع الدولہ دہلی سے اودھ میں آیا اور یہاں سے چل کر سرائے سید راجی میں شاہ عالم سے ملا۔ اور
اُس کے ساتھ الہ آباد میں آیا اب مرہٹوں کا تسلط بالکل دوآبہ سے اُٹھ گیا سب جگہ بادشاہی پہرہ چوکی
بیٹھ گئے کالپی میں کچھ مرہٹے تھے سو وزیر نے بادشاہ کو ساتھ لے جاکر جب ۱۷۷۵ء میں اُن کو بھی نکال دیا

شجاع الدولہ وزیر کا دلی سے آنا اور بادشاہ سے ملنا

اور بندیلکھنڈ کا بھی انتظام کر لیا بادشاہ نے اُس کو خلعت وزارت بھی مرحمت کیا جھانسی کے قریب
کر کے وہ پھر الہ آباد میں آگیا اب میر محمد قاسم خاں عالی جاہ انگریزوں سے شکست پاکر بادشاہ پاس آیا
شجاع الدولہ سے استعانت کا خواستگار رہا۔ شجاع الدولہ بادشاہ کو ساتھ لے کر بنارس کی طرف انگریزوں
سے لڑنے کے لئے چلا بکسر میں ۲۳ اکتوبر ۱۷۶۴ء کو دونوں نوابوں کو انگریزی سپاہ نے شکست دی
کا حال میں نے سلطنت انگلشیہ ہند میں لکھا ہے۔ دو برس تک بادشاہ کو شجاع الدولہ ساتھ لیے پھرا
بنارس لے گیا کبھی الہ آباد کبھی لکھنؤ ظاہر میں بادشاہ بادشاہ معلوم ہوتا تھا مگر درحقیقت وہ قیدی
کے ساتھ تھا اس سبب سے انگریزوں کا بڑا نقصان ہوا بادشاہ اُن کے ہاتھ سے جاتا رہا اگرچہ حالات
ایسے نہ ہوتے تو بادشاہ انگریزوں کی استعانت اور رعایت سے دلی میں اپنے ملک کا مالک ہو گیا ہوتا۔

بادشاہ بکسر کی لڑائی میں کچھ نہیں بولا بعد لڑائی کے دوسرے دن شام کو وہ انگریزی لشکر میں
آیا اور انگریزوں سے یہ عہد و پیمان اُس نے کیا کہ شروع سال ۱۱۷۱ھ سے بنگال۔ بہار اڑیسہ تینوں صوبوں
کی دیوانی بلا شرکت غیرے بطور التمغا کے سرکار کمپنی کو دی گئی اور خراج دیوانی جو اب تک لیا جاتا
تھا معاف کیا گیا اور چھبیس لاکھ روپیہ جو پہلے نواب دیتا تھا اُس کا ادا کرنا سرکار کمپنی کے ذمہ کیا
گیا اور سرکار بنارس اور غازی پور بطور جاگیر کے سرکار کمپنی کو دی گئی صوبہ الہ آباد شاہ کے پاس رہا
انگریزوں نے بادشاہ کی سالانہ کچھ نقدی بھی مقرر کر دی۔ اور نواب بنگال صوبہ دار رہا سرکار کمپنی اُس
شریک نظامت اور مال کے کاموں میں رہی نواب کی نظامت کا خرچ اُٹھانا اور بادشاہ کا نذرانہ ادا کرنا
سرکار کمپنی کا کام تھا۔ شجاع الدولہ اوّل فیض آباد میں اپنے ملک میں بھاگ گیا۔ اور جب اُس نے
الہ آباد بھی انگریزوں کے ہاتھ پڑ گیا تو وہ لکھنؤ بھاگا اور روہیلکھنڈ کے افغانوں سے مدد مانگی۔ اُنھوں نے
اس نواب کے خاندان کو بڑی عزت سے بریلی میں رکھا۔ اور تین ہزار آدمیوں سے امداد بھی کی اور ملک
ہلکر سے مدد لے کر انگریزوں سے لڑنا شروع کیا مگر کانپور کے قریب اُس کو شکست ہوئی۔ اس لئے
وہ اپنے ملک کو چلا گیا اور بادشاہ الہ آباد میں انگریزوں کا ایک پنشن دار ہو گیا۔

اب خاندان تیموریہ کے بادشاہ پاس ملک میں صرف صوبہ الہ آباد تھا اور آمدنی میں وہ

شاہ عالم اور انگریزوں کی صلح

شجاع الدولہ کی وفات ۱۷۷۵ء

ہ انگریز اُس کو دیتے تھے دربار کی یہ کیفیت تھی کہ پُرانے پُرانے سردار اس اُمید میں حاضر ہوتے تھے کہ
شاید بادشاہ کے بھلے دن آئیں بادشاہ بھی اُن کی خاطر بہت کرتا تھا انگریزی جرنیل کرنیل بھی موجود
ہتے تھے اور ملکی معاملات میں صلاح اور مشورہ دیتے تھے اس وقت میں مرزا نجف خاں بادشاہ کا بڑا
فیق تھا اور وہی دربار میں آفتاب تھا شجاع الدولہ کی لڑائی میں اُس نے سرکار انگریزی کے ساتھ
فاقت کی تھی اس لئے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر انگریزوں نے کوڑہ جہاں آباد میں اُس کو
ے دیتی تھی۔ اُس نے فوجداری کا خوب انتظام کیا تھا میر الدولہ کو خان سامانی کی خدمت تھی وہ
سارے گھر کا مدار المہام تھا۔ اور سب رفیقوں کا سرگروہ اور سارے نوکروں چاکروں کی موقوفی
حالی کا اُسے اختیار تھا۔ اور انگریزوں سے جو معاملات ملکی میں سوال و جواب ہوتے تھے وہ اسی کی
معرفت ہوتے تھے ان کے سوائے باقی سفلے ملازم تھے جیسے کہ حسام الدین خاں اور راجہ رام ناتھ اور
یادر خاں محلی وہ بادشاہ کی طبیعت سے بہت مناسبت رکھتے تھے۔ ان سب میں سرآوردہ حسام الدین
خاں تھا وہ بادشاہ سے اس سبب سے بہت تقریب رکھتا تھا کہ زدکہ ہائے نوخاستہ کو رقص و سرود سکھا کر
بادشاہ کا دل خوش کیا کرتا تھا اور اس کام سے بہت سا نفع اور فائدہ اُٹھاتا تھا وہی معتمد السلطنت تھا
شجاع الدولہ کا بیٹا مرزا سعادت علی جو اپنے باپ کا آخر کو قائم مقام ہوا نائب وزیر تھا۔

ہم لکھ آئے ہیں کہ ۱۷۶۰ء میں نجیب الدولہ کو امیر الامرا اور جوان بخت کو نائب بادشاہ دہلی میں
شاہ ابدالی نے مقرر کیا تھا نجیب الدولہ سے کوئی شخص بہتر اس کام کے واسطے مقرر ہو سکتا تھا شاہزادہ نوجوان
ہشیار نیک بخت ایسا ہی تھا جیسے کہ اُس کے خاندان میں نوجوانی میں ہوا کرتے ہیں نجیب الدولہ ایسا عاقل
ہشیار دانشمند تھا کہ کمتر ہوتے ہیں۔ امانت داری اور ایمان داری تو اُس وقت میں اُس پر ختم تھی وہ اپنے
پرانے آقاؤں نواب دوندے خاں رہیلہ اور نواب وزیر شجاع الدولہ کی فرماں برداری کئی جاتا تھا
سرداروں ملکیہ سے بھی اُس کا ساز باز چلا جاتا تھا۔ یاد ہوگا یہ مرہٹہ پانی پت کی لڑائی سے اپنے ہم وطنوں
کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا غرض یہ جوانمرد اس ٹوٹی پھوٹی سلطنت کو نبھا رہا تھا۔ دوآبہ سے اُس نے
مرہٹوں کے عاملوں کو نکال دیا تھا آگرہ کے قلعہ میں جاٹوں کا تصرف تھا پانی پت میں جو ہر بیت

نجیب الدولہ کے حالات

جاٹوں کے ساتھ نجیب الدولہ کی لڑائی

مرہٹوں کو ہو چکی تھی اُس کے سبب سے آٹھ برس تک اُن کا منہ نہ ہوا کہ جو ہندوستان کی طرف
مگر ملہر راؤ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اب نجیب الدولہ کی عملداری اور انتظام دلی کے ارد گرد پر تھا
پرجاٹوں کا عمل دخل تھا اور اس وقت اُن سے کچھ لڑائی نہ تھی۔

جاٹوں کا اگر مفصل حال لکھا جاوے تو ایک کتاب بن جاوے۔ اس لیے ہم اُن کا حال جہاں
عملداری کا ذکر کریں گے وہاں لکھیں گے مگر بالفعل تو راجہ سورج مل کا ذکر کرتے ہیں یہ راجہ بڑا ہوشیار
تھا سپہداری کا سلیقہ صف آرائی میں مہارت ملک ستانی میں کاردان پرلے درجہ کا تھا۔ وہ
ساتھ پانی پت کی لڑائی میں ہوا تھا۔ اگر بھاؤ غرور میں آن کر اس شودر راجہ کو چھوٹا راجہ نہ گنتا
اُس کی امداد لیتا تو یقینی پانی پت کی لڑائی کی کچھ اور ہی صورت ہو جاتی اور ساری ہندوستان کی
کچھ سے کچھ ہو جاتی جب وہ مرہٹوں سے جُدا ہوا تو اُس نے آگرہ سے جس میں ایک مرہٹہ سردار
اور میوات میں اُس نے قبضہ کیا چار قلعے نہایت مستحکم بنائے غازی الدین خاں عماد الملک اُس
پناہ لے کر آیا تھا مگر اُس کو تو نکال دیا اب اُس پاس ایک اور بدمعاش فرانسیسی شمرو آگیا تھا شمرو
شمر تھا اور اُسی نے شجاع الدولہ کو لڑایا تھا اُس کی نوکری چھوڑ کر سورج مل پاس ایک پلٹن سپاہ
اور ایک توپ خانہ اور تین سو یورپ کے پُختے بدمعاش لے کر آیا جب اس راجہ کو یہ امداد مل گئی تو اُس
دلی کی سلطنت سے ایسی درخواستیں کرنی شروع کیں جس سے سلطنت کا نام بھی نہ رہے۔ اُس وقت نجیب
نے اس عقلمندی اور دانشمندی سے کام کیا کہ کچھ دنوں سلطنت کو تھام لیا۔ اور جاٹوں کو برباد
پہنچایا اور سب مسلمانوں کو خواب غفلت سے جھنجھوڑ کر اُٹھایا اس لڑائی میں بلوچوں نے بڑی
نجیب الدولہ کی کی اور اُنھیں کی بدولت جاٹوں پر فتح نصیب ہوئی۔

مدت سے بلوچ فرخ نگر میں رہتے تھے اُن میں سے کامگار خاں عہد محمد شاہ میں ایسا بخت بیدار اور صاحب
ہوا کہ وہ اکثر اوقات فوجداری کا کام کرتا۔ اور کبھی کبھی پانی پت اور حصار کی حکومت بھی اُس کے سپرد ہو
پھر اُس کے ملازموں میں سے بہادر خاں نے عروج پایا۔ اور وہ سہارنپور میں فوجدار ہوا۔ اُس نے عماد
اور نجیب الدولہ سے موافقت بہم پہنچا کر ایک قلعہ بارہ کوس پر دہلی سے بنایا اور اُس کا نام بہادر گڑھ

نجیب کا نگار خاں مرگیا تو اُس کی اولاد میں بھگڑا ہوا۔ تو سورج مل نے باوچوں کو مار دھاڑ دواڑی اور فرخ نگر پر قبضہ
کر لیا۔ اور نجیب الدولہ سے یہ درخواست کی کہ بہادر گڈھ بھی اُس کے حوالہ کیا جائے۔ بہادر خاں نے نجیب الدولہ سے
استعانت چاہی اور بڑی غیرت دلائی مگر نجیب الدولہ کچھ نہ بولا جب سورج مل نے یہ دیکھا کہ میری خوف سے اُس نے
باوچوں کا ساتھ نہ دیا تو اُس نے فوجداری کی درخواست کی نجیب الدولہ نے یعقوب علی خاں کو شاہ ابدالی کے
وزیر کا بھائی تھا اور شاہجہاں آباد کی بھی قلعہ داری کر چکا تھا بھیج دیا۔ سورج مل پاس بھیجا ملتانی چھینٹ کے تھان بھی بطور تحفہ
کے اُس کے پاس بھیجے اس سفیر نے صلح کی باتیں کرنی شروع کیں۔ اور چھینٹ کے تھان بھی پیش کئے۔ وہ سورج مل کو بھی پسند
آئے درزی کو بلا کر اُس سے کہا کہ ہمارے لئے ایک جوڑا ابھی اس کا تیار کر لاؤ اس جوڑے میں ایسا لگا کہ وکیل سے کچھ بات
چیت نہیں کی جب وکیل نے اُس کو کام میں مصروف دیکھا تو وہ رخصت ہوا اور اُس سے کہا کہ ٹھاکر صاحب جلدی اور
عجلت سے کام کرنا نہیں چاہیئے۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ کل پھر آؤں گا اُس پر سورج مل نے کہا کہ اگر آپ کل صلح کے
لئے آئیں تو کبھی نہیں آئینگا۔ غرض یعقوب علی خاں نے آن کر نجیب الدولہ سے یہ کہا کہ اُسے بھی غیرت آئی اُس نے کہا
اب اس کافر پر انشاء اللہ جہاد کروں گا۔ اُس نے چاروں طرف سے مسلمانوں کو جمع کیا کہ اتنے میں سورج مل سپاہ لے کر شاہدرہ
کے قریب ہینڈن پر آیا ہمیشہ اُس کا لڑائیوں میں یہ رویہ رہا کہ وہ فوج کا انتظام کرتا اور خود جو کھوں کے
حملوں سے جدا رہتا۔ قاعدہ کے موافق اُس کو دلی کا محاصرہ کرنا چاہیئے تھا۔ مگر وہ تھوڑے آدمیوں
کے ساتھ وہاں آیا جہاں بادشاہ کی پرانی شکارگاہ تھی۔ اپنے گنوار پنے سے اُس کو بڑی شان سمجھا
کہ بادشاہوں کے شکارگاہ میں شکار کھیلنے آیا۔ سید محمد خاں پچاس سواروں کا رسالہ لئے جاتا تھا کسی
نے بتلا دیا کہ خاں صاحب آپ کدھر جاتے ہیں دیکھئے سورج مل اکیلا کھڑا ہے۔ خاں صاحب اُس پر پل پڑے
شکارگاہ میں شکار مار کر نجیب الدولہ پاس لے آئے۔ نجیب الدولہ کو دور و نزدیک یقین نہ آیا کہ سورج مل مارا گیا
یعقوب علی خاں نے اُس کا وہ ہاتھ پہچانا کہ جس میں ناسور تھا اور اُس کی آستین کو دیکھا کہ وہ اُسی
کی تھی جو اُس نے تحفۃً بھجوائی تھی تو اُس کو یقین ہوا۔ اُس کا بیٹا جواہر سنگھ سکندر آباد سے سپاہ لے
کر آیا تھا کہ مغلوں نے اُس پر حملہ کیا جن کے ساتھ ایک نیزہ پر سورج مل کا سر بھی تھا۔ اس نیزہ کو جواہر سنگھ
نے دیکھکر ایسی گھبرائی کہ شکست کھا کر اپنے ملک کو بھاگی جواہر مل اپنے باپ کی گدی پر بیٹھا اور اُس نے

یہ بڑی غلطی کی کہ وکیلوں کو بھیجکر ملہر راؤ کو اپنی امداد کے واسطے بلایا۔ اول میں تو وہ کامیاب ہوا شجاع
کا محاصرہ کرلیا۔ اور دو تین مہینہ تک نجیب الدولہ کو ستایا کیا۔ مگر ملہر راؤ ہلکر ہمیشہ مسلمانوں کا رفیق دل
جاٹوں کو چھوڑکر بھاگ گیا۔ اس سبب سے صلح ہوگئی اور خضر آباد میں نجیب الدولہ کی جواہر سنگھ سے ملاقات
پھر جواہر سنگھ اپنے ملک کو چلا گیا۔ اب اس نوجوان کے ہمراہ وہ شمہ و فرانیس پھر ہوا۔ یہ بھی عجب مرد آدمی
وہ میر قاسم عالی جاہ کا نوکر ہوا۔ اُس کو نمک حرامی سے پکڑوا کر شجاع الدولہ کے حوالہ کیا اور پھر شجاع
کا نوکر ہوا۔ اُس کو خراب کیا۔ پھر جواہر مل کا نوکر ہوا اور اُس کو چڑھا کر راجہ مادھو سنگھ جے پور والے سے
کے لئے لے گیا۔ اجمیر کے قریب پوکھر کے تالاب پر جیپوتوں سے شکست پائی تو پھر وہ راجہ جے پور کا نوکر ہوگیا
جواہر سنگھ پھر کالور میں آیا۔ پھر یہاں سے بھرت پور میں گیا۔ وہاں سے آگرہ میں پہنچا۔ اور تھوڑے دنوں میں
بعض کہتے ہیں کہ جے پور کے راجہ نے قتل کرادیا۔ اس کے بعد جاٹوں کی ریاست میں بہت سے جھگڑے برپا ہوئے
اور سوج مل کے دو بیٹے اور ماری گئے۔ باقی تیسرا بیٹا رنجیت سنگھ راجہ ہوا۔ اُس کے عہد میں جاٹوں کی ریاست
کا بڑا عروج ہوا۔ جس ملک پر وہ فرماں روائی کرتے تھے اُس کے شمال مغرب میں الور اور جنوب مغرب
آگرہ تھا۔ اُس کی آمدنی دو کروڑ روپیہ کی تھی۔ ساٹھ ہزار فوج اُن پاس تھی۔

اس وقت دکن میں مرہٹے اپنی جھگڑوں میں آپ پھنسے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے ہندوستان پر بالکل توجہ نہیں
نہیں کی اور ۱۷۶۶ء میں جو الہ آباد میں اُن کے بادشاہ سے معاملے ہوئے اُن کا بھی کچھ لحاظ نہیں کیا۔ مگر اُس ملک
دبگا مچایا جہاں وہ یہ جانتے تھے کہ بادشاہ انگریزوں کی اعانت سے قابض ہوگا۔ نجیب الدولہ نے گو اپنی پاک طینتی
اور حسن نیتی سے شاہجہاں آباد کا انتظام کیا۔ اور سب کو خوش راضی کیا۔ مگر وہ دہلی کی سلطنت کو مستحکم نہ کرسکا اور
وہ ملک دوبارہ لے سکا جس سے بادشاہ چین آرام سے اپنے باپ دادا کے قلعہ میں بسر کرتا۔ ابھی مشرق میں
جاٹوں سے اُس نے اپنی دلیری اور جوانمردی سے پیچھا چھڑایا ہی تھا کہ مغرب سے سکھوں نے دہلی پر آفت لانیکا ارادہ
کیا۔ مگر اس وقت شاہ ابدالی نے پھر اُس کی امداد کی۔ سکھوں نے اس بادشاہ کے نائب کو نکال دیا تھا اور سارے
ملک میں غدر مچا رکھا تھا۔ اپریل ۱۷۶۷ء میں وہ لاہور میں آیا۔ سکھ بھاگ کر پہاڑوں میں چلے گئے۔ آلاجات نے
میں دو لاکھ کے قریب سپاہ جمع کی شاہ ابدالی نے نویں کوس دو روز میں طے کرکے اُس پر حملہ کیا۔ اور شکست دی

شاہ ابدالی کا اور سکھوں کا شکست دینا

بیس ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ اور پانی پت کے نواح میں پچاس ہزار سپاہ لے کر آیا۔ لیکن نورالدین خاں کو لاہور میں اپنا نائب مقرر کر کے چلا گیا۔ پھر کبھی ہندوستان میں نہیں آیا۔ شجاع الدولہ کو ایک لعنت ملامت کا خط لکھکر بھیجدیا کہ ہم نے تجھسے کیا کہا تھا اور تو نے بادشاہ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ مگر بے وفا اُس کی روانگی کے بعد کب اُس کی بات کو مانتا تھا۔

مرہٹوں کا حملہ دوآبہ اور روہیلکھنڈ پر

اب مرہٹوں نے ۱۷۶۸ء میں تمام اپنے آپس کے جھگڑوں سے فرصت پائی۔ اور چنبل پار اُتری اور اس سنہ کے آخر میں وہ جے پور پر گرے۔ اور یہاں سے ۱۷۶۹ء میں بھرتپور میں پہنچے وہاں سے محصول لیا اور دہلی پر حملہ کا ارادہ کیا۔ اُن کے سردار دو تھے۔ ایک مادھوجی سیندھیا پٹیل وہ رانوجی سیندھیا کا بیٹا تھا۔ وہ رُہیلوں اور پٹھانوں کا جانی دشمن تھا۔ دوسرا ٹوکاجی ہلکر تھا وہ ملہرراؤ ہلکر کا سردار فوج کا تھا۔ وہ اپنے آقا کی طرح پٹھانوں کو دوست رکھتا تھا۔ غرض ان دو سرداروں میں ہمیشہ کی اختلاف رائے چلا آتا تھا۔ اسی سبب سے مرہٹوں کے معاملات سرسبز نہ ہوئے اور اس اختلاف سے اُن کے اوپر بُری بُری نوبتیں آئیں۔ اب دہلی میں نجیب الدولہ کے ساتھ اتفاق کر کے حملہ کرنے والوں سے مصالحہ کر لی۔ اس میں جاٹوں کو تو نقصان ہوا۔ مگر رُہیلوں نے جو نجیب الدولہ کے کہنے سے صلح کی اُس کے سبب سے وسط دوآبہ کے اضلاع مرہٹوں کے حوالہ کرنے پڑے جو بادشاہی اضلاع دہلی اور الہ آباد کے درمیان تھے۔ تھوڑے دنوں کے بعد یہ وزیر نیک تدبیر ساٹھ برس کی عمر میں مرگیا۔ کچھ ضرور نہیں کہ ہم اس شریف نجیب وزیر کی خوبیوں کا زبان قلم سے اشتہار دیں خود اُس کا کام اُس کا اشتہار کر رہا ہے کہ پچاس سواروں کی سرداری سے اُس نے میدان جنگ میں دلاورانہ کام کر کے اپنے تئیں اس رُتبہ پر پہنچایا۔ اور خوش اخلاقی اور نیک نیتی سے اپنے ان پڑھ ہونے اور عالی خاندان نہ ہونے کے عیبوں کو مٹایا سلطنت کی کل جو بالکل بند پڑی تھی اُس کو اپنی جوانمردی کے ہاتھوں سے چلایا۔ ضابطہ خاں اُس کا بیٹا جانشین ہوا۔ اگر اس بیٹے میں بھی باپ کی سی لیاقتیں ہوتیں اور شاہ عالم بھی عالی حوصلہ اور صاحب ہمت ہوتا تو سلطنت تیمور کے سوکھے کھیت کو یوں ہرا کر لیتا۔ کہ پھر رُہیلوں کو اپنا رفیق بناتا۔ سیندھیا اور ہلکر کو آپس میں لڑاتا بھڑاتا انگریزوں کے ساتھ دوستی رکھتا۔

جب مرہٹے دوآبہ کے اِدھر کے حصوں میں پھیلے اور تمام روہیلکھنڈ میں فرخ آباد کے سوا پھیل گئے۔ تو

ضابطہ خاں نے کوئی لڑنے کا سامان نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ۱۷۷۱ء میں مرہٹے دارالسلطنت پر بھی قابض ہو گئے قلعہ میں اُنھوں نے جوان بخت کو بدستور قائم رکھا اور خود اُس کی طرف سے انتظام کرنا شروع کیا۔ ضابطہ خاں نے مرہٹوں کا مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنی ریاست سہارنپور اور نجیب گڈھ کو چلا گیا۔

شاہ عالم اپنی پست فطرتی اور کم عقلی سے ہمیشہ محکوم اپنے کسی ملازم کا ہو جاتا۔ آجکل وہ ولیم اور انگریزوں کے کہنے میں چلتا تھا۔ اب یہاں الہ آباد میں رہتے رہتے ایسا تنگ ہو گیا تھا کہ اُس نے شاہجہاں آباد کا ارادہ کیا مگر اس کا وہ محتاج تھا۔ کہ کوئی اُس کو وہاں تک پہنچا دے اس کام کے واسطے مرہٹے مقرر ہوئے۔ اور سیف الدین خاں سفیر بن کے مرہٹوں کے سرداروں پاس دکن میں گئے۔ اور ۱۷۷۱ء میں بادشاہ نے کلکتہ میں انگریزی حاکموں سے اس امر میں مشورہ پوچھا اُنھوں نے نہایت اپنی مرضی کے خلاف یہ ارادہ بتایا شجاع الدولہ نے اپنے اغراض نفسانی کے سبب در پردہ بادشاہ کے اس ارادہ کی تائید کی۔ سنہ ۱۷۷۱ء میں الہ آباد سے بادشاہ دلی کو چلا۔ اُس کے اس وقت فوج تھوڑی تھی۔ مگر آراستہ تھی ایک پلٹن انگریزی وردی پہنے ہوئے تھی میڈوک فرانسیسی اُس کا افسر تھا اگرچہ اَن پڑھ تھا مگر سپاہی اچھا تھا۔ سپہ سالار مرزا نجف خاں تھا۔ اور میجر جرنیل سر روبرٹ کلیو صاحب کچھ فوج لے کر کڑہ تک بادشاہ کے ساتھ گیا۔ یہاں ان جرنیل صاحب نے بادشاہ سے عرض کیا کہ آپ دلی نہ جائیے۔ مگر بادشاہ نے نہ مانا۔ جن اضلاع میں بادشاہ ہو کر چلا گیا پھر اُس کی حکومت کا کوئی نشان اُن میں نمودار نہ ہوا۔ اب اس بادشاہ کی سلطنت میں دو مخالف گروہ تھے۔ ایک مسلمان جو چاہتے تھے کہ شاہ ابدالی جس قدر ملک ہمارے لئے چھوڑ گیا ہے اُس کو اپنے قبضہ میں رکھیں۔ دوسرے مرہٹے تھے جو یہ چاہتے تھے کہ پانی پت کی لڑائی میں جو نقصان ہمارا ہوا ہے اُسے پورا کریں۔ اُس کے سوا شجاع الدولہ تھا جو اس تاک میں رہتا تھا کہ جو گروہ ضعیف ہو اُسی سے کچھ لے مرے انگریز بھی اپنی دانشمندی سے ساتھ اسی مضمون کے درپے تھے۔ اب بادشاہ فتح گڈھ میں پہنچا۔ یہاں احمد خاں بنگش ان ہی دنوں میں اُس کے بیٹے مظفر الدولہ نے پانچ لاکھ روپیہ نذرانہ کا پیش کیا۔ بادشاہ نے یہاں برسات کے سبب مقام کیا۔ اس وقت تین ہزار مرہٹوں کی سپاہ دلی میں تھی۔ مادھوجی سیندھیا پہلے فرخ آباد میں

بادشاہ پاس آیا اور اپنے عہد و پیمان بادشاہ سے ٹھہرا گیا۔ اور ۲۰ دسمبر ۱۷۷۱ء کو بادشاہ قلعہ میں داخل ہوا عبدالاحد خاں کشمیری بادشاہ کا مقرب ہوا مجدالدولہ کا اُس کو خطاب ملا وہ مدارالمہام بادشاہ کے گھر کا ہوا یہ ایک آدمی بڑا مکّار اور فریبیا تھا اُس کے کاموں سے آگے حال معلوم ہوگا۔ مرزا نجف خاں نے سپاہیوں اور بہادروں کو تلاش کر کے اپنے تئیں لایق سپہ سالار بنایا۔ اب یہاں بادشاہ کو اُس کے دوستوں یعنی مرہٹوں نے چین نہیں لینے دیا۔

مرزا نجف خاں کا ضابطہ خاں پر

ابھی ہم نے لکھا ہے کہ ضابطہ خاں کو ایک برس گذر گیا تھا کہ وہ اپنے علاقہ باونی محال یعنی اضلاع سہارنپور اور مظفرنگر کو چلا گیا تھا اُس کے پاس تین بڑے مضبوط قلعے تھے دو تھرگڈھ و سکرتال دریا گنگ کے بائیں دائیں طرف تھے یہ اُس کے باپ کے بنائے ہوئے تھے تیسرا قلعہ غوث گڈھ مظفرنگر کے قریب اُس نے خود بنایا تھا جس کی عالیشان مسجد آج تک اُس کا نشان بتاتی ہے۔ اوّل ان قلعوں پر بادشاہی لشکر نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا اُس نے اوّل سکرتال کا محاصرہ کیا اور مدت تک لڑائی ہوتی رہی۔ اور ضابطہ خاں جب محاصرے سے تنگ ہوا تو اُس نے بھائی بندوں کو لکھا کہ جہاں جہاں گنگا پایاب ہوگئی ہے اُن مقامات کی حفاظت کرو اگر دشمن گنگا پار اُتر آئیں گے تو نہ مجھے چھوڑیں گے نہ تمہیں۔ اس لکھنے پر ان افغانوں نے معابر کا انتظام کیا اس انتظام سے مرہٹوں اور نجف خاں کو بھی معلوم ہوا کہ گنگا پایاب ہے اس لئے وہ چند معابر کے سامنے سے گذرا جسے محافظین نے یہ جانا کہ وہ اوپر کو چلا گیا مگر دفعتاً ایک معبر سے اُتر کر حملہ آور ہوا۔ ضابطہ خاں نے مقابلہ اُس کا اچھی طرح کیا مگر شکست کھا کر شجاع الدولہ پاس بھاگ گیا گھر بار اہل و عیال اور خزانہ اُس کا دشمنوں کے ہاتھ لگا ان اہل و عیال میں غلام قادر خاں اُس کا بڑا بیٹا بھی تھا وہ ایسا خوبصورت تھا کہ جب بادشاہ پاس بھیجا گیا تو اُس نے محل سرا کی بیگم بنایا شاید اسی کا عوض آخر اُس نے لیا۔

مرزا نجف خاں کا حال

اگرچہ یہ لڑائی مرہٹوں کی ضابطہ خاں کے ساتھ تھی مگر اس میں مرزا نجف خاں نے بڑا نام پایا۔ واقعی وہ نامور کے لایق ہی تھا اصل میں وہ ایران کا شاہزادہ تھا۔ وہ اپنی بہن کے ساتھ ہندوستان میں آیا تھا اور اُس کی بہن آصف الدولہ کے بھائی اعزالدولہ کو بیاہی گئی تھی اُس نے لیاقت اور شجاعت سے اپنا عالی خاندان ہونا اور ہندوستان کے امیروں سے برتر ہونا دکھا دیا۔ اوّل اپنے بہنوئی کے بیٹے محمد قلی خاں پاس

الہ آباد میں رہتا تھا جب شجاع الدولہ نے دغا سے اپنے بھتیجے کو مار ڈالا تو وہ پھر شاہ عالم کی رفاقت میں رہنے لگا۔ اُس کے ساتھ جو رفاقت اور لیاقت کے کام کئے اُنھیں آگے پڑھ لینا۔

بادشاہ نے ۱۷۷۲ء میں برسات تو دہلی میں بسر کی۔ مرہٹے آگرہ کے اِرد گرد پڑے رہے۔ رُہیلوں نے شجاع الدولہ کے ساتھ اتفاق کر کے اہل اسلام کو متفق کرنا چاہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں صلحنامہ لکھا گیا اور اس میں سرآرا پارکر صاحب جرنیل شریک تھا اور اسی کی صلاح اور مشورہ سے یہ صلح ہوئی کہ حافظ رحمت خاں شجاع الدولہ کے ساتھ اُن سب معاملوں میں اطاعت کرے جو ضابطہ خاں کی معاونت کے مہیم ہوں اور چالیس لاکھ روپیہ چار قسطوں میں اس کام کے واسطے ادا کرے کہ مرہٹے روہیلکھنڈ سے خارج کر دئے جائیں غرض یہ صلح جو مرہٹوں کے حق میں زہر ہوئی ۱۷۷۲ء کو لکھی گئی پھر ان افغانوں میں آپس میں ایسی تلوار چلی کہ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا تھا۔ بیٹا باپ کے لئے تلوار سونتے پھرتا تھا۔ باپ بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے ڈھونڈتا تھا شجاع الدولہ کی تحریک سے ضابطہ خاں نے مرہٹوں سے سازش کی۔ مرہٹوں نے اُس سے وعدہ کیا کہ بادشاہ سے تیرے قصور معاف کرا دیئے جائیں گے۔ اور باپ کا عہدہ امیر الامرائی دلا دیں گے۔

رُہیلوں اور شجاع الدولہ کی صلح

مرہٹوں نے رنجیت سنگھ کو اُکسایا کہ وہ اپنے کسی بھائی سے ریاست بلب گڈھ کی چھین لے جب اس کے ارادہ کی خبر رئیس بلب گڈھ کو ہوئی تو اُس نے بادشاہ سے استعانت چاہی ۱۷۷۲ء کے آخر میں مرزا نجف خاں نے جس کا اب خطاب ذوالفقار الدولہ ہو گیا تھا ایک لشکر اُس کی استعانت کے واسطے ایک سردار کے ماتحت بھیجا۔ مرہٹوں نے اپنا لشکر بھرت پور کے جاٹوں کی کمک کے لئے بھیجا۔ اُس نے بھرت پور کے لشکر کے ساتھ مل کر بادشاہی لشکر کو دلی کی طرف پس پا کیا۔ بیندھیا نے اس لڑائی کو اس لئے نہیں پسند کیا کہ اُس میں ضابطہ خاں کا پیش بیچ میں تھا۔ اُس کو رُہیلوں سے نفرت تھی۔ اس لئے وہ توجہ پور لوٹنے پر ہوا ٹوکاجی ہلکر اور مرہٹے آگے دلی کی طرف بڑھے۔ بدر پور پر مرزا نجف خاں نے اُس کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ سپاہ اچھی تھی اور اُن کے ساتھ مسٹر مہیڈوک تھا۔ مگر تعداد اُس کی قلیل تھی۔ دشمنوں کے کثیر لشکر کے سامنے نہ ٹھہر سکی اور پست پا ہو کر ہمایوں کے مقبرہ کے پاس آئے چار روز یہاں بھی لڑائی کا ہنگامہ برپا رہا اور مرزا کا بھانجہ مرزا حسن لڑائی میں مارا گیا مرزا بھی پسپا ہو کر دریا گنج کی راہ سے

دلی کے قریب لڑائی اور ضابطہ خاں کا امیر الامرا ہونا

داخل ہوا۔ دشمن بھی اُس کے پیچھے آئے قلعہ کی حفاظت مرزا نے اچھی طرح کی مگر حسام الدولہ مرہٹوں کے لشکر میں پیغام صلح لے کر چلا گیا۔ اس وقت بادشاہ کی ضعیفی اور نالائقی سے مرزا کی ساری بہادری خاک میں مل گئی۔ مرہٹوں کو اس وقت دکن جانے کی ضرورت تھی اس لئے بادشاہ سے فقط یہ شرائط ٹھہرائیں کہ ضابطہ خاں امیر الامرا ہو۔ اور وہ اضلاع دوآب جو بادشاہ پاس انگریزوں کی حمایت کے سبب سے تھی وہ اُن کو دیئے جائیں۔ یہ شرائط منظور ہوگئیں۔ اب مرہٹوں نے سکرتال کی لڑائی کی تنخواہ کا دعویٰ مرزا سے شروع کیا۔ اور اُس کے دربار میں نہ آنے کا حکم بادشاہ سے دلا دیا۔ یہ ذکر دسمبر ۱۷۷۲ء یعنی بادشاہ کے آنے سے گیارہ مہینے بعد کا ہے۔ اب آگے ۱۷۷۳ء کی وارداتیں سنو۔

مرہٹوں اور نجف خاں کا ملاپ

اس وقت مرزا نجف خاں کے ساتھ تھوڑے سے آدمی مرنے لڑنے والے جوانمرد تھے۔ سہارنپور سے اُس نے اپنے متبنیٰ افراسیاب خاں کو بھی بلا لیا۔ اور ملہرا دروازہ کی طرف اسمٰعیل خاں کابلی کی مستحکم حویلی میں ہو بیٹھا مرہٹوں سے کسی طرح نہ دبا۔ برابر جواب دیتا رہا۔ اور اُن سے کہدیا کہ میں تمہاری تنخواہ نہیں دیسکتا۔ ایک دن نجف خاں ہتیار لگا اور سبز کپڑے پہن اور اپنے لشکر کو لے کر مرہٹوں سے لڑنے کو نکلا۔ اور جب وہ اُن کے لشکر کے قریب پہنچا تو کوچی نے مرزا کا استقبال کیا اور بڑی خاطر داری اور عزت سے اپنے خیمہ میں لے گیا۔

مرہٹوں کو روہیلوں کی دھمکیاں

اب مرزا نجف خاں سے اتحاد پیدا کر کے مرہٹوں نے روہیلوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور رام گھاٹ سے وہ روہیلکھنڈ میں آن پڑی۔ بادشاہ نے جو صوبے اپنے دوآبہ زرخرید میں چھوڑ دئے تھے اور اُن کا انتظام نہ کر سکتا تھا وہ انگریزوں نے پچاس لاکھ روپیہ کو شجاع الدولہ کے ہاتھ بیچ ڈالے تھے۔ اب انگریزی سپاہ شجاع الدولہ کے ساتھ مرہٹوں سے لڑنے کے لئے روہیلکھنڈ میں مستعد ہوئی۔ حافظ رحمت خاں کو چالیس لاکھ روپیہ کی ضرورت پڑی اُس نے مرہٹوں سے دوستی کر لی جب شجاع الدولہ اور انگریزوں کی فوج اُس کو نظر پڑی تو وہ پھر مرہٹوں کو چھوڑ کر آن ملا۔ مرہٹے اس لئے اٹاوہ کو چلے گئے۔ پیشوا کے مرنے کے سبب سے اُن کو ضرورت دکن میں جانے کی تھی وہ وہاں چلی گئی۔

مرزا نجف خاں شجاع الدولہ کا رشتہ مند تھا۔ اُس پاس چلا آیا۔ نواب وزیر شجاع الدولہ نے اُس کو اپنا نائب مقرر کر کے بادشاہ پاس بھیجا اور انگریزوں نے اُس کی بہت سفارش بادشاہ سے کی کیونکہ

وہ ایک ایسا سردار تھا جو انگریزوں کے دشمنوں کا یعنی مرہٹوں اور رُہیلوں دونوں کا دشمن تھا اس لئے وہ بھی اُس کا بادشاہ پاس رہنا چاہتے تھے غرض ان سفارشوں کے زور اور کچھ اپنی سپاہ اور جوانمردی کے بل سے وہ اپنے عہدہ پر بحال ہوا ضابطہ خاں جاٹوں پاس چلا گیا حسام الدولہ قید ہوا۔ اور سارا روپیہ جو ناجائز طور سے کمایا گیا تھا وہ پندرہ لاکھ روپیہ کے قریب اُگلوایا گیا۔ اسے شاہ عالم کا انتظام سمجھ لینا چاہیئے کہ ایک نوکر جو دو برس سے نوکر تھا۔ پندرہ لاکھ کمایا گیا اُس کی جگہ عبدالاحد خاں مدارالمہام مقرر ہوا منظور علی خاں ناظر ہوا عبدالاحد خاں کشمیری کا حال پہلے لکھ چکے ہیں۔ منظور علی خاں بھی سنگدل دغاباز نمک حرام تھا۔

جاٹوں سے مرزا نجف خاں کی لڑائیاں

مرزا کا مدت سے ارادہ جاٹوں سے لڑنے کا تھا۔ مگر وہ ۱۷۷۴ء میں روہیلکھنڈ کی مہمات میں مصروف رہا۔ اُس نے اکبرآباد کا قلعہ جاٹوں سے لے کر محمد بیگ ہمدانی کے سپرد کر دیا۔ جاٹوں کے راجہ رنجیت سنگھ کو اس بڑا داغ تھا۔ اُس نے دارالسلطنت پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور دس ہزار سوار لے کر سکندرآباد میں پہنچا دلی میں اس وقت سپاہ پانچ ہزار سوار اور دو پلٹنیں سپاہیوں کی تھیں وہ ان جاٹوں کے نکال دینے کے واسطے کافی ہوئیں۔ مگر پھر رنجیت سنگھ شمرو کو ساتھ لے کر آیا اس وقت مرزا روہیلکھنڈ سے آگیا تھا ۱۷۷۴ء کے برسات کے بعد وہ اُن سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ کہریانہ سے ایک سردار نجف قلی خاں دس ہزار سپاہ لے کر آگیا تھا۔ یہ سردار بڑا عمدہ سپاہی تھا۔ اور وہ بڑا وفادار اور خیرخواہ اپنے آقا کا تھا وہ ذات کا راٹھور راجپوت بیکانیر کا رہنے والا تھا۔ پہلے محمد قلی خاں کے باپ کے پاس رہتا تھا۔ مرزا کے کہنے سے مسلمان ہو گیا تھا۔ اب اس زمانہ میں سیف الدولہ خطاب ہو گیا تھا۔ اور چوبیس لاکھ روپیہ کے مالک پرصوبہ تھا جب مرزا اس بڑی لڑائی کے لئے روانہ ہوا تو عبدالاحد خاں مجدالدولہ کی بن آئی۔ جہاں تک ہو سکا مرزا کی طرف سے شاہ کے کان بھرے اور بہت سے منصوبے اُس کے بگاڑنے کے سوچے اور یقینی وہ بڑا فساد کھڑا کرتا۔ مگر اس وقت آصف الدولہ نیا وزیر اپنے باپ کی جگہ ہوا تھا۔ اس کا وکیل لطافت خاں پانچ ہزار سپاہ لے بادشاہ کی خدمت گزاری کے لئے حاضر تھا۔ اس لشکر نے عبدالاحد خاں کی بددیانتی سے دلی کو بچا لیا اب جاٹ ہودل میں تھے۔ یہاں سے اُن کو مرزا نے نکال دیا تو وہ کوٹ بن میں چلے گئے۔ یہاں دو ہفتہ تک لڑائی کی چھیڑ چھاڑ رہی۔ پھر وہ ڈیگ میں چلے گئے اب مرزا نے یہ دیکھ کر کہ جاٹوں کے حملے موقوف ہوئے وہ

اُن کے لشکر کو اپنے پیچھے چھوڑ کر برسانہ میں چلا گیا یہاں بڑی لڑائی ہوئی بادشاہی فوج کا ہراول قلی خاں تھا قلب سپاہ میں مرزا خود تھا اُس کے بازوؤں میں پلٹنیں سپاہیوں کی تھیں جن کے افسروں نے بنگال میں انگریزی قواعد سیکھی تھی پست سپاہ پر مغلوں کے سوار تھے۔ دشمنوں کی سپاہ میں پانچ ہزار پیادے قواعد داں تھے۔ شمرو اُن کا سپاہ سالار تھا۔ اُس نے حملہ کیا۔ اور اپنی توپ بندوق کی آتشبازی شروع کی۔ اُس کا جواب دوسری طرف سے بھی توپوں سے دیا گیا۔ مگر اُس میں مرزا کی سپاہ کے عمدہ عمدہ افسر ماری گئے اور خود اُس کے بازو میں زخم آیا جس کو اُس نے ایک کنویں پر بیٹھکر باندھا۔ پھر اُس نے تکبیر کا نعرہ مار کر اپنے مغل سواروں سے دشمنوں پر حملہ کیا اور نجف قلی خاں پیادوں کی پلٹنوں سے جاٹوں پر گرا۔ شمرو نے اپنی پلٹنوں سے اُس کا سخت مقابلہ کیا۔ مگر تھوڑی دیر میں وہ پست پا ہوا۔ اور سیج سیج ڈیگ کی طرف چلا گیا فتح پانیوالوں کے ہاتھ میں بہت غنیمت آئی۔ اور اُنھوں نے جاکر قلعہ ڈیگ کا محاصرہ کر لیا برس روز کے بعد محاصرہ میں وہ ۱۷۷۶ء میں ہاتھ آیا چھ لاکھ روپیہ نقد سوا راسباب کے ملا۔ جاٹ ہاتھیوں پر بیٹھ اپنا ہلکا اسباب لے کمبیر کے قلعہ میں چلے گئے۔ جب مرزا یہ فتوحات عظیم حاصل کر کے ملک کا انتظام کر رہا تھا تو اُس کو دربار شاہی سے یہ خبر آئی کہ عبدالاحد خاں عمدالدولہ دیوان کی شرارت سے ضابطہ خاں نے بہت سے سکھوں کی فوج بھرتی کر لی ہے اور اُس کا ارادہ شاہجہاں آباد میں آنے کا ہوا۔ یہ جوانمرد مرزا دہلی میں فوراً چلا آیا۔ یہاں لوگوں نے اُس کی بڑی تعظیم کی۔ برسانہ کی لڑائی میں شمرو بھی اُس کے ساتھ ہو گیا تھا۔ اُس کا یہ قاعدہ تھا کہ جس کسی کو زبردست اور جاتا ہوا دیکھتا اُس کے ساتھ اپنی پلٹنوں سمیت ہو لیتا اب مرزا کے سبب سے مُردہ سلطنت میں دم آتا تھا۔ اس طرف ہندوستان میں سوا انگریزوں کے بنگال میں کوئی صاحب اقتدار اور حشم مرزا سے زیادہ نہ ہوتا۔ جاٹوں پاس صرف تین قلعے رہ گئے تھے آگرہ میں صوبہ مقرر کیا تھا اُس پاس سوار ایرانی اور مغلوں کے سوار دو برگیڈ پیادوں کے تھے جن کے اوپر شمرو اور میڈوک تھے۔ مرزا کے دلی رفیق ہندوستانیوں میں نجف قلی اور محمد بیگ ہمدانی تھے۔ مرزا شفیع بھی ایک رتبہ کا امیر اُس کا بڑا رفیق تھا۔ بادشاہ اس وقت قلعہ معلی میں عیش و عشرت میں مصروف تھا۔ نجف خاں کے اقتدار پر گر کسی کو حسد تھا تو عبدالاحد خاں کشمیری اور اور نامرد امیروں کو تھا۔ قاعدہ ہے مرد اور نامرد میں محبت نہیں ہو سکتی۔ رئیسوں کی ریاستیں

برباد ہوگئی تھیں اس لئے مرزا کے گرد رُہیلوں کا بھی جمگھٹ رہتا تھا۔ مگر عبدالاحد خاں نے مخفی مخفی ضابطہ خاں کو بھڑکا کر باغی کر دیا مرزا نے بھی اُس کی گوشمالی واجب جانی اور اُس کے لشکر کو تباہ کر دیا۔ ضابطہ خاں کچھ مرہٹوں اور جاٹوں سے امانت لی اُمید رہی نہ تھی اس لئے اب کی دفعہ اُس نے سکھوں کا دامن پکڑا۔ ان دنوں میں سرہند کے اندر پٹیالہ اور جنید میں سکھوں کا بڑا زور شور ہو رہا تھا ضابطہ خاں سکھوں سے مل گیا کہ اُس کے سکھ ہونے کا شہرہ ہوگیا یہ سارے سکھ اُس نے غوث گڈھ کے قلعہ میں جمع کئے نجف خاں امیرالامرا بہادر نے جا کر خود قلعہ کا محاصرہ کیا۔ پٹھانوں نے بھی مورچہ باندھے۔ غرض ایک مہینہ تک بڑی بڑی لڑائیاں رہیں۔ ایک دفعہ ضابطہ خاں خود پیغام صلح لے کر مرزا پاس آیا۔ مگر صلح اپنی مرضی کے موافق نہیں دیکھی اس لئے اُلٹا چلا گیا۔ پھر سکھوں اور رُہیلوں کو ساتھ لے کر سخت لڑائی لڑا۔ ابدالی اور مرہٹوں کی لڑائی جو پانی پت میں ہوئی تھی اُس کے بعد یہ سخت لڑائی ہوئی۔ ساری دن ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ دونوں طرف مردوں نے مردانگی اور مردی دکھائی جب شام ہوئی تو سکھ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ضابطہ اپنے قلعہ غوث گڈھ میں چلا آیا۔ دوسرے روز صلح کا اُمیدوار اور عفو تقصیرات کا خواستگار ہوا۔ مرزا نے قصور معاف کر دیئے۔ تھوڑے دنوں وہ اُن کی خدمت میں رہا۔ اور رشتہ مندی اُن میں آپس میں ہوگئی کہ ضابطہ خاں کی بہن خود امیرالامرا سے اور اُس کی بیٹی نجف قلی خاں سے بیاہی گئیں اور اُس وسیلہ سے سہارنپور کی فوجداری پھر اُس کو مل گئی۔ بعد اس لڑائی کے ہندوستان میں امن ہوگیا۔ امیرالامرا دوبارہ آگرہ میں گیا۔ اور ملک کا انتظام شروع کیا۔ انگریزوں نے بھی اُس سے عہد و پیمان کرنے چاہے مگر اُس نے شمرو کے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ اس لئے عہد و پیمان نہ ہوئی۔ اس وقت اودھ میں آصف الدولہ بادشاہ کا وزیر صوبہ تھا۔ سرہند میں ملا۔ احمد داد فوجدار مقرر ہوا۔ نجف قلی خاں بھی اُس ملک کا صوبہ تھا جو سرہند کی سرحد سے راجپوتانہ تک پھیلتا تھا۔ شمرو کو وہ ملک دیا گیا جو ضابطہ خاں کے ملک کے پاس تھا اس لئے اُس کا صدر مقام سردھنہ مقرر ہوا۔ یہ ملک چھ لاکھ روپیہ کی آمدنی کا اُس کو تنخواہ میں دیا گیا۔ اس بدمعاش کو بھی اپنی بدکاریوں کا پورا انعام مل گیا۔ اور وہ اُس کی آمدنی ہوگئی جو اُس کے ملک کے اچھے اچھے امیروں کی نہ تھی۔

عبدالاحدخاں کی سازشیں اور سکھوں سے لڑائی

اب مرزا نجف خاں کو پھر دلی میں لڑائیاں لڑنے کے لئے آنا پڑا سکھوں نے سرہند کے فوجدار احمد داد خاں کو ۱۷۸۳ء میں شکست دے کر مار ڈالا۔ جب یہ خبر بادشاہ پاس آئی تو عبدالاحد خاں نے یہ سمجھکر کہ میں سکھوں کو شکست دے کر اور اُن کو بلا کر مرزا نجف خاں کا ہم پلہ ہو جاؤں گا اس مہم کا بیڑا اُٹھایا اور مرزا خوان بخت ولیعہد کو یا مرزا فرخندہ بخت کو یا مرزا اکبر کو ان بیٹوں میں سے کسی شاہزادہ کو ساتھ لے کر خیمہ باہر کھڑا کیا۔ اور صلا، عام خلایق کے ازدحام کے نوکر رکھنے کے لئے کی چونکہ اُس میں شاہزادہ کا بھی حکم تھا اس لئے اُس کے ساتھ لشکر کا ہجوم ہو گیا۔ اور پُرانے سپاہی اور افسر بھی جمع ہو گئے۔ ایسے زمانہ میں نوکری کہاں ملتی تھی اور مرزا نجف خاں کے لشکر کا بھی ایک حصہ اُس کے ہمراہ گیا۔ غرض جب عبدالاحد خاں پاس بیس ہزار آدمیوں کا لشکر ہو گیا اور ایک توپخانہ ساتھ تھا۔ کرنال میں سکھوں کے قریب وہ پہنچا۔ لڑائی سے پہلے صلح چاہی اور سکھوں سے کہا کہ تم ہمیں لاکھ روپیہ بالفعل دو اور آیندہ سالانہ خراج دینے کا وعدہ کرو غرضکہ سکھوں کے لشکر کو اپنے ساتھ ملا کر وہ شمال کی طرف چلا۔ مگر امیر سنگھ جاٹ نے پٹیالہ میں اُسے روکا عبدالاحد خاں نے پھر کا پیغام دیا۔ اب کیا تو وہ اس پیغام سے اس کشمیری کی جرأت اور ہمت کو سمجھ گیا۔ یا وہ کشمیریوں کے قول و فعل کو معتبر نہ سمجھتا تھا۔ کیونکہ اس بیوفا ملک میں بھی کشمیری بیوفا مشہور ہیں۔ مگر ہندی و کشمیری دونوں شخصی وفا و محبت میں اپنا جواب نہیں رکھتے جب یہ کشمیری پیچ نہ چلا تو لڑائی کی تیاریاں ہوئیں سکھوں کا لشکر جو بادشاہی لشکر سے ملا تھا وہ بھاگ گیا۔ امیر سنگھ کے پاس لاہور سے ایک اور لشکر امداد کو آگیا۔ غرض بادشاہ کے لشکر کا سردار عبدالاحد خاں نامرد تھا۔ شاہزادہ ناتجربہ کار تھا۔ ضعیف بی لڑائی ہوئی تھی کہ عبدالاحد خاں تو ایسا بھاگا کہ پیچھے پھر کر بھی نہیں دیکھا۔ بیچارے لشکری ماری گئے اور تباہ ہوئے۔ غرض بادشاہی لشکر پر بڑی آفت آئی۔ بہت راہ میں مارے گئے۔ یہ واقعہ ۱۷۸۹ء کے موسم برسات کا ہے۔ اب یہ فتح پاکر پنجابیوں کا یہ حوصلہ ہوا کہ دوآبہ میں لوٹ مار کرنے لگے۔ اور عبدالاحد خاں کے درخت اُمید میں کوئی پھل نہیں لگا ساری کلیاں جھڑ گئیں۔

نجف خاں کا دلی میں آنا اور سکھوں کو شکست دینا

۱۷۷۹ء میں نجف خاں آگرہ میں آیا۔ کچھ لڑائیاں اُن رجپوتوں سے ہوتی رہیں جنھوں نے عبدالاحد خاں کے بہکانے سے سرکشی اختیار کی تھی۔ اب بادشاہ نے اُس کو تاکید کر کے بلایا۔ وہ وہاں سے

آیا۔ جب شاہجہاں آباد کے قریب عبدالاحد خاں اور شاہزادہ سے ملا تو اُس کشمیری کو پکڑ لیا اُس کی فوج کو قید کر دیا اور دہلی میں جا کر اُس کا سارا گھر باضبط کر لیا۔ بیس لاکھ روپیہ کا سرمایہ کل نکلا۔ وہ خزانہ شاہی میں داخل ہوا یہ اس مرزا ہی کی ایمانداری تھی کہ اُس کے اسباب منضبطہ میں سے سوا چند کتابوں اور موتیوں کے صندوق کے کچھ اپنے پاس نہیں رکھا عبدالاحد خاں کی حرکات بھی عجیب و غریب تھیں۔ اُس کو کھانے اور دوائیوں کا بڑا شوق تھا۔ ہمیشہ وہ کشمیر کے چانول کھاتا تھا اور چانول کو دیکھ کر بتا دیتا تھا کہ وہ کشمیر کے ہیں یا نہیں مرزا نے اس کام کو تمام کر کے مرزا شفیع کے ماتحت لشکر سکھوں کی تنبیہ کے واسطے روانہ کیا میرٹھ کے قریب ایک لڑائی ہوئی مغلوں کی بہادری اور قواعد کے سامنے سکھوں کی کچھ نہ چلی اُن کا سردار مارا گیا۔ پانچ ہزار سکھ قتل ہوئے اور اس ملک سے بالکل نکل گئے۔

شمرو کا مرنا اور اُس کی بیگم کو ریاست ملنا۔

۱۴ مئی ۱۷۸۸ء کو آگرہ میں شمرو مر گیا اُس کی قبر پر تگیزی میں یہی تاریخ لکھی ہے۔ یہ بڑا سفاک بے رحم بے وفا بے ایمان تھا۔ جو لشکر اُس کا تھا اُس کی سردار اُس کی بیگم ہوئی۔ یہ بیگم ایک عرب کی کسی کے پیٹ سے تھی۔ وہ کوتانہ میں رہتی تھی ۱۷۵۳ء میں پیدا ہوئی تھی جب باپ مر گیا تو سوتیلے بھائی کے ہاتھ سے عاجز ہو کر وہ اور اُس کی ماں ۱۷۷۰ء میں دلی میں جا رہے۔ کچھ دنوں اُس کی شمرو سے آشنائی رہی پھر اُس سے شادی ہو گئی۔ شمرو کے بیٹا ایک مسلمان عورت کے پیٹ سے تھا۔ مگر مرزا نجف نے شمرو کی بیگم ہی لاحق سمجھ کے ریاست عنایت کی ۱۷۸۱ء میں اس بیگم نے معلوم نہیں کس سبب سے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ جوانا اُس کا عیسائی نام رکھا گیا۔

مرزا نجف کی وفات اور مرزا شفیع اور زابیاب خاں کا آپس میں لڑنا۔

۲۶ اپریل ۱۷۸۲ء کو مرزا نجف نے بھی انتقال کیا۔ بیالیس برس وہ ہندوستان میں رہا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں یہاں آیا تھا۔ ساٹھ برس کے قریب اُس کی عمر تھی۔ ماں کی طرف سے سید تھا۔ باپ کی طرف سے صفوی تھا جہاں تک بن سکا اُس نے اپنی نیک نیتی اور ایمانداری سے سلطنت کے بحال کرنے میں کوشش کی۔ جو اس کا نتیجہ ہوا وہ تم نے پڑھ ہی لیا ہے۔ اب اُس کے جاہ و منصب کے دو مدعی کھڑے ہوئے۔ ایک افراسیاب خاں جس کو اُس اور اُس کی بہن نے بیٹے کی طرح پالا پوسا تھا۔ دوسرا مرزا شفیع اُس کا قریب کا رشتہ دار تھا۔ اُس کی پاس سپاہ بہت تھی۔ اُن دونوں سببوں سے اُس کا دعویٰ قوی معلوم ہوتا تھا۔ مگر مرزا نجف خاں کی بہن کی بہت

آخر امیر الامرائی کا خلعت افراسیاب خاں کو بادشاہ سے بوساطت مرزا جوان بخت نے دلا دیا۔ مگر اُس کے ساتھ ہی ایک پرچہ مخفی مرزا شفیع کو بھی بھیجا گیا کہ جلدی آؤ اب افراسیاب خاں نے اوّل کام یہ کیا کہ نواب عبد الاحد خاں کو قید خانہ سے رہا کرایا۔ پھر وہ بادشاہ کے مُنہ چڑھا۔ اب مرزا شفیع دہلی میں آیا اور نجف خاں کے گھر میں اُترا اُس کی بہن نے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کا وعدہ اُس سے کیا غرض کچھ معاملہ ایسا ہوا کہ افراسیاب خاں استعفا دے کر باہر چلا گیا اور اپنے معاملہ کا فیصلہ عبد الاحد خاں اور نجف قلی خاں کو سونپ گیا مرزا محمد شفیع ان دونوں کے گھروں کے گرد پھرا اور عبد الاحد خاں کو قید کیا اور نجف قلی خاں کو اپنی خالہ کے گھر میں گھیر کر اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا۔ شاہزادہ جوان بخت پاس بادشاہ کا حکم آیا کہ مرزا سے عہد و پیمان کر لو غرض وہ امیر الامرا مقرر ہو گیا۔ اس عہدہ کی تمنا مدت سے تھی۔ مگر حریف اُس کا اس وقت یہاں سے غائب تھا مسٹر لولی جو شمرو کی بیگم کے لشکر کا افسر تھا دوسرا لطیف خاں جو نواب وزیر کا نائب لشکر کے ساتھ دلی میں بادشاہ کی خدمت گزاری کے لئے رہتا تھا دونوں اب اُس کی حمایت کے لئے کھڑے ہوئے۔ چند روز میں مرزا شفیع کے پاس لشکر بھاگ گیا بادشاہ خود لشکر لے کر جامع مسجد تک گیا کہ مرزا شفیع کو بھی ضلع متھرا میں بھاگ گیا۔ پھر عبد الاحد خاں قید خانہ سے رہا ہوا جس وقت یہ ساری سانگ سلطنت کے بگڑنے کے دلی میں ہو رہی تھے مرہٹے بھی چیل کی طرح تاک لگائے بیٹھے تھے۔ جب انگریزوں کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے بھی اس خوف سے کہ کہیں مرہٹے بازی نہ لیجائیں بادشاہ کے پاس اپنے دو افسر ایلچی بنا کر بھیجے۔ پہلے اس سے کہ یہ ایلچی دار السلطنت میں پہنچے وہاں اور ہی گل کھلے۔ مرزا محمد ہمدانی کو جو آگرہ میں صوبہ تھا ساتھ لے کر آیا۔ اور اُس نے بادشاہ کی خدمت میں یہ درخواست بھیجی کہ ہمارے پرانے متوسل لطف خاں اور مسٹر لولی کو ہماری پاس صلح کی تمام شرائط ٹھہرانے کا اختیار دیا بھیجا دو۔ یہ درخواست منظور ہوئی اور یہ دونوں گئے۔ ہر چند مرزا جوان بخت سر مارتا رہا کہ گفتگو کیا کرتے ہو ان سرکشوں پر لشکر کشی کرنی چاہیئے۔ مگر اس وقت سب کی عقل کے کان بہرے ہو گئے تھے یہ دونوں ایلچی بن کر وہاں گئے اور دونوں مارے گئے۔ پھر محمد بیگ اور مرزا شفیع میں آپس میں جھگڑا شروع ہوا اب اس وقت بادشاہ بھی بڑا دق تھا۔ مگر مرزا جوان بخت نے افراسیاب خاں کو بلا کر اُس کو بھی راضی کر دیا اور مرزا شفیع کو امیر الامرا کا خطاب دلا دیا اور عبد الاحد خاں کو مدار المہام مقرر کیا۔ اس وقت شاہ عالم پر غم و الم کی گھٹا چھائی ہوئی

تھی۔ کچھ نہ سوجھتا تھا کہ کیا کہے اُس کے ساری نمک حلال نوکر دل میں حیران اور پریشان تھے کہ دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے۔ شاہ عالم کو اس پابندیِ مصائب میں انگریزوں کے سوا کوئی دستگیر نظر نہ آتا تھا۔ سب خیر خواہ اُس سے کہتے تھے کہ ہماری ان مصیبتوں کو خدا ٹالے یا انگریز۔ اب ۲۲ ستمبر ۱۸۰۳ء کو مرزا شفیع جو آگرہ سے آیا تو اُس کو قلعہ کے اندر جانے کی ممانعت ہوگئی۔ شاید افراسیاب خاں کو پھر تمنا امیر الامرائی کی ہوئی ہوگی اُس نے یہ تحریک کی ہوگی۔ اس وقت پھر مرزا محمد بیگ جاسوس کے طور پر اُس پاس صلح کے لئے بھیجا ملاقات کی کھلے میدان میں ٹھیری۔ جب دونوں ہاتھیوں پر سوار برابر آئے تو مرزا نے بغلگیر ہونے کے لئے ہاتھ بڑھائے کہ محمد بیگ نے خنجر اُس پر چلا کر موت کا ہم آغوش کیا بعض کہتے ہیں کہ اُس کے بھتیجے اسمٰعیل بیگ نے جو آگے ہاتھی پر بیٹھا تھا یہ کام کیا۔ گو یہ کام افراسیاب کی تحریک سے ہوا۔ اور وہ اب امیر الامرا ہوگیا۔ مگر مرزا جوان بخت کا دل دلی سے بیزار ہوگیا۔ انگریزوں کے پاس جانے کا ارادہ کیا جب اُس نے سُنا کہ ۲۷ مارچ ۱۸۰۴ء کو انگریزی گورنر لکھنؤ میں آگیا ہے۔ تو یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح سے دلی سے بھاگ کر اس گورنر کے پاس جاؤں۔ اور سارا حال دلی کا سُناؤں۔

شاہزادہ نے اپنے بھاگنے کے ارادہ کو سوا اپنے حقیقی ماموں کے کسی اور کے آگے نہ بیان کیا۔ ماموں نے اُس کے لئے اُترنے کے واسطے جمنا کنارہ پر گوجر بٹھائے ۱۴ اپریل بھاگنے کی تاریخ ٹھیری۔ جب یہ دن آیا تو اُس نے کہہ دیا کہ آج میں بیمار ہوں کوئی میرے پاس نہ آئے۔ اپنے مکان میں جا کر بھیس بدلا۔ اگرچہ رات کو آندھی چل رہی تھی اور اُس کو بخار چڑھا ہوا تھا۔ مگر وہ ارادہ کا ایسا پکا تھا کہ اپنے محل سے چھتوں کو کودتا پھلانگتا فیض نہر کے اندر سے ہوتا ہوا اُس کے کسی موکھے سے سلیم گڈھ کی فصیل پر پہنچا۔ اور فصیل پر سے رسی پر اُترا۔ جس شخص نے اُس کو رستہ دریا میں پایاب بتایا وہاں ڈبا ڈوبا پانی نکلا اس پر شاہزادہ کو غصہ تو ایسا آیا تھا کہ گولی سے اُسے اُڑا دیتا۔ مگر اس خاندان کی رحم دلی ایسے موقعوں پر مشہور ہے وہ غصہ پی کر چپکا ہو رہا اور اپنی نیتیں خدا کے حوالہ کیا۔ مگر وہ آدمی اس غصہ کی نگاہ کو پہچان گیا۔ فوراً پہرہ والے کے پاس جا کر اُس کا حال کہدیا

..... پہرہ والے اُس کے پیچھے آئے۔ مگر وہ اُن کے ہاتھ کب آتا تھا۔ یہ دریا سے نکلے ہی ہوا ہوا۔ اور لکھنؤ میں پہنچا۔ سب سے بڑی اخلاق اور تپاک سے ملا اور جو کام کیا اُسے عاقل ہونا اُس کا ظاہر ہوا۔

اب محمد بیگ نے وزیر افراسیاب خاں کو بھی تکلیف پہنچانی شروع کی۔ اس لئے وزیر نے بھی مادھوجی

مرزا جوان بخت کا دلی سے انگریزوں کے پاس جانا

سیندھیا کی طرف رُخ کیا۔ بادشاہ بھی ایسا اپنے اہلکاروں کے ہاتھوں سے تنگ تھا کہ اُس نے بھی یہ چاہا کہ میں اپنے تئیں بالکل سیندھیا کے حوالہ کروں۔ چنانچہ بادشاہ دلی سے آگرہ کی طرف چلا اور سیندھیا آگرہ کی طرف اس نظر سے آیا کہ دونوں مل کر آگرہ سے محمد بیگ کو نکالیں۔ مجدالدولہ نے بادشاہ کو آگرہ جانے سے منع کیا اُس پر بادشاہ ایسا خفا ہوا کہ اُس کا گھر بار ضبط ہو گیا اور قید خانہ میں بھیجدیا جہاں ۱۷۸۸ء میں وہ مر گیا۔ اب سیندھیا سے افراسیاب خاں سے ملاقات ہوئی۔ دونوں نے مل کر ارادہ کیا کہ محمد بیگ پر حملہ کریں۔ مگر تیسرے روز ۲ر نومبر ۱۷۸۴ء کو مرزا محمد شفیع کے بھائی زین العابدین نے افراسیاب خاں کو مار ڈالا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قتل سیندھیا کی شرارت سے ہوا اس لئے کہ قاتل مارتے ہی اُس طرف چلا گیا۔ کوئی کہتا ہے کہ اُس نے اپنے بھائی کے قتل کا عوض لیا۔ راجہ ہمت بہادر ساری مغلیہ امیروں کو سیندھیا کے خیمہ میں لے گئے۔ وہاں باہم مبارک بادی دی گئی۔ اب والی اودھ تو وزیر تھا پیشوا امیر الامرا مقرر ہوا۔ اور مادھوجی سیندھیا نائب امیر الامرا آگرہ اور دلی کے صوبے اُس کے سپرد ہوئے ساری فوج کا وہ سپہ سالار مقرر ہوا۔ پینسٹھ ہزار روپیہ ماہوار بادشاہ کے خاص اخراجات کے واسطے اُس نے مقرر کر دیا۔ انگریزوں سے جو شرقی صوبوں کا خراج لیا جاتا تھا وہ بھی بادشاہ نے معاف کر دیا۔ ۱۷۸۵ء میں ضابطہ خاں مر گیا۔ محمد بیگ کے پاس سے سپاہ بھاگ گئی وہ بھی سیندھیا کے پاس چلا آیا۔ آگرہ کا قلعہ ۲۷ مارچ ۱۷۸۵ء کو سیندھیا کے حوالہ کیا گیا۔ اب مغلوں کے پاس سوا علی گڈھ کے قلعہ کے کچھ نہ رہا۔ اب افراسیاب خاں کی بی بی بال بچوں پاس وہ تھا جب سیندھیا نے اُن کو بندوق توپ کا خوف دکھایا تو اُنھوں نے خوف کے مارے قلعہ اور مال اسباب سب اُس کے حوالہ کیا۔ سیندھیا نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال اُس کے بڑے بیٹے کا مقرر کر کے قلعہ بھی لے لیا اور اُس کا اسباب بھی کروڑ روپیہ کا ضبط کر لیا۔ ترکوں کی ترکی تمام ہوئی سب سردار سیندھیا کے مطیع تھے۔ اور بادشاہ لال قلعہ میں ایک معزز قیدی تھا۔ معلوم نہیں کہ ان لڑائی جھگڑوں سے رعایا پر کیا گذری ہو گی اُس کو تو کسی مؤرخ نے لکھا نہیں سب مصائب میں چالیسا قحط غضب تھا۔ روپیہ کا آٹھ سیر اناج بکا۔ وہ سمت ۱۸۴۰ میں یعنی ۱۷۸۳ء میں واقع ہوا تھا۔

غلام قادر کا باپ کے جانشین ہونا

جب ضابطہ خاں کا انتقال ہوا تو باون محال میں اُس کا بیٹا غلام قادر باپ کا جانشین ہوا اور

اُس کو نجیب الدولہ ہوشیار جنگ کا خطاب ملا۔ یہ افغانوں میں اور مغلوں میں محمد بیگ ہمدانی بڑے سردار تھے۔ محمد بیگ کو سیندھیا نے راگھوگڈھ کے فتح کرنے کے لئے مالوہ میں بھیجدیا تھا۔ یہ قلعہ نہایت مضبوط کچھواہہ راجپوتوں کے پاس تھا۔

ساری دوآبہ میں سیندھیا کا عمل دخل ہوگیا تھا۔ اب اُس نے مرزا جوان بخت سے پیغام سلام شروع کیا اور اُس کو دلی میں بلایا۔ مگر نواب اودھ نے انگریزوں کی صلاح سے اُسے جانے نہ دیا۔ کیونکہ اگر شاہزادہ وہاں چلا جاتا تو مرہٹوں کا پیر پورا جم جاتا۔ اور وہ نواب اودھ اور سرکار کمپنی کے حق میں اچھا نہ ہوتا ۱۷۸۸ء میں گورنر جنرل نے دوآبہ میں اپنی چھاؤنی قائم کی ۸ مارچ ۱۷۸۸ء میں کلکتہ گزٹ میں مشتہر کیا گیا کہ مسلمانوں کی سلطنت تو نہایت حقیر اور ذلیل ہوگئی ہے۔ ہندوؤں سے ہم کو کچھ خوف نہیں ہے۔ اگرچہ بہت آدمیوں نے یہ صلاح دی کہ مسلمانوں کو تقویت دے کر ہندوؤں کی قوت کو مغلوب کرنا چاہیئے۔ مگر یہ تدبیر و انتظام اچھا نہیں ہے۔ کچھ ضرور نہیں ہے کہ ہم ایسے کام کریں جو ہندوستان کو ناگوار خاطر ہوں اور سلطنت جو برسر زوال ہے اور وہ حقیقت میں ہماری مخفی دشمن اور رقیب ہے اُس کے حامی و مددگار ہوں۔ گورنر نے سیندھیا کو یوں بھی دھمکا دیا کہ ایک اپنا وکیل پیشوا کے دربار میں بھیجوا دیا۔

اب سیندھیا نے اپنے استقلال حکومت کے لئے اوّل یہ کام کیا کہ سپاہ کو قواعد داں بنایا اور توپ آراستہ کیا۔ اُس کی سپاہ کا نہایت عمدہ فرنگستانی افسر ایم ڈی بوائین تھا۔ اور سپہ سالار اُس کا اپوکھانت تھا۔ انتظام ملکی اُس نے یہ کیا کہ مسلمان امیرزادوں کو جاگیریں سپاہ عوض میں دی گئی تھیں جب سپاہ کی ضرورت نہ رہی تو پھر ان جاگیروں کا ضبط ہی ہونا چاہیئے تھا۔ اب اُس نے محمد بیگ ہمدانی کو بھی راگھوگڈھ سے بلا لیا۔ اور اُس سے کہا کہ اپنی سپاہ کو موقوف کرے۔ یہ باتیں سیندھیا کی عام پسند نہ تھیں اور ایک اور حرکت بیہودہ یہ کی کہ راجہ نراین داس کو جس پاس خراج کی آمدنی کا حساب دیتا تھا موقوف کیا اور اُس کی جگہ شاہ نظام الدین عرف شاہ جی کو مقرر کیا اور راجہ ہمت بہادر سے جب محاسبہ اُس کی جاگیر کا طلب ہوا تو اُس نے علانیہ سرکشی اختیار کی۔

جب محمد بیگ راگھوگڈھ کو فتح نہ کر سکا تو راجپوتوں کو حوصلہ ہوا۔ اور اُن سب نے آپس میں اتفاق کیا

مرزا جوان بخت کا بھیجنا دربار انگریزوں کا اُس کو نہ جانے دینا اور اتفاق حاصل نہ ہونا

سیندھیا کی حکومت اور انتظام

راجپوتوں کا اتفاق اور اُن کی سرکشی

جس کے سبب سے سیندھیا کے دولت اور قوت دونوں میں فرق آگیا۔ اور پونہ کی خط وکتابت کی آمدورفت بند ہوگئی
جے پور کے راجہ نے بودھ پور کے راجہ بجے سنگھ کو بلایا۔ اور پھر ان دونوں نے رانا اُدے پور سے اتفاق کیا اور چھوٹے
چھوٹے رجپوت راجاؤں کو جمع کیا۔ یوں ایک لاکھ فوج اور چار سو توپیں ہلال سوت میں جمع ہوئیں جو جے پور سے
۴۳ میل مشرق کو ہے اور یہاں وہ منتظر تھے کہ بادشاہی فوج اُن پر حملہ کرے گی اور یہ بھی جانتے تھے کہ مرہٹوں سے
مغل سردار ناراض ہیں ضرور اُن سے کچھ کام نکلے گا۔ اب یہاں مئی ۱۷۸۸ء کی آخر میں سیندھیا خود سپاہ لے کر گیا
مہاجی انگلیا۔ اپوکھانڈے راؤ۔ مسٹر ڈی بوائن اور بعض اور مرہٹے سردار ہمراہ تھے۔ محمد بیگ کلہاتیجا مرزا اسمٰعیل بیگ
بڑا دل چلا تھا۔ اوّل اُسی نے تین سو سواروں سے اجپوتوں پر حملہ کیا۔ بہت سے رجپوت اُس کے آگے سے بھاگ گئے اور
مرہٹوں نے اُس کی اعانت نہ کی اس لئے اُس کے آدھے سوار مارے گئے۔ وہ اُلٹا پھر کر چلا آیا۔ دوسرے روز
بچا بھی ہاتھی پر بیٹھ کر بھتیجے کے ساتھ لڑائی میں آگیا۔ اور چاروں طرف سے خوب لڑائی ہوئی۔ اُدھر سے مرہٹوں نے
خوب تلوار چلائی۔ اثنائے میں آندھی چلنے لگی رات بھی قریب آئی توپ کی لڑائی شروع ہوئی۔ اتفاق سے ایک
گولہ مرزا محمد بیگ کے دائیں بازو میں آن کر لگا۔ وہ ہاتھی پر سے گرا۔ ہاتھی کے آگے چارہ کے واسطے درختوں
کی ٹہنیاں پڑی تھیں۔ اُن سے اُس کی کنپٹی میں ایسی ضرب آئی کہ فوراً مر گیا۔ اُس وقت اسمٰعیل بیگ نے
پکار کر کہا کہ اب چچا کی جگہ میں سپاہ کا نگہ دار ہوں۔ اوّل جون کو تیسری مرتبہ لڑائی شروع ہوئی اور شام تک
جاری رہی کہ اتنے میں چودہ ہزار مغلوں کی سپاہ نے سیندھیا کے خیمہ کو گھیر لیا کہ تنخواہ عنایت کیجئے اور راجہ
جے پور پاس پیغام بھیجدیا کہ اگر دو لاکھ روپیہ دیدو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اس راجہ نے روپیہ کا وعدہ کیا
یہ سپاہ اُن سے جا ملی اور اپنے خیمہ کے تلے روپیہ لے لیا۔ اس وقت اس بیگانہ ملک میں مرہٹوں کی لشکر
میں بڑی مصیبت پڑی۔ گیہوں روپیہ کے چار سیر بکتے تھے۔ روز بروز قحط زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ رجپوت
ہر طرف سے رسدوں کو لوٹ لیتے تھے۔ ہاتھیوں اور مویشیوں کو چُرا کر لیجاتے تھے۔ غرض اس وقت
سیندھیا نے یہاں سے خیمہ اُٹھایا۔ اور الور چلا گیا۔ اسمٰعیل بیگ ہزار سوار اور چار پلٹنیں اور چھ توپیں لے کر آگرہ
روانہ ہوا۔ اب جب سیندھیا نے یہ حال دیکھا تو اُس نے زبیت سنگھ جاٹ سے بہت سی خوشامد کر کے استعانت
لی اور اُس سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ اور قلعہ آگرہ میں سپاہ کو متعین کیا اور لکھوا دادا کو

قلعہ دار بنایا۔ اور پونہ کو بھی کمک کے لئے بہ تاکید لکھا اسمٰعیل بیگ بھی خالی نہ بیٹھا۔ اوّل اُس نے راجپوتوں کو بلانا چاہا۔ اگر چہ ان دونوں کا اتفاق ہو جاتا تو مرہٹوں کا عمل پھر اُٹھ جاتا۔ اور نجف خاں کا ستارہ اقبال آجاتا۔ مگر اس مغرور قوم نے اپنی کاہلی سے اُس کا ساتھ نہ دیا۔ اب یہ سب کچھ ہو ہی رہا تھا کہ یہ تازہ گل یہ کھلا کہ غلام قادر غوث گڈھ سے آیا۔ اور اُس نے مسلمانوں کے معاملات میں تازہ جان ڈالی کا اور آپ فائدہ اُٹھانے کا قصد کیا۔ شاہ عالم کے پیغام سلام راجپوتوں سے چپکے چپکے ہو رہے تھے۔ اُنھوں نے ایک اور شکست امباجی کو دے دی تھی۔ سیندھیا نے آخر لاچار ہو کر اس لڑائی سے ہاتھ اُٹھایا اور گوالیر چلا گیا۔ اور اسمٰعیل بیگ نے آگرہ کا محاصرہ بڑی سرگرمی سے شروع کیا۔

۱۷۸۸ء میں جب برسات ختم ہوئی تو آئی تو غلام قادر نے دلی کے قریب شاہدرہ میں خیمے اس سبب سے ڈالے کہ اپنے باپ کا جاہ و منصب حاصل کرے۔ اُس کا بڑا رفیق شفیق مددگار صلاح کار منظور علی خاں ناظر تھا۔ اس ناظر کو یہ منظور نظر تھا کہ نوجوان پٹھان کو دربار میں داخل کر کے انتظام ملکی میں ایسا دخل دلا دے کہ کچھ مسلمان اجیر کچھ ہندو دہیں سیندھیا کا داماد اس وقت دیس مکھ دلی کا تھا۔ اور شاہ نظام الدین یعنی شاہ جی ناظم تھے ان دونوں سرداروں نے دریا کی طرف غلام قادر کے لشکر پر گولوں کی بوچھار شروع کی اُس نے بھی گولوں کو چھینٹے مارنے شروع کئے۔ اور کئی مکان قلعہ کے گولوں سے توڑ ڈالے۔ پھر یہ سپاہیانہ پیچ کیا کہ شہر کے مغلوں کی سپاہ سے سازش کی اور اُن کے وسیلہ سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ اور بادشاہی فوج کا افسر بھاگ کر بلبھ گڈھ کے قلعہ میں چلے گئے۔ اپنا سارا گھر بار مال اسباب دشمن کے بس میں چھوڑ گئے۔ اب منظور علی خاں کی صلاح سے دیوان خاص میں جا کر اُس نے پانچ اشرفیاں بادشاہ کی نذر کیں اور اپنے باپ دادا کی حسن خدمات کا اظہار کر کے امیر الامرائی کی درخواست کی اور آئندہ جاں نثاری اور اطاعت گزاری کا وعدہ کیا جب دو تین روز اس گفتگو میں گذر گئے تو ایسا مضطر و بیتاب ہوا کہ وہ بادشاہ کے حکم کا منتظر نہ رہا۔ کچھ سواروں کو ساتھ لے قلعہ کے اندر وہاں مقیم ہوا جہاں امیر الامرا رہا کرتے تھے۔ اس وقت میں سمرو کی بیگم جو سکھوں سے لڑنے گئی ہوئی تھی پانی پت سے جلدی کر کے قلعہ میں آگئی اب غلام قادر اس خیر خواہ بیگم اور اُس کے فرنگستانی افسروں کی سپاہ سے ڈرا اور کوئی اور مغل افسر اُس کے ساتھ نہ

نہ ہوا۔ اس لئے وہ حیران و پریشان ہو کر پھر شاہدرہ میں اپنی سپاہ پاس چلا گیا۔ لو اب باسی کڑھی میں اُبال آیا۔ بادشاہ کو بھی حرارت شاہانہ آگئی۔ اُس نے نجف قلی خاں کو رواڑی سے حمایت کے لئے بُلایا۔ اور چھ ہزار سپاہ اپنی ذات خاص کے نوکر رکھے اور اپنے سونے چاندی کے برتن گلا کر سپاہ کی تنخواہ میں تقسیم کر دیئے۔ نجف قلی خاں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور وہ ۲۷ نومبر ۱۷۸۸ء کو قلعہ کے بڑے دروازہ کے سامنے شمرو کی بیگم پاس خیمہ زن ہوا۔ ان دونوں کے لشکروں کا سپہ سالار مرزا اکبر مقرر ہوا۔ جب سے جوان بخت چلا گیا تھا یہی شاہزادہ ولیعہد گنا جاتا تھا۔ اُس کو سات پارچہ کا خلعت ملا۔ اور رام رتن مودی اُس کا نائب مقرر ہوا۔ اور غلام قادر کے لشکر پر گولہ زنی شروع ہوئی۔ اب اس وقت سیندھیا کا منصوبہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا تھا۔ وہ خود گوالیار میں تھا۔ اُس کا ایک سردار لکھوا دادا آگرہ میں اسمٰعیل بیگ نے گھیر رکھا تھا۔ امباجی کچھ سپاہ لے کر جودلی میں آیا۔ تو سب مخالفوں میں مصالحت ہو گئی اور غلام قادر امیر الامرا ہو گیا۔ اور اُس کے سر پر خود بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے گوشوارہ باندھا اس خلعت کے پانے کے بعد اُس نے علی گڈھ کے قلعہ پر جو سیندھیا نے چھین لیا تھا حملہ کیا اور لے لیا۔ اور اب وہ آگے اسمٰعیل بیگ کے لشکر سے جا ملا۔ اور کئی مہینہ تک قلعہ آگرہ کا محاصرہ کرتا رہا۔ مگر جب مرہٹوں پاس دکن اور جاٹوں کی کمک پہنچ گئی تو دونوں نے محاصرہ سے ہاتھ اُٹھایا۔ فتح پور سیکری میں ۲۱ اپریل ۱۷۸۷ء کو لڑائی ہوئی۔ مرہٹوں کا سردار رانا خان تھا۔ وہ پانی پت کی لڑائی میں تو پانی بھرتا تھا مگر یہاں سے سیندھیا کو بچا کر لے گیا تھا۔ اس لئے وہ اس درجہ پر پہنچ گیا تھا۔ غرض مسلمان اس وقت خوب لڑے۔ رانا خان رات کو بھرت پور چلا گیا۔ اسمٰعیل بیگ نے پھر آگرہ کا محاصرہ شروع کیا۔ غلام قادر اپنی جاگیر میں یوں دوڑ آیا کہ سکھوں نے اُس پر حملہ کر دیا تھا۔

۱۷۸۷ء کے آخر میں والی جودھپور کا ایک ایلچی آیا۔ اور ایک معقول نذرانہ اور سونے کی کنجی لایا اور اُس نے یہ عرض حال کیا کہ بجے سنگھ نے یہ کنجی بھیجی ہے کہ حضور سپاہ لے کر تشریف لائیں۔ اور اجمیر کے ملک پر قابض ہو جائیں۔ پرتاب سنگھ راجہ جے پور کی بھی یہی تمنا تھی۔ بادشاہ نے برخلاف عقل کے یہ کام کیا کہ وہ ۵ جنوری ۱۷۸۸ء کو بہت سے شاہزادے اور شاہزادیوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔

راجپوتوں کی امداد کے لئے بادشاہ کا جانا

بادشاہ نے سیندھیا سے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔ اُس کی خدمات کا کچھ خیال نہ کیا اس وقت جو بادشاہ کے ساتھ لشکر تھا اُس کی تفصیل یہ ہے بنجیبوں کی پلٹن والل کرتی قواعد فرنگستانی جاننے والی مغلوں کے دستے سواروں کے دو سو فرنگستانی گولہ انداز۔ تین پلٹنیں شمرو کی قواعد سکھی ہوئی۔ اس سپاہ کے افسر شمرو کی بیگم تھی۔ اب راہ میں لارڈ لیک نجف قلی خاں سے ہوئی جو باغی ہو سبب سے ہو گیا کہ اُس کے علاقہ میں مراد بیگ کو کسی خدمت پر مقرر کیا تھا وہ اس سے ناراض ہو اور اُس کو رداڑی میں قید کر لیا غرض وہ اس وقت گوکل گڈھ میں محصور کیا گیا۔ اپریل ۱۸۰۴ء کو اُس نے سخت مقابلہ کیا۔ اور بادشاہ کے خیموں تک حملہ کرتا ہوا آیا۔ مگر یہاں شمرو کی بیگم اور طامس نے ایسی سرگرمی سے اُس پر حملہ کیا کہ لشکر شاہی کی عزت رہ گئی۔ پھر منظور علی خاں کی سفارش اور شمرو کی بیگم کی شفاعت سے اُس کے قصور معاف ہو گئے۔ غرض یہیں یہ مہم ختم ہوئی۔ سیندھیا کے خوف اور راجپوتوں کے قول فعل نہ معتبر ہونے کے سبب سے ۱۵ اپریل ۱۸۰۴ء کو بادشاہ الٹاوتی میں چلا آیا شمرو کی بیگم سردھنہ گئی۔ اُس کو بادشاہ نے زیب النسا کا خطاب دیا۔

اس شاہزادہ کے چلے جانے کے بعد اکبر شاہ ولیعہد شمار ہوتا تھا۔ اب پھر جوان بخت نے ولیعہد کے واسطے یہ آخر کوشش کی کہ کچھ سپاہ نواب اودھ سے لے کر دلی میں آیا۔ اُس نے ایک خط جارج سوم شاہ انگلستان کو جس کی پیشانی اور خلاصہ مضمون ذیل میں درج ہے خط لکھا جس کی پیشانی یہ تھی۔

نامۂ جناب معلی القاب صاحب عالم مرزا جہاں دار شاہ بہادر برائے گیتی آرائے ممالک فرنگ

اوّل حمد و نعت لکھی ہے پھر لمبا چوڑا القاب ہے۔ اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ شاہ انگلینڈ پر واضح ہو کہ اس نیاز مند نے اسے پہلے یہ تفصیل مشروحاً ممالک ہندوستان کے اراکین کی اختلاف کرنے اور امرا کے درشت مفسدانہ کاموں کو اپنے باپ کے ارشاد سے گورنر جنرل بہادر مشہور شگس کی خدمت میں لکھ کر درخواست کی ہے کہ وہ خاندان شاہی کی امداد کریں۔ اس امداد کی توقع میں چار سال تک صاحبان انگریز اور برادر عزیز نواب وزیر کے ساتھ میں موقوف رہا اور ایسٹ انڈیا کمپنی سے امداد کی استدعا میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا کہ

مرزا جوان بخت کا دلی میں آنا اور بنا نشین ہونا

ہماری شاہانہ حکومت موروثی کو بحال کریں۔ اس اثنا میں دور دور اطراف سے مفتور بڑھتا گیا۔ مرہٹہ سیندھیا پٹیل جو شریروں کا سرغنہ ہے اوس نے سرکشوں کو بادشاہ سے دس گنا زیادہ سرکش کر دیا ہے۔ ہر چند بادشاہ نے نصایح ہوش افزا اوسکو ارشاد کیں کہ وہ کافۂ برایا کی تالیف قلوب میں اور عامہ رعایا کی حفاظت میں اور ممالک محروسہ کی آبادی میں ساعی ہو مگر اوس نے کچھ نہیں سنا۔ اور ہر شخص سے اوس نے مخاصمت کی یہانتک کہ جیپور کے راجہ پرتاپ سنگھ سوائی اور جودھپور کے مہاراجہ بجے سنگھ نے جو قدیم سے دولت عظمیٰ کے ارکین میں سے ہیں اور خاندان شاہی سے رشتہ مواصلت رکھتے ہیں اوسکو شکست دی اور امیر الامرائی کے درجہ سے گرا کر ذلیل کیا۔ ان انقلابات تازہ میں سرکشوں کی بغاوت اندازہ سے زیادہ بڑھ گئی۔ ضابطہ خاں کے بیٹے غلام قادر خاں نے جنکی ساری زندگی سلطنت کے استیصال کی تدبیروں میں گذری علم بغاوت بلند کیا۔ اسکی دیکھا دیکھی اوروں کو بھی بغاوت پر جرأت ہوئی اور محل شاہی تک اس بغاوت نے سرایت کی۔ میرے باپ نے اس آگ کے بجھانے کیلئے اپنے خاص شقے مجھے اور برادر عزیز نواب زبیر و صاحبان انگریز اور گورنر جنرل کورن والس کو بھیجے کہ آن کر میری مدد کریں۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی درخواست پر گورنر جنرل کو وزیر سلطنت کو آپ نے حکم نہیں بھیجا کہ وہ ہماری امداد کریں اسلئے وہ امداد مطلوبہ کرنے سے باز رہے اگر اسوقت وہ اورنگ آرائے جہاں و کشور کشائے دوران ہمارے اولیائے دولت کے نصرت کے لئے گورنر جنرل کو حکم محکم بھیجے تو مردمی اور مروت سے بعید نہیں ہوگا۔ کہ خاندان تیمور کی اعانت کرنے سے اور اوسکو اپنی اصلی حالت پر لانیسے سرکشوں اور متمردوں کو خاک میں ملائے گا اور اسطرح خلق خدا کو آرام ملے گا۔ رفاہ عباد اور امن امان بلاد سے آپ کی روزگار میں نیک نامی پھیلے گی۔

یہ خط اسکے پہلے کہ شاہزادہ لکھنؤ سے دہلی کو روانہ ہوا تھا ۱۸۰۵ء کے شروع میں لکھا گیا تھا مگر تحقیق کرنے سے یہ نہیں ثابت ہوا کہ وہ انگلستان روانہ ہوا۔ اس شاہزادہ نے اسمعیل بیگ

کی استعانت سے ہرچند چاہا کہ قلعہ گرہ کو فتح کروں مگر اس کام میں کامیاب ہوا۔ اسلئے پھر انگریزوں پاس بنارس میں چلا گیا۔ اور یہیں ۱۷۸۸ء میں مرگیا۔ اس شاہزادہ کا نام جہاں دار شاہ مشہور ہے۔

رجپوتوں اور مرہٹوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ پھر لکھوداد کی حمایت کیواسطے سیندھیا آگرہ کے قلعہ میں گیا۔ یہاں اسمعیل بیگ نے مقابلہ کیا۔ اور غلام قادر بھی اپنی جاگیر سے کمک کیواسطے آیا۔ مگر اوسے نہ مل سکا۔ لڑائی میں اسمعیل بیگ زخمی ہوا۔ پھر فیروز آباد میں مرہٹوں سے ایک لڑائی ہوئی جسمیں آگرہ کا قلعہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا اب غلام قادر پھر دلی میں آیا اور شاہ میں اُترا اور منظور علیخاں کی معرفت اپنی خیرخواہی کا اظہار شروع کیا۔ اوسکا اور اسمعیل بیگ کا یہ مطلب تہا کہ کسیطرح سے سلطنت کو مرہٹوں کے ہاتھ سے بچا ئیں۔ اسلئے مسلمانوں نے آپسمیں اتفاق کرنا شروع کیا۔ اور یہاں لشکر کا جاؤ ہوا۔ مگر جولائی کا مہینہ تھا۔ کہانے پینے کی تنگی کچھ ایسی ہوئی کہ یہ مسلمان کی جمعیت پریشان ہوگئی سیندھیا کا لشکر قلعہ میں بدستور جمارہا۔ اب شاہدرہ سے غلام قادر کے لشکر نے پر گولہ زنی شروع کی شاہ عالم نے سیندھیا کو اپنی اعانت کے لئے بلایا۔ اسوقت اس نائب امیرالامرا کا تھا کہ بادشاہ کی اعانت کرتا وہ متھرا میں موجود تھا۔ جہاں سے ایک دو دن میں دلی میں پہنچ سکتا تہا۔ مگر وہ بادشاہ کی تلون مزاجی سے کچھ خفا تہا۔ دوسرے وہ مسلمانوں کی لڑائیوں کے مزے بھی بہت کچھ چکھ چکا تہا۔ اسلئے خود تو نہیں آیا مگر شمرو کی بیگم کو لکھا کہ آپ بادشاہ کی امداد کو جایئے۔ یہ ہوشیار بیگم سمجھ گئی کہ دال میں کچھ کالا ہے جو سیندھیا خود اس مہم میں شریک نہیں ہوا۔ سیندھیا جی نے امیاجی کو دو ہزار سواروں کے ساتھ بادشاہ کی امداد کیلئے بھیجدیا۔ بلیب گڈھ کے جاٹ بھی کمک کو آگئے۔

جب غلام قادر نے یہ سامان دیکھا تو اوس نے اپنے سب رفیقوں کو غوث گڈھ سے بلالیا اسمعیل بیگ نے ساری مغل سپاہ کو بادشاہ کی طرف سے توڑلیا۔ اب بادشاہ کا حامی کوئی مسلمان نہ تھا۔ یہ حال دیکھکر ہندو بھی چلتے بنے صرف ہمت بہادر گسائیں بادشاہ کے ساتھ رہ گیا۔ اوسکو بھی مسلمانوں نے دھمکیاں دیکر علیحدہ کردیا اب بادشاہ کو بڑا فکر تردد ہوا اوسنے منظور علیخاں سے کہا کہ غلام قادر سے

کو میرے پاس لاؤ میں اونسے زبانی سب باتوں کا فیصلہ کرونگا۔ یہ دونوں بادشاہ کے روبرو گئے اور ہاتھ جوڑکر عرض کیا کہ ہم جو کام کرتے ہیں وہ صرف حضور کی خیرخواہی کیلئے کرتے ہیں۔ بادشاہ نے اسمعیل بیگ و غلام قادر کو خلعت دیے۔ الحاصل غلام پھر امیرالامرا ہوا۔ مادھوجی سیندھیا اپنے عہدہ سے موقوف ہوا اسمعیل بیگ ساری سپاہ کا سپہ سالار ہوا۔ غلام قادر نے بادشاہ سے ملکر عرض کیا کہ اب سپاہ کا ارادہ ہے کہ متھرا میں جاکر مرہٹوں سے لڑیں اور اوسکا نام و نشان ہندوستان سے مٹادیں اور اہلکاران شاہی نے بھی اس قصد کی تائید کی۔ مگر سیتل داس خزانچی نے کہا کہ بادشاہی خزانہ میں روپیہ اس خرچ کے لئے نہیں ہے۔

خزانچی کی یہ بات سنکر غلام قادر غصے کے مارے آگ ہوگیا اور منہ سے جھاگ نکلنے لگے کہیں بادشاہ نے ایک خط سیندھیا کو لکھا تھا کہ امداد کے واسطے آؤ۔ وہ غلام قادر کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اسوقت اوس نے یہ خط بادشاہ کے آگے ڈالا۔ اور اوسکو اور اوسکے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ہتھیار ڈالدو۔ اونہوں نے حکم کی اطاعت کی اس کمبخت موذی نے بادشاہ کو قید میں ڈالدیا۔ اور سلیم گڈھ میں سے کسی مرزا تی مرزا کو بلاکر بادشاہ کے تخت پر بٹھا دیا اور بیدار بخت اوسکا لقب رکھا اور سب اور امیروں سے اوسکو بادشاہ منوایا۔ تین روز بادشاہ پر بے دانہ و آب گذرے۔ اب غلام قادر نے انتظام کے ساتھ قلعہ کے لوٹنے کا ارادہ کیا برابر کا دھوکا دار اوسکا مرزا اسمعیل بیگ تھا اوسنے یہ کہکر ٹال دیا کہ اپنے لشکر میں چلے جاؤ۔ وہ چلا تو گیا مگر بہت جلد اوسکو اپنی حماقت یہ معلوم ہوئی کہ بغیر لئے دیئے چلا آیا۔ ایک آدمی غلام قادر پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ یار و نکا حصہ یاد رہے۔ سارے شہر کے دولت مند اور معزز اہلکاروں کو بلاکر کہہ دیا کہ ہوشیار رہو۔ اور اپنی حفاظت کا بندوبست کرو اور اپنے سپاہیوں اور نائبوں کو حکم دیدیا کہ اگر رسیلے ہوئیں تو تم بھی لوٹو۔ غلام قادر نے ول اپنے نئے بادشاہ سے کہا کہ تمام بیگمات سے جواہرات لے لو۔ اوس نے نہ لئے۔ جب اس سے بھی یٹ نہ بھرا تو شاہ عالم پر دولت بتانے کے لئے غضب توڑنا شروع کیا اوسے یقین تھا کہ اس ڑے کو سارے خزانہ دفینہ معلوم ہونگے۔ اب کوئی ظلم و ستم باقی نہ رہا جو اس ظالم نے اس ضعیف نہ سال بادشاہ اور اوسکی اولاد پر نہیں کیا۔ اوسکو بیدار بخت کے ہاتھوں سے پٹوایا۔ اور

غلام قادر کا شاہ عالم کی آنکھیں نکالنی

طرح طرح کی جسمانی تکلیفیں دیں ۳۰ جولائی کو بیگموں کے بدن پر مار مار کر نیل ڈال دیئے۔ اون کے گلابی گال مارے تھپڑوں کے لال کر دیئے۔ اونکے دردناک آہ و نالے سے سارا محل تھرتھرا تھا۔ مگر اس کمبخت کے دل میں ذرا رحم نہ آتا تھا۔ اسمعیل بیگ سے ذرا کمتی دیتی تھی اوس پاس ۳۱ جولائی کو پانچ لاکھ روپیہ بھیجدیا۔ اور پھر کئی روز بعد سات لاکھ روپیہ بھیجا جہاں سے بھی ہو سکے کے ساتھ روپیہ لیا۔ پہلی اگست کو پھر بادشاہ کو خزانہ بتانے کیلئے۔ آڑے ہاتھوں لیا اسپر بوڑھے بادشاہ چلایا کہ ارے کمبخت خزانہ کہاں وہ ہرا ہے میرے پیٹ میں رکھا ہے۔ اوسے چیر کر نکال لے۔ بوڑھی بیگموں کی کمبختی آئی۔ ابتک اونکی تعظیم و تکریم ہو رہی تھی کہ اونسے ساری دولت کا پتا لگ جائیگا جب اونسے کام نہ چلا تو اونپر غضب ڈھایا۔ ان سب بوڑھیوں میں ممتاز محل سے زیادہ ممتاز تھیں اونکی سب سے زیادہ فضیحتی کی۔ سب مال اسباب چھین بیچاری کو قلعہ سے باہر نکالدیا۔ جسکو بادشاہ بنایا تھا اوسکی تعظیم و تکریم کو بھی اونسے سلام کیا۔ حقے کے دم اوسکے سامنے اوٹھائے۔ دیوان خاص میں تخت پر بادشاہ کی برابر جا بیٹھا۔ ۶ تاریخ کو تخت کو بھی آگ لگا کر سارا چاندی سونا اوس میں سے نکال لیا۔ تخت کے اندر سارا فرش اکھیڑ ڈالا کہ کہیں اوسکے نیچے سے دفینہ ہاتھ لگے۔ اب ۱۰ اگست ۱۸۰۸ء آئی۔ یہ وہ تاریخ ہے کہ جسکو ہمیشہ خاندان تیموریہ کی تاریخ میں یاد رکھنا چاہیئے۔ غلام قادر نے یعقوب علی اور تین چار کو ساتھ لیا۔ اور شاہ عالم کو دیوان خاص میں بلایا۔ اور پھر خزانہ کو پوچھا اوسنے کہا کہ اگر خزانہ مجھے معلوم ہوتا تو میں کیوں اپنے ظروف نقرہ و طلائی کو بیچکر اپنے نوکروں کی تنخواہ تقسیم کرتا۔ اگر کوئی دفینہ گڑا دیا ہوا ہوگا تو مجھے کیا اوسکا علم ہے۔ اوسپر غلام قادر نے کہا کہ اب تو کسی کام کا نہیں تیرا دنیا میں رہنا بیکار ہے آنکھیں تیری نکال لینی چاہئیں اسپر آہ سرد بھر کر بادشاہ نے کہا کہ یہ وہ آنکھیں ہیں جو ساٹھ برس تک خدا کی پڑھتی رہی ہیں اونپر رحم کر یہ سنکر ظالم نے بادشاہ کے بیٹے پوتوں کو جو اس عالم میں بھی اوسکے ہمراہ تھے بے تحاشہ مارنا دھاڑنا شروع کیا۔ اوسپر بادشاہ نے کہا کہ ان آنکھوں کے نکلنے کے لئے میں نے اس عذاب الیم کے دیکھنے کیواسطے نہیں کہا تو ابھی الفیل نکال لے۔ غرض وہ سفاک تخت پر سے کودا۔ اور بادشاہ کو نیچے لٹھاتی پر چڑھا ایک آنکھ اپنے خنجر سے نکال لی۔ دوسری آنکھ نکالنے کو یعقوب علی سے کہا

اوس نے انکار کیا تو فوراً اوسکا تلوار سے سر اڑا دیا۔ اس خوف سے اور پٹھانوں نے دوسری آنکھ نکال لی۔ اور پھر بادشاہ کو سلیم گڈھ میں لے چلے۔ اوسوقت جو قلعہ کی کیفیت تھی قلم سے بیان نہیں ہوسکتی کوئی شاہزادہ بے لبے کس غم کی تصویر بنا کھڑا تھا۔ کوئی شاہزادی سکتہ کے عالم میں بیہوش تھی۔ کوئی ہائے شاہ عالم ہائے شاہ عالم کہکر سر پیٹ رہی تھی۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو آنسوؤں سے تر نہ تھی۔ کوئی دل نہ تھا جو اس غم سے خالی تھا۔ ۱۲ کو اسمعیل بیگ پاس بہت سا روپیہ اوسنے بھیجا شہر والوں کو اول خبر نہ ہوئی کہ ان لال دیواروں کے اندر کیا ہو رہا ہے جب معلوم ہوا تو اونہوں نے شہر چھوڑ کر بھاگنا شروع کیا۔ کہ اتنے میں ۱۴ کو مرہٹے آگئے۔ اونہوں نے کچھ شہر والوں کو تشفی کی اور ۱۸ کو جمنا کے بائیں کنارے پر بہت فوج مرہٹونکی آگئی اور اونہوں نے غوث گڈھ کی راہ بند کردی اور کتنے زمیلیوں کو مار ڈالا۔ اسمعیل بیگ پہلے ہی سے غلام قادر کے مزاج سے واقف تھا۔ وہ بھی مرہٹوں کے سردار اُدانا خاں سے مل گیا۔ اب قلعہ میں سامان رسد کی قلت شروع ہوئی۔ اور سپاہ نے لوٹ کا حصہ انگایوں ماہ اگست دلی پر گذرا ستمبر بر ماستم کرو۔ اب غلام قادر گھبرایا۔ اوسنے حلیم گڈھ میں بارود کے میگزین کو اوڑایا۔ اور بھاگ کر میرٹھ کے قلعہ میں چلا گیا۔

اب پونہ کے دربار نے سیندھیا کی حمایت کرنیمیں فائدہ سمجھا۔ اسلئے ٹوکاجی ہلکر کو بہت سی سپاہ کے ساتھ روانہ کیا۔ جب یہ لشکر آیا تو شہر والوں اور اُدانا خاں کو بڑی تقویت ہوئی۔ اس لشکر نے میرٹھ کے قلعہ میں غلام قادر خاں کو گھیرا۔ ۲۱ دسمبر ۱۷۸۸ء کو اُدانا خاں اور مسٹر ڈی بوائن نے سخت حملہ اس پر کیا۔ ونکو اوسنے اچھی طرح مقابلہ کیا۔ اوسکے نوکر تھک گئے تھے۔ اور یہ جانتے تھے کہ اس ذات شریف کی اب پوری کمبختی آگئی ہے۔ اسلئے رات کو چھوڑ کر وہ بھاگ گئے جب اوسنے یہ دیکھا تو وہ دلی گھوڑے پر سوار ہوکر اور اپنے ساتھ وہ سارے جواہرات بیش بہا لیکر چلا گیا جو قلعہ سے ہاتھ آئے تھے اور ہردم اونکو کسی وقت کی ضرورت کیلئے ساتھ رکھتا تھا۔ اس جاڑے کی رات میں ۴ میل وہ چلا اور اوسکا ارادہ تھا کہ جمنا پار ہوکر سکھوں سے جا ملوں۔ مگر صبح کو کہر پڑ رہی تھی گھوڑا ایک کنوئے کے نیچے میں جا پڑا چاہ کن را چاہ در پیش کا مضمون پیش آیا۔ گھوڑا تو اُٹھ کھڑا

مرہٹوں کا غلام قادر سے لڑنا اور اسکو گرفتار کرنا

ہوا۔ اور پھر ڈہلان پر چڑھکر باہر نکل آیا۔ مگر سوار نہ اوٹھ سکا۔ اور وہیں پڑا رہا۔ جب دھوپ تیز ہوئی تو برہمن اپنے بیلوں کی جوڑی لے کنوئے پر چرس کھینچنے کے لئے آیا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی مکلف لباس پہنے پڑا ہے۔ وہ دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی حضرت ہیں جنکے پاس میں یہ فرما لیکر گیا تھا کہ پٹھانوں نے مجھے لوٹ لیا ہے اور اونہوں نے کچھ نہ سنا تھا۔ اس برہمن نے کہا کہ صاحب سلام۔ غلام قادر نے جواب دیا کہ مجھے نواب کیوں کہتے ہو میں غریب سپاہی ہوں زخمی ہوں گھر اپنا ڈھونڈھتا ہوں جو کچھ میرے پاس تھا وہ سب کچھ لٹ گیا اب یہ گلے کا ہار باقی ہے تجھے دیتا ہوں تو مجھے غوث گڈھ کا راستہ بتا دے اوس نے کہا بہت اچھا میرے ساتھ چلے اوس اپنے گھر میں لے آیا اور بند کر دیا اور رانا خاں پاس دوڑا گیا۔ وہ یہاں لڑائی کے سبب سے قریب ہی فروکش تھا۔ اوسنے یہ سنتے ہی آدمی دوڑائے وہ آنکر غلام قادر کو اپنے لشکر میں پکڑ لے گئے۔ اور سیندھیا کے پاس اوس کو متھرا میں بھیجدیا۔ میرٹھ کے قلعہ کو پٹھانوں نے خالی کر دیا۔ ادھر اودھر چلے گئے بخت پکڑ کر دلی بھیجا گیا وہاں وہ قتل ہوا۔ اور منظور علی خاں بھی ہاتھی کے پیرے باندھے گئے شہر کے بازاروں میں گھسٹ گھسٹ کر مر گئے۔ جب غلام قادر متھرا میں پہنچا تو سیندھیا نے اوسکی بڑی فضیحتی کی۔ ایک گدھے پر اوسکا منہ کیا اور ایک پہرا ساتھ کیا اور ہر ایک دوکان سے ایک کوڑی نواب باون محال کے نام سے منگوائی۔ پھر اوسکی زبان کاٹ لی۔ پھر اوسکی آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ پھر ناک کان ہاتھ پیر کاٹ لئے اسطرح لوتھڑا بنا کر بادشاہ کی خدمت میں دلی بھیجا مگر راہ میں موت نے بڑی رفاقت کی۔ کہتے ہیں۔ ۳۰۔ مارچ ۱۷۸۹ء ایک درخت بیل اوسکو لٹکا پھانسی دیدی۔ یہ لاش قیمہ قیمہ اندھے بادشاہ کے روبرو دیوان خاص میں پیش کی گئی شاہ عالم کے استقلال وصبر وتحمل کی بڑی تعریف کرتے ہیں کہ جسوقت آنکھیں اوس کی نکالی گئیں اوسنے اُف نہ کی۔ . . . اور خدا کو یاد کرتا رہا اور اس صدمہ کے بعد بھی اتنے دنوں تک زندہ رہا کاش اس استقلال اور عالی ہمتی کا دسواں حصہ وہ میدان جنگ میں دکھلاتا تو اس دفعہ اپنی سلطنت بحال کر لیتا۔ اب سیندھیا نے شاہ عالم کو تخت پر بٹھا دیا۔ اگرچہ اب تک کوئی اندھا بادشاہ تخت

نہیں بیٹھا تھا۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ بادشاہ اندہانہ ہونا چاہیئے۔ نولاکھ روپیہ سالانہ اوسکے خرچ اخراجات کیلیئے مرہٹوں نے مقرر کردیا اور بہت سے جھگڑوں اور لڑائیوں کے بعد ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک صاحب اپنی انگریزی فوج لیکر دلی میں داخل ہوئے اور مرہٹوں کو مار کر نکال دیا اور بادشاہ کی پنشن ایک لاکھ روپیہ سال مقرر کردیئے۔ اسکا مفصل حال انگریزی زمانہ کی تاریخ میں مینے لکھا ہی۔ یہہ بادشاہ پینتالیس برس تک تخت نشین رہا۔ اور ۱۸۰۶ء میں مرگیا۔ شاہ عالم نے اندہی ہونیکے بعد یہ اپنا مرثیہ لکھا ہے۔

چہ حادثہ برخاست پئے خواری ما
داد بر باد سرو برگ جہانداری ما

آفتاب فلک رفعت شاہی بودم
برد در شام زوال آہ سیہ کاری ما

چشم من کندہ شد از جور فلک بہتر شد
کہ نہ بینم کہ کند غیر جہانداری ما

داد افغان بچہ شوکت شاہی بر باد
کیست جز ذات خدائے کہ کند یاری ما

کردہ بودیم گناہے کہ سزایش این بود
چیست امید کہ بخشد گنہ گاری ما

کردہ سی سال نظارت کہ مرا داد بر باد
زود تر یافت تلافی ستمگاری ما

نازبتان پری چہرہ کہ ہم بزم بودند
کیست جز محل مبارک بہ پرستاری ما

حق طفلاں کہ زسی سال فراہم کردند
کردہ تاراج نمودند سبکساری ما

عہد و پیمان عیاں دادہ نمودند وفا
محلیاں خوب نمودند وفاداری ما

شیر دادیم بہ افعی بچہ پرور دیم
عاقبت گشت بجور پئے خونخواری ما

قوم افغان و منلیہ ہمہ بازی دادند
بسکہ گشتند مجوز گرفتاری ما

آں گدازادہ ہمدان کہ بدوزخ برود
بانی جور و ستم شد بدل افگاری ما

گل محمد کہ زمرداں بشرارت کم نیست
چہ قدر کرد وکالت بہ گرفتاری ما

ہم الہ یار و سلیماں و بدل بیگ لعیں
ہر سہ بستند کمر بہر دل آزاری ما

شاہ تیمور کہ وارد سر نسبت با من
زود باشد کہ بیاید بہ مددگاری ما

مادہوجی سیندہیہ فرزند جگر بند من
ہست مصروف تلافی ستمگاری ما

راجہ وراؤ وزمیندار امیر وچہ فقیر	حیف باشد کہ نازندبہ غم خواری ما
حال ماگشتہ برہم چو اما مان زیزید	کرد تقدیر ازل روزی ما خواری ما
بود جانکاہ زر و مال جہان ہمچو مرض	دفع از فضل الٰہی شدہ بیماری ما
آصف الدولہ و انگریز کہ دلسوز من اند	چہ عجب گر بنمایند بدد گاری ما
آفتاب از فلک امروز تباہی دید	باز فردا دہد ایزد سر سرداری ما

ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ ثانی

مرزا جوان بخت جب مرگیا تو یہی شاہزادہ شاہ عالم کا ولیعہد ہوا ۱۱۷۳ھ ۱۷۵۹ء میں پیدا ہوا اور بعد شاہ عالم کے مرنے کے ۱۲۲۱ھ ۱۸۰۶ء میں تخت نشیں ہوا۔ اکتیس برس تو یہ تخت پر بیٹھا ۱۸۳۷ء میں اسی برس کی عمر میں مرگیا۔ شاہ عالم جب بوڑھا ہوگیا تہا تو اوسکے خرچ بھی بوڑہے ہوگئے تھے کچھ اوسکے مزاج میں خست بھی آگئی تھی۔ غرض کئی لاکھ روپیہ اوسکے خزانہ میں جمع ہوگیا جب وہ مرگیا تو اکبر شاہ بادشاہ ہوا نہ وہ آنکھوں سے اندہا تھا نہ ہاتھوں کا تنگ تھا۔ اوسنے یہ فریاد کرنی شروع کی۔ کہ ایک لاکھ روپیہ مہینہ اوسکے خرچ کے لئے کافی نہیں ہے پہلے بادشاہوں کی اولاد اور بہت سے شاہزادے جنکی پرورش بادشاہ کے ذمہ تھی ایک لشکر تھا۔ شاہ عالم کی اولاد سے بڑے بڑے وظیفے تھے غرض بادشاہ کی اس درخواست پر لارڈ منٹو نے التفات کیا۔ پہلے انگریزی گورنمنٹ نے وعدہ بھی کیا تہا کہ جب انتظام مالی ہماری گورنمنٹ کا درست ہوجائیگا تو اضافہ بادشاہ کی پنشن میں کیا جائیگا ۱۸۰۹ء میں گورنر جنرل نے اضافہ کا ارادہ کیا۔ جبتک شاہ عالم کا روپیہ خرچ ہوا باقی رہا اکبر شاہ چپکا بیٹھا رہا۔ جب یہ روپیہ خرچ ہوگیا تو وہ اپنے اضافہ پنشن کیلئے جسکو وہ اپنے ملک کا خراج جانتا تھا بیقرار ہوا۔ اور اوسنے اپنے بیٹے کو جو لکھنؤ میں نواب وزیر کے پاس تھا اس مضمون کا خط لکھا کہ۔ نور چشم راحت جان طول عمرہٗ

بعد دعا دراز عمر معلوم ہو کہ جو روپیہ خزانہ میں شاہ عالم کا جمع کیا ہوا تہا وہ سب خرچ ہوگیا

انگریزی گورنمنٹ نے جو خراج ملک کا مقرر کیا ہے وہ اخراجات کیواسطے کافی نہیں ہے تم ایسی تدبیر کرو کہ نواب وزیر سے میرے مدعا حاصل کرنے میں کوشش کرے۔ اتفاق سے یہ خط بیلی صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ کے ہاتھ پڑ گیا۔ غرض اسپر شاہزادہ کو مطلق العنانی سے روکا۔ اور بادشاہ کو بھی رزیڈنٹ دہلی نے سمجھایا کہ آپ کو ایسی حرکات سے کچھ فائدہ نہیں حاصل ہوگا۔ بلکہ اولٹا نقصان ہوگا۔ دہلی کے آدمی مدت سے بادشاہ اور شاہزادوں کو کاٹھ کا اُلو سمجھتے تھے۔ کئی ایک بدمعاشوں نے ایک اور سازش شروع کی۔ ایک ہندو ایک مسلمان دو بدمعاش جمع ہوے۔ ایک مولوی صاحب اونکے معاون ہوئے چیف جسٹس رسل صاحب کا خط بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اور عرض کیا کہ ہم کلکتہ جاتے ہیں اور مرزا جہانگیر کو ولیعہد مقرر کراتے ہیں۔

بادشاہ سلامت راضی ہو گئے دونوں کو وکیل مقرر کر کے کلکتہ بھیجدیا مولوی صاحب یہیں بادشاہ پاس سمجھانے بجھانے کے لئے رہے غرض مدت تک اس بھولے بادشاہ کو بہلاتے رہے خطوط بادشاہ کے نام بھیجتے رہے۔ ایک خط میں لکھا کہ جب ہم نے حضور کی پریشانیوں کا حال لارڈ رسل صاحب کے سامنے بیان کیا تو افسوس کر کے ہاتھ ملنے لگے۔ اور جب حضور کا خط پڑھا تو رنج کے مارے ہونٹ چبانے لگے اونہوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ نظام الملک یعنی مٹکلف صاحب رزیڈنٹ دہلی کو گورنر جنرل کیطرف سے حکم بھجواتے ہیں کہ ہمنے تمکو بادشاہ کے آرام اور آسایش اور اعزاز اور اکرام کیلئے مقرر کیا تھا یا تکلیف اور رنج پہنچانیکے واسطے اگر آئندہ کوئی ایسی حرکت سننے میں آئیگی تو موقوف کر دیئے جاؤگے اسکے بعد پھر بادشاہ کو عرضی لکھی کہ ہم اب مسٹر سیٹن صاحب اور گورنر جنرل کے ساتھ لندن جاتے ہیں خرچ بھجوا دیجے اور ہمارا ماہ بماہ گھر بھجواتے رہے۔ غرض یوں ہی بدمعاش روپیہ مارتے رہے۔ جبتک کہ انگریزونکو اس ساری سازش کا حال نہ معلوم ہوا۔ بعد اوسکے لارڈ مٹکلف صاحب نے بادشاہ کو سمجھا دیا کہ آپ ایسے دھوکہ بازونکے فریب میں آئندہ نہ آیئے۔ مرزا جہانگیر نے سیٹن صاحب کو لولو کہکر تمنچہ میں گولی ماری وہ اونکی ٹوپی پر لگی۔ اس سبب سے یہ شاہزادہ الہ آباد میں عزت کے ساتھ قید کیا گیا۔ یہاں بھی پنجلانہ بیٹھا۔ شادی کی تقریب سے نواب وزیر پاس لکھنؤ میں گیا۔ وہاں بھی

اوس نے انگریزوں کے خلاف سازش کرنی چاہی مگر یہ راز کھل گیا۔ قلعہ میں بادشاہ کو کل اختیار تھا وہاں انگریزی حکومت کو مداخلت نہ تھی اسلئے اوسکی عجیب کیفیت تھی۔ سارے شہر کے بدمعاش اوس میں گھسے رہتے تھے۔ شہر سے مال چرا کر لیجاتے تھے قلعہ میں کھلے بازار بیچکر کھا جاتے لاوارث لڑکوں اور لڑکیوں کو پکڑ لیجاتے اور وہاں دام کھڑے کر لیتے۔ ڈگریدار مارے مارے پھرتے قرضدار وہاں مزے اُڑاتے شہزادے عجیب عجیب حرکتیں کرتے کبھی مال چراتے کبھی کسی کو قتل کرتے۔ کسی کو مارتے کسی کو پیٹتے۔ آپس میں لڑتے اوسکے زمانہ میں سوائے خفیف خفیف بدمعاشوں کی سازشوں کے کوئی اور بات نہیں واقع ہوئی۔ تعظیم و تکریم اوسکی اور نام بادشاہت کا اور قلعہ کی حکومت قائم رہی۔

محمد سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ

یہ بادشاہ ۱۷۸۹ء میں پیدا ہوا۔ تاریخ تولد اوسکی ابوظفر ہے۔ تعلیم اچھی ہوئی تھی خوشنویس تھا طغرا خوب لکھتا تھا شعر خوب کہتا تھا۔ اوسکی غزلوں کا شور سارے شہر میں کیا دور دور رہتا تھا چار مجلد دیوان اوسکے یادگار ہیں۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب جو فارسی زبان میں دوسرے میر خسرو تھے اوسکے ہاں متعلق تھے۔ ابراہیم ذوق طوطی ہند جو ریختہ گوئی میں دوسرے میر تھے وہ اوسکے اُستاد تھے بادشاہ علم تصوف میں ماہر تھا۔ ساری گلستاں کی شرح علم تصوف میں لکھی ہے وہ خاندان چشتیہ میں مرید تھا۔ اور خود بھی پیر و مرشد تھا اور اوروں کو مرید کرتا تھا۔ خاص مریدوں کو دو دو روپیہ مہینہ بھی دیتا تھا۔ کثیر الازدواج اور کثیر الاولاد تھا۔ دو ولیعہد اوس کے سامنے مر چکے تھے۔ سب سے بڑا زندہ بیٹا مرزا قویاش مستحق ولیعہدی تھا۔ بادشاہ چھوٹے بیٹے مرزا جواں بخت کے لئے ولیعہدی چاہتا تھا غریب پروری کی صفت اوسکی قابل یاد رکھنے کے ہے۔ لنگڑے لولے۔ اندھے بہرے اپاہج جتنے اوسکے ملازم تھے سب کی تنخواہ گھر بیٹھے پہونچتی تھی۔ فقط انکی ہر قلعہ میں جاتی تھی۔ وہی تنخواہ لے آتی تھی۔ ساری عمر میں شاید کسی نوکر کو موقوف کیا ہو۔ ہمیشہ نوکروں سے محبت کی باتیں کرتا اور کبھی سخت کلامی نہ کرتا۔ سوا ایک دفعہ کے کہ اوسنے دو ایک بدکار لونڈیوں کا سر منڈوا دیا اور

ایک لونڈی کی ناک کاٹنے کا ارادہ کیا روز بروز بادشاہ کی قدر کم ہوتی جاتی تھی۔ قلعہ کی لال حویلی کا ایسا ہی لحاظ رہا تھا جیسا کہ اور دولتمند شریفوں کے مکان کا ہوتا تھا۔ نذر بھی لارڈ ڈیلہوسی نے بند کردی تھی۔ قلعہ اب شہر کے اوباشوں اور بدمعاشوں کی کمین گاہ اور امن گاہ نہ رہا تھا۔ نہ اوس میں بردہ فروشی ہوسکتی تھی۔ نہ کوئی مجرم سنگین بغیر تحقیقات کے رہا ہوسکتا تھا۔ نہ چوری کا مال غائب ہوسکتا تھا۔ قرضدار عدالت کی ڈگری گرفتاری سے محفوظ ہوسکتا تھا۔ قاعدہ ہے کہ جب چراغ بجھنے کو ہوتا ہی تو لو اُٹھتی ہی جب مردہ مرنیکو ہوتا ہی تو سنبھالا لیتا ہی۔ اسیطرح جب سلطنت تیموریہ کا چراغ گل ہونیکو ہوا اور آخر وقت آیا تو اوسنے اپنی وہ روشنی چمکائی اور ایسا سنبھالا لیا کہ اوسکی نظیر کہیں مشکل سے تاریخ میں ملیگی ۱۸۵۷ء میں مئی کا مہینہ آیا۔ اور ہنگامہ بغاوت بنگالہ کی انگریزی سپاہ کا برپا ہوا۔ کیا قدرت الہی اور شان کبریائی ہی کہ آن کی آن میں کیا سے کیا ہوگیا کہ اوس بادشاہ پاس جسکے خزانہ میں پھوٹا بادام نہو۔ پندرہ بیس روزکے عرصہ میں طلب لاکھوں روپیہ جمع کرادیئے اوس بادشاہ پاس جسکے ہاں چار سپاہی ایسے نہوں کہ بندوق کو بھر سکیں۔ ہزاروں وہ سپاہ بے بلائے اکٹھی کردی کہ جسکے ہاتھوں پر سارا ہندوستان فتح ہوا ہی اور جسکے گلے میں لڑائیوں کے فتح کرنے کے تمغوں کے ہار پڑے ہوئے ہوں۔ اوس بادشاہ کے پاس جسکے ہاں ٹوٹی پھوٹی ایک توپ نہو۔ گھوڑوں کے توپخانے اور ہزارہا قلعہ شکن توپیں بہم پہنچادیں اوس بادشاہ پاس جسکے میگزین میں سیر بھر بارود اور ایک پٹاخہ نہوا وسکے قبضہ میں دلی جیسے میگزین کا لال پٹارہ آگیا ہو جس فقیر بادشاہ کی نذر میں کوئی پھوٹی کوڑی پیشکش نہ کرتا ہوا وسکے سامنے آج شاہ اودھ کی اور کل والی رامپور کی پیشکش رکھی گئی ہو جس ساقط الاختیار اور بے اعتبار بادشاہ کو کوئی رئیس خط بھی نہ لکھتا ہو اوسکے پاس چاروں طرف سے عمائد ملک کی عرضیاں آئی ہوں ہندوستان میں کوئی بڑا راجہ نواب نہ ہوگا جسکا کوئی وکیل یا کوئی آدمی شہر کے گلی کوچوں میں چھپا ہوا نہ پڑا ہوگا۔ اور اوس نے اگلی پچھلی کتابوں کو دیکھ بھال کر خاندان تیموریہ سے اپنے پرانے ناتے رشتے اور واسطوں کا مسودہ نہ گھڑا ہوا اور وقت کا منتظر نہ بیٹھا ہو۔ اسوقت دہلی کے دیکھنے کی

یہ حقیقت کھلتی تھی کہ اس مُردہ سلطنت تیموریہ کے نام بادشاہ کو کتنے ہندوستانی دل میں مانے ہوئے اور اس شہر کو اپنا ملک کا دارالسلطنت جانے ہوئے بیٹھے تھے۔ مئی ۱۸۵۷ء سے ستمبر سنہ الیہ تک ہنگامۂ کارزار برپا رہا۔ بہتیر بہتیر لڑائیاں ہوئیں۔ سب میں باغیوں کو شکست ہوئی آخرکار سرکار انگریزی ہی نے دلی کو فتح کیا۔ باغیوں کے جدھر سینگ سمائے اودھر چلے گئے۔ بادشاہ نے ہمایوں کے مقبرہ میں اپنے تئیں انگریزوں کے حوالہ کیا۔ رنگون جلاوطن ہوا۔ اپنے جوان بیٹوں اور پوتوں کو اپنی انکھوں کے سامنے قتل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس بادشاہ پر خاندان تیموریہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

اسلئے میری تاریخ کا بھی خاتمہ بالخیر ہوا۔

خاتمہ

مسلمانوں کے ہاتھ سے ہندوستان کی سلطنت کیا گئی اُن کے عروج اقبال کا زمانہ ہی گیا۔ اور اون کے زوال کا زمانہ ساری دنیا میں آگیا۔ ہم نیچے ایک مضمون لکھتے ہیں جس سے یہ حال معلوم ہوگا کہ اب بھی اونکی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں۔

مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور بالفعل اونکا کیا حال ہے

اگرچہ مسلمانوں کے عروج و اقبال کا زمانہ وہ نہیں رہا کہ اونکی سلطنت و سطوت کا آفتاب ربع مسکون پر اپنی روشنی پھیلاتا تھا اور انکی مملکت کو وہ وسعت تھی کہ جسکے اندر ایک ہی وقت میں کہیں سحر ہوتی تھی کہیں دوپہر کہیں شام کہیں آفتاب برلب بام کہیں افق پر

مقام مگر اس تنزل کے زمانہ میں بھی تینوں بر اعظم ایشیا۔ افریقہ یورپ میں انکی چھوٹی بڑی سلطنتیں اور بڑی بھلی ریاستیں موجود ہیں ہم انکا نہایت مختصر حال جو فی الحال ہی بیان کرتے ہیں کہ اونکی وسعت کیا ہی نظم ونسق کیسا ہی۔ رعایا کی مرفہ الحالی کی کیا حالت ہی۔

اول ایشیا سے شروع کرتے ہیں کیونکہ وہی انکی سلطنت کا سرچشمہ تھا۔ اسی میں اب تک انکی بہت سی رنگ برنگ کی قومیں اپنی خصائل وعادات وقابلیت واستعداد مختلف درجہ کی دکھا رہی ہیں ایک طرف میں تاتاری ترک بہت بیٹھے ہیں جو نہایت صابر۔ حلیم۔ سخت جفاکش نفس کش مگر اپنی حالت پر ایسے مستقل جمے ہوئے ہیں کہ عقل وفہم کے اندر آگے ترقی کرنیکی قابلیت جاتی رہی ہے۔ ایک طرف ارمنی ہیں کہ نہایت ذہین اور کاروبار روزگار میں ہنرمند وسلیقہ شعار مگر قوم بنکر قومی خوبیوں کے دکھانے کی قابلیت نہیں رکھتے ایک طرف اہل عرب ہیں کہ خدا پرست مستقل مزاج بڑے گنبھیر اپنی تنہائی میں آزاد۔ ایک جانب ایرانی ہیں۔ خوبصورت۔ نفیس مزاج زبان میں طلاقت رکھنے والے مگر کسی کام میں استقلال نہیں رکھتے بڑے متلون۔ ترکمان اسلام کے غلام ناحق پیروں کے اعتقاد کی زنجیروں میں جکڑے ہوے کہ کسی طرف حرکت نہیں کرسکتے۔ افغان جنگجو کینہ خو بہادر غرض یہ قومیں ایشیا کوچک عرب۔ الجزیرہ۔ ایران۔ افغانستان بلوچستان میں اپنی شائستگی وتہذیب مختلف درجوں کی دکھا رہی ہیں۔ آپس کے نفاق وعناد سے اور باہر کے حملوں اور فساد سے کوئی خالی نہیں ہاں اہل عرب اپنے صحرا اور ریگستان وکوہستان میں بڑے شادمان اور آزاد ہیں۔

اب ہم ایشیا کے چار حصے باعتبار سلطنت کے کرتے ہیں۔ اول مسلمانی ایشیا وہ ایشیا کا مغربی حصہ ہی۔ دوم انگریزی ایشیا وجنوبی حصہ ہی۔ سوم۔ روسی ایشیا وہ شمالی حصہ ہے چہارم بدہ مذہب والوں کا ایشیا وہ مشرقی حصہ ہی یوں چاروں سمتوں میں ہر سمت کی الگ الگ کیفیت ہی اور دو میں عیسائی اور ایک میں مسلمان۔ ایک میں بدہ مذہب والے سلطنت کرتے ہیں ایشیا گو مہد بنی آدم تھا۔ اور ساری قوموں کو اسنے تہذیب اور شائستگی کا سبق پڑھایا

تھا اور ساری قومیں اسی کے پیٹ سے پیدا ہوئیں تھیں۔ مگر اس زمانہ میں وہ پیر خستہ حال ہی کہ اس میں ایسی سکت نہیں رہی کہ جبتک اسکی بغل میں اہل یورپ اپنے دونوں ہاتھوں کو نہ دیں وہ کھڑا ہوسکے یا آگے قدم بڑھا سکے۔ جبتک اہل یورپ اس پیر نابالغ کو بچہ بنا کے اپنی تہذیب و علم و ہنر کے مدرسہ میں بٹھا کے تعلیم نہ دیں تو وہ خود ایسی ترقی شائستگی و تہذیب نہیں کرسکتا جس سے انسان انسان کہلاتا ہی۔ اب جہاں کہیں اس میں ترقی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں وہ اہل یورپ ہی کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے غرض روز بروز اہل ایشیا اہل یورپ کی ہر بات میں دست نگر ہوتے جاتے ہیں۔ اہل یورپ کے ہاتھ میں سارا ایشیا ہی اگر انہوں نے سارے ایشیا کو مہذب شائستہ نہ بنایا تو سمجھو نی آدم ہی شائستہ و مہذب نہ ہوا اسلئے کہ ساری دنیا میں جتنے آدمی رہتے ہیں ان میں دو تہائی کے قریب ایشیا میں آباد ہیں انکی ترقی کا معدوم ہونا اور تہذیب سے محروم ہونا گویا دو تہائی آدمیوں کا انسانیت سے محروم ہونا ہے۔ کوئی ایشیا کا ایسا حصہ نہیں کہ جہاں اہل یورپ کا کسی نہ کسی پیرایہ میں پاؤں درمیان میں نہ ہو۔ زمین پر ایشیا کے تمام ملکوں کا یورپ کی نسبت ایسا حال ہی جیسا کہ آسمان پر ستاروں کا کہ ضرور ہے کہ وہ کسی نہ کسی آفتاب کے گرد طواف کریں ایسی ہی ہر ایشیائی سلطنت ضروری ہی کہ کسی یورپ کی سلطنت کے گرد صدقے ہو یعنی کوئی سلطنت یورپ کی رعب داب کے اثر سے خالی نہیں۔ شمالی حصہ جو روسیوں کے عمل دخل میں ہی وہ کل ایشیا کی ایک تہائی کے قریب ہی۔ سارے ہندوستان کی مالک جناب ملکہ معظمہ قیصر ہند ہیں اور اسکے ساتھ برہما سیام۔ لنکا۔ بحر ہند کے جزائر بھی زیر فرمان ہیں۔ بلوچستان اور افغانستان میں برٹش گورنمنٹ کا رعب داب اثر کرتا ہی۔ مغرب میں شمالی ایشیا میں سلطان روم کی سلطنت میں ایشیائے کوچک شام۔ عرب ہیں جنکی حفاظت میں سلطان روم کی صلاح کار برٹش گورنمنٹ اور اور سلطنتیں ہیں اور ایران میں شاہ ایران کی حکومت ہی جسپر روس اور انگلستان دونوں کا رعب داب اثر کرتا ہی۔ مشرقی سلطنت کے چار حصے ہیں چین۔ جاپان۔ سیام۔ برہما۔ آخر کے دو حصہ انگریزوں کی عملداری میں آگئے باقی چین نے اپنے بندرگاہ تمام اہل یورپ کے ساتھ تجارت کھولنے کے لئے کھول رکھے

ہیں جاپان نے اہل یورپ کی ساری شایستگی اور تہذیب کو اختیار کرلیا ہے۔ ایک چھوٹی سی ریاست مسلمانوں کی ملاکا ہے جسکو کشش ثقل خود بھاری سلطنت انگریزی کی طرف کھینچے لئے جاتی ہے۔

اب باعتبار آبادی اور وسعت ان چاروں حصوں کی کیفیت یہ ہے کہ جو مسلمانوں کی سلطنت مغربی ایشیا میں ہے جسکا رقبہ اکیس لاکھ میل ہے اور آبادی تین کروڑ بیس لاکھ جنوبی ایشیا جس میں انگریزی سلطنت ہے اوسکا رقبہ ستائیس لاکھ میل اور آبادی سینتالیس کروڑ مغربی ایشیا جس میں بدھ مذہب کی عملداری ہے رقبہ پچیس لاکھ میل اور آبادی پچاس کروڑ شمالی ایشیا جنمیں روس حکومت کرتا ہے ستر لاکھ تیس ہزار میل اور آبادی ایک کروڑ اسی لاکھ یہ سب کل رقبہ ایک کروڑ بہتر لاکھ تیس ہزار مربع میل اور آبادی ایک ارب دو کروڑ۔

تمام ایشیا میں برٹش انڈیا اور سیلون میں نظم ونسق خوب ہے سیبریا میں روسی عملداری میں اچھا بندوبست ہے۔ وسط ایشیا میں قوقند بخارا خیوا میں روسیوں کے اہتمام سے انتظام ہوتا جاتا ہے کیمبوڈیا کے جزیرہ نما میں فرانسیسی بھی عمل دخل کرتے جاتے ہیں چین کی عملداری میں گو بعض میں بڑی خوبیاں ہیں مگر بحیثیت مجموعی وہ نیم وحشی ہی ہے جاپان نے تمام اپنے آئین قوانین تعلیم وتہذیب میں اہل یورپ کا چربہ اوتارا ہے مگر ابھی یہ امر تحقیق کے درجہ پر پہنچا ہے کہ وہ اپنے سارے کاموں میں اس تقلید کے اندر کامیاب ہوا دونوں ایران اور ٹرکی ایشیا میں کسی قدیمی قوانین آئین کی ترمیم نہیں ہوئی عرب میں سب سے نرالا انتظام ہے وہ اپنے قدیمی انتظام جو قبیلوں کا ہے رکھتے ہیں۔

سلطان روم کی فرمان روائی ایشیا میں

عرب میں اور اس میں جو جنوب مغرب میں دریائے دجلہ کے واقع ہے ان سب میں سلطان روم فرمانروا ہے اسکی سرحد پر روس اور ایران کی عملداری ہے ان سلطنتوں سے

اسکا ڈانڈ اسیند اکوہ ارارات کے قریب ملتا ہی۔ اسکے تینوں طرف پانی ہی مصر کی طرف خشکی اوسکے چار حصے ہیں ایک عرب دوم ایشیا مائی نر سوم شام چہارم فلسطین (پلیشائن) ایشیا کوچک جسکا یہ نام ایشیا سے چھوٹے ہونے کے سبب سے رکھا گیا ہی۔ اسکو اہل یونان انٹی اولیا کہتے تھے اسکی سرحدیں ہمیشہ متغیر ہوتی رہی ہیں۔

اب ٹرکی کی نظم و نسق کی کیفیت ایشیا میں یہ ہی کہ وہ شخصی سلطنت ہی مگر شرع اسلام کی پابندی رسم و رواج کا پاس و آداب سلطنت کو مطلق العنان نہیں ہونے دیتا سوائے اسکے سلطان کے بیجا ارادوں کا مزاحم وزیر اعظم سلطنت اور دیوان بھی ہوتا ہی مگر دیوان کے تمام ارکین کو سلطان خود مقرر کرتا ہے ان ارکان سلطنت کے لئے کوئی مدت ملازمت پہلے سے نہیں متعین ہوتی۔ اس لئے اس میں طمع و حرص ایسی دست درازیاں کرتی ہیں کہ اونکا روکنا مشکل ہوتا ہی ۱۸۶۶ء میں انتظام ملکی اور مالی کے لئے ملک کی تقسیم ولایتوں میں اور سنجکوں میں ہوئی۔ ولایت کو ایسا سمجھو جیسے یہاں کمشنری کی قسمت ہوتی ہی اور سنجک ایسا جیسے کہ ضلع ولایت کا نام جو بڑا شہر اس میں ہوتا ہی اوسپر رکھا گیا۔ اس میں والی حکمراں مقرر ہوا ان میں جو اعلیٰ درجہ کا والی ہوتا اوسکو مشیر یا پاشا کہتے ہیں سنجک (یعنی ضلع) میں جو حاکم مقرر ہوتا اوسکو قیمافان کہتے ہیں۔ ان اول درجہ کے حاکم کو متصرف یا درجہ دوم کا پاشا کہتے ہیں۔ پھر اونکے ماتحت قضائیں ہیں یعنی ضلعے کے حصے ان میں جو حاکم مقرر ہوتا اوسکو مدیر کہتے اگرچہ برائے نام رعایا اوسکو اپنی طرف سے مقرر کرتی تھی۔ مگر درحقیقت وہ والی ولایت کی طرف سے مقرر ہوتا تھا۔ ایک ناہی کا بھی عہدہ ہوتا ہی جو ذی اختیار اور صاحب اعتبار آدمیوں کی طرف سے ایک سال کے لئے مقرر ہوتا ہی۔ اسکے تقرر میں مدبر کو بڑا دخل ہوتا ہی۔ اور بہت سے عہدے ہیں مگر کسی عہدے کے واسطے امتحان اور لیاقت کی شرط نہیں ہے بلکہ عہدونکا پانا سفارش اور رشوت پر موقوف ہے۔

قاضی وہاں بمنزلہ مجسٹریٹ اور پولس افسر کے اور محتسب وہاں بمنزلہ پرمٹ کے افسر کے ہوتے ہیں خراج وہاں وہ یکی کے قدیمی انتظام کے موافق لیا جاتا ہی مگر جتنا روپیہ رعایا سے وصول ہوتا ہے اتنا

خزانہ میں نہیں جاتا۔ بہت اہلکاروں میں اُڑ جاتا ہے۔ عدالت فوجداری اور دیوانی کے قوانین نہایت انصاف پر مبنی ہیں۔ مگر انکی تعمیل ایسے ملازموں کے ہاتھ میں دی جاتی ہے کہ انصاف و عدالت میں بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں عدالتوں کا بڑا جزء اعظم رشوت ہے۔ گو ترک اپنی ذات سے بڑے دیانت دار سچے ایماندار منصف ہوتے ہیں مگر کیا انتظام عدالتوں کا ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی فرشتہ بھی اس میں حاکم بنے تو شیطان ہو جاتا ہے۔ بالجبر اسکو بد اخلاقی اپنے میں پیدا کرنی پڑتی ہے عیسائی جو وہاں رہتے ہیں انکی شہادت تمام عدالت کی کچہریوں میں لیجاتی ہے مگر اسکی وقعت ایسی نہیں سمجھی جاتی جیسے کہ مسلمان کی شہادت کی۔ اسی کی بڑی شکایت اونکو ہے۔ اگر یہ دور ہو جائے تو شاید پھر کوئی اور شکایت نہیں رہے۔ سلطان فقط معاملات دنیا کے انتظام کیواسطے بادشاہ نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ وہ معاملات دین کیواسطے بھی خلیفہ گنا جاتا ہے۔ اسلئے تمام قوانین اور آئین سلطنت کی بنا قران شریف پر رکھی جاتی ہے۔ اور ساری ضرورتوں میں اسی کی طرف رجوع کرنی پڑتی ہے۔ مسلمانوں کا مذہب تمام اور مذہبوں سے مستثنیٰ اس باب میں ہے کہ اس نے کوئی تخصیص کسی فریق کے ساتھ مرشد و ہادی دین ہونے کے نہیں مقرر کی ہر مسلمان مولوی ہو سکتا ہے۔ اور وہ قران شریف کے احکام اور مسائل کو مسلمانوں میں بیان کر سکتا ہے۔ قرآن میں فقط احکام دین ہی نہیں ہیں بلکہ اس میں دنیا کے معاملات کے باب میں بھی احکام ہیں اس لئے اُن مولویوں اور عالموں کو دنیا کے معاملات و مقدمات میں فیصلے کرنے میں بھی مداخلت ہوتی ہے پس اس سبب سے شیخ الاسلام جو تمام عالموں اور مولیوں کا امام و پیشوا ہے سلطان کے بعد دنیا کے معاملات میں اختیار رکھتا ہے اور دین کے معاملات میں اوسکا اقتدار سلطان سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ تعلیم جو اس زمانہ کے موافق ہونی چاہیئے اسکے بڑے حارج اور مزاحم یہ مولوی ہیں ۱۸۴۶ء میں تعلیم کی ترمیم ہو کر دنیاوی تعلیم کی تجویز ہوئی اور اوس کے واسطے ایک ہی یونی ورسٹی قسطنطنیہ میں قایم ہوئی۔ اور ابتدائے تعلیم کے واسطے احکام جاری ہوئے کہ سب کو بالجبر دی جائے۔ مگر ان عالموں کا اثر عوام کے دلوں پر ایسا تھا کہ انہوں

نے اس انتظام تعلیم کو چلنے نہیں دیا۔ اور صرف تعلیم عوام کو قرآن شریف کے پڑھنے اور حساب کے چند قوانین سیکھنے پر محصور کر دیا۔ غرض مسجدوں اور مدرسوں میں ہزاروں طالب علم پڑھتے ہیں مگر کوئی گروہ ایسا کہ جن میں اصل تعلیم کے جوہر نمودار ہوں وہ نہیں دکھائی دیتا۔ پس یہی صورت تعلیم کی ٹرکی ایشیا میں ہے۔ عرب اس سے بھی مستثنےٰ ہے۔ جو کچھ تعلیم اس میں ہے وہ دینی ہے اور کچھ نہیں۔

ایشیائے ٹرکی میں غیر مذہب والوں کے ساتھ رعایتیں اور حسن سلوک مسلمانوں کا بڑھتا جاتا ہے۔

ٹرکی ایشیا اور عرب کی آبادی اور رقبہ کی یہ کیفیت ہے۔

نام	رقبہ	آبادی
انٹی اولیا ایشیا مائنر	۲۲۰۰۰۰	۱۰۸۵۹۱۲۴
آرمینیا	۳۰۰۰۰	۶۷۴۶۰۸
کردستان } ٹرکی	۵۰۰۰۰	۱۵۰۵۸۷
میسوپوطانیہ (الجزیرہ)	۲۲۰۰۰۰	۹۳۴۳۳۳
شام یعنے سریا	۱۰۸۰۰۰	۲۳۰۹۸۳۷
فلسطین یا پیلسٹائن	۱۲۰۰۰	۷۰۰۰۰۰
ٹرکی عرب	۳۰۰۰۰۰	۱۶۱۴۸۵۷
آزاد عرب	۵۰۰۰۰۰	۳۴۰۰۰۰۰
میزان	۱۴۴۰۰۰۰	۲۷۰۵۵۳۴۶

ان صوبوں میں ترک۔ عرب۔ شامی۔ کرد۔ سرکیشیں۔ یورک ترکمان لیزی متوطن مسلمان رہتے ہیں اور ۳۶۱۰۰۰ عیسائی بھی آباد ہیں بعض اور قومیں یہودی اور سندی مصری بھی جن کی تعداد ۲۶۰۰۰ ہے آباد ہیں تمام ملک ۲۶ ولایتوں اور ۷۸ سنجک میں

تقسیم ہیں اون میں یہ ولایتیں مشہور ہیں۔ بسقوترہ۔ قتینہ۔ ارض روم۔ بغداد۔ دمشق۔ یمن ۱۸۷۰ء میں روس و روم کی لڑائی کے سبب سے بیطوم وغیرہ روسیوں کے پاس اور جزیرہ سائی پرس انگریزوں کے پاس اور فطور شاہ ایران کے پاس ترکوں کی عملداری سے نکلکر آگئے ہیں قصبے و شہر جن میں چار ہزار آدمیوں سے زیادہ آباد ہیں ساٹھ تعداد میں ہیں انمیں سے یہ مشہور ہیں۔ سمرنا۔ اس میں ڈیڑھ لاکھ آدمی رہتے ہیں۔ دمشق اس میں ایک لاکھ تیس ہزار قیصریہ ساٹھ ہزار مسقط میں ساٹھ ہزار۔ ارض روم میں پچپن ہزار۔ مکہ معظمہ میں پینتالیس ہزار۔ دیار بکر میں پینتالیس ہزار۔ عرفہ چالیس ہزار۔ جدہ تیس ہزار۔ عدن میں تیس ہزار۔ اور شلیم میں اٹھائیس ہزار۔ قتینہ میں پچیس ہزار۔ حدیدہ میں پچیس ہزار۔ مدینہ منورہ میں بیس ہزار۔ طائف بیس اٹھ ہزار مخا میں سات ہزار۔ بنو میں چھ ہزار۔ بصرہ میں چھ ہزار۔ بایزید میں پانچ ہزار۔

سلطنت ایران

۱۸۷۳ء میں جو سیستان اور افغانستان کا سرحدی کمیشن مقرر ہوا تھا اسنے اور روس اور ٹرکی کے ساتھ صلح ناموں نے بالفعل ایران کی یہ سرحدیں مقرر کی ہیں۔ شمال میں روس کی عملداری ہے۔ روس و ایران کا سرحدی کمیشن ۱۸۸۱ء میں مقرر ہوا تھا۔ اوس نے ابھی اسطرف کی سرحد کا فیصلہ کیا۔ اور مغرب کیطرف سرحد ٹرکی ایشیا کی عملداری سے ملی ہوئی ہے۔ جنوب مغرب اور جنوب میں خلیج فارس و بحر عرب ہے۔ مشرق کی سرحد افغانستان اور بلوچستان سے ملی ہوئی ہے۔ غرض ایران کی سرحدیں مشرق و مغرب و شمال میں ایسی عملداریوں سے ملی ہوئی ہیں کہ ہر وقت وہاں معرکہ جنگ برپا ہو سکتا ہے۔ وزیر کرمان نے اپنا لقب امیر بلوچستان رکھا ہے اور اوسنے اپنے علاقہ میں دو بڑے ضلعے بام پیرا اور مغربی مکران شامل کر لئے ہیں جو حقیقت میں ایران کی سلطنت سے متعلق ہیں ان اضلاع کی علیحدگی نے ایران کی سلطنت کو ایک منحرف کی شکل سے مثلث کی شکل بنا دیا ہے۔ تمام پہاڑ اور میدان سلطنت سے

ایران کی ملکر ایسی شکل اپنی بناتے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہو کہ پیڑی پر بلی بیٹھی ہوئی ہے یہ مشابہت اس سبب سے بھی خوب مناسبت رکھتی ہے کہ ایران کی بلیاں بڑی مشہور ہیں۔ کل رقبہ اسکا چھ لاکھ دس ہزار مربع میل ہے۔ اور پچاس لاکھ اور کروڑ کے درمیان آبادی ہے باوجودیکہ ایران کی سلطنت میں نو سو میل ساحل بحر واقع ہے مگر اس میں جزیرے نہیں ہیں صرف ایک جزیرہ ہے اور جزائر کشم جو ہیں وہ سلطان عمان کے پاس ہیں اشروہ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا وہ روسیوں نے لے لیا ہے۔

ایران میں ہمیشہ سے سلطنت شخصی چلی آتی ہے۔ وہاں بادشاہ کا لقب شہنشاہ ہے آج کل ناصرالدین شاہ جو ترک قوم کا قاچار ہی شاہ ہے قریب سوا دو کروڑ روپیہ کے تمام ملک کی آمدنی ہے۔ یہ آمدنی سلطنت کے خرچ کو کافی ہوتی ہے۔ آب وہوا و زمین کی برائیوں سے رعایا کی بُرائیاں اور رعایا کی برائیوں سے انتظام کی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ برائیوں کا ایک دور چلا جاتا ہے۔ ملک میں ریگستان و کوہستان بہت ہے۔ قاعدہ ہو کہ جب ریت اُڑ کر دیوار سے ٹکراتی ہے تو وہ اونچی ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ وہ دیوار کے اوپر اُڑنے لگتی ہے اور پھر اوسکے تودے میدان میں لگنے شروع ہوتے ہیں اور وہ بلندی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ اوس دیوار کے نشان باقی نہیں رہتے ہیں میدان میں فقط ریگستان ہی نظر آتا ہے اس طرح شہر کے شہر ریت کے تلے دب جاتے ہیں۔ پس جب ملک کی یہ صورت ہو کہ ریت یوں اڑتی ہو اور پہاڑ اس سے اٹے ہوں۔ اور بھرائے دن آپس میں فساد رہیں چاروں طرف سے دشمنوں کے حملے ہوتے رہیں تو سلطنت کا کیوں نہ زوال ہو آخر صدی میں ان سببوں سے یہ سلطنت وسعت میں بہت کم ہوگئی ہے اور قوت میں ضعیف نادرشاہ کے زمانہ سے اس ملک پر زوال آنا شروع ہوا ہے۔ جس شان وشکوہ کی یہ سلطنت دنیا میں تھی اسکے سارے نشان لڑائیوں نے مٹا دیئے ہیں۔ بادشاہان سلف کی عمارات عالیشان کا نام ونشان باقی نہیں رکھا۔ نہ انکے وہ بڑے بڑے شہر ہیں۔ نہ میوہ دار باغ ہیں غرض سارے

ملک پر ایک ویرانی برستی ہے۔ شاہ ایران جو آج کل ہے وہ نہایت مدبر دانا ہے اوس نے اپنی سلطنت کی صورت بنا رکھی ہے۔ ایک لاکھ سپاہی جس میں سے ایک تہائی مسلح رہتی ہے باقی مسلح نہیں رہتی بھرتی کا کام کرتی ہے۔ مگر وہ ایک ساعت کے اندر ضرورت کی حالت میں تیار ہو سکتی ہے۔ اونکے ہتھیار بندوق و تمنچے پرانی وضع کے فرانسیسی انگریزی ہیں ۱۸۸۱ء میں سو توپیں بھی انہیں ملکوں کی بنی ہوئی آگئی ہیں۔ افسر مطلق جاہل ہیں اور نہ قواعد داں ہیں۔ سپاہیوں کی وردی اکثر دریدہ اور بوسیدہ ایسی رہتی ہیں کہ وہ محافظ ملک نہیں معلوم ہوتے بلکہ مفلسوں کی سی صورت ہوتی ہے۔ جو اچھی سپاہ ہے۔ اوسکی وردی فرانسیسی یا انگریزی قطع کی ہوتی ہے۔ مگر اس میں کچھ نہ کچھ خرابی ہوتی ہے کبھی کبھی تنخواہ چڑھ جاتی ہے۔ گو انکے لباس اور ہتھیاروں کی حالت اچھی نہ ہو مگر سپاہیوں کی صورت پر بہادری اور لشکر پر دلاوری برستی ہے وہ اس دریدہ بوسیدہ وردی میں سپاہیانہ شان دکھا دیتے ہیں سخت جفاکش ترکمان کرد۔ آذربائجان کی لودی قومیں ہیں کردستان اور بختیار کے کوہستانی آدمی اکثر سپاہی ہوتے ہیں۔ ایران کے برابر دنیا میں کہیں اور جوانمرد سپاہی نہیں مل سکتے۔ اگر یہ قومیں اہل یورپ کی قواعد سیکھیں اور اسلحہ جنگ فرنگستانی انکے ہاتھ میں ہوں تو ایک سپاہ بے مثل و نظیر تیار ہو سلطنت ایران میں پہلے زیادہ تر تعلیم فقط مذہبی ہوتی تھی۔ مگر اسکی اب یہ ترقی ہوئی ہے کہ ۱۸۸۱ء میں اصفہان میں بڑے بڑے مدرسے قائم ہوئے ہیں جس میں مشرقی و مغربی زبانیں اور علوم و فنون و ہنر سکھائے جاتے ہیں۔ ایران کا پہلے اصفہان اور اب طہران دار السلطنت ہے سارا ملک بہ تفصیل ذیل ان اضلاع میں جنکو مملکت وہان کہتے ہیں تقسیم ہوا ہے۔

	نام	رقبہ	آبادی
شمال میں	استرآباد	۱۰۰۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
	مازندران	۸۰۰۰۰	۲۵۰۰۰۰
	گیلان	۶۰۰۰۰	۴۰۰۰۰۰

	نام	رقبہ	آبادی
	آذربائجان	۳۵۰۰۰	۱۳۰۰۰۰
جنوب میں	عراق عجم	۱۱۵۰۰۰	۱۰۰۰۰۰
	اردلان	۶۰۰۰	۱۵۰۰۰
	خجستان	۳۰۰۰۰	۶۰۰۰۰۰
	لورستان	۳۰۰۰۰	۳۰۰۰۰۰
	فارستان	۶۰۰۰۰	۱۲۰۰۰۰۰
جنوب	لارستان	۲۰۰۰	۸۸۰۰۰
	کرمان معہ کوہستان	۱۵۰۰۰۰	۷۰۰۰۰۰
	مکران مع سیستان	۱۴۰۰۰	۸۲۰۰۰۰
		۶۱۰۰۰۰	۶۹۹۸۰۰۰

ایران میں اکثر مسلمان شیعہ مذہب کے رہتے ہیں اونکی تعداد کا تخمینہ ستر لاکھ ستر ہزار ہوا ایک لاکھ پچھتر ہزار عیسائی رہتے ہیں ۵۳ ہزار اور مذہب کے یہودی وغیرہ رہتے ہیں علی الٰہی یا نصیری بھی بعض جگہ ہیں وہ مسلمان نہیں سمجھے جاتے۔ بہت سے عرب یہاں بس کر شیعہ ہوگئے اصل باشندے یہاں کے آتش پرست بہت تھوڑے چالیس پچاس ہزار رہتے ہوں گے خاکستری رنگ کی کلاہ انکی علامت ہے سات ہزار باشندوں سے زیادہ جن شہروں و قصبوں میں آدمی رہتے ہیں ان میں سے مشہور یہ ہیں۔ تبریز آبادی ایک لاکھ بیس ہزار۔ طہران آبادی ایک لاکھ۔ اصفہان آبادی ساٹھ ہزار۔ مشہد آبادی ساٹھ ہزار۔ کرمان شاہ تیس ہزار۔ شیراز تیس ہزار۔ قزوین تیس ہزار۔ شوستر پچیس ہزار۔ رشت پچیس ہزار۔ بوشہر پچیس ہزار۔ کرمان پچیس ہزار استرآباد بیس ہزار کاشان بیس ہزار۔ قم بیس ہزار۔ بندر عباس ایک ہزار۔ نیشاپور آٹھ ہزار۔ کل آمدنی ملک سواد و کروڑ روپیہ اور خرچ دو کروڑ قرض کچھ نہیں ۱۸۸۰ء میں ڈاکخانوں کا انتظام ہوا

۔ ہندوا کخانے ہیں جن میں تین لاکھ اسی ہزار خط سالانہ روانہ ہوتے ہیں۔ چالیس ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی ان ڈاکخانوں کی ہے۔ ۶۶ دفتر تاربرقی کے ہیں۔ اسکی لین ۱۰۲۰۰ میل طول میں ہے ۵۵۰۰ میل تار لگا ہوا ہے۔ اور پچاس ہزار پیغام اس تار پر آتے جاتے ہیں۔

افغانستان اور بلوچستان

بلوچستان کا رقبہ ایک لاکھ ستر ہزار میل کا ہے۔ ان کو خانات قلات کہتے ہیں۔ اور افغانستان کا رقبہ دو لاکھ تیس ہزار ۱۸۷۳ء میں امیر کابل کو ایک لاکھ رقبہ ستر ہزار مربع میل کا سلطنت ایران میں سے مل گیا ہے اسکو افغانی ترکستان کہتے ہیں۔ غرض اب افغانستان کی سلطنت کا رقبہ تین لاکھ مربع میل ہے اور اوسکی آبادی کا تخمینہ پچاس ساٹھ لاکھ آدمیوں کے درمیان کیا جاتا ہے۔ کابل اور قلات کے درمیان جو سرحد ہے وہ اچھی طرح مقرر نہیں مگر ان دو سلطنتوں کی حدود جو برٹش گورنمنٹ کی سلطنت سے ملی ہیں وہ بہت اچھی طرح مقرر ہیں۔ غرض ان دو سلطنتوں کا رقبہ ملکر چار لاکھ ستر ہزار میل کا ہوگا جسکی آبادی تقریباً پچھتر لاکھ آدمیوں کی ہوگی۔

افغانستان میں جو قومیں رہتی ہیں جنگجوئی ان کی طبیعت میں ہے۔ وہ نہایت مضبوط اور توانا زندہ دل ہوتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے ہمسایہ سے لڑتے رہتے ہیں اور زیادہ تر خونریزی اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اپنے خیل کو آزاد رکھنا چاہتے ہیں ان میں یوسفزئی کے خیل ایسے بھی ہیں کہ وہ دنگا و فساد نہیں پسند کرتے زراعت تجارت کرتے ہیں۔ باوجودیکہ ان کو اور ہمسایہ کی قومیں ستاتی ہیں موسم گرما میں وہ اپنے خیمے قلات غلزی اور غزنین کے میدانوں میں لگاتے ہیں اور امیر کو کچھ خراج دیکر وہاں مویشی کے چرانے کا استحقاق حاصل کرتے ہیں۔ اور عورتوں اور بچوں کی بڑی حفاظت کرکے خود ثمرقند۔ بخارا۔ ہرات۔ کابل میں تجارت کرنے چلے جاتے ہیں جاڑے میں وہ ہندوستان میں ملتان۔ لاہور۔ بنارس وغیرہ میں جاتے ہیں۔ وہ ایس اونی ریشمی کپڑے۔ گھوڑے۔ زعفران۔ مشک۔ میوے۔ اور اور چیزیں بیچتے ہیں۔ پھر اپریل میں قندہار

اور غزنین کو چلے جاتے ہیں۔

بلوچستان میں فرمان روا بلوچی نہیں ہیں بلکہ بربہو قوم کے آدمی سلطنت کرتے ہیں وہی اس ملک کے اصلی باشندے ہیں۔ وہاں یہ نام بلوچستان کا کوئی نہیں جانتا۔ یہ نام ان کے ملک کا باہر والے آدمیوں نے رکھ لیا ہے۔ بربہو سنت جماعت ہیں۔ بلوچ شیعہ اکثر وہ کمیتی کرتے ہیں امیر دوست محمد خاں کا جب سے انتقال ہوا ہے اپسکے عناد و فساد کے سبب سے امیر کابل ملک کا انتظام سوائے اسکے کہ زمین کا خراج وصول کرے اور کچھ نہیں کرسکتا۔ وہاں اپنی جان و مال کی حفاظت آدمی خود کرسکتا ہے کوئی گورنمنٹ کی طرف سے اسکا انتظام نہیں ہے۔ امیر شیر علی خاں نے جو انتظام کیا تھا سو وہ بھی اب جاتا رہا امیر عبدالرحمن خاں جو بالفعل امیر ہے وہ انتظام کرتا ہے مگر اسکو لڑائیوں سے فرصت نہیں ہوتی۔

بلوچستان میں ایک امیر ہوتا ہے اوسکے ماتحت بہت سے جاگیردار رئیس ہیں مگر ان میں ایسی تعلقات رہتے ہیں کہ جس سے ملک کے امن و امان پر اطمینان نہیں ہوسکتا۔ افغانستان اور بلوچستان میں یہ بڑے بڑے صوبے ہیں۔ واغستان۔ بدخشان۔ قندز۔ بلخ۔ اندجوی۔ شبیر خاں اکچہ۔ سیرپل۔ میمنہ۔ غزنین۔ کافرستان۔ چترال۔ سوات۔

مشہور شہر کابل جس میں پچھتر ہزار آدمی رہتے ہیں۔ قندہار جس میں ساٹھ ہزار آدمی ہرات میں پچاس ہزار آدمی۔ مزار شریف میں پچیس ہزار آدمی بستے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد دہم ۱۰

اگرچہ میرا ارادہ تھا کہ جلد دہم کو پہلے نو جلدوں کا ضمیمہ بنا کے بہت سے مفید مضامین لکھوں مگر تاریخ اسقدر بڑھ گئی کہ ان سب مضامین لکھنے کی گنجایش نہیں رہی چند ضروری مضامین تحریر کرتا ہوں

(۱) ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچا یا نقصان ہوا۔ یہ مقدمہ ایسا ہے کہ اس کو کوئی مسلمان یا ہندو انصاف سے بے تعصب فیصلہ کرے تو نہایت مشکل ہے اسلئے ہم اُس فیصلہ کو لکھتے ہیں جو اس مقدمہ کا جیمس مل صاحب نے اپنی ہسٹل تاریخ برٹش انڈیا کے باب پنجم میں لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مورخ نہ ہندو ہے نہ مسلمان ہے کہ مسلمانوں کا یا ہندوؤں کا طرف دار ہوگا۔ بلکہ وہ عیسائی ہے اور عالی دماغ ایسا ہے کہ اُس کی برابر مشکل ہے کہ کوئی ہندو یا مسلمان فیصلہ کرسکے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی تہذیب و شائستگی کا تحقیق کرنا تاریخ کا واقعہ عظیم ہے اُس کا تحقیق کرنا اس لئے ضرور ہے کہ جس سے معلوم ہو کہ مسلمانوں کی سلطنت و غلبہ سے ہندوؤں کا تنزل ہوا یا ترقی ہوئی۔ یہ تحقیق ثابت ہوگیا ہے کہ ایشیا کے مغربی حصہ میں جو قومیں آباد تھیں یعنی ایرانی اور عرب اور نیز ترک بہ نسبت ان قوموں کے جو ان سے پرے مشرق میں رہتی تھیں (ہندو) دماغی قابلیتوں میں بڑھی ہوئی تھیں۔ کیونکہ یہ جاہل سوسائٹی کی برائیوں اور فرخرافات میں کم مبتلا تھیں اور شائستگی کے بلند تر درجہ کو پہنچ چکی تھیں۔

یہ بات ثابت ہوچکی ہے اور غالباً آئندہ اس کی تردید نہ کی جاوے گی۔ اس تحقیق سے بڑا مقصد اس بات کا ثابت کرنا ہے کہ وہ قومیں جنہوں نے ہندوستان پر حقیقت میں حملہ کیا اور جو ہندوستان

کے اتنے بڑے حصہ ملک کے باشندوں پر حکمراں رہیں وہ بہ اعتبار شائستگی کے اس درجہ
ملک پہنچ چکی تھیں جس پر ایرانی اور عرب اپنی تہذیب کے معراج کے زمانہ میں پہنچ چکے تھے۔
مسلمان جنہوں نے ہندوستان میں اپنی حکومت قایم کی۔ زیادہ تر اس بڑے ملک کے
مغربی حصہ سے آئے تھے۔ جو کہ وسیع سلطنت ایران کی حدود میں واقع تھا۔

اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کی حکومت کو ہندوستان میں قایم کرنے والے مسلمان پیدا ہوئے
ایران کے مشرقی صوبجات بلخ اور ماوراء النہر اور اس کے مضافات تہذیب یافتہ ہونے کے
اعتبار سے ایران کے سب شہروں پر فضیلت رکھتے تھے بلخ کی فارسی زبان نہایت فصیح اور پاکیزہ
زبان سمجھی جاتی تھی اور مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق خدا تعالیٰ اپنے عرش کے کروبی فرشتوں
سے اس بلخ کی زبان میں نرم اور دھیمی آواز سے باتیں کرتا ہے۔ فارسی کے علم ادب میں جو
نامور گزرے ہیں وہ اکثر بلخ ہی کے رہنے والے تھے ان میں سے صرف تین شخصوں کا ذکر کرنا
ہم کافی سمجھتے ہیں۔ محمد ابن عمر خاوند شاہ جس کو اہل یورپ خوند کے نام سے زیادہ جانتے
ہیں۔ اس شخص نے ایک مکمل تاریخ لکھی ہے۔ اہل یورپ کو ایران کی تاریخ زیادہ تر اسی تاریخ کے
ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے۔ رشید یہ ایک نامور شاعر گزرا ہے۔ انوری ایک نامی شاعر
اور علم نجوم کا بڑا ماہر ہوا ہے۔ چنگیز خاں کے جانشینوں کے عہد حکومت میں بلخ ایسی ترقی
پر تھا کہ قبۃ الاسلام کہلاتا تھا۔

بخارا مشرق میں بہت بڑا دارالعلوم تھا۔ یہاں کے مشہور و معروف دارالعلوم میں تحصیل
علم کی غرض سے دور دراز ملکوں سے طالب العلم آتے تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مغلوں کی زبان
میں لفظ بخارا کے معنی ایک عالم آدمی کے ہیں۔ ان نامور فاضلوں میں سے جن کی وجہ سے بخارا
کی درسگاہوں کی شہرت تھی ایک شخص تھا جو اس وقت دنیا کے بڑے فاضلوں میں شمار کیا جاتا
تھا یہ شخص شیخ بوعلی سینا تھا۔ اس کی تصانیف سو سے زیادہ ہیں ۱۰۳۶ء میں ۵۸ سال کی عمر
میں اس نے وفات پائی کچھ بڑی عمر نہ پائی۔

جبکہ مغلوں نے مغربی ملکوں کی طرف بڑھنا شروع کیا تو وہ کوئی وحشی قوم نہ تھے۔ یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی ہے کہ ان میں تحریر کا رواج تھا۔ ان کے حروف تہجی آ۔ ب۔ ت الگ تھے چینی حروف کی طرح وہ مشکل نہ تھے۔ بلکہ رومی حرفوں کی طرح نہایت سہل اور عمدہ تھے مغل ملکر کام کرنے کی قابلیت رکھتے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے فتوحات کیں اور چین۔ ایران اور بعدازاں ماوراء النہر پر انہوں نے نہایت ہی ذہانت اور عقلمندی سے باقاعدہ حکومت کی اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کس حد تک اپنی دانش کے لحاظ سے مغلوں نے اپنے آپ کو ایشیا کی نہایت مہذب اور روشن ضمیر قوموں کے درجہ تک پہنچا دیا تھا۔ ان ملکوں پر چنگیز خاں کے جانشینوں نے جس دانائی اور لیاقت سے حکومت کی شاید پھر کسی بادشاہ کو نصیب نہوئی ہوگی۔ اپنے فتوحات کے زمانہ میں تہذیب کے میدان میں قدم بڑھانے کے لئے مغل ایسے آمادہ رہتے تھے کہ جب وہ چین اور ایران کے تہذیب یافتہ لوگوں میں پہنچے تو انہوں نے حیرت انگیز عجلت سے اپنے آپ کو ان کی مثل بنا لیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد وہ وہاں سے اصلی باشندوں سے کچھ کم تہذیب یافتہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے آداب و اخلاق اور خصائص کی وجہ سے ممیز ہو گئے۔ ایران اور ماوراء النہر میں علوم کے سیکھنے میں ان کی مستعدی مشہور تھی۔ خاص کر انہوں نے علم نجوم۔ علم جغرافیہ اور علم ہندسہ کو بہت ترقی دی۔ خاص سمرقند میں جو چنگیز خاں کے بیٹے اور اس کے جانشینوں کا پایہ تخت تھا۔ ایک بڑا مشہور درس گاہ تھا جس کی نسبت ایک یونیورسل ہسٹری کے مورخ نے لکھا ہے کہ یہ دارالعلوم مسلمانوں کی درس گاہوں میں سب پر تفوق رکھتا ہے اور جہاں قریب کے ملکوں سے مسلمان پڑھنے آتے ہیں۔ ابوالغازی مسلمانوں کے اعلےٰ تہذیب کے دو ثبوت دیتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کی زندگی میں پختہ سڑکیں بننے لگی تھیں۔ دوسرے شہروں میں پانی سیسہ کے نلوں کے ذریعہ سے لایا جاتا تھا۔ سمرقند کا کاغذ جو ریشم سے بنایا جاتا تھا ایشیا میں نہایت نفیس کاغذ خیال کیا جاتا تھا اور ایشیا کے تمام ملکوں میں اس کی بڑی مانگ رہتی تھی۔

سلطان محمود غزنوی جس نے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد ڈالی ایشیا میں سب سے بڑا بادشاہ ہوا ہے اس کے دربار میں فاضلوں کا ہجوم رہتا تھا۔ ایشیا کے ملک الشعرا فردوسی نے اس کی دارالحکومت میں اپنی کتابیں تصنیف کیں اور سلطان کے سایہ عاطفت میں پلا۔ سلطان محمود اور اس کے اراکین نے غزنی میں وہ وہ عالیشان عمارتیں تعمیر کرائیں کہ ایشیا میں غزنی اوّل درجہ کا خوبصورت شہر ہو گیا۔ سلطان نے اس میں ایک یونیورسٹی بھی قایم کی جس کے لئے رقم کثیر وقف کی اور غزنی کو ایشیا میں علوم و فنون کا مرکز بنا دیا۔

محمود غزنوی نے اپنے تخت کے گرد بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں کو جو کہ اسوقت کی تہذیب پیدا کر سکتے تھے جمع کیا تھا یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ ہندو اس کے عہد حکومت میں ایسے لوگوں کے ماتحت تھے جو شائستگی میں ہندوؤں سے کم ہوں۔ اور نہ یہ بات محمود کے جانشینوں کی نسبت کہی جا سکتی ہے۔ اگرچہ ذاتی لیاقتوں میں تو وہ محمود کے ہم پلہ نہ تھے تاہم انہوں نے اور اُن کے تمام اراکین نے ایران کے علوم و فنون میں تعلیم پائی تھی چنانچہ ایسا ہی حال خاندان غوری کے بادشاہوں کا تھا وہ اور سردار جو ان کی خدمت میں رہتے تھے علم و تربیت کے لحاظ سے حقیقت میں ایرانی ہی تھے۔ اس بات کا کوئی انکار نہیں کرے گا کہ خاندان مغلیہ جو کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا حکمراں خاندان تھا ہندوستان کے فتح کرنے سے پہلے ایران اور ماوراءالنہر میں کافی عرصہ تک رہ چکا تھا اور اس نے وہاں کی تہذیب اُن سے سیکھ لی تھی۔ ان کی زبان ایران کی زبان تھی اُن کا قانون اور مذہب ایران کا قانون اور مذہب تھا وہ ایران ہی کا لٹریچر پڑھتے تھے اور جبکہ وہ ہندوستان پر قابض ہوئے تو وہ ایران کے علوم و فنون سے بخوبی فائدہ اُٹھا چکے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب ایسی طرز حکومت کی جگہ جس کا نظم و نسق ہندوؤں کے طریقہ تمدن کے موافق ہوتا تھا وہ طریقہ سلطنت قایم ہوا جس کا انتظام ایران کے اعلیٰ تہذیب اور اصولوں کے مطابق ہوتا ہو تو ہندوؤں کو فائدہ پہنچا یا نقصان؟ صرف اس وجہ سے مسلمانوں کی حکومت

سے نفرت کرنا کہ مسلمان ہندوؤں سے غیر تھے یا یہ کہ اُن کا مذہب اسلام ہے حکومت اور خوبیوں کو نظر انداز کرنا محض تعصب کی بات ہے اور عقل کے خلاف ہے۔ مغلوں نے ہندوستان پر اس طرح حکومت نہیں کی کہ ہندوستان کو کوئی غیر ملک خیال کیا ہو اور اس کو اپنے ملک یا وطن کی ترقی اور بہبودی کا ذریعہ قرار دیا ہو۔ بلکہ اُنہوں نے ہندوستان کو اپنا وطن اور اپنا ملک سمجھا جس کی وجہ سے مغلیہ حکومت کا ہندوستان سے اتنا قریب تعلق ہو گیا جتنا کہ شخصی حکومت میں بادشاہ کا اپنی رعایا کے ساتھ ہونا ممکن ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ مغلوں کا برتاؤ ایسا نہ تھا جیسا کہ غیر قوموں سے ہوتا ہے بلکہ ایسا جیسا کہ اپنے ہموطنوں کے ساتھ ہوتا ہے جس وقت کوئی محقق ان سب باتوں پر غور کرے گا تو اس کو اس بات میں بحث کرنے کی گنجائش نہیں رہے گی کہ ہندوؤں کے ہاتھ سے مسلمانوں کے ہاتھ میں عنان حکومت جانے سے ہندوستان کو فائدہ ہوا اور بہت بڑا فائدہ پہنچا۔ اس بات کا کافی ثبوت بغیر تفصیلی حالات کے لکھنے کے ہم کو یہ تحقیق ہو سکتا ہے کہ جیسی ہندوؤں کی حکومت خرابیوں اور برائیوں سے بھری ہوئی تھی ایسی مسلمانوں کی حکومت میں ان کی برابر برائیاں نہ تھیں۔

ہندوؤں کی تہذیب کا حال زیادہ تر نامعلوم اور پوشیدہ ہے۔ برخلاف اسکے ایران کی تہذیب کا علم اہل یورپ کے تعلیم یافتوں پر بخوبی ظاہر ہے۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کا مقابلہ ان چند عنوانوں سے معلوم ہوگا۔

(۱) رعایا کی تقسیم اور تفریق

اس اہم کام کو مسلمانوں نے جس خوش اسلوبی سے انجام دیا تھا وہ بیان سے باہر ہے مسلمانوں میں ذات کے جھگڑے نہ تھے جیتی رسوم کہ تلون مزاجی اور خود غرضی کی وجہ سے جاری کی گئی ہیں ان سب سے زیادہ انسان کی ترقی کے مانع ذاتوں کی تفریق ہے جمہوری سلطنتوں کی مانند مسلمانوں کی خود مختار شخصی حکومت میں کل انسانوں کے ساتھ یکساں برتاؤ

کیا جاتا تھا۔ امرا و شرفا کی کوئی خاص جماعت نہ تھی۔ بلکہ صرف منصب اور سرکاری عہدے کے موافق لوگوں کی عزت ہوتی تھی۔ عہدے کسی خاندان کے ساتھ مخصوص نہ تھے بلکہ ہر روز ادنیٰ درجہ کے لوگ ترقی کر کے اعلیٰ عہدوں پر پہنچتے تھے۔ ہر ایک کی قدر و منزلت اُس کی ذاتی لیاقت اور قابلیت کی وجہ سے ہوتی تھی۔ نہ کہ صرف اس کے باپ کی ثروت و امارت کی وجہ سے۔

(۲) طرزِ سلطنت مسلمانوں کی طرزِ سلطنت کی خوبیاں جو ہندوؤں کے طریقہ حکمرانی سے ممتاز ہیں وہ یہ ہیں:

مسلمان بادشاہ انتظام سلطنت کے واسطے عہدہ دار مقرر کرتے تھے مثلاً بخشی وزیر امیر الامرا وغیرہ وغیرہ۔ ہندو راجاؤں کے وقت میں عجب بے ترتیبی اور ابتری تھی۔ راجہ برہمنوں کی جماعت کے وسیلہ سے حکومت کرتا تھا۔ جو راج کے اختیارات کو مجوزہ قانون کے مطابق عمل میں نہیں لاتے تھے۔ بلکہ جو شخص سازش کر کے یا شہرت کی وجہ سے عروج پا جاتا تھا سو کرتا تھا۔ اُس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ بعض لوگ قوت حاصل کر لیتے تھے اور اور لوگ ہر بات میں اُن کی فرمانبرداری کرتے تھے ایسے لوگ وزارت یا پیشواؤں کا رتبہ جیسے کہ مرہٹوں میں ہوئے حاصل کر لیتے تھے جس صورت میں یہ برہمنوں کی جماعت باضابطہ مقرر نہیں کی جاتی راجہ ایک وزیر منتخب کر لیتا ہے جس کو راج سے کل اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور وہ اختیارات کو ضرورت کے موافق عمل میں لاتا ہے اور رسم و رواج یا کسی خاص قاعدہ کا پابند نہیں ہوتا۔

اگر بادشاہ مطلق العنان ہو اور سلطنت کا انتظام اچھی طرح نہ کرے تو جو بدنظمیاں پیدا ہوتی ہیں اُن کے انسداد کے لئے صرف تین چیزیں ہیں۔ اوّل مذہب۔ دوسرے بغاوت کا اندیشہ۔ تیسرے اخلاقی حالت۔ اوّل جب یہ کہیں کہ بادشاہ کی مرضی کا مخالف مذہب ہے تو اُس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ پیشوایان دین بادشاہ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ کیونکہ جس طرح ملکی تدبیریں بغیر مدبران سلطنت کے چل نہیں سکتیں اسی طرح مذہبی بھی بغیر پیشوایانِ مذہب کے کچھ کام نہیں کر سکتا۔ مذہب کے پیشوا صرف اس حالت میں راجہ کی مخالفت کر سکتے ہیں

جس صورت میں لوگوں میں اُن کا رسوخ ہو اور اُن کے اختیارات اتنے بڑھے ہوئے ہوں کہ بادشاہ اُن کو ناراض کرنے سے ڈرتا ہو۔ راجاؤں کی سختیوں سے رعایا کو پیشوایانِ مذہب اس وقت بچا سکتے ہیں جبکہ بادشاہ ملکی اختیارات میں ان کو اپنا صلاح کار بنائیں۔ جس صورت میں کہ راجہ پیشوایان دین کو اپنا صلاح کار بنا لیتے ہیں اور اُن کے ظلم کرنے سے پیشوایان دین کو بھی فائدہ پہنچتا ہے تو وہ ان راجاؤں کو ناجائز حرکتوں سے روکتے نہیں بلکہ اُن کو ترغیب دیتے ہیں۔ ہندوؤں کے طرز سلطنت میں پیشوایان دین اور راجاؤں کے اختیارات ایک دوسرے سے وابستہ تھے کہ راجہ تو برائے نام ہوتے تھے حقیقت میں پیشوایان دین راج کرتے تھے۔ جب کہ راجاؤں کی سختیوں سے اُن کو فائدہ پہنچتا تھا تو اُن کو کیا غرض تھی کہ وہ راجاؤں کو برائیوں سے روکتے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ہندو راجاؤں کو بدنظمیوں سے مذہب نے کبھی نہیں روکا۔

مسلمانوں کی طرز حکومت میں مذہب اور سلطنت میں ایسا قریب کا تعلق نہیں تھا یہ بالکل درست ہے کہ ایک زمانہ میں خلیفہ ملک اور دین دونوں کے بادشاہ ہوتے تھے لیکن اکثر حالتوں میں مسلمان بادشاہوں کے عہد میں سوائے چند باتوں کے جو رواج پر منحصر تھیں۔ علماء دین کو بہت کم ملکی اختیارات حاصل تھے لیکن وہ رعایا کی حالت کو بہتر نہیں کر سکتے تھے مسلمانوں کی حکومت میں پیشوایان مذہب کو کافی رسوخ پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ ظاہر میں اُنہوں نے اپنا میلان خاطر اس طرف ظاہر کیا کہ بادشاہ کی طرف سے جو سختیاں رعایا پر ہوتی ہیں ان کا انسداد ہو اس بات میں مسلمان ہندوؤں کی مذہبی جماعت سے اختلاف رکھتے ہیں اور یہ بہت بڑا فرق ہے کہ مسلمانوں کے پیشوایان مذہب ان لوگوں سے ملے ہوئے نہیں ہوتے جو اختیارات کے بل پر رعایا پر ظلم کرتے ہیں مسلمانوں کے پیشوایان مذہب کو خود ان لوگوں سے پناہ نہیں ہوتی۔

(۳) ایشیا کی طرز حکومت میں بغاوت کا اصول رعایا کے حق میں اکثر مفید ثابت ہوا

ہے اگر رعیت کو ہر قسم کی خوشی اور آسایش میسر ہو سکتی ہے تو صرف اسی ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔ جس صورت میں بادشاہوں اور اُس کے اراکین کی آرزوں خواہشوں اور تلون مزاجی کی کوئی حد نہ ہو تو حکام بالادست کی بے شمار خواہشوں آرزوں اور تلون مزاجی کی وجہ سے رعیت پر جو تباہی اور مصیبت آتی ہے۔ رعایا کو اُس سے پناہ دینے والی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جیسا کہ اُس کے باغی ہونے کا ڈر۔ لیکن جس صورت میں آدمیوں کے پاس کوئی چیز نہو جس کے جاتے رہنے کا ان کو اندیشہ ہو تو رعیت کو بغاوت پر آمادہ کر دینا کوئی دشوار بات نہیں ہے۔ ایشیائی بادشاہوں کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اگر رعیت پر ایک خاص حد سے زیادہ ظلم کیا جائے تو وہ غدر کر دیتی ہے اور ظلم کرنے والوں کو پائمال کر ڈالتی ہے اور ایسی حالت میں اس کو سر گروہ کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ خیال ہمیشہ حاکموں کے پیش نظر رہتا ہے اور ان کو اعتدال کے ساتھ حکومت کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اگر ایشیائی خود مختار حکومت میں کچھ خوبیاں پائی جاتی ہیں تو صرف اسی وجہ سے ہیں لیکن ہندوستان میں بغاوت کا خوف بالکل جاتا رہا تھا۔ کیونکہ ہندوؤں کو لڑائی کی طرف سے نفرت تھی اور مصیبت کے وقت ان کا صبر اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ وہ دنیا کی سب قوموں سے بڑھی ہوئی تھی۔ البتہ ہندوستان کی مسلمان رعایا کی جرأت اور دلیری اور بہادری نے ہندوستان کے بادشاہوں کو لیاقت اور دانائی سے حکومت کرنے کی تحریک کی تھی۔

سوم جو تہذیب ہندوؤں اور مسلمانوں میں پائی جاتی ہے اس سے کہیں بڑھ کر تہذیب اس بات کے لئے درکار ہے کہ محض نیکی اور اخلاق کی وجہ سے بادشاہ سختیوں سے باز رہیں جس قدر انسان لوگوں کی تعریف سے خوش ہوتا ہے اور اُن کے بُرا کہنے سے بڑا رنجیدہ دل ہوتا ہے اسی قدر اخلاق اُس کے بیجا اختیارات کو روکتا ہے۔ چنانچہ ہندو اور مسلمان بادشاہوں پر اخلاق کا عمدہ اثر نہیں ہوا تھا۔ اگر کچھ اثر پایا بھی جاتا تو

مسلمانوں میں تھا۔ مسلمان فاتحان ہند کے اوضاع واطوار میں ایسی انسانیت اور دلیری اور علمی قابلیت پائی جاتی تھی کہ مسلمانوں میں خود مختار حکومت اس قابل نفرت اور وحشیانہ عیاشی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی تھی جیسے کہ ہندوؤں کی سلطنت کا اس درجہ کو پہنچنا آسان تھا۔

اگرچہ وحشت کے آثار مسلمان قوموں میں بھی پائے جاتے تھے جیسا کہ ایشیا کے تمام باشندوں میں۔ لیکن ساتھ ہی مسلمان فاتحین میں فہم اور فراست تھی برخلاف اسکے ہندوستان کے اہلی باشندوں میں وحشی قوموں کے علاوہ کام کرنے کی عقل سب قوموں سے کم ہے جس قوم میں کام کرنے کی قابلیت ہوتی ہے اس کا اثر طرز حکومت پر اور بادشاہوں کے دماغ پر ضرور ہوتا ہے چنانچہ ذیل میں تیمور کے آئین سے یہ بات ثابت ہے کہ مغلوں نے ہندوستان میں آنے سے پہلے حکمرانی کے عمدہ عمدہ طریقے ایجاد کئے تھے وہ لکھتا ہے کہ

"میں نے ایک قاضی مقرر کیا جو کہ نہایت عالی خاندان اور مقدس آدمی تھا۔ تاکہ وہ دین دار آدمیوں کے چال وچلن کو دیکھتا رہے اور اُس وقت کے آداب اور اخلاق کو درست کرے اور مذہبی امور کے واسطے لوگ معین کرے اور ہر ایک شہر اور قریہ میں تیز فہم اور زیرک قاضی اور مفتی مقرر کرے اور محتسب مقرر ہوں جو تجارت اور اوزان وغیرہ اور پیمانوں کے نگراں رہیں"

"ایک قاضی فوج کے واسطے اور دوسرا قاضی رعیت کے واسطے میں نے مقرر کیا اور ہر ایک صوبہ اور شہر میں میں نے شارع بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو برائیوں سے باز رکھے اور اُن کو راہ راست پر لائے میں نے حکم دیا کہ ہر ایک شہر اور قصبہ میں ایک مسجد، درس گاہ خانقاہ، غریب اور محتاجوں کے لئے خیرات خانہ اور مریضوں کے لئے شفاخانہ بنایا جائے اور طبیب نوکر رکھا جائے جو شفاخانہ میں ہمہ دم موجود رہے ہر دیہ میں سرکاری مکان اور

عمارتیں بنائی جائیں اور نگراں مقرر کئے جائیں تاکہ وہ مزروعہ زمینوں اور زمینداروں کی خبرگیری کریں
میں نے حکم دیا کہ معابد اور خانقاہیں تعمیر کی جائیں اور شاہراہ پر مسافروں کے ٹھیرنے کیواسطے
سرائیں بنائی جائیں اور دریاؤں پر پل تعمیر کرائے جائیں۔"

"میں نے حکم دیا کہ شکستہ پلوں کی مرمت کی جاے اور دریاندی نالوں پر پل بنائے جائیں اور
سڑکوں پر ایک ایک منزل کے فاصلہ پر کاروان سرائے تعمیر کرائیں۔ اور محافظ اور چوکیدار سڑکوں پر
تعینات ہوں۔ ہر ایک کارواں سرائے میں آدمی رہیں اور سڑکوں کی حفاظت اُنکے سپرد کی جائے اور
اگر سڑک پر غافل مسافروں کی کوئی چیز چوری جاے تو ان چوکیداروں سے باز پرس ہو۔"

"میں نے حکم دیا کہ صدر اور مفتی وقتاً فوقتاً میرے مملکت کے دینی امور میرے سامنے پیش
کریں اور میں نے ایک قاضی مقرر کیا تاکہ تمام ملکی نزاع کے مقدمات جو کہ میری سپاہ اور رعایا کے
درمیان ہوں وہ میرے پاس بھیجا رہے۔"

حکومت کے نہایت ضروری مقاصد میں سے چار منتخب مقصد تھے جن کے پورا کرنے میں
شاہان مغل نے بہت کوشش کی۔ اوّل عدل گستری کی۔ دوم اُنہوں نے لوگوں کو تعلیم اور تربیت دی
تیسرے سفر کرنے میں آسانی کردی۔ چوتھے جو کچھ اُن کے ملک میں واقع ہوتا تھا اس سے وہ با
خبر رہتے تھے۔ اس بات کا ہمارے پاس کافی ثبوت ہے کہ ان مقصدوں کو خاطر خواہ تو وہ پورا
نہیں کرسکے لیکن جس وقت سے یہ مقصد ضروری ثابت ہو گئے اُس وقت سے طرز حکومت کے
علم و فن میں بہت کچھ ترقی ہو گئی اور جب سے اُن کے حاصل کرنے میں سرگرمی سے کوشش کی
گئی تو اور بھی زیادہ کامیابی ہوئی۔

تیمور کی طرز حکومت کے بارہ اصولوں کا انتخاب حسب ذیل ہے۔

نہایت ذی عقل۔ فہمیدہ۔ ہوشیار۔ محتاط۔ تجربہ کار۔ دوراندیش لوگوں کو اپنا مشیر و صلح کار بنایا
سپاہ اور رعیت کو ایک نظر سے دیکھا اور ان دونوں میں ایسا بندوبست کیا کہ ایک دوسرے
پر ظلم و تعدی نہیں کرسکتا تھا۔

دور اندیش اور عاقل لوگوں میں سے چند آدمی منتخب کئے جو کہ مجھے معتبر معلوم ہوئے اور جن کو میں نے اس لایق سمجھا کہ سلطنت کے کاموں میں اُن سے صلاح لی جاوے اور اُن سے میں سلطنت کے راز کہہ سکوں۔ اُن کو میں نے اپنا رازدار بنایا اور سلطنت کے اہم اور پوشیدہ کام میں نے اُن پر ظاہر کئے۔

وزیر اور منشیوں اور محرروں کے ذریعہ سے میں نے دربار عام کا انتظام اور انصرام کیا۔ میں نے اُن کو اپنی سلطنت کا آئینہ بنا دیا جس میں کہ اُنہوں نے سلطنت کے تمام کاروبار دکھائے اور رعیت اور لشکر کی ضرورتوں سے مجھے آگاہ کیا۔ اُنہوں نے شاہی خزانہ کو دولت سے مالا مال رکھا۔ اور رعیت کی بہبودی میں اور ہر چیز اُن کے واسطے افراط سے مہیا کی۔ جہاں جہاں ملک میں بدنظمی تھی نہایت مناسب اور بہترین طریقہ سے اُنہوں نے اُس کا انسداد کیا۔ سلطنت کی آمدنی اور خرچ کو اُنہوں نے درست رکھا اور ملک کی آبادی بڑھانے میں اُنہوں نے سعی کی۔

حاذق طبیبوں اور تجربہ کار معالجوں اور نجومیوں اور مہندسوں کو جو سلطنت کی زینت کے واسطے ضروری ہیں میں نے اپنے گرد جمع کیا۔ طبیبوں اور جراحوں سے میں نے بیماروں کو تندرست کرایا۔ نجومیوں کی مدد سے تاروں کا ملک پر نیک و بد اثر اور ستاروں کی رفتار اور گردش میں نے دریافت کی۔ مہندسوں اور معماروں کی مدد سے میں نے باغ لگوائے۔ اور عالیشان عمارتیں تعمیر کرائیں۔

علم تاریخ کے جاننے والے اور واقف کار لوگ میرے پاس موجود رہتے تھے۔ وہ انبیاء و پیغمبروں اور شاہان سلف کا حال سُنایا کرتے تھے اور میں اُن واقعات کو غور سے سُنا کرتا تھا جس کی وجہ سے لوگ بادشاہی کے رتبہ تک پہنچے یا جو اُن کی سلطنت کی تباہی کا باعث ہوئے زمانہ قدیم کے بادشاہوں کے تاریخی حالات سے اور روایتوں اور ان کے اخلاق اور چال و چلن سے میرا تجربہ بڑھا اور میرے علم کی توسیع ہوئی۔ ان لوگوں کی زبانی میں نے روئے زمین کے مختلف مقامات کی کیفیت اور وہاں کی روایتیں سُنیں اور میں نے معلوم کیا کہ سلطنتیں کہاں واقع ہیں

ایک ملک کے مسافروں اور سیاحوں کو میں نے تحریک دی تاکہ وہ تمام قوموں کی فراست اور کاروبار سے مجھ کو اطلاع دیں۔ سوداگروں اور کارواں سرائے کے سرداروں کو میں نے ہر ایک ملک اور مملکت کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ ختن۔ چین۔ ماچین۔ ہندوستان۔ عرب کے شہروں سے۔ مصر۔ شام۔ روم اور عیسائیوں کے ملکوں سے ہر قسم کے قیمتی اسباب تجارت اور نادرہ روزگار اشیاء لاویں اور ہر ملک کی حالت اور وہاں کے باشندوں کی عادات اور اخلاق سے مطلع کریں اور غور سے دیکھیں کہ ہر ملک کے بادشاہ کا برتاؤ اُس کی رعیت کے ساتھ کیسا ہے اور مجھ سے آکر کہیں۔

یہ باتیں جو حکومت کے قابل غور اور ضروری مقاصد میں لکھی ہوئی ہیں صاف بتلاتی ہیں کہ تیمور کے وقت میں لوگ عقل و دانش میں وحشی قوموں سے بہت بڑھے ہوئے تھے۔

ناقص طریقہ حکمرانی میں رعیت کی خوشی زیادہ تر مالگزاری کے جمع کرنے کے طریقہ پر منحصر ہوتی ہے اُس کے واسطے حسب ذیل قانون جاری کیا۔ یہ قوانین انتظام کرنے کے اعلےٰ درجہ کی قابلیت ظاہر کرتے ہیں۔

میں نے حکم دیا کہ مقررہ محصول اور راہ داری سے زیادہ لوگوں سے ہرگز امیر نہ لینے پاویں

میں نے حکم دیا کہ ہر ایک صوبہ میں جو بادشاہ کی طرف سے بطور جاگیر کے امراء کو دیا گیا ہو دو عہدہ دار اس کے نگراں ہوں۔ اُن میں سے ایک مالگزاری کا معائنہ کرے اور رعایا کے حقوق کی نگہبانی کرے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رعیت تباہ ہو جاوے یا جاگیردار اُس پر ظلم کریں اور تمام رقوم جو صوبہ سے جمع کی جائیں اُن کا حساب رکھے۔ دوسرا عام اخراجات کا رجسٹر اپنے پاس رکھے اور مالگزاری کے روپیہ کو سپاہیوں میں صرف کرے۔

میں نے حکم دیا کہ ہر ایک جاگیردار کے پاس جاگیر تین سال تک رہے اُس کے بعد صوبہ کا معائنہ کیا جاوے۔ اگر وہاں کے باشندے جاگیردار سے خوش ہوں اور ملک میں ترقی ہو اور آبادی بڑھ گئی ہو تو پھر اُسی کو جاگیر واپس دیدی جاوے۔ لیکن اگر صوبہ کی حالت اس کے خلاف

پائیں تو جاگیر سرکار کو واپس کر دی جاوے اور تین سال تک جاگیردار کو جاگیر کی آمدنی نہ دیجائے

میں نے حکم دیا کہ ضرورت پڑے تو رعایا کو دھمکا کر محصول جمع کریں لیکن اُن پر ظلم اور جبر نہ کریں اور نازیبا نہ لگائیں۔ وہ حاکم جس کا رعب لوگ اتنا بھی نہ مانیں جتنا کہ کوڑے سے ڈرتے ہیں حکومت کرنے کے لائق نہیں ہے۔

میں نے حکم دیا کہ مالگزاری اور محصول اس طرح جمع کیا جاوے کہ رعایا کی تباہی کا باعث نہ ہووے۔ اور ملک غیر آباد نہ ہو جاوے۔

زرخیز اور شاداب زمینوں کی پیداوار کا ایک ثلث سرکار میں داخل کیا جاتا تھا اور یہی آمدنی کا ذریعہ تھا۔

میں نے حکم دیا کہ جو شخص ویران زمین میں کاشتکاری کرے یا نہر لاوے یا باغ لگاوے یا غیر مزروعہ زمین پر زراعت کرے اس سے پہلے سال کچھ نہ لیا جاوے۔ دوسرے سال جو وہ خوشی سے دیوے لیلو۔ تیسرے سال سے قانون کے مطابق اس پر جمع مقرر کرو۔

میں نے حکم دیا کہ اگر غریبوں پر امیر ظلم کریں اور اُن کے مال و متاع کو نقصان پہنچائیں تو ظالم امیروں سے نقصان کے برابر رقم لے کر مظلوم غریبوں کو دو تاکہ اُن کی پھر پہلی سی حالت ہو جاوے۔

میں نے حکم دیا کہ ہر ایک ملک میں وزیر مقرر ہوں۔ ایک وزیر رعایا کے واسطے ہو اسکو یہ خدمت سپرد کی جائے کہ وہ مالگزاری اور راہ داری کا باقاعدہ حساب رکھے کہ رعیت نے کیا اور کتنی رقمیں کس مد میں دیں کس بات کی دیں وہ ان سب کا نقشہ تیار رکھے۔ دوسرا وزیر فوج میں مقرر ہو جو حساب رکھے کہ سپاہ کو کتنا روپیہ دیا گیا ہے اور ان کو کتنا روپیہ اور دینا باقی ہے تیسرے وزیر کو متفرق کام دیے ہیں جن کے بیان کرنے کی یہاں گنجایش نہیں ہے۔

یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ مغل جب کہ وہ پہلی ہی دفعہ ہندوستان میں آئے علم سیاست مدن خوب جانتے تھے اور اُن کے آنے سے ہندوستان کو بڑا فائدہ پہنچا۔ خاندان مغلیہ کے

بڑے بادشاہوں کے عہد میں مثلاً اکبر کے زمانہ میں سلطنت کے اختیارات بٹے ہوئے تھے اور ایسی لیاقت سے حکومت کی جاتی تھی جو علم اور تہذیب کے اعتبار سے اُس مشہور زمانہ کے شایاں تھی۔

اگرچہ شخصی حکومت میں بہت سی چیزوں کا انحصار بادشاہ کی صفات پر ہوتا ہی لیکن اگر حکمرانی کا عمدہ طریقہ ایک دفعہ بخوبی رواج پا جاتا تھا تو تھوڑے عرصہ تک تو اس کا اثر ضروری رہتا تھا اور اکثر وہ قاعدہ ہمیشہ کے لئے جاری ہوجاتا تھا۔

(۳) **قانون**۔ ہندوؤں کا قانون ایسے لوگوں نے بنایا تھا جن کی دماغی قوت ایسی ضعیف تھی کہ اس سے زیادہ اور ضعیف نہیں ہوسکتی۔ قانون کا بڑا نتیجہ عظیم الشان ہے کہ ملک کو فائدے پہنچیں۔ لیکن دنیا میں جتنے قوانین آج تک بنائے گئے ہیں۔ ان سب میں بدتر ہندوؤں کا قانون ہی جس سے بہت ہی کم ملک کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اور قانون کی علت غائی ملک کی نفع رسانی کی مفقود ہے۔

اگر مفروضہ بہترین قانون سے مسلمانوں کے ان قوانین کا مقابلہ کیا جائے جن کو انہوں نے ہندوستان میں جاری کیا تو بہت سے نقص ملیں گے لیکن اس کا کسی ملک کے موجودہ نظم قوانین سے مقابلہ کرو۔ مثلاً قوانین روم یا قوانین انگلستان سے تو وہ خوبیوں میں ایسا کم نہیں ہوگا جیسا کہ اُن قوانین کی نظموں کے جاننے والے جاہل آدمیوں کے تعریف پر غش ہونے والے یقین کرتے ہیں مسلمانوں کے قوانین لکھنے میں ہم انگریزی قوانین کا بھی ذکر کریں گے تاکہ لوگ دونوں قوموں کے قانون سے واقف ہوجائیں اور یہ اس وجہ سے اور بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا قانون منسوخ ہوکر انگریزی قانون جاری ہوا ہے

اوّل قوانین دیوانی ہیں جن میں فوجداری کا قانون شامل نہیں ہے۔ وہ حقوق شامل ہیں جو قوم کے ہر فرد کو قوم کی بہبودی کے واسطے حاصل ہونے چاہئیں۔ یا یوں کہو کہ قانون

دیوانی ان اختیارات پر مشتمل ہے جو قوم کی ترقی کے واسطے ہر شخص کو آدمیوں اور اشیا پر حاصل ہونے چاہئیں۔ یہ اختیارات حقوق کے قایم کرنے کے لئے ضرور ہیں اور عام تجربہ سے خوب معلوم ہوا ہے کہ اس باب میں مہذب قومیں ایک دوسرے سے اتفاق کرتی چلی آئی ہیں۔ البتہ حقوق کے استحکام کے واسطے اُنہوں نے مختلف طریقے اختیار کئے ہیں۔

سب سے عمدہ اور بہتر ذریعہ جس کے بغیر لوگوں کے حقوق کی حفاظت ناممکن ہے یہ ہے کہ لفظ حق کی صحیح اور درست تعریف کی جاے۔ حقوق کی درست اور ٹھیک تعریف کرنے کے اعتبار سے رومی اور انگریزی اور مسلمانوں کے قانون ایک سے ہیں۔ تعریفات کا درست ہونا گویا قانون کو کمال کے درجہ تک پہنچا دینا ہے اور یہ بات اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ قوم تہذیب کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئی ہو۔ تعریفات کے واسطے اوّل تو تمام مختلف واقعات کے تجربہ پر عبور ضرور ہے۔ دوسرے انسان کا دماغ اتنا مشاق نہیں ہے کہ تمام واقعات کو ترتیب دے سکے اور بغیر عمدہ ترتیب کے صحیح تعریف کرنا ناممکن ہے۔ تیسرے رسوم کا منسوخ کرنا بہت دشوار ہے متعین رسوم کی ناپائداری سے خوش ہوتا ہے اور وہ کوشش کرتا ہے کہ کہیں رسوم ترقی نہ پکڑ جائیں اور اختیارات کی وجہ سے وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوتا ہے۔

زمانہ حال تک یورپ کے کسی ملک میں بھی قانون مال قلمبند نہیں کیا جاتا تھا یعنی لوگوں کے حقوق کی کیفیت مقررہ الفاظ میں نہیں بتائی جاتی تھی۔ تمام قانون زبانی تھا۔ بہت سے لوگ تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ لفظ حق کیا چیز ہے۔ جج کے پاس اُس کی رہبری کے لئے کوئی مقرر تعریف نہیں ہوتی تھی وہ ہر موقع پر حسب ضرورت نئی تعریف گھڑ لیتا تھا۔ یہ بے شمار تعریفات جو مختلف ججوں نے بے شمار موقعوں پر کی تھیں۔ ایک دوسرے سے کم و بیش مختلف تھیں۔ اگر تعریفات میں کچھ صحت و درستی تھی تو صرف اس وجہ سے کہ فیصل شدہ مقدمات سے ایک احاطہ کھینچ لیا تھا اور جج ہر موقعہ پر بغیر و تبدل ان فیصلوں کی حد کے اندر کرتا تھا۔ کیونکہ جو شخص بے انصافی کرنے کی غرض سے مقررہ حد سے تجاوز کرتا تھا اُس کو لوگ بُرا سمجھتے تھے۔ چند سال ہوئے

کہ جرمن کی بعض ریاستوں نے کوشش کی تھی کہ ضابطہ قوانین بنائیں اور خاص عبارت میں لکھکر قانون کو مستقل کر دیں۔ یہ کوشش صرف تھوڑے ہی لوگوں کی طرف سے تھی اور اس میں بنیاد کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ شہنشاہ نپولین پہلا شخص تھا جس نے قانون کی تدوین کرکے رعیت کو بیحد فائدہ پہنچایا۔ اگر ہم نکتہ چینی کریں تو نپولین کے ضابطہ قانون میں بہت سے نقص نکال سکتے ہیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے فرانسیسیوں کو بہ اعتبار قانون کے سب قوموں پر تفوق حاصل تھا (انگلینڈ کا کامن لا (رسم ورواج) عام قانون جس میں دیوانی اور فوجداری دونوں شامل ہیں صرف زبانی تھا۔ قانون جو سٹیٹوٹ لا (آئین پارلیمنٹ) کے نام سے مشہور تھا وہ فضول لفظوں سے مملو تھا۔ اس میں عجیب بے ترتیب فقرے ایسے مہمل و ذو معنی ہیں کہ مقنن کہتے ہیں کہ عام قانون جس میں تغیر و تبدل ہمیشہ رہتا ہے اس سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔ صاحب ممدوح نے بہت کچھ اس قانون کے بابت لکھا ہے اور یورپ و مسلمان و ہندو ان کے قوانین کا مقابلہ کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مسلمانوں کے قوانین عیسائیوں کے قوانین سے تہذیب میں بعض برابر بعض کم تھے مگر مسلمانوں کے قوانین دیوانی اور فوجداری ہندوؤں کے قوانین سے بدرجہا بہتر تھے۔

(۴) ٹیکس محصول لگانے میں مسلمانوں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو ہندوؤں کے عہد حکومت میں تھا پیداوار کا ایک خاص حصہ بادشاہ کو دیا جاتا تھا اور یہی سلطنت کی آمدنی کا ذریعہ تھا۔ اکبر بادشاہ نے مالگزاری جمع کرنے کے عمدہ طریقے مقرر کئے اور مالگزاری و بندوبست کے قانون کو ایسی ترقی دی جو دوسرے بادشاہ کے عہد میں کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ جو کچھ ہندوؤں کی طرز حکومت کی بابت معلوم ہے اور جس لیاقت سے مسلمانوں نے سلطنت کے کام کو انجام دیا اس سے ہم یہ نتیجہ بخوبی نکال سکتے ہیں کہ مغلوں کے آنے سے ہندوستان میں بہت ترقی ہوئی۔ یہ بات کہ مسلمانوں نے مالگزاری کے کام میں اکثر ہندوؤں سے کام لیا اور ہندوؤں کی مدد سے انہوں نے اصلاحیں کیں اس خیال سے متناقض نہیں ہے کہ مسلمانوں کے عہد میں مالگزاری کا کام ہندوؤں کے زمانہ سے بہتر کیا گیا تھا۔ چونکہ پیداوار کا ایک خاص حصہ لیا جاتا تھا۔ اس لئے

مالگذاری کے مفصل حالات سے آگاہ ہونا دشوار اور مشکل تھا اور اُس کے واسطے رعایا کے اخلاق اور زبان سے واقف ہونا ضروری تھا اور یہ واقفیت صرف ہندوؤں ہی کو ہو سکتی تھی۔ ہندو اس کام میں مدد دینے کے تو قابل تھے لیکن ان میں اتنی قابلیت نہ تھی کہ خود کر سکیں۔ مالگزاری جمع کرنے کا وہ طریقہ جو اکبر کے وقت میں اختیار کیا گیا تھا تاکہ مالگزاری کی بدانتظامیوں کا انسداد کیا جاے اور رعایا پر ظلم نہونے پاے۔ اور تحصیل میں فرق نہ ہو جس وقت تک کہ غلبہ حکومت میں کچھ بھی قوت رہی بے کم و کاست وہی طریقہ چلا آتا تھا لیکن جب ملک کئی حصّوں میں تقسیم ہو گیا۔ اور ہر ایک صوبہ خود مختار بن بیٹھا اور وہاں کے حاکم صوبہ کی بدنظمیوں کا انسداد نہ کر سکے تو وہ طریقہ ٹوٹ گیا۔

(۵) **مذہب** - اس پر ہم بحث نہیں کرتے۔

(۶) **اخلاق و اوضاع مسلمانوں کے** - اخلاق و اوضاع ہندوؤں کے اخلاق سے بہتر تھے۔ ہندوؤں کا اخلاق زیادہ تر ذات کی ظالمانہ وزبوں پابندی پر مبنی تھا۔ لیکن جو اخلاق مسلمانوں کے اخلاق کی طرح نوع انسان کی مساوات و اخوت پر مبنی تھا وہ اس اخلاق سے جو مہتا یا بادشاہ کی بھلائی پر مبنی ہو ایسا فرق رکھتا ہے جس کی مشکل سے کوئی قیمت مقرر ہو سکتی ہے۔ ہندوؤں کا اخلاق مذہبی رسوم کے ادا کرنے پر مشتمل تھا۔ یہ رسمیں آزار رساں و بیہودہ تھیں۔ ہر ایک ہندو کی زندگانی کا بڑا حصّہ بیہودہ رسموں کے ادا کرنے میں صرف ہوتا ہے یا ہونا چاہئے۔ مسلمانوں کا مذہب ہم مذہب قوموں سب سے زیادہ رسموں سے مبرا اور منزہ ہے۔ انسان کی زندگی کا بڑا حصّہ لطیف اور لذیذ پکوانے اور کھانے میں صرف ہوتا ہے ہندو و مسلمانوں کی خوراک میں فرق تھا۔ مسلمان گوشت خوار تھے۔ ہندو گوشت خوار نہ تھے ان کی غذا نباتات تھی۔ ان غذاؤں کے فرق سے ہی ان کے درمیان فرق تھا۔ شراب دونوں ہندو و مسلمانوں میں ممنوع تھی۔

مسلمانوں کی طرز گفتگو بہ نسبت ہندوؤں کے ملایم و دلاویز کم ہوتی ہے انگریزی حکام ان کو

پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ ان کو محض اپنا تابعدار بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہندو خواجہ سراؤں کی طرح غلامانہ صفات میں بڑھے ہوئے ہیں۔ انگریزی حکام سرکاری کام اور خانگی امور میں دیکھتے ہیں کہ ان کے عیش اور حفاظت اور خود بینی میں ہندو سب قوموں سے کم مخل اور مانع ہوتے ہیں۔ اگرچہ مسلمان ہندو جیسے نرم نہیں ہیں مگر اسی کے ساتھ ہی وہ مردانہ وار اور طاقتور ہیں۔ وہ زیادہ تر ہمارے نیم مہذب بزرگوں سے ملتے جلتے ہیں جو کہ برتاؤ میں تو ایسے نرم نہ تھے لیکن ہندوؤں کے مقابلہ میں اعلیٰ درجہ کی تہذیب سیکھنے کی قابلیت رکھتے تھے۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہندوؤں کا چال وچلن بہت خراب ہوتا ہے مسلمان ان سے کسی قدر بہتر ہیں۔ ظاہرداری۔ دروغ گوئی۔ بیوفائی اور دوسروں کی دل آزاری کی طرف سے بے پروائی اور زر پرستی میں ہندو اور مسلمان دونوں کی ایک سی حالت ہے۔ مسلمانوں کے پاس جب دولت آتی ہے تو وہ فضول خرچ اور عیاش ہو جاتے ہیں۔ ہندو ہمیشہ کنجوس اور محتاط ہوتے ہیں۔

(۷) **آرٹ صناعی وغیرہ**۔ یہ بات سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ مسلمان فاتحین ایران کے فنون کو اپنے ساتھ ہندوستان میں لائے۔

عمارت اور زیور اور کپڑے کے بنانے میں ہندوؤں کی بہت تعریف کی جاتی ہے پہلے دونوں چیزوں میں مسلمانوں سے ہندو بہت کم لیاقت رکھتے تھے مسلمانوں کی بعض عمارتیں تو یورپ کے بہترین عمارتوں کے نمونہ کی برابری کرتی ہیں محراب بنانے کی ترکیب سے ہندو بالکل ناواقف تھے اگر ہندوؤں سے مسلمان کسی چیز میں گئے ہوئے تھے تو کپڑا بننا تھا یہ بات فیصلہ طلب ہے کہ آیا فارس کے ریشمی کپڑے اور مخمل بھی صناعی کے ایسے حیرت انگیز نمونے تھے جیسے ہندوؤں کی ململ۔ سڑکوں اور پلوں کے بنانے میں جس میں کہ سخت محنت اور ہنر درکار ہے مسلمانوں کے حملہ سے پہلے ہندو وحشی قوموں سے کچھ یوں ہی سے بہتر تھے تیمور کے قوانین کے انتخاب میں جس کا اکثر ذکر آیا ہے ہم دیکھ چکے ہیں کہ مغلوں کو ہندوستان

فتح کرنے سے پہلے ہی سے ان چیزوں کا شوق تھا۔

علم موسیقی اور نقاشی اور سنگ تراشی میں مسلمان چینی اور ہندو ترقی کے میدان میں برابر تھے۔ نقاشی کے واسطے ان تمام قوموں کا مذاق اور قابلیت ایک دوسرے سے ایسی ملتی جلتی تھی کہ حیرت ہوتی تھی۔ علم موسیقی میں ہندو ایسے ہی گھٹے ہوئے ہیں جیسے کہ سنگ تراشی میں فارس کے لوگ ہندو اور چینیوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔

فن جنگ خواہ ان فنوں میں شامل ہو سکے یا نہو سکے اور انسانی قابلیتوں میں سے کتنی ہی قابلیتیں اُس کے لئے درکار ہوں مسلمان جیسا کہ امید کی جاسکتی ہے بوجہ ذہین اور عقلمند ہونے کے بہ نسبت ہندوؤں کے لڑائی کے فن سے بہتر واقف تھے جبکہ کوئی قوم جو تعداد میں قلیل ہو اپنے سے بڑی جماعت پر غالب آجائے اور اُن کو اپنا تابع رکھے تو اس صورت میں یہ نتیجہ نکالنا بالکل درست ہے (بشرطیکہ قلیل التعداد فریق کو کوئی خاص فائدہ حاصل نہو) کہ بمقابلہ مفتوح کے فاتحین فن جنگ کو بہتر جانتے ہیں۔ جو باتیں ہم ان دونوں قوموں کی بابت جانتے ہیں وہ ہمارے اس نتیجہ کی تصدیق کرتی ہیں۔

(۸) **علم ادب** - یہ بات ثابت کرنی ناممکن ہے کہ ہندو علم میں مسلمانوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ غالباً اس بات میں کوئی بحث نہیں کرے گا کہ ہر قسم کا علم مسلمان حملہ آوروں میں ہندوؤں سے زیادہ تھا۔ علوم ہندسہ اور شاعری میں ہندوؤں کی بہت تعریف کی جاتی ہے۔

علوم ہندسہ میں زیادہ تر تعجب اس کی فرضی قدامت پر کیا جاتا ہے نہ کہ اس کی ترقی پر وہ خواہ کتنا ہی قدیم ہو۔ یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ مسلمانوں میں بھی یورپ کا علم ریاضی اتنا موجود تھا جتنا کہ ہندو جانتے تھے اِس موقع پر صرف اتنا ہی ثابت کر دینا کافی ہے۔

جو لوگ ہندوؤں کی نظم کی بہت تعریف کرتے ہیں اور تعریف کرانی چاہتے ہیں یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ فارسی نظم ہندو نظم سے بہتر ہے۔ ہندوؤں کی مشہور نظم مہابھارت کا شاہنامہ سے مقابلہ کر لو۔ شاہنامہ میں غیر حقیقی اور ناممکن باتیں اس کثرت سے نہیں پائی جاتیں جیسی

کہ مہابھارت میں اس میں واقعات بعید از عقل نہیں ہیں اور افسانے صنعتوں سے ملو ہیں۔ لیکن جس علم میں کہ مسلمان ہندوؤں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں وہ علم تاریخ ہے ہمارا تمام علم تجربہ پر مبنی ہے اور تاریخ کی خوبی اس بات میں ہے کہ زمانہ ماضی کے واقعات کو اس طرح قلمبند کیا جائے کہ لوگ آنے والے زمانے میں اس سے سبق سیکھیں علم تاریخ سے ہندو بالکل بے بہرہ تھے ہندوستان کے مسلمانوں نے ایشیا کے سب ملکوں سے زیادہ علم تاریخ کو کمال کے درجہ تک پہنچا دیا تھا تاریخ فرشتہ اور غلام حسین کے تذکرہ سیر المتاخرین ایسی سلیس عبارت میں ہیں اور ایسے معنی خیز ہیں کہ فارسی زبان میں وہ اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ تاریخ کے علاوہ فارسی کی بہترین نظم شاہنامہ بھی ہندوستان کے مسلمان فاتحین کے عہد میں لکھی گئی تھی۔

(۲) دہلی میں مسلمان بادشاہوں کے پایہ تخت کا بدلنا اور ان کی عمارات کا بننا۔ جمنا کے بائیں کنارہ اور دہات تغلق آباد و مہرولی و چندراوان کے درمیان ایک قطعہ ہے ۴ مربع میل ہے جس سے زیادہ دلچسپ کوئی اور قطعہ زمین کہیں اور روئے زمین پر مورخوں کے مطالعہ کے لئے انقلابات و عمارات کے مشاہدہ کرنے کے واسطے موجود نہیں ہے۔ اسی میں تیرہ شہر ہندو راجاؤں اور مسلمان بادشاہوں کے دار السلطنت بنے اور بگڑے ان میں سے ایک تو اب بھی سلامت ہے۔ باقی سب کے سب اپنے کھنڈروں یا حکایتوں سے یاد دلاتے ہیں بعض کے کھنڈر اپنی خاموش زبان سے پکار رہے ہیں

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ آثار پدید است صنادید عجم را

بعض کے کھنڈر بھی نہیں ہیں جو اپنی گنگی زبان سے انگلیوں کے اشاروں سے کچھ بتلاتے صرف ان کی روایتیں اور حکایتیں باقی ہیں۔ فرنگستانی محققین کی یہ رائے ہے کہ حضرت عیسیٰ سے پندرہ سو برس پہلے راجہ یدھشٹر نے پانڈو کی سلطنت عظیم قایم کی اور جمنا کے بائیں کنارہ پر شہر اندر پرست یا اندر پت آباد کیا جو بعض اوقات اس کا پایہ تخت رہا یہ شمالی ہندوستان کا دوسرا دار السلطنت تھا۔

اندرپرستھ کی تاریخ اگر کچھ صحیح مل سکتی ہے تو وہ اندرپت مہاتما یا مہابھارت میں ہے اندرپرستھ نام ظاہرا اندر کے نام پر رکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کوئی اس کی وجہ تسمیہ یہ کہتا ہے کہ اندر نے یہاں پرستھ کیا تھا اس لئے یہ نام رکھا گیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ پرستھ کے معنے کھلے میدان کے ہیں اس لئے اس شہر کا نام اندرپرستھ یعنی اندر کا کھلا میدان رکھا گیا۔ اس کو اندر کھیڑا بھی کہتے ہیں۔ اس شہر کی بنیاد ۱۴۵۰ برس پہلے حضرت عیسیٰ سے بتائی جاتی ہے۔ یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ شمالی ہندوستان میں گنگا کے کنارہ پر ہستناپور دوسرا دارالسلطنت پانڈو کا کب بنا۔ یدھشٹر کے خاندان میں بیس پشت تک راج تسلاً بعد نسل چلا آیا اور حضرت عیسیٰ سے پیشتر پندرہ صدی سے ساتویں صدی تک اندرپرست پانڈو کی راج دہانی رہا۔ جب اس خاندان کے سیناپت ویسار دا نے یہ راج چھین لیا تو اس کے خان کے چودہ راجاؤں کا یہ شہر راج دہانی پانچسو برس تک رہا۔ بعد اس کے گپتا کے خاندان میں راج آیا جس نے اپنی راج دہانی پالی کو پوتھرا کو مقرر کیا اسلئے اندرپرستھ شمالی ہندوستان کا دارالسلطنت نہ رہا۔ میرے دلی دوست بڑے عالم پنڈت بشیشر ناتھ سرگ باشی نے نہایت تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ شہر موضع دکھلہ سے موضع براری تک پھیلا تھا۔ اب تک اس شہر کی دیواگاریں موجود ہیں ایک جمنا کا گھاٹ نگم بودھ۔ دوسری نیلی چھتری جہاں یدھشٹر نے ہوم کرکے ایک مندر بنایا تھا جسکی وہ یادگار ہے۔ اندرپرست کی جگہ دہلی قایم ہوئی بکرماجیت راجہ اجین نے اندرپرستھ کو فتح کرکے اپنے راج میں ملایا اس شہر کو کہتے ہیں کہ توار بنس میں سے کسی نے حضرت عیسیٰ سے ۹۱۹ برس پیشتر آباد کیا اور اس کا نام دہلی اسلئے رکھا کہ اس کی زمین ڈھیلی ہے۔ یہاں کی زمین ایسی پولی ہے کہ اس میں میخیں نہیں گڑ سکتیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ قنوج کے راجہ دیلو کا نائب السلطنت شریپت تھا جس نے اندرپرست کی جگہ جو ویران ہوگیا اس شہر کو آباد کیا اور اپنے راجہ کے نام پر اس کا نام دہلی رکھا مگر اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ راجہ دیلو ۳۲۰۸ برس قبل حضرت عیسیٰ سے ہوا ہے جس کو راجہ پورس نے مغلوب کیا ہے اور اس نے یہ دلی راجہ کمایوں پاس تھی اس سے بہت

پہلے دلّی آباد ہو چکی تھی۔ غرض کسی راجہ نے جس کا نام دیلو تھا اس شہر کو آباد کیا ہے گو تامبس کے راجہ دھرم پال یا دھرنی دھر نے اپنا راج دلی میں جمایا۔ اس کے آخری راجہ کو قنوج کے راجہ نے مغلوب کیا اور بعد اس کے کئی خاندانوں کے راج بدلے تو تواربس کا راج قایم ہوا۔ ۷۳۱ء میں انگ پال نے دلی کو اور ۱۰۵۲ء میں اس کے جانشینوں میں سے انگ پال دوم نے اس شہر کو دوبارہ بسایا۔ ان خاندانوں کی انقلابات میں ۹۲۰ برس تک دلی کو دارالسلطنت ہونے کا شرف حاصل رہا۔ یہ وہ زمانہ ہے جو اجمیر کے راجہ کے فتح کرنے اور انگ پال کے دلی دوبارہ آباد کرنے کے درمیان گذرا ہے۔

۱۱۵۱ء میں چوہان نے تواروں کے راجاؤں کو شکست دیکر اپنا راج قایم کیا اور ان کا آخری راجہ پرتھی راج عرف رائے پتھورا شمال ہندوستان میں سب راجاؤں کا راجہ بنا اس نے ایک قلعہ بنایا جس کا نام اب رائے پتھورا کا قلعہ لیا جاتا ہے۔ یہ قلعہ ۱۱۸۰ء یا ۱۱۸۶ء میں اس غرض سے بنایا جس کا نام کہ شہر کو شمالی ہندوستان کے مسلمانوں کی حملہ آوری سے بچاے اس قلعہ کے بعض حصے اب بھی موجود ہیں۔

۱۱۹۱ء میں مسلمانوں نے دلی کو فتح کر لیا اور ان کا پہلا بادشاہ قطب الدین ایبک یہاں تخت نشین ہوا۔ شمالی ہندوستان سے ہندوؤں کا راج کالعدم ہوا۔ قطب الدین کے بعد جو آٹھ بادشاہ (۱) آرام شاہ (۲) شمس الدین التمش (۳) رکن الدین فیروز شاہ (۴) سلطانہ رضیہ بیگم (۵) معزالدین بہرام شاہ (۶) علاءالدین مسعود شاہ (۷) ناصرالدین محمود (۸) غیاث الدین بلبن ہوے انہوں نے قلعہ رائے پتھورا ہی میں اپنا دارالسلطنت قایم رکھا اور ان میں حسب ذیل بنوائیں۔

(۱) قصر سفید ۱۲۰۵ء میں رائے پتھورا کی وفات سے سولہ برس بعد قطب الدین ایبک نے بنوایا اس کا ذکر تاریخ کی جلد اوّل میں دیکھو۔ اب اس قصر کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔

(۲) کوشک فیروزی اس کو شمس الدین التمش نے بنایا۔

(۳) قصر سبز یہ ناصر الدین محمود کے زمانہ میں بنایا گیا۔

(۴) چبوترہ ناصرہ۔ ناصر الدین محمود نے بنایا۔

(۵) مسجد قوت الاسلام۔ قطب الدین ایبک نے رائے پتھورا کے مندر کی جگہ بنوائی ان سب عمارات کا ذکر اپنے محل میں نے جلد اول میں بیان کیا ہے ۶۸۵ھ/۱۲۸۶ء میں دسویں بادشاہ کیقباد نے جو نامور بلبن کا پوتا تھا موضع کیلوکھڑی میں قلعہ بنانا شروع کیا۔ اُس نے جمنا کے کنارہ پر باغ لگایا غرض اس گاؤں کو جو پہلے سے بھی مشہور تھا ایک خوبصورت شہر بنا دیا۔ ۶۸۸ھ/۱۲۸۹ء میں کیقباد نے جو قلعہ بنانا شروع کیا تھا سلطان جلال الدین خلجی نے اُس کی تعمیر کو پورا کیا۔ تھوڑے دنوں بعد اس کیلوکھڑی کو نیا شہر اور قلعہ رائے پتھورا کو پرانا شہر کہنے لگے۔

جلال الدین خلجی نے کوشک لال بنوایا جس کا اب کچھ نشان نہیں ہے۔ جلال الدین کے بعد اس کا بھتیجا علاء الدین جانشین ہوا۔ وہ کچھ دنوں قلعہ رائے پتھورا میں رہا۔ بعد اس کے اُس نے موضع سیری میں ایک قلعہ بنایا جو دہلی کی سلطنت کا پایۂ تخت تھا۔

علاء الدین خلجی کے پسر خورد مبارک شاہ کا اور اُس کے قاتل خسرو خاں کا دار السلطنت سیری رہا۔ اس قلعہ کی قصر ہزار ستون بڑی عمدہ عمارت تھی۔ بعد اس کے خسرو خاں کو غیاث الدین تغلق شاہ مار کر بادشاہ ہوا۔ اُس نے سیری سے تغلق آباد میں دار السلطنت کو منتقل کیا ۷۲۱ھ/۱۳۲۱ء میں اس شہر اور قلعہ کی تعمیر شروع ہوئی اور ۷۲۳ھ/۱۳۲۳ء میں ختم ہوئی۔ اب تک اس قلعہ کو شکستہ حالی کی صورت میں جو باہر سے دیکھتا ہے تو اس کی شوکت و ہیبت دل میں ہیبت پیدا کرتی ہے اور اندر جا کر اس کی ویرانی دیکھنے سے عجب عبرت ہوتی ہے اب گوجر اس میں بستے ہیں مثل مشہور ہے کہ یا بسے گوجر یا رہے اوجڑ۔ سلطان غیاث الدین تغلق کے بیٹے محمد شاہ عادل نے عادل آباد یا محما آباد بسایا۔ جو تغلق آباد سے تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ اس میں دو قلعے ہیں جو قلعہ تغلق آباد کے نمونے پر بنائے گئے ہیں اور کچھ تھوڑے دنوں کے بعد اُس نے قلعہ رائے پتھورا اور سیری دونوں کو ملا کر ایک حصار اُس کے گرد بنایا اور اُس کا نام جہان پناہ رکھا۔ اس کے

جانشین فیروز شاہ تغلق نے اس دارالسلطنت کو چھوڑ کر شہر فیروز آباد بسایا۔ یہ شہر ۱۳۵۵ء میں بسایا گیا ہے۔ پرانی دہلی کی عمارات کو مسمار کر کے ان کا مصالحہ اس شہر کی عمارت میں لگایا گیا ہے اور عمارت کا مفصل حال تاریخ جلد دوم میں لکھا گیا ہے۔ امیر تیمور کے حملہ نے پٹھانوں کی سلطنت کا خاتمہ کیا اور سیدوں کی سلطنت کا عہد آیا ۱۴۱۸ء میں اول سیدوں کے اول بادشاہ خضر خاں نے خضر آباد جمنا کے کنارہ پر بسایا۔ خضر خاں کی قبر ۱۴۲۴ء میں بیٹے سید مبارک شاہ نے بنوائی جس کو خضر کی گمٹی کہتے ہیں۔ اسی بادشاہ نے ۱۴۳۷ء میں جمنا کے کنارہ پر ایک شہر مبارک آباد بنانا چاہا مگر وہ پورا نہ ہوا تھا کہ اس کے اندر وہ شہید ہوا اور شہر مبارک آباد سے نامبارک آباد ہوا۔ سیدوں کے بعد لودیوں کے خاندان کی سلطنت شروع ہوئی۔ بہلول لودی نے آگرہ کو اپنا دارالسلطنت مقرر کیا اور دہلی کو چھوڑا۔ ہمایوں نے اس کے بیٹے کو شکست دی اور ہندوستان سے نکالے جانے سے پہلے شہر دین پناہ کی عمارات کو شروع کیا اس کے پاس ایک گاؤں اندرپت ابک اندر پرستھ کو یاد دلا رہا ہے یہاں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے جس کا نام پرانا قلعہ مشہور ہے ہمایوں نے اس قلعہ کی مرمت کی اور اس کا نام دین پناہ رکھا۔ یہاں کے دہاتی اس قلعہ کے بعض حصہ کو پانڈو کے عہد کا بتاتے ہیں۔ اس دین پناہ کا حال شگرف نامہ ہمایوں جلد سوم میں بیان ہوا۔ جب شیر شاہ نے ہمایوں کو ہندوستان سے نکالا اور دہلی پر اس کا قبضہ ہوا تو اس نے بھی شیر گڈھ آباد کیا جس کو دہلی شیر شاہی کہتے ہیں۔ شیر شاہ نے دین پناہ کے حصار کو پورا کیا اور اسی کا نام شیر گڈھ رکھا جس کا بیان اپنے محل پر رزم نامہ شیر شاہی میں میں نے لکھا ہے۔ شیر شاہ کے بیٹے سلیم شاہ نے قلعہ سلیم گڈھ جمنا کے اندر بنایا پھر ہمایوں نے خاندان سور سے سلطنت چھین لی اور دین پناہ میں وہ مر گیا۔ اس کا بیٹا اکبر اور پوتا جہانگیر اکبر آباد میں رہے اس کے پڑپوتے شاہجہاں نے شاہجہان آباد آباد کیا جس کا حال ظفر نامہ شاہجہاں میں میں نے مفصل لکھا ہے۔ یہ شہر ۱۸۰۳ء تک دارالسلطنت رہا۔ پھر اس کو انگریزوں نے فتح کر لیا۔ جب سے وہ دارالسلطنت نہیں رہا۔ مگر اب بھی وہ ہندوستان کے اعلیٰ درجہ کے شہروں میں شمار ہوتا ہے

مسلمان بادشاہوں میں سے اکثر بادشاہوں کو اپنے نام و نمود کے لئے ایک نیا دارالسلطنت بنانے کا خیال رہا اس لئے پایہ تخت نے اپنے مقامات بدلے۔

(۳) سکون کا بیان۔ مسلمانوں میں بادشاہ ہونے کے لئے ضرور ہے کہ خطبہ میں ان کا نام پڑھا جائے اور اُن کے نام کا سکہ جاری کیا جائے۔ یہ سکہ اور خطبہ بادشاہی کا قطعی ثبوت ہے میں ان سکوں کا بیان فقط اس سبب سے کرتا ہوں کہ اُن کی قیمت معلوم ہو جائے کہ کیا تھی جس کی بہت ضرورت تاریخ میں ارقام سمجھنے میں پڑتی ہے ہم اس قیمت کے بتلانے کے لئے سونے چاندی تانبے کے سکوں کے وزن لکھتے ہیں جس سے ان کی اصلی قیمت آپ ہی معلوم ہو جائے گی یہ سکے میرے پاس موجود نہیں ہیں کہ میں ان کو کانٹے میں ہندوستانی اوزان سے تول کر بتلاؤں مگر میرے پاس طامس ایڈورڈ صاحب کی کتاب موجود ہے جس میں صاحب ممدوح نے ان سکوں کو تول کر ان کا وزن گرین میں لکھا ہے اور اس گرین کے وزن بتلانے کے لئے بتلاتا ہوں کہ قیصر ہند کا روپیہ جو یہاں ہندوستان میں مروج ہے اس کا وزن ایک سو اسی گرین ہے یعنی ایک تولہ بس تولہ کے یعنی ۹۶ رتی کے ۱۸۰ گرین ہوئے اسی سے معلوم ہوا کہ ایک ماشہ میں ۱۵ گرین ہوتے ہیں یعنی آدھی رتی کے قریب ایک گرین ہوتا ہے یہی مہر کا وزن ہے تانبے کے ادھنّے سکے کا وزن ۲۰۰ گرین یعنی ۱۳ ۱/۳ ماشہ اور پاؤ آنہ یعنی پیسے کا وزن ۱۰۰ گرین یعنی ۶ ۲/۳ ماشے اس بیان سے سکون کا وزن گرین میں جو ہم لکھتے ہیں تم سمجھ کر ہر بادشاہ کے عہد کی چاندی سونے تانبے کے سکوں کی قیمت کا حساب کر لیا کرو۔ خاندان تیمور کی سلطنت تک اوّل سے چالیس بادشاہ مختلف خاندان غوری۔ خلجی تغلق۔ سادات۔ لودھی۔ سور۔ افغان کے ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے ۱۱۹۱ء/۵۸۹ھ سے ۱۵۵۴ء/۹۶۲ھ تک ساڑھے تین سو برس کے قریب سلطنت کی اور اُن کے سونے چاندی تانبے کے سکوں کے وزن گرین ذیل میں لکھے جاتے ہیں جن کی قیمت کا حساب کر کے بادشاہوں

کے عہد میں اجناس کی اور اس کے اور بخششوں اور انعاموں وغیرہ کی قیمتوں کو سمجھ سکتے ہیں مثلاً کسی بادشاہ کے خزانہ میں لاکھ روپئے کے جواہر لکھے ہیں تو اس کے چاندی کے سکے کے وزن سے اپنے روپئے رائج الوقت کی قیمت پر حساب کر کے اس آگے کی فہرست سے سمجھ سکتے ہیں۔

(۱) معزالدین بن سام اوّل سلاطین کا بانی ہے اس کے سونے کے سکوں کا وزن یہ تھا ۹۶ و ۶۱ و ۳۲ گرین چاندی کے سکے ۶۸ و ۴۸ و ۳۳ و ۱۳ و ۴۶ و ۱۰۸½ گرین وچاندی و تانبے کے مخلوط سکے ۴۹ و ۳۸ و ۵۵ گرین مخلوط سکے سے سب جگہ یہ سمجھو کہ وہ چاندی اور تانبے کے مرکب کرنے سے بنائیں ہیں۔

(۲) قطب الدین ایبک کے عہد میں اوپر کے سکے جاری رہے۔

(۳) آرام شاہ کے عہد میں سونے وچاندی و مخلوط پہلے سکے جاری رہے اور تانبے کا سکہ ۴۸ گرین کا اس بادشاہ کے نام سے جاری ہوا۔

(۴) شمس الدین التمش سونے کا سکہ ۱۶۰ گرین چاندی کے سکے ۴۸ و ۵۱ و ۵۱ و ۱۶۸ گرین تانبے کے سکے ۴۸ و ۴۸ و ۲۸ و ۴۰ گرین و مخلوط سکے ۵۰ و ۴۶ و ۵۳ و ۹۲ و ۳۸ گرین۔

(۵) رکن الدین شاہ کے مخلوط سکے ۵۱ گرین

(۶) سلطان رضیہ بیگم چاندی کے سکے ۱۲۵ و ۱۶۷ و ۴۷ و ۴۹

(۷) معزالدین بہرام شاہ۔ چاندی کا سکہ ۱۶۷ گرین مخلوط سکے ۵۶ گرین

(۸) علاءالدین مسعود شاہ چاندی کے سکے ۱۶۷٫۵ گرین و تانبے کے سکے ۵۶ و ۴۹½ مخلوط سکے ۵۲ و ۴۱

(۹) ناصرالدین محمود۔ تانبے کے سکے ۴۸ و مخلوط سکے ۵۱ و ۱۲

(۱۰) غیاث الدین بلبن تغلق سونے کا سکہ ۱۶۳ و چاندی کا سکہ ۱۶۷٫۵ و تانبے کا سکہ ۴۸½

و ۶۷ گرین۔ مخلوط ۲۶ گرین۔

(۱۱) معزالدین کیقباد۔ چاندی کا سکہ ۱۶۸ گرین مخلوط سکہ ۵۲ گرین و ۲۹ گرین۔

(۱۲) جلال الدین فیروز خلجی۔ چاندی کا سکہ ۱۶۸ و مخلوط سکے ۵۲ و ۲۹ گرین۔

(۱۳) رکن الدین ابراہیم۔ چاندی کا سکہ ۱۵۸ و تانبے کا سکہ ۵۹ و ۳۸ و مخلوط ۵۲

(۱۴) علاء الدین محمد شاہ سونے کا سکہ ۱۶۹/۶ گرین و چاندی کا ۱۶۸ گرین و تانبے کا سکہ ۶۷ و ۴۳/۵ و مخلوط ۵۲۷۔

(۱۵) شہاب الدین عمر۔ مخلوط سکے ۴۵/۵ گرین۔

(۱۶) مبارک شاہ سونے کا سکہ ۱۶۹/۵ گرین و مخلوط ۵۵ گرین۔

(۱۷) خسرو خاں مخلوط ۵۱/۷

(۱۸) غیاث الدین تغلق سونے کا سکہ ۱۷۲/۴ چاندی کا سکہ ۱۷۰/۲ و تانبے کا سکہ ۵۳ و ۱۳۶ و ۱۰۳ و ۵۴۔

(۱۹) محمد بن تغلق سونے کے سکے ۱۹۸/۵ و ۱۶۷/۳ و ۱۷۰ و ۹۹ و ۲۴۵ و ۱۶۹ چاندی کے سکے ۱۴۰ و ۱۶۸/۵ و ۵۶ و ۵۲ و تانبے کے سکے ۵۲ و ۱۳۶ و ۱۰۳ و ۶۸ پیتل کے سکے ۱۳۲ و ۱۲ و ۲۷ و ۵۵ و مخلوط ۱۴۰ و ۲۵۔

(۲۰) فیروز شاہ تغلق سونے کا سکہ ۱۷۷ گرین۔ مخلوط ۱۴۱ گرین و ۵۴ گرین و ۸۴ گرین ۱۴ و ۱۷۱ گرین تانبے کا سکہ ۵۵ گرین و ۱۰۶ گرین اس بادشاہ کے حال میں سکوں کی بڑی تفصیل لکھی ہے بعض سکے ایسے بھی ہیں کہ ان میں دو نام فیروز شاہ و فتح خاں کے لکھے ہیں سونے کا سکہ ۱۶۸ گرین مخلوط ۱۶۸ گرین اور ایسے بھی سکہ ہیں جن میں دو نام فیروز اور بیٹے ظفر کا نام لکھا ہے سونے کا سکہ ۱۶۸/۴ گرین چاندی کا سکہ ۱۴۰ گرین مخلوط ۱۳۶ گرین ۱۸۷ گرین و تانبے کا ۸۷ گرین۔

(۲۱) غیاث الدین تغلق شاہ دوم مخلوط ۱۳۶ گرین ۱۶۴ گرین و ۸۰ گرین و ۵۰ گرین و ۶۸ گرین۔

(۲۲) ابوبکر شاہ بن ظفر خاں مخلوط ۱۳۶ گرین۔ ۴۷ گرین و تانبے کا ۴۴ گرین و ۵۵ گرین و

۱۴۰ گرین و ۵۸ گرین۔

(۲۳) محمد شاہ فیروز شاہ۔ سیم قلب ۱۶۷ گرین و تانبے کا ۶۷ گرین۔ سونے کا سکہ ۱۷۰ مخلوط ۱۴۰ گرین و تانبے کا ۶۸/۶ گرین ۳۰ گرین و ۵۲ گرین۔

(۲۴) ناصر الدین محمد۔ مخلوط ۱۴۲ گرین تانبے کا ۱۳۴ گرین و ۶۷ و ۳۰ گرین۔

(۲۵) محمود بن محمد۔ سیم قلب ۱۴۱ گرین تانبا ۱۴۰ گرین و ۵۹ گرین و ۳۲ گرین۔

(۲۶) نصرت شاہ تانبا۔ ۱۴۳ گرین و ۵۷ گرین و ۶۷ گرین۔

(۲۷) دولت خان لودہی۔ اور

(۲۸) خضر خاں نے کوئی سکہ اپنے نام کا نہیں جاری کیا۔

(۲۹) مبارک شاہ دوم چاندی کا سکہ ۱۷۴ گرین مخلوط ۱۷۲ گرین ۵/۸۳ گرین و ۴۰ گرین

(۳۰) محمد شاہ مخلوط۔ ۱۴۲ گرین تانبا ۱۳۶ گرین و ۳۳½ گرین۔

(۳۱) عالم شاہ۔ تانبا ۱۳۵ گرین و ۶۶ گرین و ۴۶ گرین۔

(۳۲) بہلول شاہ۔ تانبا ۶۷ گرین اوسط وزن ۱۴۰ گرین چاندی ۱۳۹ و ۱۴۵۔

(۳۳) سکندر شاہ لودی۔ تانبا ۱۳۹ گرین و ۵/۵۵ گرین۔

(۳۴) ابراہیم سکندر شاہ۔ تانبا ۸۷ گرین و ۴۲ و ۱۱۰ گرین و ۱۲۰ گرین۔

(۳۵) ہمایوں۔ سونا ۸ و ۱۰ و ۱۳ گرین چاندی ۱۷ گرین۔

(۳۶) شیر شاہ۔ سونا۔ ۱۶۵/۵ چاندی ۱۷۶ گرین۔ تانبا ۳۲۹ گرین۔

(۳۷) اسلام شاہ۔ چاندی ۱۶۸ گرین تانبا ۱۷۸ و ۱۷۲ گرین و ۳۱۵ گرین۔

(۳۸) محمد عادل شاہ۔ چاندی ۱۷۴ گرین۔

(۳۹) ابراہیم سور۔ چاندی ۱۷۵ گرین۔

(۴۰) سکندر شاہ کے بعد ہمایوں پھر فرماں روا ہوا تانبا ۱۷۵ گرین

(۴۱) سکندر شاہ سکون کا مفصل حال اقبال نامۂ اکبری میں پڑھو۔ سکون کی اصلاح و درستی

سب طرح سے شیر شاہ کے زمانہ سے شروع ہوئی۔ اُس نے سکّوں میں جو پہلے سے عیب و نقص چلے آتے تھے دور کئے۔ اوّل سب سے بڑی بُرائی سکّوں کی یہ دُور کی کہ سب ٹکسالوں میں مخلوط دھاتوں کا سکّہ بننا بالکل موقوف کر دیا۔ ظاہر ہے کہ جب سکّہ میں وہ دھات جن میں سے ایک بیش قیمت دوسرا کم قیمت ہو۔ کیسی بنج بیپاریوں و شواریاں پیدا کرتا ہے اور ٹکسالوں کے اہلکاروں کے ہاتھ میں دغابازی کا کیسا اوزار دیتا ہے۔ یہ تحقیق نہیں معلوم کہ شیر شاہ کے زمانہ میں سونے چاندی کے سکّوں میں مبادلہ کیا کیا نسبت رکھتا تھا مگر تخمیناً یہ تحقیق ہوا ہے کہ ۱۵۴۵ء میں ان کی قیمتوں میں ۱۰ یا ۱۱ اور اکی نسبت تھی۔ سونے کے سکّے کو چاندی کے سکّے سے نسبت ۹/۴ اور آ کی تھی۔ آئین اکبری سے سکّوں کی تحقیقات کو ہم نے اقبال نامہ اکبری میں لکھا ہے۔ ٹنکہ اور جیتل وغیرہ سکّوں کا بیان بادشاہوں کی تاریخ میں ہوا ہی فقط

انتباہ

اوّل کل کتاب میں چار قسم کے سنوں کا حوالہ دیا گیا ہے (۱) ہجری (۲) عیسوی (۳) جلوس (۴) ہمبت۔ زیادہ تر سنہ کے اوپر ہجری اور نیچے عیسوی لکھے گئے ہیں سن ہجری سے سنہ عیسوی چھ سو برس کے قریب بڑا ہے اس لئے اون کے ساتھ ھ وغ کا اشارہ نہیں کیا گیا۔ بغیر ان کے فقط سنوں کے چھوٹے بڑے ہونے سے پڑھنے والے اُن کو سمجھ سکتے ہیں۔ سن جلوسی اکثر چالیس پچاس برس سے زیادہ نہیں ہوتا۔ وہ سن ہجری سے بہت ہی چھوٹا ہوتا ہی اس لئے بغیر اس کے کہ جلوس کا لفظ اوس کے ساتھ لکھا جاوے وہ خود بخود سمجھا جائیگا۔

دوم۔ خطوط قوسی ( ) کے درمیان جو نام یا لفظ یا عبارت لکھی گئی ہے اوس کی یہ صورتیں ہیں (۱) ایک مورخ کے بیان میں دوسرے مورّخ کا بیان ان خطوں کے اندر زیادہ کیا گیا ہے (۲) فارسی کتابوں میں ناموں کی املا میں بہت اختلاف ہوتا ہے۔ پس ان اختلافوں کو ان خطوط میں لکھ دیا ہے (۳) کسی لفظ کے معنی بھی لکھے ہیں۔

سوم ہندوستان کے مختلف حصّوں میں بعض الفاظ کی املا میں اختلاف ہے اور سررشتہ تعلیم نے اون کے کچھ قواعد مقرر کئے ہیں مثلاً پورب میں یائے معروف کے اوپر ہمزہ نہیں لکھتے وہ اس کے کو ہی بجائے ہمزہ سمجھتے ہیں مثلاً ہوئے و کئے کو ہوے و کے لکھیں گے۔ ایسا ہی نون غنہ کا بعض الفاظ میں حال ہے کوئی ہنسنا لکھتا ہے کوئی ہسنا۔ ایسی ہی ہ ہے جو الفاظ کے آخر میں ہوتی ہے اوس کی جگہہ الف بھی لکھتے ہیں جیسے بنگالہ کی جگہہ بنگالا لکھیں گے اور ان ہی کی جگہہ انہیں اور جون ہی کی جگہہ جو ہیں اور بعض اور الفاظ اسی قسم کے ہیں۔

میرے قلم کو ان الفاظ میں نون لکھنے کی عادت پڑگئی ہے خواہ وہ غلط ہو یا صحیح تلفظ پر زیادہ خیال رہتا ہے۔

چہارم میں نے ہر جلد کے ساتھ غلط نامہ لکھ دیا ہے مگر اکثر لفظوں کی غلطیوں کو یہ سمجھ کر چھوڑ دیا ہے کہ ؎

عاقلاں پیروی نقط نکنند　　یا نخوانند یا غلط نکنند

بہتر ہوگا کہ پڑھنے سے پہلے غلط نامہ کے موافق کتاب کو صحیح کرلیں۔

پنجم نام خواہ مقاموں کے ہوں یا آدمیوں کے اون کی املا میں فارسی کتابوں میں بڑا اختلاف ہے۔ میں نے اون کو اس لئے مختلف طرح لکھا ہے۔ حروف ثقیلہ کا تلفظ مسلمانوں کی زبان سے پہلے زمانہ میں نہیں ہوتا تھا اس لئے وہ ڈ کی جگہہ د اور ڑ کی جگہہ ر اور علیٰ ہذا القیاس لکھتے تھے۔ میں نے اِس بات پر خیال رکھا ہے۔

زمانۂ سابق و حال کے مسلمانوں کے تلفظ میں بڑا فرق ہوگیا ہے۔ میں اس تلفظ کا بھی ناموں کے لکھنے میں پابند رہا ہوں۔ فقط